اہم تاریخی

اشرف التفاسیر

۱۳ ۶۳

تفسیر نعیمی

پارہ تیرھواں (۱۳)

مفسر صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی ملک نعیمی کتب خانہ گجرات

خلف الرشید

حکیم الامت مولانا الحاج المفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات

مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

1Z83

جملہ حقوق بحق مفتی عبدالقادر خان محفوظ ہیں

نام کتاب ——— تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۱۳

مفسر ——— مفتی اقتدار احمد خان صاحب
خلف الرشید
حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی

ہدیہ ———

سن اشاعت ——— جون 2006

تعداد ——— ۱۱۰۰

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

کتبہ گوہر قلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ۔	۳
۲	وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ آیت ۵۳، ۵۲، ۵۵	۷
۳	ماضی مضارع کو منفی کرنے کا طریقہ اور حروف	۸
۴	مَآ اُبَرِّئُ کی غلط تفسیر کا رد اور عصمت انبیاء کا بیان	۱۰
۵	کن حالات میں کفار کی ملازمت نوکری جائز ہے	۱۲
۶	یوسف علیہ السلام اور بادشاہ مصر کی مختلف زبانوں میں گفتگو	۱۲
۷	اصل زہد عبادت کیا ہے	۱۳
۸	وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ آیت ۵۶، ۵۷، ۵۸	۱۹
۹	یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے تین چیزیں دیں	۱۹
۱۰	حضرت زلیخا سے نکاح اور یوسف علیہ السلام کی اُس وقت عمر	۲۰
۱۱	جنتی چیزوں اور دنیوی چیزوں میں کتنا فرق ہے	۲۰
۱۲	شریعت میں بندے کے اعمال و ایمان کا پانچ قسم کے ہیں۔	۲۱
۱۳	یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر بنتے ہی اسلام سلطنت	۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	کس طرح سنبھالا۔	
۱۴	غلہ کے سات سالوں میں فکر کس طرح تقسیم کیا گیا	۲۲
۱۵	برادران یوسف کی پہلی بار حاضری مصر اور یوسفی میں	۲۲
۱۶	بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ عزت انبیاء کرام کی ہے۔	۲۲
۱۷	منگنی کی حالت میں حکومت کا قبضہ مشتری باتاپر جائز ہے۔	۲۳
۱۸	وَتَفَاجَّرَ عَنْ يَّمِيْنِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ آیت ۱۷، ۱۸	۲۶
۱۹	دلھن کو بھیر کہیں دیا جاتا ہے۔ بھیر کا معنی۔	۲۷
۲۰	مراد ان یوسف کی شناخت میں حیرانی۔ اور حضرت یوسف کی دانشمندی اور حضرت یعقوب کی دانشمندی۔	۳۰
۲۱	یَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ کے ترجمے کی خوبی۔	۳۲
۲۲	قالب جسمی پر اعضاء تخلیہ کا بیان علم کی قسمیں۔	۳۴
۲۳	وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ آیت ۶۲، ۶۳، ۶۵	۳۵
۲۴	افعال کی عربی میں قسمیں۔	۳۷
۲۵	حروف تہجی اور حروف مجہ اور حروف ماخوذہ	۳۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	لکھنے کا طریقہ۔	۳۵
۲۶	لفظ اللہ کی لغوی شان۔	۳۹
۲۷	جاہل مفسروں کی خرابیاں۔	۴۰
۲۸	حضرت یوسف کا بھائیوں کی قیمت واپس کرنے کی مکتیں۔	۴۰
۲۹	شریعت میں چھ چیزیں ممنوع ہیں۔	۴۲
۳۰	وَلَمَّا قَضَوْا مَا عَهَّدُوْا آیت ۶۶	۴۵
۳۱	اصل توکل علی اللہ کیا ہے۔	۴۷
۳۲	فعلوا وغیرہ صیغوں کے آخر میں الف کیوں آتا ہے	۴۷
۳۳	مبالغے کے صیغوں کی تعداد۔	۴۸
۳۴	نرینہ اولاد کی خوبی۔	۵۱
۳۵	حضرت یعقوب کو یوسف علیہ السلام کا مکمل علم تھا گیارہ آیتوں سے ثبوت۔	۵۲
۳۶	وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ آیت ۶۷	۵۵
۳۷	حکمت کی چند قسمیں۔	۵۸
۳۸	مصر کے دو دانے اور اس کی شہری حدود	۶۰
۳۹	نظر بد لگنا حق ہے۔ نظر اتارنے کے طریقے۔	۶۱
۴۰	کتنی چیزیں برحق ہیں اور نظر بد کیوں لگتی ہے۔	۶۱
۴۱	تدبیر اور تقدیر کا فرق۔	۶۳
۴۲	اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور غیر خصوصی صفات کا فرق	۰
۴۳	معرفت کے تین علم۔	۶۵
۴۴	وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ آیت ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲	۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵	بنیامین اور یوسف کی ملاقات کے وقت عمریں	۷۱
۴۶	قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا آیت ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶	۷۵
۴۷	گمان ظن کی مختلف حالتیں۔	۷۹
۴۸	برادران یوسف کا تقویٰ اور نیک نیتی۔	۸۰
۴۹	ذی علم اور علیم میں گیارہ طرح فرق ہے۔	۸۲
۵۰	کس جرم میں حد شرعی ہو کس جرم میں تعزیر ہوتی ہے۔	۸۳
۵۱	قَالُوْا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ آیت ۷۷، ۷۸، ۷۹	۸۶
۵۲	لفظ اَبٌ کے سات معنی	۸۹
۵۳	اولاد یعقوب کے بارے میں اسرائیلی لغو باتیں۔	۹۱
۵۴	رحمی اپیل کا شرعی حکم۔	۹۳
۵۵	فراق یوسفی اور فراق بنیامین میں فرق۔	۹۷
۵۶	فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا آیت ۸۰، ۸۱، ۸۲	۹۷
۵۷	بھائیوں کا واپس کنعان آکر بنیامین کے متعلق بیان دینا۔	۱۰۳
۵۸	گاؤں میں جمعہ پڑھنا منع ہے۔	۱۰۴
۵۹	مایوس ہونے کی قسمیں کونسی مایوسی جائز کونسی ناجائز۔	۰
۶۰	جسم انسانی میں کون بڑا ہے کون چھوٹا۔	۱۰۵
۶۱	قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا آیت ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶	۱۰۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۴	قسم کی دو قسمیں مثبت اور منفی اور ان کا نحوی فرق۔	۱۱۰
۶۳	ھُمْ۔ حُزْنٌ۔ بَثٌّ کا فرق	۱۱۱
۶۴	صبر جمیل کی تعریف اور قسمیں۔	۱۱۲
۶۵	غم یوسفی کی مدت تیس سال۔	۱۱۳
۶۶	شکایت کی قسمیں۔	۱۱۳
۶۷	بثّ اور حزن میں چھ طرح فرق ہے	۱۱۳
۶۸	کوئی صحابی بظاہر قلب کلیم نبی کے برابر نہیں	۱۱۴
۶۹	بیماری سے کوئی نبی نابینا نہ ہوئے۔	۱۱۴
۷۰	یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ آیت ۸۷، ۸۶، ۸۷	۱۱۶
۷۱	تحسّس اور تجسّس کا فرق۔	۱۲۱
۷۲	کافر اور مومن کا عجیب فرق۔	۱۲۲
۷۳	یاس اور قنط کا فرق۔	۰
۷۴	تصویر فوٹو ہر شریعت میں حرام تھی۔	۱۲۳
۷۵	بعض مفسروں کی غلط تفسیریں۔	۰
۷۶	خریداروں نے سات جگہ کیا قیمتوں کا فرق خریدا۔	۱۲۴
۷۷	دیدار یوسفی سے بھوک پیاس مٹتی تھی۔	۰
۷۸	درود پاک کے اثرات و فائدے۔	۰
۷۹	تلاش حق کے لیے سفر کرنا جائز ضروری ہے۔	۱۲۵
۸۰	غیر اللہ سے فریاد کرنا جائز ہے۔	۰
۸۱	کھانے پینے کی اشیاء ہر طرح ناپ تول کر بھیجنا جائز ہے۔	۰
۸۲	قَالُوْا اِنْ كُنْتَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ آیت ۹۰ ، ۹۱ ، ۹۲ ، ۹۳	۱۲۸
۸۳	سوال کی چار قسمیں ہیں۔	۱۳۰
۸۴	مدینہ منورہ کی بستی کا بانی شخص اور مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کی وجہ اور یثرب کہنا گناہ ہے۔	۱۳۲
۸۵	نبی کی قمیص مشکل کشا ہوتی ہے۔	۳۶
۸۶	وہ کونسی قمیص تھی۔	۰
۸۶	بردہ ابن یوسف کے کردار اور صحابہ کرام کی جگوں کو نوعیت کیا تھی۔	۳۷
۸۸	حسن یوسف دنیا کے لیے اور حسن مصطفےٰ قبر و حشر کے لیے عظیم معجزہ ہے۔	۱۳۸
۸۹	وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ آیت ۹۴ ، ۹۵ ، ۹۶ ، ۹۷ ، ۹۸	۱۴۰
۹۰	ضلال کے آٹھ معنیٰ۔	۱۴۲
۹۱	ذنب کے سات معنیٰ۔	۱۴۳
۹۲	یوسف علیہ السلام نے خواب میں بھائیوں کو ستارہ کیوں دیکھا تھا۔	۱۴۷
۹۳	دعا قبول ہونے کے پانچ وقت ہیں اور اس خصوصیت کی وجہ۔	۰
۹۴	نبی کی ہر چیز بے مثل ہوتی ہے۔	۱۴۸
۹۵	شریعت میں قسم کھانے کی چار قسمیں ہیں، سوائے یوسف میں تین دفعہ قسم بولی گئی۔	۱۴۹
۹۶	فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ آیت ۹۹ ، ۱۰۰	۰

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۷	اب کے لئے سلطانی ملی۔ اور مجھ سے کاشتی طریقہ۔	۱۵۳		
۹۸	سگے اور سوتیلے بھائی اور قومی بھائی میں لفظی فرق کیا ہے۔	۱۵۵		
۹۹	دو موتوں پر فرشتوں نے مذمت سے نالک تالیاں بادیں۔	۱۵۶		
۱۰۰	سجدۂ یوسفی کس طرح ہوا۔ اور کیا غلو کفار آئے	۱۵۷		
۱۰۱	نسل یعقوب۔ اور نسل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کی تعداد۔	۰		
۱۰۲	کنوئیں اور جیل کی مصیبتوں کا فرق۔	۱۵۸		
۱۰۳	سوتیلی ماں کا ادب واجب۔ سجدۂ تعظیمی ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔	۱۵۹		
۱۰۴	گاؤں اور شہر کا فرق۔	۱۶۰		
۱۰۵	مجلس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آٹھ درس	۱۶۵		
۱۰۶	رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ آیت ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳	"		
۱۰۷	زلیخا اور یوسف علیہ السلام کی عمریں فراق والم کی مدت اور سلطنت۔	۱۶۶		
۱۰۸	یوسف علیہ السلام کو نو نعمتیں ملیں۔	"		
۱۰۹	یوسف علیہ السلام کی قبر کی برکتیں۔ آپ کو تین پیغمبر دفنہ و دفن کیا گیا۔	۱۶۸		
۱۱۰	بنی اسرائیل کے پہلے نبی یوسف آخری نبی عیسیٰ علیہما السلام۔ کل انبیاء بنی اسرائیل کی تعداد۔	۱۶۸		
۱۱۱	اولیاء اللہ کی مخلصی نعمت ہیں۔ موت کی دعا اور	۱۶۹		
			نقابیں فرق۔ اور شرعی حکم۔	
		۱۱۲	کس کام پر شرما تو خواہ لینی اجازت مانگنی جائز ہے کس پر نا جائز ہے۔	۱۶۹
		۱۱۳	طریقت کے آسمان و زمین۔ موت کی قسمیں۔	۱۷۱
		۱۱۴	وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا آیت ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷	۱۷۲
		۱۱۵	فعل مضارع تین معنی میں آتا ہے۔	۱۷۵
		۱۱۶	شرک فی التوحید کیا ہے۔ آیت برہان دلیل اور ملاست کا فرق۔	۱۷۶
		۱۱۷	اچانک موت کا ذکر۔ کتنے انبیاء کرام کو اچانک موت شریف ہوئی۔	۱۷۹
		۱۱۸	وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ آیت ۱۰۹، ۱۱۰	۱۸۳
		۱۱۹	انسانوں کا نبی رسول ہونا نعمت اور کرم ہے۔	۱۸۴
			مردوں کی چار خصوصیت۔	"
		۱۲۰	مردوں کو نبی بنانے کی وجہ۔	"
		۱۲۱	عورتوں کو امام نماز نہ ہے۔ پیر مرشد یا حکمران امیر قوم بنانا حرام ہے۔	۱۸۹
		۱۲۲	لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ آیت ۱۱۱	۱۹۳
		۱۲۳	یوسف علیہ السلام اور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانوں کا درمیانی فاصلہ۔	۱۹۵
		۱۲۴	واقعات یوسف چار طرح عبرت ہیں۔	۱۹۶
		۱۲۵	سورۂ یوسف کی آخری آیت میں پانچ صفات ہیں	"

نمبر شمار	مضمون	برشمار	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۲۶	قرآن مجید کے بیان کی کوئی انتہا نہ ہوا۔	۱۱۷	۱۴۲	مثل کے آٹھ معنی۔ مشرکوں کی ایک کاذب دلیل	۲۲۳
۱۲۷	عبرت کے پانچ معنی پانچ مقام اور پانچ طرح	۹۹	۱۴۵	زعموا الخ کی تفسیر کی اصل۔	۲۲۵
۱۲۸	پڑھ مرنا کوئی کی تفسیر از خود اور علمی	۰	۱۴۶	بلیت اور تاثیر کا متحد ہونا مادہ میں ہے اس کا	۲۲۵
۱۲۹	سورۃ یوسف کی تفسیر کا خلاصہ۔	۲۰۰		پورا بیان۔	
۱۳۰	یوسف علیہ السلام کا شجرہ نسب اور حالات	۲۱۹	۱۴۷	سیاروں کے بھار کر دہندہ علوم آسمان دنیا کی	۲۲۸
۱۳۱	یعقوب علیہ السلام کی بیویوں لونڈیوں اولاد کے	۰		پانچ پانچ نشانیاں۔	
	نام۔		۱۴۸	آسمانوں اور زمین میں تمہارے لئے کچھ نظارہ کی	
۱۳۲	شاہ مصر عزیز مصر اور زلیخا قبطی ساتھیوں	۲۳۰		تفصیل۔	۲۴۲
	کے نام		۱۴۹	سورج کے گیارہ ماندے چاند کے سات ہوئے	۲۴۴
۱۳۳	کنعان تو ان کی معمولی حکومت رہی	۰	۱۵۰	ہیں کی تیرہ مصر میلت۔	۲۴۵
۱۳۴	یوسف علیہ السلام کی امت کی تعداد چار ہزار ہوئی		۱۵۱	دنیا کے پہاڑوں میں بیس قسم کے پتھر ہوتے ہیں	۲۴۶
۱۳۵	سورۃ رعد کا مختصر بیان اور وجہ تسمیہ		۱۵۲	دنیا کے ایک سو چھیانوے دریاؤں کا ظاہر کیا	۲۴۷
				کے نام۔	
۱۳۶	سورتوں کے نام رکھنے کی وجہ کیا ہے۔	۰	۱۵۳	پانی کی حیرت انگیز خصوصیات۔	۲۵۰
۱۳۷	الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الخ آیت ۱	۲۲۲	۱۵۴	وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ الخ آیت	۲۵۲
۱۳۸	کسی مذہب کی کتاب کا نام ہے یا اللہ اس کی	۲۲۴	۱۵۵	تعجیل۔ تاجیل تاخیر۔ توقیت کا فرق۔	۲۶۲
	نام ہے۔		۱۵۶	وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ	۲۶۵
۱۳۹	چاند کے نام۔	۲۲۵		اٰيَةٌ آیت ۷	
۱۴۰	حق کے چار معنی۔	۲۲۶	۱۵۷	عرف ولا کے معنی۔	۲۶۶
۱۴۱	حدیث و قرآن دونوں ہی وحی الٰہی ہیں۔	۲۳۰	۱۵۸	حضرت کے ترجمے کی مثال	۲۶۰
۱۴۲	مومن کامل کی چھ نشانیاں۔	۲۳۶	۱۵۹	نذیر اور منذر کا فرق۔	
۱۴۳	هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ	۲۳۲	۱۶۰	رعد اور کی حیرت کی بناوٹ۔	۲۷۳
	آیت ۳		۱۶۱	عمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت	۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	مفسرین کے اقوال و مغالطات۔	
۱۶۲	حضرت عیسیٰ کتنے عرصہ شکم مادر میں رہے ایک غلط قول۔	۲۷۵ ۶
۱۶۳	سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ آیت ۱۰ ۱۱ ۱۲	۲۷۸
۱۶۴	سب زمینی مخلوق انسان کی دشمن ہے کتنے فرشتے حفاظت کرتے ہیں۔	۲۸۴
۱۶۵	بجلی کوندا بڑھا کر کھدی جاتی ہے مگر گناہ کافی دیر کے بعد۔	۲۸۵
۱۶۶	آسمانی بجلی کے فائدے اور نقصان۔	۲۸۶
۱۶۷	کس شخص نے کیا گناہ کیا جس سے اس کی نعمت چھن گئی۔	۲۸۹
۱۶۸	وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ آیت ۱۳ ۱۴	۲۸۹
۶۹	مدح۔ حمد۔ تسبیح۔ شکر۔ ثنا کا لغوی و شرعی فرق۔	۲۹۲
۱۷۰	عربی نحو میں ت کی چھ قسمیں۔	۲۹۲
۱۷۱	خوف اور خشیۃ کا لغوی فرق۔	۰
۱۷۲	رعد کی تحقیق۔ برق اور صاعقہ کا فرق۔ بجلی نہ گرنے کی دعا۔	۲۹۵
۱۷۳	چار قسم کے بندوں اور سات چیزوں پر آسمانی بجلی نہیں گر سکتی۔	۲۹۵
۱۷۴	سجدۂ تلاوت کی تعداد اور سجدۂ شکر کا حکم۔	۲۹۸
۱۷۵	قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ آیت ۱۶	۳۰۰
۱۷۶	عربی لغت یونانی کی قسمیں۔	۳۰۳
۱۷۷	مجبوریت خدا تعالیٰ پر ایک عقلی گفتگو۔	۳۰۶
۱۷۸	کسی کو کسی چیز کا خالق یا کسی چیز کو تخلیقات فلاں کہنا حرام ہے۔	۳۰۷
۱۷۹	ستون چھت پر لگائی ہوئی جائداد اور اشیا ستون کی ملکیت نہ ہوں گی۔	۰
۱۸۰	اولیا کی قسمیں اور اولیاء اللہ کرامات کا صحیح طریقہ	۳۰۸
۱۸۱	اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا آیت ۱۷	۳۱۰
۸۲	وادی اور وادیۃ کا فرق۔	۳۱۳
۱۸۳	دنیا میں سولہ قسم کی دعائیں ہیں۔	۳۱۵
۱۸۴	باطل اور حق کی فنا و بقا کا تاریکی شاہد۔	۳۱۶
۱۸۵	سنت کے چار پھول چار طبقے چار نشانات۔	۳۱۷
۱۸۶	اولیاء اللہ طوعاً و کرہاً مثل کشش ثابت ہو سکتے ہیں۔	۰
۱۸۷	لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا آیت ۱۸ ۱۹ ۲۰	۳۲۰
۱۸۸	حسن کی تین قسمیں۔	۳۲۲
۱۸۹	اٹھ شخصوں کا حساب قیامت میں نہ ہوگا۔	۳۲۶
۱۹۰	دعوت حق کو قبول کرنے والے بندے چھ قسم کے ہیں۔	۳۳۰
۱۹۱	راہ معرفت کے مسافر چار قسم کے ہیں اور صوفی کے چودہ طبق۔	۰
۱۹۰	وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	آیت ۲۱، ۲۲، ۲۳	۳۳۱
۹۳	آٹھ رشتے جن کے ملانے اور صلح رحمی کا اسلامی حکم ہے۔	۳۳۵
۱۹۴	خشیت اور خوف میں چھ طرح فرق ہے۔	۳۳۶
۱۹۵	طائیہ لغۃ چار قسم کا ہے۔ پرندہ اور طائیہ خیرات کے طریقے۔	۳۳۷
۱۹۶	جنت عدن جنت کی ایک گلی کا نام ہے۔	۳۳۷
۱۹۷	سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى	۳۴۱
۸	الدار آیت ۲۴، ۲۵، ۲۶	
۱۹۸	جنت میں غیر الٰہی کی خصوصی شانیں اور علامات۔	۳۴۲
۱۹۹	زینوی اور اُخروی لغت کیا ہے۔	۳۴۷
۲۰۰	حرمت دنیا کے چودہ نقصان دہ حیات دنیا پر سرور کے فوائد ہے۔	"
۲۰۱	فخر۔ سرور۔ حرمت متاع دنیا۔ حیات طیبہ کا فرق۔	۳۴۸
۲۰۲	صبر کے اٹھائیس مقام ہیں۔	۳۵۰
۲۰۳	وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ آیت ۷	۳۵۱
۲۰۴	اکرمہ کئی پیروں کا نام اور الیاس علیہ السلام کا نام ہے	۳۵۸
۲۰۵	طوبیٰ ایک جنتی درخت ہے اور اس کے بارے چند اقوال۔	"
۲۰۶	قلب انسانی اور ذکر قلبی کی قسمیں۔	۳۶۱
۲۰۷	وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ	۳۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا آیت ۳۱	۳۶۹
۲۰۸	رب تعالیٰ کے تکوینی افعال چار طرح کے ہیں	۳۶۹
۲۰۹	کفار اور گستاخوں پر رحم کھانا یا رحم کی دعا کرنا	۳۷۰
	یا ان کے معاملے ساتھ گ دونا جائز ہے۔	"
۲۱۰	موجودات کائنات تین قسم کی ہیں۔	۳۷۲
۲۱۱	وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا آیت ۳۲، ۳۳	۳۷۳
۲۱۲	حرف قد کی تحقیق اور فائدے۔	۳۷۵
۲۱۳	استہزاء نبوت کیا ہے۔	۳۷۹
۲۱۴	مہلت اور وصیل کا فرق۔	۳۸۰
۲۱۵	لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ آیت ۳۴، ۳۵	۳۸۳
۲۱۶	اصلی زندگی ان قوتوں کا نام ہے۔	۳۸۴
۲۱۷	حرف من کے چودہ معنی۔ اور تشبیہ کی پانچ قسمیں۔	۳۸۶
۲۱۸	دنیا اور آخرت میں سایہ کا فائدہ اور سایہ تین قسم کا ہے۔	۳۹۰
۲۱۹	اسی پادری اور راہب۔ صحابہ مسلمان ہوئے	۳۹۱
۲۲۰	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ آیت ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰	۳۹۴
۲۲۱	انبیاء کرام کی ازواج پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی گنتی۔	۴۰۰
۲۲۲	انبیاء کرام رسولان عظام اور مرسلین عظام کی تعداد۔	۴۰۱

سرشمار	مضمون	صفحہ
۲۲۳	تقریر کی تین قسمیں ہیں۔ کتابوں سے نقل کرنا ہے اور یکوں سے دعا ہے۔	۴۰۲
۲۲۴	انبیاء کرام علیہم السلام کی جدوجہد اور نبوت و رسالت کا بیان۔	۴۰۵
۲۲۵	انسانیت کے چار حصے۔ انسان کے چار زمانے	۴۰۶
۲۲۶	روح قضا کی بید نہیں۔	۴۰۸
۲۲۷	وَلَقَدْ يَرَوْنَ آنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا (میں) الخ تعریف آیت ۴۱۔۴۲۔۴۳	۴۰۹
۲۲۸	طرف اور اطراف کا معنی۔	۴۱۴
۲۲۹	کئی قوموں سے دنیا آباد ہے اور کئی آدمیوں سے دنیا برباد ہے۔	۴۱۵
۲۳۰	مکر اور تدبیر کا فرق۔ قانون اور فریب کا فرق	۴۱۵
۲۳۱	گواہی چار قسم کی ہوتی ہے۔	۴۱۶
۲۳۲	سورۂ ابراہیم مکی ہے اس میں باون آیتیں اور سات رکوع	۴۲
۲۳۳	مِنْ اللّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ آیت ۲ سے ۷ تک	۴۲
۲۳۴	سورۂ رعد اور سورۂ ابراہیم میں نو مناسبتیں	۴۲۲
۲۳۵	سبب نزول بیان کرنا کب ضروری ہوتا ہے	۴۲۳
۲۳۶	سورۂ ابراہیم کے سات رکوعوں کی مختصر تفسیر	۴۲۶
۲۳۷	تلمیذ ابلیس ہیں۔	۴۲۸
۲۳۸	قرآن مجید بھی کریم کی ہدایت کے لیے نازل نہیں ہوا بلکہ ہدایت کے لیے۔	۴۲۸
۲۳۹	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ آیت ۴ سے ۸ تک	۴۳۱
۲۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام مرسلی کی وجہ تسمیہ	۴۳۲
۲۴۱	توریت عبرانی زبور یونانی اور انجیل سریانی تھی	۴۳۵
۲۴۲	رب تعالیٰ کی ہدایت اور توفیق کی مورتیں۔	۴۳۶
۲۴۳	حضرت موسیٰ کے نو معجزات کے نام اور ان کے علاوہ دیگر معجزے۔	۴۳۷
۲۴۴	صبر اور شکر کی پانچ پانچ قسمیں۔	۴۳۷
۲۴۵	عقل۔ علم اور صبر و شکر کا بیان	۴۳۸
۲۴۶	وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ آیت ۶ سے ۸ تک	۴۴۱
۲۴۷	قبطی قوم بنی اسرائیل کو سات قسم کے ظلم سے تکلیف دیتے تھے۔	۴۴۷
۲۴۸	دینوی مالی علم تین قسم کے ہیں۔	۴۴۸
۲۴۹	شکر کی جامع مانع تعریف۔ اصولی نعمتیں پانچ ہیں۔	۴۴۸
۲۵۰	شکر کے فائدے میں ایک حکایت۔	۴۴۹
۲۵۱	کس شکر پر کونسی نعمت ملتی ہے۔	۴۵۱
۲۵۲	پھر خدا پھر شکر پھر زیادتیوں کا بیان	۴۵۲
۲۵۳	اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ آیت ۹ سے	۴۵۲
۲۵۴	عاد اور ثمود کس کا نام تھا۔	۴۵۴
۲۵۵	مشہور چیزوں کو تسلیم کرنا جائز بلکہ ضروری ہے اگرچہ شرعی حد ثبوت تک نہ ہو۔	۴۵۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۵۷	فجت کے راستے میں تین کانٹے ہیں۔	۴۶۰
۲۵۷	انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم کے تین درجے ہیں	۴۶۱
۲۵۸	مرد کامل کے دس نشانات ہیں زاہد کی تین حالتیں۔	۴۶
۲۵۹	نبوت کے اٹھارہ خزانے ہیں۔	۴۶۳
۲۶۰	قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فِی الشّٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آیت ۱۰	۴۶۴
۲۶۱	بشریت صفت ہے نہ کہ ذات۔	۴۶۹
۲۶۲	انبیاء کرام معجزہ دکھانے پر ہر وقت با اختیار نہ تھے ہیں۔	۴۷۰
۲۶۳	اطمینت کے ترجمہ کا کمال و خوبی۔	۴۷۱
۲۶۴	انسان کی پانچ قسمیں۔	۴۷۱
۲۶۵	وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴	۴۷۳
۲۶۶	صبر کی چار قسمیں۔	۴۷۴
۲۶۷	کھڑا ہونا پانچ قسم کا ہوتا ہے	۴۷۶
۲۶۸	ترجمہ اطمینت کی تفسیری شان اور خوبی	۴۷۶
۲۶۹	توکل علی اللہ چار چیزوں کا نام ہے	۴۷۷
۲۷۰	خوف الٰہی کی پانچ صورتیں۔ اور صدیق اکبرؓ کی حکایت۔	۴۷۸
۲۷۱	حضرت منصور کی آخری گفتگو۔	۴۸۰
۲۷۲	شقاوت یعنی بدبختی کی تین نشانیاں ہیں۔	۴۸۱
۲۷۳	خوف الٰہی کے نشانات۔	//
۲۷۴	وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ آیت ۱۵، ۱۶، ۱۷	۴۸۲
۲۷۵	جہنم میں چودہ قسم کا عذاب ہے۔	۴۸۶
۲۷۶	دوزخیوں کا ایک گھونٹ پانیں ہزار من کا ہوگا۔	//
۲۷۷	بھال اور خیال میں پانچ طرح فرق ہے۔ کافر کو نیک کہنا منع ہے اسی طرح اس کے اچھے کاموں کو نیک کہنا گناہ ہے۔	۴۸۹
۲۷۸	راکھ کی پانچ قسمیں ہیں۔	۴۹۰
۲۷۹	اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ آیت ۱۹، ۲۰	۴۹۲
۲۸۰	عمل اور جزا استعجابیہ میں کس طرح فرق ہے۔	۴۹۵
۲۸۱	دنیا کے حال مآل انسانی تین قسم کے ہیں۔	۴۹۶
۲۸۲	آثار کائنات کے برابر کسی کا علم نہیں ہو سکتا سوائے قیامت۔	۴۹۹
۲۸۳	نبی ولی علما کا وسیلہ مفید ہوگا۔	//
۲۸۴	کلام میں ربط اور قطع جوڑنا کلام الٰہی جوڑنے کی نشانی نہیں۔	۵۰۰
۲۸۵	بارگاہ الٰہی کی حاضری تین قسم کی ہے۔	۵۰۱
۲۸۶	وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ آیت ۲۲	//
۲۸۶	میدان محشر کی شفاعت کا نقشہ۔	۵۰۵
۲۸۸	جہنم میں شیطان کی تقریر اور کفار سامعین کا جلسہ۔	۵۰۶
۲۸۹	رب تعالیٰ نے تین چیزوں سے تین چیزوں کو پیدا فرمایا	//

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۹۰	ابلیس نے کافروں کو ۴ طرح سے ستر دھوکے دیئے۔	۵۰۱
۲۹۱	شیطان کے وسوسے ڈالنے کا طریقہ	۵۰۸
۲۹۲	دنیا کی ۴ چیزوں کا اثر دل پر ہوتا ہے۔	
۲۹۳	مرزائی مناظر کا ایک دیوبندی مناظر کو لاجواب کرنا۔	۵۱۰
۲۹۴	سچی محبت کی تین بنیادیں۔	۵۱۱
۲۹۵	وَاَدْخِلِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ آیت ۲۳ تا ۲۴	۵۱۲
۲۹۶	کلمہ اور کلام کا باریک فرق۔ فرع کی تحقیقی تفسیر۔	۵۱۵
۲۹۷	قرآن پاک میں جنتیوں کے لیے سلام تحیت ہیں۔	۵۱۷
۲۹۸	جنتی مکمل اعمال پر جنت مکمل ثواب۔ اصل اعمال کی جنت میں علامتیں۔	۵
۲۹۹	سیرت نبی کی پسندیدہ تعلیمیں۔ اور بندے کی بندگی کی علامات۔	۵۱۸
۳۰۰	یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ الی آخر آیت ۲۷ تا ۳۰	۵۲۲
۳۰۱	مغرب پرستوں سے مانگے جنت میں چیزیں ہوتی ہیں	۵۲۴
۳۰۲	کلمہ طیبہ سے قوت ایمانی پیدا ہوتی ہے	۵۲۶
۳۰۳	قبر میں منکر نکیر کے سوالات کب سے شروع ہوئے۔	۵
۳۰۴	ترکہ المضرت کی خوبی۔	۵۳۰
۳۰۵	متبع اور نفی چار طرح فرق ہے۔	۵
۳۰۶	فقیا نے تین نعمتوں کو تین سی خصلتوں سے بدلا۔	۵۳۲
۳۰۷	قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۲ تا ۳۱ آیت ۳۱ تا ۳۲	۵
۳۰۸	حاجر کے ذاتی اور صفاتی نام۔	۵۳۷
۳۰۹	اقامۃ نماز کی بارہ شرطیں بندوں کو تین چیزیں ادی گئی ہیں۔	۵۳۸
۳۱۰	دنیا کے اصلی حیا یا نیچ ہیں۔	۵۳۹
۳۱	مومن پر پانچ طرح کی جانیں فرض ہیں۔	۵۴۰
۳۱۲	دین اور عبادت میں تین طرح فرق ہے۔	۵۴۱
۳۱۳	وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۲ تا ۳۴ آیت ۳۴ تا ۳۵	۵۴۳
۳۱۴	رب تعالیٰ کی نعمتیں اصنافِ قال زبانِ حال زبانِ ضرورت کا فرق۔	۵۴۷
۳۱۵	ایک متنفس کے لیے رب تعالیٰ نے کتنی نعمتیں پیدا فرمائیں۔	۰
۳۱۶	انسان کی جملہ روحانی حالات کا بیان۔	۵۴۸
۳۱۷	فریعت۔ طریقت حقیقت معرفت کا فائدہ۔	۵۴۹
۳۱۸	رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۲ تا ۴۱ آیت ۴۱ تا ۴۲	۵۵۲
۳۱۹	حضرت ابراہیم کا تخییر فی ذبح کہنے کے بھی مقصد۔	۵۵۸
۳۲۰	نقل اسماعیل کا ترجمہ۔ ولادت اسماعیل کے	۵۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	وقت حضرت ابراہیم کی عمر۔	۵۵۹
۳۲۱	حضرت اسحٰق کی ولادت کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر۔	″
۳۲۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی مختصر تفصیل و واقعہ پس منظر۔	″
۳۲۳	حضرت اسماعیل کی ایڑی کی رگڑ سے آب زم زم جاری ہوا۔	۵۶۳
۳۲۴	طائف شریعت کی وجہ تسمیہ، مطاب کہ میں مزارات انبیاء ہیں۔	۵۶۴
۳۲۵	صنم یعنی بتوں کی قسمیں۔	۵۶۸
۳۲۶	مرید کی قسمیں۔ متبعین کے اعمال بھی قسم کے ہیں	۵۶۹
۳۲۷	علم کی تین قسمیں ہیں۔	۵۷۰
۳۲۸	راہِ سلوک میں بندے کے تیرہ حالات ہیں	۵۷۱
۳۲۹	رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ آیت ۴۰ تا ۴۱	″
۳۳۰	دعا اور ندا میں چھ طرح فرق ہے۔	۵۷۲
۳۳۱	حضرت ابراہیم کی تین دعائیں اور لفظ حامد کا معنی۔	۵۷۷
۳۳۲	ابراہیم علیہ السلام کی والدہ والد اور چچا کا نام۔ اور نبی کریم کے آباؤ اجداد مومن ہونے ہیں۔	
۳۳۳	والد۔ والدہ۔ ولد۔ اُم۔ اَب اور ابوی کا تحقیقی بیان۔	۵۷۸
۳۳۴	وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ اِلٰی اٰخِرِهٖ آیت ۴۴ تا ۵۲	۵۸۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳۵	قرآن پاک کی آیت سے کفار کے چودہ سوال منقول ہیں۔	۵۸۰
۳۳۶	دور حق لوگ ابتدائی زمانے میں عربی زبان بولیں گے اس زمانے کی مدت۔	
۳۳۷	دوزخیوں کی ابتدائی گفتگو کئی سورتوں میں مذکور ہے۔	۵۸۲
۳۳۸	جہنمیوں کی آخری بات چیت۔	۵۸۸
۳۳۹	کفار کے مقصود کس طرح ناکام ہوتے ہے	۵۸۹
۳۴۰	وعظ تقریر میں تکلیف دہی سخت منع ہے بلکہ آخرت اور گناہ سے ڈرانا ڈرانا چاہیئے	۵۹۰
۳۴۱	فقہاء کرام کا قیاس قرآن مجید سے ثابت ہے	۵۹۰
۳۴۲	عارفین کے نزدیک دولت کی تین قسمیں	۵۹۲
۳۴۳	مومن کے چھ دوست ہیں۔	۵۹۳
۳۴۴	نفس و شیطان سے بچنے کے لیے تین چیزوں پر عمل ضروری ہے۔	۵۹۴
۳۴۵	فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ آیت ۴۷ تا ۵۲	۵۹۵
۳۴۶	لفظ مرد اور بندی کی وضاحت و تفسیر	۵۹۷
۳۴۷	رب تعالیٰ نے انبیاء کرام سے چودہ وعدے فرمائے۔	۵۹۹
۳۴۸	سزا اور جزا کے لیے جنت۔ دوزخ اور اس کی ابدیت کیوں ہے۔	″
۳۴۹	زمین و آسمان کس طرح کس چیز سے کس حالت میں تبدیل ہوں گے۔	″

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۴۹	میدان محشر اور اس سے پہلے کے حالات	۶۰
۳۵۰	قیامت کے دن تین تکلیفیں ہوں گی	
۳۵۲	حدیث میں ایک مسجد سائی جائے گی اس کا عرض چالیس ہزار ہے	۹
۳۵۳	نور کے تین مقام ہیں۔	۶۳
۳۵۴	فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا	

نمبر شمار		صفحہ
۳۵۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ فجر کی ہے۔	۶۰۴
۳۵۶	قرآن شریف کے نکتے اور اس کی تفسیر کتابیں	۶
۳۵۷	سورت کا نوی یا معانی تفسیری بیان	۶۰
۳۵۸	مومنین کو تین قومیں کی گئیں مفسدوں میں تیرہ ق	۶۱۳
۳۵۹	سورۃ ابراہیم سورۃ فجر	
۳۶۰	سورۃ ابراہیم سورۃ فجر	

دنیائے اہلسنت میں اعلیٰحضرت کے فتاویٰ رضویہ کے بعد عظیم الشان مدلل مفصل فتاویٰ

العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ

جلد اوّل ـــــ قیمت :

جلد دوم ـــــ قیمت :

جلد سوم ـــــ زیر طبع۔

کاتب : عارف حسین بٹ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ

اور نہیں بری کرتا میں اپنے آپ کو کیونکہ نفس تو ضرور برائی کا حکم دینے والا ہے

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے

بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ

برائی کا بجز اس نفس کے کہ رحم کرے میرا رب جس پر کیونکہ میرا رب بخشنے والا

مگر جس پر میرا رب رحم کرے ۔ بیشک میرا رب بخشنے والا ۔

رَّحِيْمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ

رحم کرنے والا ہے اور کہا بادشاہ نے لاؤ تم میرے پاس اس کو خاص کرنا چاہتا ہوں

مہربان ہے اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے

لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا

لیے کر لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں یوسف

مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَآئِنِ

قابل اعتماد و امانت دار ہو ۔ کہا بنا دے مجھ کو حاکم سلطنت کے خزانوں

نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بیشک میں حفاظت والا

الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

پر کیونکہ میں حفاظت والا سمجھنے والا ہوں

علم والا ہوں

تعلق اس آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کی مظلومانہ کا ابتدائی تذکرہ تھا ان آیات میں آپ کے کلام کا تذکرہ اور تتمہ ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں سالقہ بھائیوں اور بری ذمہ ہونے کی نسبت یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف فرمائی تھی جس میں درپردہ نبوت کی شان معصومیت کا تعارف مقصود تھا۔ ان آیات میں تمام کمالات کا ملت کی عطاء کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف فرما کر تبلیغ احکام خداوندی کا شاندار مظاہرہ ہے تاکہ دربار مصر کے تمام امراء وزراء اور بادشاہ رعایا رب کریم کے لطف و کرم پہچان کر دل بدایمان ہو جائے تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں پرائے دشمنوں کی زبانی حضرت یوسف کی پاکدامنی نیکی امانت داری کا ذکر تھا اب ان آیتوں میں دشمنوں کی زبانی ہی تمام سلطنت و امور سلطنت کی سپرداری کا تذکرہ ہے۔ گویا کہ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کی اخلاقی فتح کا ذکر ہوا اور ان آیات میں آپ کی خداداد سیاسی فتح مذکور ہوئی۔

چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں اس عشق (زلیخا کے آخری) نسوانی کا ذکر ہوا تھا جو حسن یوسفی دیکھ کر ہوا تھا۔ اب بادشاہ مصر کی اس محبت یوسفی کا تذکرہ ہے جو کلام یوسفی سن کر ہوئی گویا کہ یوسف ایک ہیں مگر ان سے نوعیت عشق جدا گانہ کر ایک عشق نے قید کرایا دوسرے عشق نے قیمت سے چھڑایا تخت پر بٹھایا۔ یہ سب میرے رب کی شانیں ہیں۔

شان نزول یہ پوری سورت بیکدم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس طرح کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں چند کافروں نے یوسف علیہ السلام کا ذکر پوچھا تو نبی کریم بحکم خداوندی خانہ کعبہ میں تشریف لے آئے تب وہاں یہ پوری سورت نازل ہوئی جس طرح کہ پہلے اندازیں بیان کیا گیا اس لیے اس کی آیتوں کا علیحدہ شان نزول کوئی نہیں یہی خیال ہے کہ احکام کی آیتوں کے موقعہ موقعہ شان نزول ہوتے ہیں۔ واقعات ایک دم سی نازل ہوتے ہیں۔

تفسیر نحوی وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۚ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

واؤ عاطفہ ہے اس کا ماقبل جملہ معطوف علیہ ہے مَآ اُبَرِّئُ۔ فعل مضارع منفی مضارع منفی کے حروف صلیہ کین میں لا نفی بلا مَا نفی علم سے نفی کلن اور ماضی کی نفی کا ایک حرف ملے۔ مگر جب کسی ماضی مضارع کے مشابہ ہو تو ماضی منفی لا سے ہو جاتا ہے اور جب مضارع میں ماضی کی مشابہت ہو جائے تو مضارع منفی بما ہو جاتا ہے۔ جس کی قرآن مجید میں بہت مثالیں ہیں۔ یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ صیغہ واحد متکلم ہے۔ برئ سے مشتق ہے۔ ناقص یائی ہے۔ اسی سے ہے برأت۔ برءت تبرئۃ باب تفعیل اس کا مصدر ہے۔ جس کے معنی

انانی یاء متکلم۔ مفعول بہ۔ انّ حرف تحقیق ما مابعدی کا سبب بیان کرتا ہے۔ النفس اسم ہے ان کا الف لام جنسی ہے۔ امارۃ خبر ان ہے باب کرم سے امارۃ بروزن علامۃ مبالغے کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت حکم دینے والا برائی سے مشتق ہے۔ یہ عامل ہے اس کا معمول بالسوء عامل مجرور متعلق ہے امارۃ کا۔ الا حرف استثناء متصل کے لیے مستثنیٰ اس کا نفس ہے اور مستثنیٰ منہ رحم ہے ما موصولہ یا مصدریہ ظرف زمان فعل ماضی رحم سے مشتق ہے اس کے چار صیغے میں رحمنا رحمتا رحما رحمۃ حفاظت کرنا مہربانی کرنا۔ یہاں معنی حفاظت کرنا ہے ربی مرکب اضافی مضاف یاء متکلم مضاف الیہ اللہ تعالیٰ کا فاعل ہے رحم کان تحقیق یا تاکید ہے ربی اس کا اسم ہے۔ غفور صیغہ مبالغہ کا صیغہ ہے نحات کے نزدیک مبالغہ کا معنی ہے کسی فعل کی زیادتی یا بہتری یا دوام کو ظاہر کرنا۔ اس کے چار صیغے ہوتے ہیں "فعّل" "مفعال" "فعول" "فعیل" کسی مصدر کو معمول بنا کر استعمال کرنا مثلاً رحمٰن۔ یہاں فعّل۔ رحم یرحم فعل ماضی سے رحم سے مشتق ہے معنی اور حکم میں یہ فرق ہے کہ رحمٰن گناہ بخشنے کے علاوہ دیگر رحم جیسی اور نیکیوں کی توفیق دینے والا ثواب عطا فرمانا۔ حاوی نے کہا کہ یہ پوری عبارت پر سنیدہ عبارت کا حال ہے اور واو حالیہ ہے یعنی میں رب کریم سے یہ بات طلب کرتا ہوں اس حال میں کہ وہ حال انک انت الغفور الرحیم فاغفر لنا واعفنا وارحمنا کما قلت انک انت الغفور الرحیم۔

واذ ظرف تعجبیہ قال فعل ماضی مطلق مشتق معروف انت اس کا فاعل ہے کلمٌ مادہ اشتقاق سے ہے اسْتُ امر حاضر صیغہ جمع مذکر۔ اتیان سے بنا باب سمع معلولیت کی ہے جار مجرور متعلق امر کے ہ ضمیر واحد غائب متصل کا مرجع یوسف میں۔ اسلمۃ۔ فعل مضارع معروف واحد متکلم باب استعمال ضرب سے مشتق ہے سلما جن لینا خالص کر لینا مراد اسلم تھا اشتغال ہوا خفت حرم کر دیا گیا۔ ۱ ضمیر غائب متصل یوسف میں مفعول بہ ہے معنی جار مجرور مرکب اضافی یاء متکلم مضاف الیہ مضاف ہے اشتغل کا مرجع ہے اشارہ ہے۔ نظام تقدیر سے لما ظرف زمانی متعلق ہے۔ اسی طرح کلم کا مرجع بھی حال یوسف میں الیوم یعنی آج ظرف مزاد مالی مطلق زمانہ لا ینسا ظرف مکانی مضاف محذوف ضمیر جمع متکلم نکیدنّ فعل مضارع مرفوع انت میں اس کی نون سے مشتق ہے یعنی محب الیوم صفت سے نکیدنّ کی الیوم سے متعلق ہے مات وہ حیات سے ہے الا مستثنیٰ برائی فعیل۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ یہاں بمعنے فاعل ہے ما اجعلنی علی حذف لام تعلیل قال فعل کا فاعل حضرت یوسف ہیں۔ اجعلنی پورا جملہ مقولہ سے اجعل امر واحد مذکر حاضر جعل سے بمعنے بنانا۔ مقرر کرنا عامل کرنا۔ یہاں معنی مقرر کرنا ہے نون وقایہ ی متکلم مفعول بہ علی جار مجرور خزائن جمع مضاف کی معنی جمع شدہ پونجی کثیر۔ الارض بمعنے طائفہ سلطنت الف لام عہد خارجی ہے۔ انی۔ ان حرف تحقیق یاء متکلم اس کا اسم حفیظ فعیل صفت مشبہ صفت کے وزن پر ہے یہ بھی مبالغہ کے معنی میں ہے یعنی بہت ہی سمجھداری

سے بچنے والا اور سچ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تقسیم کرنے والا ہے۔

ترجمہ آیات | وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم ۔ اور میں نہیں سمجھتا میں اپنے آپ کو بری کہ نفس تو برائی کا ہی حکم دینے والا ہے اس پر میرے رب نے رحم فرمایا بیشک میرا رب بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ کلام حضرت یوسف کے کچھ کلام کی علت ہے۔ یعنی پہلے فرمایا تھا لم اخنہ میں نے خیانت نہ کی اس کی علت میں فرمایا یہاں نہ کہ یہ اعتماد کی میری اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس شان عصمت نبوت کی بنا پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم تمام نبیوں کو عطا فرمائی وہی عصمت نبوت کسی بھی صورت میں متمثل ہو کر اس وقت زبان پر آ گئی تھی جسے جانے پہچانے ہوئے لکھا کہ حب عصمت یوسف نے لم اخنہ فرمایا تو حضرت جبرئیل آئے اور کہا وما ابرئ نفسی ۔ تب حضرت یوسف نے کہا وما ابرئ نفسی الخ میں کہتا ہوں کہ یہ مفسرین کرام یہ وہ لغزات اور علمی تفسیر سے صرف عصمت یوسف کی ہی گستاخی نہیں ہوتی بلکہ قرآن مجید اور جبرئیل کی بھی گستاخی ہوتی ہے کیونکہ قرآن تم فرما کر ارادے کی نفی کر رہا ہے اور جبرئیل جس عصمت کو کر ارادے کی بات کرتے ہیں۔ کیا جبرئیل کی جرأت ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کو غلط قرار دے۔ یہ معلوم ہوا کہ جب حضرت یوسف نے ان کا رد نہ کیا تو جبرئیل کو جھوٹ بولنے کی کہاں سے جرأت ہو گئی۔ پڑے گا یہ تفسیری غلط پر منہ کھولے۔ منہ کے بل ہی پڑے۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں معصوم گناہ پر قادر نہیں ہوتا معصومین سے گناہ محال ذاتی ہے ان ہی غلط تفسیروں کی آڑ لے کر عاشقے اور کے یک مرتبہ ان سے یہاں تک گستاخی کر دیتے ہیں کہ معاذ اللہ ، ماں گناہ کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ ان ہی مفسرین سے کسی نے یہ کہا کہ معاذ اللہ ماں گناہ سے بچے تو ثواب ملتا ہے۔ کیا بدنصیبی ہے کہ ایسے کرام کو بھی عام لوگوں جیسا سمجھنے لگے۔ خیال ہے کہ ہم سے ثواب و جزا کے وعدے ہوئے ہیں مگر انبیاء کرام کسی ثواب و جزا کے محتاج نہیں ان کے لئے سب کے کرم سے ملا ہوا چلے جاتے ہیں۔ گناہ تو وہ کر سکتے ہی نہیں طبعاً بھی نہیں، حکماً بھی نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ بلکہوں پر ثواب کمال درجہ کا دیتا ہے۔ من کے معاملے میں۔ اسی کو عزاری ثواب کہنا تو مغالطہ نہیں کہ حقیقت ہے کہ ہی اگر کوئی سکی کرے تو بھی مصائب لعامت ہے۔ بلکہ نبی کا ہر فعل ہی امت کے لیے کی ہے کیونکہ ان کا اپنی لغو نہیں ہوتا سے حب کہ بھی کوئی نیکی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اول میں کوئی عنایت تھی ہی قرب کمال عطا عصمت کے تمغہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم ۔ اور میں نہیں سمجھتا میں اپنے آپ کو بری کہ نفس تو برائی کا ہی حکم دینے والا ہے اس پر میرے رب نے رحم فرمایا بیشک میرا رب بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ کلام حضرت یوسف کے کچھ کلام کی علت ہے۔ یعنی پہلے فرمایا تھا لم اخنہ میں نے خیانت نہ کی اس کی علت میں فرمایا یہاں نہ کہ یہ اعتماد کی میری اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس شان عصمت نبوت کی بنا پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم تمام نبیوں کو عطا فرمائی وہی عصمت نبوت کسی بھی صورت میں متمثل ہو کر اس وقت زبان پر آ گئی تھی جسے جانے پہچانے ہوئے لکھا کہ حب عصمت یوسف نے لم اخنہ فرمایا تو حضرت جبرئیل آئے اور کہا وما ابرئ نفسی ۔ تب حضرت یوسف نے کہا وما ابرئ نفسی الخ میں کہتا ہوں کہ یہ مفسرین کرام یہ وہ لغزات اور علمی تفسیر سے صرف عصمت یوسف کی ہی گستاخی نہیں ہوتی بلکہ قرآن مجید اور جبرئیل کی بھی گستاخی ہوتی ہے کیونکہ قرآن تم فرما کر ارادے کی نفی کر رہا ہے اور جبرئیل جس عصمت کو کر ارادے کی بات کرتے ہیں۔ کیا جبرئیل کی جرأت ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کو غلط قرار دے۔ یہ معلوم ہوا کہ جب حضرت یوسف نے ان کا رد نہ کیا تو جبرئیل کو جھوٹ بولنے کی کہاں سے جرأت ہو گئی۔ پڑے گا یہ تفسیری غلط پر منہ کھولے۔ منہ کے بل ہی پڑے۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں معصوم گناہ پر قادر نہیں ہوتا معصومین سے گناہ محال ذاتی ہے ان ہی غلط تفسیروں کی آڑ لے کر عاشقے اور کے یک مرتبہ ان سے یہاں تک گستاخی کر دیتے ہیں کہ معاذ اللہ ، ماں گناہ کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ ان ہی مفسرین سے کسی نے یہ کہا کہ معاذ اللہ ماں گناہ سے بچے تو ثواب ملتا ہے۔ کیا بدنصیبی ہے کہ ایسے کرام کو بھی عام لوگوں جیسا سمجھنے لگے۔ خیال ہے کہ ہم سے ثواب و جزا کے وعدے ہوئے ہیں مگر انبیاء کرام کسی ثواب و جزا کے محتاج نہیں ان کے لئے سب کے کرم سے ملا ہوا چلے جاتے ہیں۔ گناہ تو وہ کر سکتے ہی نہیں طبعاً بھی نہیں، حکماً بھی نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ بلکہوں پر ثواب کمال درجہ کا دیتا ہے۔ من کے معاملے میں۔ اسی کو عزاری ثواب کہنا تو مغالطہ نہیں کہ حقیقت ہے کہ ہی اگر کوئی سکی کرے تو بھی مصائب لعامت ہے۔ بلکہ نبی کا ہر فعل ہی امت کے لیے کی ہے کیونکہ ان کا اپنی لغو نہیں ہوتا سے حب کہ بھی کوئی نیکی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اول میں کوئی عنایت تھی ہی قرب کمال عطا عصمت کے تمغہ

خاص کرلوں قرآن پاک نے حضرت یوسف کے چار کلام نقل فرمائے پہلا تعبیر خواب بیان کرنے کا جس کو بادشاہ نے سنا تو آپ کا وہ احترام دل میں پیدا ہوا جو علم و حکمت والوں کے دل میں اہل علم کا ہوتا ہے۔ اور بادشاہ کی یہی غرض تھی کہ آپ کو بلاؤں تاکہ خود اس کی زبانی تعبیر سن کر اگر ضرورت ہوئی تو اپنے درباری عالموں کے گروہ میں داخل کر دوں اس لیے اس نے لفظ ائتونی بلکہ کہا۔

دوسرا کلام۔ فلما کلمہ قال انک الیوم لدینا مکین میں تین طرح سے آپ کا وہ بڑا احترام اور محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا کہ پہلے کلام میں خداداد علمی صلاحیت ثابت ہوئی اور اس دوسرے کلام میں تبلیغ اسلام، شان نبوت اور خدا تعالیٰ کے علاوہ آپ کی ماتحتداری سے خیانت پاکہ یعنی ایسا سچا بے ریا جس کی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت پر ذمہ داری جیسے ہو جانا ظاہر ہوئے تو ایک عالیگیر فاتح شہنشاہ کے لیے ملک چلانے میں اہم اختیاری ثابت ہوتے ہیں۔ اس بادشاہ نے آپ کو اس محاورہ سے بلایا جیسے کی طرح نہیں کہ اسی ایک قاصد کو بھیج دیا۔ بلکہ بڑی شان و تزک کے گھوڑے جوڑے اور شاہانہ جلوس کے ساتھ بلایا اس جلوس میں سفر گھوڑے شاہی اور سونے چاندی کی ساتھی جب آپ نے ان گھوڑے جوڑے کے ساتھ حضرت یوسف کو دیکھا کہ ان کی قدرتی حرکتوں سے ساری حالت معلوم ہوتی تھی کہ یہ ایک علمی شاہسوار ہے۔ حضرت کہ رہے تھے کہ یہ وہ تقوے کا جس تقدس کی تجلی ماتھے پر نمودار تھی جو حریص گرد ہوا سب کی آنکھیں جھک جائیں کیا شان خداوندی ہے کہ غلام ہو کر شاہی محل میں رہتے ہوئے بادشاہ کی نگرانی کی جیل میں پھینکے والا فاتح قوم بلکہ ملک فاتح قلوب اہل قدس کا بادشاہ بن جاتا ہے۔ دنیاوی حالتوں و تقدس حالت و سلوک میں کوئی تعبیہ نہیں کہ اس وقت جو ہو آج کل ہو یہ کلام۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کا کلام کی مٹھاس محسوس کی کہ آنکھوں میں تقدس جس یوسف کی جھلکیاں ہیں۔ کانوں میں فصیحانہ کلام کی مٹھاس رس گھول رہی ہے جو قلب میں محبت نبوت کی ہلچل مچا رہی ہے ہر تک یہ کلام جاری رہا اور حضرت یوسف نے ہی اتنی دیر کلام فرمایا شاہ مصر خاموشی سے سنتا رہا ایک ایک بات سے تو ہواری کے نہاں کے سونے پھوٹ رہے تھے۔ دلوں جذبات سے لبریز ہو کر پکار اٹھتا ہے ثم قال انک الیوم لدینا مکین امین آج ہمارے دلوں میں تمہاری قدر کا نشان پر تو ہی مکین یعنی قصر میں تو ہی حاکم ہے تو ہی خزانے کا امین ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ سات سال تک ہوا میں کوئی کمی نہ آئی کوئی ان دنوں بیمار تھا کہ حضرت یوسف اس وقت کے تمام انسان حیوان وحوش طیور کی دعائیں لیتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی معجزہ نہیں کہ چھوٹی بڑی کتنی زبانیں جانیں بغیر کسی استاد کے۔ لڑکے بالے شاگرد کتنا عرصہ کتنی محنتیں جھیل کر تب کہیں سیکھی ہوں گی۔ آج میں برطانیہ برٹش فرانس صرف ایک زبان انگریزی سیکھنے کے لیے شدت کا وجد محسوس کرتا ہوں اور میری مادری زبان پنجابی دفتری زبان اردو عربی فارسی

پڑھے پڑھانے میں ساری عمر گذر گئی تنا بڑے گا کر کسی کو ہیر جھوڑ ہے۔ شاہ مصر کے پاس اگر پہلے آپ نے عربی میں کلام کیا مگر وہ سمجھا اور بولا یا تو آپ نے فرمایا یہ میرے آباؤ اجداد کی زبان ہے پھر آپ نے عربی میں کلام فرمایا، شاید یہ بھی ۔ بھی او پوچھا یہ کونسی زبان ہے تو آپ نے فرمایا یہ میرے نانا دادا ننھیالی عرب کی زبان ہے۔ پھر آپ نے اُن سے معمائی چیستانوں میں کلام فرمایا جس سے وہ مرعوب ہوا اور سابقہ بادہ غرور ٹوٹا گویا نبوت کی پہلی تبلیغ نے سرکشی و بادہ غرور ختم کر دیا۔ تب شاہ نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا مگر میں ملیں تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا نظارہ نہیں بلکہ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ فرمایا مجھ کو اپنی تمام زمین سلطنت کے خزانوں پر مقرر فرما کہ بیشک حفاظت کا علم رکھتا ہوں یعنی میں سارے خزانوں کا محافظ یعنی حفاظت و سلامتی خرچ کرنے والا ہوں اور سارے جہان کے نظام و معاملات کو جاننے والا ہوں یعنی جس سنی پاکنے مجھ کو حسنی زمانیں سکھائی ہیں اسی ذات اقدس نے مجھ کو ان تمام متعلقات کا محیط و علیم بنایا ہے۔

فائدے اس بات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

(۱) پہلا فائدہ۔ کسی بندے کو اپنے منہ اپنی ذات اپنے علم و کمال پر ناز۔ غرور۔ اور بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام سے اتنے تاجدار اعمال صالحہ کرکے بھی رب تعالیٰ کی امانت و کریمی رحیمی لاکر بیانے احاطہ میں بدیر اور ایک یہ فائدہ دوا صاحبہ حسم۔ بی ہے حاصل ہوا۔ (۲) دوسرا فائدہ۔ محمد سے پہلے حضرت ما ہوئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ مقصود توحید الٰہی ہے مگر پہلے وسیلہ نبوت ہوا اشد لازم۔ اس بات سے معلوم ہو بھروسہ ہو بھروسہ ماری تعالیٰ حاصل کر سکتے ہو۔ دیکھو حضرت یوسف نے اپنی تمام اہل و عیال سے پہلے پہلے تعارف دیا پھر حضرت تعالیٰ کی تمام عنایات کا۔ یہ کیا۔ (۳) تیسرا فائدہ۔ کوئی بندہ اپنے نفس امارہ سے غافل نہ رہے لاکھ کتنا بڑا ولی ہو کتنا بڑا ولی ہو۔ مجلس کو ہوئے ہے۔ دیکھو یوسف علیہ السلام۔ شاہ مصر کی مجلس میں جاتے وقت کس طرح اپنے نفس امارہ پر غور و فکر کر رہے ہیں دوستوں کو اس کے شر سے آگاہ فرما رہے ہیں یہ بھی پتہ لگا کہ انبیاء کرام کے نفوس بالکل بے سوء نہیں ہوتے۔

احکام القرآن اس آیت سے چند متعلق مسائل ثابت ہوئے ہیں ایک یہ کہ دانش مند سمجھدار آدمی کو لوگوں کے سامنے اپنی حقیقی اور قابل عزت تعریف اور مدح کرنی جائز ہے یہ ریا مرور نہیں یہ مسئلہ اس بحیط علیہ سے مستنبط ہوا۔ دوم یہ کہ وقت ضرورت حکومت قائم کرنے اور ظالم کو روکنے ملک کو تباہی بچانے کے لیے حکومت کی طلب جائز ہے۔ سوم یہ کہ بوقت ضرورت کفار کی ملکی والی نوکری جائز ہے جب کہ بیٹ میں کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ کافر کا ولی جانے کا خطرہ ہو۔ چہارم یہ کہ کفار کے صیغے لینا

سب جانتے ہیں جب کہ حرام مال دو ہو۔ پنجم یہ کہ دین چھپانا تقیہ کرنا حرام ہے۔ حضرت یوسف نے اور علامت سے لے کر حاضری عبادت تک کیوں بھی دین سے چھپایا

اعتراضات ان آیات کریمہ پر چند اعتراضات ہو سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض دنیا سے بے رغبتی ذات سے زہد اور آخرت میں مشغولیت یہ کرام ہی شان ہے پھر یوسف علیہ السلام نے طلب حکومت کیوں کی کہ فرمایا اجعلنی علی خزائن الارض مجھ کو زمین کے خزانوں کا عالم بنا دے۔

جواب۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام اقوال و افعال بوجہ اللہ تعالیٰ امت ہی کی اصلاح و فلاح کے لیے ہوتے ہیں طلب حکومت اپنی ذات کے لیے حرام لیکن اقامت دین کے لیے جائز بلکہ فرض ہے۔ دوم یہ کہ سچا زہد و عبادت یہی ہے کہ ہر وقت خدمت دین اور اصلاح امت میں مشغولیت ہو ولایت کرتی ہے۔ قوم تباہ ہوتی رہے پروا نہ کرے خود قائم اللیل صائم الدہر بنا رہے تو یہ عبادت نبی اور تعلیم رسول اللہ کے خلاف ہے۔ ارشاد باری ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا خود کو اور اپنے اہل کو جہنم سے بچاؤ۔ حضرت یوسف کا مطالبہ یا تو کرنا کسی خود غرضی کی بنا پر نہ تھا بلکہ حکومت دین اور قومی صلاح کے لیے تھا اور حقیقی عبادت زہد ذات دنیا سے بے رغبتی توجہ الی اللہ آخرت بن سے لوگوں میں بیٹھ کر رہنا نہیں سے وہ رہبانیت ہے۔ مولائے روم فرماتے ہیں۔

ہست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

زہد علی یہی ہے کہ دست بکار دل یار۔ ہمہ کار دل میں یار دل۔

دوسرا اعتراض۔ جب شاہ مصر نے خود ہی یہ کہا تھا کہ استخلصہ لنفسی اور خود حضرت یوسف کے سامنے بھی کہدیا تھا کہ ائتونی بہ اتیٰ تم کو میرے پاس قابل قدر امانت دار سمجھتے ہیں تو یوسف کو میں اپنے لیے خاص بنا چاہتا ہوں۔ پھر حضرت یوسف نے تو کیوں کہا کہ مجھ کو زمین کا حاکم بنا دے۔ جواب تین وجہ سے ایک یہ کہ پہلا کلام حضرت یوسف کے سامنے نہ ہوا تھا جانے والوں کی زبانی حضرت کو خبر پہنچی تھی۔ دوم یہ کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف کے سامنے دوسرے کسی وجہ سے ان کا عہدہ سنبھالنے سے انکار کر دیا ہو۔ سوم یہ کہ بادشاہ مصر کی وفات کافی متاثر اور مرعوب حضرت یوسف سے احسانی محبت کرنے والا ثابت ہو رہا تھا۔ ایسے یہ خیال تھا کہ شاید حضرت یوسف کو اپنے خاص ذاتی مشیروں میں رکھ لے یا مال و مدار کا نہ بنا دے۔ یا اپنے ذاتی گھر میں بٹھا کر رکھ لے جس کا ملح نظر پہلے ہو چکا تھا۔ یہ تصور بادشاہ کے دل میں حصول مال و جاہ کے ارادوں میں

اور مذہبی سارے کلام کا مقتضی تھا کہ مشترک لعانی عبارتیں کسی سمت متعین نہیں ہوتیں۔ ورد الفور لمحہ یہ جانتا ہے کہ قوم کے رہنما مرشدین برحق کسی ذاتی عزت و تکریم کو ذاتی مفاد کے لیے کبھی استعمال نہیں کرتے بلکہ کامیابی یہی ہے کہ ذاتی اغراض کو قومی اور دینی مفاد پر قربان کر دیا جائے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام سے سب کچھ مانگ سکتے تھے۔ آپ کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے ذاتی عیش و آرام بھی اور مستقبل کے سات سال قحط رہ رہ کے پیاسے تڑپتے بلکتے بچے بوڑھے جوان بھی آپ کی نگاہ دور مستقبل کے سامنے دیکھ رہی تھی آپ جانتے تھے کہ آنے والے قحط سے مؤثر مقابلہ کے لیے کس قسم کے رجال کی ضرورت ہے۔ نظم اعلیٰ و صلاحیت کی ضرورت تھی۔ کسان سے لے کر بادشاہ تک ہر میدان ہر شعبہ زندگی تاج و عدالت ہر حالت ہر حالت قحط کو آپ دیکھ رہے تھے۔ عزیز مصر کی بادشاہی بھی آپ سے ڈھکی چھپی نہ تھی کہ جب چند عورتوں کے معاملات کا صحیح فیصلہ نہ کر سکا تو دور کی تمام خزانہ سلطنت کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مصر کے علاقے کی ذمہ داری قبول کرنا کتنا کٹھن کام ہے کہ کتنی بڑی طاقتیں اس علاقے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اسی لیے وہ قال اجعلنی علی خزائن الارض بادشاہ نے جیسا چاہا کیونکہ یہ حقیقت جان چکا تھا کہ یہ شخص ذاتی مدح سرائی کرانا یا اپنا دستانوں ہونا پسند نہیں کرتا بلکہ مصر کی مشکلات کا حل چاہتا ہے تو حضرت یوسف سے یہ کہوں کی کہ دامانوں سے ہی ہوا کہ انی حفیظ علیم

جواب دینا ہی مدح و تعریف تک رہی ہے جب کہ دعوے کے لیے ہو اور صفت کے خلاف ہو مگر یہ تین حقیقت تھیں جو بے مطابق تھیں۔ اہل مصر نے کچھ دیکھا جانا کچھ کہا اور عزت کی تھی۔ جو کام موقوف ہوتا ہے بادشاہ سے انکار کا موقوف نہ تھا یہاں تو زمام حکومت پکڑ کر ڈوبتی قوم کو بچانے کا مسئلہ تھا اور پھر ہی وہ قوت مقبولیت شان و شوکت علمی جوہر منجانب اللہ ہوتا ہے جس کا اظہار نعمت الٰہیہ کا چرچہ ہے توہین نہیں ہے۔ موقعہ پر کسی مخفیہ چیز کا اظہار محض نعمت سمجھی نہیں بلکہ عین حکمت اور ضروری ہے۔ تڑپتے مریض کے سامنے کسی ڈاکٹر حکیم کا یہ کہنا کہ لائق حاذق ہوں مدحت سرائی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ مکمل سلام شریعت و طریقت کا نام ہے۔ علماء شرح قرآن مجید سے وہ موتی اور نگار ہاں نکالتے ہیں جس سے انسانی ظاہری قالب درست اور صحیح ہو۔ اور علماء طریقت صوفیاء کرام اسی قرآن سے وہ باطنی زیور حاصل کرتے ہیں جس سے انسان کی توجہ باطن رسوم کی طرف مبذول ہو اور قلب کو صاف رکھنے کی کوشش کرے اسی لیے تکریہ ہے کہ جب تک انسان باطن میں مشغول رہے شریعت کی مجال پیچھے ہے اور جس وقت باطن سے نکل کر ظاہر کے علاج کرنے تو طریقت کا زیور پہنے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں مید

کی ابتدا شریعت ہے کہ اس کو شریعت کی شاہراہ پر چلائے کہ سب کچھ میدان کی تنہا طریقت، تصوف بھی ہے۔ پیر کی ابتدا طریقت ہے کہ مرید کو معرفت کی لہروں میں گم کردے کسی کو حقیقت کا پتہ نہ لگے حالانکہ آشکارا ہو پیر کی انتہا یہ ہے کہ معرفت الٰہیہ کی چوٹی پر چڑھ جائے پھر مریدوں کو پتہ لگے کہ یہ کیا تھا جو ہم میں سے جاتا رہا۔ حضرت یوسف جب تک مصر کی قید میں رہے شریعت ہی بنا کے سمجھانے سکھانے رہے اپنے ساتھیوں کو شریعت کا لباس عاریۃً پہنا کر شاہراہ عبادت پر چلاتے رہے اور تمام قیدیوں کو یہاں کے موتی لٹاتے رہے جب قید سے باہر نکلے تو دروازۂ جیل پر لکھ دیا کہ جیل آزمائشوں کی منزلیں ہیں زندوں کی قبریں ہیں دشمنوں کی شادمانی خوشی ہے، دوستوں کا تجربہ گاہ ہے۔ ظاہراً مبتدیوں کے لیے پہلے شریعت پھر طریقت لیکن اہل محبتوں کے لیے پہلے طریقت۔ انسان کے لیے پہلی منزل کا ہیٹ اس کو ہمیشہ یاد کرتے رہو پھر ہائی کا مدرسہ اور اور فضلائی پھر جوانی کی شریعت پھر بڑھاپے کی طریقت صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کے یہ قصے مسلمان کے باطن کو روشن کرنے کے لیے سنائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جو کچھ تاریخ کائنات میں لکھا پڑا ہے وہ سب کچھ بعینہٖ انسان کے اندر ہے چنانچہ محی الدین ابن عربی اور صاحب تفسیر روح البیان ارشاد فرماتے ہیں۔ قالب گرامہ سے روح انسانی شاہ مصر ہے۔ عقل عزیز مصر ہے نفس انارہ دلیخا ہے۔ حواس خمسہ ظاہری زنان مصر ہیں۔ دماغ۔ دربار اور تاج و تخت مصر ہے۔ قلبی پریشانیاں مصری میل ہے۔ قلب مومن گویا یوسف ہے وہ بھی خواب شاہی ہے۔ سات سالہ فراخی مکاشفات الٰہیہ کے سات درجات ہیں جس میں عمال صالحہ کی کثرت ہے سات سالہ قحط قبض کشف کی سات کیفیتیں ہیں جس میں قلب کی کمزوری ظہور ہی ہے۔ اور پورا قحط زدہ ہو گیا یعنی زندگی کا پورا انقشہ ہے۔ اور یعقوب کھیتی گویا روح باطنی ہے۔ ارادہ باطنی سب کچھ جانتا ہے کہ قلب کی آخری منزل معرفت کا تخت و تاج ہے ارادہ کا دوسرا نام نیت ہے۔ وہ ہی قلب کا پیر کنعانی ہے وہی مرشد برحق حقیقت قلب کو آمادۂ اعمال صالحہ اور روحی فلاحات حشر کا سیر رہ اور اندھیری مصائب کا چراغ اور حکمت و لقمان کا تاج بنائے رکھتا ہے۔ اگر ارادہ ساتھ نہ دے تو نفس طیبہ عشر کے چاہ کنعانی میں ہی ہمیشہ پڑا بلکہ اہل مردہ ہو جائے ظاہر اطاعت عشرہ برق ڈال دیتے ہیں مگر باطنی ارادہ قلب مومن کے ساتھ ہی رہتا ہے جب زلیخا نفس کی ساری ہنڈھلے۔ اور جاں فریب لوٹ گئے اور قلب زبردست ہو سکا تو قلب دیکھے کہ میں جان نہیں کہ نفس کو کہاں رکھوں تو خالق کائنات کی باتوں کا امین ہوں میری آغوش فطرت میں تو نور مصطفےٰ کی مقیم ہے جس کو سنبھال کر دربار قرب تک لیجانا میری ذمے داری ہے قلب مومن ہی دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ مجھ پر میرے خالق کا رحم ہے کہ اس مصائب سے مقبث کی منت عطا فرمائی اور اس کی نظامت ہے کہ اس نے مجھ کو دشمنوں سے بچا کر دامن عافیت میں چھپایا۔ جب بندہ قرب الٰہی میں ہوتا ہے تو ہر شخص اس کے قرب کا خواہشمند

ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ روح مقدس بھی اس کی اس قلب کو اپنے قریب کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ اور محبوب خاص بنانا چاہتے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب روح پر قلب مومن کی قوت جوہریت آشکارا ہوتی ہے اور روح مقدس قلب کی ماتحتی پر ناز کرتی ہوئی اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ کے دل آرا الفاظ سے قلب کی عزت سرائی کے نغمات گاتی ہے۔ تب قلب یوسف اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کی چرچہ فرماتا ہے۔ اور تمام قالب کو انوار تجلیات کے رزق لاہوتی کی تقسیم سے بہرہ مند کرنا چاہتا ہے۔ قلب ہی جانتا ہے کہ خزانہ اسرار سے حصے پانے کا کون حقدار اور لائق ہے۔ اور کون محروم ازلی ہے قلب ہی خزائن زمین انوار کا حفیظ ہے اور قالب مومن ہی دولت کیمیہ کے قیمتی ہیرے کو بسط میں لانے والا علم ہے۔ تا قیامت جو بھی حیات دنیا میں تمہارے دجال کے مصائب سے بچنا چاہتا ہے وہ قلب مومن کی رہنمائی جائے۔ ورنہ ابلیسی لاؤ لشکر کے جھوٹے گناہ کے جنگل میں لیجا کر نفسانی اعمال بھوک پیاس سے ہلاک تباہ کردیں گے

شعر

عقل اندر جسم دل یزدانی است
چوں زدل آزاد شد شیطانی است

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا

اور اسی طرح طاقت دی ہم نے یوسف کو زمین مصر میں اپنا قالون چلائے اس

اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے

حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا

ٹھکانے میں جہاں چاہے ہم پہنچاتے ہیں کو رحمت اپنی جس کو چاہتے ہیں اور نہیں

رہے۔ ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں۔ اور ہم نیکوں کا

نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ

ضائع کرتے ہم اجر ثواب نیکوں کا اور البتہ ثواب آخرت کا

بیشک ضائع نہیں کرتے۔ اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لئے

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ

بھلا ہے بدلہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور ہوئے متقی ۔ اور

بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے اور

جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ

آئے بہت سے بھائی یوسف کے تو حاضر ہوئے اُن یوسف کے سامنے تو پہچان لیا

یوسف کے بھائی آئے تو اُس کے پاس حاضر ہوئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا

وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور وہ اُس کو انجان رہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پہلی آیتوں میں عہد ماریتھائی اور حضرت یوسف کے مطالبہ حکومت اور شاہ مصر کی عزت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہوا کہ شاہ مصر اخلاق و عادات و اطوار و بیانات یوسفی سے کس طرح متاثر ہوا ان آیات میں ارشادات الٰہیہ مذکور ہوئے اور بتایا گیا کہ مقام یوسفی کی یہ شان اگرچہ اسباب ظاہری میں کچھ اور ہیں مگر درحقیقت یہ سب کچھ فضل پروردگار سے ہے اُسی نے حضرت یوسف کو کامیابی سے قوت ۔ قحط سے رہائی غلامیت خواہ ساختہ سے سلطنت زمین عطا فرمائی ۔ دوسرا تعلق ۔ پہلی آیتوں میں حضرت یوسف کا ہمہ وقت ہر حال شکر، صبر کا ذکر ہوا۔ ان آیت میں شاکرین و صابرین کے اجر و ثواب کا ثواب کا ذکر ہے۔

تیسرا تعلق ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصیبت و ابتلا سے دو تکلیفیں تھیں ایک اپنوں کی جدائی اور دوسری تہمتوں کی بیگناہ تکلیف ۔ پہلی آیتوں میں مدت قید ختم ہونے کا ذکر ہوا۔ ان آیتوں میں پہلوں کے فراق اور جدائی کی گھڑیاں ختم ہونے کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق ۔ پہلی آیتوں میں ۔ نیکی لوگوں کی دنیوی عزت کا ذکر ہوا اور ان آیات میں نیکوں کے اُخروی اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۔ واؤ استیناف کاف تشبیہ ۔ ذا اسم اشارہ کاف حرف تشبیہ ۔ لام عربیہ

میں کلمات بیان کرنے کے لیے پانچ طریقے ہوتے ہیں۔ تشبیہ تمثیل تصریح۔ تقریر۔ مثل۔ لفظ کذالک ان تمام میں استعمال ہوسکتا ہے یہاں برائے تقریر استعمال ہوا۔ مکنا باب تفعیل کا ماضی مطلق بمعنی جمع متکلم مکن سے ماخوذ ہے اسی سے ہے مکان بمعنی جگہ یا ہگہ۔ لغوی ترجمہ مضبوطی دینا لیوسف علیہ السلام اندہ ہے بمعنی معولیت جار مجرور متعلق مکنا کے ہی وقت کے لیے الارض الف لام عہدی ہے ارض سے مراد علاقہ سلطنت یتبوا منہا حیث یشاء کلمہ یا جملہ تفسیر ہے مکن کی مگر بعض نے فرمایا یہ جملہ حال ہے یوسف کا اور تبوأ فعل مضارع معروف باب تفعل یہ اسے مشتق ہے بمعنی ٹھکانہ رہائش گاہ اور قانون سار حکومت یا یہ بنی سے ماضی ملہ کی مرتبہ۔ عربی اہل لسان اس طرح دعا دیتے ہیں ھیأ اللہ لک اللہ تمہیں مہیا مہیا کرے۔ من جارہ تبعیضیہ حاضیہ کا مرجع علاقہ سلطنت۔ حیث اسماء ظروف میں غریب عمومی ہے یعنی جہاں کہیں یشاء فعل مضارع مثی سے بنا ہی سے ہے مشیت ملک خ۔ نصیب بہ من نشاء و نصیبہ آخر لمحسنین نصیب فعل مضارع جمع متکلم نصیب سے مشتق ہے بمعنی ملا معاوضہ عطا کرنا یہ پورا جملہ علیحدہ ہے رحمتنا نون معولیت کی ہے رحمت ہر وہ چیز ہے جو ہمیشہ نفع والی ہو۔ اور ملا استحقاق عطا ہو یہ خاص عطیہ رب ہی ہوتا ہے بلا واسطہ نبی کریم ما ضمیر جمع متکلم کا مرجع فعل نصیب کا فاعل باری تعالیٰ من اسم موصول مفعول بہ مقدم ہے نشاء کا نشاء جمع متکلم جملہ فعلیہ ہوکر نصیب کا مفعول بہ ہوا عائد محذوف ہے نصیب کے پورے جملے پر لا نضیع فعل مضارع منفی بصیغہ جمع متکلم باب افعال ضیع سے مشتق ہے ہمزہ نیابی منفی کی نیک معمول ہے اجر اسم جامد مفعول بہ ہے لا نضیع منفی کا معطوف ہے محسنین۔ اسم فاعل ہے باب افعال متعدی کا جمع ہے محسن کی اس کا مصدر ہے احسان بمعنی ایسی نیکی کرنا جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچے خواہ نیکی کرنیوالے کا اردہ فائدہ پہنچانے کا ہو یا نہ ہو۔ ولاجر الاخرۃ خیر للذین امنوا و کانوا یتقون ثم دوسرا جملہ یا حالیہ ہے حالانکہ اجر بمعنی بدلہ یعنی ثواب جو آخرت میں ہی ملتا ہے۔ الف لام عہد ظاہری ہے مراد قیامت ہے یہ مرکب اضافی لام اول گئے ہے بعض نے فرمایا لام قسم ہے۔ مبتدا ہے۔ خیر۔ یہ پورا جملہ خبر ہے اپنے مبتدا کی معطوف ہے حالی ہے بمعنی خیرا اسم مفعول۔ للذین۔ لام جارہ اپنے مجرور سے مل کر خیر کا متعلق ہوگا الذین اسم موصول جمع یہ پورا جملہ محسنین کی تفسیر ہے۔ یعنی محسنین کون؟ امنوا و کانوا یتقون ضمیر کی جگہ ظاہر اسم کر لایا گیا ہے۔ تاکہ وصف احسان کے بعد ایمان و تقویٰ سے وضاحت ہو جائے وما اصل عبارت اس طرح تھی ولاجر الاخرۃ خیر لھم آخرت میں محسنین کا اجر اس سے بھی زیادہ ہے جو دنیا میں ملا۔ امنوا فعل جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ و۔ عاطفہ کانوا یتقون فعل ماضی استمراری بمعنی متقی بنے رہتے تھے بلحاظ آخرت ہے۔ ترتیب مکانی نے ترتیب مدارج اظہار فرمایا یعنی

ایمان پہلے تقویٰ بعد میں ہو تب مفید ہے بلا ایمان تقویٰ مفید نہیں بلکہ نقصان دہ ہے وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ فابتدائیہ سر جملہ اخوۃ جمع ہے اخ کی بمعنی بھائی۔ اخ کی جمع اخوۃ بھی ہے اور اخوان بھی اس لیے کہ اخوت یعنی بھائی ہونا دو قسم کا ہے ملا نسبی جس کو اردو میں سگا بھائی باپ شریکا ماں شریکا، اور رضاعی بھائی کہہ دیتے ہیں، اس کی جمع اخوۃ آتی ہے۔ یہ برادران یوسف چونکہ باپ شریکے علاتی بھائی تھے اس لیے یہاں اخ کی جمع اخوۃ آئی اخیافی اور رضاعی، اور سگے بھائی کے لیے اخ کی جمع اخوۃ ہوگا۔ مذہبی برادری کا اخ جس کو برادری کہا جاتا ہے اس کی جمع اخوان ہے۔ مذہبی مسلمانوں کو اخوان المسلمین کہا جاتا ہے۔ کہ اخوۃ المسلمین حدیث پاک میں ارشاد ہے کُلُّ مُؤْمِنٍ لِلْمُؤْمِنِ ۔ وہاں نسبیہ نسبت مراد ہے یعنی اخوان اور برادری کی نسبت سے بھی زیادہ مسلمان آپس میں سگے بھائیوں کی طرح بھائی ہیں۔ اخ کا مؤنث اُخْتٌ ہے اس کی جمع اَخَوَاتٌ ہے۔ اخ اپنے دوسرے معنی برادری کے اعتبار سے اخوات اور مواخات ہے یعنی غیروں کو جو ذکر بھائی بنا دینا اس کو بھائی چارہ کہتے ہیں۔ جاء فعل ماضی جملہ خبریہ ہے۔ یوسف بحالت جر غیر منصرف مضاف الیہ ہے اخوۃ مضاف کا۔ فَدَخَلُوْا فا ظرفیہ بمعنے اذا یعنی جب دخلوا ماضی مطلق معروف بصیغہ جمع اس کا فاعل برادران یوسف ہیں ملی جاتا ہے بمعنی عند ظرفیہ مکانی ہے صیغہ واحد غائب کا مرجع حضرت یوسف ہیں۔ فَعَرَفَ ف تعقیبیہ بمعنی فورا بلا واسطہ بغیر کسی کے بتائے عرف یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا ہُمْ ضمیر کا مرجع برادران یوسف ہیں۔ وَهُمْ ۔ وَحَالِیَہ بمعنی حالانکہ ہم سے مراد وہ سب بھائی۔ مُنْكِرُوْنَ ۔ اسم فاعل مذکر کا صیغہ باب افعال کا اسم فاعل اس کی واحد مُنْكِرٌ ہے نکر سے مشتق ہے نکرہ کا مقابل معرفہ بمعنے تعین نہ کرنے والا یعنی نہ پہچاننے والا، صلاحی ترجمہ انکار کرنے والا۔ یہاں لغوی ترجمہ مراد ہے یہ خبر ہے ہم مبتدا کی۔

تفسیر عالمانہ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اور اسی طرح ۔ جس طرح پہلے انبیاء کرام پر رب تعالیٰ نے انعامات و فضائل رحمانیہ کی بارشیں فرمائیں یا جس طرح یوسف علیہ السلام کو پہلے محنت پدری کی آغوش میں ہم نے ہی جگہ دی تھی پھر جدائی ڈالی گئی یہاں تک کہ اپنے وطن کی سرزمین میں بھی سکون سے نہ رہنے دیا گیا کنویں اور قید کی مصیبتوں کا مزہ دیا گیا۔ کیونکہ دین والوں کو ہمیشہ دنیا پرستوں سے یہی کچھ ملتا رہا۔ مگر ہم نے جب فوز کبریٰ چالیس مرحلہ میل کا دراز علاقہ ان کا مکان بنا دیا۔ یہ تو ملک مصر کا دارالخلافہ تھا کہ جہاں چاہتے رہائش دیدیتے۔ روایتوں میں ہے کہ بادشاہ مصر نے عزیز مصر قطفیر کو معزول کر کے حضرت یوسف کو عزیز مصر بنایا تو اپنا تاج اور اپنا تخت اور اپنی انگوٹھی دیدی۔ حضرت یوسف نے تاج [illegible] کر یہ میرا لباس نہیں نہ

میرے آباؤ اجداد کا۔ تخت ہی پر جلوہ فرمایا اور انگوٹھی لے لی تخت بہت ہی قیمتی تھا۔ آپ نے فرمایا اس تخت سے تیرے ملک مضبوط کروں گا اور انگوٹھی سے تیرے قانون کو۔ شاہ مصر نے کہا کہ اے یوسف تم جاؤ تو عزیز یعنی وزیر اعظم ہو مگر اصلیت میں تم ہمارے دلوں کے بادشاہ ہو۔ یہ سب کچھ تمہاری عزت و اعلیٰ کے لیے ہے۔ چند دن بعد عزیز مصر قطفیر فوت ہوگیا تو اسی دن حضرت یوسف کا نکاح حضرت زلیخا سے کیا گیا مگر یہ ہے کہ نکاح آٹھ ماہ بعد ہوا۔ اور بادشاہ اس نکاح میں موجود تھا۔ واللہ اعلم۔ جس دن حضرت یوسف عزیز مصر بنائے گئے اس وقت آپ کی عمر شریف تیس برس تھی مگر ایک قول ہے کہ سینتالیس سال تھی کذا فی روح البیان۔ یہ کرم نوازیاں حضرت یوسف کی خصوصیت نہیں بلکہ ہم اپنے بندوں سے جس کو چاہیں اپنی رحمتیں عطا فرماتے ہیں۔ بشرطیکہ بندہ قابل یوسف ہر حال میں ہمارے دروازہ پر رہے۔ اور ہم یکوں کا ضائع نہیں کرتے دنیا یا آخرت یا دونوں جگہ عطا فرمادیتے ہیں مگر بندے کو چاہیئے کہ آخرت کا طلب گار رہے۔ دنیا میں کسی نیکی کا بدلہ نہ مانگے کہ یہ خسارہ ہے۔ ہاں خود ملجائے تو خوب شکر کرے۔ حضرت یوسف کو یہ عہدہ اور تخت وغیرہ آپ کی طلب کے ایک سال بعد ملا۔ ملک مصر میں ہر دولت کے بڑے بڑے خزانے تھے وہ سارے شاہ مصر نے یوسف کے سپرد کر دیئے۔ (صاوی خازن) یہ سانگ کہ اپنی خصوصی تلوار بھی دیدی اور تمام دربار و فوج پولیس کے سپاہ سفید کا مالک بنا دیا۔ یہ تو دنیوی عطائیں تھیں وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور یقیناً آخری ثواب بہت ہی ہر وقت ہر طرح اچھا ہے فقط ان لوگوں کے لیے ہے جو عقائد میں پورے اسلام پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ میں پورے متقی رہے۔ علامہ تعبیت فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی چیزوں میں آٹھ طرح فرق ہے۔

۱۔ دنیاں چیزیں کچھ مفید کچھ مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں سب مفید۔ ۲۔ دنیا کی چیزیں کبھی مفید کبھی مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہمیشہ مفید۔ ۳۔ دنیا کی چیزیں ایک طرح استعمال کرنے پر مفید دوسری طرح مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر طرح مفید۔ ۴۔ دنیا کی چیز آج مفید کل مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر وقت مفید۔ ۵۔ دنیا کی چیزیں ایک کے لیے مفید دوسرے کے لیے مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر ایک جنتی کے لیے مفید۔ ۶۔ دنیا کی کچھ چیز موسمی کچھ بے موسمی مگر آخرت کی جنتی چیزیں سب ہی موسمی تر و تازہ۔

۷۔ دنیا کی چیزیں کبھی موجود کبھی معدوم مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہمیشہ تک موجود۔ ۸۔ دنیا کی چیزیں کسی کو ملتی ہیں کسی کو نہیں مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر جنتی کو ملیں گی۔ اس لیے آخرت ہی خیر ہے۔ ابو ہریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جنت کس چیز سے پیدا کی گئی۔ فرمایا پانی سے۔ اسی لیے پانی کو بھی خیر فرمایا گیا۔ (روح) لیکن جنت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو عقیدے میں مومن ہو لہٰذا بدعقیدہ مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔ اور

اعمال میں متقی ہو۔ شریعت میں ایمان بھی پانچ ہیں اور اعمال بھی پانچ ہیں۔ اللہ پر۔ انبیاء پر۔ آسمانی کتابوں پر۔ ملائکہ پر۔ قیامت پر۔ ۵ وقت پڑھتے رہنا۔ ۵ نماز ادا کرتے رہنا۔ روزہ فرض۔ نفلی رکھتے رہنا۔ ۵ زکوٰۃ بہت صدقات فرض و بھی نفلی دیتے رہنا۔ ۵ حج عمرہ طواف اسلام فرض نفل کرتے رہنا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جلد سے پانچ قسم کے ہیں۔

۱ مسلمان جو عقل اور قانون اور دیکھا دیکھی اللہ رسول کو مانیں۔ ۲ مومن جو عشق اور محبت لغت سے مانیں ۳ متقی جو ہر نیکی کو کرے اور ہر برائی سے بچے۔ ۴ مخلص وہ جو کہ عبادت اس کی غذا بن جائے۔ اور نیکیاں خون کی طرح اس میں جذب اور فنا ہوتی جائیں۔ ۵ خالص کہ وہ عبادات میں جذب اور فنا ہو جائے بھی وہ عبادت کی غذا بن جائے پانچ ایمان پانچ اعمال پانچ بہتر ہے۔ اسی مجمعے سے یوسف علیہ السلام کو صدیق بنا دیا سید کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے حضرت علیؓ کو۔ بیوں کا سردار فاطمہؓ زہراؓ کو خاتون جنت و جنت کی کل حسنؓ کو حسینؓ کو عاشق رمالی حسینؓ کو شہید کر بلا بنایا۔ اسی لیے یہی چھتن پاک ہیں۔ اجر آخرت ان ہی کے لیے ہے صحابہ کے بعد باقی امت ان کے طفیل ہے تا قیامت دخلوا علیہ یوسف فدخلوا علیہ فعرفھم وھم لہ منکرون حضرت یوسف علیہ السلام نے سلطنت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی پانچ کام کیے۔

آپ کو معلوم تھا کہ اس سے سات سال بعد قحط شروع ہوگا۔ کیونکہ سات موٹی گائیں سات سال سہولت کے تھے لیکن ان سات سالوں کو موٹا اور مزدار کرنا آپ کو آتا تھا۔ اس لیے پہلا کام یہ کیا کہ سارے ملک کے کسانوں کو کھیتی باڑی کی طرف لگا دیا صحرا۔ میدانی علاقہ پہاڑی زمینوں میں گندم کی پیداوار کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پھلوں اور شہری رقبوں میں دیگر ضروریات کی پیداوار ہوتی رہی۔ دوسرا کام تمام معبدوں کو بڑے بڑے گودام بنانے پر مقرر کیا۔ اور خوبیوں۔ مزدوروں کو۔ اس کی مزدوری پر لگا دیا تیسرا کام یہ کیا کہ ہر شخص کی خوراک کی سالانہ کمی زیادہ سے زیادہ علم کر کے وہ سارا غلہ سالانہ میں لایا جاتا۔ پھلوں اس کے تین حصے کیے جاتے۔ سب سے بڑا حصہ اسی طرح بالیوں میں بند کر دیا جاتا اس سے چھوٹا حصہ کٹنے کے فصلات ہر گھر کو فروخت کیا جاتا۔ ان سالوں میں ہر شخص کو اس کے کام کی مزدوری علیحدہ دی جاتی خواہ کسان یا کوئی اور اس لیے کہ لوں کے ہاتھ بھی خوراک کی گندم فروخت ہوتی۔ تیسرا حصہ سے چھوٹا حصہ آئندہ سال بیجنے کے لیے رکھا جاتا۔ چوتھا کام اہل دربار مختلف ڈیوٹیوں کی شکل میں سارے ملک کے مختلف کاموں کی نگرانی پر مامور کیے۔ پانچواں کام یہ کہ خود حضرت یوسف ہفتہ وار دورے پر نکلتے۔ اور چھ دن دربار لگتے آنے جانے والوں کی ملاقات۔ مشکلات۔ مشکلات۔ روداد۔ کارکردگی کا تحفہ اگلا جاتا عرض کرتے عرض کرواں۔ دواں۔ دوڑ دھوپ کا زمانہ تھا تو نہیں فرماتے ہیں کہ اتنی مصروفیات کے باوجود حضرت یوسف کے حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص سمجھتا کام عشق و محبت

ہے کہ بات یہاں تک پہنچتے پہنچتے سات سال گزر گئے ۔ مٹی پرانے سب گودام بھر گئے ۔ روایات مؤرخین میں ہے کہ اتنا غلہ جمع ہو گیا تھا جو سات کروڑ انسانوں کو سات سال تک کافی تھا، اسی لگن کی محنت کے علاوہ برکت اتنی تھی کہ تھوڑا کھانا بہت لوگوں کو کافی ہوتا اور سب کا پیٹ بھر جاتا ۔ ادھر قحط شروع ہو گیا دوسرے کے ساتوں علاقوں میں قحط آیا پہلے سال تو سب نے پچھلے جمع شدہ غلے، ذخیرہ، سنبھالے مگر دوسرے سال کچھ نہ تھا اور سارا ملک غلے سے خالی ہو گیا جیسا کہ دوسرے سال سب علاقوں والے مصر کی طرف دوڑے روایتوں میں آیا ہے کہ پہلے تو لوگوں نے سونا چاندی دے کر غلہ خریدا دوسرے سال بھی قحط کے پہلے سال جواہرات دوسرے سال مویشی چوتھے سال غلام لونڈیاں پانچویں سال زمینیں، مکانات چھٹے سال بھی نہ ملا تو ساتویں سال خود اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کر کے غلہ لیا ۔ اسی طرح یوسف کو غلہ دینے والے سود اُن کے غلام بن گئے ملک مصر میں تو پہلے ہی سب کو معلوم تھا کہ عزیز مصر غلہ دینے میں دوسرے علاقوں لوگوں میں کہیں علاقہ کیا گیا ہیں خود ہی پتہ لگ گیا ہر آنے والے کے ساتھ الاؤ علاقہ کے متعلق پوچھ کر کہ بک سال کے لیے ایک اونٹ وجہ دو بار ہی، گندم ناپ کر دینے کی عادت نہ کہ یا وزن یہ سب کچھ نہایت صفائی سے ہوتا جس کے نگران خود حضرت یوسف تھے یہاں تک کہ پہلے پہلے تقسیم والے چھٹے ماہ شعبان میں حضرت یعقوب کو یاد آئے اُن کے بیٹوں کو یہ خبر پہنچی تو چونکہ قحط وہاں بھی تھا اس لیے حضرت یعقوب نے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم بھی اپنے اور گھر والوں کے لیے کچھ غلہ لاؤ ۔ بیٹوں نے عرض کیا کہ وہاں کے حکام جابر و ظالم ہیں کہیں ہم کو نقصان نہ پہنچائیں حضرت یعقوب نے اپنے علم غیب کے ذریعہ فرمایا کہ نہیں اب وہاں پہلے والے دو حالات کے حالات نہیں ہیں ۔ چنانچہ نہایت تیاریوں کے ساتھ والد گرام کی پند و نصائح سن کر ملک مصر کی طرف چل پڑے جو کنعان سے اٹھارہ منزل دور تھا ایک منزل کی لمبائی بیس میل کی ہوتی تھی مگر انہوں نے صرف تقریباً سارا فاصلہ طے کیا ۔ کوس منار ہے جب مصر میں داخل ہوئے تو اس پر عوام یا فوجی دربار نے جاسوسی کا شبہ کیا ۔ کیونکہ اتنا بڑا قافلہ ایک ہی علاقے کا اس سے پہلے نہیں آیا تھا ۔ پھر ان کی زبان عبرانی تھی ان کی آپس گفتگو لوگوں کو شک میں ڈالنے کی تھی پولیس پیچھے لگ گئی یہاں تک کہ دربار شاہی کے پاس آگئے وہاں تفتیش ہوئی ۔ ہوں تمہیں کہا کہ یقین دلانی کرنی کہ ہم جاسوس نہیں بلکہ قحط زدہ ہیں غلہ لینے آئے ہیں ۔ یا ہو سکتا ہے کہ سب سے ہی اسی طرح تفتیش کی جاتی ہو ۔ بہرکیف ان کو بارگاہ یوسفی میں حاضر کیا تو یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا ۔ یا اس لیے کہ نبی غیب دان ہوتا ہے یا اس لیے کہ اُن کی شکلوں میں تبدیلی نہ آئی تھی کیونکہ تبدیلی جسامت کے صرف تین مرحلے ہوتے ہیں ۔

۱۔ بچپن میں ۲ جوانی میں ۳ بڑھاپے سے ۔ جوانی ختم ہو کر بڑھاپے میں بچپن کے مقابلہ کی کئی

سال بعد دیکھنے سے بھول نہیں ہوتی اسی طرح جوانی میں ہی کسی کو دوبارہ دیکھنے سے بھول نہیں ہوتی ۔ ملاقات برادران یوسف پہلی اور یہ جوانی میں ہی تھی ۔ یا اس لیے کہ صورت بھی ویسی ہی تھی جیسی پہلے تھی ۔ مگر برادران یوسف نے حضرت یوسف کو بالکل نہ پہچانا ۔ یا اس لیے کہ پہلے کہیں بچپن میں سات سال یا سترہ سال کا دیکھا تھا یا اس لیے کہ اپنی فطرت اور دربار شاہی کے رعب کی وجہ سے غور سے دیکھنے کا وقت نہ تھا یا اس لیے کہ حضرت یوسف نے پردے میں سے بات کی تھی ۔ ان کو اندر بلایا ۔ دوبارہ تشریف لے گئے اس خیال سے کہ شاید پہچان لیں حالانکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ۔ یا اس لیے نہ پہچانا کہ حضرت یوسف اس وقت شاہی لباس میں تاج پہنے ہوئے حکومت شاہی کی کرسی پر بیٹھے تھے اور صرف عارضی لنگر فراخ سے تھے ۔ انسان شکل کے علاوہ چال ڈھال قد کاٹھ یا ہنسنے بولنے سے بھی پہچانا جاتا ہے ۔ بیٹھے رہنے اور کاروباری یا تاجرانہ رعب گنگور سے پہچان مشکل ہوتی ہے ۔ یا اس لیے نہ پہچانا کہ ان کا تو خیال گمان بھی نہ تھا کہ جس معصوم بچے سے پہلے دیلے یوسف کو کندھوں پر اٹھا اٹھا کر پھرتے رہے کوئیں میں پھینکا پھر چند دن بعد ہی کھوٹے سکوں میں بیچ دیا آج چالیس سال بائیس سال بعد ملاقات میں صورت یہ ہے کہ یہ وہی ہمارا یوسف ہے پھر کیف حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے گھر کے سب حالات پوچھ لیے مگر اپنا کچھ نہ ظاہر ہونے دیا

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت زیادہ ہے صرف دو ابن یوسفی سے غلامی کا دھبہ دور ہونے کے لیے سارے ملک کو قحط سے پریشان کر دیا گیا ۔

دوسرا فائدہ ۔ انبیاء عظام کا علم ساری مخلوق سے زیادہ ہوتا ہے ۔ دین کو تو سنبھالتے ہی ہیں دنیا بھی سنبھالا اور چلانا جانتے ہیں اور کام کے انجام سے باخبر ہوتے ہیں ۔ تیسرا فائدہ ہر کام رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اگرچہ اس کا ظہور بندوں کے ہاتھ سے ہو ۔ دیکھو یوسف علیہ السلام کو شاہ مصر نے عزیز مصر بنایا مگر رب نے فرمایا مکنا ۔ ہم نے بنایا ۔ چوتھا فائدہ ۔ بعض نیک بندوں کو نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے مگر آخرت میں اصل بدلہ علیحدہ ملے گا اور دنیا کا بدلہ اس میں کمی نہ آنے دے گا ۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ قدرتی یا معمولی قحط کی حالت میں حکومت وقت کو چاہئے کہ تمام شیاء خوردنی رعایا سے لے کر اپنے بھائے راشن بندی کر کے تمام رعایا کو نظم و ضبط کی پابندی سے اتنا دے جس سے سب کا گزارہ ہو جائے ۔ دوسرا مسئلہ ۔ ایسے ہی ہنگامی حالات میں حکومت کو چاہئے زمینداروں کی زمینوں پر اپنی کھیتی کرا کر مزدوروں کو کام کی اجرت دے کر پیداوار پر قبضہ کرے اور اپنے ڈپوؤں پر فراہمت

کرے تاکہ علم یا تجربہ سے نجات ملے لیکن نبیوں کو فکیت سے پہچانا نہیں جا سکتا۔ اس لیے سوشلزم اور کمیونزم غلط اور قانون ہے۔ (احکام القرآن للجصاص)۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض ہو سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ پہلے فرمایا گیا نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا جس کا معنی ثبوت ہے اور پھر فرمایا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ۔ یعنی ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں کیونکہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت بھی اعمال کے بدلے میں مل سکتی ہے۔ حالانکہ نبوت نہ عمل سے نہ عمل نہ عوض کسی طرح نہیں مل سکتی یہ تو کسی نبی کی فضیلت ہی ہوتی ہے

جواب۔ یہ اعتراض تین طرح لغو ہے اول اس لیے کہ یہاں رحمت سے مراد نبوت نہیں ہو سکتا ورنہ پہلے نُصِیْبُ فرماتا بلکہ رحمت سے مراد دنیوی نعمتیں ہیں۔ دوم اس لیے کہ واؤ عاطفہ ہے جس سے واضح ہوا کہ نُصِیْبُ اور چیز ہے لَا نُضِیْعُ اور چیز ہے۔ سوم اس لیے کہ اگر رحمت سے مراد نبوت ہی ہو اور واؤ تعلیلیہ ہی ہو تب بھی وہبی اور عطائی ہونے کے خلاف نہیں۔ اس وجہ سے کہ اجر صرف اعمال کے بدلے کو ہی نہیں کہا جاتا لیاقت اور کمال کے بدلے کو بھی اجر کہا جاتا ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ہم نیکوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ حالانکہ اجر تو سبھی پیغمبر ہیں۔ وہ تو ویسے بھی ضائع نہیں ہوں گی ضائع کا معنی ہے برباد فنا ہونا یہاں یہ فرمانا چاہیے تھا کہ ہم اعمال ضائع نہیں کرتے۔

جواب۔ ضائع کرنے کا معنی ہے معاملہ کے پاس حق ضرورت مند کے پاس ضرورت اور محتاج کے پاس محتاج بہ کا نہ پہنچنا عمل۔ بندے کا کام ہے وہ اس نے کر لیا اور رب تعالیٰ کا کام قبول کرنا نہ کرنا تو یہاں بتایا یہ جا رہا ہے کہ قبولیت عمل کی نشانی ہے عمل کا مدلہ (اجر) اور مدلہ نہ ملنا اس کا ضائع ہونا ہے عمل کا ضائع کر دیا ہونا اس کا قبول نہ ہونا۔ عدم قبولیت کی چار وجہیں۔

۱ عامل محسن نہ ہو۔ ۲ قبول کرنے والا کریم نہ ہو۔ ۳ قادر نہ ہو عاجز ہو۔ ۴ باخبر نہ ہو جاہل ہو۔ ۵ بخیل ہو۔ یہاں پہلی حالت منفی کی ہے مگر محسنین کہہ کر اس کی نفی ہوئی باقی حالتیں سب کی فرد لمفرد مگر یہاں کل جہالت اور عجز محال بالذات ہے۔ لہٰذا ضائع کرنا بھی محال ہوا۔ تیسرا اعتراض یہاں اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ فرمایا گیا جس سے پتہ لگتا ہے کہ غیر محسنین کا اجر ضائع ہو جاتا ہے حالانکہ گنہگار مسلمان محسن نہیں مگر ان کو بھی شفاعت یا سزا کے بعد جنت ملے گی اور وہی انکا اجر ہے۔ ضائع تو نہ ہوا۔ جواب۔ ہر مسلمان نیک و بد محسن ہے مگر درجہ بدرجہ کم پڑھ لیا بھی محسن بنتا ہے۔

وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ولنعلمہ من تاویل الاحادیث واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

تفسیر صوفیائہ اس سے ثابت ہوا کہ عالم اسباب میں ان وسیلوں ہی سے ثابت ہوا کہ عالم اسباب میں ان وسیلوں ہی سے حضرت یوسف اپنی حالتوں کے ساتھ عمر پر عرصہ دراز تک عزیز پر غالب رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ صدیقین یعنی عقل پر غلبہ کرنے کا ہوتا ہے اور اسی طرح جسم ماوی پر قلب کو غلبہ دیا جاتا ہے۔ یہ حضرت وطبقہ محبت سے کہاں کہ دولت میں پہنچا ہے کہ جب چاہے جہاں چاہے گھما سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قیامت تک سے بندے کے لیے قانون اساسی ہے کہ ہماری عنایتیں ہماری کرامتیں کسی کے ساتھ خاص نہیں ہوجاتیں اپنے اندر طلب سے پہلے جس کی لیاقت پیدا کرے۔ اتفاق کو ہماری محبت نہیں مل سکتی۔ ہم جس کو قابل دیکھتے ہیں اپنی محبت کا ملہ عطا فرماتے ہیں جنہیں ماسوا دیں مادیں کا جو صالح نہیں کرے۔ مل محبت وہ تقویٰ کو ان کی محبت کا بدلہ دنیا میں لذت عشق و کیفیات اور تعلق باللہ کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ اور اخروی دائمی ابدی اجر۔ وصل و قرب کی کیفیت میں اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھا ہے۔ دنیا کا پہاڑ بھر مال سونا چاندی حقیر ہے اس اخروی ذرہ کی۔ تھیکری کے مقابل جس کو حاصل ہے۔ اور جب دنیا فانی ٹھیکرے ہے مٹی کی ٹھیکری سے اور آخرت بقا کا چاندی سونا ہے تو کون احمق ہے جو آخرت کو چھوڑ کر دنیا قبول کرے۔ اہل دنیا اخروی سے گھبراتے ہیں مگر طالب آخرت مطلب دنیا سے کہیں تارک دنیا اور زاہد عشق اور عابد مولیٰ بنے سستے دنیا لوگ وصول کے موس اور عشق کے متقی ہیں۔ جان کے بھی پاپی ہوتے ہیں۔ اللہ کی محبت سے محبت ترک ملی دنیا سے عبادت۔ اللہ سے اسباب کو اشتراک سے دوری۔ مثلاً ہر چیز قلب کے ساتھ محبت کرنا ہے اس سے مذموم ہونا کا رہ جاتا ہے۔ جب تک تو ہے۔ جب تک ولایت محبت ملتی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی ذبح فرزند سے بچنا۔ اور پیغمبروں کا خیال رکھنا۔ جیسی یوسف باطنی کے مارہ بھائی ہیں۔ وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفھم وھم لہ منکرون صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جب تک بندے کا دل محبت الٰہیت اور معرفت کے کوئی یا صفت ورد کی تیل میں بتا ہے ہر حضور اس سے کنارہ کش ہوتا ہے لیکن وہی جب طور انوار پر جلوہ گر ہو جاتا ہے تو کمان قلب کے مارے باطنی صفت ظاہر باطن کی قدر حاصل کرے حضرت کے پاس حاضر ہوکر اصل حقیقت کی۔ اہل حقیقت گو صفت پر ہوتے ہیں۔ حضوری کی دولت سے محروم ہوتے ہیں گر ان صاحب طلعت صاحب مرتبہ اور قرب کے مکان کو پہنچے ہیں کہ صفت کو پہچان سکتے ہیں۔ عقل کو شعور کو ذہن کو سمجھ کو ان کے ماسوا ہیں۔ یہ اہل دل قلب ہیں جو سب کے سب عالم ارواح کے نفوس میں محفوظ قلب ہیں۔ مگر قرب مکانی کے باوجود ان کی حقیقت سری سے واقف نہیں ہیں۔ وہ یہ اہل معرفت فرماتے

ہیں کہ بندہ نہ جانے جب اپنے بہت غلط کردار اعمال کو تقوے کا گہوارہ بنا لیتا ہے تو سب اشرار و اغیار پر
عریریت یعنی غلبۂ الفت حاصل ہو جاتا ہے وہ گرچہ ظاہر پر گندہ نظر آتا ہے مگر باطن میں فرخندہ ہوتا ہے
بخلاف انبیا پرست کے کہ وہ ظاہر میں آمدہ ہوتے ہیں لیکن باطن میں پراگندہ ہوتے ہیں اس لیے فوراً پہچانے
جاتے ہیں مگر مدوں الیہ سزا ہی ہوتے ہیں کے حالات سے کوئی شاذ و نادر ہی خبردار ہوتا ہے۔ یہ مقامات
سرداری اور سرداں قدسی اپنی پہچان ہوتے ہی ہیں دیتے ہے کریموں کے کریم پھر یہ راہ آسان فرماتے

یا رسول اللہ نظر یا سے اللہ نظر
میں ہوں سگ تیرے مواب آپ کے در پر نظر

■

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ

اور جب طے سامان انہیں ان کو بدے ان کے قیمت کے فرمایا میرے پاس بھائی کو اپنے

اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا۔ کہہ دیا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ۔

مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ

باپ سے باپ اپنے کیا نہیں دیکھتے تم بیشک میں پورا کرتا ہوں ناپ کو اور میں اچھا ہوں

کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ملتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں

الْمُنزِلِينَ ﴿٥٩﴾ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ

میزبان تو اگر نہ لائے تو بہتر پاس کو اُس تو نہ ناپ ہے لیے تمہارے پاس

پھر اگر اُسے لے کر بہتر نہ آؤ تو تمہارے لیے میرے پاس

عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٦٠﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ

مرے اور نہ قریب آنا تم بہتر۔ سب بولے عنقریب تمنا کریں گے ہم کی اس باپ اپنے

باپ ہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا۔ بولے ہم اس کی خواہش کریں گے اس کے باپ سے

نِسْیَانٌ مصدر لازم سے بمعنی آنا بروزن نیان بھولنا۔ اور بروزن عصیان بھی نافرمان ہونا مگر اَنْسٰی مصدر متعدی ہے۔ اسی کا مضارع تُوْنِیْ یعنی لانا بروزن تنسیٰ بھی بھلانا۔ اسی لیے حضرت مریم نے کُنْتُ نَسْیًا منسیًا فرمایا یعنی نہ لائی ہوئی۔ بعض محاورات نے فرمایا کہ نیان کا وزن افعال اضطراری کے لیے آتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ قطعاً غلط ہے تی عدو کلیہ نہیں کیونکہ غفران اور نیان بھی اسی وزن پر ہیں لیکن ان میں اضطرار نہیں بلکہ اُنْسٰی سے مشتق ہے باب صرب کا امر جمع سے مادہ اشتقاق مہموز اللام اور ناقص یائی ہے۔ بمعنی لانا۔ یعنی لاؤ تم ہوں وقایہ یا، مشکلم مفعول بہ بمعنے فیہ بھی میرے پاس۔ باء باب زائدہ مفعولیت کے لیے ہے اِیْتٌ وعدہ ہے اٰتٰی کا بمعنی بھائی تکلم لام نسبتی سے باء متعلق اول ہے اُتُوْکا اور تکلم متعلق دوم سے اُتُوْا کا تکلم صریح حاضر ہو، متصل نسبتی لام کی وجہ سے حضرت نے سوتیلا کا ترجمہ فرمایا۔ من حرف جر بمعنے طرف سے یا پاس سے الی انما، سنۃ مکبرہ سے ہے بمعنی جو مضاف سے کم ضمیر مضاف الیہ مرادہ بزادن یوسف ہیں ۲ وَنَ فِیْ وَفِیْ نکس و ناصِحِیْنَ نصیحین فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ہجرہ سوالیہ لَا تَاْتُوْنَ مضارع منفی بصیغہ جمع مذکر حاضر اَتٰی سے مشتق ہے۔ بمعنی دیکھنا غور کرنا یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ نَ حرف تحقیق شرط میں نہ ہونے کی وجہ سے الف ہمزہ کے زبر سے ہے یاء متکلم اسم ان ہے اُوْتِیَ فعل مضارع بمعنی حال واحد متکلم وَفِیَ نصف معروف ہے۔ الکیل الف لام عہد خارجی ہے مراد ہے تمہارا غلہ یا الف لام استغراقی ہے اور مراد ہے تمام لوگوں کے غلے جو تمہارے سامنے ناپ ناپ کر دیئے گئے ہیں کو تم نے اپنے سامنے سمائے حکم سے بھائے نوکروں کو ہاتھوں سے پیتے دیکھا۔ کَیْلٌ مصدر ہے بروزن بیع حرف یائی۔ یا یہ بمعنی فاعل ہے اور مراد ہے ناپنے والا تین پورا ہے یا یہ بمعنی مفعول ہے اور مقصد کلام ہے کہ وہ ناپا ہوا غلہ پورا یعنی ہم نے جو قیمت لی اتنی ہی چیز دی یا یہ اپنے معنی میں ہے اور بنا یہ ہے میں تم کو سنت کو پورا پورا مطابق وعدہ جانچا کرا کر دوں کسی کی جرأت نہیں کہ کم تولے۔ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ واؤ عاطفہ ماقبل معطوف علیہ کا جملہ اور اس کا مابعد معطوف کا جملہ دونوں مل کر خبر ان ہیں۔ انا ضمیر منفصل واحد متکلم خَيْرُ مصدر سے اجوف یائی صفت یہ اپنے مصدری معنی میں دو قسموں کا معنی ہے اچھا ہونا بھلا ہونا جب یہ فاعلیت کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے بھلائی بہتری نیکی اور اچھا سلوک کرنے والا متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی یہ بمعنی افضل ہوتا ہے۔ یہاں یہی معنی مناسب ہیں خیر کی جمع خیرات ہے مگر جب بمعنے فاعل یا بمعنی مفعول مستعمل ہو تو جمع خیرات نہ ہوگی بلکہ اخیار ہوگی۔ خیر دو قسم کا ہے۔

۱ مطلق جو ہر حال میں ہر انسان کے لیے مفید ہو۔ جیسے انبیاء کرام احادیث کتب آسمانی۔

۲ غیر مقید جو کبھی کسی کے لیے مفید ہو اور کبھی نقصان دہ جیسے دنیوی اشیاء مال دولت عزت وغیرہ الفاظ

خیر کبھی اسم جامد ہو کر مستعمل ہے کبھی مشتق تب اس کا مقابل شر ہوگا اور کبھی وصف ہو کر مستعمل ہے تب یہ بمعنی اسم تفضیل مستعمل ہے اور مقابل شرّ یعنی تکلیف ہوگا۔ یہاں خیر بمعنی افضل ہے اور اس کا مقابل ضرار یعنی تکلیف دینے والا اور مفہوم کلام یہ کہ میں بوجہ نبوت بھلائی اور آرام ہی پہنچانے والا ہوں کسی کو تکلیف نہیں دیتا الذی الف لام مستعمل فی الجنس جمع کثرت باب فعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر متعدی بیک مفعول لغوی ترکیب ہے کاسے والا مسافر کو یا مہمانوں کو یعنی مالش گاہ پر اصطلاحی ترجمہ ہے میزبان اور مہمان نواز۔ ان شئون ان حرف تاکید لام تاکید انا ضمیر واحد متکلم نون جمع للتعظیم فعل ماضی مجرد ناقص واوی جمع مذکر غائب اصل گرگئی واو ماقبل مکسور ہوا تھا تاؤن تا سے متکلم نے معنی لانا مستقبلی سے ماضی مجرد سے ہے۔ نون وقایہ یاء متکلم ضمیر متصل مفعول بہ کو بڑھے اور نون تاکید کا وزن بچانے کے لیے ہے ان حرف شرط یا ضمیر واحد غائب مذکر مجرور مضاف کا مرجع وہ سوتیلا بھائی ہے، ظرف کیل۔ ف زائدہ لا۔ آداب نفی جنس یا منفرد بالنفی بیل اس کا اسم ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور مضاف مقدر موخر اذن مفعول بمعنی مسموع کے ہو کر محل اسمیہ لا ہوئی و عالمہ لا تقربون۔ فعل ہی قربت سے ماضی باب نصر بمعنی قرب مکالمی ن وقایہ یاء متکلم رائے تخفیف کر گئی ہے ہ مفعول بہ مفعول بہ مفعول مزاد شرط ہوئی۔ فلا تکیل لکم عندی ولا تقربون۔ فلا تکیل لکم عندی ولا تقربون۔ فلا تکیل لکم عندی ولا تقربون

تفسیر عالمانہ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۔ اور جس تمام گفتگو کے بعد جب کہ حضرت یوسف نے اپنے کارندوں کو حکم دیا اور برادران یوسف علیہ السلام کا سامان بھی فلہ باپ کر بوریاں سی دی گئیں تو حضرت یوسف نے فرمایا کہ آئندہ جب بھی تم آؤ تو اپنے اس بھائی کو بھی لے کر آنا جو تمہارے کہنے کے مطابق تمہارا باپ جایا (علاتی) ہے کیا تم نے یہ نہ دیکھا کہ میں کتنا پورا ماپ دیتا ہوں اور میں تو اترنے والے بن بلائے مہمانوں کا بہتر میزبان ہوں۔ حضرت یوسف نے یک دن ایک رسد ان کو تحفہ اور عزت افزائی کی بہتر راہ مہمان خانے میں بٹھایا بہت اچھے عمدہ کھانے اور پھل کھلائے حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان قحط کے سات سالوں میں روزے رکھتے رہے اور سحری و افطار بھی کل معمول فرمائے بادشاہ اور اہل دربار کو صرف چوبیس گھنٹے میں دو وقت کھانا دیا جاتا۔ باقی عالم کو وہ وقت مگر تین چوتھائی کے حساب سے ماہانہ خوراک ملتی۔ اور دیگر مہمانوں کو عام لنگر خانے سے پوری دو وقت ملتی۔ لیکن ان کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے شاہی مہمان خانے میں رکھا گیا۔ اہل خانہ نے عرض کیا یا سیدی آپ کیوں کھانا نہیں کھاتے اور مسلسل روزے رکھ رہے ہیں حالانکہ سب کھانے آپ کے قبضہ میں ہیں بادشاہ کا بھی وہ خیال نہیں جواب آپ کا ہے فرمایا چار وجہ سے ایک یہ کہ مجھ کو بھوکوں کی تکلیف یاد رہے دوم یہ کہ مجھ کو پہلے زمانہ میں اور غیر قیدی کی کیفیت معلوم نہ تھی اور بھوکا ہی نہ بھولے اور اب اس زمانہ کو دیکھ کر اپنے خالق تعالیٰ کا شاکر بندہ بنا رہوں سوم یہ بتانے کے لیے کہ یہ سب سامان اس وقت ہے جب تک گھر میں رب جلیل کے قبضے میں ہوں چہارم یہ کہ رب تعالیٰ کی طرف سے جس بندے کو حسی و ظاہری نعمت عطا ہوتی ہے اس بندے پر اس کا ہی زیادہ فرض ہوتا ہے عبادت و شکر بھی واجب ہوتا ہے روزہ اور فاقہ کشی شکر کے علاوہ غذا روحانی بھی ہے تیسیر کہ یہ بھی ممکن ہے کہ میں نے تم کو تمہارا غلہ پوری ماپ تول سے دیا۔ یعنی ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے فرد خانہ حاضر و غائب کے حساب سے اور علاوہ یہ وصف تمہارے ہی کسے پر منحصر کرتے ہوئے تمہارے ایک بھائی اور دل کا بھی حصہ دیا اور اضافہ دیا کہ غلہ مال بچوں کے لیے بھی پورا ہو جائے۔ مزید برآں (وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ) میں سے کسی شاعر نے تمہاری مہمانی کی یہ تمہاری خصوصیت سے جس کو تم نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ ہزاروں مہمانوں میں سے صرف تم سے ہی خاص کلام کیا اور پہلے گھر میں جگہ دی جب کہ لوگوں نے تم کو حاسوس بھی سمجھا یہ کلام تمہاری عزت اور اپنے تذکرے کے لیے فرمایا اس کا نکتہ یہ ہے کہ تم آئندہ اپنے بھائی کو ساتھ لا کر اپنا عقیدہ بھائی کرا لیں

اب بھی۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ پس اگر تم اس کو جو تمہارے قول کے مطابق بھائی ہے نہ لائے تو یہاں میرے پاس تو تمہارے لیے کبھی میرے پاس نہ ناپ تول اور نہ غلہ مل سکے گا۔ اور نہ تم اس طرح باعزت و شان میرے قریب آسکو گے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف نے یہ جو فرمایا تاکہ پتہ لگے کہ تمہارا ایک اور بھائی ہونا تمہارے ہی قول کے بنا پر ہے معلوم صحیح ہے یا جھوٹ اس لیے اس کو لانا ضروری ہے دو وجہ سے ایک یہ غلہ صرف قحط زدہ لوگوں کو دیا جاتا ہے تم لوگوں کے علاقہ میں قحط ہے یا نہیں اس کا علم تو تم کو ہے مگر ثبوت دینا پڑے گا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ تم نے اپنے بھائی کا ذکر کیا ہے اس کو لاؤ اگر یہ بات سچی ثابت ہوئی تو باقی باتیں بھی سچی ثابت ہو جائیں گی اگر یہ ہی جھوٹ ہوئی تو باقی باتیں قحط زدہ ہونے کی وغیرہ وغیرہ بھی غلط ہوں گی۔ اس لیے پھر تم کو کچھ نہ ملے گا اور جھوٹے ہونے کی سزا پر ہم سے قرب خاص اور شاہی مہمان بننے کے لائق نہ ہو گے دوسری وجہ یہ کہ اس دفعہ تم لوگوں کے کہنے کی بنا پر ان لوگوں کا غلہ بھی تم کو دیا گیا جو یہاں آئے نہیں اور یہ صرف تمہاری خصوصیت سے اور دار اور کسی شخص کسی قافلے والے کے ساتھ نہ ایسا سلوک کیا گیا نہ غیر موجود کا حصہ دیا گیا۔ اس لیے عام اس رعایت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔ بلکہ آئندہ اپنے بھائی کو لے کر آنا کہ آئندہ کا حصہ اور غلہ کا ثبوت دینا ہو۔ اور کسی بھی معترض کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے اگرچہ کسی کو اعتراض کی مجال تو نہیں مگر انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ہر عمل بے داغ ہونا چاہیئے۔ کچھ علماء کرام نے لَا تَقْرَبُوْنِ کو نہی کا صیغہ فرمایا ہے کہ میرے قریب مت آنا۔ تب رحم کی ممانعت مبنی ہے سبب کہ یہ بھی تفسیر میں خبردار کرنا مقصود تھا۔ لیکن مشہور پہلا قول ہے۔

وَاِذْ قَالَ فِتْیٰنِهٖ لِغِلْمَانِهِمُ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ جب سب ایک اور ہوئے اسی وقت یا کچھ دیر علیحدہ مشورہ کرنے کے بعد سب کی طرف سے ایک شخص بولا۔ کہ اچھا ہم کوشش کر دیکھیں گے یا اس طرح کہ صاف صاف یہ سب گفتگو بتادی جس سے وہ مجبور ہو جائیں بھیجنے پر یا اس طرح کہ ہم ان سے اپنی بھی خواہش ظاہر کریں کہ ہاں وقتی بھیجنا چاہیے یا کوئی اور تدبیر سوچیں گے جس سے ان بھائی کے بارے میں اس کے باپ کو ہم بھلا پھسلا سکیں اور بیشک ہم اے عزیز مصر ہم سب مل کر اس کام کو کر ڈالیں گے۔ ہمیں یقین ہے۔ نعماء میں سے اس بات کو سن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اپنی بات کرنے کے لیے تم ضمانت کے طور پر ایک بھائی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔ تو انہوں نے قرعہ ڈالا کئی بار تمام شمعوں کا ہی نکلتا رہا یہ شمعون وہ سب نمبر پر بڑا بھائی تھا مگر یہ سب سے زیادہ تھا۔ شمعون نے شروع سے ہی یوسف علیہ السلام کا خیر خواہ تھا اسی لیے مشورہ دیا تھا کہ قتل مت کرو کنوئیں میں ڈالدو۔ اب قرعہ بھی اسی کا نام نکلا اس کو روک لیا گیا اور اس کا غلہ بھیج دیا گیا۔

وشہ، الخمر بالضم

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ، سب مخلوق میں سب سے زیادہ انسان نرم اخلاق حسن سیرت والے انبیاء کرام ہوئے ہیں۔ پھر اولیاء پھر مسلمان پھر کافر۔ فاسق فاجر اور کافر مطلب پرست تو ہو سکتا ہے مگر اخلاق نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ [illegible] کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ، حسن خلق صرف میٹھی باتوں کا ہی نام نہیں بلکہ سب سے بڑا حسن اخلاق دیانت داری، عدل، انصاف اور حقدار کو اس کا حق ادا کرنا ہے دیکھو حضرت یوسف نے غلہ دے کر اور ڈنڈی [illegible] کر اپنے حسن خلق کا ثبوت دیا۔ تیسرا فائدہ، اسی سے اور حسن خلق کا ثبوت ملا کہ فرمایا، جو حاصل شدہ کی بھی تعریف سے ان اخلاق سے عاشق واقف ہیں۔ چوتھا فائدہ، کسی جرم کی بنا پر اداء حق کو روکنا اخلاق سنہ کے خلاف ہے جس طرح قانونی تسلط کی خاطر کسی پر کسی طرح کی سختی کرنا اخلاق میں یہ فائدہ [illegible] اور لَا تَقْنَطُوْا فرمانے سے حاصل ہوا کہ انبیاء کرام اعلیٰ اخلاق کے مالک ہونے کے باوجود بھی پابند نہیں لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ لفظ اُن بھائیوں کا حق تھا۔

احکام القرآن اس آیت کریمہ سے چند مسئلے مستنبط ہوئے ہیں۔

پہلا مسئلہ، دینی مقاصد کی خاطر اپنی تعریف کرنی جائز ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے درباریوں اور اپنے بھائیوں کے سامنے فی [illegible] وغیرہ الفاظ فرما کر اپنی تعریف کی۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو معصوم نبی ایسا نہ کہتے۔ ہاں دنیوی ذاتیہ سے بچنا مدح مذموم منع ہے کیونکہ وہ تکبر ہے۔ دوسرا مسئلہ، حقوق العباد کو ادا کرنے وقت تک پہنچانے سے روک رکھنا قانونی مصلحت کے لیے جائز ہے لہٰذا انصاف پسند بادشاہ اور حاکم اسی طرح ڈاکٹر حکیم بعض موقعوں پر بعض مجرموں، بیماروں سے ان کی جائز دوست خوراک وغیرہ روک سکتا ہے۔ اسی طرح والد اپنے نافرمان بیٹے کو جائداد پر لانے کے لیے عارضی طور پر عاق کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ [illegible] سے مستنبط ہوا ہاں بغیر جرم، عاید کی جائداد چھیننا اور حکومت کی تحویل میں لے آنا سراسر ظلم ہے جس کی سزا اور عذاب سے ہر حکومت کو ضرور ہوگا اسی طرح بغیر مرض پرہیز کرانا بھی منع ہے۔ اور جو وجہ کسی بیٹے کو عارضی یا دائمی عاق کرنا بھی منع ہے۔ مثلاً سوتیلی ماں کے بھڑکانے سے یا ایک بیٹے کی محبت میں دوسرے کو عاق کرنا جائداد سے محروم کرنا حرام ہے۔ تیسرا مسئلہ، کسی کام کے لیے کسی بھی نیک انسان کے ساتھ کوئی بھی ایسی چارہ جوئی جس سے اس کو نقصان بھی نہ ہو اور وہ جائز کام بھی پورا ہو جائے۔ یہ جائز ہے۔ یہ مسئلہ سنہ اوڈ کے ملک نصیبی ترکہ سے مستنبط ہوا۔ دیکھو برادران یوسف۔ اپنے بھائی اللہ کے ہی کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ ہم غلہ لینے کو لائے

کے لیے اس کے والد حضرت یعقوب کے آگے کوئی چال چلیں گے۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو یوسف علیہ السلام منع فرما دیتے۔

اعتراضات ان آیات پر چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں اس آیت کریمہ میں ہے قَالَ الْنُوْنِیْ بِاَخٍ لَّکُمْ حالانکہ نحوی قانون کے مطابق باخیکم ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ظرف صافت معرفہ ہونا ہے اور معرفہ ہونے میں نسبت زیادہ ظاہر ہوتی ہے یہی مقصود اضافت ہوتا ہے۔

جواب۔ تفسیر ابن عباس نے اس کا جواب کچھ اس طرح ارشاد فرمایا ہے اور ہم نے بھی تفسیر عالمانہ میں اسی طرف کچھ اشارہ کیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ قانون نحوی میں اضافت تین قسم کی ہے۔ اضافت بیانیہ جیسے طاعۃ اللہ کہ اصل تھا طاعت من اللہ۔ جیسے خاتم فضۃ کہ اصل تھا خاتم من فضۃ۔ خاتم لامیہ جیسے غُلَامُ لِزَیْدٍ کہ اصل تھا غلام لزید۔ یہاں صرف اظہار نسبت مقصود ہوا یہاں اصلیت سے بتا کر صرف اضافت کے اظہار کے لئے صحیح مرکب اضافی معرفہ بنا کر بولا جاتا ہے۔ لیکن جہاں کچھ اور بھی مقصود ہو وہاں اصلیت کے ساتھ بولا جاتا ہے مثلاً غُلَامُ زَیْدٍ۔ اس کا تجربہ ہے تیرا وہ غلام جس کو تو جانتا ہے یعنی بقول تیرے میرا غلام متکلم کو نہیں معلوم کہ تیرا غلام ہے یا نہیں اور تو سچا ہے یا اس کہنے میں جھوٹا۔ بدیں وجہ یہاں بِاَخٍ لَّکُمْ کہنا ہی مناسب ہے۔ اس لیے کہ یوسف علیہ السلام نے گرچہ بھائیوں کو پہچان لیا تھا مگر اپنی اس پہچان کو بہت ہی مخفی رکھنا چاہتے تھے لہٰذا اخ کو نکرہ کر کے حرف اضافت لام کو ظاہر فرمایا۔ جس سے آپ کی عدم معرفت ظاہر ہوتی ہے یہ ہی آپ کا مقصود تھا باخیکم سے یہ بات حاصل نہ ہوتی۔ لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ اعلیحضرت نے اس اعتراض کا جواب اپنے ترجمہ میں لفظ سوتیلا بڑھا کر دیدیا۔ اس طرح کہ اضافت معرفہ میں نسبت مکمل ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ بھائی مکمل بھائی نہ تھا مکمل بھائی وہ ہوتا ہے جو سگا یعنی ماں باپ شریکا ہو۔ جیسے یہ دس بھائی آپس میں تھے یا یوسف و بنیامین تھے۔ علاتی اباپ میں شریک، یا اخیافی اماں شریکے، ان میں اخوت مکمل نہیں ہوتی اس لیے حضرت یوسف نے اضافت ناقص استعمال فرمائی کیونکہ وہ پہلے سب کچھ بتا چکے تھے کہ ہم دس سگے بھائی ہیں دو اسی علاتی ہیں۔ دوسرا اعتراض۔ جو آیات میں ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت یوسف بار بار اپنی شان بیان فرماتے ہیں کبھی فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَکُمْ اَمِیْنٌ میں خائن نہیں بہت دیانت دار ہوں۔ کبھی فرماتے ہیں اَنَا حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ میں سب سے زیادہ حفاظت کرنیوالا اور سب سے بڑا عالم ہوں۔ کبھی یہاں فرمایا۔ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ میں بہترین مہمان نواز ہوں دیکھا میں نے تمہاری کتنی میزبانی کی تم کو کتنے آرام پہنچائے۔ حالانکہ

پی شان بیان کرنا خود ستائی اور ریا سے حاصل کر میز بانی کا احسان جتانا تو بہت برا ہے اور تکبر و غرور بھی ہے جو شان، نعت کے خلاف ہے (بعض بے دین)

جواب۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ خود ستائی چار قسم کی ہے مذموم ذاتی مفاد کے لیے مذموم اصلاح کے لیے مذموم دوسرے کے لیے فقط اظہار شان کے لیے پہلی تین قسمیں جائز بلکہ بعض موقع پر ضروری۔ مثلاً بیگن ویدی کہتا ہے کہ میں بیگانہ ہوں یک ہوں، کل جا سے کہ اس میں اس کا جائز مفاد ہے ڈاکٹر یا حکیم طبیب بیماروں سے کہتا ہے کہ میں بہت حاذق حاذق اور فن شناس ہوں۔ کل جائز بلکہ ضروری ہے تاکہ لوگ بے حکیم خطرناک سے بچیں۔ ایک عالم دین۔ خطیب قوم۔ مسلمانوں سے کہتا ہے کہ میں مستند عالم۔ مدبر افتہ مفتی ہوں بالکل جائز بلکہ ضروری تاکہ لوگ بے علم خطرناک ایمان سے بچیں اس میں قوم کا مفاد ہے اصلاح بھی۔ ایک استاد اپنے شاگردوں سے کہتا ہے کہ تم جب پڑھتے تھے تو اتنی محنت کرتے تھے اور ایسے ہونہار ذہین ہو گئے تھے ہمارا شمار لائق شاگردوں میں ہوتا تھا اے شاگردو میں تم کو محنت سے پڑھاتا ہوں تمہاری کہ میں مجھ کو بہت بھی رات میں میں راتوں کو مطالعہ کرتا ہوں۔ اور بہت سمجھ کر تم کو سبق دیتا ہوں تو یہ بالکل جائز ہے کیونکہ مقصود ہے کہ تم بھی محنت کرو۔ مگر ڈاکٹر کہے کہ مجھ کو تو کچھ بھی نہیں آتا لوگوں کی ذرہ نوازی ہے جو مجھ کو ڈاکٹر کہتے ہیں تو علاج خاک کرے گا اور کوئی مریض کیوں پاس آئے گا۔ اسی طرح حاکم کہے کہ میں بالکل ان پڑھ بے شعور نالائق ہوں تو حکومت خاک کرے گا۔ ہاں چوتھی قسم کی خود ستائی مدح سرائی حرام و ناجائز ہے جب کہ بلا وجہ یہ سمجھ کر اپنی تعریف کرے کہ مجھ جیسا کوئی نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اپنی تعریف کی اپنی برائت کے لیے دوسری تعریف اصلاح ملک کے لیے اور جیسے یہ تعریف بھائیوں کو رعب دبدبے کے لیے تھی یا مالوس کرنے کے لیے کہ آئندہ بھی ایسا ہوگا۔ اس لیے بالکل جائز ملکہ انتہائی ضروری۔ یہ غرور تھا نہ تکبر نہ احسان جتانا۔

تفسیر صوفیانہ | وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ

(جب قلب انسانی نے شعور عطا کر دیا اس اعضاء رئیسہ کو اس کے لیے سامان علم کا تو فرمایا کہ اپنے اپنے حصہ حاصل کے اعمال صالحہ کو اپنے خلوص و محبت سے میرے حضور پیش کرو۔ سب جانتے ہو کہ میں ہی مقامات قدس کے لیے منازل ہو یوں کو بھلائی کا راہ دکھانے والا ہوں اگر اعضاء اعمال صالحہ پر راغب نہ ہوں تو غذا علم شعور نہیں مل سکتا اور نہ ہی قرب حاصل کا مقام حاصل ہوگا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں قالب حسی پر گیارہ اعضاء ہیں جن کی حقیقت کو سوائے سر قلب کے کوئی نہیں جانتا۔ [illegible]

عقل نفس قوت سمع بصر کبر باطن ظاہر مشاہدہ علامت عجز۔ اور گیارہ ہی علم ہیں۔
ناسوت ملکوت جبروت لاہوت ہاہوت کیمیا ریمیا سیمیا علم نجوم علم اعلیہ عقلیات نقلیات علم لدنی کل جز۔ قلب انسانی ایسے ان گیارہ بھائیوں کو ان کے طبع موافق سے ایک علم عطا رہتا ہے مگر علم معرفت جو سب سے اعلیٰ و کبریٰ ہے وہ صرف دل ہی کے پاس سے۔ اس علم میں ہی سارے علوم ہیں۔ اور اعلیہ کے وصل سے قلب روشن ہوتا ہے اور جتنا روشن زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی اس کی معرفت بڑھتی جاتی ہے۔ مگر پہلے قلب کو گیارہ منزلوں سے گزر کر معدن تجلیات کے تخت عرش پر آنا پڑتا ہے۔
منزل اصل منزل قلعات کا کوہ منصب قلم کی مسافت مثالی کی نظامیت منزل حجاب بتلا قید یگانہ ہی منزل صبغت منزل تحمل منزل قحط واردات۔ ہر قلب انسانی پر واردات ہوتی ہیں مگر کوئی کوئی زندہ رہتا ہے جس کو خاص مدد لی کا مطلب اور خزانہ قدمت کا انعام ملتا ہے۔ ہی دل طاہر دل کا محتاج کل عالم بن جاتا ہے جو واردات پر ثابت قدم رہتا ہے ہر کس و ناکس اس کا بندہ بے دام ہوتا ہے اور یہ خدا کا ارشاد ہے چار کتابوں میں کہ کوئی تو اسکو اور وہ نہ ہوں گے ہوئے اسے علاوہ قلب سے اعمال صالحہ کی کوشش میں نہ شبہ کو خالص کر دیں گے۔ اور منشاء قلبی کو ضرور پورا کریں گے بشرطیکہ مال دولت ہم کو نصیب ہو یہ وقت ہے جب عقل و عقلیات قلب یزدانی کے زیر حکم ہو کر تجلی ہو جاتے ہیں وہ نفاق و دنیا سے دولت اخلوت کے اونٹ لا لیجاتے ہیں۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ

اور یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا ان کی پونجی ان کو خورجیوں میں رکھ دو

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ

شاید وہ پہچان لیں اس نعمت کو جب لوٹیں وہ اپنے گھر کی طرف شاید وہ پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ

تو جب وہ واپس گئے اپنے اپنے باپ کی طرف

پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ

بولے اے باپ ہمارے ۔ آئندہ روک دیا گیا ہے ہم پر ناپ تول ۔ لہٰذا بھیج دیجئے ہمارے ساتھ

بولے اے ہمارے باپ ہم سے آئندہ ناپ روک دیا گیا ہے تو ہمارے

اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ

کو بھائی ہمارے تولا جائے گا ہم اور بیشک ہم کی اس کی البتہ حفاظت کرنیوالے ہیں فرمایا

بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ ناپ لائیں اور ہم ضرور

هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى

کیا بات مان لوں میں تمہاری پر اس کے جیسے مان لی تھی میں نے تمہاری پر

اور اس کی حفاظت کریں گے ۔ کہا کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کر لوں

اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ

بھائی اس کے سے پہلے ۔ پس اللہ اچھا حفاظت کرنے والا ہے اور وہ

جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾

زیادہ رحم کرنے والا ہے تمام رحم والوں سے

ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان

تعلق ان آیات کا پہلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پہلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی شان عبدیت کا ایک پہلو نمایاں کیا گیا تھا کہ اپنے محسن سے رکھا عزت سے بٹھایا ہوا اپنے کھانے سے اب حال کہ پورا ملہ دیا اب ان آیت میں اس عبدیت کا دوسرا پہلو ظاہر فرما رہا ہے کہ آپ پر کی ہوئی ربوبیت میں اس کے سوا کچھ بھی ان کی کوشش میں دخل نہیں کہ وہ اپنے تمام فرعت کی تکلیف نہ رہے۔

دوسرا تعلق۔ پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات سے ملک و رعایت کرنے اور ملکی معاملات میں اہم ذمہ داریاں معین و امور کیے گئے تھے جس سے آپ کا صاحب سلطنت کا وزیر ہونا ثابت ہوتا تھا اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت ہوتی تھی کہ آپ کو ملک میں پورا اختیار سلطنت کا حاصل تھا۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کو یہ اختیار تام بھی تھا کہ آپ کو جہاں چاہتے منزل دیتے جس جگہ چاہتے رہنے کو دیتے۔ تیسرا تعلق۔ پہلی آیت میں ملاحظات وحی کے تبدیل و تحویل کا ذکر تھا اب یہاں اس کا ذکر ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے گزارا حضرت یعقوب کے لیے ان کے غم کا ذکر ہے

تفسیر نحوی وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَّفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ نِسْوَةٌ اسم جمع ہے اس کا واحد امرأۃ ہے اس کی جمع نسوان آتی ہے مؤنث کی جمع ہے معنی عورتوں کے ہیں۔ امرأۃ العزیز کا مطلب ہے عزیز کی بیوی۔ فَتَاهَا۔ فتیٰ کی جمع فتیان فتیات فتوۃ آتی ہے فتیٰ کے معنی جوان کے ہیں۔ فتیان جوانوں کے لیے فتیات جوان عورتوں کے لیے فتوۃ جوان مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ شَغَفَهَا۔ شغف کے معنی ہیں دل کے پردے تک پہنچ جانا۔ یہ بھی محبت کی جمع ہے معنی محبت کرنا۔ عام لغوی نے لکھا ہے کہ شغف جمع قلت ہے اور حب جمع کثرت ہے۔ مگر عام استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اجتماع کا مطلب مقولہ سے قول کا مقول ہمیشہ جدا گانہ جملہ ہوتا ہے ان کے ان کہنے والوں کے کہنے سے ان کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ فعل اسم سے مشتق ہے بنا ہے معنی قال کے یہ ہیں کہ وہ عورتیں کہنے والی ہیں معنی یہ ہیں کہ عزیز کی بیوی کی ہوئی دولت سرا پردے میں رہنے والی عورتوں کے درمیان یہ بات کہنے والی ہے۔ جملہ فعل کا مفرد صیغہ مؤنث غائب ماضی معلوم کا ہے

کے لیے ہیں۔ فَتَشْرَبَ ... عَنْهُ ... ہاں یوجہ یقین ... کی طرف مکانی کے لیے ... سے مراد ... اور ... یاد دلانا ... سے ... فعل ... صیغہ جمع مذکر غائب ... مستقبل جمع آکر ... فعل مستقبل ... ہے ... حَافِظُونَ ... اعراب ... لام ... حافظون ... اسم فاعل ... حفظ ... حفظ ... حفظ

ف۲ ۔ جماعت میں یاد کرنا ۔ مادر کتن ۔ یہ صرف مذکر کی صفت ہے

ف۳ ۔ نگرانی کرنا یعنی صرف فارسی کا کچھ محاورہ یہاں یہ بھی معنی ہوتا ہے ۔ قال ھل امنکم علیہ الا کما امنتکم علی اخیہ من قبل واللہ خیر حفظا وھو ارحم الراحمین ۔ قال کا فاعل حضرت یعقوب علیہ السلام یہ جوابی جملہ ہے ۔ ہل حرف استفہام بمعنی کیا مایہ یعنی نہیں یہاں لانا چاہئے امن من مضارع بصیغہ واحد متکلم باب سمع سے ہے بمعنی امن الیمان ۔ مادہ اشتقاق امن ہے جب یہ باب افعال میں ہوگا تو معنی ہوگا ایمان لانا ۔ کم ضمیر جمع حاضر مخاطب ہے مگر اردو کے محاورے میں یہاں پر مستعمل ہے ۔ یعنی ہم بر مطمئن ہو جاؤں عربی میں کل گیارہ مصدر ہیں جن کو اردو میں لفظ پر سے استعمال کیا جاتا ہے ۔ مثلاً رحم ، امن کرنا ۔ غفران ، (اس پر مشتمل) فضل ، وغیرہ ۔ علی حرف جر بمعنی پر ہے ۔ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل یعنی اس کے بارے میں الا استثنا حرف استثنا ہے ۔ غیر مستثنیٰ ہے ۔ اس کے تین طرح استعمال ہیں ف۱ بمعنی صفت جیسے لفظ غیر ف۲ بمعنی واؤ عاطفہ ف۳ جزا میں کر ۔ کما مستثنیٰ ہے اس کے ماقبل مصدر مفعول مطلق پوشیدہ ہے ایتماناً ۔ یہ جملہ یا اس کا حال ہے یا صفت ہے اس لیے بحالت فتح ہے ۔ امنت فعل ماضی بصیغہ واحد متکلم باب سمع کم مفعول بہ علی بمعنی فی یعنی بارے اپنی اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے بحالت جر من حرف جار قبل اسماء ظرف مکانی و زمانی دونوں کے لیے مستعمل ہے یہاں ظرف زمانی ہے کیونکہ یہی اصل ہے ۔ مکان کے لیے تبعاً ہے ۔ قبل اللہ ۔ ف ۔ سببیہ بمعنی لہذا ۔ یعنی اس لیے ف۱ ۔ اسم ذاتی ہے ۔ نام ہے خالق کائنات کا خیال رہے کہ عربی زبان میں سوائے لفظ اللہ یا لفظ الٰہ کے کوئی بھی لفظ اسم علم نہیں اگرچہ جامد کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں ۔ جیسے ابن ۔ ولد وغیرہ ۔ سب اسم یا مصدر ہیں یا مادہ ہیں یا مشتق ہیں ۔ بخلاف فارسی اردو اور دیگر زبانوں کے کہ ان میں ہزاروں الفاظ جامد ہیں ۔ یہ عربی کا کمال لغوی ہے ۔ اور اس کا نام پاک بھی ہم بدیا ، و لد تولد ہے ۔ یہ نام پاک کی شان ہے ۔ خیر کے بہت معنی ہیں یہاں معاونت علی ہے حافظاً ۔ اسم فاعل ہے یک قرأت میں حفظاً مصدر مبالغہ کا صیغہ مبالغہ کے صیغے عربی میں کل پندرہ شکل کے ہیں ۔ دونوں صورتوں میں بوجہ تمیز لفظ اللہ ۔ بحالت نصب ہے و عاطفہ یا سر جملہ ھو ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے ارحم ، رحم کا تفضیل ہے مضاف ہے الراحمین کا یہ جمع ہے راحم اسم فاعل کی معنی محبت فرمانے والا ۔

تفسیر عالمانہ وقال لفتیٰنہ اجعلوا بضاعتھم فی رحالھم لعلھم یعرفونھا اذا انقلبوا الی اھلھم لعلھم یرجعون اور حضرت یوسف نے اپنے کارندوں سے فرمایا کہ ان لوگوں کی قیمت میں دی ہوئی پونجی ڈال دو ان ہی کے سامان میں یا گندم کی بوریوں میں جس کو وہ سی رہے تھے

پائی کے کپڑوں۔ بستروں میں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کجاوے اور بستہ بھائیوں کے قبضے میں تھے اور یہاں ابھی کاندھوں کے یا سر نہیں اور قیمت حضرت یوسف کے پاس اگر بستروں یا کاندھوں میں قیمت واپس رکھی جاتی تو اسی وقت پتہ لگ جاتا یا راستے میں جب کبھی بستہ کھولتے جب کہ گندم کی بوریاں گھر ہی جا کر کھلتی تھیں۔ اور منشاء یوسفی بھی یہی تھا۔ بوریوں کو رحال فرمانا آئندہ کے لحاظ سے کہ وہ رحال میں رکھی جانے والی ہیں یا حال بھی اونٹ پر لانیوالا سامان بننے والی ہیں۔ پونجی قیمت میں یہ تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ درہم تھے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہی چیز قیمت بن سکتی ہے پھر شاہی دربار میں تو یہی قبول کیا جا سکتا ہے اور ہر جگہ بھیجا کر واپس کئے بھی جا سکتے ہیں بعض مفسرین نے کہا کہ جوتے اور کھالیں تھیں مگر یہ غلط ہے اولا اس لیے کہ لاضرورت کوئی قبول نہیں کرتا۔ دوم اس لیے کہ اس کو بھیجا نہیں جا سکتا سوم اس لیے کہ پرانے جوتے اور کھالیں کو لائی نہیں جا سکتیں یہ بے قوفی ہے اور نئے ہوتے اور کھالیں کہاں سے گئیں حالانکہ ان دونوں کی دکانیں تھیں دکانوں پر رکھنے کا اور سرمایہ تھا۔ چہارم اس لیے کہ جوتے بغیر باپ اور علیہ السلام قبول نہیں کیے جاتے بعض بے سمجھ مفسرین نے فرمایا کہ وہ قیمت آٹھ بوسے سونے کے تھے یہ قول تو بالکل ہی غلط ہے۔ بعض لوگوں کو مفسر بننے کا شوق ہوتا ہے اور بے عقلی سے یا جاننے بوجھنے ایسی بات کر دیتے ہیں جو محض اختلاف اور غلط بیانی کے کچھ نہیں ہوتا کتنی حماقت کی بات ہے کہ ملک میں قحط پڑا ہے کھانے کو ملتا کچھ نہیں اور برادران یوسف سفر کے آگے کہ یہ مٹی پسا ہوا ہو کھانے کو اور گندم دیدو۔ اور پھر حضرت یوسف نے ان آٹھ بوروں کو ان کے سامان میں بھیجا اور گھر پہنچنے تک کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ ان ہی بے عقل مفسرین کی تفسیروں نے کتاب اسلام کو کھیل بنا دیا اور کسی چیز میں اتفاق، اتحاد نہ رہنے دیا۔ حضرت یوسف نے یہ درہم و دینار اس لیے واپس رکھوائے تاکہ وہ ایسے سکے کو بھیجیں کہ یہ ہمارے ہی ویسے ہونے درہم میں کسی قسم کی ملک کے نہیں ہیں اور غلطی سے نہیں آئے حال کر واپس کیے گئے ہیں اس لیے انکا استعمال اپنے لیے جائز سمجھیں۔ اور ساتھ ہی عزیز مصر کی تکمیل احسان اور تمام زادسفر کو بھیجیں اور گرانقدر سرمایہ ان کے پاس ہو عزت حال آئندہ آنے کی ہمت ہو تو وہ پھر ہی قیمت لے کر واپس آئیں۔ اگر ان کے والد محترم یعقوب علیہ السلام کو ساتھ بھیجنے پر کسی بات سے بھی آمادہ ہوں تو یہ قیمت کی واپسی عزیز مصر کی محبت کی دلیل حضرت یعقوب کے سامنے پیش کی جا سکے اور برادران یوسف اسی دلیل کے ایسے بنیامین کو ساتھ لے کر لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ شاید وہ سب لوٹیں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس سے خیال کریں کہ یہ واپس شدہ قیمت کیوں واپس آئی ایا غلطی سے ہے یا جان کر۔ اور استفسار کریں کہ یہ ہمارے لیے حلال بھی ہے یا نہیں۔ جیسا کہ متقیوں سے امید ہوتی ہے۔ یہ پونجی یا سب کی سب ایک ہی بوری میں رکھی گئی تھی

یا ہر ایک بوری میں اُس کی قیمت رکھی گئی لیکن آسی پھیا کر کہ کسی بھائی کو پتہ نہ لگا۔ یہاں تک کہ [illegible]
[illegible] وہ لوگ مصر سے واپس اپنے
شہر اور اپنے گھر لوٹے تو جانے ہی گھر میں گھسے ہی سب کہنے لگے اے ہمارے ناجان [illegible] ان کے
پیسے ملے لیے سے [illegible] کر دیے گئے ہیں روپوں میں ہے کہ ابھی سامان بھی ہیں کہ لاتھا آہ یہ ہمارا سرمایہ یا
اس لیے کہ ہماری بوتلی کی گھری ہوئی بند گٹھڑیاں ہوتی تھیں۔ دونوں مُنہ بھری گٹھڑی دیکھ کر
[illegible] کے لیے [illegible] پہنچے [illegible] پڑی تھی تو [illegible] سے
مقلب ہو کر صف کو بھول کر اس ہی پر ورکی کہ [illegible] اس لیے کہ ہمیں [illegible] ہمارا
[illegible] پر سمات دینے کے طور پر مصر میں کہہ دیا گیا تھا اس کے گھر میں۔ والد محترم سے پوچھا تو ہمیں کہاں ہے
تو سارا واقعہ سنایا کہ ہم نے سب حاضری کی تو اول مصر اور [illegible] کی تعظیم سے ہم پر [illegible] کی ہیبت
اگر کر عزیز مصر کی عداوت میں مثل کر دیا ہوں نے جب یہاں ان کی تو ہم سے منگایا کہ ہمارے ایک بھائی
اور بھی ہے جو گھر میں ہی بوڑھے والد محترم کی خدمت کے لیے چھوڑ آئے ہیں عزیز مصر نے کہا کہ گرم ہے
ہو تو اس کو لے کر آنا اور [illegible] کو اسی بھائی کا حصہ اور آپ کا حصہ بھی دیا گیا ہے لیکن آئندہ [illegible] جب
تک غلہ میں کوئے کر نہیں جائیں گے اس وقت تک گندم نہ ملے گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہم کو جھوٹا سمجھا جائے اور
دھوکہ دہی کے الزام میں قید ہی کر دیا جائے لہذا اے [illegible] تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی
غلہ میں کو بھیج اپنا ہمراہ ضرور۔ اور پہلی غلطی کو مدنظر مت رکھنا۔ اب ایسی غلطی نہ ہوگی بلکہ بیشک ہم اس کی
خوب حفاظت کرنے والے ہوں گے۔ اگر یہ بھائی چلے تو ہم غلہ ناپ تول سے پا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ
ہی ان لوگوں نے عزیز مصر کی مہربانیوں۔ میزبانیوں۔ حسن سلوک۔ عزت افزائیوں اور محبت بھری باتوں کا سارا
قصہ سنایا والد محترم اس سن کر خوش ہوتے رہے۔ اور فرمایا کہ اچھا اب جب تم جاؤ تو شاہ مصر کو میرا سلام
کہنا اور اس حسن سلوک کا شکریہ ادا کرنا۔

(روح البیان۔ نعیمی۔ مظہری)

ق [illegible] مثلکم علیہ الا کما امنتکم علی اخیہ من قبل [illegible] وھو ارحم الرحمین
حضرت یعقوب نے جواباً فرمایا [illegible] کیونکہ اب پھر تم پر اعتماد کروں اس غلہ میں کے بارے میں ایسا ہی ہوا
کہ میں نے ایک دفعہ پہلے تم پر اعتماد کر لیا تھا اس کے بھائی یوسف کے بارے میں یہ نوبت ہوئی کہ اللہ اس
کی حفاظت فرمانے والا ہے اکیلے، اور اسی قدر سب مال باپ اپنے بچوں سے [illegible] زیادہ
رحم کرتے ہیں۔ تو اب بھی اللہ ان کی حفاظت کرے گا۔ اب بھی اللہ ہی سے عاطفت

فرمانے والا اور سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔ اب میں کبھی کسی بھی انسان پر اعتماد نہ کروں گا بعد عورت فکر سے اگر میں نے ملیامیں کو بھیجا بھی تو اسی رب کی حفاظت میں بھیجوں گا۔ وہ مجھ پر بھی رحم فرمائے گا میری والدہ کی حفاظت فرمائے اور تم پر بھی رحم فرمائے گا۔ مصیبت، تکلیف، پریشانی اور ندامت سے سوائے کوئی اور اللہ علم ما ہو ہے۔ قیمہ معانی بیان۔ کیہ۔ عاصی۔ غافل۔ مظلوم۔

فائدے

اس آیات کریمہ سے بہ فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ظاہری عہدے کے اعتبار سے تو حضرت یوسف صرف وزیر معیشت یا ظلم تھے اور بادشاہ کے ماتحت لیکن حقیقت میں صاحب ولایت بادشاہ ہی تھے اور بادشاہ کو تنی عقیدت ہو گئی تھی کہ کام میں پوچھ کر چلتا تھا یہ فائدہ تاریخ و ولایت کے علاوہ اجعلونی علی خزائن کے قانونی عقید سے حاصل ہوا تو جب رب و برتر ہی ہوتے تو اس کام کے لیے تاجدار کی امارت لیتے، اختیار کے علاوہ نبی کوئی کام نہیں کر سکتا۔ دوسرا فائدہ۔ جس شخص پر اس کام سے ایک دفعہ دھوکہ ہو جائے اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور آئندہ احتیاط برتنا چاہیئے اگر پھر کبھی اس سے معاملہ یا واسطہ پڑ جائے تو بھی تمام احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازم ہے۔ یہ فائدہ ھل امنکم کے فرمان سے حاصل ہوا حدیث پاک میں ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ ایک دفعہ دھوکہ کھا کر ہوشیاری ایمان کی نشانی ہے۔ ایمان سے عقل زیادہ ہو جاتی ہے کہ کی عقل دنیا سے اور ایمان کی عقل آخرت سے بچاتی ہے۔

تیسرا فائدہ۔ اولیاء اللہ کی باتوں کو ظاہر پر محمول کرنا چاہیئے۔ دیکھو حضرت یعقوب نے یوسف کو بھیجتے وقت اگر کسی بدعتی سے ملاقات ہو تو کہہ دینا وہ بدمذہب ہے کلام میں اللہ کریم کو یاد رکھنا تو رسوں کے پھندے ٹل گئے۔ لہٰذا مسلمانوں کو بھی علماء کرام کے متعلق قدم بہ قدم چلتے ہوئے سلام کرنا چاہیئے۔

احکام القرآن

اس آیت سے بہ فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ شریعت اسلامیہ میں مجموعہ حلال و حرام چیزیں چھ قسم کی ہیں۔

[illegible] یہ چیزیں ہمیشہ ہر حال میں حلال ہیں۔ قطعی حرام یہ ہر حال میں مسلمان کرام پر قطعی حلال شکوک لحرمہ یہ بھی حلال ہیں مگر مشکوک۔ ان سے پرہیز واجب مگر گمان غالب حرام۔ مکروہ تحریمی ہیں۔ مگر گمان غالب حلال۔ مکروہ تنزیہی کے نزدیک حلال ہیں۔ دیگر دلائل کے علاوہ اس آیت میں اجعلوا کہہ کر [illegible] حضرت یعقوب کا ان دانہ دہندہ لوگی کے استعمال کرنے کی ممانعت سے اس مسئلہ کو مستنبط کرتا ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ کسی مسلمان کی عیب والی چیز سے مکروہ راست پر لالچ کے بیچ یا بیچنے کے لیے کسی نے ساتھ تاوان لیا عیب گئے۔ محرم کو بیچنا کراہے جائز ہیں۔ یہ ظلم ہے

سے ثابت ہوا **تیسرا مسئلہ**۔ حاکم اسلام یا بادشاہ اسلام فی قانونی مفاد کی خاطر عوام کو اُن کے جائز حقوق سے بھی روک سکتا ہے اسی طرح تحریرت سلامیہ کے وسیلے محرم کے جائز حقوق بھی ضبط کیے جا سکتے ہیں۔ یہ سلامۃ منا لکن سے مستنبط ہوا۔ لیکن غیر ذمی یا غیر قانون کے مساویات روکنا روا ہے اگر کوئی کا مدار کسی وجہ سے مروت صدقا ہلکوں کو ملنا زیادت۔ کرے تو شرعی محرم ہے۔ اور عالم اسلام سے اُس سے زیادہ عوام کو فروت کر سکتا ہے **چوتھا مسئلہ**۔ حاکم وقت صاحب اختیار اپنے ملکی اور قانونی اختیار کے وسیلے پبلک مرضی سے قومی خزانے کو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور عوام میں سے کسی کو دے بھی سکتا ہے۔ ایسی قانون ملکی جائز ہے یہ مسئلہ انعمنا نصب علیہ سے مستنبط ہوا حالانکہ قانون یہ تھا کہ قیمتاً ملنا دیا جائے ہر ایک کو اور وہ قیمت خزانے میں جمع کرائی جائے

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ ملک کی تمام شاہراہیں مالک موتی ہیں جو ملکی راستے میں جاتی ہیں۔ کسی شخص کو یہاں تک کہ بادشاہ وزیر کو بھی اپنی ذاتی منفعت کے لیے استعمال کرنے یا روڈ بدل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی یہی شریعت میں بیت المال کسی سلطان کی ذاتی ملکیت ہے تو حضرت یوسف نے اسے بھائیوں کو رقم اور قیمت کیوں واپس کی یہ قومی نقصان ہے جب کہ حضرت یوسف بادشاہ بھی نہ تھے صرف عزیز مصر یعنی ناظم امور وزیر ہی تھے۔ یہ کام شان نبوت کے خلاف ہے۔

جواب۔ حضرت یوسف صرف عزیز اور ناظم ہی نہ تھے بلکہ اُس وقت مطلق السلطان صاحب اختیار بادشاہ بھی تھے۔ اور یہ سارا سازو تجارت کسی فرد کی ملکیت نہ تھی بلکہ ہنگامی طور پر صرف عوام کی خاطر خرید اور ٹیکس کٹائی کے لیے تھی اسی لیے قیمت مقرر تھی۔ چاول گندم کی ماپ تول ایک جیسی ہر ایک کے لیے بلکہ حاجتمندوں کے اعتبار سے ملوک ہوا تھا کہ کس کو قیمت سے کمی کر کے مفت کسی کو درہم دینار کے بدلے کسی کو پیسے سکے کے بدلے پھر کسی قیمت میں سونا چاندی لی گئی کسی جانور کسی عینیں یہاں تک کہ کپڑے کی مارپچوں تک کو بھی نرخ دفتر حکومت میں قیمت لگائی گئی اور پھر سب کچھ واپس بھی کر دیا گیا۔ نہ معترض کا یہ قانون ملا ہے کہ بادشاہ ملکی خزانے کو اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتا شریعت نے کہیں مطلقاً ممانعت فرمائی ہے موقعوں پر بیت المال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ بادشاہ اپنی مرضی سے انعامات بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ اس لیے حضرت یوسف کا یہ قیمت واپس کرنا بالکل درست تھا۔

دوسرا اعتراض۔ جب یہ سارا کچھ حاجتمندوں کے لیے ہی تھا تو حضرت یوسف نے صرف اپنے بھائی سے ملنے کی خاطر ملا دینے سے کیوں ممانعت فرمائی وہ بھائی بطور خریدار مقدار سے اور مقدار سے حق کو کم کیا ظلم ہے۔

جواب: جب برادران یوسف مصر آئے تو ان پر عزام اور پولیس کی طرف سے جاسوسی کا اتہام لگا تھا جس کی پوچھ گچھ حضرت یوسف نے کی اس دوران جو طرز کیا اس کی صداقت اور اعتماد بحال کرنے اور بھائیوں کو تسلی کرنے کی غرض سے عوام کی تشفی کے لیے یہ تعزیری مخالفت تھی۔ رحمانی رکاوٹ ضروری ہو گئی تھی دل میں اگرچہ بھائی کو ملنے کی خواہش ہو مگر ظاہر انجانی چارہ جوئی تھی اس لیے یہ بندش کی وجہ ظلم نہیں۔ اور پھر محض وجہ کی تو کسی حال میں بھی ظلم نہیں ہوتی اگر کبھی طاقت گندم نہ دی جاتی اور محرم بھیجا جاتا تب کچھ کہا جا سکتا تھا۔ اگر پیدائش میں بھی بین حکمت جواز ہی ہوتی۔ تیسرا اعتراض۔ بیٹوں نے عرض کیا، بسل معنا۔ اور والد محرم نے آخر میں ارشاد فرمایا اللہ خیر حافظا (۲) تو کیا یہ حفظ اور ندائی بھیجنے کی اجازت تھی۔

جواب: تفسیر کبیر نے اس کے جواب میں دو احتمال بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ اس حمد کا تعلق هذا منسکنا (۱) سے ہے اور یہ گویا آئندہ کے لیے اجازت کی پیش رفت ہے اس لیے کہ نصب بستاب حالات زمانہ کے لحاظ سے اجازت کو ناگزیر سمجھ لیا تھا اس لیے کہ نہ تو بنیامین سے وہ سد تھا جو یوسف نہاں کے برسوں سے سالقہ سوچی سکیم کا فریب ظاہر تھا ان کے وعدے علانی کی کوئی گنجائش تھی اور پھر ظلم لازما صدوری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ اس حمد و شکر الٰہی کا تعلق من قبل سے ہو اور آپ بذریعہ تعبیر فی حالات یوسف سے مکمل آگاہ ہوں۔ یہ احتمال زیادہ قوی اور مؤید من الآیات ہے۔ واللہ علم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ

وقال یبنی لا تقصصوا رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان الشیطن للانسان عدو مبین۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بندہ مخلص جب تعالیٰ اخلاص سے اپنے اعمال کی پوری صدقات خیرات زکوٰۃ کا سرمایہ بارگاہ میں دیتا ہے تو ندا آتی ہے کہ ہمارے محبوب سے کی وہی ہوئی کمائی پھر اس گناہ کر کے اسی کے عمال نامے میں واپس کر دو تاکہ وہ بندہ ہمارے اس انعام عظیم سے معرفت الٰہیہ کی آنکھیں حاصل کرے اور استنت [illegible] سے ہی کہ ہمارا [illegible] وجہ مصطفےٰ میں حاضر ہو کر صحت و حیات کی دعائیں حاصل کرے یہاں عمال واپس پھیر دیے جاتے ہیں۔ [illegible] اس کوشش تو بندے کے ساغر سے مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ اور محبت یہاں تک بڑھتی ہے کہ اپنا قول ہے جاتے ہیں [illegible] کی صفات میں۔ میاں گویا اخلاص سے جو قلب کا سگا بھائی ہے اور نفس امارہ کا سوتیلا بھائی کتنے ہی اچھے اعمال، اعمال، بھجے ہوں بغیر اخلاص ان کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ دربار شریعت سے ازل سے ہی اعلان فرما دیا ہے کہ اگر اخلاص ساتھ نہ لائے تو حاضری دربار بیکار۔ خلوص نیت ایک بڑا مارک دانتی ہے

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ

رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ

بہت ہماری جو واپس دی گئی ہم کو ہم لاویں گے اپنے گھر کے لئے اور

نَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ

حفاظت کریں گے ہم بھائی کی اپنے اور زیادہ لاویں گے باپ ایک اونٹ کا وہ

ہے بھاؤ کی سہولت کا ایک اونٹ کے

كَيْلٌ يَسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ

واسطے بہت آسان ہے فرمایا ہرگز میں بھیجوں گا میں اس کو ساتھ تمہارے

جب تک اور زیادہ پاویں پہلے سے اور ہم ہیں نگہبان اس کے ہاتھ سے کچھ ہیں۔ کہا میں ہرگز نہ بھیجوں گا تمہارے

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ

یہاں تک کہ دو تم مجھ کو یقین اللہ سے کہ البتہ لاؤ گے مجھ کو اس

ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یقین نہ دو کہ ضرور اسے کر آؤ گے

اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

مگر یہ کہ گھیر جاؤ تم کو پس جب کہ دے آئے اس کو اس کا یقین

مگر یہ کہ تم گھر جاؤ۔ پھر جب انہوں نے یعقوب کو اس کا یقین دے دیا

قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

فرمایا اللہ ہے اوپر اس کے جو ہم کہتے ہیں وکیل

کہ اس کا ذمہ ہے ان باتوں کا جو ہم کہہ رہے ہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں اپنے والد محترم کی بارگاہ میں بنیامین کو مصر لے جانے کا ذکر بھائیوں نے کیا تھا مگر والد یعقوب علیہ السلام نے پچھلی کوتاہیوں کی یاد دہانی کرا کر مزید ایذاؤں اور غم و تکلیف کا اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔ ان آیات میں تمام بھائی اپنے دلائل بیان کر رہے ہیں جن میں بنیامین کے لے جانے کے وعدے بیان کئے گئے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں حضرت یعقوب کا بنیامین کے معاملے کو کل علی اللہ کا ذکر ہوا۔ ان آیات میں بیٹوں سے مضبوط وعدہ اور حفاظت و امانت کی قسم لینے کا ذکر ہے جس سے توکل علی اللہ کا اصل طریقہ معلوم ہوا اور ثابت ہوا کہ یہی توکل طریقۂ انبیاء کرام اور شریعت کے مطابق ہے تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت تامہ کا ذکر ہوا جس سے اصل شریعت کا توکل ثابت ہو رہا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی اکمل تامہ اور سپرداری کا تذکرہ ہے جس سے اصل صورت کا توکل بیان ہوا۔

تفسیر نحوی ولمّا فتحوا امتعتهم وجدوا بضاعتهم ردّت اليهم قالوا يا ابانا ما نبغي هذه بضاعتنا ردّت الينا ۔ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی پونجی پائی جو انہیں واپس کر دی گئی تھی۔ عرض کریں گے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہئے یہ ہماری پونجی ہمیں واپس کر دی گئی۔ ولمّا ظرفیہ زمانیہ بیان نفسیری بھی ہو سکتا ہے۔ فتحوا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب نحو کا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر اسم یا فعل اعراب سے پُر ہو گا خواہ وہ ظاہری اعراب سے متحد ہو یا مقدر اعراب سے متحرک ہو یا حرکت سے بند ہو۔ پس مفرد اور واحد ہر زیر سے پُر ہوتا ہے جمع مذکر مؤنث مضارع میں نون سے پُر ہو جائے مگر چار صیغے جمع کے الف سے بھرے جاتے ہیں۔ صلہ جمع مذکر غائب ماضی۔ صلہ امر حاضر جمع مذکر حاضر صلہ نہی مذکر غائب ان کے آخر میں الف اسی لیے لگایا جاتا ہے تاکہ یہ بھی مثل اعراب پُر ہو جائیں۔ اور اگر ان کے بعد کوئی حرف ساکن ملے تو پھر یہ الف بھی ساقط ہو جاتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ [illegible] فتحوا ماضی معلوم جمع غائب مؤنث سالم سے ماخوذ ہے مصدر فتح ہے۔ [illegible] امتعتهم جمع مکسر ہے مفرد متاع ہے۔ وجدوا فعل ماضی صیغہ جمع غائب وجدان سے ماخوذ ہے مصدر وجدان ہے۔ [illegible] ردّت فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب ردّ سے ماخوذ ہے مصدر ردّ ہے۔ الیهم جار مجرور متعلق ہے ردّت کا۔ قالوا فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب قول سے ماخوذ ہے مصدر قول ہے۔ یا ابانا منادیٰ مضاف حرف ندا محذوف ہے۔ ما نبغي ما نافیہ نبغي فعل مضارع صیغہ جمع متکلم بغی سے ماخوذ ہے مصدر بغی ہے۔ هذه مبتدا اسم اشارہ مؤنث قریب بضاعتنا مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ہے مبتدا کی جملہ اسمیہ ہو کر مقول ہے قالوا کا۔ ردّت فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب ردّ سے ماخوذ ہے مصدر ردّ ہے۔ الینا جار مجرور متعلق ہے ردّت کا۔ جملہ فعلیہ صفت سے بضاعتهم کی مل جاتا ہے ظرفیت مکانی ہے عزم کی ضمیر کا مرجع برادران یوسف یا سلسلۂ اہل قافلہ قالوا کا فاعل برادران یوسف ہیں جو سب کے سب پڑھے تھے یا حرف ندا کا منادیٰ بحذف ہے کیونکہ منادیٰ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ما۔ نافیہ اسم ہے یا حرف ہے نبغي فعل مضارع جمع متکلم ایک قرأت میں تبغي صیغہ واحد حاضر سے بھی ہے۔ تبغي صرف اپنی پونجی چاہنا۔ دوسرے کو غلط سمجھنا اسی سے لیا ہے۔

یہاں مراد ہے مراد ملنا سے زیادہ چاہنا۔ ھذہ اسم اشارہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ پہلے مشاہدہ سے مل کر مونث پوشیدہ کا نائب فاعل ہوا بضاعتنا مفعول ثانی اضافی مبتدا ہے۔ ردت فعل مجہول جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی۔ و نمیر اھلنا و نحفظ اخانا و نزداد کیل بعیر ذلک کیل بعیر و سہل جملہ نمیر فعل مضارع جمع متکلم باب سمع سے خوف یائی مادہ سے۔ میر کے معنی دوسرے ملک یا شہر سے سامان درآمد کرنا اس کو تاری میں رسد کہا جاتا ہے۔ یعنی دوسرے ملاقے سے مال لا کر۔ یہ لفظ میر اظہار تشکر اور انتہائی خوشی کی وجہ سے پہلے اُن کے منہ سے نکلا۔ ورنہ اصل عبارت اس طرح ہونی چاہیئے و نحفظ اخانا و نستعنہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ تسلسل کے مطابق ہے۔ اھلنا۔ اھل یعنی گھر والے مفعول لہ ہے۔ حافظ نحفظ جمع متکلم بمعنی محافی۔ متعدی یک مفعول اخانا مرکب اضافی مفعول بہ۔ واو حالیہ نزداد فعل مضارع صیغہ جمع متکلم باب افتعال ہے مادہ اشتقاق زیدٌ، روزن شیٌ اجوف یائی ہے۔ دراصل تھا نزتیدُ۔ ی عین کلمہ متحرک کسمورا اس کا ماقبل مفتوح۔ ی کو الف بنا دیا۔ نزتاد ہو گیا۔ ت حروف نطعیہ میں سے ہونے کی وجہ سے ہم مخرج ہے دال کا لہٰذا بوجہ مقلت ت کو دال بنا دیا نزدادُ ہو گیا خیال رہے کہ حروف نطعیہ یہ ہیں ت د ط۔ یہ ہم مخرج ہیں نطع یعنی تالو کے اگلے کنارے سے ادا ہوتے ہیں اس لیے ت کبھی طا بن جاتی ہے جیسے مصطفیٰ۔ اور کبھی دال جیسے یہاں نزداد کیل بمعنی مکیل یعنی مصدر بمعنی مفعول ہے۔ معاف ہے طرف بعیر کے عربی میں جوان نر اونٹ کو بعیر کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ اسم جنس ہے جیسے انسان مذکر و مونث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ بعر سے مشتق ہے بمعنی میگنی کرنے والا جانور بعیر روزن فعیل بہت میگنی کرنیوالا۔ ایسے جسم اور خوراک سے بھی زیادہ میگنی کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہضم کچھ نہیں کیا سب نکال دیا بعض بزرگوں کا قول ہے کہ سب سے پہلے دنیا میں اونٹ پیدا کیا گیا اس لیے اس کو بعیر کہتے ہیں بعض نے کہا نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے کشتی میں اونٹ کو چڑھایا سب سے آخر میں گدھے کو اس نے جاتے ہی میگنیاں کر دیں تو آپ نے اُس کا نام دیا چار سال پورے کرنے کے بعد اس کا نام بعیر ہوتا ہے۔ بعیر کی ہی قربانی جائز ہے۔ والف۔ اسم اشارہ بعیر کے لیے ہے مراد وہ گندم جو ابھی مصر میں پڑی ہے۔ کیلٌ۔ مصدر بمعنے مفعول ہے مراد ایک اونٹ کی ایک بوری گندم۔ یسیرٌ۔ بروزن فعیل۔ مالے کا صیغہ ہے مبالغے کے اوزان کل پندرہ عدد ہیں۔ ۱ فَعَّالٌ ۲ فَعَالَۃٌ ۳ مِفْعَالٌ ۴ مِفْعَلٌ ۵ فَعِلَۃٌ ۶ فَعُولٌ ۷ مِفْعِیْلٌ ۸ فَاعِلَۃٌ ۹ فَعِلٌ ۱۰ فَعُوْلَۃٌ ۱۱ مِفْعَلٌ ۱۲ فَاعُوْلٌ ۱۳ فُعَّالٌ ۱۴ فُعَیْلٌ یہاں یہ بھی آخری صیغہ ہے یسیرٌ سے بنا ہے۔ سہی۔ نری۔ محنت۔ فراغی۔ آسانی یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ اس کا مقابل ہوتا ہے عسیرٌ اس کے بھی اس کے مقابل چار معنی مستعمل ہوتے ہیں۔

میں ان احاطہ علمکم حتی تؤتون موثقا من اللہ لتاتنی بہ الا ان یحاط بکم فلما اتوہ موثقھم قال اللہ علی ما نقول وکیل ۔ قال فعل ماضی حضرت یعقوب کی جوابی گفتگو ہے۔ لن ارسل فعل نفی تاکید بلن مضارع بمعنی مستقبل مقولہ سے قول کا یا ضمیر واحد غائب مستتر مفعول بہ ہے۔ ارسل واحد متکلم کا صیغہ باب افعال سے ہے متکلم مع الغیر مفعول مقدم ہے ہاء ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے پہلا مفعول معطوف علیہ ہے مالہ کا تاء معطوف ہے تؤتون۔ اصل مضارع بمعنی مستقبل ہے اصل تحا تؤتیو نون تھا یاء کو واؤ سے بدلا باب افعال اس کی جمع مذکر تؤتیون ہی پر ضمہ بعد کسرہ کے ثقیل ہوا ضمہ کو دے دیا واؤ ساکنوں کو حذف کیا تؤتون ہوا نون اعرابی میں ان ناصبہ پر تشدید نون کے سبب سے نون اعرابی کو گرا دیا تؤتونی سے تؤتوني ہوا یاء متکلم مفعول بہ حضرت کے لیے گرگئی الف تؤتون رہ گیا موثقا کما سابق نصب مفعول بہ سے تؤتون کا واؤ مصدر میمی سے ہے ثقۃ ہے معنی قابل اعتماد عہد من عندہ سے متعلق حتی اداتی غایت اللہ یعنی اللہ کی قسم یوں کر مجھے وعدہ دو تاکہ میں فعل یا اصل فعلیہ بن کر جواب قسم ہے سابقہ پوشیدہ قسم کی جس کا حال ہو تقاضا تھا لام تاکید جواب قسم کے لیے ہے کثرت لام تاکید نون تاکید ثقیلہ جمع مذکر نون وقایہ یاء متکلم مفعول بہ بمعنی ظرف مکان یعنی میرے پاس لے یعنی لے کر۔ الا حرف استثناء اس میں تین قول ہیں۔ کہ کوئی استثناء ہے۔ پہلا قول مفرغ، احد منفی کا کہ یہ متصل ہے۔ دوسرا قول منفصل و منقطع ہے یہ نحاۃ کوفہ نے کہا تیسرا قول نحاۃ بصرہ کا کہ یہ معنی بل ہے جس سے اس حرف ناصبہ کا احاطت ربہ اصل مضارع مجہول بصیغہ واحد مذکر پر جملہ معللہ مستثنیٰ ہے۔ یکم ہے مادہ ز ا د ہ کم ضمیر محور متصل کا مرجع برادران یوسف ہیں۔ فلما ف تعقیبیہ بمعنی ثم لما حرف ظرفیہ تو فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل جس کی ضمیر ہیں و ضمیر کا مرجع مواثیقا ہے۔ قال کا فاعل حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ اللہ مبتدا ہوا جملہ مبہم کر مقولہ ہوا قال علی حرف جار ما موصولہ بمعنی الذی نقول مضاف الیہ ہے وکیل صفت مشبہ بمعنی اسم فاعل کا صلہ فعل مضارع بصیغہ جمع متکلم مع الغیر ہے کہ ہم کہتے ہیں۔ کل صفت مشبہ مبالغہ کے لیے دوں فعیل صرف ہے مفعول کل سے بمعنی ہر چیز کو قضیے میں لیے ہوئے۔ الاحاطہ

تفسیر عالمانہ اور جب انہوں نے ان کے سامان کھولا پایا اپنی پونجی کو کہ پھیر دی گئی ان کو کہنے لگے اے ہمارے باپ کیا مانگتے ہم اور یہ ہے پونجی ہماری پھیر دی گئی ہم کو اور بھر لاویں گے ہم اپنے گھر کی اور نگہبانی کریں گے ہم بھائی کی اپنے اور بڑھ لاویں گے ایک بوجھ اونٹ کا یہ بوجھ ہے تھوڑا سا کہا یعقوب نے نہ بھیجوں گا میں اس کو تمہارے ساتھ جب تک نہ دو تم مجھ کو عہد اللہ کا کہ البتہ لے آؤ گے تم اس کو میرے پاس مگر یہ کہ گھیر لیے جاؤ تم سب پھر جب دے دیا انہوں نے اس کو عہد اس کا کہا یعقوب نے اللہ اوپر کہنے کے ہمارے نگہبان ہے

اور پوری کھی تھی ۔ متاع سے مراد صرف وہ ہیں ہیں کہ جس والا سامان صرف لینے کی ہیں ہی تھا
انہوں اپنی اپنی بوری میں اپنی اپنی رقم کو پایا جو عزیز مصر کو انہوں نے قیمتاً دی تھی ۔ یہ دیکھ کر حیرت آمیز
خوشی سے بولے ہمارے ناجاں اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل یا کونسی محبت یا کیا چیز ہمیں چاہیئے کہ دیکھو
ہماری وہی پونجی دولت اور قیمت ہے جو واپس کر دی گئی ہے ہماری طرف اور بھول کر نہیں ہے
اگر بھول کر ہوتی تو ایک بوری میں ہوتی ہر بوری میں اس کی ہی قیمت کے برابر درہم ہوتا اور وہی درہم
جو ہم نے دیئے تھے اس بات کی دلیل ہے کہ ہم پر مزید احسان کرتے ہوئے واپس کی گئی ہے ۔ بعض مفسرین
نے لکھا ہے کہ سب درہم ایک ہی بوری میں تھے مگر یہ اس لیے درست نہیں کہ تیت کر یہ میں فی عالم فرمایا
گیا ہر صحیح ہے اور مراد بوریاں ہیں ۔ اور یہاں بھی اَوْعِدُوا بصیغہ جمع ہے ۔ برادران یوسف نے اس گفتگو کو
دلیل سمجھا اس بات کی کہ اب ہمیں مزید غلہ کی لیے جانا چاہیئے ویسے ہی ۔ اور اپنے اہل و عیال کے لیے سال
بھر کے لیے غلہ برآمد کرنا چاہیئے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ نحفظ احانا پوری دیکھ بھال اور حفاظت کریں
گے ہم اپنے بھائی بنیامین کی اور اس کے ساتھ جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ
اور زیادہ حاصل کر سکیں گے ہم ایک اونٹ کا غلہ ۔ اگرچہ پہلے بھی بنیامین کا حصہ عزیز مصر نے ہم
پر اعتماد کرتے ہوئے دے ہی دیا تھا مگر وہ مہربانی کا حصول تھا اور اب ہم اپنی حقداری سے خرید سکیں گے
اس لیے وَذٰلِکَ کَیْلٌ یَّسِیْرٌ وہ غلہ حاصل کرنا ہر شخص پر ہر اعتبار سے آسان ہے ۔ ہم پر اس
لیے کہ ہم خریدار بن کر لیں گے ۔ بھاؤ سا کر کھرا کھوٹا کر سوا طے کر لیں گے سونے یا احسان مندی کے بوجھ تلے دبے
ہوں گے ۔ ہم کو تمہیں کھانے کی ضرورت ہوگی نہ چالی پیش کرنے کسنے عاجزانہ گڑگڑانا ہوگا ۔ کیونکہ عاجزانہ
بے مایہ سی میں دلیر ہوتا ہے حالانکہ اس پہلی دفعہ بنیامین کے ثبت کے لیے ہم کو بہت وعدے اور قسمیں
دینی پڑیں جو آئندہ دے جانے کی صورت میں سخت شرمندگی اور محرومی سے خالی ہاتھ واپس آنے کا
سبب ہو سکتی ہیں ۔ یہ سودا ہر طرح ویسا ہی ہر مصر پر بھی آسان ہوگا کیونکہ عام طور پر ہر شخص کو پیارے محبوب ہوتے
ہیں اگرچہ وہ قافلوں اس کا پیاسا سایا ہوا ہو ۔ پہلی دفعہ تو اس نے قافلوں شکی کرتے ہوئے محبت اور اعتماد
میں یہ یا مگر دوسری دفعہ تو یہ نہیں ہو سکتا ۔ اور چونکہ ہمیں عادت ہی ہے وہ دھمکی سے ایک یہ کہ لالا لانا ہے
اس کے بغیر گزارا نہیں دوسرے یہ کہ اپنے بھائی شمعون کو چھڑانا ہے [illegible] کے تحت
فرمایا ہمارا باپ [illegible] ہم سے ۔ اس بات کو سن کر حضرت یعقوب کچھ ہم ہو پڑے کہ ان کی سابقہ مہربانیوں کی
وجہ سے کچھ فرمانا ان لیے فرمایا [illegible] فرمایا حضرت یعقوب نے کہ تمہاری فقط ان باتوں سے میں کب ہی کم کے لیے بیٹے بھائی

درست تھا یوسف سے ماں کے بچے کو مگر تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔ ہاں البتہ تم سب مل کر اللہ کی قسم اور اللہ کی ضمانت کی صورت میں انتہائی مضبوط وعدہ دو کہ البتہ ضرور لے آؤ گے تم اس کو میرے پاس مگر یہ کہ احاطہ کرلیا جائے گھیر لیا جائے تم میں کسی طرح یا مصیبت میں تم سے اور تم نہ لا سکو تم ہونے پر مجبور ہو جاؤ تو معذوری ہے خیال رہے کہ یہ حضرت یعقوب کا عذر اور علم غیب سے اور آپ کو غیبی طور سے بہت کچھ خطرہ تھا اسی طرح حضرت یوسف کو بھیجتے وقت بھی آپ نے کئے اس تمام عاجزانہ قول کی شہادت ان لفظوں میں خود ہی بھی کر دی اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کائنات عالم کی کسی چیز سے بے خبر نہیں ہوتا مگر اظہار کرنا مصلحت شرعیہ اور حکمت الٰہیہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ کچھ مفسرین نے فرمایا کہ یُحَاطَ کا معنی ہے کہ تم سب ہلاک کر دیے جاؤ مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ اس سے دامن نبوت بے مروتی سے داغدار ہوتا ہے گویا کہ حضرت یعقوب کو باقی بیٹوں کی ہلاکت کی پروا نہیں تھی وہ صرف بنیامین کی واپسی کے ہی خواہش مند تھے اگرچہ یہ بھی ان میں سے رہ رہے ہے۔ ترجمہ علی حضرت سے جو تعمیہ کی پہلو نکلتا ہے وہی حضرت شاہ صاحب نے بھی بہت کمال ترجمہ فرمایا ہے کہ تمہیں بے بس کر دیا جائے یعنی کوئی ایسی بات ہو جائے کہ تم بے اختیار کی آفت کی حالت سے۔ ان بیچارہ کا تعلق صرف بنیامین سے ہے یعنی وہ گھیر لیا جائے تم سے علیحدہ کر دیا جائے فَلَمَّا اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ والد محترم کی یہ بات سن کر سب نے بڑے زور دار اور پر خلوص جذبات کے ساتھ قسمیں کھائیں تفسیر مظہری میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا کہ ہم کو رب محمد کی قسم (صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ) تب حضرت یعقوب نے ان کا قلبی خلوص اور جذبہ محبت محسوس فرمایا یہ جذبہ اور خلوص اس وقت نہ تھا جب کہ واقعہ یوسف پیش آیا تھا۔ خلوص قلبی کی شان ہی جداگانہ ہے۔ خلوص ہو تو اشاروں کنایوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی خلوص کو دیکھ کر حضرت یعقوب نے اپنی باتوں کو بیٹوں کی باتوں کے ساتھ شامل فرما کر ایک جملہ بنتے ہوئے فرمایا۔ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں جملوں قسموں سوال وجواب اور حاضر غائب کے تمام حالات پر گواہ سے مشاہدہ فرمانے والے ہیں ہے۔ وکیل کا معنی گواہ بھی ہوتے ہیں تفسیر کبیر یا اللہ ہی ذمہ دار اسی کے سپرد ہماری سب گفتگو ہے وکیل بمعنی موکول ہے یعنی سپرد کیا ہوا۔ مان تعالیٰ کہاں ہے اگرچہ تم نے قسمیں کھائیں میں بحفاظت لانے کی مگر اصل میرا تمہارا اور سب کا محافظ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ تمہارے قلبی ارادے کو بخوبی جانتا ہے اگر خلوص ہے تو اچھی جزا دینے والا بھی ہے مگر اب بھی قریب ہی ہے تو گئی ہوئی بھی واپس لانے والا بھی وہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ خیر حافظا فرمایا تھا تو سب تعالیٰ نے وہی بھیجی کہ اسے

بیٹا ہے یعقوب تم نے توکل کیا ہے تو مجھ کو بھی اپنی عزت کی قسم میں تمہارے سامنے بیٹوں کو بڑی شان سے ملاؤں گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جس طرح کہ فریب کار کی فریب کاری چہرے سے عیاں ہو جاتی ہے اسی طرح مخلص کا اخلاص بھی چہرے سے عیاں ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مخلص کے علوص پر خواہ مخواہ اور بلا وجہ شک نہ کرنا چاہئے تاکہ شک و وہم کی بیماری نہ پیدا ہو۔ یہ فائدہ تفحص کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام اگلے پچھلے واقعات کا علم غیب رکھتے ہیں یہ فائدہ الا من یخاط کی یہی تفسیر فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ توکل علی اللہ بہت اعلیٰ اور سب سے بڑی قلبی و روحانی عبادت ہے۔ ہر انسان مومن پر فرض ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی شان ہے۔ مگر توکل کی صحیح اور جامع مانع تعریف یہ ہے کہ اسباب و ملن پر عمل کرے لیکن نظر اور توجہ اللہ ہو۔

احکام القرآن اس آیت کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جس چیز کے ضائع ہونے میں غالب گمان ہو اس کا استحفاظ کر لینا جائز ہے۔ برادران یوسف نے جب اپنی اپنی بوریوں سے اپنی پونجی نکالی تو غور کیا کہ یہ بھول کر رکھ دی گئی ہے یا ان کر۔ تو غالب گمان یہ ہی ہوا کہ جان کر واپس کی گئی ہے اگر بھول کر ہوتی تو ایک بوری میں ہوتی۔ باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر فرما کر قیامت مسلمانوں کے لیے ایسا مال کھانا جائز فرما دیا۔ دوسرا مسئلہ۔ زیادہ قیمتیں کھانا اگرچہ شریعت میں برا ہے لیکن اپنی احتیاط کے لیے قیمتیں کھانا اور قیمتیں کھانا جائز ہے۔

تیسرا مسئلہ۔ بندوں کو کسی چیز کا محافظ سمجھنا گناہ یا شرک نہیں ہے اسی طرح حاجت روا مشکل کشا بھی بندہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ حقیقی محافظ اور وکیل اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ مسئلہ تحفظ فانا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے قیمت واپس اس لیے رکھ دی تھی کہ یہ نبی زادے ہیں کبھی بھی یہ دولت استعمال نہیں کریں گے اور اسی بہانے دینے کے لیے واپس آئیں گے۔ مگر برادران یوسف نے وہ رقم بغیر تفتیش استعمال کر لی حضرت یعقوب نے بھی منع نہیں فرمایا نہ واپس کرنے کو کہا۔ جس سے نبی اور نبی زادگی پر بھی داغ آیا اور انہ و یوسف کو بھی ٹھیس پہنچی۔

جواب۔ اگرچہ بعض مفسرین نے یہ احتمال لکھا ہے اور ہم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے مگر یہ تفسیر صحیح

[illegible] کہ اس لیے کہ حضرت یوسف نے اس کی قیمت واپس نہیں رکھی کہ یہ ویسے کے بدلے [illegible] کہ کس طرح وہ آئے ہیں اور قافلہ والوں کو معلوم نہ ہو جائے کہ یوسف چاندی کے تھے۔ یوسف تو جانتے تھے کہ سب آئیں گے بھی نہیں کو بھی نہیں اور قیمت اس تو کسی دن ایک آدمی بھی آکر واپس دے جائے یا ضائع کر جائے۔ دوم اس لیے کہ گاہک کے امتحان کرنے اور واپس لانے کے لیے رکھی تھی تو دیکھنے میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو بھرنے کو ناپ کا مثلاً ایک ہی بوری میں رکھ دی جائے مگر ایسا نہ ہو کہ ایسا طریقہ کیا گیا کہ دیکھنے والے کو دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ معمول نہیں ہے بلکہ جان کر ایسا کیا گیا ہے اس لیے قرآن مجید سے ارشاد فرمایا کہ رکھ دو۔ دوسرا اعتراض۔ آپ نے تفسیر میں لکھا ہے حضرت یعقوب اپنے علمی علم کے ذریعے حالات یوسف سے بالکل خبر تھے اور سب کچھ جانتے تھے اگر یہ ٹھیک ہے تو آپ نے اس کو دل مثلوں پر اضافہ فرمایا اور سابقہ واقع کو کیوں یاد دلایا اور پھر قسم کیوں کھائی کہ کیوں سے یہ سب باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ آپ بالکل بے خبر تھے اور نہ کوئی غیب کا علم ہوتا۔ (تجدی۔ دیوبندی۔ وہابی)

جواب۔ یاد دلانا یاد دہانی کا ہے اس سے غیب کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح جدائی کا رونا ہے کہ بے خبری کا کسی کا رونا رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ محبوب جیل میں ملا جائے تو باپ وغیرہ روتے ہیں حالانکہ وہ اس ملاقات بھی کرتے ہیں حضرت یعقوب کا علم غیب اور حالات یوسفی سے مکمل باخبر ہونے کا ثبوت صرف غیر روایات سے ہی نہیں بلکہ اسی سورہ یوسف کی گیارہ آیتوں سے اپنی وضاحت سے علم غیب اور باخبری ثابت ہے کہ لوگوں کی گنجائش ہی نہیں چنانچہ آیت [illegible] قال ماضی و تقسم [illegible] ان سوئلت لکم [illegible] ای [illegible] ان یاخذ احدنا مکان [illegible] ان اذا لظلمون [illegible] ان [illegible] ان [illegible] ان

تفسیر وفسیانہ

اس آیت کے اشارات میں عارفین صوفیہ سے کچھ بات چیت سے فرماتے ہیں کہ مدت لمبی کی کارخانہ قدرت کا قصہ سنا کر سنے والوں کی سمجھ سے کبھی کبھی کسی کو اوجھل کر دیتا ہے مگر تعین والی کسی نہ کسی کو اچانک قبض واسطہ ہے وکل یوم ہو فی شان ہے حیات دنیا سے حیات اخروی کی طرف نقل کا سامان مادہ سے اور طبیعت بشری کی کھوئی سے اہل سعادت کے رحمان ظاہری میں عبادت واطاعت کی قدامیں دھری جاری ہیں۔ ابھی کچھ پتہ نہیں کہ دست مالکی سرا معرفت کی کونسی بوٹی چبھا رہا ہے کہ اتو فاروں سمدوں کا بدلہ دیا جا رہا ہے لیکن جب مرد حامد ل ثوں برہیج کر کثرت دنیا کی گانٹھیں کھولتا ہے درتیم دماغ کو مقام فنا سے موڑ کر دار بقا کی طرف پھیر کر متاع بقا میں لگا دیتا ہے تب اپنے سی اعمال کو نور حقیقت میں مدلا ہوا پاتا ہے۔ بندہ جب ان انعام سے سرفراز ہوتا ہے تو دنیا حسرت سے ہاتھ جھاڑ لیتا ہے۔ اور ماسوا اللہ کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے اس وقت اس کو خلوص کی قدر ومنزلت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جب تک آنکھیں کھلی ہیں سمجھ بند ہوتا ہے۔ کان کھلے ہیں تو شنوا بھرے ہے زبان کھلی ہے تو صیر خاموش ہے جب تک حواس حواس عالم ہیں۔ یہ ہوشی وبدہوشی کی لذت کیا۔ خردمند نہ ہونا موت کی مخالفت کرتا ہے لیکن صاحب حواس خمسہ اخلاص کی طلب میں گرگرا کر فریاد کرتا ہے جب تک کوئی اپنے متاع جسدی میں ہلاک کر نہ دیکھے اسے فنائی کی لذت سے کیا آشنائی۔ ہاں جب خدا کے پردہ اٹھ جائے پھر کوشش وچاہت ہوتی ہے کہ زوال کیل یعنی ہم کو اور عطا ہو مرد عارف نے جب تک راہ عشق میں قدم نہ رکھا ہو۔ اور اس کے متاع کلی میں ہلاکت عشق نہ چھپی ہو اس وقت تک حرمت کی وادیاں خاردار اور کٹھن معلوم ہوتی ہیں اسی لیے دنیا پرست اہل حرمت سے بھاگتا ہے ان کو دیوانہ کہتا ہے۔ مگر جب عشق الٰہی کی چمکارے کی جھلکتی نظر آجاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وَاِلٰی کَیْلٍ یَسِیْرٌ۔ یہ بیابان نوگلستان سے یہ خاردار تو اصل بار دانہ ہے۔ یہ کانٹے تو پھول ہیں۔ ان کو پانا تو بڑا آسان ہے۔ قَالَ اِنَّ رُسُلَہٗ مَعَکُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰہِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یُّحَاطَ بِکُمْ فَلَمَّآ اٰتَوْہُ مَوْثِقَہُمْ قَالَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ مگر اخلاص کا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے خوش بخت ہے وہ بندہ جس کو خلوص اور مشیت الٰہی کی نعمت ملجائے۔ خلوص پانے کی ذرا سی محنت بے خلوصے کی کثرت ریاضت سے زیادہ قیمتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں۔ خلوص چار چیزوں سے ملتا ہے ۱ صبر سے بندہ ہر حال میں سمجھے کہ میں کچھ بھی نہیں۔

ف۲ ہمہ وقت اپنے سامنے ذات باری کو اپنے پیچھے ملک الموت کو اپنے دائیں شریعت کے وعدوں کو اور اس پر پابندی کہ ہم نے یہ فرض پورا کرنا ہے ہم عبد ناکارہ ہیں ملازم ہم کو ہی اس کا فائدہ ہے اپنی بائیں سب کی نعمتوں کو جانیں کہ ہم اس کی کتنی نعمتیں کھا جاتے۔

ف۳ اپنے اعمال صالحہ کو اس کا کرم اور توفیق جانے۔

ف۴ ہر عبادت ظاہری مراقبہ میں جاکر پڑھے۔ سجدہ رکوع کی حالت میں بھی مراقبہ قائم رہے ایسے بندے پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا طالب سلوک کے بارہ چیا کو یہ مضبوط وعدے کرنے پڑتے ہیں اس کا پنا ہا مضبوط ہو تو اگر کسی موقعے پر شیطان اس کا راہ مار بھی دے اور اس کا خلوص کسی عارضے کی وجہ سے کمی میں بھی جانے تو پکڑ نہیں ہوتی۔ اسی لیے مومن اپنی ہمت۔ محنت۔ وعدے ارادے۔ تصور مراقبے کے باوجود بھی کسی پیر پر بھروسہ نہ کرے بلکہ ہر کام رب تعالیٰ کے سپرد کردے اسی کو پاسبان حقیقی اور وکیل واقعی سمجھے۔ دل دماغ۔ عقل شعور۔ اعضاء ظاہری اصباطنی سب کمزور ان کے وعدے کمزور۔ لیکن ان کو راہ راست پر رکھنے کے لیے ان سے کام لینا فرض ہے۔ اور ان کا بھروسہ توکل علی اللہ کے خلاف نہیں بلکہ عین توکل اور صبر جمیل یہی ہے کہ ان سے وعدے لو اور سپرد داری اللہ کی مانگو۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ

اور فرمایا اے میرے بیٹو نہ داخل ہونا تم سے دروازے ایک۔ اور

اور کہا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور

ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ

داخل ہونا تم سے دروازوں مختلف اور نہیں بے پرواہ کر سکتا میں

جدا جدا دروازوں سے جانا میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا

کو تم سے اللہ سے کسی چیز۔ نہیں ہے فیصلہ مگر

حکم تو سب اللہ ہی کا ہے

لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اللہ پر اُس پر بھروسہ کیا میں نے اور پر اُسی پر چاہیئے
میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ

بھروسہ کریں تمام بھروسہ کرنیوالے اور جب داخل ہوگئے وہ جس طرح
اسی پر بھروسہ چاہیئے ۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے

اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ

جس طرح حکم دیا ان کو باپ نے اُن کے ، بے پرواہ کرسکے وہ کو اُن سے
اُن کے باپ نے حکم دیا تھا وہ بچا انہیں اللہ سے بچا نہ سکا

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ

اللہ سے کسی چیز مگر ایک تمنا ۔ میں خیال
ہاں یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی

يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا

یعقوب سے پورا کیا جس کو اور یقیناً وہ یعقوب علم والے ہیں اس لیے کہ
اُس لے پوری کرلی ۔ اور بیشک وہ صاحب علم ہے جسے

عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

سکھایا ہم نے اُن کو اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ۔
سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

ع ۸ ۱۳ ۲

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پہلی آیات میں غیبوں کو بھیجنے اور لے جانے کا تذکرہ اور تیسری میں سوال جواب کا ذکر ہوا ان آیات میں حضرت یعقوب کا بیٹوں کو آداب سفر بتانے کا طریقہ مذکور ہوا اور شہر داخل ہونے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے۔ جس سے ثابت ہوا کہ ظاہری طور طریقے اور اسباب کو بتانا تصوف اور توکل کے خلاف نہیں۔ دوسرا تعلق۔ پہلی آیات میں ظاہری جدائی اور فراق کا ذکر تھا جس کے ضمن میں فرق باطنی کا بھی اشارہ ہوا مگر ان آیات میں واضح اشاروں سے حضرت یعقوب نے اسے حل۔ کردار اور اقوال سے ہر طرح اپنی لاعلمی اور مجبوری کمزوری ظاہر کی لیکن ان آیات میں رب کریم نے حضرت یعقوب کی انتہائی شان اور رضا اور علم ظاہر فرمایا یہی حال تمام انبیاء کرام کی قولی سنت ہے۔ اسی طرح تمام بندوں کو طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

تفسیر نحوی وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ واؤ سرِ جملہ استینافیہ قال فعل ماضی کا فاعل ھُو ضمیر کا مرجع حضرت یعقوب ہیں۔ یا حرف ندا بَنِیْ۔ جمع ہے ابن کی تھا۔ بوجہ اضافت نون جمع مذکر گر گئی یاء متکلم مضاف الیہ ہے یاء جمع سالم اور یاء متکلم میں تشدید ہوئی۔ یہ ساری اگلی عبارت مقولہ ہے قال کا۔ لَا نہی مناوی ہے اور لَاتَدْخُلُوْا فعل نہی بصیغہ جمع مذکر حاضر پورا جملہ فعلیہ حرف ندا کا بیان ہے۔ مِنْ جارۃ ابتدائیہ بَابٍ واحد مرکب توصیفی واؤ عاطفہ بمعنی اَوْ اُدْخُلُوْا فعل امر جمع ہے اس کا فاعل بَنِیَّ کی ضمیر حاضر کُمْ ہے۔ مِنْ ابتدائیہ اَبْوَابٍ جمع قلت ہے باب جمع قلت میں شرط ہے کہ کم از کم اس کے حروف چار ہوں جمع کثرت میں یہ شرط نہیں اس کے تین حرف بھی ہوتے ہیں جیسے رُسُلٌ۔ کتب وغیرہ۔ یہ موصوف ہے اس کی صفت مُّتَفَرِّقَةٍ باب تفعل کا اسم فاعل بصیغہ واحد مؤنث۔ فرق سے بنا ہے بمعنی علیحدہ علیحدہ۔ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ واؤ سرِ جملہ نافیہ علیحدہ ہے۔ بعض نے فرمایا مضارع متکلم منفی ہے نافیہ سے۔ اُغْنِیْ فعل مضارع مثبت ہے اس کی نفی نافیہ سے ظاہر کی غَنٰی سے مشتق ہے۔ بمعنی مدد بھلائی۔ حفظ ہونا مدد پر ہونا۔ مکہ دولت مند ہونا۔ شے بے فکر ہونا۔ بے پرواہ ہونا۔ آخری معنی اللہ کی صفت خصوصی ہے یہاں پہلے معنی مراد ہیں باب افعال میں اگر متعدی بسہ مفعول ہوا یعنی بچا سکنا۔ منکم جار مجرور مل کر متعلق اول۔ مِنَ اللّٰهِ متعلق دوم۔ مِنْ شَیْءٍ متعلق سوم۔ یہ تینوں تین مفعول کے درجے میں ہیں مِنَ اللّٰهِ دراصل تھا من قضاء اللہ۔ مِنْ بیانیہ ہے یعنی اللہ کے فیصلہ تقدیر مُبرَم سے۔ مِنْ شَیْءٍ میں مِنْ تبعیض

ہے۔ یعنی کچھ تھوڑا سا بھی نہیں۔ بعض نے کہا مِن زائدہ ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ شی کی تنوین تکثیری ہے۔ جس سے مقصد کلام حاصل نہیں ہوتا۔ اُغنی دراصل تھا اُغنیٰ برادرِ اکرم۔ ی پر حرکت ثقیل تھا اس لیے سکون دیا گیا۔ ان حرف شرط ہے اِن سے۔ الا حرف استثنا ہے اتصال یا منی سوا سے لہٗ لام ملکیت کا۔ ملکیت کی بارہ قسمیں ہیں۔ ۱ ذاتی ۲ صفاتی۔ ۳ وقتی ۴ دائمی ۵ عارضی ۶ کلی ۷ کُرّی ۸ اتصالی ۹ انفصالی ۱۰ استحقاقی۔ ۱۱ حالی ۱۲ قابلیت ۱۳ نیابت ۱۴ حکومت ۱۵ عارضی ۱۶ محرومیت۔ یہاں ۱۲ قابلیت ہے۔ یعنی غائب کا حکم سے علیہ۔ جار مجرور متعلق مقدم سے توکّلتُ واحد متکلم ماضی مطلق نون کا پہلے ہونے سے تصر کا فائدہ ہوا۔ واؤ حالیہ علیہ متعلق مقدم سے بھی حصر لغوی ہی کا فائدہ ہوا۔ فلیتوکل علی اللہ فلیتوکل امر غائب معروف واحد کا صیغہ ہے۔ کیونکہ فاعل مع یَتَوَکَّلُوْنَ اسم ظاہر سے۔ الف لام استغراقی قرینہ ہے اور لیتوکل یہ سب وکل ثلاثی سے ہے میں معنی پر کرنا۔ غیر کسی پریشان اور دھندے کے بی سونپ کر دے دینا۔ اسی کو محاورہ کہتے ہیں۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ لما ظرفیہ شرطیہ زمانیہ۔ اس کی جزا جوابی گزشتہ مَا كَانَ یُغْنِیْ ہے۔ بعض کچھ محویوں نے کہا یہ لما ظرف سے۔ کہ اسم ظرف زمانی۔ کیونکہ ظرفیہ کا جواب شدہ ضروری ہوتا ہے مگر اس کا جواب کوئی نہیں۔ اور مَا كَانَ یُغْنِیْ کا جواب نہیں ہو سکتا اس لیے کہ نفی کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا۔ مگر یہ قاعدہ غلط ہے۔ بعض نحات نے اس اعتراض کو صحیح مانتے ہوئے۔ جواب دیا کہ اس لما کا جواب اور اگلے وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ دونوں کا جواب آدمی ہے۔ دخلوا فعل ماضی۔ دخل سے مشتق ہے لازم ہے۔ اس کا فاعل ضمیر واؤ جمع بنی یامین۔ مِنْ حَیْثُ۔ جار مجرور متعلق سے دخلوا کا۔ حیث ظرف عمومی ہے ہر معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں معنی مقدار اور طریقہ مراد ہے مفرد مبنی ہے ضمہ پر مگر صحیح قول میں جملہ مضاف ہے۔ امر۔ فعل ماضی معروف کی طرف۔ امر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ ہے مگر میرے نزدیک حیث موصوف ہی مفرد مفہوم ہے۔ اگلا جملہ صفت ہے۔ ضمیر مجرور راجع ہے بن یوسف ہیں منصوب منفصل سے بوجہ مرکبی مفعولیت کے اُوْصِیْ مرکب۔ اضافی کمالات مع فاعل سے مرکب مراد یعقوب علیہ السلام ما کَانَ۔ فعل ماضی ناقص منفی صیغہ واحد مذکر غائب یہ جملہ جواب لما ہے ایک قول میں ما کَانَ یُغْنِیْ فعل ماضی استمراری منفی ہے۔ متعدی لہ مفعول۔ مفعول اوّل ضمیر ہے عن زائدہ ہے۔ تاکید کے لیے۔ مفعول دوم مِنَ اللّٰهِ بھی اس ترکیب میں ہے۔ یہاں بھی لفظ نفعا پوشیدہ مفعول دوم۔ مِنْ شَیْءٍ

ہے۔ مِنْ زائدہ۔ ظاہری ترکیب میں متعلق ہیں۔ حقیقتاً مفعول ہیں۔ شی میں دو قول ہیں۔
۱۔ بمعالت نذر بوجہ معمولیت یعنی شیئا۔ جیسے مَارَاَیْتُ مِنْ اَحَدٍ۔ دراصل مارأیت احدا تھا۔ یعنی میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ اسی طرح من شی ہے۔ دراصل شیئا تھا۔ تب اس صورت میں مَا کَانَ یُغْنِیْ کا فاعل ہوگا۔
۲۔ مِنْ شَیْءٍ بِعِنَایَتِہٖ رفع ہے۔ تب دراصل تھا شی ءٌ اور یہی یُغْنِیْ کا معنوی فاعل ہوگا۔ اِلَّا بمعنی لٰکن ہے اس طرح یہ استثنا منقطع ہوا۔ اس کا مستثنیٰ منہ وہ شی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور ارادے میں تھی اور مستثنیٰ غیر ارادۂ الٰہی والی شی ہے۔ حَاجَۃً بحالتِ زبر مستثنیٰ ہے اس کے معنیٰ ہیں نہ اس نفس ظاہری۔ یعنی کسی چیز کی خواہش نہ تھی اس طرح متعرق داخل ہونے سے نہ یہ حیلہ تقدیر الٰہی کو توڑ سکتا تھا کہ اس کے کہ ظاہری خواہش ہوتی حرف جار ظرفیۃ کے لیے ہے نفس یعنی دلی خیال لفظ یعقوب معاف الہ ہے عقب سے بدلا ہے۔ یہ سب مرکب اضافی اور جار مجرور متعلق ہے ثابتۃ پوشیدہ کا یا متعلق مقدم ہے قضیٰ کا فعل ماضی بمعنی الٹھر قُضِیَ سے بدلا ہے۔ اس کے تین معنیٰ ہیں۔
۱۔ فیصلہ کرنا۔ ۲۔ ظاہر کرنا ۳۔ وقت کے بعد پورا کرنا۔ یہاں حق یہ ہے کہ پورا کرنا مراد ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حَاجَۃً ہے یہ جملہ صفت ہے۔ حاجۃً سے مل کر موصوف ہے وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ واؤ سر جملہ ہے اِنَّ حرف تحقیق بکسر ہمزہ صرف شروع کلام میں ہوتا ہے۔ قول کے بعد بھی اس لیے آتا ہے کہ مقولہ درحقیقت نیا جملہ ہوتا ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب متصل کا مرجع حضرت یعقوب ہیں۔ لام کے واؤ علم خراج سے۔ لَ۔ لام جارہ ما موصولہ۔ ایک قول میں ما مصدریہ ہے۔ عَلَّمْنٰہُ۔ فعل ماضی باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول۔ باب افعال اور باب تفعیل میں عموماً تعدی ہوتی ہے ان میں فرق نہیں ہوتا لوگ اپنی گفتگو میں۔ افہام و تفہیم کے الفاظ بول دیتے وہ ان کی کم علمی ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم سے مراد۔ ذات باری تعالیٰ ہے۔ ہٗ کا مرجع یعقوب ہیں۔ واؤ عاطفہ یا حالیہ ہے۔ لٰکِنَّ حرف تحقیق اَکْثَرَ اسم تفضیل بمعنی بہت زیادہ لوگ کثرت سے بدلا ہے۔ النَّاسِ۔ الف لام جنسی۔ نَاسٌ جمع ہے انسٌ کی مرد کافر ہیں یا ہر گناہ منکر شان نبی۔ مرکب اضافی اسم لٰکن ہے لَا یَعْلَمُوْنَ۔ فعل مضارع منفی بصیغہ جمع مذکر غائب ضمیر ہو پوشیدہ کا مرجع اَکْثَرَ النَّاسِ ہے یہ جملہ فعلیہ خبر لٰکن ہے۔

تفسیر عالمانہ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَۃٍ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ غلہ ختم ہونے کے قریب آیا تو وہ سب بھائی جو کنعان اور کسی اور ملک سے مصر سے سرشار تھے وہ گن گن کر وقت گزار رہے تھے والد محترم سے جانے کی اجازت لیے تھے تو والد محترم نے چار کے ساتھ ساتھ تلقینیں فرمائیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ اور فرمایا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے سب کے سب مصر میں داخل مت ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے متفرق ہو کر مصر شہر کے سب دروازوں سے الگ شہر میں داخل ہونا اور یہ بات کی خوب ذہن نشین کر لو کہ میں تم کو کبھی بھی بے پرواہ ہو کے کام نہیں کہہ سکتا متفرق ہونا حفاظت کی نیت کے ساتھ ہو بہر حال اپنے ذکر فکر میں لجاجت دعاؤں میں وہی فریاد اس حاجت روا مشکل کشا سے سارے کائنات میں نہیں ہے حکم مگر اللہ جبار، جو اور قہار کا ہے تو تم تدبیر ہو یا اکٹھے میں تم کو کسی ایسی چیز (مصیبت یا راحت) سے نہیں بچا سکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہو کیونکہ حکم ہر چھوٹے ہر وقت ہر شخص کے لیے اللہ جل جلالہٗ کا ہی جاری ہے۔ نہ ایسے ہی سکتا جیسا کہ تم نے یوسف کے بارے میں دیکھ ہی لیا کہ یوسف پر تمہارے ذریعے جو تکلیف آنے والی تھی وہ اگر ہی جلالہٗ میں وہ چاہتا تھا۔ میں نے تو خود سب اللہ پر ہر طاہر باطن حال میں بھروسہ کیا اور تا قیامت جو بھی متوکل بنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ اسی ذات پاک جل مجدہٗ پر بھروسہ کرے۔ مصر تو ایک ملک کا نام ہے لیکن یہی مصر اسی جگہ اس وقت فقط ایک قلعہ نما شہر تھا۔ اور اس کے چار دروازے تھے جو داخل ہی جدا جدا مشرق مغرب شمال جنوب تھے وہ چار رستوں کے رخ اپنے اپنے دروازوں سے نکلتے کہاں جانب کے راستے پر تھا۔ آگا کا مصر سہ سو میل تک پھیلا ہوا ہے مگر اس وقت مصر دریائے نیل کے کنارے تھا۔ یہ بہت بڑا اور قدیم محلہ تھا اس کے جانب مشرق ایک بہت بڑا محلہ محض تھا۔ آج کل اسی جگہ ایک ستی آباد ہے جس کا نام منف ہے یہ محض اس وقت دار الخلافہ تھا یہاں ہی بادشاہ کا محل اور عدالت و دربار تھا اس جگہ سب شاہی محلے کے مکانات تھے اس کی جیل بالکل مغربی جانب شہر کے دوسرے کنارے پر تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کبھی مصر کو دیکھا تھا مگر اپنے وہبی علم سے جان لیا کہ اس کے دروازے زیادہ ہیں۔ ہر مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونے کا حکم دینا اس کی اصل حکمت و وجہ تو یعقوب علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر مفسرین نے تین وجہیں بیان کی ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس وقت مصر میں تین بھائی ہیں سب یہ چار دروازوں سے مختلف ہو کر تین جائیں گے تو یقیناً ہیں اکیلا ایک دروازے سے جائے گا۔ جو محل سرا کے قریبی دروازہ ہے اور یوسف کے پاس جلدی خلوت میں پہنچ جائے گا کیونکہ کنعانی دروازہ محل کے قریب تھا یہ قول تفسیر خازن اور تفسیر کبیر نے بیان کیا اس توجیہ سے علم غیب کا ثبوت ملتا ہے۔

ے ۔ یہ وہ تھی کہ حضرت یعقوب کے سب بیٹے حسن و جمال میں حد سے بڑھے ہوئے تھے تو آپ نے اکٹھے ایک ہی کی اولاد ہونے کی وجہ سے نظر بد سے بچنے کے لیے یہ حکم فرمایا۔ اس لیے کہ نظر لگ جانا حق ہے اس کا ثبوت قرآن مجید سورۂ نون والقلم میں اس آیت سے ہے وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ الخ اور متعدد احادیث سے بھی ہے۔ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین کے لیے یہ دعا پڑھ کر پھونکتے تھے اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ اسی طرح نظر لگ جانے کے علاج کے لیے عملیات کی کتابوں میں بہت طریقے اور تعویز درج ہیں جس سے واقعی ثابت ہوتا ہے مشاہدہ ہے کہ چار آنکھوں کی نظر سے لگتی ہے ملا جو ثی پیدا ہو۔ ملا جس کی زبان کالی ہو۔ ملا بھینگا آدمی ملا یا تین دن کا بھوکا آدمی۔ شریعت نے چار چیزوں کو برحق فرمایا۔

ے ۔ نظر لگ جانا ۔ شگون لینا ۔ بد فالی تو ہر لی ۔ حضرت یعقوب نے پہلے اس لیے یہ پابندی لگائی کہ بیٹے ان کے سوتیلے تھے اور ان کے بچپنے پر حاسدی کا الزام لگ گیا تھا اس لیے یہ کہتے ہوئے دربار میں بھی لائے گئے تھے کسی کی نظر نہ لگے ان کے حسن و وجاہت پر طور پر کیا تھا۔ اور نظر لگنے کے لیے یہ قانون ہے کہ جس عیب میں خوبی زیادہ ہو وہ عیب ہی نظر میں لگتی کیونکہ دیکھنے والوں کا احسان اس کے عیب کی طرف ہوتا ہے مگر فقیہی تو جہ زیادہ مقصود ہیں اگرچہ یہ مفسرین ما اُعنی سے دلیل لیتے ہیں مگر صاحبان یعنی ان کی دلیل ثابت حالی یہ ہے کہ وہ یہ بیان کرتے ہیں تاکہ حاسد فرقی کی بنا پر کوئی فساد نہ کرے اور عزیز مصر کے سامنے ان کو آنا یکھو کر کوئی جھوٹے الزامات تہمات کی پہلے حل ساری نہ کر دے جس سے عزیز کی نظر میں یہ لوگ بے عزت ہو جائیں جیسا کہ پتے ہوتے ہوتے سچا تھا جب یہ متفرق ہوں گے تو کسی کو ان کے ستانے کا پتہ نہ چلے گا۔ مگر یہ بھی اعنی مقصود توجیہ نہیں کیونکہ ما یُعنی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہوگا جس کو حضرت یعقوب نظام نہ چاہتے تھے۔ یعنی میاں کا جاحریت واپس آجانا چاہتے تھے راکا جانا نہ چاہتے تھے ان کی تو جہ مقصود تھی دوسری وجہیں اس سے اور ہیں کہ کسی کو نظر لگنے سے ہو۔

وَمَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَۃً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰھَا الخ اور جب وہ سب لوگ شہر میں کسی طرح تین تین ایک قول میں یا دو دو ہو کر داخل ہوئے جس طرح اُن کے والد محترم نے حکم دیا تھا تو وہ تدبیر اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مقدر چیز سے نہ بچا سکی کچھ بھی لیکن اس تفریق سے حاصل یہ ہوا کہ حاجت تھی یعقوب علیہ السلام کے دل میں اور جس کے لیے یہ متفرق داخلے کا حکم دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اور ملک و یعقوب علیہ السلام کا نسبت کی اُن تمام چیزوں کو جاننے والے تھے جو ظاہری باطنی شاہدی غیبی

ہم نے ان کو سکھائیں۔ اور یہ سب نشانے عقل۔ بدکست۔ فاسق و فاجر۔ گستاخ مشرکین لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ ہم نے اپنے انبیاء کو کیا کچھ سکھایا۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ احادیث سے ثابت ہے کہ چھ ہزار سال تک تمام مخلوق میں جن کا اثر دو سو برس سے یہاں تک کہ انبیاء اور بیمار بھی۔ ۔ ۔

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

اعتراضات پہلا اعتراض۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ (۱۲) یعنی جو کچھ اللہ کو منظور ہے وہی ہوگا میں کچھ نفع نہیں دے سکتا تو پھر حضرت یعقوب نے پہلے کیوں فرمایا کہ ایک دروازے سے داخل ہونا۔ یہ تو نظر بد یا حسد حاسد کے شر وغیرہ سے بچانے کا طریقہ تھا۔ یہ دونوں قول متضاد ہوگئے ان کی مطابقت کیونکر ممکن ہے پہلے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ تدبیر سے کچھ ہو سکتا ہے اور دوسرے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ تدبیر بیکار ہے تدبیر سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ یہ اعتراض دو وجہ سے درست نہیں۔ اولاً تو اس لیے کہ متفرق دروازوں سے داخلے کا حکم تدبیر نہیں بلکہ اور دوسری حکمت ہے اگرچہ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا نظر بد کی تدبیر ہے مگر یہ حتمی بات نہیں اور آیت کے بھی خلاف ہے۔ دیگر تفاسیر کے مطابق یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔ دوم اس لیے کہ اگر یہی تفاسیر بیان کیا جائے کہ یہ واقعی تدبیر تھی تب بھی یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ پھر یہ مسئلہ تقدیر کی صورت بن جائے گی اور معنی یہ ہوگا کہ یہ تدبیر بھی مِنَ اللّٰہِ ہی ہے اسی طرح جتنی بھی احتیاطیں دعائیں دوائیں حیلے۔ اور بچاؤ کے کام ہیں وہ سب اگر مفید ہو جائیں تو بس اللہ ہی ہوتے ہیں۔ یعنی اے بیٹو جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ میرا حکم نہیں بلکہ اللہ کی ہی طرف سے جانو اور اس کام سے جو تم کو فائدہ پہنچے گا اس کو بھی عند اللہ جاننا اب کوئی تعارض نہ رہا دوسرا اعتراض۔ ارشاد باری ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ سب حکم اللہ ہی کا ہے۔ تو پھر اور کسی کو حاکم ماننا شرک ہوا۔

جواب۔ حکم۔ لفظ مشترک ہے اس لیے پانچ ترجمے ہیں۔ ملہ فرمان۔ ملہ فیصلہ ملہ قانون ملہ اٹل بات ملہ تقدیر الٰہی۔ یہاں لفظ حکم اپنے آخری معنی میں ہے۔ نیز جب حکم کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو مراد ہوتا ہے فرمان دینا یا کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنا۔ اور جب حکم کی نسبت اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی طرف ہو تو معنی ہوتے ہیں۔ اٹل بات ہونی اور تقدیری قانون قرآن مجید میں دونوں طرح یہ لفظ مستعمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی۔ جیسے حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ عام بندوں کے لیے بھی جیسے۔ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا (۱۳) اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گرچہ یہ حاکم ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مگر غیر خصوصی۔ صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مجید نے اور احادیث سے چوبیس عدد اللہ تعالیٰ کی صفات نبی کریم و قرآن پاک کو عطا فرمائیں۔ ھادی۔ کریم۔ مجید۔ رؤف۔ رحیم وغیرہ اسی طرح حاکم بھی دوسروں کی صفت ہو سکتی ہے۔ ہاں خصوصی صفات الٰہی کی نسبت کسی اور کی طرف کرنا شرک ہے مثلاً خالق رازق معبود۔ رحمٰن وغیرہ۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ہے علمناہ ہم نے اس کو علم دیا۔ یہاں غیب کا تو کوئی ذکر نہیں تم نیچی لوگ غیب کا علم کہاں سے نکال لاتے ہو۔ (از رد)

جواب۔ رب کی طرف علم دینے اور سکھانے کی نسبت سے ہی علم غیب ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے تمام علوم بندوں سے غائب ہیں۔ تو اس کا کسی کو کوئی علم سکھانا غیب ہی سکھانا ہے جب اس کی ذات غیب اس کا مدرسہ دارالعلوم غیب تو اس کا علم غیب ہے۔ اور پھر علمناہ میں وہبی علم کا ذکر ہے نہ علم کی حد بندی ہے۔ نیز جس لمعہ میں علمناہ کا ذکر فرمایا گیا وہ غیبی چیزوں پر ہی مشتمل ہے اس لیے علمناہ کی تفسیر خود بخود علم غیب ہی کی طرف راجع ہے۔ اچھا اگر ہماری تفسیر پسند نہیں آتی تو تم بتا دو کونسا علم سکھایا۔ ہم بھی دیکھیں کہ کہاں سے ڈھونڈ کر لاتے ہو اور کس دلیل سے لاتے ہو۔ چار و ناچار ماننا پڑے گا کہ علم غیب ہی سکھانا مراد ہے اور وہی علم آثار وسیع ہے کہ جس کے سیکھنے والے کو کائنات کا علم آجاتا ہے۔

تفسیر صوفیاء

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

معرفتِ الٰہیہ کے متلاشی بندے مثل شاہی غلاموں کے ہیں۔ کہ القاب غلامیت سب کا ایک ہے مگر سفرِ حضر اعمال و احوال سب کے مختلف۔ کسی کو عبادت و ریاضت کی محنت کے دروازے سے بلایا گیا۔ کسی کو انتظار گاہِ وصل کے آستانے پر بھیجا گیا۔ اور کسی کو قرب کی حاضری میں رکھا گیا ہے منزل سب کی ایک ہے مگر دروازے متفرق ہیں۔ مرشد راہ شوق کا فرمان ہے کہ ایک دروازے سے مت جا۔ بلکہ اپنے مزاجوں اور لیاقتوں کے اعتبار سے مجاہدے اور شفقت کے علیحدہ علیحدہ دروازے کی طرف جا ہے۔ کیونکہ قرب خاص کے لیے ایک ہی کو چنا گیا ہے۔ وہاں کسی کو راہ پانے کی ہمت نہیں کوئی کسی کو اپنی مرضی سے منتخب نہیں کر سکتا۔ منتخب شدہ کا انکار کر سکتا ہے۔ مرشد طریقت کا کام صرف چلانا ہے اور مرید باصفا کا کام ملا جلا پڑاؤ سادے وادی حیرت میں چلنا ہے باقی سارا فضل رب ذوالجلال کا ہے۔ یہاں تو ہزاروں کے اسباب کے باوجود قلیلہ توکلت کا نعرہ مارنا پڑتا ہے اس کے بغیر کامیابی نہیں۔ اللہ عزوجل کا سہارا ہی اصل توکل ہے ابتداء روحانیت سے روح و جسم کو بچانے والے ہی محافظ کائنات کو پہلا وکیل بناتے ہیں۔ اور وہی ذات وحدہ ہر جگہ کے لائق ہے۔ اہل ظاہر بالخصوص کو چاہیئے کہ اسی پر پورا بھروسہ کریں۔ یہ اخلاص کا پہلا سبق ہے۔ جس طرح جسم انسانی کے چار دشمن ہیں۔

ع نظر بد حسد مکر عناد منافقت یہ جسم کو بیمار یا ہلاک کر دیتے ہیں ان سے بچنے کے لیے توکل کے چار ہی دروازے ہیں پہلا دروازہ سادگی مسکینیت کا دوسرا دروازہ خدمت اور پوشیدگی کا۔ تیسرا دروازہ عشق کی محبت و

الفت کا۔ چوتھا دروازہ فہم و فراست کا۔ اہل دنیا کو ان چار دروازوں سے گزرنا پڑتا ہے اسی طرح راہِ سلوک کے بھی چار دشمن ہیں۔ جو روح کو ہلاک و برباد۔ گمراہ کر دیتے ہیں ۱ شیطان جس کے وسوسے غل نظر آویں۔ ۲ نفس امارہ روحانی حاسد ہے ۳ صحبتِ بد۔ رہزن صاحب ہے ۴ دنیا ساتھی صادق ظالم ہے۔ ان سے بچنے کے لیے شہر معرفت کے چار دروازے ہیں۔

۱ گوشہ نشینی ۲ باب صبر ۳ باب توکل ۴ باب قربت۔ مرد وقت بارگاہِ الٰہی کی حاضری اسی راستے کے ذریعہ مکاشفہ مقصود کی امید ہے یہاں علم باری نہیں توکل کامل کی ضرورت ہے مصر معرفت کے دروازے چار ہی ہیں۔ نقشبندی سہروردی ہیں۔ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ مَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ صوفی فرماتے ہیں کہ برادران یوسف سے اشارہ ہے مریدان باصفا طالبان حق جب یہاں شوق سے گزرتے ہوئے طریقت کے چاروں سلسلوں کے مختلف دروازوں سے مرشد کے حکم کے مطابق بارگاہِ قدس میں داخل ہو گئے تو سب مرشد کا کام پورا ہو گیا اور قلبی حاجت جس کی طلب تھی برآئی۔ اب منشاء قدرت ہے تقدیر ازلی کا فیصلہ برقرار ہے جس کو چاہے جس مقام پر سرفراز فرمائے بحر کائنات تقدیر ذات معظم جل مجدہ کے کوئی شخص کسی کو خزانہ معرفت کی عطا سے خالی نہیں کر سکتا وہ فیصلہ بھی سے بچ سکتا ہے وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جانے سکھانے سے ہی وہ علم والا شمار ہے۔ طالب صادق اور سالک طریقت جب مقام ارشاد کے لائق ہوتا ہے تو اس کو بارگاہِ قدس سے میں علم پڑھانے سکھانے اور عطا کیے جاتے ہیں ۱ علم ظاہر ۲ علم لطیف ۳ علم دقائق ۴ معاملات ۵ علم مقامات ۶ علم حالات ۷ علم کرامات ۸ علم فراست ۹ علم قرب ۱۰ علم معرفت ۱۱ حکمت ۱۲ معرفت خاصہ ۱۳ علم ذات ۱۴ علم توحید ۱۵ علم تجرید ۱۶ علم اسرار ۱۷ علم بقا ۱۸ علم ارواح ۱۹ علم انوار مگر یہ سب علوم محب کی ذات میں اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اکثر خواص بھی نہیں جانتے کہ دینے والے نے کیا دیا اور لینے والے نے کیا لیا۔ عارفین فرماتے ہیں کہ اگر محب کا ایک علم بھی دنیا پر ظاہر ہو جائے تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے یہی وہ امانت ہے جس کو انسان کامل کے سوا کسی نے لینا برداشت نہ کیا۔ اللّٰھم ارزقنا منہ۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ

اور جب وہ سب داخل ہوئے پر یوسف نے جب کیا قریب اپنی بھائی کو اپنے

اور جب وہ یوسف کے پاس گئے اس نے اپنے بھائی کو اپنے

قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا

فرمایا بیشک میں ہی بھائی ہوں تیرا تو نہ غم کر سے اس جو وہ

پاس جگہ دی کہا میں جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو یہ جو کچھ کرتے ہیں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ

کرتے رہے ۔ پھر جب سامان بنا دیا ان کو ہیں سامان ان کے ڈال دیا

اس کا غم نہ کھا ۔ پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا

السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

پیمانہ میں لوی بھائی اپنے کی پھر ندا کیا کسی اعلان کرنے والے نے

پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا

اے قافلے والو بیشک تم ہیں چور ہو ۔ بولے وہ اور سامنے آئے

اے قافلے والو بیشک تم چور ہو ۔ بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے

عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

ان منادیوں کے کیا سے وہ جو گم پاتے ہو تم بولے ہم ڈھونڈتے ہیں پیمانہ

تم کیا نہیں پاتے ۔ بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا

بادشاہ کا اور کہ اس شخص جو لائے اُس کو انعام ہے بوجھ ایک اونٹ کا اور میں

ہر جو اُسے لائے گا اُس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں

بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾

کا اس ضامن ہوں

اُس کا ضامن ہوں

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیات کریمہ میں بھائیوں کو بھیجنے اور دخول مصر کے آداب سکھانے کا طریقہ ذکر تھا اب یہاں بھائیوں کے پہنچنے اور ملاقات کا ذکر ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں نیابین سے حضرت یعقوب کی محنت کا تذکرہ تھا ان آیت میں نیابین سے حضرت یوسف کی محنت کا ذکر ہے گویا کہ حضرت نیابین دونوں کے محبوب تھے یہ کمال خوشی کی ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اہل شرمی حیلے کا ذکر تھا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھائی حضرت یوسف اور نیابین کی تلاش کا حکم دیا تھا اس آیت میں اہل شرمی حیلے کا ذکر ہے جس کے ذریعے حضرت یوسف حضرت یعقوب علیہما السلام کی تلاش میں کامیاب ہوگئے۔ ایک باطنی حیلہ تھا اور ایک ظاہری اور دونوں شرعاً جائز ہیں۔

تفسیر لغوی وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

واؤ سر علیہ ابتداء کلام کے لیے لما حرف شرط زمانیہ یعنی جس وقت دخلوا فعل ماضی معروف لازم بصیغہ جمع مذکر غائب ہم ضمیر پوستیدہ اس کا فاعل علی حرف جر بمعنی عند ظرفیہ۔ یعنی پاس یا سامنے یوسف بمعنی حضرت یوسف علیہ السلام مجرور بحرف جر اٰوٰی۔ ماضی واحد۔ ایٰ سے مشتق ہے۔ مہموز الفاء اور ناقص یائی بمعنی قریب کرنا ٹھکانا دینا۔ نزدیک ٹھکانا یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ سب جملہ علیہ جواب ہے لما کا لیہ الی جار و ضمیر واحد مجرور متصل کا مرجع یوسف ہیں اخاہ اسکا بستہ مکبر سے ہے بمعنی برادر۔ مفعول بہ ہے اوی فعل کا۔ قال فعل کا فاعل ہو ضمیر مراد یوسف ہیں۔ انی۔ ان حرف تحقیق مشتمل ہے اپنے اسم با متکلم سے مکسر بمزہ سے اور مقول ہونے کے۔ انا ضمیر منفصل متکلم واحد صرف ایکدیار متکلم کے لیے

اَنۡ کہ بحالت پیش ہے بوجہ جزم اُن کے۔ کَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع نبیا ہیں ہے۔ فَلَا تَبۡتَئِسۡ۔ ل تنفیہ۔ لَا تَبۡتَئِسۡ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر کا صیغہ۔ بَئۡسٌ سے بنا ہے۔ مصدر اَلۡبَئۡسُ افعال ذم سے ہے باب افتعال سے ہے۔ بمعنی غم کرنا۔ برا سمجھنا۔ پریشان ہونا۔ یہاں پہلے معنی مناسب ہیں۔ بحسب باب جملہ بمعنی بحسب مادہ صورۃ گلا کلام اُس کا صلہ ہے۔ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ماضی استمراری بصیغہ جمع مذکر غائب۔ اس کا فاعل ضمیر جمع غائب ھُمۡ پوشیدہ کا مرجع برادران یوسف ہیں۔ علاوہ بنیامین کے فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِیۡ رَحۡلِ اَخِیۡهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الۡعِیۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ ل تنفیہ یعنی ثُمَّ لَمَّا ظَرِفُ زَمَانٍ۔ ظرف لفعل مضارع معروف بصیغہ واحد غائب باب تفعیل سے ہے اس کا فاعل حضرت یوسف یعنی نُ کے حکم سے ھُمۡ ضمیر کا مرجع سب برادران یوسف بجَهَّزَ جَهَّزَ ب جارہ برائے مفعولیت جَهَّزَ بمعنی تیار کرنا سامان یہاں مراد ہے لِ جمع کا مرجع سب بھائی۔ جَعَلَ فعل ماضی ظاہراً فاعل یوسف ہیں کہ اُن کے مشورے یا حکم سے ڈالا گیا۔ جَعَلَ کا معنی ہے بنانا۔ رکھنا۔ ڈالنا۔ یہاں دوسرے دونوں معنی درست ہیں۔ اَلسِّقَايَةَ مضاف ہے بروزن فِعَالَةٌ جیسے اِفَادَةٌ۔ تِجَارَةٌ وغیرہ۔ یہاں بمعنی اسم آلہ ہے یعنی پانی پینے کا پیالہ۔ الف لام عہد ذہنی جس سے ثابت ہوا کہ پہلے کبھی پانی پینے کا برتن رہا ہوگا یا پینے والے برتن کی ہمشکل ہونے کی وجہ سے اس کو سقایہ کہا گیا۔ فِیۡ ظرفیہ حرف جر رَحۡلِ کے زبر سے اصل معنی لکڑی کا وہ پالان جو اونٹ پر رکھا جاتا ہے سفر پر جاتے وقت اسی معنی میں قرآن پاک رکھنے والی لکڑی کی ڈولی کو رَحۡل کہہ دیتے ہیں بوجہ ہمشکل ہونے کے۔ مجازی معنی میں سامان سفر کو کہہ دیا جاتا ہے رَحۡلٌ سے یہاں یہی مراد ہے۔ اَخِیۡ بھائی جو مضاف الیہ ہے ہٖ کا مرجع یوسف ہیں۔ ثُمَّ حرف عطف برائے تراخی یعنی کافی دیر بعد اذان۔ اَذَّنَ سے فعل ماضی باب تفعیل کا۔ اِس کا چار معنی۔ اذان دینا۔ اعلان کرنا۔ شور مچانا۔ پکارنا۔ یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں۔ اس کا فاعل مُؤَذِّنٌ نَادٰی یُنَادِیۡ کا اسم فاعل ہے اَیَّتُهَا۔ اَیُّ حرف ندا کا مؤنث ہے ھَا حرف تنبیہ ہے جو کبھی اسم معرف باللام کے ساتھ ملانے کے لیے آیا۔ اَلۡعِیۡرُ الف لام عہد ذہنی عِیۡرٌ چھوٹا قافلہ ایک گھر یا ایک شہر یا ایک خاندان کے چند مسافر جانوروں پر سفر کرنے والے مسافروں کو عِیۡر کہتے ہیں۔ مثلاً گدھوں۔ گھوڑوں خچروں اونٹوں پر۔ لیکن لفظ قافلہ ہر طرح کے باہمی مسافروں کو کہہ دیتے ہیں بحری۔ بری۔ ہوائی۔ اِنَّ حرف تحقیق مُشَبَّهٌ بِالۡفِعۡلِ یہ جملہ معترضہ ہے اِنَّ شروع کلام میں ہے کُمۡ ضمیر اسم اِنَّ مراد ستب بھائی ہیں۔ لَسٰرِقُوۡنَ لام تحقیق کا ہے۔ سٰرِقُوۡنَ جمع سَارِقٌ کی ہے۔ سَرِقَ کا اسم فاعل ہے باب ضرب سے ہے۔ سَرِقَ بمعنی مضبوط قسمی مال چھپا لینا بلا اجازت مالک اسی کو اردو میں چوری کہتے ہیں قَالُوۡا وَاَقۡبَلُوۡا عَلَیۡهِمۡ مَّاذَا تَفۡقِدُوۡنَ قَالُوۡا نَفۡقِدُ صُوَاعَ الۡمَلِكِ وَلِمَنۡ جَآءَ بِهٖ حِمۡلُ بَعِیۡرٍ وَّاَنَا بِهٖ

تو کہا۔ اصل ماضی جمع غائب کا صیغہ قولی جواب سے برادران یوسف کا۔ واؤ ضمیر قبلوا۔ اصل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب تقبل سے مشتق ہے باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول۔ یعنی سلسلے، ملاپ ہے خود کو سامنے لانے کے لیے ہم ضمیر مجرور میں کام جمع وہ درباری خدام جو ظرف ناپ کر دیتے تھے۔ فادا یہ سب ضمیر مقولہ سے قالوا کا۔ اسمی میرا۔ واپس۔ میرے اور ما اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر اس ضمیر کی۔ تفقدون فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر۔ اس کا فاعل وہی خدام جو سامنے اور متفکر ہیں۔ فقد کے معنی ہے کسی چیز کا اس طرح غائب ہو کر نہ کوئی محسوس کر سکے نہ مگر کا پتہ لگ سکے۔ قالوا اجوفی فعل قول ہے خدام کا۔ نفقد مقولہ ہے۔ اصل مضارع معروف بصیغہ جمع متکلم باب ضرب سے ہے متعدی مصدر بمعنی پیمانہ ناپنے کا۔ مصدر ہے بمعنی ظرف مکان۔ حروف و حرکات کے اعتبار سے اس کو مختلف طرح پڑھا گیا ہے صواع۔ صُواع۔ صِواع۔ صاع۔ صوع۔ صُوغ۔ مگر صواع مشہور قرات ہے معنی اللہ اعلم ساہ مصر میں کی ملکیت تھا۔ واؤ قسمیہ یا عاطفہ پہلی صورت میں لفظ اللہ پر شبہ اور دوسری صورت میں واؤ کے بعد ۔ وجب لزوم باشد یا واؤ عطف پر شبہ ہے۔ اس جملہ کے اس موصول اعنی وہی مقبول کے لیے آنا ہے اس کا صلہ جاء۔ کا جملہ ہے جاء فعل ماضی بھی مشتق ہے۔ من موصول کی وجہ سے حق یا حقیق سے مشتق ہے۔ بمعنی مطابق ہونا آنا۔ مذکر لفظ حملنا آنا۔ یا ارادہ کرنا اس کے لیے امتیازی مشکل ہے۔ جب جاء کے بعد اسی کے متعلق ہو کر ب جاءہ آجائے تو یہ متعدی ہو جاتا ہے بمعنی لانا۔ یہاں اسی طرح ہے۔ ہ۔ ب مفعولیت کی ضمیر واحد مذکر غائب متصل کا مرجع پیمانہ اصل معنی ہے بوجھ مراد ہے اونٹ کی گندم ایک اونٹ اٹھا سکے۔ فاعل سے کہت پوشیدہ کا بعیر۔ بعر سے مشتق ہے بروزن فعیل جو ان طاقتور اونٹ کو کہتے ہیں وجاء بہ قسمیہ دوسری صورت میں لفظ اللہ پر شبہ ہے۔ انا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے باء ب جاءہ متعلق مقدم ہے زعیم کے ہ ضمیر سے مراد ملک ہے۔ زعیم۔ زعم سے مشتق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فعیل۔ معنی ذمہ لے کر کسی چیز کا وعدہ کرنے والا۔ یا زعامۃ مصدر بروزن لعابۃ سے مشتق ہے۔ معنی کفالت یا ذمہ داری لینے والا۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ ولما دخلوا علی یوسف اوی الیہ ابوہ قال ادخلوا مصر ان شاء اللہ امنین۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ جب یہ دس بھائی غلہ میں وغیرہ بالاخانوں سڑکوں سے گزرتے ہوئے دربار یوسفی میں پہنچے اور درباریوں نے پوچھ پڑتال کر کہ کون ہو کہاں سے آئے ہو۔ حضرت یوسف کو مطلع کیا اور حضرت یوسف نے ان کو اپنے پاس بلایا تو پہلے اس کو رہائش کے لیے کمرے عطا کئے اور کھانا

کہ ایک لڑکے میں ۷ شخص رہیں۔ اور خود حضرت یوسف نے ہی چنانچہ کیا ایک قول ہے کہ بھائیوں سے ان میں شمعون بھی شامل ہو گئے تھے خود ہی اپنے آپ کو کہوں کے لیے چنا تو بنیامین اکیلے رہ گئے اور رونے لگ گئے حضرت یوسف نے پوچھا کیوں روتے ہو تو عرض کیا کہ ہم بھی دو بھائی تھے ایک میرا بہت ہی پیارا حسین و جمیل نیک قلب طاہر بھولا بھالا بھائی تھا جن کو یہ بھائی جنگل میں لے گئے تھے اور شام کو خون آلود کرتہ لا کر کہا تھا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا مگر آج وہ ہوتا تو میں بھی اکیلا نہ ہوتا مجھے میرا بھائی مرد قت یاد آتا ہے حضرت بنیامین اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے گلاب چھڑک کر ہوش میں لایا گیا تو حضرت یوسف نے فرمایا انعام میرے ساتھ ہو گے پھر غلوت میں کچھ باتیں ہوئیں ہمی مطلب ہے فرمان مقدس کا کہ اور جب سب داخل ہوئے یوسف کے مکان میں تو یوسف نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی۔ مصر میں اگر تین دفعہ حضرت بنیامین بہت روئے۔ پہلی بار جب دربار مصر میں داخل ہونے لگے تو شام کا وقت تھا اور باقی دوسرے بھائی تین تین ہو کر دوسرے دروازوں کی طرف چلی پڑے بنیامین کیسے اپنی شام کا دن وقت نہ تھا اس وقت بھائی یوسف کو یاد کر کے رونے کہ اگر میرا بھائی یوسف ہوتا تو مجھ کو اس طرح اکیلا نہ چھوڑتا مفسرین فرماتے ہیں کہ یہیں حضرت یوسف کی ملاقات تنہائی میں ہو گئی تھی کیونکہ یہ دروازہ محل شاہی کے قریب تھا اور حضرت یوسف اس طرف آئے ہوئے تھے کہ اتفاقی ملاقات ہوئی جس کی غیبی خبر کا اشارہ حضرت یعقوب پہلے فرما چکے تھے۔ اسی مقصد یعقوبی کا ذکر رب تعالیٰ نے اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ الخ اور اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ کہہ کر فرمایا۔ دوسری بار یہ کمروں کی تقسیم کے وقت۔ اس وقت حضرت یوسف نے یہ بھی پوچھا کہ اے بنیامین تمہاری شادی ہو چکی ہے عرض کیا ہاں اور تین لڑکے ساتھ لڑکیاں ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹوں کے نام اپنے بھائی کے دستے کے مطابق رکھے ہیں۔ ایک کا لقب دم رکھا ہے۔ کیونکہ کہا گیا تھا ذئب نے کھایا ہے ایک کا لقب دم رکھا ہے کیونکہ دم یعنی خون ہی قمیض لگا کر لائے تھے تیسرے کا نام یوسف رکھے ہیں کر حضرت یوسف بھی رونے لگ گئے اور دل میں سوچنے لگے کہ سب بھائی کو اکٹھا دیکھ کر تو والد محترم کو کتنا غم ہو گا تیسری بار۔ پہلی دفعہ سب بھائی کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک ایک پلیٹ میں دو دو آدمی کھانے کا اہتمام تھا۔ دس بھائی دو دو ہو گئے اور یہاں بھی بنیامین اکیلے رہ گئے تو رو پڑے حضرت یوسف نے کہا اے بنیامین کیوں روتے ہو عرض کیا کاش آج یوسف ہوتے تو میں اکیلا نہ رہتا۔ حضرت یوسف پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا مجھے تیرا بار بار غمزدہ ہونا اور رونا نہیں دیکھا جاتا اگر میں تیرا بھائی بن جاؤں تو کہا ہے۔ عرض کیا آپ کے بھائی بننے پر کس کو ناز نہ ہو گا مگر یعقوب کی ولدیت اور راحیل کا بطن مگر ہونا تو آپ کو میسر نہیں اس کے بعد حضرت یوسف نے ساتھ کھانا شروع کیا یہ وقت تھا جب حضرت یوسف بنیامین کے بہت قریب ہوئے۔ اے بنیامین نے بہت غور سے دیکھا تو دیکھتے ہی چلے گئے حضرت یوسف نے فرمایا اے بنیامین کھانا کھاؤ مجھ کو کیا دیکھے جا رہے

ہو عرض کیا اے دیر مصر اے بادشاہ ، اے عزیز مجھے آپ کا چہرہ اپنے بھائی یوسف سے کچھ ملتا جلتا نظر آتا ہے اس لیے ان بھوکے پیاسوں کو بغور دیکھنے ۔ حضرت یوسف تڑپ گئے مگر ضبط کیا اور فرمایا اے بنیامین کہاں کہا کہنے کے بعد آپ نے نہایت آہستہ سے دعا مانگی کہ اللہ ان دکھوں اور غموں والی عادتوں کو ختم فرما دے ۔ روایت ہے کہ پھر رب تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے یوسف صادقوں کے سردار تمہاری دعا قبول ہے جلد ہی غم سے اپنا آپ صرف اپنے بھائی پر ظاہر کرو اور کسی کو اس کی خبر نہ دینا ۔ تب آپ نے فرمایا اِنِّیْ اَنَا اَخُوْكَ (۱۲/۸۹) اے بنیامین اب غم و ہموم ہو ، دیکھ میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں بھائیوں نے جو ظلم کئے اس کا غم نہ کرنا ۔ اللہ اکبر کبیرا ۔ کیا وقت ہوگا اور اس خبر عظیم سے بنیامین کے دل پر کیسی شادمانی بھائی ہوگی ۔ اس کو قلم لکھنے سے عاجز ہے صاحب درد ہی جانتا ہے کہ جب درد کا درماں ہو جائے اور مشکل کا حل کشا جائے ، ہجر کے بعد وصل مل جائے تو پھر کیفیت کیا ہوتی ہے بس اس اچانک خوشخبری سے بنیامین پر ہم نشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی ۔ جب افاقہ ہوا تو بنیامین نے عرض کیا اب تو میں تم سے جدا نہ ہوں گا ۔ کیونکہ مجھے ان سے یہ خطرہ ہے کہ جب آپ سے والد محترم نے محبت کی تو انہوں نے آپ کو نقصان پہنچایا ، اب آپ نے کل سے مجھ پر مہربانی فرمائی ہے جس کو یہ بھائی دیکھ رہے ہیں ہو سکتا ہے ان کو پھر حسد لگ جائے اور یہ مجھ پر بھی راستے میں ظلم کریں ۔ مگر آپ نے فرمایا اے بنیامین تم اس کا غم نہ کرو جو یہ پہلے کرتے رہے اور ابھی اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اس کا بھی وقت نہیں آیا میں تم کو ابھی روک نہیں سکتا ورنہ کوئی وجہ بتانی پڑے گی اور راز فاش ہونے کا اندیشہ ہے ۔ ہاں اللہ ربّ العزت منتقب الاسباب ہے ۔ اس وقت حضرت یوسف کی عمر اکتالیس سال تھی بنیامین کی تقریباً ۲۷ سال آپ چار سال تقریباً چھوٹے تھے جدائی کے وقت حضرت یوسف گیارہ سال بنیامین سات سال کے تھے ۔ واللہ علم بالصواب ۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ

حسب قانون دربار مصر ان دن دکھ کر جو حسب سامان (غلہ کی بوریاں) اُن کے لیے تیار کیا گیا تو ڈال دیا قدرت الٰہیہ نے وہ لیا بھولے سے ماپنے والے ملازم نے یا ڈال دیا خود حضرت یوسف نے بنیامین سے طے شدہ پروگرام کے مطابق بہرحال بنیامین نے بھی اسی پروگرام کے مطابق تلاشی بوری یوسف کے بھائی کے گھر میں ۔ بادشاہی گلاس جو اسی ناپنے کے لیے بہت بڑا مضبوط اور قیمتی خوبصورت جواہرات تھا اس پر شاہی مہر بھی لگی ہوئی تھی ایک صاع گندم اس میں آتی تھی یعنی ساڑھے چار سیر ۔ ناپ کے تقریباً چار کلوگرام ۔ پینے والے گلاس کی شکل کا تھا اس لیے اس کو شبیہ کہا جاتا تھا اس میں اور بھی قول ہیں مگر یہ ہی معتبر ہے ۔ بعض نے کہا کہ اس سے پہلے بادشاہ پانی پیا کرتا تھا ہم ان تھالے ہنگامی دنوں میں دوسرا استعمال ہونے لگا مگر ہمیں یہ نہیں معلوم ہے اتنا بڑا گلاس پانی پینے کے لیے نہیں یہ تو پوری بالٹی برابر تھا بالٹی سے کون پیتا ہے ۔ بعض نے کہا یہ جانوروں کو پلانے کے لیے تھا پھر ناپنے کے لیے

استعمال ہونے لگا۔ مگر یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ جانوروں کا برتن خوبصورت اور قیمتی نہیں ہوتا اور پھر گم ہونے پر سنار ڈھونڈھا بھی نہ جاتا نہ قافلے کو پریشانی ہوتی۔ لیکن یہ پیالہ رکھا کس سے اس میں مفسرین کے مندرجہ بالا چار قول ہیں لیکن بہرحال کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور برادران یوسف کا قافلہ مع دیگر لوگ اس راستے کے اہل قافلے کے ساتھ چل پڑے۔ اور کارندے دوسرے خریداروں سے بات چیت لین دین میں مشغول ہوگئے جب دوسروں کو ناپ کر دینے کا وقت آیا تو وہ گلاس پیالہ ڈھونڈھے سے نہ ملا تب اس شاہی پیمانے اور عزیز مصر کے خوف سے کارندے دہشت زدے کہ ہو نہ ہو یہی لوگ خوبصورت اور قیمتی ہیروں یا موتیوں بھرا گلاس چرا کر چھپا کر لے گئے پھر قریب پہنچ کر آواز دی ایک آواز دینے والے سے ہوا اس قافلے کا ذمہ دار افسر تھا۔ اے اونٹوں کے قافلے والو بیشک تم ہی چور ہو۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ بولے وہ سب قافلے والے اور پہلے متوجہ ہوئے سب قافلے والے ان اعلان اور آواز دینے والے شخص اور اس کے ساتھیوں کی طرف۔ بولے یہ کیا گم پاتے ہو یا کیا قول سب قافلے والوں کا ہے یا صرف برادران یوسف کا ہے کیونکہ آخری فقرہ انہی کا ہوگا کہ اور کارندے انہی کی طرف قریب بھی تھے اور انہی کی طرف توجہ اور مخاطب تھے۔ صحیح یہ ہے کہ پہلے متوجہ ہوئے پھر بولے۔ اور متوجہ تو سب ہوئے مگر بولے صرف بھائی۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۔ وہ سب کارندے بولے پیمانہ گم ہو جانے کی وجہ سے عزیز مصر کے خوف سے انتہائی پریشان تھے بولے ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اب ہم کس سے ناپ کر دیں گے اور قیمتی بھی بہت زیادہ ہے تم سی لوگ اس آئے ہو مہمانوں دوستو اگر تم میں سے کوئی وہ گلاس ہم کو خود بخود دیدے تو انعام میں ایک بار اونٹ اس کو دیا جائے گا۔ اور پہلا اعلان کرنے والا افسر بولا یہ انعام (اونٹ) میری ذمے ہے خواہ مجھ کو اپنے پاس سے خرید کر دینا پڑے میں معتبر اور ذمہ دار افسر ہوں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اپنی نیکی دوسرے کا گناہ بھول جانا چاہیئے وہ سبق اور فائدہ آیت میں فلا تبتئس (لہ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ کسی گروہ یا جماعت میں سے کسی ایسے شخص کو جس میں کچھ خصوصی صفات ہوں اہمیت دینا چاہیئے اور اس لائق قدر اور قابل عزت شخص کو خصوصی ملاحظات سے نوازنا بہتر ہے اسی طرح کسی کو معین خصوصی بنانا بھی جائز ہے اس میں کسی شخص کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ یہ فائدہ آدمی الیہ سے حاصل ہوا کہ حضرت یوسف نے شاندار میزبانی تو سب کی کی مگر انعامات کو خاص اپنے پاس جگہ دینا بہت سی ظاہر و باطنی وجوہ کی بنا پر تھا اس خصوصی عزت افزائی کا حکم احادیث پاک میں بھی آپ نے دیکھ ہماری کتاب فضل میلاد۔ وہ جو حدیث پاک میں آپ نے اوس بن حذیفہ سے کسی

کو خالص اپنے مسلک و دیانت اور دوسروں سے علیحدہ ہو کر کوئی خفیہ گفتگو نہ کریں۔ ماتحتی متعلقہ لوگوں میں سے کسی سے علیحدہ ملاقات نہ کرے وہ اس کے خلاف نہیں لہٰذا علیا منتظم کی خصوصی دعوت کرنا چاہئے۔ گروہ کے دوسرے ساتھیوں کو حسد یا ناراضگی نہیں کرنی چاہئے۔ **تیسرا فائدہ**۔ اگر کسی نیک انسان کو تہمت لگ جائے یا کسی دانی ہو تو اس کو نہایت محتاط تردیداری اور غور و فکر سے اس کے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ایسے وقتے پر اس وجود یا ضرر کا انقصان دہ ہے۔ فائدہ **قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا** فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی شخص کے ذاتی فائدے کے لیے اس کی اجازت سے کسی پر کسی جرم کی جھوٹی تہمت لگانا شرعاً جائز ہے۔ یہ مسئلہ اس کی مشہور تفسیر سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ کسی جرم کے ظاہر ہونے پر شک کی بنا پر مشکوک آدمی کو مجرم کہہ دینا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے یہ مسئلہ **اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ** سے مستنبط ہوا۔ اور حضرت یوسف اس کہنے والے کو سزا دیتے کیونکہ سب تو چور ثابت نہ ہو سکے تھے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کسی چیز کے لینے کے لیے انعام کی شرط لگانا۔ اور انعام کا ضامن ذمہ دار بنانا جائز ہے اور فقط زعیم یا ذمہ دار یا ضامن ہوں کہہ دینا شرعاً ذمہ دار نہیں بنتا ہے اور اس پر ذمہ داری واجب نہیں ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ **وَ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ** سے مستنبط ہوا۔ ضمانت اور ذمہ داری کے پورے مسائل ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں دیکھو۔ اسی طرح جنگ جہاد کے موقعہ پر انعامات یا نشانوں کا اعلان کا جواز بھی اسی آیت سے مستنبط ہے۔

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

اعتراضات **پہلا اعتراض**۔ تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف نے پیالہ چھپایا یہ کام فریب ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

جواب۔ اس کی چند تفسیریں ہیں ایک یہ بھی ہے جو معترض نے بیان کی اگر اس تفسیر کو تسلیم کیا جائے تب یہ اعتراض پڑتا ہے اور جواب یہ ہے کہ فریب وہ ہوتا ہے جس کا خاص کر فریب خوردہ کو پتہ نہ ہو۔ مگر یہاں جس کو اس کام کا نقصان ہوتا ہے اس کو پتہ ہے اس کی مرضی سے ہو رہا ہے لہٰذا جائز ہے

دوسرا اعتراض۔ تفاسیر میں ہے کہ حضرت یوسف کے حکم سے افسر نے آواز دی کہ **اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ** تم چور ہو۔ یہ جھوٹا بہتان، تہمت اور بے گناہوں کو ستانا ہے جو سراسر ظلم ہے۔

جواب۔ امام ابن ابی بکر رازی نے اس کے تین جواب دیے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ سب کام جیلہ شرعی ہے اور جائز ہے جیسے ایوب علیہ السلام کے لیے ان کی بیوی کے مرگوڑوں کی قسم پوری کرنے کے لیے رب تعالیٰ نے بھاڑو مارنے کا حکم دیا۔ اور حضرت ابراہیم کا اپنی بیوی کو بہن کہہ دینا۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ میں کسی کو بچانے کے لیے

یا خود بچنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے خود کیا حضرت یوسف نے اس کا حکم نہ دیا تھا۔ تیسرا جواب یہ کہ حضرت یوسف نے اُن کے سابقہ ظلموں کی مشابہت دیتے ہوئے یہ لَسَارِقُوْنَ کا لفظ توریۃً کہلوایا۔ یعنی تمہارے تمام کام چوروں جیسے خالص ہیں۔ ہمارے یہی تفسیر میں اس جملے کو سوالیہ قضیہ بنایا ہے کہ کیا تم چور نہیں پڑتا۔ تیسرا التزام۔ جب ملے کہ یا تم چور ہو پھر انعام دینے کی ضمانت دینا کیا حیثیت رکھتا ہے چور کو انعام دینا درست نہیں ہے خوب۔ قانون شریعت کے مطابق جب تک مقدمہ عدالت میں نہ جائے مجرم کو بچانا اس سے مال نکلوانا بلا اقرار جرم کے لیے کوئی لالچ دینا جائز ہے اور چھوڑ دینا جائز ہے۔ خبر کاروں کو صحیح تو معلوم تھا نہیں کہ یہ چور ہیں یا نہیں ان کا مقصد ان پر گرفت کرانا اور جلدی ملنا تھا اس لیے ذرا یہ کہا گیا کہ دیکھو اگر ہماری تفتیش کے بغیر ہی تم ہمدرد پتہ بتا دو تو ہمارا بھی وقت بچے گا پریشانی دور ہو گی تو تمہاری بھی عزت رہے گی اس کے لیے تم کو انعام بھی دیں گے۔ گو ارادہ ہماری نظروں میں چور ہی نہ ہوگا۔ آج بھی مجرموں میں سے کچھ کو وعدہ معاف گواہ بنایا جاتا ہے اس کی شرعی اصل یہی آیت ہے اس سے مجرم کا آسانی اور جلدی سے پتہ لگ جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ہزارہا محنتوں مشقتوں ریاضتوں مجاہدوں کے بعد پھر کبھی مردان راہ خدا پر وہ وقت آتا ہے کہ محبوب ازلی ٹوٹتا ہے اور پردۂ فراق اٹھتا ہے۔ حضرت فرق کے بعد جب بارگاہ اصل میں خلعت نصیب ہوتا ہے تو خوش نصیب کو پہلی دفعہ ہی باریابی نصیب ہو جاتی ہے۔ سر ذات کا یہی اشارہ ہے۔ دنیا میں بھائی بنانے والا باپ ہوتا ہے اور بھائی بننے والے اولاد ہوتے ہیں مگر راہ سلوک میں بھائی بننے والا مرشد کامل اور بھائی بننے والے مریدین اصطفا یان حق ہیں۔ دنیا کی برادری نسب سے ہے حقیقی کی برادری حسب سے ہے علماء شریعت فرماتے ہیں کہ ایک نطفے کی دو اولاد بھائی ہے۔ مولانا فرماتے ایک مشرب کی دو قال بھائی ہے حائل دنیا میں نسبی بھائی کو مقام شرافت دیا جاتا ہے مگر مجلس طریقت و حقیقت میں مدار معرفت والے کو بھائی بنایا اور اپنے قرب خاص میں جگہ دی جاتی۔ عالم ناسوت کی جان پہچان تو صورت اور رنگ اشکل و شباہت سے مگر عالم لاہوت کی جان پہچان عشق و جذبات الفت ایمان۔ محبت عبادات و مجاہدات سے ہے وہاں تو تعلق الٰہی دیکھا جاتا ہے۔ خلوص نیت کو اَنَا اَحَقُّ کا تمغہ اور لقب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اے مردان راہ خدا دنیوی رشتوں کے جڑنے ٹوٹنے کی پروا نہ کرو اُس رشتہ دار کی فکر کرو جو ابدی ہے جس کو فَلَا تَبْتَئِسْ کی قوت ہے۔ جس کو کبھی فنا کا غم نہیں۔ جس کو قلب رحمانی عرش بزدانی کا رشتہ آخرت مل گیا پھر اُس کو اہل دنیا کی طرف سے عتاب و تکلیف حسد و بغض کا خیال تک نہیں رہتا۔ گو ہر محبوب کی ایسی مٹی نصیب ہے کہ سارے

قسم غلط ہو جاتے ہیں سے اللہ ہم کو بھی یہ ہار عطا فرما۔ تلتقطہ بعض سیارھم بعض شفاعۃ فی حق خبیثۃ مؤذیۃ یتقاہا الفقراء تلتقطہ بعض قافلۃ آستانہ کبریاں کی عجیب شانیں ہیں جو محبت کا قدم رکھا اسے کسی کو مصائب کے بتلا کی سرائیں ملتی ہیں بر بابل عشق ہاسی کو ذبح کیا گیا جو دنیا میں خلوص ان کر یا اسی کو پور ماکر پکڑا۔ جو شہید ہوا اسی کے خزانہ صادات میں ملائکہ کا پیارا چھپایا گیا۔ مدرسہ عشق کا جس نے بھی کیا اسی کو بھی بدلی۔ پھر اس کے عشق کی لذت کمال تو یہ ہے کہ مبتلا اس ابتلا پر راضی متوسل خیر الحت اس قتل پر مسرور۔ اور ایسا جوش کہ مرتب رکھتا ہے میرے مولا تیرے پتھر بھی اچھے تیرے اس عشق کے کنکر بھی اچھے دنیا میں عشق قرب ذات اور وصل دوست کے حصول کی خاطر یہ ملامت جھیلنے کو تیار ہے۔ بغربت کے ہزاروں پھول ایسا بیت کے ایک کانٹے پر قربان کر دیتا ہے۔ اسے مرد ان خدا عشق و خلوص کا ساتھ دینا ہے تو سب کو چھوڑنا پڑے گا اور ملامت گروں کا لوں۔ سوائی کے بیان بڑے گا۔ انتم ایھا العیر انکم لسارقون اے قافلے والو تم سب ہی چور ہو۔ صحبت کا نتیجہ تو بھگتنا ہی پڑے گا۔ قالوا و اقبلوا علیھم ماذا تفقدون اس مرد عشق الحت میں ای چیز کو پرکھا جاتا کہ کون عشق کی سروں کا سننا سا ہے کون بے خبر ہے۔ جو بے خبر ہے وہ رول پڑتا ہے خالی و خوار ہے محروم معرفت رہتا ہے اسے کسی گم شدہ کی تلاش کرنے والو تم کس کو گم پاتے ہو۔ قالوا نفقد صواع الملک ولمن جاء بہ حمل بعیر وانا بہ زعیم کے عشق کا امتحان لینے والوں نے کہا ہم شاہ عشق کا پیمانہ صبر گم پاتے ہیں۔ جو واپس دے گا یا پتہ بتائے گا اس کو ان دنیا سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ ہم اس کے راز کو تیز رکھنے کے اقرار۔ مسافر معرفت کے لیے سب سے بڑی آسائش دنیا کی جھلک ہے۔ ماہ بھر کا راہی برس میں پھنسکر راہی کی ابدی گمراہی میں گم ہو جاتا ہے۔ لیکن عاشق صادق ہر آواز پر کان بند کرتا ہے اور خاموشی سے ملامت عشق پیمانہ ملامت پیمائے رکھتا ہے۔ اسی لیے اس کو قرب وصل ملتا ہے۔ رابعہ قیسہ تصوف کے عظیم سبق دیتی ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ

بولے وہ قسم اللہ کی البتہ بے شک تم جان لیا نہیں آئے ہم کہ ہم فساد کریں

بولے خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم یہاں فساد کرنے نہ

فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا فَمَا

میں رہیں اور نہیں تھے ہم کسی چور بولے اچھا تو کیا ہو

تمہارے ہم چور نکلے بولے پھر کیا

جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ

بدلہ اس کا اگر ہو تم جھوٹے ہمارے بھائی بدلہ اس کا

سزا اس کی اگر تم جھوٹے ہو ہمارے ہاں کی سزا یہ ہے

مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ

وہی شخص کہ پایا جائے سامان میں پوری جس کی تو وہ بدلہ ہے اس کا ہی طرح

کہ جس کے سامان میں سے وہی اس کے بدلے ہے ظالم ہیں ہم

نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ

بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو تو شروع کی تلاشی اس کے بھائیوں

یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے تو اول اس کی بھائیوں سے

قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ

پہلے سامان بھائی اس کے پھر نکال لیا اس کو سے

تلاشی شروع کی اپنے بھائی کی خرجی سے

وِعَاءِ أَخِيهِ ۚ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ

سامان بھائی اس کے اسی طرح تدبیر بتائی ہم نے کیلئے یوسف کے نہیں تھا

پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی

لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

کہ لے لیتے بھائی کو اپنے میں دین بادشاہ مگر یہ کہ چاہتا ہو

ہاں میں اُسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ

اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ

اللہ ۔ بلند کرتے ہیں ہم بہت درجے جس کو چاہیں ہم اور اوپر ہر

خاص جانتے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر

ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

والے علم کے ایک جانے علم والا ہے

علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں جس طریقے کا ابتدائی ذکر ہو تھا وہ آیات میں اسی کے نتیجے کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ غلہ میں کو بھیجتے وقت حضرت یعقوب نے ان ہی اپنے بیٹوں سے پکا وعدہ لیا تھا جس کی بنا پر وہ غلہ میں کو واپس لانے پر شرعی طور پر مجبور تھے اب ان آیت میں حضرت یوسف کی اس قانونی اور شرعی گفتگو کا ذکر ہے جس میں حضرت یوسف نے ان بھائیوں سے پوچھا جس کی بنا پر وہ بھائی بنیامین کو چھوڑنے پر شرعاً مجبور تھے

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کے بنیامین کو روکنے کا ایک انوکھا طریقہ مذکور تھا جس پر لگتا تھا کہ یہ طریقہ خود حضرت یوسف کی سوچ بچار کا نتیجہ ہے مگر ان آیات میں بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعے بتایا گیا۔ **تفسیر نحوی** ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۔ **قَالُوْا** فعل ۔ واؤ فاعل ۔ اس صیغہ مذکر غائب قول ہے برادران یوسف کا اس کا فاعل ہم ۔ ضمیر متکلم آخری تعظیم کے لیے ہے لب لغیرہ ہے **تَاللّٰهِ** ۔ تَ یہ لحاظ بصرہ کے نزدیک اصل حرف قسم مرفوع ہے ۔ ب اور تا اس کے

علیحدہ ہیں ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب حرف اپنی جگہ مستقل حروفِ قسم ہیں یہ قسم کھب کیلئے ہے تمام حروف قسم جارہ ہوتے ہیں۔ لفظ اللہ اس کا مجرور ہے تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ لام تاکید قسم کے لیے ہے قَدْ عَلِمْتُمْ ماضی قریب ہے۔ یعنی اے درباریو تم نے حاسی مدرت سے ابھی ابھی جان ہی لیا ہے۔ مَا جِئْنَا۔ فعل ماضی مطلق منفی بصیغہ جمع متکلم فاعل برادران یوسف یہ سب عبارت جواب قسم ہو کر مقولہ ہے قَالُوْا کا عَلِمْتُمْ کا منعول ہا ہے لِنُفْسِدَ لام بعیہ۔ فی ظرفیہ بمعنی علی الارض معنی تمام روئے زمین میں فساد مچانے میں ہے الف لام جنسی ہے۔ وَمَا كُنَّا۔ واؤ عاطفہ کُنَّا فعل ناقصہ اس کا اسم ضمیر متکلم مرفوع مستتر یہ فعل ماضی مطلق اور عطف علیہ بمعنی مستقبل۔ لُصُّ سے بنا ہے۔ بمعنی بگاڑنا۔ پریشان کرنا۔ کسی کو اس کی مفید جگہ سے اٹھانا۔ دکھ دینا۔ یہاں آخری معنی مناسب ہیں۔ سارقین۔ جمع ہے سارقٌ کی۔ سَرِقٌ سے بنا ہے۔ بمعنی چوری کرنا۔ فاعل کرنا۔ کمزور ہونا پھسنا (المنجد لیطی) یہاں پہلے معنی مراد ہیں اور وہی زیادہ مشہور و مستعمل ہیں۔ شریعت میں کسی کی حرز کی (جس چیز کو حفاظت کے اندر سے بغیر رضاء مالک لے جانا سَرِقٌ ہے۔ یہ اسم فاعل ہے بصیغہ جمع نسبت تمام برادران یوسف کی طرف۔ ترکیب خبر ہے کُنَّا فعل کی محالِ زبر ہے۔ قَالُوْا فَمَا جَزَاؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ قَالُوْا کا فاعل اہل دربار حشم ہیں یہ گفتگو جوابًا ہے۔ فَمَا۔ فَ تعقیبیہ مَا سوالیہ یہاں ایک محل يَكُوْنُ يَنْبَغِيْ يَا يَبْدُوْ يَا يَكُوْنُ تامہ پوشیدہ سے جَزَاؤُهٗ اس کا فاعل ہے۔ ہٗ ضمیر غائب مجرور منفصل کا مرجع سارق یا یہ تم لوگوں کا مجموعہ۔ یہ عبارت جزاء مقدم ہے۔ اِن حرفِ شرط كُنْتُمْ۔ فعل ناقصہ۔ ضمیر جمع پوشیدہ اَنْتُمْ اس کا اسم كٰذِبِيْنَ جمع ہے كَانَ کی محالِ زبر ہے کیونکہ خبر ہے فعل الناقص کی قَالُوْا جَزَاؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَاؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ قَالُوْا۔ یہ فعل قول ہے جواب الجواب برادران کا۔ جَزَاؤُهٗ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ مَنْ موصولہ اپنے پورے صلہ سے مل کر خبر ہے مبتدا کی وُجِدَ فعل ماضی مجہول۔ هٗ ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع مَنْ ہے فِیْ ظرفیہ اپنے معنی میں ہے۔ ہٖ بعیہ یعنی اس وعدے ہُوَ کا مرجع وہی مَنْ یعنی چور یہ مبتدا ہے جَزَاؤُهٗ اس کی خبر ہے۔ یہ پورا جملہ خبریہ شرطیہ کلام کے لیے ہے۔ یعنی بس یہی اس کی جزا ہے۔ دراصل یہ عبارت تھی فَهُوَ هُوَ۔ یعنی وہ چور خود ہی اپنی جزا ہے۔ یہاں جزا بمعنی سزا ہے۔ اور یہ الفاظ شدت اور تکرار کی وجہ سے تتمہ کلام سوال و جواب ہو گیا۔ كَذٰلِكَ جملہ تشبیہ ہے مفتہ یہ جزا ہے۔ اسی دلیل سے بعض نحویوں نے فرمایا کہ پہلا جَزَاؤُهٗ برادران یوسف کا قول ہے اور فَهُوَ جَزَاؤُهٗ حشم کا کلام مؤید ہی طور پر۔ یعنی جب بھائیوں نے کہا کہ وہی چور اس چوری کا بدلہ ہے تو خدام دربار نے کہا ہاں واقعی یہ ہی جزا ہے۔ یا ساری سب عبارت ہی خدام دربار کا مقولہ ہے۔ یہاں تک قَالُوْا یا قَالَ مُؤَذِّنٌ پوشیدہ ہے نُجْزِي فعل مضارع بصیغہ جمع متکلم بمعنی ماضی یا بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی شروع سے دیتے رہتے ہیں یہ سزا اس کو یہ دیں گے یا آئندہ سب ظالمین

کو یہ ہی سزا دیا کریں گے الظالمین۔ الف لام استغراقی ہے۔ جمع ہے ظالم کی۔ ظلم سے مشتق ہے یعنی نقصان کرنا اپنا یا کسی کا قَدَّ یَقُدُّ قَدًّا وَ یَقِدُّ قَدًّا قَبْلَ وَعَابِدِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ اَخِیْهِ کَذٰلِكَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ تقطیع یَدُّ فعل ماضی ہَدٌّ مہموز اللام سے ہے باب فتح سے بھی ظاہر ہونا۔ شروع کرنا۔ تلاش کرنا۔ یہاں تلاش کرنا مراد ہے۔ مثل سُرُر کے یہ بھی دو معنی میں آجاتا ہے یہی بنائی تلاش۔ جیسے کہ اَسْرَار رات کی سیر۔ اَوْعِیَة جمع ہے وِعَاءٌ کی بمعنی بڑا تھیلا جس میں مسافر کا سارا سامان آجائے۔ بستر بند کو بھی آج کل کہہ دیتے ہیں۔ یہاں مراد گندم کی بوریاں ہیں ثُمَّ حرف عطف ہے سوتیلے بھائی بن یامین کے۔ قَبْلَ ظرف ہے بِدَاَ کا وِعَاءِ اَخِیْهِ مضاف مضاف الیہ مرکب اضافی ہوا قَبْلَ کا۔ اَخِیْهِ اسماء ستہ میں سے ایک ہے بحالت جر بوجہ اضافت۔ ہٗ ضمیر کا مرجع یوسف ہیں۔ ثُمَّ برائے تراخی بھی دیر کے بعد اِسْتَخْرَجَ فعل ماضی مطلق باب استفعال متعدی ہے ایک مفعول۔ ھَا ضمیر مؤنث غائب اس کا مفعول بہ ہے مراد گمشدہ پیالہ ہے کیونکہ ضواع مذکر مؤنث دونوں طرح ہے بعض نے کہا ھَا سے راحلہ ہے۔ مِنْ جارہ ظرفیہ بمعنی فِی۔ وِعَاءِ بحالت زیر بوجہ مِنْ۔ ایک قرأت میں اِعَاءِ ہے۔ مگر اصلیت وِعَاءٌ ہے ماقبل کو حمزہ سے بدل دیا کیونکہ واؤ پر کسرہ ثقیل ہوتا ہے۔ بعض نحوی اس کو ہمزہ سے دُعَاءٌ پڑھتے ہیں (تفسیر ابی البقاء ص ۳۴۳) مگر الف حرف تشبیہ بمعنی اسی طرح اس کا مشبہ بہ سابقہ کلام ہے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کِدْنَا۔ فعل ماضی مطلق باب ضرب سے ہے۔ کیدٌ اَجوف یائی سے بنا ہے۔ بمعنی دھوکہ حیلہ۔ نتیجہ کوشش۔ مقصد پالینا۔ برائی سے بچنے کا طریقہ بتانا۔ کامیابی کی خفیہ تدبیر بتانا۔ یہاں یہ آخری معنی ہی مراد ہیں۔ اس کا فاعل ضمیر متکلم کا مرجع ذات باری ہے لِیُوْسُفَ۔ لام حرف جر بمعنی مفعولیت یوسف کان جملہ ہے بوجہ لام مگر ظاہراً زبر ہے بوجہ غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ مانافیہ۔ یہ سب عبارت کِدْنَا کا بیان ہے۔ کَانَ ناقص ہے۔ جب مضارع کے ساتھ آتا ہے تو علامت استمراری بن جاتا ہے اور جب ماضی مطلق کے ساتھ لگتا ہے تو اس کو بعید بنا دیتا ہے۔ گویا کہ کَانَ اپنی پوری گردان کے ساتھ اسم ہو کر ماضی میں علامت بعید ہے مضارع میں علامت ماضی استمرار ہے اور علیحدہ اکثر فعل ناقصہ ہے کبھی کبھی فعل تامہ ہے۔ لِیَاْخُذَ۔ لام کَیْ ناصب مضارع نے یَاْخُذَ فعل مضارع کو نصب دیا۔ یہ پورا فقرہ دراصل اسی طرح تھا۔ مَا کَانَ یَاْخُذُ ماضی استمراری معروف منفی اور لام کَیْ برائے وضاحت۔ یعنی البتہ نہیں لے سکتا تھا یوسف اپنے بھائی کو۔ مگر اس طرح توڑ کر بیان فرمانے میں مزید شدت سے وضاحت مقصود ہے۔ اَخَاهُ۔ مفعول بہ ہے یَاْخُذَ کا فِیْ حرف جر ظرفیہ ہے۔ دِیْنِ۔ سے مراد مذہب اور قانون یا صرف قانون کملک بمعنی بادشاہ۔ اِلَّآ حرف استثناء ہے یہاں منقطع ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں اگر اللہ چاہتا تو دین ملک سے اخذ ہو جاتا۔ اَنْ حرف ناصب

مضارع اس سے یُنشاءُ فعل مضارع کو زیر و پاشی ؤ سے بنا ہے یعنی مشیت یہاں مضارع معنی حال ہے۔ اس کا عامل ظاہر لفظ اللہ ہے۔ نَرْفَعُ فعل مضارع کلام باری تعالیٰ ہے رفع یعنی بلندی سے منسق ہے۔ دَرَجٰتٍ۔ جمع ہے درجہ کی یعنی مرتبہ۔ عزت۔ شان۔ جمع مؤنث سالم ہے۔ بحالت زیر ہے بوجہ مفعول بہ۔ رفع منقوصی ہدٗ مفعول ہے اس کا مفعول اوّل درجٰت ہے اور مفعول دوم مَنْ نَّشَاءُ ہے۔ ایک قرأت میں درجٰت مضاف ہے مَنْ موصول کا بغیر نون کے نشاءُ فعل مضارع بصیغہ واحد متکلم مرجع فاعل ذات باری تعالیٰ۔ واؤ عاطفہ یا سببیہ یعنی اس لیے یا کیونکہ۔ فَوْقَ اسم ظرف بحالت جبی بر فتح مضاف کُلِّ مضاف الیہ۔ ذِیْ بحالت زیر کل کا مضاف الیہ۔ عِلْمٍ سے مذکر ہے اکیلا نہیں آسکتا اس لیے علم مضاف الیہ سے جڑ کر آیا ایک قرأت میں یہ لفظ عالم ہے اور ذِیْ زائد ہے۔ یہ پوری عبارت جبر مقدم ہے اور عَلِیْمٌ برہان فَعِیْلٌ کے وزن پر "صفت مشبہ" کا صیغہ ہے۔ مبتدا مؤخر ہے۔

تفسیر عالمانہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ یہ سوالیہ تہمت سن کر وہ برادران یوسف بولے اللہ کی قسم کتنا تعجب ہے کہ تم نے البتہ بیشک اسی تک کے ہمارے تمام ظاہری حالات کو جان لیا ہے کہ کسی دفعہ بھی نہیں آئے ہم کہ فساد پھیلاتے ہم دین میں یہ تو ہماری ظاہری عادتیں اور خصلتیں تم نے آج تک مشاہدہ کیں کہ ہم نے اپنے دشمنوں کے منہ تک باندھ دیے تھے اب کسی شہر بستی باغات وغیرہ سے گذرتے رہے تاکہ ہمارے جانور بھی کسی دکان یا باغ یا کسی کی چھوٹی موٹی کھیتی میں منہ ماریں اور ہماری باطنی حالت یہ ہے کہ ہم کبھی بھی نہ چور ہوئے نہ ہیں نہ ہوں گے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ برادران یوسف نبی زادہ ہونے کی وجہ سے بہت ہی نیک متقی اور عبادت گزار تھے۔ اگرچہ قحط سالی کی وجہ سے عام کھیت منہ مارتے مگر وہ نہ کھولتے اور درختوں پر منہ مارتے ہیں اس لیے انہوں نے تمام اونٹوں کے منہ باندھ دیئے تھے۔ یہ اُن کا انتہائی زہد تھا بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اسی چکر میں برادران یوسف وہ ساری رقم واپس لے آئے تھے جو پہلے اُن کی بوریوں میں نکلی تھی اسی لیے کہہ رہے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ ہم نہ فسادی ہیں نہ چور ہم نے تمہاری رکھی ہوئی رقم بھی تم کو لاکر واپس کر دی اب بھی تم پر تعجب ہے کہ تم ہم کو چور سمجھ رہے ہو اتنی باتیں سمجھانے کے باوجود قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ بولے۔ ہم نے تمہاری باتیں تو سب سن لیں لیکن یہ بتاؤ کہ اگر تم جھوٹے ثابت ہو گئے اور ہماری تلاشی لینے کے بعد تمہارے سامان میں سے وہ پیالہ نکل آیا تو اس چور کی سزا کیا ہے۔ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ بولے اُس چوری کا بدلہ دی شخص ہے پائی جائے وہ چوری شدہ چیز جس کے سامان میں سے تو وہ چور ہی اس چوری کے جرم کا بدلہ ہے ہم تو اپنے قانون اپنی شریعت میں اسی طرح ظالموں کو مجرموں اور چوروں کو سزا دیتے

ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب شریعت رسول مکرم تھے اور آپ کی شریعت میں چور کی سزا چور کو غلام بنانا تھا یعنی جس کی چوری کی ہے عدالت کا فیصلہ یہ ہوتا تھا کہ چور اسی کی غلامی میں ساری زندگی گزارے اور اس کو بیچا بھی جا سکتا تھا گویا کہ غلامیت پورے حقوق کے ساتھ ہوتی تھی روح البیان نے فرمایا کہ ایک سال کی غلامیت ہوتی تھی مگر یہ غلط ہے کیونکہ غلامیت نام ہے بکیت نفسہ کا اور بکیت متفاضی ہے پورے حقوق کی جس میں بیچنا بھی شامل ہے ایک سال کی غلامیت میں بیچا نہیں جا سکتا اور پھر جس کا مال چوری گیا اس کو کیا فائدہ ہوا الٹا اس کو ایک سال تک کھلانا پلانا پڑا اس لئے اس کا نرخ پڑے گا مکمل غلامیت میں کم از کم اس کو بیچ کر اپنا نقصان تو پورا کر سکتا ہے۔ یا اس سے کاروبار کرا کر اپنا مال نکلوا سکتا ہے بعض نے فرمایا کہ ایسے غلام بنانا منع تھا صرف خدمت لے سکتا تھا یہ سب شریعت یعقوبی کے قانون تھے مگر آج شریعت محمدی میں ہاتھ کاٹنا سزا ہے اور اس وقت مصر کا قانون بھی کچھ سزا مار پیٹ اور ملک بدر کرنا تھا فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ کارندوں نے یہ بات تسلیم کر لی اور سب کو واپس لے آئے برادران یوسف کے علاوہ لوگوں کو بھی اور دربار یوسفی پہنچ کر خود ہی تلاشی لی ابھی حضرت یوسف کو پتہ نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے آپ نے بھائی کا سامان اور بوری دیکھ کر نمبردار سب کی بوری اور دیگر سامان دیکھا یہاں تک کہ آخر میں یا درمیان میں ہی بنیامین کا سامان دیکھا تو اس افسر نے جو پریشانی کی وجہ سے خود ہی تلاشی لے رہا تھا یوسف کے بھائی بنیامین کی بوری میں سے وہ گلاس برآمد کر لیا۔ اب تو ان کے ہوش اڑ گئے اور شرمندگی سے ان کے سر جھک گئے کسی کو اتنا ہوش نہ رہا کہ اب اپنے بھائی کی بیگناہی ثابت کرتے ہوئے یہ کہدیں کہ جناب بوریوں کو تو ہم نے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا آپ نے خود ہی بھر کر سی کر ہم کو دی تھیں ہم نے خود ہی بھول کر یا جان کر یہ گلاس رکھا ہوگا۔ بس بنیامین کو برا بھلا کہنے لگے اور جب سیفرتی کی کارندوں نے سارا معاملہ یوسف علیہ السلام کو سنایا اور فرمایا کہ ہمیں لوگوں نے خود ہی یہ سزا چور کے لیے بتائی ہے کہ ہمارے قانون میں چور کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے رب کریم کی کہ جب بھائی وفراق کی گھڑیاں تھیں تو کس طرح جدائیاں ہوتی چلی گئیں ہر بھائی چاہتے پر بھی اور اب جب کہ وصل محبوبین کا وقت بہار قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ سنو اے کائنات والو كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ اسی طرح ہم نے طریقہ تدبیر اور ارادہ اختیار فرمایا اپنے صابر۔ صدیق۔ نبی یوسف کے لیے۔ یہ تدبیر کہ پیالہ ہی ہماری قدرت سے نکلا گیا یا کہ قافلہ روانہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی پکڑا گیا یا یہ کہ وہ برادران خود سزا تجویز نہ کرتے اور یوسف علیہ السلام کو خود اپنے ملک کی سزا دینی پڑتی یا معاف کرتے یا یہ کہ وہ معافی مغفرت مانگ لیتے یا یہ

کہ پہلے ہی نیا بین کا سامان دیکھ لیا جاتا اور قافلے والوں کو شک گزر جاتا کہ کوئی سوچی بھی سکیم ہے۔ یا یہ کہ بھائی کہہ دیتے کہ بوری میں سے پیالہ نکلا ہمارا کام نہیں یا یہ کہ ہمارے پریشان ہو کر نہ دوڑنے اور خود اُن سے سزا دہی کے متعلق نہ پوچھتے۔ اگر یک لخت یہ ساری تدابیر حسنہ جمع نہ ہو جاتیں یک بات بھی رہ جاتی تو اللہ پوسف اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتے بادشاہی دین کے قانون میں مگر یہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ بلند فرمائیں ہم سے اپنے جس بندے کے چاہیں ہر لحاظ سے اور دنیا جان گئی کہ ان تمام علم عقل تدبیر کرنے والوں سے اوپر زیادہ علم والا ہی ہے یعنی جس کو اللہ نے علیم بنایا وہ اپنی ہر شان میں ہر وقت بلند ہی رہا۔ یا یہ کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں صاحب علم ہوں کیونکہ اُس سے بھی زیادہ علم والے موجود ہیں۔ یا یہ کہ علم علیہ رب تعالیٰ ہے اور دنیا میں یہ تسلسل عطاء الٰہیہ یہ تسلسل مخلوق میں آقا، دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے اور موجودات میں رب تعالیٰ پر۔ یعنی ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے خواہ کسی نوعیت کا علم ہو یا ہر شخص ایک دوسرے سے کسی علم میں بڑھا ہے کسی میں اونچا۔ اور انتہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مخلوق کسی علم میں فوق نہیں ہے نبی کریم سے اونچا علم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ تمام علم والوں سے اونچا فقط ایک ہی علیم ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ذی علم اور علیم میں گیارہ طرح فرق ہے۔

۱۔ ذی علم۔ پڑھ کر یا کسی وسیلے سے علم لینے والا۔ علیم وہ جو بن پڑھے عالم ہو۔ ۲۔ ذی علم وہ جو ظاہری علم رکھے۔ علیم وہ جو ظاہری باطنی اشیا کو جانے ۳۔ ذی علم وہ جو معلم سے علم پائے۔ علیم وہ جو ذاتی علم کا مالک ہو اس معنی میں علیم رب تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ ۴۔ ذی علم وہ جو مقدمات سے علم پائے۔ علیم وہ جو صفات سے علم پائے ۵۔ ذی علم وہ جو علم لے سکے علیم وہ جو علم دے سکے ۶۔ ذی علم وہ جو عالم ہو علیم وہ جو معلم ہو۔ ۷۔ ذی علم وہ جس کی محنت علم ہو علیم جس کی صفت علم ہو ۸۔ ذی علم وہ جو مخلوق سے علم لے علیم وہ جو خالق سے علم لے۔ ۹۔ ذی علم وہ جو بلوغت کے بعد علم حاصل کرے علیم وہ جو بطن مادر میں علم پالے ۱۰۔ ذی علم وہ جس کے علم کو فنا ہو جائے علیم وہ جس کے علم کو فنا ہو ہی نہ لقا ہو ۱۱۔ ذی علم وہ جس کے علم کی کوئی حد ہو علیم وہ جس کے علم کی حد نہ ہو۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ زمین میں سب سے بڑا سماگناہ کرنا ہے کیونکہ اس سے ظاہری اور باطنی گندگی ہے جو گناہ کا فرمان ہے کہ گناہ سے زمین لرز جاتی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ شاید سیاسی تخریب کاری ہی فسادی ہے حالانکہ اصل فسادی فاسق فاجر اور اللہ رسول کا نافرمان شخص ہے۔ یہ فائدہ ناجائز سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ دنیوی مصیبت سے بچنے کے لیے بندوں کے سامنے اپنی نیکی کا اظہار گناہ یا ریاکاری نہیں یہ

فائدہ لعلکم تتقون کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو نفلی دائمی عبادت ظاہر نہ ہو وہ برباد اور جو نفلی عبادت ظاہر کر دی جائے وہ بربادیہ عام حالات اور ریاکاری کی نیت سے ظاہر کرنے کا ذکر ہے اسی لیے حکم ہے نفل چھپاؤ اور فرضی یا نماز کو اعلانیہ خوب مشہور کرو۔ **تیسرا فائدہ**۔ شرعی قانون کے ہوتے ہوئے دوسرے دنیوی بنے ہوئے قانون پر عمل کرنا منع ہے ان لوگوں کو جن کے لیے وہ شریعت الٰہیہ نازل ہوئی ہو۔ یہ فائدہ فما جزاء من (الخ) کی پوری آیت کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اسلامی قانون پر ہی عمل کرنا فرض ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند نفیس مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ مجرم کی سزا کے متعلق خود مجرم یا اس کے لواحقین سے پوچھا جائے یہ فما جزاء من (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ جرم کی سزا صرف حاکم عدالت یا حکومت کے ماتحت دے سکتے ہیں جن کو بادشاہ یا کسی بھی سربراہ مملکت نے عدالت کا اختیار دیا ہو۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قانونی سزا نہیں دے سکتا ہاں دلا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ شخص حکومت کا ملازم ہو یہ مسئلہ کذالک یوسف کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ مجرم کو اس کے دین کے مطابق سزا دینا جائز ہے اگرچہ اپنے دین یا اپنے قانون کے علاوہ ہو۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ ایک موقعہ پر آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے رجم کے متعلق خود ان سے پوچھا تھا اور توریت دیکھ کر رجم کیا تھا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ شریعت یعقوبی میں چوری صرف حق العبد تھی واللہ اعلم۔ **چوتھا مسئلہ**۔ حق العبد والے جرم میں تعزیر ہوتی ہے اور حق اللہ والے جرم میں حد ہوتی ہے اور تعزیر کرنا شرعاً جائز ہے تعزیری سزائیں مشورہ جائز ہے نیز غصے کے نقصان دہ جرم عدالت میں آنے سے پہلے صرف حق العبد ہے لہٰذا تجویز سزا کا مشورہ جائز۔ یہ مسئلہ بھی فما جزاؤہ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ لیکن حاکم کا فرض ہے کہ غیر شرعی یا شریعت کے خلاف سزا نہ دے۔

یہاں چند اعتراض پڑھ سکتے ہیں۔

اعتراضات

پہلا اعتراض۔ وعاہ اخاہ ۵ دفعہ کیوں فرمایا گیا جب کہ دوسری دفعہ استخرجہا منہ کہنا کافی تھا۔ خواہ مخواہ الفاظ کی زیادتی فصاحت کلام کے خلاف ہے۔

جواب۔ خواہ مخواہ نہیں بلکہ بہت ضروری تھا کیونکہ تفتیش جرم کا مرحلہ تھا اور کسی کو مجرم بنانا بہت نازک کیفیت ہوتی ہے اس لیے اگر فصاحت کلام اور صفائی معاملات کے پیش نظر ایک بات کو دس دفعہ بھی دہرائی پڑے تو یہیں وہ مت ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام بیان شہادت میں فرماتے ہیں کہ گواہ کو اپنے بیان میں ضمیریں استعمال کرنا منع ہیں بلکہ بار بار جب موقعہ آئے تو مدعی اور مدعی علیہ کا صاف صاف نام یا رشتہ ذکر کرے نیز

یہ تکرار لفظی فصاحت کے خلاف نہیں۔ فصاحت کے خلاف ہو ۱ تین قسم کا ہے ۱ نحوی قواعد کے خلاف ہونا۔ ۲ عرفی استعمال کے خلاف ہونا۔ ۳ کلام میں سقم رکاوٹ یا خلل پیدا ہونا۔ نیز یہاں اس لیے بھی ضروری ہے کہ پہلے دعاء میں صرف قلیت کا ذکر ہے۔ تلاش کا نہیں ہے اور یہاں تلاش کرنے اور جرم ثابت کرنے کا ذکر ہے **دوسرا اعتراض**۔ کذٰلک۔ کا معنیٰ ہے مکر کیا ہم نے اس کی نسبت رب کی طرف کرنا گستاخی ہے۔

جواب۔ غلط ہے۔ کذٰلک سے بنا ہے جس کا ترجمہ تشریح تفسیر نحوی اور عالمانہ میں کردی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے تدبیر کرنا۔ یا ارادہ کرنا۔ اور ان دونوں معنیٰ کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف معیوب اور گستاخی نہیں ہاں نیت نیر کی تدابیر بھی ہوتی ہے اور نیت بد کی بری۔ جب کسی کا نقصان ہو تو ایسی نقصان دہ تدبیر بری۔ یہاں کسی کا نقصان نہ تھا۔ بنیامین کی مرضی سے ہوا لہٰذا تدبیر اچھی فائدہ مند تھی۔ کذٰلک۔ مشترک ہے چار معنوں میں۔ تدبیر کرنا۔ ارادہ کرنا۔ صحیح بات دل میں ڈالنا۔ سیدھی راہ چلانا۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں مجرم کی سزا کے متعلق خود مجرموں سے کیوں پوچھا گیا۔ یہ تو عدالت کی توہین اور قانون کی کمزوری ہے۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا کہ سزا نہیں پوچھی تھی بلکہ اس کے دین کا قانون پوچھا تھا۔ ہر پوچھنے والی عدالت نہ تھی بلکہ بکڑنے والا عملہ تھا۔ جیسے پولس کسی مجرم سے پوچھے کہ بتا اگر جرم ثابت ہوگیا تو تجھے کیا سزا دیا استاد اپنے شاگرد سے پوچھے کہ بتا اگر تجھ کو سبق یاد نہ ہوا تو تجھے کیا سزا۔ ان تفتیشوں کا رد دل کے اختیار میں نہ سزا تھی نہ عدالت کا قانون ان کے پوچھ لینے سے نہ عدالت کی توہین ہے نہ قانون کی کمزوری۔ حضرت یوسف نے نہیں پوچھا تھا ان اللہ انہوں نے اس سزا پر عمل درآمد اس لیے کرلیا کہ وہ شریعت الٰہیہ کی قانونی سزا تھی نہ کہ ان کے کہنے کی بنا پر اگر یہ سزا شرعی نہ ہوتی تو کبھی اس پر عمل نہ ہوتا بعد میں بھائی کہتے ہے سزا کو اس طرح بدل دو کہ ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ رکھ لو مگر یہ بات غیر شرعی تھی اس لیے نہ مانی گئی

تفسیر صوفیانہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ شریعت ظاہر سے اور اس کی نافرمانی فساد دین ہے طریقت پوشیدہ ہے اور اس کی نافرمانی چوری ہے۔ بندۂ کامل بننے کے لیے شریعت کا اور طریقت کا زیور پہننا ضروری ہے اہل شرع کا اظہار ضروری ہے اور راہ معرفت کی گھاٹیوں سے خاموشی سے گزرنا لازم ہے۔ جو بھی اس راہ کا مجرم ہوگا وہ جھٹلایا جائے گا اس کو ہجروں کی سزا ہے اور یہ سزا اس کے اپنے ہی ضمیر کی آواز کے مطابق ہوگی۔ کاملین فرماتے ہیں کہ راہ سلوک بہت نازک ہے طالب کی ذرا سی بھول اس کی پچھلی ساری محنت کو برباد کردیتی ہے سب سے زیادہ نقصان صحبت اشرار سے ہے۔ اس راہ میں لسان کی نگہداشت کام

نہیں دیتی جرب ربانی اور خود ستائی نہیں ہو جاتی یہاں تو باطن ٹٹولا جاتا ہے اور دیکھنے والے خود جان جاتے ہیں کہ طالب مولیٰ کا خلوص کس درجے کا ہے۔ قَالُوْا اَحَدٌ اَحَدٌ وَّمَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ اَدْنٰی مِثْقَالِ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ لَمْ یَقُلْ اَحَدٌ اَحَدٌ وَّاِنْ قَالَ قَالَ بِلِسَانِہٖ دُوْنَ قَلْبِہٖ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ ثُمَّ سَتَظْھَرُ عَلَیْھِمْ دَعْوٰی عَلَیْہِ اعلیٰ ظاہر لکھتے ہیں کہ دنیوی آفات و مصائب کسی حرم کی پاداش میں ہی ہوتے ہیں اور فقیری غربتی۔ بیماری لاچاری۔ تنگ دستی پڑ امکہ یہ سب محرومی مقصد کے نشان ہیں مگر یہ واہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ یہاں کا میسر عزت میں مقہور ہے اور یہاں کا لاچار آخرت میں محمود ہے یہاں ظاہر میں محرم بنایا جاتا ہے باطن میں محرم بنایا جاتا ہے۔ ظاہر کی بید باطن کی آزادی ہے ظاہر کی غلامت اصل زینت ہے۔ جس محبت وہ ہے جو اس کا تبدی ہو گیا اس کے جال کی قید میں تو کروڑوں اسکار صحرا و فرش پر سرگردان ہیں صحرا سے ہدایت سے محمد ہوا اور مسند سے رشتہ توڑا۔ ہم آنکھوں صحرا سر خود سادہ برکف پامیتہ رانکہ رسے بلشکار سلامی اسکا اپنے سکری سے بھاگا ہے گرسنی کی ریت ملائی ہے یاں صحرا عشق وسنی کے مستان مجذوب خود طوق محبت پہنے کے شوق میں ہاتھ سر ہتھیلی پر رکھے پھر رہے ہیں کہ کاش کبھی میناد مجذوب کا اس عقل سے گذر ہو۔

جس کے کجاوہ دل میں اس کا پیمانہ عشق نکل آئے وہی خوش نصیب اس کا بدلہ ہے۔ اے ظاہر بینو تم نے محذوب کو مقرب فقیر کو حقیر سمجھا۔ مگر کسی مجذوب الٰہی اور فقیر معطائی سے تو پوچھو وہ تو ان بات پر ہی نہاں وفرماں ہیں کہ اس نے اپنے ہاتھ سے پیمانہ عشق رکھا اور اغیار سے مطعون کرایا اور غیروں کی تفتیش میں ڈال دیا۔ خود ہی عشق کا بھانڈا پھوڑا اور پھر کمال رازداری سے اپنا بنا لیا۔ غیروں کی تلاشی اور ان سے لگاؤ تو بارہی رکھا واتحاد یہ تو دنیا کی چند روزہ شان تھی ابدی محبت تو اس کو ملی جس کو عشق و محبت کا چور بنا ڈالا۔ کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ یہ اشارہ ربانی ہے عابدین زاہدین طالبین کے لیے کہ سب توفیق تدبیر ہماری طرف سے ہے۔ ہم نے ہی یوسف قلب کو تدبیر اخلاص بتائی ورنہ عقل انسانی کے دل سے غلوص کی یافت و مجاہدے حاصل نہیں ہو سکتے واوی عشق میں فقط مشیت ایزدی ہی محافظ کل ہے یہاں سب کے قانون ٹوٹ جاتے ہیں۔ لے مجاہدے کرنے والو قدم تمہارے اٹھتے ہیں توفیق ہماری ہوتی ہے عمل تمہارے ہوتے ہیں تدبیر ہماری ہوتی ہے ہم اپنے قرب خاص میں جس کو چاہتے ہیں درجوں بلندی عطا فرما دیتے ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مصر معرفت میں آٹھ درجے ہیں اور ہر درجہ ایک علم ہے۔ منزل پر پہنچنے والا وہی علم ہے اور سب علوم کو طے کر کے قرب خاص کے تاج و تخت دوسیاہ سفید کے مالک علیم ہے اس سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ یہاں پہنچ کر بندہ کامل ہو جاتا ہے اور عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اے علم اس علم کے

حصول میں کوشش کرو۔ یہی حیاتِ دنیا کا مقصدِ اوّل ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ

بولے وہ اگر یہ چوری کرتا ہے تو بیشک چوری کی تھی بھائی نے اس کے سے

بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بیشک اس کا بھائی اس سے پہلے چوری

قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ

پہلے۔ تو مخفی کی یوسف نے یہ بات میں دل اپنے حالانکہ نہ

کر چکا ہے تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر

يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ

ظاہر کی ان بھائیوں کو یہ کہ تم میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ

ظاہر نہ کی ان پر یہ کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ

بہت جانتا ہے اس کو جو تم بناتے ہو بولے اے عزیز

خوب جانتا ہے جو تم باتیں بناتے ہو۔ بولے اے عزیز

اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ

بیشک اس کے والد بوڑھے ہیں بہت۔ تو لے لو کسی کو ہم میں سے جگہ اس کی

اس کے لئے ہیں بوڑھے بڑے تو تم میں سے ان کی جگہ کسی کو

إِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ قَالَ مَعَاذَ

شک ہم دیکھتے ہیں تم کو سے احسان والوں فرمایا اللہ کی

لے لو بیشک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں کہا پناہ کی

اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا

پناہ اس سے کہ ہیں ہم مگر اسی کو پایا سے سامان اپنا

پناہ کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس

عِنْدَهٗ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ ع ۹

ہمارا مال ملا صاحب تو ہم ظالم ہوں گے

تعلق ان آیات کا پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پہلی آیت میں حضرت یوسف کی جہت اخلاق اور شفقت کا ذکر ہوا چلا آرہا ہے جو پیدائشی حسن اخلاق کا مظہر ہے۔ ان آیت میں سوتیلے بھائیوں کی گستاخانہ جہلی حالات کا ذکر ہے کہ وہ اب بھی کس طرح اپنے گم شدہ بھائی کے حق میں نازیبا خیالات رکھتے ہیں دوسرا تعلق۔ پہلی آیت میں شریعت یعقوب علیہ السلام کے ایک مسئلے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں اس مسئلے پر عمل کرنے کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اگرچہ بچپن میں ہی اپنے اہل سے جدا کر دیے گئے تھے مگر اپنے علم لدنی کے ذریعے تمام شریعتوں سے واقف تھے۔ تیسرا تعلق۔ پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ حضرت یوسف بارگاہ رب العزت میں نہایت بلند شان والے ہیں اور کمال علم کے دارت ہیں یہاں آیت میں بتایا گیا کہ آپ نہایت فلیق اور محسنین میں شامل ہیں۔

تفسیر قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۔

قَالُوْا اصل ماضی مطلق لصیغہ جمع غائب اس کا فاعل برادران یوسف ہیں ان حرف شرطیہ پوری عبارت تک

مقولہ ہے قول کا۔ یُسْرِقْ فعل مضارع بمعنی ماضی قریب ان شرطیہ کی حرف عارم کی وجہ سے ماضی کا معنی دیا ہوا یہ جملہ شرطیہ ان کر شرط ہوا اس کی جزا فَلَا تَعْتَبْ پوشیدہ فَقَدْ۔ ف سببیہ۔ قد سرق فعل ماضی قریب ہے مگر بعید مراد ہے ف بھی کیونکہ ہے۔ اخ اسم مکرر بمعالیب۔ لہ خبر مقدم لَہٗ۔ لام اضافت نے حصر کا فائدہ دیا۔ یعنی اس کے بھائی نے پہلے چوری کی تھی۔ ہٗ کا مرجع یوسف ہے یعنی جانتا نادہ قبل معاف ہے بمعالیب حمۃ کیونکہ معاف الیہ محذوف منزلی ہے دراصل تھا من قبلہ۔ ف تعقیبیہ بمعنی ثم ملازمی اسرۃ۔ فعل ماضی سر سے مشتق ہے باب افعال مضاعف ثلاثی بمعنی محسوس کرنا یعنی کسی بات کو دل میں رکھنا ضمیر واحد مؤنث غائب اس تمام عبارت میں بہت سی ترکیبی گنجائش ہے۔ ایک قول میں یہ عبارت تقدم اضمار سے اس طرح ہے قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا فَسَتَرَهٗ۔ دوسرے قول میں ھا ضمیر کا مرجع ثُمَّ شرًّا کا جملہ ہے۔ اور لَمْ يُبْدُوْا هَا لَهُمْ میں ھا کا مرجع بھی یہی اَنْتُمْ کا جملہ ہے۔ مگر آسان اور زیادہ صحیح ترکیب نحوی اس طرح ہے کہ ھا ضمیر کا مرجع سالقہ جملہ فَقَدْ سَرَقَ (ہ) ہے اور چونکہ لفظ جملہ مؤنث ہے اس لیے ھا ضمیر مؤنث آئی۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں اَسَرَّهٗ ہے وہ ضمیر مذکر کا مرجع قول یا کلمہ کو بناتے ہیں اور وہ مذکر تو ضمیر مذکر (تفسیر کبیر) یُوْسُفُ فاعل ہے اَسَرَّ کا یوسف ظرفیہ نفس کے چھ معنی یہاں مراد دل ہے۔ ۱۲۔ حاشیہ۔ لَمْ يُبْدُوْا فعل مضارع نفی جلم معنی ماضی قریب۔ بدءٌ مصدر مہموز اللام یا بدیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے۔ معنی ظاہر کرنا بحالت جزم ہے اس لیے لام کلمہ گر گیا۔ ھا ضمیر مؤنث واحد کا مرجع سَرِقَۃ کا حاصل مصدر ہے۔ یعنی اپنے احسان کو بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔ لَهُمْ لام جارہ بمعنی عِنْدَ ھُمْ ضمیر مجرور منفصل کا مرجع برادران نبیا ہیں۔ قَالَ فعل ماضی کا فاعل یوسف ہیں اور ذاکر رب تعالیٰ ہے۔ قول سے مراد سمت آہستہ زبانی کلمات ہیں۔ بعض کے نزدیک قلبی قول مراد ہے۔ جس میں زبان بالکل نہیں ملتی۔ اس لیے کہ قول عام ہے لسانی۔ قلبی۔ سرّی۔ خفی۔ جہری باتوں کو۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل مبتدا ہے شَرٌّ خبر مَّكَانًا تمیز ہے۔ مبتدا خبر مل کر قال کا معنوی مقولہ ہے کیونکہ یہ کلمات ایک قول ہی زبان سے ادا ہوئے۔ لفظ شرٌّ مصدر بمعنی شَرِّیَّۃٌ مبالغہ کے لیے ہے۔ تنوین تعظیم کے لیے ہے واحد اور جمع ہر دو کے لیے مستعمل ہے۔ جیسے زَیْدٌ عَدْلٌ۔ مَكَانًا بمعنی منزلہ اور جہ اسم ظرف ہے دراصل تھا مَكَنٌ۔ روزن مَسَرٌّ داوپر فتح ثقیل تھا النذا دا کو الف سے بدل دیا اور فتح ماقبل کو دیا وَاللّٰهُ۔ واو عاطفہ مابعد کا جملہ معطوف ہے یہ بھی مثل معطوف علیہ کلام سری قلبی ہے۔ لفظ اللہ مبتدا اسم ذات سے جامد ہے۔ اَعْلَمُ۔ اسم تفضیل مذکر علم سے مشتق باب سمع سے ہے۔ بِمَا ب جارہ ما موصولہ۔ جار مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کے۔ تَصِفُوْنَ۔ فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل برادران نبیا ہیں باب ضرب سے ہے۔ وَصْفٌ مثال واوی سے مشتق

ہے۔ بھلی حالت بیان کرنا۔ تعریف کرنا۔ تسمت کانا۔ کسی بات کو خاص کرنا۔ جھوٹ گھڑنا۔ کچھ بنانا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ قَالُوْا مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ما ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ قَالُوْا مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ

مفعول ہے مِنْ جارہ شبہ بفعیہ۔ مُحْسِنِیْن جمع ہے مُحْسِنٌ کی اسم فاعل ہے باب افعال کا حُسْنٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی۔ احسان کرنا بھلائی کرنا۔ ملا استحقاق دینا۔ ہر ایک سے نیکی کرنا۔ رب تعالیٰ کی انتہائی حیثیت والا۔ قرب حضوری والا ہونا۔ بہت عبادت کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ قَالَ فعل ماضی معروف بصیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ہو یہ مصرعی طلب کلام ظاہری ہے مادہ سے معاذٌ مصدر میمی ہے عُوْذٌ بوزن وادی سے مشتق ہے۔ بمعنی پناہ پکڑنا۔ کسی سے بچنے بچنے کے لیے کسی دوسرے کی حفاظت میں آنا۔ یہاں مراد ہے کسی سے ہٹ کر کسی کی پناہ میں آنا حالت زیر ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے نَعُوْذُ فعل پوشیدہ کا مضاف لفظ اللہ اسم پاک ذاتی اس کا مضاف الیہ ہے۔ ایک قرأت میں مَعَاذَ اللّٰهِ ہے۔ تب اس صورت میں یا للہ جار و مجرور بھی متعلق ہے پوشیدہ فعل نعوذ کا یا متعلق ہے اس مصدر میمی کا اور یہ مصدر عامل بھی ہے معمول بھی۔ اَنْ حرف ناصب اس سے پہلے من جارہ زائدہ یا بیانیہ لوشیدہ ہے اور یہ پورا آئندہ جملہ بھی نعوذ یا معاذ کے متعلق ہے۔ کَانَ فعل ناقص صیغہ واحد مذکر غائب ہے جیسے اللہ کے لیے حکم ہے سب میں فقط فاعل عزیز مصر یا مراد حیثیت ہے تب فاعل اہل دربار ہیں۔ یہ جملہ ظاہراً مثبت ہے حکماً منفی ہے۔ یعنی ہم نہیں پکڑ سکتے۔ اِلَّا بمعنی مگر حرف استثنا منقطع کے لیے ہے۔ من موصولہ حالت زیر ہے وہ مفعول بہ ہونے کے فعل پوشیدہ کا خذ کے خیال رہے کہ پوشیدہ رکھنا کسی فعل یا حرف یا اسم کا تب جائز ہے جب قائم مقام یا قرینہ موجود ہو اور تخفیف کی ضرورت ہو۔ یہاں بھی یہ علت موجود ہے وجدنا فعل ماضی بصیغہ جمع متکلم اس کا فاعل وہی ہے جو نَاخُذُ کا ہے۔ وَجْدٌ سے بنا ہے۔ متعدی بدو مفعول ہے۔ مفعول اول مَتَاعَنَا ہے۔ متاع مَتَعٌ کا مصدر ہے بروزن فعالٌ بمعنی نفع والی چیز۔ عِنْدَهٗ یہ ظرف لغو ہے وَجَدْنَا کا ظرف مکانی کے لیے ہے۔ اِنَّا دراصل تھا اِنْ نَّا۔ یہ حرف جزا ہے۔ اس سے پہلے یک جملہ شرطیہ پوشیدہ ہے دراصل تھا اِنْ نَاْخُذَ اَحَدًا عِنْدَهٗ وَجَدْنَا اِنَّا لَظٰلِمُوْنَ لام تاکید۔ شدت کلام کے لیے ہے۔ ظالمون بحالت رفع جمع ہے ظالمٌ کی ظُلْمٌ کا اسم فاعل ہے۔ سب حالت مرفوعہ ہے اس کی۔ ظلم کے پانچ معنی ہیں۔ یہاں معنی نقصان کرنا بغیر قانون کا۔

تفسیر عالمانہ

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ

برادران یوسف نے انتہا سے زیادہ غیبا میں کو سب و شتم اور برا بھلا کہنے کے بعد جب عدالت یوسفی میں حاضری دی اور یوسف علیہ السلام نے طریقہ جہاں ستانے کے بعد ان کی ہی تجویز کردہ سزا سنائی تو بھائیوں

کو اور زیادہ ندامت اور شرمندگی اور بنیامین پر غصہ آیا اسی انتقامی غصہ میں انہوں نے پیالہ سے گم شدہ یوسف بھائی کو بھی ملا لیا اور بولے کہ اولاً تو اس نے چوری نہیں کی جانب غلطی سے اس کی بوری میں گلاس گر گیا ہو گا اور اگر اس نے چوری کی ہے تو کیا حیرانی بیشک اس کے سگے گم شدہ بھائی نے بھی چوری کی تھی اسی سے پہلے۔ تو حضرت یوسف علم کے پہاڑ بڑے بڑے صابر و شاکر نبی مکرم نے کمال متانت سے اس بات کو دل میں اگر پر محسوس کیا مگر پی لیا اور کسی بھی ظاہری باطنی طریقہ سے اُن پر ظاہر نہ ہونے دیا نہ رویہ بدلا نہ چہرے پر شکن آنے دی بس دل میں کہا کہ تم اب بھی شر پسند ہو۔ یہی تمہاری بات کی حقیقت تو اس وقت اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ اُن تمام باتوں کو خوب جانتا ہے جو تم حسد و بغض کے جذبے سے کہتے ہو۔ برادرانِ یوسف کے متعلق یہودیوں نے اپنی اسرائیلیات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ لکھا ہے کہ برادران کو جب غصہ آتا تو آسی زور سے چیخیں مارتے کہ دہشت سے حاملہ کا حمل گر جاتا۔ جب بنیامین کو یوسف علیہ السلام نے بطور سزا رکھ لیا تو بھائیوں نے دھمکی دی کہ بنیامین کو چھوڑ دیا جائے ورنہ ہم چیخیں ماریں گے اور مصریوں کو قتل کریں گے۔ حضرت یوسف نے دھمکی سنی پھر یوسف نے راحیل کو لکھ کر ماری راحیل اور بھائی لڑنے پر آمادہ ہوئے تو یوسف نے روبیل کا گریبان پکڑ کر زمین پر پٹخ چاہا اس سے باقی بھائی بھی ڈر گئے۔ اسرائیلیات میں ہی ہے کہ اولاد یعقوب کو جب غصہ آتا تھا تو کوئی اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اور جب تک اولاد یعقوب میں سے ہی کوئی اُس کو ہاتھ نہ لگاتا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا جب کوئی ولدِ یعقوبی کا فرد ہاتھ لگا دیتا تو نہ غصہ باقی رہتا تھا نہ جوش و قوت۔ حضرت یوسف کو بھی یہ بات معلوم تھی جب شمعون کو غصہ دلایا تو حضرت یوسف نے اپنے بڑے بیٹے فرثیم سے کہا کہ پیچھے جا کر اُس کو ہاتھ لگا کر آجا جب اس نے ایسا کیا تو اس کا غصہ بالکل ختم ہو گیا اور پھر نہ آسکا سب بھائیوں سے آپس میں کیا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی اولادِ یعقوب میں سے ہے۔ کیونکہ اس کے سوا غصہ ختم نہ ہوتا تھا۔ مگر حیران ہو کر خاموش رہے۔ ہمارے مفسرین نے بھی ملا سوچے سمجھے اس طرح کی باتیں لکھ ڈالی ہیں مگر یہ سب باتیں غلط ہیں۔ حدیثوں سے کہیں ثابت نہیں۔ اسرائیلیات میں حضرت یوسف کی طرف بچپن کی تین چوریاں منسوب ہیں پہلی یہ کہ یوسف کا نانا آذر کافر تھا ایک گھریلو بت کو پوجتا تھا حضرت یوسف نے اس کو چھپ کر اٹھا لیا اور توڑ کر راستے میں پھینک دیا خود اپنی مرضی سے یا اپنی والدہ راحیل کے کہنے سے اور مشہور ہو گیا کہ یوسف نے بت چرایا اور توڑ دیا۔ دوسری یہ کہ آپ کو بھوکوں فقیروں سے بہت محبت تھی جب کوئی دسترخوان پر بھوکا آتا تو آپ بغیر پوچھے اور بتائے دکھائے تھوڑا سا کھانا بھوکے کو کھلا دیا کرتے تھے۔ اس کو بھی چوری بتا گیا۔ تیسری یہ کہ حضرت یوسف کو یعقوب بھی پیار کرتے تھے اور آپ کی پھوپھی یعنی یعقوب علیہ السلام کی بہن۔ دونوں چاہتے تھے کہ یوسف

ہر وقت میرے پاس رہے تو پھوپھی نے قانونی طور پر اپنے پاس رکھنے کے لیے یہ چال چلی کہ اپنا ایک موٹی جنتی پٹکا یوسف علیہ السلام کی کمر سے لپیٹ دیا اوپر سے اتی کپڑے پہنا دیے اور اس کی ڈھونڈائی شروع کردی بہت تلاش کرنے لگے تو کسی نے یوسف کے کپڑوں کے نیچے دیکھ لیا۔ اس طرح چار سالہ یوسف چور بن گیا اور چور کا بدلہ خود چور کے قانون سے پھوپھی نے اس کو غلام بنالیا۔ اکثر یہ بھائی اسی چوری کا طعنہ دیتے ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح ہے روایت میں بھی آیا ہے۔ لیکن دوسرے اقوال یہودی سازش ہے انجیل پیدائش میں تو یوسف علیہ السلام کو معاذ اللہ جنگل خور بھی کہا گیا ہے۔ بنیامین نے بھائیوں کی سب بری بھلی باتیں برداشت کیں لیکن کچھ نہ بولے اس لیے کہ ان کو بھائی ملجانے اور قریب رہنے کی جو خوشی تھی اس کے سامنے یہ کڑوی باتیں ہیچ تھیں فقط تو میں سب انہوں نے بھائی کو بھی تہمت اور چوری میں شامل کیا تو بنیامین نے کہا کہ میں چور ہوں اور میرا بھائی چور تھا تو تم بھی بڑے چور ہو تم سب نے پہلی مفہ درہم چرا کر اپنی اپنی بوری میں چھپائے تھے۔ تب وہ بھائی خاموش ہوئے اور اگلی باتیں سنتے کر عزیز مصر کے دربار میں نہایت عاجزی سے عرض کیا قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ پہلے تعارف کرایا کہ ہم سب ایک ماں کی اولاد ہیں اور نیک چال چلن یہ کہ امن میں یہ بنیامین وہ بھائی دوسری ماں سے تھے ہم اور یہ والد میں سگے ہیں والدہ میں سوتیلے۔ ہماری والدہ زندہ ہیں اس کی والدہ کی وفات سے زیادہ رنج ہو گئی تھی اس لیے والد کو اُن سے بہت پیار ہے۔ اور سب بولے کہ اے عزیز بیشک اس کا والد بوڑھا عمر رسیدہ ہے یہ اُس کی زندگی کا پیارا سہارا ہے اُس کو پکڑو بلکہ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو چوری کی سزا میں پکڑ لیجئے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ دردمندانہ التجا قبول ہوگی بیشک ہم نے شروع سے آپ کو بہت احسان کرنے والوں میں سے پایا۔ کہ آپ نے ہم مسکینوں غریبوں بھوکوں پیاسوں مسافروں کی ایسی عزت مہمان نوازی کی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی لہٰذا اب بھی بہ کرم فرمائی فرمائیے یا یہ کہ آپ بنیامین کو چھوڑ کر ہم میں سے کسی کو لے لیں تب ہم آپ کو محسنین میں سے جانیں گے قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ فرمایا یوسف علیہ السلام نے کہ یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تمہاری عزت خاطر تواضع سب سے زیادہ کی مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب تمہارے کہنے پر اللہ تعالیٰ کے شرعی قانون کی خلاف ورزی کرکے اُس کو گرفتار کروں اور غلام بنالوں جس کے پاس سے جرم ثابت نہیں ہوا اور وہ بیگناہ ہے تو یہ نعوذ باللہ میں ایسا گناہ نہیں کرسکتا کہ ہم اُس کے سوا کو پکڑ لیں جس کے پاس سے ہم نے اپنا سامان پایا ہے اگر خدانہ کرے ہم ایسا غلط کام کر بیٹھے تو ہم یقیناً اللہ ظالم ہوں گے۔ ہرگز ایسا مشورہ نہ دو۔

اس آیت کریمہ سے یہ فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ کسی حسد بغض اور کدورت بہت بری بلا ہے کہ دیانت داری کے ساتھ ساتھ عقل و فہم بھی تباہ کر دیتی ہے۔ اور جو عین خوبی ہو وہ حاسد کو عیب نظر آتا ہے نہ اکاہت توڑنا یا مسکین بھائی کو کھانا کھلانا حضرت یوسف کا ایمانی کمال تھا مگر برادران یوسف نے اس خوبی کو بھی گناہ عیب اور فتنہ زنی کا ذریعہ بنایا۔ یہ فائدہ اور سبق فَفَدَسَبَقَ [illegible] سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ بزرگوں نیک لوگوں کا طریقہ ہمیشہ بھلا اور نادانوں کی ایذا رسانی پر صبر تحمل اور بردباری کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی میں اللہ کی خوشنودی اور رضا ہے۔ یہی چیز درجوں کو بڑھاتی ہے۔ یہ فائدہ وَلَمْ نَذْكُرْهَا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ مسلمان کو چاہیئے کہ ہر حال میں نیکی کرے پُرخلوص طریقہ کی نیکی غیروں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اکثر بار بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یہ فائدہ [illegible] سے حاصل ہوا۔ اچھا بدلہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور انعام ہے۔ چوتھا فائدہ۔ بزرگوں کا یہ بھی طریقہ ہے کہ جب کوئی شرعی ناپسندیدہ بات ہو جائے تو معاذ اللہ۔ نعوذ باللہ۔ العیاذ باللہ وغیرہ الفاظ ادا کرتے ہیں جس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ اللہ کے حکم کے خلاف بات ہے ہر مسلمان کو ایسا ہی کرنا چاہیئے یہ فائدہ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ عدالت میں آنے سے پہلے مجرم اپنے حق العبد والے جرم کی سفارش یا معافی صاحب جرم (جس کا جرم کیا ہے) سے مانگ سکتا ہے اگرچہ وہ صاحب جرم خود حاکم یا جج ہی کیوں نہ ہو یہ مسئلہ قَالُوا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ صاحب حق اپنے جرم کو معاف کر سکتا ہے اگرچہ وہ حاکم ہو۔ اور عدالت میں ہو بشرطیکہ اس جرم میں کوئی اور دوسرا فرد صاحب حق نہ بنتا ہو۔ یہ مسئلہ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ عدالت کے فیصلے کے بعد رحم کی درخواست دینا منع ہے۔ بشرطیکہ فیصلہ قانونی ملکی اقتدار سے درست ہونے کے علاوہ شرعاً بھی درست ہو یہ مسئلہ [illegible] سے مستنبط ہوا۔ [illegible] بادشاہ حق لبعد و حق اللہ میں سزا یافتہ مجرم کی رحم کی درخواست قبول کر کے سزا معاف کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ ورنہ بادشاہ خود شرعی مجرم بن جائے گا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراضات پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جب پہلی دفعہ ہی حضرت یوسف کو پتہ لگ گیا تھا کہ میری گمشدگی

کے بعد سے اب تک میرے غم میں والد محترم غم تکلیف فراق میں نڈھال۔ بتاب پریشان میں آپ نے اسی وقت کیوں اطلاع نہ دی بھی یہ مزید ایری سے مزید تی تکلیف حضرت یوسف کی جانب سے ہوئی تو پہلے، تھے عرصے میں نے رلایا اب نہ بتا کر حضرت یوسف نے اپنے باپ کو رلایا حزم بزرگ ہو گیا۔ یا جب آپ تخت نشین ہوئے تھے تو آپ کو گھر والے کی یاد نہ آئی اور گمان کا سندیسہ بھی معلوم تھا کسی کو بھیج دیتے۔ گھر والے تڑپ رہے ہیں اور آپ ایسی سلطنت کا مزہ لے رہے ہیں اور چاندی بال بچوں میں خوش و خرم بیٹھے ہیں یہ تو نہایت سرد مہری ہے۔

جواب۔ اولاً تو اللہ کا حکم نہ تھا کہ خود اس کو بلدی ظاہر کریں۔ نیز آپ انتہائی مصروفیات میں تھے تھا کی مصیبتوں سے سرد آزما ہونے کے لیے ان ملات کی انتک محنتوں میں مشغول تھے اور تخت وتاج سے آپ کو عیش نہیں ملا بلکہ بھوک کاٹتے روزے۔ بھوکوں کی پریشانیوں کا غم کر گھر والوں کو فقط یوسف کا دریوسف کو سائے جہاں کا غم دوم یہ کہ حکمت الٰہیہ یہ تھی کہ اپنی بھائی اور دیار مصر کے لوگ جنہوں نے یوسف کو غلام بنایا اور سمجھا سب ان کے حضور پہلے غلام بن جائیں پھر ظاہر کیا جائے کہ تم سب بھائے یوسف کے غلام ہو۔ دوسرا اعتراض۔ بھائیوں نے والد محترم سے یوسف کو بھائی ایک وہ ظالم کہلائے اور یوسف نے والد محترم سے بنیامین کو جدا کیا تو وہ بھی ظالم ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جواب۔ یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو روکنا ظلم نہیں نہ ہی والد محترم کی ایذ رسانی ہے اس لیے کہ والد محترم کے نزدیک فراق بنیامین چار طرح فراق ہے پہلی یہ کہ یوسف علیہ السلام ماں کے فقدہ تھے باپ کے پیار کی بہت ضرورت تھی اس لیے ان سے والد کو قدرتی بہت پیار تھا۔ بنیامین سے والد کو دیکھا ہی نہ تھا وہ ماں کا جائے ہی نہ تھے اس لیے ان سے اتنا وطرہ کا پیار نہ تھا۔ دوم یہ کہ یوسف علیہ السلام کو نابتہ کیا گیا تھا۔ جس کا غم بہت ہوتا ہے نظروں کے سامنے سے دفعتہ فوت ہو جانے کا اتنا غم نہیں ہوتا جتنا گم ہونے کا اور بائبل کی نبوت اس لیے۔ اعتبار نہ ہوا کہ یوسف کا کرتہ خوں آلودہ تھا مگر چھٹا ہوا نہ تھا۔ بنیامین اگرچہ بداتا ہوا مگر گم نہ ہوا پتہ ہے کہ مصر میں بہت رام سے شاہی دستہ خون پر ہے۔ اس لیے جب آپ نے بنیامین کی خبر سنی تب ہی یا اسفی علی یوسف کہہ کر یوسف کو یاد کیا نہ کہ بنیامین کو سوم یہ کہ بنیامین کی جدائی خود انہی کے اپنے کردار کی وجہ سے ہوئی۔ کہ بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے چہارم یہ کہ بنیامین کی مدنی شری تاوان کے تحت ہوئی اس لیے والد کو یا تو کل غم نہ ہوا یا کم اگر غم یوسف کے غم جیسا یکہ اس کے عشر عشیر تک نہ ہوا۔ لہذا یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو روک لینا نہ سنگ دلی ہے نہ قطع رحمی نہ عقوق والدین مفسرین نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ یوسف علیہ السلام بھائیوں کی حسد سے اب بھی خوف زدہ تھے کہ کہیں میں یہ کہہ دوں کہ

میں یوسف ہوں جاؤ والد کو بھلا دو تو وہ میری شان و شوکت دیکھ کر حسد میں والد کو صحیح بات نہ بتائیں بلکہ الٹ کر ہی نہ آئیں۔ مگر یہ جواب کمزور ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یوسف علیہ السلام نعوذ باللہ کیوں فرمایا کیا بھائیوں کی دل آزاری گناہ تھی۔

جواب۔ ہاں گناہ تھی تین وجہ سے ایک یہ کہ یہ ابتدائے قانون شرعی کم ہے لہذا سب پر لازم جرم کو چھوڑ کر دوسرے کو پکڑنے کا کوئی جواز نہیں دوم یہ کہ ظاہراً بنیامین کو پکڑنا ظلم نہ تھا کیونکہ اس کی رسائی چوری تھی دوسرے بھائی کو پکڑنا ظلم تھا کہ وہ لاعلم تھا اصل حقیقت سے سوم یہ کہ مقصد مراد حاصل نہ ہوا حالانکہ بنیامین کو پکڑنا میں حکمت باری تھی اس کی مخالفت سراسر گناہ اور ظلم اس لیے فرمایا معاذ اللہ۔

تفسیر صوفیانہ

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ دنیا امتحان گاہ صبر رضا ہے۔

طالب مولیٰ کا پہلا ہنر یہ ہے کہ اشرار و اغیار کی اذیت برداشت کریں، دل کو ٹھیس پہنچے مگر لب جنبش نہ کریں۔ آخ اگر خلوص الفت نے محبوب کی رنجیدہ سے محبت کے پیالے پیا ہے تو اس کی قیمت ہے۔ قلب مومن بھی انوار کے جوہر چھپاتا رہا ہے۔ محبت کے حاسد سمجھتے ہیں کہ خلوت نفسی عیب ہے حالانکہ یہی عمل محبوب بارگاہ ہے۔ ظاہر بین جس کو چوری سمجھتے ہیں اس کی حقیقت کو اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ جس کو تم چوری سے موصوف کرتے ہو وہ تو امانت النبیہ کی ولیت ہے اور یہی اسرار قرب کا خزانہ ہے قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اے مالک من تحسن عالم دنیا میں اہل دنیا پر تین کیفیات گزرتی ہیں۔ ۱۔ وقت شباب یہ دنیا پرستی کے لمحات ضعیفہ ہیں۔ عزت و ابرو جاہ و جلال کی تمنائیں جوان ہوتی ہیں درویشی میں بھی عیاری چاہتا ہے دین کو بھی دنیا کی ترازو میں تولتا ہے۔

۲۔ وقت خراب۔ جب آسیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ منصوبے برباد اور امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ یہ وقت بندے کے بس انتہائی بے بسی کا ہوتا ہے۔

۳۔ وقت ضعیف جب التجاؤں فریادوں کا سہارا لیتا ہے اور چاہتا ہے کہ بے خلوص عمل قبول ہو جائیں ناجائز دعائیں منظور ہو جائیں۔ سینہ پُرکینہ ہے سر سے پیر تک حرام سے لتھڑا ہوا ہے مگر چاہتا ہے کہ قرب الٰہی نصیب ہو جائے۔ کیا عجیب تمنا ہے کہ تکبر۔ حسد۔ نفرت۔ حرام تجارت۔ ناجائز خوراک۔ سراسر شریعت کی نافرمانی۔ عبادت میں سستی۔ ریاضت سے دور، محبت دنیا میں پھنسا ہوا۔ الفت لئی سے بے خبر پھر کہتا ہے فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ۔ اُس پاکباز شریف مخلص کے بجائے ہم میں سے کسی کو قبول فرمائے۔ اور بغیر ریاضت، عشق و معرفت کے ہم کو قرب محبوب میسر آجائے۔ بیشک ہم سے مہمان خانہ

دنیا میں تجھ کو بہت سستی پایا کہ سب کو دنیاء دنی سے نواز دیا۔ ہماری بوڑھی اُمیدوں کو اب بھی سہارا عطا فرما۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ جب دنیا پرست لباس درویشی پہن کر دنیا طلبی کی غرض سے راہ معرفت میں قدم رکھتا ہے تو ہاتف غیبی سے آواز آتی ہے۔ سند کی بناء اس بات سے کہ اشارہ و اغیار عمال قرب میں پیسے جائیں۔ اے طالب دنیا تمہاری نگاہیں جمال یار کی طرف نہ تھیں بلکہ یار کی عطاء لذت دنیا کی طرف تھی تم نے محبوب کی معرفت نہ پائی صرف اُس کی محفل میں دنیا کو دیکھ کر اُس کو من احسنین کہہ دیا۔ یہاں تو اُسی کو پکڑا اور قبول کیا جاتا ہے جس کے پاس عشق ہی کا پیمانہ برآمد ہو۔ قرب یار اُسی کو نصیب ہوتا ہے جس میں معرفت کی استعداد و شوق وصال اور کشف جمال کی تاب ہو۔ اغیار کو محفل اسرار میں داخل کرنا تو ظلم ہے۔ کیونکہ شریعت الٰہیہ کے خلاف عمل کرنا ظلم ہے۔ شریعت کا نافرمان خائن ہے۔ اور خائن کی محفل میں جانا ظلم ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صحبت بد زہر قاتل ہے اور صاحب اسرار کو اُن غیر زنگی محفلوں میں جانا ظلم ہے۔ بلکہ اغیار سے رُخ ملانا بھی ظلم ہے۔ محبوب الٰہی کا ادنیٰ قصور بھی ظلم ہو سکتا ہے۔ اور طالب مولیٰ خطاء جلیل کو ظلم سمجھتا ہے۔ لیکن بندۂ مغضوب بڑے گناہ کو بھی چھوٹا سمجھتا ہے۔

فَلَمَّا اسْتَایْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ

تو جب بہت مایوس ہو گئے وہ بھائی سے اُس بڑے بھائی علیحدہ ہوئے سرگوشی کرنے کیلئے کہا

پھر جب اُس سے نا امید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے۔ اُن کا

كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ

بڑے نے اُن کے کیا نہیں جانا تم نے بیشک باپ نے تمہارے یہ ہے

بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے

عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا

پر تم سخت وعدہ طرف سے اللہ کی حالانکہ سے پہلے کتنی

تم سے اللہ کا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف کے حق میں تم نے کمی

فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ

زیادتی کر چکے ہو تم یوسف کے بارے میں تو ہرگز نہ ہٹوں گا میں اس علاقے سے

تقصیر کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا یہاں

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ

یہاں تک کہ اجازت دیں مجھ کو والد میرے یا فیصلہ نہ کر دے اللہ میرے حق میں اور وہ

یہاں تک کہ میرے باپ اجازت دیں یا اللہ میرے حق میں فیصلہ فرمائے اور اس کا

خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ

اچھا ہے سب فیصلے والوں سے۔ تم لوٹ جاؤ طرف باپ اپنے کے

حکم سب سے بہتر اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ۔

فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ

پھر کہو تم اے ابا جان بیشک تمہارے بیٹے نے چوری کی اور نہیں گواہی دیا ہم نے

پھر عرض کرو کہ اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے

اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

مگر سی کا جو جانا ہم نے اور نہیں تھے ہم غیب کی حفاظت والے

جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ

اور پوچھ لو بستی سے جس میں تھے ہم اور قافلے سے

اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے اور قافلے سے

الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

وہ کہ آئے ہم میں جس اور بیشک ہم البتہ سچ بولنے والے ہیں۔

جس میں ہم آئے اور ہم بیشک سچے ہیں۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا آپس میں کچھ مکالمہ مذکور ہوا اب ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت یوسف کے دلائل قانونیہ کے سامنے وہ سب لاجواب ہو کر فدیہ لینے کے بجائے میں ناکام ہو گئے سب انتہائی مایوس ہوئے تو ان کے آپس کے مکالمے کا یہاں ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں نہ ہونے کے مضبوط قاعدوں پر مکالمہ ہوا تھا۔ اب ان آیت میں کئے ہوئے مضبوط وعدے پر مکالمہ ہے **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ان باتوں کا ذکر ہوا جو یوسف علیہ السلام سے ہوئیں اب ان باتوں کا ذکر ہے جو یعقوب علیہ السلام سے ہوئیں۔

تفسیر نحوی قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ؕ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

مِنْ جارہ ابتدائیہ ہے ضمیر مذکر کا مرجع ہے یہاں ضمیر فاعل ماضی بصیغہ جمع غائب باب نصر مادہ صحیح تمام حروف اصلیہ ہیں نحوی واؤ جمع کے لیے اور الف آخری تثنیہ کے لیے خلوص سے ہے معنی خالص ہونا چھٹکارا پانا۔ علیحدہ ہونا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع غائب پوشیدہ ہے نجیًا حال ہے ھُمْ ضمیر جمع کا جو فاعل ہے خَلَصُوْا کا۔ نجیًا کے واحد ہونے کی تین وجوہ۔

۱۔ نجیٌ بمعنی ماجیًا ہے یا مُناجیًا۔ فاعل کے ہم معنی جیسے ولیًا بمعنی معاشرو مخالط۔ اور فاعل واحد تا سے ضمیر جمع کے لیے بھی اسی طرح یہ بھی۔ ۲۔ یا نجیٌ صفۃ مشبہ ہے بروزن فعیل اور صفۃ میں مبالغہ ہو جاتا ہے اس لیے واحد ہی آتا ہے جو بسبب حساب مصدر کے جیسے رسولٌ عدل اور رجال کرمٌ۔ ۳۔ یہ نجیٌ مصدر ہے اور مصدر جمع نہیں ہو سکتا فعال فعل ماضی بصیغہ واحد مذکر غائب اس کا نام کبیر ھُمْ۔ کبیر صفۃ مشبہ بروزن فعیل بمعنی اسم تفضیل اکبرہم سب میں بڑا۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْا۔ ہمزہ سوالیہ معنی کیا لم تعلموا بمعنی جحد بلم مضارع معنی ماضی

قریب یہ اگلا سارا جملہ مقولہ سے قال کا ۔ علم سے بنا ہے بھی حفظ یعنی یاد رکھنا ۔ یہاں متعدی بیک مفعول ہے ۔ اگلی عبارت تمام اس کی مفعول بہ ہے ۔ ان حرف تحقیق بوجہ مفعول بہ درمیان کلام میں ہے اس لیے ان ربرسے ہوا ۔ ابا ۔ بحالت زبر اسم انّ مضاف سے کم ضمیر جمع حاضر مجرور متصل کا تذ اخذ ۔ فعل ماضی قریب بصیغہ واحد غائب ہو ضمیر واحد غائب مستتر کا مرجع باہے ۔ اخذ سے بنا ہے بمعنی لیا ۔ علیکم علی جارہ بمعنی من ۔ مگر اظہار شدت کے لیے بجائے من علی فرمایا گیا ۔ کم ضمیر جمع حاضر سے مراد باقی بھائی ہیں موثقا بروزن موزنا مصدر میمی سے وثق مثال واوی سے بنا بمعنی مضبوط کرنا ۔ پکا وعدہ حلفیہ سماں ۔ اسی سے ہے میثاق ۔ من جارہ بیانیہ بمعنی ب قسمیہ ۔ تب یہاں لفظ قسم پوشیدہ ہے ہی من قسم شد ۔ عاطفہ قبل اسم ظرف مضاف ہے مبدی مضاف الیہ ۔ الالئ کا اس سے بنی ہے ضمہ پر ما ۔ اس میں تین قول ۔

۱ ۔ زائدہ ہے اور من قبل متعلق مقدم سے فرطتم فعل ماضی بصیغہ جمع مذکر حاضر کا یہ تفریط باب تفعیل سے سے سستی غلطی کرنا حد سے گزرنا ۔ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا ۔ اندھی عقیدت رکھنا بہت زیادہ سستی یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں (معجد عربی مجم ۔ وسط)

۲ ۔ ما مصدریہ ہے ۔ اور مبتدا ہے اس کی خبر مقدم من قبل ہے ۔ مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ خبر مبتدا میں کامل ہونا شرط لیکن ہمارے ظروف بغیر اضافت کے ظاہری ناقص ہوتے ہیں ۔

۳ ۔ ما مصدریہ ہے اور منصوب ہے بوجہ عطف ہونے کے ان کے اسم ابا کے پورے پورے جملے پر ۔ فی حرف جر ظرفیت کے لیے ہے بیان کیفیت میں یعنی مارے میں یوسف غیر منصرف مجرور ہے ۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْ اَبِیْ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ف تعقیبیہ بمعنی ثم ۔ لن ابرح ۔ فعل مضارع منفی تاکید لن بمعنی مستقبل بحالت زبر بوجہ حرف ناصب برح سے مشتق بمعنی ہٹنا ۔ رکنا زائل ہونا ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں فعل تامہ بھی ہوتا ہے ناقصہ بھی مگر یہاں تامہ ہے اس لیے کہ ناقصہ کے لیے شرط ہے ظرفیت فی جارہ کے ساتھ ہونا یہاں ظرفیت بغیر فی بھی ہیں اگر فی الارض ہوتا تو یہ ناقصہ ہوتا الارض الف لام عہد خارجی مراد علاقہ مصر ارض بحالت زبر مفعول بہ ہے ۔ حتی حرف جر بھی ہوتا ہے حرف عطف بھی ۔ یہاں عاطفہ ہے اسی حتی میں ان ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے انتہاء فعل کو یہاں کرتا ہے یاذن ۔ فعل مضارع معروف بصیغہ واحد مذکر غائب معنی مستقبل ذن مصدر الذ سے مشتق ہے بی لام جارہ ی ضمیر متکلم واحد کے لیے الی مرکب اضافی ظاہرہ مل ہے باذن کا او حرف عطف پہلے کلام کو ختم کرنے کے لیے ۔ یحکم ۔ مضارع معنی مستقبل حتی کے

پڑ شہیدہ ان نے اس کو نصب دیا اس سے پہلے وَ عاطفہ نے اس کو عطف کیا حُکم سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ یہاں دونوں درست ہیں اس کا فاعل اسم ظاہر لفظ اللہ ہے۔ وَ عاطفہ بمعنی وجہ علت مُوْصٰی مبتدا اس کی خبر خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ لفظ مضاف ہے طرف حاکمین کے بمعنی اچھائی۔ بھلائی۔ ہر طرح مفید۔ سب سے زیادہ صحیح یہاں یہ ہی آخری معنی مناسب ہیں۔ الحاکمین۔ الف لام استغراقی ہے۔ صحیح ہے حاکم اسم فاعل کا باب نَصَرَ سے جمع کثرت ہے۔ الف لام بمعنی الذین کی وجہ سے اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ فعل امر حاضر بصیغہ جمع مذکر مخاطب وجوبی ہے دیگر صاحبوں کا رجع سے بنا ہے بمعنی واپس جانا اگر بعد میں الی جارہ آئے۔ یہی معنی ہیں کیونکہ یہاں بھی بعد میں الی ہے۔ اگر بعد میں عن جارہ ہو تو بمعنی واپس آنا اگر بعد میں فی جارہ ہو تو واپس لینا۔ الی بحالت مجرد بوجہ الی جارہ کم سے مراد باپ اور بھائی ہیں۔ فَقُوْلُوْا ف تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ مع تراخی قُوْلُوْا فعل امر بصیغہ جمع مذکر حاضر مخاطب فاعل باپ کی واپسی والے بھائی یا عرف مدلجہ جملہ مقولہ متراخیہ ہے اَبَانَا منادیٰ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے اس لیے آنا زبر والا ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق ابنک اُس کا اسم بحالت زبر یہی سے مراد نیامین اور ک ضمیر واحد سے مراد والد یعقوب علیہ السلام ہیں۔ سَرَقَ۔ فعل ماضی معروف باب ضرب سے ہے۔ اس کا فاعل ضمیر ہُ کا مرجع ابن ہے تقدم سے حبر اضافی کا فائدہ ہوا جس سے کلام میں خبریت کے ساتھ طعن بھی پیدا ہوا یہ خبر ہے ایک قرأت سُرِقَ فعل ماضی مجہول باب ضَرَبَ سے ہے۔ جس میں حقیقت سے لاعلمی کا اظہار ہے۔ وَمَا شَهِدْنَآ فعل ماضی معروف منفی بصیغہ جمع متکلم۔ شَهِدَ سے بنا ہے بمعنی حاضر ہونا۔ مشاہدہ کرنا یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم نے اس چوری کو کچھ نہ دیکھا۔ اِلَّا حرف استثنا سے منقطع ہے کیونکہ علم و مشاہدہ ہم معنی بھی ہوتا ہے۔ اور اگر ہر دو کو علیحدہ رکھا جائے تو منقطع ہے۔ اس لیے کہ مشاہدے کی نفی کو توڑ دیا بحالت بعضیت کی ما موصولہ۔ ما نافیہ پر کوئی عمل نہیں آسکتا کیونکہ وہ خود حرف ہے۔ ما موصولہ اسم ہے۔ اصلاً غیر عقل والوں کے لیے مگر عقلاء کے لیے بھی مستعمل ہے بخلاف مَنْ موصولہ کے کہ وہ صرف عقلاء کے لیے ہے عَلِمْنَا۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ وَ عاطفہ مَا شَهِدْنَا پر عطف ہے یہ سب عبارت سَرَقَ کا حال ہے۔ مَا کُنَّا۔ فعل ماضی قرب ناقصہ بصیغہ جمع متکلم۔ نا ضمیر اس کا اسم لِلْغَیْبِ لام اول حرف جر۔ لام دوم معرفہ کا۔ استغراقی بھی کوئی بھی غیب یا۔ عہد خارجی۔ یعنی اس واقع کا غیب تب ماضی بصیغہ ہے الغیب مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی غائب شدہ غیب کا لغوی ترجمہ وہ چیز جس کی طرف توجہ نہ ہو۔ غیب کا متعارف شرعی معنی۔ جو چیز حواس

تمسہ سے مد عالی عا سکے یہ عار محرو۔ معنی مقدم سے مفعین کا یہ تبع ہے حافظ اسم فاعل کا لفظاً سے مشتق ہے۔ یعنی یاد رکھنا۔ حفاظت کرنا۔ جمع کرنا۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں۔ وسر ہمزہ ابتداء کلام کے لیے۔ اسئل۔ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ سئل سے مشتق ہے باب نصر سے ہے اجازت کے لیے ہے۔ یعنی ہماری طرف سے آپ کرا کل پوچھنے کا اختیار ہے۔ قریۃ۔ اسم جامد ہے ساتھ نصب مفعول سے یعنی پھوٹا شہر۔ لسی ہر انہ مصد۔ کنا۔ فعل ماضہ معنی بعید سے ماضمیر جمع متکلم اس کا اسم فیہا جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ ہوئی دین اسم مفعول کے جو خبر ہے کنا کی۔ والعیر۔ الف لام عہد ذہنی۔ جس کا ساتھ زر الف ہے قریۃ پر۔ قریۃ ہر حال میں مؤنث ظاہر اتھا اس لیے التی موصول مؤنث آیا۔ مگر یہ کے بعد عطف کی وجہ سے التی موصول مؤنث یا عیۃ کا ضمیر کا تو جہ بھی پھرنے والا۔ اصل تھا یعیرۃ بروزن فعیلۃ مبالغے کا صیغہ ہے۔ اصلاحی ترجمہ ہے اونٹوں کا قافلہ۔ التی اسم موصول مؤنث بلنا۔ فعل ماضی صیغہ جمع متکلم۔ قبل سے مشتق ہے یعنی آگے ہونا شامل ہونا۔ قبول کرنا۔ ظاہر ہونا۔ واپس آنا۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں۔ فی ظرفیہ جارہ متعلق ہے اقبلنا کے حا کا مرجع میر ہے۔ لفظ عیر غیر ذوی العقول سے اس لیے حاضمیر واحد مؤنث غائب۔ و۔ حالیہ یا عاطفہ۔ یا قسمیہ ہے تب لفظ اللہ پوشیدہ ہے۔ انا۔ در اصل ہے اِنَّ نا۔ حرف تحقیق اور نا ضمیر اس کا اسم۔ خیال رہے کہ انَّ ہمزہ مکسورہ تب ہوگا جب کسی جامد کا معمول بن کر نہ آئے۔ اسی کو شروع کلام کہا جاتا ہے۔ انَّ اس کے برعکس ہے نام کے تحقیق کے لیے ہے۔ صادقون بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ان ہے۔ جمع ہے صادقٌ اسم فاعل کی باب نصر سے ہے۔ صدقٌ سے مشتق ہے۔ یعنی۔ سچا ہونا۔ سچا بننا۔ سچا سمجھنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہے اسے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

فلما نستیئسوا منہ خلصوا نجیا قال کبیرھم الم تعلموا ان اباکم قد اخذ علیکم موثقا من اللہ ومن قبل ما فرطتم فی یوسف فلن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی او یحکم اللہ لی وھو خیر الحکمین پر جب کافی بحث مباحثہ حالات و دلائل بیان کر کے بالکل ہی عزیز مصر کے فیصلہ بدلنے سے یا رحم کی درخواست قبول ہونے سے ناامید ہو گئے یعنی دربار یوسفی میں ہر طرح کی چارہ جوئی کر لی مگر یوسف علیہ السلام نے شریعت کے فیصلہ میں بالکل لچک نہ پیدا ہونے دی اور قرآن مجید نے حضرت یوسف کی یہ استقامت بیان فرما کر قیامت تک مجرم کی سفارش کا دروازہ بند کر دیا اور ہر شخص پر شرعی قانون کی بالادستی کر دی کہ دنیا کے بادشاہی قانون بھی قانون شریعت کے سامنے سر جھکا دیتے جاتے ہیں۔ اور بھائیوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہ ہمارا ہی بیان کردہ شرعی قانون ہے

اس کی اہمیت کا حال مسلّم ہے اس لیے رد و بدل کی گنجائش نہیں دی جا سکتی لہٰذا سب دربار شاہی کی عدالت سے نکل کر کسی جگہ ایک کونے میں علیحدہ جا بیٹھے سب سے دور ہو کر اور بہت آہستہ آپس میں صلاح مشورہ بات چیت کرنے لگے۔ اور عزیز کی آنکھوں کے سامنے ہی ظاہری جرم کی بنا پر مصری پولیس کے وہ سپاہی بنیامین کو غلاموں کی طرح ہاتھوں کو اور کروں کو پکڑ کر دربار کے اندر کسی کمرے میں یا کسی طرف لے گئے جس کو دیکھ کر یہ سب آبدیدہ ہو گئے اور انتہائی پریشانی۔ غم۔ فکر میں کسی جگہ سے سننے اور کہنے لگے کہ حقیقی پریشانی ہم کو آج پہنچی ہے ساری عمر کبھی نہیں تاریخوں میں سے کہا سنا ہے کہ ہم سے بھی ہمیشہ اپنے بڑوں کا ستایا ہی ہے جس کا بدلہ تو کچھ ملا ہی ہے ایک نے کہا کہ آج پتہ لگا کر کسی کے دل کا غم کیا ہوتا ہے یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ان کے بڑے بھائی نے ادھر ادھر کی باتوں کا رخ موڑتے ہوئے آئندہ کے پروگرام کے متعلق کہا وہ بڑا بھائی یا روبیل تھا یونکہ وہ عمر میں بڑا تھا یا سمعون تھا کہ وہ عقل و علم میں باقی نو سے زیادہ تھا اور اس کی بات مانی جاتی تھی یا شمعون تھا کہ وہ اسیر قاطر تھا۔ سب قافلہ والوں نے آج اس کو سردار بنایا ہوا تھا۔ کیونکہ سب میں اونچا ڈیل ڈول اور طاقتور تھا۔ بولا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم سے تمہارے والد نے قسمیں لی ہوئی ہیں جیسا کہ تم نے گروہ کو بتایا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں جو ظلم زیادتیاں کر چکے ہو وہ بھی یاد ہیں۔ سب نے کہا واقعی اب ہم کس منہ سے جائیں گے اس لیے ہم کوئی نہیں جائیں گے۔ سب کے سب یہیں کہیں منہ چھپا کر پڑ رہو پھر کسی نے کہا کہ اس سے تو اور زیادہ خرابی پڑنے کی ایک یہ کہ وہاں گھر کا انتظار ہو رہا ہے گھر والے بھوکے ہیں۔ دوم یہ کہ والد محترم سمجھیں گے شاید سب ہلاک ہو گئے تو انتہائی غمزدہ ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ غم سے فوت ہو جائیں۔ سوم یہ کہ گھر میں جانے سے علاوہ جوان مرد اور کوئی نہیں والد بوڑھے کمزور اور بیمار غمزدہ ہیں ہم نہ جائیں تو کاروبار دکانیں کون چلائے گا اور گھر کی دیگر ضروریات کون پوری کرے گا۔ اس لیے چلنا ضرور چاہیئے۔ نتیجے کے کہا ٹھیک ہے تم سب جاؤ مگر میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک والد محترم مجھ کو خود اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے یا والد محترم پر وحی بھیج کر میرے لیے کوئی فیصلہ نہ فرمائے یا راہ ہموار نہ ہو جائے بنیامین کے نکالنے کی اور وہی اللہ تعالیٰ حاکموں میں سب سے اچھا حاکم ہے کہ اس کا فیصلہ ہمیشہ حق مضبوط عدل و انصاف پر ہوتا ہے۔ اور اب تم اپنی تمام مجھ خدا پر چھوڑ کر جلد از جلد ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ لوٹ جاؤ سب ایک ساتھ اپنے والد کی خدمت میں اور تم سے میرے اور بنیامین کے بارے پوچھیں اور بنیامین کے بارے تو یقیناً پوچھیں گے۔ بات خود ہی پہل کر کے کہہ دینا صاف صاف کہ اے ہمارے والد محترم بیشک تمہارے لڑکے

جیتے جاگتے بیٹے بنیامین نے چوری کی ہے کہ کسی کو پتہ تک نہ چلا اور شاہی پیمانہ اُس کے سامان میں پہنچ گیا خبر نہیں کونسی عمدہ سے اُس نے ڈال لیا۔ لیکن ہم نے یہ بات صرف اپنی ظاہری معلومات کی بنا پر کی ہے یہ ہماری شہادت نہیں ہے کیونکہ گواہی تو واقعہ کے مشاہدے سے ہوتی ہے ہم سے چوری کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اقرار جرم سنا۔ ہم تو وہ خبر آپ کو دے رہے ہیں جو ہم نے وہاں جانی کہ جب ہم بستی مصر سے نکل کر ایک قریبی گاؤں کے اندر سے گزر رہے تھے اور کنعان کے دیگر لوگوں کا قافلہ بھی ہمارے ساتھ تھا تو شاہی کارندوں نے چوری کا اعلان کر کے ہم سب کو گرفتار کر لیا واپس لیجا کر تلاشی لی تو سب سے آخر میں بنیامین کی قمیص میں سے پیمانہ نکل آیا پھر عزیز مصر کی عدالت میں پیشی ہوئی تو بھی بنیامین نے اپنی صفائی میں اپنے جرم کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی ہم نے بُرا بھلا کہا سپاہیوں نے گلے سے پکڑ کر گرفتار کیا ہم نے تو بہت کچھ شور واویلا کیا مگر ہمارا کچھ نہ چلا جس سے ہم نے بزعم خود اقرار جرم کا اندازہ لگا لیا۔ ہم نے اس کی مخالفت کا مادہ واقعی آپ سے کیا تھا مگر اس کی نمائش نظر کبھی جاتی۔ یا ہو سکتا ہے پہلے بھی وہ گھر بازار میں چھوٹی موٹی چوری کر لیتا ہو ہم تو غیب کے محافظ نہیں ہیں۔ یا یہ سب کچھ جو ہم کر معلوم ہوا ہے وہ ظاہری حالات کی بنا سے ہے حقیقت میں ہو سکتا ہے وہ چور نہ ہو اور اس کی خاموشی ناگہانی آفت کے غم شدید کی بنا پر ہو لیکن ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اسی طرح ہے۔ بیشک اگر آپ کو ہم پر یقین نہیں آتا تو اس بستی والوں سے پوچھ جائے جس میں سے ہم کو واپس لے جایا گیا اور سب بازار والوں گلی محلے والوں سے نظارہ کیا ماسوا کی بستی سے پوچھ لیجئے اور نہیں تو اپنے محلے کے ان کنعانیوں سے پوچھ لیجئے جو قافلے میں ہمارے ساتھ تھے۔ وہ بھی بتا دیں گے کہ ہم بیشک آپ سے سچ کہہ رہے ہیں اور ہم سچے ہیں ظاہری بھی سچے باطنی بھی۔ آپ واقعات یوسف کو مدنظر رکھ کر ہم کو اب بھی جھوٹا خیال نہ فرمائیں آج تو ہمارے پاس اپنی سچائی پر بہت گواہ ہیں۔ وہ قافلے والے۔ بستی والے۔ کارندے۔ پولیس والے اور مصر کے بہت سے دیکھنے والے لوگ بلکہ خود عزیز مصر ہماری اس بیان کردہ سچائی پر گواہ ہیں۔ آپ کسی کو بھیج کر پتہ لگا لیں۔ غرض کہ بھائیوں نے خوب ہی مرچ مصالحے لگا کر بڑھا چڑھا کر اس واقعے کو بیان کیا تاکہ بنیامین والد کی نظروں سے گر جائے ہم قابل عزت بن جائیں اور والد محترم کو نباہم بیدار ہو۔

فائدے ان آیت کریمہ سے مسلمانوں کو چند سبق اور فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ مسلمانوں کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو غیب کا علم عطا فرمایا جو اس عقیدے کے خلاف ہو وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔ اس سے کہ غیب نبی کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیتوں سے ہو رہا ہے یہ فائدہ لفظ اَنۡتُمۡ اَیُّہَا الۡعِیۡرُوۡنَ سے حاصل ہو رہا ہے اس حادثے

کا ذکر حضرت یعقوب نے اِذْ اَنْ یَّسْرِقْ کہہ کر پہلے ہی غیبی خبر دراثنائے سے فرمادیا تھا۔
دوسرا فائدہ۔ برادرانِ یوسف کو اب ظالم کہنا یا لکھنا گناہ اور ظلم ہے کیونکہ انہوں نے نادم اور شرمندہ ہوکر اپنے تمام افعال کو شرعی اور اخلاقی جرم سمجھ لیا۔ جرم کو جرم سمجھ لینا اور اس پر نادم ہونا ہی تو بہ کی حقیقت ہے صرف توبہ زبان سے کہہ لو توبہ نہیں مل توبہ تو دل میں شرمندہ ہونا اور آئندہ باز رہنے پختہ کا ارادۂ قلبی کرنا توبہ ہے۔ یہ فائدہ قَالَ كَبِيرُهُمْ (الخ) سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ مسلمان کو چاہیئے اپنے وقار عزت اعتبار کو قائم رکھنے کے لیے ہمیشہ سچ بولے سچ سے دین بھی بچتا ہے اور دنیا بھی۔ دیکھو برادرانِ یوسف نے پہلے ایک دفعہ جھوٹ بولا تو اب ان کو خود محزن ہوا کہ ہمارا اعتبار نہ ہوگا خواہ اب کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں یہ فائدہ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں

پہلا مسئلہ۔ جب تک جرم پورا ثابت نہ ہو جائے اُس وقت تک مجرم کے خلاف نہ گواہی جائز ہے نہ جرم کی سزا ہو سکتی ہے صرف مال برآمد ہو جانا چوری کا ثبوت نہیں اس لیے برادرانِ یوسف نے عرض کیا مَا شَهِدْنَا۔ ہم بنیامین کے چور ہونے کی گواہی نہیں دیتے۔ حضرت یوسف نے بنیامین کو روکا یہ چوری کی سزا تھی صرف مال برآمد ہونے کا عوض تھا اور وہ بھی بھائیوں کے اس کہنے کے بنا پر کہ جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ (الخ) اگر یہ چوری کی سزا ہوتی تو کہا جاتا جَزَاؤُهُ مِنْ سَرَقَ۔

دوسرا مسئلہ۔ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ علیہ مقلدہ اہل لوگ چھوٹے سے گاؤں میں بھی جائز مانتے ہیں، اور دلیل لاتے اُس حدیث سے جس میں جمعہ کے لیے قریہ فرمایا گیا ہے۔ وہاں مراد قریہ سے شہر ہے۔ اور شہر کے لیے قریہ کا استعمال ہوتا ہے جیسے کہ یہاں قریہ مصر جیسے بڑے شہر کو کہا گیا۔ یہ مسئلہ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ کی ایک صحیح مشہور معتبر تفسیر سے مستنبط ہوا۔ بعض جہلا نے اپنے مسلک کو بچانے کے لیے یہاں قریہ کا ترجمہ گاؤں بھی کیا ہے اور کہا کہ اور کسی گاؤں میں بچھڑ جانے کے بعد پکڑے گئے تھے اور والد کے سامنے اس گاؤں کا ذکر کیا تھا مگر یہ سب باتیں فضول ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا۔ جب وہ مایوس ہو گئے ایک اور آیت میں ہے اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ جب رسول مایوس ہو گئے۔ یہاں اگلی آیت میں ہے کہ مایوس ہونا کافروں مشرکوں بدعقیدوں کا کام ہے۔

جواب۔ برادرانِ یوسف کا یہ مایوس ہونا عزیزِ مصر کی طرف سے ہے اور اللہ کے رسولوں کا مایوس ہونا کفار

سے ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے بلکہ اہل ایمان کا دنیا اور اہل دنیا کے نفع سے مایوس ہونا تو بیں ایمان ہے جس مایوسی کو کمزور نالائکی بدعقیدگی کہا گیا ہے وہ اللہ سے مایوس ہونا ہے اس کے فضل، کرم اور رحمت و نعمت سے مایوس ہونا ہے وہ واقعی کفر ہے کافروں کا کام ہے۔ دوسرا اعتراض۔ بھائیوں نے والد کے سامنے بنیامین کو چور کہا۔ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ حالانکہ چوری کرتے کسی نے دیکھا نہ تھا نیز مفسرین کے قول کے مطابق بنیامین نے تو بھی ملامت سن کر کہا تھا کہ میری بوری میں گلاس اسی نے رکھا ہے جس نے تمہاری بوریوں میں قیمت رکھی تھی۔ لہٰذا یہ اتہام ہے اور یہ مزید جرم ہے اس کی صفائی بھی دھنگوائی گئی۔

جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے پانچ جواب دیے ہیں۔ ایک یہ کہ بنیامین کی ان باتوں میں اپنی صفائی پیش کرنی کمزور ہے۔ بھائیوں نے سوچا کہ اگر قیمت جس نے رکھی تھی اسی سے پیالہ رکھا تو پھر تلاش و تفتیش کیوں ہے قیمت کی تلاش کیوں نہ ہوئی اب تک نیز ہم سے تو بنیامین یہ کہہ رہا ہے مگر عدالت کے سامنے خاموش ہے اور ظاہراً چوری ثابت ہے دوسرا جواب یہ کہ۔ بھائیوں کا امور المکلام مذکور ہونا پوری بات پر ہے کہ مصر کی انتظامیہ۔ عدالت اور اہل تفتیش کے قول کے مطابق اور ظاہری حالات میں اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ تمہارے بیٹے نے چوری کی ہم گواہی نہیں دیتے یہ جواب زیادہ درست ہے اگلی آیت کے مطابق ہے۔

تیسرا جواب یہ کہ ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے واقعی تمہارے بیٹے نے چوری کی ہے۔ اس جواب میں قد سوق ماضی احتمالی کے معنی میں ہے۔ چوتھا جواب یہ کہ واقعی بیٹوں نے صاف کہا تھا کہ بنیامین نے چوری کی ہے۔ مگر یہ کہنا گناہ نہیں کیونکہ تہمت نہیں۔ جب کہ حالات بھی یہ ہی کہہ رہے ہیں اور عدالت کا فیصلہ و سزا بھی اسی پر ہے بنیامین کا جرم دیکھا بھائیوں سے معافی مانگ لی گئی۔ پانچواں جواب یہ کہ ابن عباس کی قرأت ہے اِنَّ ابْنَكَ سُرِقَ تمہارے بیٹے کی طرف چوری منسوب کی گئی ہے۔ اس قرأت میں اعتراض ہی باقی نہ رہا۔

تفسیر صوفیانہ

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ

صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل دنیا جلدی مایوس ہو جاتے ہیں اور آسمانی قدس سے ہٹ جاتے ہیں وہاں التجاؤں کو ترک کر کے اپنی دنیا اور تدبیر دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں یہی اُن کی اخروی محرومی کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان کی حیلہ بازی نے اس کو ظلوم و جہول کا لقب دیا۔ طالب جسدی میں لمبے امتحار سے روح مری ہے مشورے کے اعتبار سے عقل بڑی ہے۔ اور اختیار پسندی کے لحاظ سے نفس نارہ ہے جو اعضا کو اپنے اختیار میں رکھنا چاہتا ہے لیکن حقیقت میں ضمیر انسانی سب سے علی پیش و کبیر جو ہر موقع پر صحیح مشورے دیتا ہے۔

کن ہوں پر ملامت لغزشوں خطاؤں پر یہی رہنمائی کرتا ہے صالحین اسی کے فرماں پر چلتے ہیں اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ یہی بار بار طبیعت انسانی کو جھنجوڑ۔ جھنجوڑ کر آگاہ اور خبردار یا ملامت کرتی ہے کہ اے عالم ناسوت میں اگر غفلت کی ساعتیں گزارنے والو کیا تم کو کچھ یاد ہے کہ عالم ارواح میں محبوب ازلی سے کیا وعدہ کر کے آئے تھے۔ یہ حیات دنیا اس طرح حصول دنیا میں برباد کرنے کے لیے تو نہیں ملی۔ سابقہ زندگی کی کوتاہیاں کیا کم ہیں جو اب مزید بڑھاتے جا رہے ہو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو قلب حزیں کو تمہارے ہی عمل اور ارادے۔ غفلت اور فکر کے ظلم نے برباد کیا۔ گناہ تم نے کئے سیاہی تم دل پر آئی۔ فریب تم نے کئے مصیبت دل کو تم ہی تمہاری سیاہ کاریوں نے روح کو تڑپایا۔ روایت میں ہے کہ سب اعضا زبان سے پناہ مانگتے کہ یا اللہ اس کے شر سے ہم کو بچا۔ سب اعضا گناہوں میں نفس امارہ کا ساتھ دیتے ہیں مگر ضمیر ساتھ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں تو مزید یہ حرکت نہیں پاتا کہ نہ کرتا ہوں شرمناک زبان درازیوں سے روح کو مزید فگار نہ کروں نہ تمہارے ساتھ کسی مزید چرب زبانی حیلہ بازی میں شریک ہو سکتا ہوں اس دنیا میں انسان کیا کچھ شرمناکیاں نہیں کرتا یہاں عبرت کی آنکھ بند رہتی ہے لیکن جب موت کے سپاہی گرفتار کرنے لے جاتے ہیں اور عدالت قہاری کے فیصلہ سے متاع عمل اور دنیوی جاہ و جلال بس کی حفاظت کے لیے اور بچانے کے بڑے بڑے حیلے وعدے جتن کئے ہوئے تھے یکدم چھین لیے جاتے ہیں تب شرم کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور پچھلے اعمال نامے پر پچھتاوا ہوتا ہے جب ضمیر کی آواز اور عدل کے فیصلے کا منظر ہوتا ہے صوفیا فرماتے ہیں اے غافل بندے یہ آیتیں اس بات کا اشارہ فرما رہی ہیں کہ ہر بندے پر یہ شرمندگی کی ساعتیں آنے والی ہیں پہلے دنیا میں کنعانی کا شیوہ اختیار کر لو۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ اے حضوری بارگاہ سے محروم اور معرفت محبوب سے محجوب طالبو جاؤ ابھی تم مکاشفہ انوار کے لائق نہیں لوٹ جاؤ مرشد ایمانی کی طرف اور کہدو کہ ہم اسرار غیب سے ناواقف ہی رہے نفس سلطانی کو نہ پہچان سکے مگر مرید باصفا نے ایک ہی ساعت پہلے نظارے میں قرب کمال کے سانچے میں ڈھال کر لیے اور بیمانہ زد عشق کی چوری سے گرفتار حسن یار کر لیا گیا ہے۔ جماعت ہاں وہ تزکیہ نفس نہ تھا جس سے باطنی حقیقت کا پتہ لگاتے ہم کو تو عالم ناسوت کا صرف ظاہری مشاہدہ ہی تھا ہم تو اسی مشاہدۂ ظاہری کو معراج معرفت سمجھ بیٹھے تھے ہم ہی کیفیات و واردات و محرومی حالات میں پہنچے ہیں۔ اے مرشد و راہنما ہمارے فریب غفلت قافلہ غفلت کو ملاحظہ کیجئے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جس طرح بیماری کے بعد تندرستی کی تمیز اور قدر ہوتی ہے عربی سے عبری کی قدر۔ مصروفیات میں نافرمانی اور بدحالی میں خوشحالی کی شان کا پتہ چلتا ہے اسی طرح طالب صادق

کو محرومی سے محرومی کی قدر آئی ہے تو کتنی بہت ہے وہ اس سے محرومی اور فراقت میں محبوب کو پا لیا۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

فرمایا بلکہ بھلا دیا تم کو نفسوں نے تمہارے اس بارے میں

کیا تمہاری نفس نے تمہیں بلکہ حیلہ بنا دیا

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ

بس اب صبر ہی اچھا ہے عنقریب اللہ یہ کہ لائے گا میرے پاس

تو ابھی صبر ہے کہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے

بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَ

ان کو اکٹھا بیشک وہ ہی بہت علم بہت حکمت والا ہے۔ اور

بیشک وہی علم و حکمت والا ہے۔ اور

تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ

پھر گئے ان سے ان کے اور فرمایا ہائے افسوس پر یوسف اور

ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر

ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

سفید پڑ چکی تھیں آنکھیں ان کی سے غم پس وہ تھا سے غصہ پینے والے تھے

اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى

گھر والے بولے قسم اللہ کی آپ ہمیشہ ذکر کرتے ہی رہو گے یوسف کا یہاں تک کہ

بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک

تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

ہو جاؤ تم نہایت کمزور یا ہو جاؤ تم ہلاک ہونے والوں۔

کہ گویا سخت بیمار یا جہان سے گذر جانیوالے۔

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ

فرمایا فقط شکایت کرتا ہوں میں پریشانی اور غم اپنے کا طرف اللہ کے اور

کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

میں جانتا ہوں طرف سے اللہ کے وہ جو تم نہیں جانتے۔

مجھے اللہ کی وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف اور بھائیوں کی تفصیلی گفتگو کا تذکرہ تھا اب سب بھائیوں کے مصر آنے کے بعد یعقوب علیہ السلام کی گفتگو مذکور ہوئی۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت سے پتہ چلتا تھا کہ شاید یوسف علیہ السلام کے متعلق والد محترم حضرت یعقوب کو کچھ پتہ نہیں۔ مگر ان آیات کے طرز تکلم سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت یعقوب کو یوسف علیہ السلام کا پورا پورا علم تھا۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یعقوب کے ان بیٹوں نے اپنے علم غیب کا انکار کیا اور یہی حقیقت تھی اب ان آیات میں حضرت یعقوب اپنے بارے میں صاف صاف خدا داد علم غیب کا اظہار فرما رہے

میں اور یہی حقیقت تھی۔

تفسیر نحوی قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ قال فعل ماضی کا فاعل حضرت یعقوب ہیں۔ اگلی عبارت قال کا مقولہ ہے حرف بل سکتہ اک کے لیے ہے۔ اس لیے اس سے پہلے ایک جملہ محذوف ہے دراصل تھا۔ بَلْ اَلْحَقِيْقَةُ کہ اور کر نفس بھی حقیقت میں ایسا نہیں جیسا تم نے بیان کیا یا جیسا تم نے سنا بلکہ سوّلت فعل ماضی باب تفعیل تسویل سَوْلٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی۔ حقیقت کو چھپانا۔ بُرے کو اچھا بنانا برائے کو خوبصورت بنانا دھوکہ دینا۔ دھوکہ کھانا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہے۔ لکم۔ لام جارہ بمعنے معرفت کم ضمیر مجرور ہی ف ضمائر ہیں۔ اَنْفُسُكُمْ مرکب اضافی فاعل ہے سوّلت کا جمع ہے نفس کی بمعنی ہے۔ یا معنی دل یا نفس امارہ یا ذات۔ یہاں سب معنی ان سکتے ہیں۔ امراً۔ بحالت زبر۔ مفعول بہ ہے یا مفعول۔ بمعنی معاملہ۔ کرنا۔ یہی معاملہ میں دھوکہ کھا یا تم کو تمہارے اپنوں نے یا تمہارے نفسوں نے یا معاملے نے۔ فَصَبْرٌ تقدیر میں صبر مصدر ہے مبتدا ہے بمعنی بہادر منا مقابلہ کرنا۔ یا حدی کرنا برداشت کرنا یہاں آخری معنی ہیں ہے۔ جَمِيْلٌ "جمل" سے مشتق ہے ملنے کا صیغہ ہے روزن فعیل بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے مبتدا کی بمعنی خوبصورتی۔ خوبسیرتی اخلاقی خاموشی۔ ستر یہاں آخری دو معنی مراد ہیں۔ عَسَى فعل مقاربہ ماضی بمعنی مستقبل بعض نحات کے نزدیک حرف فعل ماضی کے مشابہ۔ اس کی بڑی گردان ہوجاتی ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک نہیں ہوتی اس لیے ایک ہی صیغہ ہوتا ہے۔ اللّٰهُ بحالت رفع فاعل ہے عسی کا اسم۔ اَنْ حرف ناصب یہ پورا جملہ خبر ہے عسی کی یا تھی فعل مضارع بحالت نصب۔ یَّاْتِيَنِيْ "اتی" سے مشتق ہے بمعنی لانا نون وقایہ ی ضمیر متکلم واحد منصوب متصل۔ بحالت زبر ہے مفعول بہ۔ بِهِمْ جارہ بمعنی ساتھ یا بھی ہم۔ ہم ضمیر جمع مذکر مرکب ازہ میم جمع ہیں جَمِيْعًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ مبالغہ کے لیے "جمع" سے بنا ہے بحالت زبر ہے حال ہے بمعنی مل کر ایک وقت میں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل فعل ہے اس کا اسم منصوب ہو ضمیر مرفوع منفصل منادر لئے ہے۔ اَلْعَلِيْمُ مبالغہ کا صیغہ بمعنی بہت ہی ہر وقت جاننے والا۔ اَلْعَلِمُ سے مشتق ہے اَلْحَكِيْمُ "حکم" سے مشتق ہے بمعنی حکمت یعنی پکے طریقے والا۔ دونوں صفت خبر ہیں ھو مبتدا کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ان کی وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ وہ جملہ ہے یا حالیہ زیادہ مناسب یہ جملہ ہے۔ کیونکہ مبالغہ کلام پھر نکی حالت میں نہ تھا بلکہ پھر نالہ میں تھا اور یہ جملہ ابتدائیہ ہے۔ تَوَلّٰى۔ فعل ماضی معروف واحد غائب باب تفعل سے ہے ولیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی ہٹ۔ پھرنا۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں حضرت کو دلی بھی اس

اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز سے ہٹکر دوستی میں مشغول ہوتا ہے مُنْتَمٌ من جارّہ استبعاد کے لیے ہے یعنی دوری مکانی۔ مُ کا مرجع وہ بیٹے یا سب گھر والے۔ وقال۔ وَحَالِیَہ۔ قَالَ۔ فعل ماضی مطلق یا اپنے معنی میں یا ماضی استمراری کے لیے یا اَنِّی حرف یا اپنے منادی مضاف کے ساتھ دراصل تھا۔ اَبَتِی۔ یَ متکلم۔ مضاف الیہ کو جبہ ثقل الف سے بدل دیا اسی لیے بعض نحویوں نے کہا کہ یہ الف اسم ہے کہ بدلے اسم ضمیر کے ہے اَسَفَ۔ مصدر مہموز الفا ہے اسی سے ہے تَاَسَّفَ یعنی غم زدہ افسوس کیا جارّہ بعلیٰ فی ظرفیہ۔ یہاں لفظ مرا پوشیدہ ہے یعنی فِی مُرُوْرِ یُوْسُفَ۔ وَسَوَادُ الْبَیَاضِ فعل ماضی بصیغہ واحد مؤنث۔ باب افعال اس کا مصدر ابیضاض۔ ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی ہمزہ اصل کا جو تھا باب سے لازم ہے۔ بیض حروف یائی سے مشتق ہے۔ بمعنی سفید ہونا۔ عَیْنَا۔ تثنیہ ہے عَیْنٌ کا لفظ مشترک ہے یہاں بمعنی آنکھ ہے اِبْیَضَّتْ اور من الحزن کے قرینے سے یہاں نور تثنیہ جبہ اضافت گر گئی۔ بحالت رفع (پیش) فاعل ہے اِبْیَضَّتْ کا مِنَ جَارّہ سببیہ اَلْحُزْنِ الف لام عہد خارجی حُزن۔ دل میں بیٹھ جانیوالا الم۔ فَھُوَ۔ ف تعقیبیہ ھُوَ ضمیر کا مرجع حضرت یعقوب مبتدا ہے۔ کَظِیْمٌ خبر ہے مبتدا کی صفت مشبہ مبالغے کے لیے ہے باب ضرب ایک قول میں بروزن ضریب بمعنی مکتوم مگر صحیح تر باب کرم سے۔ کَظْمٌ سے مشتق ہے بمعنی غصہ پینے والا۔ دل میں گھٹنے والا۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں قَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھٰلِکِیْنَ سب گھر والے مراد ہیں یعنی یہودی بچوں نے یہ کہا۔ تَاللّٰہِ۔ تَ جارّہ قسمیہ ہے۔ لفظ اللہ مقسم۔ تَفْتَؤُ۔ فعل ناقصہ مضارع بمعنی مستقبل بحالت جزم ہے جواب قسم ہے ترجمہ ہے زائل ہونا فَتَؤٌ یا فَتِیٌّ سے مشتق ہے۔ کافتی بھی آتا ہے۔ باب فتح سے تفتؤ کے وزن پر ہے اس کا اسم اَنْتَ ضمیر مستتر واحد مذکر حاضر کا مرجع یعقوب علیہ السلام۔ تذکر پورا جملہ اس کی خبر ہے۔ اس لیے پورا جملہ بحالت نصب ہے۔ نہ کہ فقط تذکر جیسا کہ بعض نحویوں کو دھوکا لگا۔ چونکہ تَفْتَؤُ کا جملہ جواب قسم ہے اور قسم ۵ قسم کی ہوتی ہے۔ ثبت۔ منفی ثبت کی نسبانی ہے کہ جواب قسم میں لام تاکید یا نون تاکید یا دونوں آئیں یہاں کوئی نہیں اس لیے یہ قسم سمی ہے۔ الف پوشیدہ ہے۔ اصل تھا اَلَّا تَفْتَؤُ۔ بحکم الا ثبت اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ دونوں کی ترجیح اسی طرف ہے۔ یعنی نہ رکو گے قسم ذکر کرنے سے یُوْسُفَ مفعول بہ ہے اس لیے بحالت نصب ہے۔ حَتّٰی حرف عطف انتہا کے لیے اس میں ان ناصب مضارع پوشیدہ ہوتا ہمیشہ بکون فعل ناقصہ مضارع ثبت بمعنی مستقبل بصیغہ واحد حاضر اسم انت پوشیدہ کا مرجع حضرت یعقوب ہیں حَرَضًا خَبَرٌ تَکُوْنَ ہے۔ مصدر مبالغے کے لیے ہے۔ اس لیے اس میں واحد تثنیہ جمع مذکر۔ مؤنث یکساں ہے۔ اس کا معنی ہے نقصان۔ اَوْ حرف عطف سالمہ کی مشکوک

نفی کے لیے یہ فعل معطوف ہے پہلے فعلوں پر جیسے بحالت رفع ہے۔ من جارہ بعضیت کا افادہ کرتی ہے۔ اعلم اسم تفضیل صیغہ واحد مذکر غائب کا فعل یعقوب ہیں۔ تا ان حرف تحقیق ماکافہ نافیہ نے فعل ان کو لوٹ کر کے کلمہ بنا دیا۔ یعنی فقط یاس۔ اشکو فعل مضارع صیغہ واحد متکلم بمعنی مستقبل با حال۔ اظہار ہے اور اس کی تبع میں ہم نے بھی بمعنی حال مراد لیا ہے۔ اس لیے کہ کیفیت سے دشمن فوت سے ہی اکثر اوقات شکوہ سرزد ہوتا ہے۔ شکوٰ سے بنا ہے باب نصر سے ہے۔ شکوٰ۔ ناقص واوی سے مشتق ہے۔ لغتاً بمعنی کھول۔ اصطلاحاً بمعنی چھوٹے مشکیزے کا پانی نکالنا استعارۃً بمعنی شکوہ شکایت کرنا۔ دکھڑے سنانا۔ فریاد کرنا۔ یہاں بمعنی دکھڑے سنانا ہے بثی۔ مرکب اضافی مضاف الیہ یاء متکلم۔ بثّ مصدر ہے مساعف ثلاثی کا بمعنی منفوث۔ حزنی۔

بثّ و حزن کے معنی ہیں غم۔ مگر جو دل میں ہی رہے بھی کسی طرح ظاہر نہ ہو وہ حزن ہے۔ جو علامات سے چہرے وغیرہ ظاہر ہوں غم ہے یہ غم کی زیادتی سے درجہ فوق ہوتا ہے۔ اور جب اس سے فروج ہو جس کی تقریری سنبھالی نہ جائے تو بثّ ہے۔ لغوی ترجمہ۔ اشکو۔ اشکایت کرتا ہوں۔ اور بکھیرتا بھی ہیں۔ یہاں مراد اظہار غم ہے جس کا تحمل کرو کے نہ رکے۔ و اعلم۔ حزنی مرکب اضافی یاء متکلم۔ یہ عطف پر اسابحالت نصب ہے مفعول بہ ہے اشکو اللہ کا۔ الی اللہ جار و مجرور متعلق ہے اشکو کا۔ الی جارہ انتہاء غایت کے لیے۔ و اعلم۔ واو استہ حلہ ابتداء کلام کے لیے۔ اعلم اسم تفضیل علم سے متعلق ہے۔ بمعنی زیادہ جاننے والا۔ اسی ماضی من عارفہ کا معنی ہے طرف سے اس کے بنانے سے لفظ اللہ مجرور متعلق ہے اعلم کے۔ ما موصولہ بحالت رفع مفعول بہ ہے اعلم کا۔ لا تعلمون منفی فعل مضارع معروف بصیغہ جمع حاضر۔ انتم ضمیر جمع مذکر مخاطب کا مرجع بنی خانہ۔

تفسیر عالمانہ قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا انہ ھو العلیم الحکیم۔ و تولی عنھم و قال یا اسفی علی یوسف و ابیضت عینہ من الحزن فھو کظیم۔

فرمایا۔ اے میرے بیٹو تمہاری لگی لپٹی باتوں سے مجھ کو کچھ سمجھ آرہی ہے کہ حقیقۃً بات وہ نہیں جو تم بتلانا چاہتے ہو کہ تمہاری علو ہمتی نے تمہاری کوتاہ نظری نے معاملات اور پیش حالات میں اگر ذرا سوچ بچار فکر و تدبر سے اور تحمل سے غور کرتے تو کبھی بھی غیاب میں پدری شفقت نہ ہو سکتی۔ ذرا اس پر ہی غور کر لیتے کہ جب بھی ہم وہاں سے آتے تمہاری باتوں میں کچھ نکل آتا ہے۔ اس پر بشاشی اور کھلی مسرور نگاہت کی وجہ سے تم کو تمہارے حسوں نے اپنی پاکدامنی اور بچاؤ پر دلا

دا بنیامین کی ساری نیکیاں جس سلوک کو بلوم تم نے ذرا سوسن کر دیا اس لیے تمہارے نفسوں نے حقیقت حال کو جان کر چھپایا۔ تو اب بہر حال میرے لیے صبر ہی جمیل مفید سہارا ہے یا میرے لیے صبر جمیل ہی سہارا ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ صبر جمیل وہ ہے جس میں مخلوق کے سامنے اظہار شکوہ شکایت نہ ہو یا غم کی حالت میں اپنا کسی کا نقصان نہ کیا جائے۔ صبر جمیل کی نو شرطیں ہیں۔

۱۔ شور نہ ہو۔ ۲۔ پیٹنا کوٹنا ماتم کرنا نہ ہو۔ ۳۔ اللہ کی شکایت نہ ہو۔ ۴۔ مخلوق کے سامنے اظہار مصیبت نہ ہو۔ ۵۔ زمانہ یا موسم کو برا بھلا کہنا نہ ہو۔ ۶۔ جس کی طرف سے غم پہنچے اس کو گالی گلوچ نہ ہو۔ ۷۔ عبادات میں کمی نہ ہو۔ ۸۔ ایسا نقصان جیسے گریبان پھاڑنا بال نوچنا وغیرہ نہ ہو۔ ۹۔ بالکل ہی غم کو چھپا لیا جائے یا اس طرح کہ گوشۂ تنہائی میں روپوش ہو جائے یا اس طرح کو جب یا جیسی آ جاتی ہے ہم چھپ چھپ کر رو لیتے ہیں۔ حضرت یعقوب کا صبر اسی آخری درجہ کا تھا۔ یہ تو قلم و علم کی تحریریں ہیں ورنہ حقیقت صبر کا بیان ناممکن ہے صبر جمیل تو اس سے بھی بلند کیفیت ہے۔ تلخی صبر اور سختی، غم وہی جانتا ہے جو اس میں مبتلا ہو۔ حضرت یعقوب نے دل میں کہا یا زبان سے کہا مگر بہت آہستہ یا بیٹوں سے ہی مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تم نے مجھ کو وہ بتایا ہو تمہارے نفسوں نے تم کو بھایا مگر میرا ضمیر، فہم۔ اور اندازہ یہ کہتا ہے کہ بہت ہی جلدی عنقریب اللہ تعالیٰ ان تمام کو اکٹھا ایک دم میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر وقت ہر چیز کو ہر طرح جاننے والا ہے اور کیسا چیز کس وقت ہونا مناسب ہے اس کی حکمت جاننے والا بھی وہ ہی ہے۔ بندوں کو علم، فہم، شعور، ضمیر۔ اور اندازے سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اسی کے بتانے سے ہوتا ہے۔ اسی لیے عالم الغیب صرف اس کی ذات ہے۔ اس کے بندے متعلم الغیب مظہر الغیب مظہر الغیب ہو سکتے ہیں یہ کہنا اللہ کی حمد و ثنا کی ادا ان سے مائگل اور علیحدہ گوشۂ خلوت میں چلے گئے پھر نہ کسی کی سنی نہ کسی سے کہی۔ اور جاتے جاتے بس اتنا کہا۔ یا اللہ یوسف پر غم ہے۔ جو میرے احاطہ سے باہر ہے۔ ہائے میرے غم یوسف پر۔ یا۔ اے میرے ہجر یوسف کی ساتھی غم۔ یا۔ ہائے افسوس یوسف پر۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یعقوب کو تقریباً تیس سال غم یوسف کا مبتلا رہا اور اسی غم میں اتنا روئے کہ آنسوؤں کی گرمی اور مسلسل روانی سے آنکھوں پر سفیدی چھا گئی اور کالی پتلی بالکل سفیدی کے پردے میں چھپ گئی جس کو آج کل سفید موتیا کہا جاتا ہے۔ اسی کا ذکر یہاں ہے کہ ابیضت عینٰہ ان کی دونوں آنکھیں سفید پڑ گئیں غم کی وجہ سے اور بالکل ہی نابینا ہو گئے۔ جب یہ بیٹے بنیامین کی خبر لائے تو اس وقت چھ سال بہت بیتے تھے نابینا ہوئے۔ اب یہ امید دیکھا لگا تو سابقہ غم دوبالا ہو کر بھرا اور بے اختیار

دبی ہوئی آہیں نکل پڑیں۔ پھر بھی وہ ہمارے رسول مکرم کمال تحمل سے اندر ہی اندر غصہ پینے والے۔ غم کھانے والے۔ دل میں درد گھونٹنے والے تھے بلکہ برداشت کے پہاڑ تھے۔ یہ افسوسناک سرد آہیں اور گھٹی گھٹی غم کی باتیں سن کر۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یہ غمزدہ اور افسوسناک اور آج اسّے برسے کے بعد پھر درد فراق یوسف کی آہیں سن کر وہ بیٹے بادیگر گھر والے ماسب ہوئے اسے والد محترم اللہ کی قسم ابھی تک آپ یوسف کو بھولے نہیں حالانکہ پینس سال عمر کا ایک بڑا حصہ گزر گیا یوسف کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں گی مگر آپ ہیں کہ نہیں چھوڑتے ہو یوسف کا تذکرہ اگر کرتے ہی رہتے ہو یا کرتے ہی رہو گے یہاں تک نڈھال ہو جاؤ گے یا ہو جاؤ گے تم ہلاک ہونے والوں میں سے۔ یہ کلام انہوں نے بھی ترس کھاتے ہوئے فکرمندی اور افسوس میں کہا تھا اس خیال سے کہ شاید اپنی عالیت بیماری بڑھاپے اور کمزوری اور دن بدن گرتی حالت کی طرف کچھ دھیان دیں۔ آج بیٹے اس بات کا غم کر رہے ہیں کہ کاش ہم کو معلوم ہوتا کہ محبت یوسف اور عشق محبوب کے اتنے گہرے نقوش ہوتے ہیں تو ہم کبھی بھی یوسف کو جدا نہ کرتے ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ دو چار دن غم ہوگا پھر ہم سے ہی یکتا محبت پدر ہو گی اب گویا مختلف قسم کے غموں میں سب گھر ہی مبتلا ہو گیا۔ حضرت یعقوب نے یہ تسلی آمیز گفتگو سن کر فرمایا کہ اے میرے گھر والو مجھ کو کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہیں ہے میں اپنے درد کو ظاہر کر سکتا ہوں نہ درد فراق اور حرمان نصیبی کو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ میں اپنے اللہ کی طرف ہی اپنے ملال اور اپنے غم کی شکایت کرتا ہوں جس سے میرے دل کو پژمردہ اور کمر کو ٹیڑھا کر دیا ہے کیونکہ اس سے دنیا کی شکایت عین صبر ہے۔ اور اس کی شکایت دنیا سے بے صبری ہے۔ خیال رہے کہ شکایت چار قسم کی ہے۔

۱۔ دنیا کی دنیا سے شکایت ۲۔ اللہ کی اللہ سے شکایت ۳۔ اللہ کی دنیا سے شکایت ۴۔ دنیا کی اللہ سے شکایت پہلی تینوں ممنوع ہیں چوتھی صرف خواص کو صرف آخری جائز۔ لیکن خاص الخاص کو زبان سے کوئی شکوہ شکایت بھی جائز نہیں حضرت یعقوب کا فرمانا اشکوا یہاں قلبی کیفیت آنکھوں کے آنسو چہرے کی پژمردگی سرد آہیں ظلوت کی دعائیں مراد ہیں نہ کہ زبان کی فریادیں یا شکایتی الفاظ۔ اہل لغت اور محققین عارفین کے نزدیک بثّ اور حزن میں چھ طرح فرق ہے۔ بثّ قلب کی گہرائی میں اتر جانیوالا غم۔ حزن عقل و دماغ پر چھا جانے والا غم ۲۔ بثّ عشق کا غم حزن محبت کا غم ۳۔ بثّ باطنی غم حزن ظاہری غم ۴۔ بثّ روحانی غم حزن جسمانی غم ۵۔ بثّ دائمی غم حزن تغیر حالات سے ختم ہو جانے والا غم ۶۔ بثّ وہ روحانی غم جو جسمانیت کو گھلا دے۔ حزن وہ جسمانی درد جو روح کو متاثر کر دے۔ اسرائیلیات کی کتاب

تالمود وغیرہ میں تم یعقوبی کے بارے میں بڑے بڑے قصے بیان کئے ہیں ہمارے مفسرین متقدمین نے بھی ان کو نقل کر دیا ہے مگر حقیقتاً وہ سب غلط اور گستاخی ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اُس کی ماں تڑپتی رہی اُس کی بد دعا سے یوسف و یعقوب کی جدائی ہوئی۔ نیز لکھا ہے کہ ایک لونڈی زر دی اُس کا شیر خوار بچہ نہ خریدا اس کی بد دعا لگی۔ کہیں لکھا ہے یعقوب علیہ السلام نے ایک بکری ذبح کی اور پکا کر خود ہی کھالی پڑوسی بھوکا تھا اس کو نہ پوچھا۔ اُس کی سزا رب تعالیٰ نے فراق یوسفی کی شکل میں دی۔ (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ بے سب بکواسیات ہیں۔ ہم کو یہود و نصاریٰ سے شکایت نہیں وہ تو ہم کے یہودہ ہیں ہم کو تو اپنے مفسرین سے شکایت ہے جن کی ان ہی بھرمار نے تاریخ اسلامی اور شان نبوت کو کھیل بنا دیا۔ اللہ کے نبی نہ کسی جانور کو ستاتے بد دعا دیتے ہیں نہ انسان کو نہ اُس پڑوس سے غافل۔ حضرت یعقوب نے فرمایا۔ اے میرے گھر والو میں اللہ کی طرف سے وہ وہ غیب، اسرار، اور حکمتیں، رمزیں، رمیں، برکتیں جانتا ہوں جو تم عام لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے میرا یوسف کرتا بھی تک یاد کرنا۔ یہ درکھا کسی علم لدنی کی بنا پر ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ نبی کی غیب دان آنکھ جو دیکھ لیتی ہے وہ کسی کی آنکھ میں طاقت نہیں عام تو درکنار قطب و قطب بلکہ صحابی پاک کو بھی وہ علم نصیب نہیں جو نبوت کو عطا ربانی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کوئی نبی پیدائشی نابینا نہیں ہوئے ہاں درد و فراق اور مشیت الٰہی یا شوق وصل الٰہی میں تڑپ اور آزاری سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی یا پس پردہ ہو جانی ثابت ہے جیسے کہ یہاں یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہوا اور جیسے حضرت شعیب علیہ السلام مشیت الٰہی میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے۔ بحر ان پیغمبران کرام کے کوئی نابینا ہوا۔ یہ فائدہ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے علم غیب کے ذریعہ حد عدد یوسف کے تمام حالات سے خبردار تھے۔ یہ فائدہ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ (ع ۱) سے حاصل ہوا اس لیے کہ وہاں تو صرف شمعون اور بنیامین ہی رہ گئے تھے مگر آپ نے فرمایا ہم۔ ہم ضمیر جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے یہ تیسرا کون تھا یوسف ہی تو تھے۔ **تیسرا فائدہ**۔ کسی بھی مصیبت کے وقت کوئی بھی مسلمان اگر رب تعالیٰ سے فریاد مناجات یا شکوہ شکایت کرے تو وہ بے صبری نہیں ہے۔ ہاں بندوں سے شکوے کرنا بے صبری ہے حضرت یعقوب چالیس سال یا اسی سال ایک قول کے مطابق۔ زندہ رہے مگر کسی بندے سے کوئی شکوہ کبھی بھی نہ کیا۔ یہ فائدہ وَاُفَوِّضُ اِلَی اللّٰهِ (ع ۱) سے حاصل ہوا۔

ان آیت کریمہ سے چند مسئلے حاصل ہوتے ہیں۔

احکام القرآن پہلا مسئلہ۔ پیاروں کے فراق اور غم میں رونا جائز ہے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری فرزند پاک ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم میں آنسوؤں سے روئے۔ یہ مسئلہ اسی سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ کسی بھی غم میں آنسوں کے کلمات کہنے جائز ہیں۔ یہ مسئلہ حضرت یعقوب کا یہ کلمہ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ فرمانے سے مستنبط ہوا ہاں البتہ نوحہ کرنا کپڑے پھاڑنا بال نوچنا پیٹنا کوسنا حرام ہے جس کی حرمت آیت و حدیث سے ثابت ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ کسی بزرگ کو کچھ سمجھانے کے لیے یا بچانے کے لیے ادب کے دائرے میں کچھ سخت لفظ کہے گناہ یا بے ادبی نہیں جب کہ نیت فائدے اور خیر خواہی کی ہو۔ یہ مسئلہ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پڑھتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جب کہ برادران یوسف نے ایک سچی اور سچا واقعہ بیان کیا ہے کہ بنیامین چوری میں پکڑا گیا اور وہ نزدیک کی گواہ یاں بھی پیش کیں کہ ہم سچے ہیں تو حضرت یعقوب نے بھائے اہل قافلہ سے پوچھنے کے یہ کیوں فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ یہی بات اس وقت کی بھی جب یوسف گم ہوئے تھے۔ حالانکہ دونوں کے ظاہری بیان میں اور حقیقت میں کافی فرق موجود ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ حضرت یعقوب نے دراصل یہ اشارہ یوسف کی طرف کیا ہے کہ بیٹو پہلے تم نے یوسف کو جدا کرنے کا ایک حیلہ بنایا تھا اب یوسف نے بنیامین کے جدا کرنے کا ایک حیلہ بنالیا۔ کام وہ بھی میرے بیٹوں کا تھا کام یہ بھی میرے ہی بیٹے کا ہے۔ لہٰذا یہ ایک غیبی اشارہ ہے۔ دوسرا یہ کہ۔ سَوَّلَتْ۔ یہاں صیغہ واحد ہے۔ یعنی تم سب کو تمہارے نفسوں نے اس خیال و وہم میں ڈالدیا کہ بنیامین نے چوری کی ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ پہلے سولت کا یہ معنی نہیں۔

دوسرا اعتراض۔ حضرت یعقوب نے بنیامین کا سن کر اسفی علی یوسف کیوں فرمایا۔ علی بنیامین کہنا چاہیئے تھا کہ یہ نیا غم نئی مصیبت تھی۔ اور نیا غم زیادہ سخت ہوتا ہے۔

جواب۔ اس لیے کہ فراق بنیامین نے غم یوسفی کو تازہ کردیا۔ نیز فراق یوسفی فراق بنیامین سے ہر طرح سخت تھی اور بہت طرح اس میں فرق ہے۔ یہ فرق تفسیر عالمانہ میں بیان کردیے گئے۔ نیا غم تب سخت لگتا ہے جب پہلے غم کے برابر ہو یا زیادہ ہو۔ اگر نیا غم کم ہو تو اس کو لعلیس لگنا کہتے ہیں جیسے پہلا غم شدید ہو جاتا ہے

تیسرا اعتراض۔ جب گھر والوں کو نہ تو یعقوب علیہ السلام کی طرح غیبی علم و الہام تھا نہ حقیقت حال کا پتہ تھا تو تالا کہ کر قسم کیوں بولدی جھوٹی قسم تو گناہ ہوتی ہے۔ جواب۔ یہ بھی قرینے سے جس کو تکیہ

کلام کے طور پر بولا جاتا ہے۔ وہ گناہ نہیں۔ یا یہ ظاہری حالات کی بنا پر ہے کہ ان حالات کے پیش نظر ایسا ہونا یقینی ہے۔ یہ قسم کلام کی تاکید کے لیے بول جاتی ہے یہ بھی گناہ نہیں۔

چوتھا اعتراض۔ آج فرماتے ہیں۔ اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ یعنی میری کسی سے کوئی شکایت نہیں میں نے ایسا شکوہ غم اللہ کے حضور پیش کیا ہے مگر پہلے فرمایا اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ پھر فرمایا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ یہ بھی تو لوگوں کے سامنے شکوہ و شکایت ہی ہے۔ جواب یہ شکوہ نہیں بلکہ حوالۂ رب کرنے کا مقصد یہ ہے تم اپنے حیلوں سے مجھ کو روک نہیں دے سکتے۔ مجرم کو یہ یقین دلانا کہ تیری چالیں ناکام ہیں یہ عین حسن مدعی ہے اور اس کے بہت فائدے ہوتے ہیں۔ اور یا سفیٰ فرمانا۔ یا تو غیر اختیاری ہے اور یا یہ بھی اللہ سے فریاد ہے۔ جیسا کہ تفسیر خازن میں واضح کر دیا گیا۔ لہٰذا بے صبری وغیرہ کا کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت یعقوب نے تو اپنے پڑوسیوں کو بھی کبھی داغ غم کا ملنسایا تھا۔ **پانچویں اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا ہے کہ حضرت یعقوب کی آنکھیں غم سے نابینا ہو گئی تھیں حالانکہ غم سے آنکھیں نابینا نہیں ہوتیں غم تو دل میں ہوتا ہے جو سبب۔ غم دل میں ہوتا ہے غم سے رونا آتا ہے اور رونے سے آنکھیں خراب اور نابینا ہو جاتی ہیں۔ یہاں بات مختصر کرنے کے لیے اصل وجہ بیان کر دی گئی۔ **چھٹا اعتراض**۔ حضرت یعقوب نے فضا میں کی خبر سن کر یا سفیٰ فرمایا تو قافلہ پر جانا چاہیئے جواب۔ یا اس لیے کہ انا للہ صرف مسلمانوں کو ملی ہے پہلے یہ کلمات مشہور تھے نہ اس کا شرعی حکم تھا۔ یا اس لیے کہ یا سفیٰ دعا ہے اور ایسی حالت میں دعا زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر صوفیاء قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ

فنا فی الحبیب کے بعد عارف کامل فنا فی اللہ کی محبت سے کٹ جاتا ہے اس میں محبت مخلوق کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ عارف کامل کو سارا عالم جلوہ گاہ الٰہیت معلوم ہوتا ہے۔ اور چہرۂ یوسف آئینہ ذات جمال ہے۔ اس کے رخ کو دیکھنا ہی ذات جمال کا مشاہدہ کرنا ہے۔ رخ یوسفی کے ماسوا کو دیکھ کر جمال یار کی امید کرنا۔ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ کہا ہے۔ نفسانی وہ کہ ہے۔ کیونکہ سورج کی دو قسم گرد ہیں سارے عالم پر جلوہ ریز ہے مگر ذات سورج کو دیکھنے کے مشتاق رخ آئینہ کو دیکھتے ہیں۔ اشیاء عالم سورج کی صفت کا مظہر ہیں یعنی وصوب کا جس نے اشیا کو دیکھا صفات آفتاب کو دیکھا مگر آئینہ ذات سورج کا مظہر ہے جس نے آئینہ کو دیکھا سورج کی ذات کو دیکھا۔ پس ان یوسف اور تمام مخلوق صفات ذات کو دیکھ سکتے ہیں مگر انبیاء کرام خود ذات کو مشاہدہ کرتے ہیں آئینہ کو دیکھنے کا مقصد آئینہ نہیں ہوتا۔ بلکہ مظہر آئینہ ہوتا ہے چہرۂ یوسف

دیکھنے کا مقصد یوسف تھا بلکہ حضرت یعقوب کو ہر جا یوسف ہی جلوہ یار نظر آتا تھا۔ (ات جل مجدہٗ کے نور مشاہدہ ہوتے تھے۔ عشق یوسف کا دم تھا جلوۂ کبریائی کا تھا۔ دونا یوسف کے لیے دم تھا۔ یوسف تو ظلِ ذات تھا، اشیاء عالم دو قسم کی ہیں۔ ۱ تعلق دنیا والی۔ ۲ تعلق آخرت والی۔ متعلقات دنیا مظہر صفات الٰہیہ ہیں مگر عارف کامل طالب ذات ہے۔ متعلقات آخرت مظہر ذات ہیں عارفین اسی کے متلاشی ہیں۔ وتوفی عنہم مظہر ذات کے ماسوا سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور غیر کو دیکھنے سے اُن کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ سورج کو مسلسل دیکھنے والا جب اپنی نگاہ سورج سے پھیرے تو سب چیزیں اُس کو سیاہ دکھتے نظر آتی ہیں۔ آنکھیں بیکار ہو جاتی ہیں ذاتِ جلال کو دیکھ کر پھر کس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ کون نظروں میں جچے دیکھ کے تو اتیرا۔ فھو کظیم مسافر معرفت طالب ذات ہے باقی اشیا سے متنفر ہے۔ حب لذت مشاہدہ ذات چھپا دیا گیا تو صبر جمیل ہی عاشق ذات کا آخری سہارا ہے قالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من الھالکین اہل ظاہر عاشقین ذات کے درد و فراق کو نہیں سمجھ پاتے۔ وہ یوسف قلبی کو صرف ایک عنصر ہی سمجھتے ہیں جس کو فنا ہے۔ اسی لیے اُس کی یاد کو فناء روحانی اور ہلاکت جسمانی جانتے ہیں بجائے اس کے کہ خود بھی اُس کی یاد سے لذت در و پائیں۔ عاشق صادق کو بھی روکتے اور ملعون کرتے ہیں۔ قال انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ و اعلم من اللہ مالا تعلمون مردان راہ خدا جانتے ہیں کہ اہل دنیا عنصر ذات سے ہیں اُن کے لیے اُن کی جمالیت کا پرتو سے اُن کی نگاہیں مکنات دھر میں لگی ہوئی۔ اس لیے وہ اپنا درد صرف اپنے محرم راز اللہ رب العزت کو ہی سناتا جتاتا دکھاتا ہے۔ وہ اسم الٰہی ذاکر کتاب معرفت کے وہ علم جانتا ہے جو جہان والو تم نہیں جانتے۔ دنیوی۔ اُخروی اشیا کا فرق اس کو معلوم ہے کہ کس کی محبت حرام و ناجائز ہے اور کس کی محبت واجب ہے۔ یہ معرفت کی وہ چوٹی ہے۔ جہاں صرف انبیاء کی رسائی ہے۔ ہزاروں بالغ نظر پر اس کی رفعت سے بھی نہ آشنا ہیں۔ کسی غوث و قطب کو معرفت کا یہ مقام حاصل نہیں اس دریا و معرفت اور بحر مشاہدات کے کنارے پر ہی سب رک جاتے ہیں۔ یہاں پر پہنچ سب کی انتہا ہے لیکن انبیاء کرام ہی بندگان کاملین ہیں۔ باقی تمام اولیا غوث و قطب ان کے در کے بھکاری۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ

اے بیٹو میرے جاؤ پس بھی طرح تلاش کرو کو یوسف اور

اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ

أَخِيهِ وَلَا تَايْـَٔسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا

بھائی اس کے اور نہ مایوس ہو تم سے رحمت اللہ کی بیشک نہیں
اور اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ کی

يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

مایوس ہوتی ہے رحمت اللہ کی مگر قوم کافروں کی
رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا

پھر جب کبھی داخل ہوئے وہ بھائی پر اس کے بولے اے عزیز پہنچی ہم کو
پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو

وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

اور گھر والوں کو ہمارے تنگدستی اور اس واسطے لائے ہیں ہم پونجی معمولی
مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

لیکن پورا دینا ہم کو ناپ کا غلہ اور صدقہ سمجھ لینا ہم پر بیشک اللہ تعالیٰ
تو آپ ہمیں ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بیشک اللہ

يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ

بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔ فرمایا کیا تم نے کبھی غور کیا کہ
خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔ بولے کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور

مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ

کیا کیا تم نے ساتھ یوسف کے اور بھائی اس کے جب تم

اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم

جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

نادان تھے

نادان تھے

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پہلی آیات میں یہ ذکر تھا کہ حضرت یعقوب بیٹوں کی باتیں سن کر غمزدہ ہو کر ان کے پاس سے دور چلے گئے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ بیٹوں اور گھر والوں کی طرح آپ بھی نادم اور مایوس ہو گئے۔ اب ان آیات میں اس خیال کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ نہیں بلکہ حضرت یعقوب شان مومن بتانا چاہتے ہیں۔ کہ کسی حال میں بندے کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

دوسرا تعلق۔ پہلی آیات میں ان تمام بیٹوں کے متعلق یہ خیال گزرتا تھا کہ ان کی سابقہ اذار سانیوں کی بنا پر شاید حضرت یعقوب ان سے متنفر ہوں اور نبی کا کسی سے متنفر ہونا باعث کفر ہے تو یہ سب بیٹے کفر میں ہو چکے ہوں مگر ان آیات میں حضرت یعقوب کی ایسی گفتگو ارشاد ہوئی جس سے ان بیٹوں کے مومن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پہلی آیت میں ان بھائیوں کے دو دفعہ مصر میں جانے کا ذکر ہوا اب اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت یوسف کی بارگاہ میں بھائیوں کی یہ تیسری اور آخری وہ حاضری ہے جو قحط کے سات سالوں میں غلہ لینے کی غرض سے ہوئی۔ اور تمام علاقوں کے لوگ انتہائی مفلسی فقیری اور گداگرانہ حیثیت سے حاضر ہوئے۔

تفسیر نحوی يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ یا ندائیہ بنی اسم مصغر اسم جامد ہے بن تھا واحد ہے مگر مراد جمع مضاف یاء متکلم کی طرف۔ اذھبوا فعل امر بصیغہ جمع مذکر حاضر ذھب سے مشتق ہے بمعنی جانا۔ یہ فعل ناقص جملہ فعلیہ ہو کر معمول لہ ہے یا کے قائم مقام اذھبوا فعل پر شدید کاف حرف تحقیق

بمعنی تَطَلَّبُوْا فعل امر جمع حاضر تَحَسُّسٌ سے مشتق ہے باب تفعّل سے ہے۔ یعنی تَحَسُّسٌ ایک قول میں تَحَسُّسٌ اور تَجَسُّسٌ ہم معنیٰ ہیں (مرادف) مگر صحیح یہ ہے کہ اچھی مجری کرنا تَحَسُّسٌ اور بری مجری تَجَسُّسٌ ہے اسی سے ہے جاسوسی۔ مِنْ حرف جر ہے بمعنی عَنْ۔ اس لیے کہ تَحَسُّسٌ کے بعد عَنْ ہی آتا ہے نہ تَحَسُّسٌ کے بعد مِنْ۔ اسی بنا پر پہلے قول میں دونوں کو مرادف مانا گیا۔ یُوْسُفَ بحالت جر زبر یا بوجہ غیر منصرف علم و عجمی ہونے کی بنا پر۔ وَ عاطفہ اَخٍ اسم مکبّرہ ہے مضاف ہے ہٗ ضمیر کی طرف۔ وَ عاطفہ لَا تَایْئَسُوْا فعل نہی عطف ہے اِذْهَبُوْا پر مِنْ جارّہ رَوْحِ کسرے زبر سے یا رفع سے بمعنی رحمت۔ مصدری مادّہ سے مضاف ہے بسوئے لفظ اللہ۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل وٗ ضمیر شان اس کا اسم لَا یَایْئَسُ فعل مضارع منفی بلا بمعنی حال بیان حقیقت کے لیے مِنْ جارّ رَوْحِ بمعنی رحمت مرکب اضافی سب سابق مجرور ہے اِلَّا حرف استثنا مفرّغ کیونکہ مستثنیٰ منہ پوشیدہ ہے اَلْقَوْمُ بمعنی مکمل گروہ موصوف الْكٰفِرُوْنَ صفت ہے۔ دونوں مل کر مستثنا ہوئے یا یہ اِلَّا بمعنی سوا ہے یا غیرٌ ہے تب استثنا لغو ہوگا۔ بہرحال انفصال نہیں اتصال ہے۔ قوم معنوی مکمل جمع ہے اس لیے اس کی صفت مفرد جمع ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ف تعقیبیہ بحال عبارت پوشیدہ ہے یعنی والد مکرّم کی نئی نصیحت سن کر اس پر عمل کرنے کے لیے وہاں سے حرکت کر چلے۔ لمّا حرف شرط ہے دَخَلُوْا فعل ماضی اپنے ہی معنی میں ہے اس کا فاعل نو بھائی عَلٰی حرف جر ہٗ ضمیر مجرور کا مرجع یوسف ہیں عَلٰی بمعنی عِنْد ہے ظرفیت مکانی کے لیے۔ قَالُوْا فعل ماضی پورا جملہ فعلیہ جزا ہے ف جزائیہ لمّا کی وجہ سے نہیں آئی اس کا فاعل وہی بھائی ہیں۔ یٰٓاَیُّهَا یا حرف ندا اس کا منادیٰ الْعَزِیْزُ چونکہ معرف باالف لام ہے اس لیے بلا ضرورت دو معرفہ کرنیوالی چیزوں کے اجتماع سے بچنے کے لیے درمیان میں اسم موصول اَیُّ اور حرف تنبیہ حا لگایا۔ اس کا صلہ لوحہ مخفف محذوف سے اس لیے اَیُّ مبنی رفع سے ہے۔ مَسَّ فعل ماضی باب نصر بموزن ضَرَبَ مَسٌّ سے مشتق متعدی بیک مفعول ہے۔ بمعنی چھو جانا۔ لگنا۔ پہنچنا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ نا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اپنے معطوف اَهْلَنَا سے مل کر مفعول بہ ہوگا مَسَّ کا واؤ حرف عطف ہے۔ اہل بالائی کمرہ والے افراد۔ عاطفہ جِئْنَا فعل ماضی لعینہٖ جمع متکلم کا عطف ہے مَسَّنَا پر۔ یہ سب عبارت مقول لہٗ ہے ندائے پوشیدہ کے۔ بِضَاعَةٍ سے مشتق ہے باب سمع بمعنی اَلْقٰی بِضَاعَةٍ ب جارّہ بمعنی مع۔ بِضَاعَةٍ بضع سے بنا ہے بروزن فِعَالَةٌ رِدَاءَةٌ بِجَارَةٌ تجارتی کا مصدر ہے بمعنی وہ سامان جو سفر کے لیے علیحدہ کر کے رکھا جائے۔ گوشت کے

کٹے ہوئے ٹکڑوں کو بضع کہا جاتا ہے ۱۰ سے ۹ تک کے درمیان جتنی چیزیں ہوں وہ موصوف ہے اس کی صفت سے مزجات دراصل تھا مُزْجَاةً یا مُزْجُوْةً بوجہ ربری یا واؤ الف سے بدلی گئی زَجْیٌ سے مشتق ہے معنی حقیر شی ءٌ سیئ ۔ ب فعل م ۔ ماضر جمع ۔ ۱ ۔ مذکر ۔ ق سے بنا ہے معنی پورا کرنا لانا عادہ مجرور متعلق ہے اوف باب افعال کے ۔ م کا اگلی حرکات زبر معمول ہے اوف کا مراد ہے گندم کا قانونی مقرر شدہ ہر فرد کے لیے سال بھر کا حصہ ۔ کیل کے لغوی معنی ہیں ناپنا یہاں بمعنی مفعول یعنی ناپی گندم ہے ۔ ۶ ۔ ہ صلہ تصدق فعل امر حاضر واحد مذکر باب تفعل سے ہے ۔ یعنی بلا معاوضہ و بلا مسابقت کوئی چیز مانگنی یا اپنی طرف سے بنا ہے معنی بھی یا مدد چہر علی طرف زائدہ ہے ہی معنی میں ہے ما ضمیر جمع متکلم مجرور متصل کا مرجع ہی تمام موجود و غیر موجود اہل خانہ ہیں ۔ ان ۔ ف تاکید و تحقیق ۔ ط اللہ اس کا اسم ہے لہٰذا منصوب ہے یجزی فعل مضارع بمعنی مستقبل یا بمعنی حال جزیٌ سے بنا ہے معنی بدلہ دینا ۔ باب ضرب سے ہے متعدی بیک مفعول بھی ہوتا ہے بدو مفعول بھی ۔ جیسے جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا اللہ تجھے بہتر بدلہ دے ۔ ۱۰ ۔ المتصدقین جمع مؤنث سے مُتَصَدِّقٌ کا لو جو الف لام بمعنی الَّذِيْنَ بمعنی اسم فاعل ہے ترکیب میں مفعول رہے ہے بحری کا ۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ قال فعل ماضی اس کا فاعل حضرت یوسف اگلی عبارت اس کا مقولہ ہے ھل حرف استفہام ادائی ہے لیے کلام کی اہمیت بنانے کے لیے عَلِمْتُمْ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر متعدی بدو مفعول سے یک مفعول ہی ہو سکتا ہے تما اسم موصول ہے صلہ سے مل کر مفعول ہو ہے علم کا عَلِمْتُمْ فعل ماضی کا فاعل ضمیر جمع حاضر اس سب کا مرجع برادران یوسف ہیں بِيُوْسُفَ ب کے معنی یہاں ساتھ ہیں یُوْسُفَ بحالت حرف عاطفہ اَخِيْ اسم مکبر ۔ بحالت زیر عطف ہے یُوْسُفَ پر ۔ ہ ضمیر کا مرجع یُوْسُفَ سے ۔ اذ مفعا جاتیہ ہے بمعنی اچانک ۔ یا اذ ظرفیہ ہے بمعنی اس وقت ۔ جٰهِلُوْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر ۔ اس کا واحد جاہل ہے جَهْلٌ سے مشتق ہے ۔ یعنی لاعلم یا ناواقف یا بھول جانے والا ۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں ۔ یہ کلام بطور طعن ہے یا بطور خیر ۔

تفسیر عالمانہ یعنی وہ لوگ یوسف سے ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے ۔ کافی دن خلوت میں مناجات کرنے بعد باہر تشریف لائے اور سب بیٹوں کو جمع کیا پھر فرمایا اے میرے بیٹو جاؤ اللہ کا نام لے کر پھر اپنی فعل و تصور کے حواس سے پتہ لگاؤ یوسف کا اور اس کے بھائی کا ۔ یک شاذ قرأت میں فتجسسوا ہے ۔ یعنی جاسوسی کرو ۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ تحسس اور تجسس میں دو طرح فرق ہے ۱ تحسس خیر کی تلاش تجسس شر کی تلاش ۔ ۲ تحسس کسی کی نیکیاں بھلائیاں تلاش کرنا تجسس کسی کی برائیاں نقائص عیب تلاش کرنا ۔ لہٰذا تجسس

دشمن کرتا ہے تحسس دوست اور خیر خواہ کرتا ہے۔ اس لیے یہاں فتحسسوا فرمایا نہ کہ تجسسوا۔ یوسف اور بھائی کا ذکر فرما کر اپنی غیب دانی کی طرف اشارہ فرمایا کہ جہاں بھائی ہے وہیں یوسف ہے۔ اور تحسس صرف یوسف کا ہی ہے کیونکہ مہمانی کی تہ تو سب کو ہے۔ تیسرے بھائی کا نام نہ لیا حالانکہ بمقول مفسرین بھائیوں کو واپس بھیج کر وہ بڑا بھائی بھی عزیز مصر کے پاس ہی چلا گیا تھا اور انہی کے مہمان خانے میں بعزت تمام مقیم تھا۔ بعض کہتے ہیں مصر میں ہی کہیں مزدوری کرنے لگ گیا تھا۔ بہرکیف مصر میں تھا حضرت یعقوب سے وہ بھی بدلا تھا مگر ملک الموت علیہ السلام کو ان کے کام شامل نہ فرمایا کیونکہ وہ اپنے اعضا سے معذور تھا پھر وہ بڑا تھا بھائیوں اور جماعت کا ذمہ دار تھا صاحب دیانت تھا بیٹوں نے عرض کیا جیسا کہ دیبتوں میں آتا ہے کہ ہم یوسف کو کھا گئے ہڈیاں ہی کھی کا سر گیا اس کو تو بھیڑیا کھا گیا تھا تو فرمایا میں کہتا ہی ہے کہ کل سے۔ جس کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا یقیناً اس نے کھا ہی لیا ہوگا ایسے فوت شدہ کو ہم کیا ڈھونڈیں تو حضرت یعقوب نے فرمایا کہ اے بیٹو نہ مایوس ہو تم اللہ کی رحمت سے اللہ کی ہی ہوئی زندگی سے۔ اس کی عجیب حکمت سے۔ اللہ کی فرحت کشادگی اور دی ہوئی خوشیوں سے۔ یا مایوس ہو تم اس کی قدرت کاملہ مصیبت غربت اور اسباب مجیبہ سے تم اپنے حواس کو درست کر کے نکلو تو پھر دیکھنا اس کا فضل کیا کرم کرتا ہے۔ بیشک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت و فضل و قدرت سے مگر کافر لوگ ناشکرے اور بدعقیدہ انسان۔ کیونکہ کافر کا عقیدہ ہے کہ اللہ کمال پر قادر نہیں کئی معلومات پر عالم نہیں۔ وہ کریم نہیں بخیل ہے معاذ اللہ۔ اور جس کے یہ عقائد ہوں وہ ہی کافر ہے مایوس ہے اسی لیے کافر ہر دم میں مغرور ہے۔ سہولت میں مغرور ہے۔ دولت میں مسرور ہے۔ فقیری میں مجبور ہے۔ مصیبت میں مایوس ہے۔ اور آخرت میں مقہور ہے نہ کبھی صابر نہ کبھی شاکر۔ مگر مومن کی شان ہی نرالی ہے وہ امیری میں شاکر بیش میں حامد سہولت میں ساجد۔ مصیبت میں صابر۔ تکلیف میں ذاکر طلوت میں ناجی خلوت میں راضی ہے۔ وہ نہ کبھی یاس میں ہے نہ کبھی قنط میں۔ ہر حال میں اپنے کریم اللہ سے پرامید ہے۔ خیال رہے کہ یاس اور قنط میں چار طرح کا فرق ہے۔

مثلاً۔ یاس وہ مایوسی ہے جو اسباب کے دیکھنے سے ہو۔ قنط وہ مایوسی جس میں مصیبت ٹلنے کے کچھ اسباب نظر آتے ہوں۔ مثلاً یاس وہ مایوسی جس میں مصیبت قریب ہو۔ قنط وہ مایوسی جس میں مصیبت ابھی دور ہو۔ مثلاً یاس وہ مایوسی جس میں بچنے کا کوئی بھی تدبیر بھی سمجھ نہ آئے۔ قنط وہ مایوسی جس میں تدبیریں نظر آتی ہو۔ مثلاً یاس وہ مایوسی جس کی مصیبت میں دنیوی سارے ساتھ ٹوٹ جائیں صرف اللہ ہی کا ایک آسرا ہو۔ قنط وہ مایوسی جس کی مصیبت میں مثلاً انسان کو دنیوی سلسلے ہے ہوں۔ حضرت یعقوب

نے لَا تَقْنَطُوْا فرمایا لَا تَنْسَوْا نہ فرمایا۔ اس لیے کہ یہ مصیبت اور اس کا حل اللہ کی ذات کے سوا اور کسی کے پاس نہ تھا۔ سب آسرے جائے ٹوٹ چکے تھے۔ ان جیسی مصیبتوں میں مایوس نہ ہونا مومن کی ہی شان ہے۔ حضرت یعقوب کے بھائے بھانے یاد دلانے ہی گندم کے لیے گھر سے مصر کی طرف نکل پڑے۔ تفسیر کبیر وغیرہ نے لکھا کہ حضرت یعقوب نے ایک رقعہ بھی ساتھ لکھ کر دیا جس میں عزیز مصر کا سابقہ سلوک پر شکریہ ادا کیا اور اپنا تعارف کرایا اور بنیامین کو چھوڑنے کی درخواست کرنے کا لکھا مگر یہ غلط ہے اور یہودیوں کی من گھڑت ہے صرف اس لیے کہ اس میں یعقوب علیہ السلام کے رقعے میں یہ خلاف شائع ہو جائے کہ یعقوب نے لکھا کہ میں اسحاق ذبیح اللہ کا بیٹا ہوں ابراہیم صابر ہوئے آگ میں جا کر اور خلیل ہوئے آگ گلزار بنا کر اسحق صابر ہے چھری کے نیچے آکر اور ذبیح اللہ ہوئے فدیہ لے کر۔ حالانکہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں اس کا پورا بیان ہمارے فتاوی سوم میں دیکھو ہذا وجدنا بضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان اللہ یجزی المتصدقین پس جب داخل ہوئے دربار یوسفی میں تو بولے اے عزیز۔ اس دفعہ تو ہم بہت برے حالوں آئے ہم کو بھی اور گھر میں باقی ماندہ اہل خاندان کو بہت تکلیف اور غربت پہنچی بڑا بھائی جو کاروباری تھا وہ شرم کے مارے گھر رہ گیا۔ کاروبار بند قحط سالی زوروں پر ہے کچھ کما لے کر کھانے کو جو تھوڑی بہت دولت درہم و دینار کی مشکل میں تھا وہ لے آئے ہیں۔ مگر وہ ایک تو تھوڑی ہے گندم کے بھاؤ سے پوری نہیں دوم یہ کہ چلا نہ سکتے ہے جو آج کل کسی بازار میں چلتا نہیں کسی کا گھر میں پڑا ہوا تھا آج انتہائی ضرورت کے پیش نظر ہی کو لائے گر اس کرنسی میں ہر مگہ ہر مکان سے مرحلت یعنی واپس پھرا ہوا ہے۔ آپ کا ہی آستانہ ہے جس پر اس لیے کر آ گئے ہیں تمہارے خوابوں میں ہے کہ یہ وہی درہم تھے جو برادران یوسف نے یوسف کو بیچ کر حاصل کئے تھے اور کچھ چھوڑے تھے ایک قول ہے کہ گھر کا اور عمدہ بھاری سامان تھا بستر کمبل چمڑہ وغیرہ چٹائی۔ ایک قول ہے کہ وہ علاقہ کنعان کا سکہ تھا مصر میں نہ چلتا تھا اس لیے یہاں کھوٹا اور مزجاۃ تھا مگر یہ قول صحیح نہیں۔ کیونکہ ہر علاقہ کے سکے سب سکے لیے جا رہے تھے تو اس میں کیا قباحت ہو سکتی ہے اور پھر پہلی دو مرتبہ لے لیا گیا تو اب کیا مضائقہ۔ نیز پہلے زمانوں میں کاغذ یا لوہے پیتل کے سکے نہ ہوتے تھے بلکہ خالص چاندی کے سکے جس کو درہم اور خالص سونے کے سکے جس کو دینار کہا جاتا تھا اور اسی رواج کی بنا پر آج تک سونا چاندی ہی اصل قیمت اور ثمن قرار پائی گئی ہے۔ اور وہ کبھی مزجاۃ یعنی کھوٹا نہیں ہو سکتا دیسے کبھی ہو سکتا ہے۔ تفسیر مدارک کبیر نے لکھا کہ اس وقت مصر کے سکے پر یوسف علیہ السلام کی تصویر ہوتی تھی۔ مگر یہ اسرائیلی خرافات ہے جاندار کی تصویر ہر شریعت میں شروع سے حرام رہی آج کل کے خیالی پرست مسلمان مولوی اور پیران ہی

تفسیر لا یعنی اور غلط اقوال کے سہارے سطرح کی بیہودہ من پسند عقیدے بناتے چلے جاتے ہیں خدا ہم کو ہدایت دے (آمین) قول پہلا ہی درست ہے کہ اے عزیز مصر ہم سے کھوٹے سکے پرائے درہم ہی قبول کرلو اُس کے بدلے جسب سابق ہم کو ہمارے حصہ کا غلہ پورا ناپ کر دے دیجئے اور ہماری قیمت مت دیکھیے اپنے کرم حسن خلق اور فضل و رحمت کا صدقہ ہم پر کیجئے کیونکہ ہم اس وقت بے بس بیکس غریب خمازدہ غمناک اور افسردہ ہیں۔ اور آپ صاحب ثروت، مالک دولت، عامل مروت، وارث اخلاق حمیدہ ہیں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہر طرح کا صدقہ کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا۔ یا یہ دعا یہ جملہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے۔ روایتوں میں ہے کہ یہ قحط کا چوتھا سال تھا تمام وہ بھائی جنہوں نے کبھی یوسف علیہ السلام کو ذلیل و خوار کرکے غلام ساکر بیچ دیا تھا آج غناء تمکنت سے اسی یوسف کے سامنے انتہائی ذلیل و خوار ہو رہے ہیں گویا کہ غلام بن کر صدقہ و خیرات کی بھیک مانگ رہے ہیں یہی نہیں بلکہ علاقہ کے سارے لوگ پہلے سال دولت درہم و دینار۔ دوسرے سال گھر کے زیورات تیسرے سال گھر کا تمام سامان چوتھے سال جانور غلام علیہ۔ پانچویں سال اپنے بیوی بچوں کو بیچ کر غلام بنا کر غلے کر گئے۔ چھٹے سال سب نے خود کو حضرت یوسف کی غلامی میں دیدیا۔ ساتویں سال سارا غلہ بھی ختم ہوگیا تو حضرت یوسف نے یہ جمال دیکھا کہ لوگوں کی بھوک پیاس مٹائی اللہ اکبر۔ ایسا حسن تھا کہ جو دیکھتا اُس کی بھوک پیاس مٹ جاتی یہ تو شان حسن یوسف تھی مگر ہمارے آقا کے نام اور درود شریف کی شان یہ ہے بعض درود شریف پیاس بجھاتے ہیں بعض درود شریف ٹھنڈک بخشتے ہیں۔ بعض نور۔ بعض سرور۔ یہاں تک کہ عارفین کا تجربہ ہے کہ درود رحمت بھوک پیاس اور روزے کی مشقت مٹا دیتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم کو نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ چہرہ دیکھا ہے جو شاید کسی نے نہ دیکھا ہو۔ تب سے سردی گرمی ختم ہوگئی۔ ساتویں سال جب سب غلامی میں لگ گئے اور نظارہ حسن یوسفی کرلیا تب دریائے رحمت پروردگار جوش کرم پر آئی اور خوب بارش برسی۔ بادشاہ مصر اپنی حکومت اور سب کچھ تاج و تخت شاہی آپ کے سپرد کرکے گوشہ نشین ہوگیا۔ بعض نے فرمایا کہ شاہ مصر چوتھے سال مومن جا اور ساتویں سال فوت ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ جب حضرت یوسف نے پہلے بھائیوں کی یہ فریاد انتہائی عجز اور غربت و مسکینی دیکھی تو نہایت افسردہ آبدیدہ ہوئے اور رہا نہ گیا کہ اب چھپایا جائے اور ہمجھ گئے کہ اب یہ وقت منشاء الٰہی میں پردہ اٹھنے کا ہے۔ چنانچہ۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ فرمایا اے آہ انتہائی عاجز و مسکین بننے والے بھائیو کیا تم کو وہ سلوک معلوم ہے جو تم نے کبھی کیا تھا یوسف اور اُس کے سگے بھائی بنیامین کے ساتھ ایک کو ستا کر ایک کو تڑپا کر ایک کو گم کرکے اور

ایک کو طرح طرح کی فہمائش و تلقین اور برائی کی بنا میں دے کر یا ایک کو جھوٹی امیدیں دے کر اور ایک کو قطعی بندش یا ایک کو علم سکھا کر ایک کو جہل پر رکھ کر یہ کام کیا تھا۔ اس وجہ سے کہتے تھے کہ تم تو کین کی وجہ سے نادان تھے یا حکام سے بے خبر تھے۔ یا سوتیلے پن کے تعصب سے تم جاہل بنے ہوئے تھے۔ یا محبت پدری میں تم نے یوسف کو اور بھائی بہن سے جدا کیا۔ اور چاہا کہ ہم ہی صرف باپ کے پیارے بنے رہیں مگر تمہاری جہالت تھی۔ یا یہ کہ تم ان تمام ظلم کے کاموں کی بُری سزا سے واقف ہو۔ اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کیا سزا اور صابروں کو کیا جزا دنیا اور آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ تاریخوں میں ہے کہ حضرت یوسف کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام رحیب بھما خراق یوسف کے وقت وہ موجود تھی مگر اب وہ فوت ہو چکی تھی اس لیے اس کا ذکر نہ کیا گیا۔ یوسف علیہ السلام سے چھوٹی بنیامین سے بڑی تھی۔ عربی قصوں میں بھی اس کا ذکر آتا ہے ایک قول میں وہ مصر آئی ہے اور اب تک زندہ تھی مگر مستورات کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں آیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تفسیر خازن معالی۔ مظہری۔ بیان۔ کبیر۔ صاوی۔ مدارک۔ جمال۔ خزائن۔ صیاء القرآن نور العرفان وغیرہ)۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ۔ تلاش حق کے لئے سفر کرنا ضروری ہے اور سنت انبیاء کرام ہے دیکھو حضرت یعقوب نے یوسف علیہ السلام کی تلاش کے لیے سفر کیا۔ تو حمیہ لیہ کی تلاش کے لیے بزرگوں نے دیسوں عراقوں قطروں اور نیک بندوں کے پاس سفر کئے جانا بھی ثابت تو اب مفید ہے۔ فائدہ۔ یَاْتُوْنِیْ اَذْهَبُوْا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اگر عاذوں کی قبولیت میں دیر لگے تو دل تنگ مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ دیر تو وعاء نبوت کی قبولیت میں بھی ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ بندوں سے اپنی حاجات و اوراد مانگنا اللہ کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہے۔ دیکھو یوسف کے حکم سے نبی زادے فیہ اللہ یعنی عزیز مصر کے سامنے فریاد کر رہے ہیں اور اپنی حاجتیں بیان کر رہے ہیں حالانکہ نہیں جانتے بھی نہیں کہ یہ عزیز مصر مومن ہے یا نہیں تو اللہ کے ولی کے سامنے دعا مانگنا بدرجہ اولیٰ چاہیئے۔ ناصحی خوشنودی نبی ہے یہ فائدہ یَا اَیُّهَا الْعَزِیْزُ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک کھانے کی چیزیں ناپ کر بیچنا چاہیئے۔ جب کہ دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ تول کر بیچنی چاہیئے۔ امام اعظم کا مسلک وَكَيْلَ لَنَا الْكَيْلَ سے مستنبط ہوا اور حنفی مسلک میں گنتی ناپ کر تول کر ہر طرح جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ صاحب حال

پنا مال ہر طرح بیچ سکتا ہے۔ سستا۔ مہنگا۔ کسی کو سستا۔ کسی کو مہنگا سے۔ اور جس کو چاہے مفت بھی دے سکتا ہے۔ خیر پہلے زمانے میں بادشاہ اپنے ملک کے مالک ہوتے تھے آج جمہوریت ہے دور میں ملک کا رہنما نخواہ دار ہے اس لیے یہ مالک نہیں ہوتا۔ بلکہ گورنمنٹ جنوں کی ملکیت کسی فرد واحد کی نہیں ہوتی۔

تیسرا مسئلہ۔ جب تک کسی کے ایمان یا مسلمان ہونے کا پورا علم نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو اُخروی دعا دینا منع ہے۔ اسی طرح ابتداءً سلام کرنا بھی منع ہے کیونکہ یہ بھی اُخروی دعا ہے۔ یہ مسئلہ انّ اللہ یحبّ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

اس آیت کریمہ پر چند اعتراض پڑھتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ والد محترم نے تو بیٹوں کو یوسف و بنیامین کے تلاش کے لیے بھیجا تھا یہ سب کچھ چھوڑ کر غلہ مانگنے اور اپنی غربت بھوک پیاس بتانے عزیز مصر کے پاس کیوں چلے گئے۔ جواب۔ اس لیے کہ یوسف کے متعلق قوی خیال تھا کہ وہ تو کسی کے فوت ہو گئے ہیں یا غلام بنتے بنتے نہ معلوم کہاں پہنچ گئے ہوں۔ اُن کو کہاں تلاش کریں یہ مہم تو نہایت مشکل بلکہ ناممکن کی حد تک ہے البتہ بنیامین کو کسی نہ کسی طریقے سے چھڑانے کے لیے ایک مرتبہ پھر کچھ کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ اس لیے سیدھا عزیز مصر کے پاس آئے اور اُس کے دل کو نرم کرنے ترس کھلانے کی غرض سے نہایت عجز و مسکینیت کا اظہار کیا اور سوچا کہ جب یہاں اُس کا دل نرم ہو گیا تو شاید اگلا مرحلہ کچھ آسان ہو جائے اور ہم بنیامین کو چھڑا سکیں مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور آ گیا جس کا ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا خیال ہے کہ برادران یوسف نے دربار مصر میں کسی ملاقات کے دوران بھی اپنی اکڑ پکڑ تو ٹی اکڑ نہ دکھلائی نہ طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جیسا کہ بعض مفسرین اسرائیلیات کا سہارا لے کر اس طرح کی غلط بیانی لکھ گئے ہیں۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج یہ مسکینیت کہاں آتی۔ **دوسرا اعتراض**۔ بھائیوں نے اپنے اور گھر والوں کے لیے صدقہ کیوں مانگا وہ بھی اُس بادشاہ سے جس کے مومن ہونے کا بھی اُن کو پتہ نہیں۔ صدقہ مانگنا تو بہت معیوب کام ہے اور نبی اور نبی زادوں کے لیے تو حرام ہے۔

جواب۔ اس کے چار جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ یہاں صدقہ بمعنی ہبہ بانی اور تفضل ہے نہ کہ خیرات اور اس لیے جائز ہے کہ کسی چیز کا بھاؤ کم کرانا کسی لہجے میں بھی ہو جائز ہے۔ دوم یہ کہ نفلی صدقہ مانگنا جائز ہے معیوب نہیں آج تم شریف کی ٹھائی۔ قربانی کا گوشت منہ مانگ کر لیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب نفلی صدقات ہیں۔ سوم یہ کہ یہ صدقہ غلہ کا نہیں مانگا بلکہ وہ لفظوں میں بنیامین کو مانگا تھا اسی لیے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا بمعنی اگلا بولا۔ چہارم یہ کہ صدقہ فرضی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل پر حرام ہے پہلے انبیاء کرام کے زمانوں

میں یا تو صدقہ فرضی تھا ہی نہیں یا تھا تو کسی غریب پر حرام نہ تھا ہر غریب نبی غیر نبی لے سکتا تھا۔ مگر یہ جواب کمزور ہے۔ تیسرا اعتراض۔ حضرت یوسف نے ذاخیہ ساتھ کیوں فرمایا۔ یوسف علیہ السلام پر تو جو ظلم کیا تھا وہ ظاہر تھا غیبا میں پر کیا ظلم کیا تھا۔ مذکور کرایا چوری کا مشورہ دیا۔ جواب۔ یا پیالہ برآمد ہونے پر سن ظن مراد ہے یا بھائی کا غم ڈالنا مراد ہے جیسے کہ والد پر غم ڈالا تھا۔ چوتھا اعتراض۔ حضرت یوسف نے اپنے بڑے بھائیوں کو جاہل کہا یہ تو معاذ اللہ۔ بداخلاقی ہے۔ بڑوں کا ادب اور توقیر کرنا چاہیئے۔ کسی کو جاہل کہنا گالی کے درجہ میں ہے۔ جواب۔ یہاں جاہل بمعنی قوی ہے یعنی نادان ناواقف اور یہ ان کی تسلی اور خوف دور کرنے کے لیے ہے بطور مہربانی ہے یا حضرت یوسف عدالت کے قاضی ہیں اور عدالت میں بات کر رہے ہیں اور یہ بھائی بطور مجرم ہیں۔ قاضی وقت مجرم کو برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ نیز برادران یوسف صرف عمر میں بڑے تھے درجہ علم یا شان میں بڑے نہیں اور اصل بزرگی شان سے ہوتی ہے اور پھر شان نبوت تو ہمیشہ اعلیٰ رہی ہے نبی تو اپنے غیر نبی والد سے بھی افضل ہے۔ اور پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عدالت میں کسی رشتے داری یا بھائی برادری کی بڑی کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ مجرم کو مجرم ہی کہا اور سمجھا جائے۔ پانچواں اعتراض۔ آیت میں رحمۃ سے مایوسی کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے حالانکہ بہت سے مسلمان مایوس ہوتے ہیں حدیث میں آتا ہے ایک شخص نے مرتے وقت بخشش سے مایوس ہو کر خود کو جلانے کا حکم دیا تھا جس کو بعد میں رب تعالیٰ نے زندہ کر کے بخش دیا تھا۔

جواب۔ اولاً تو یہاں ایک قول کے مطابق کافر سے ناشکرا مراد ہے۔ دوم یہ کہ مایوسی والا کافر نہیں ہو جاتا بلکہ مایوسی کو کفر کی نشانی فرمایا گیا ہے جیسے کوئی کہے کہ جوا کھیلنا کفر کی نشانی ہے تو کوئی مسلمان یہ کام کر کے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ حدیث پاک میں جس کا ذکر ہے وہ مایوس نہ تھا بلکہ یہ وصیت بہیبت الٰہی سے کی تھی۔

تفسیر صوفیانہ

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ان آیات میں دادی معرفت کے ان نئے مسافر طریقت کی تسلی کا طرف اشارہ ہے جو پہلے تو بڑی جرأت و دستار بیس کر راہ منزل کے شہسواروں میں شامل ہو جاتے ہیں مگر کچھ دور ہی چل کر جب ریاضت و مجاہدے کی گرمی میدان عشق کا لق و دق بیابان ناپیدا کنار نظر آتا ہے تو راہ میں بیٹھ رہتے ہیں مطلوب کی تلاش سے روگردانی کرتے ہیں اور معرفت محبوب اور لقاء حبیب سے مایوس ہو جاتے ہیں ان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ روحانی بیٹو مرید ان نوساختہ و نوخاستہ۔ ابھی سے گھبرا گئے ابھی تو دو ملاقاتیں اور ایک ہی گرفت ہوئی ہے جاؤ اور اس تاب و سیع کے اندر قلب منور

اور اُس کے اسرار قدرت کو تلاش کرو۔ یہ زندگی تلاش یار کے لیے بنی ہے مگر جنتی نیند کے لیے۔ ہر سہارے ہر بھروسے تمام اسباب سے منہ موڑ کر اب ذرا اللہ کی رحمت کے ساتھ لگ جاؤ پھر دیکھو کہ رحمت رب تعالیٰ کس طرح تمہاری فریاد رسی فرماتی ہے۔ سب سے مایوس ہو کر اُس کی رحمت سے امیدیں نکالو۔ اس سے مایوس مت ہونا کیونکہ اس سے مایوس وہی ہوتا ہے جو ملا یمان پلے پڑا مومن نہیں ہے بلکہ منزل معرفت کا راہ مار کا ہے۔ عشق ہی سے بدعقیدہ۔ کرامات سے ناواقف۔ الٰہی صفات کا منکر ہے۔ مایوس کی محنت برباد زندگی ناشاد آخرت تباہ روح فنا۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ پکی لگن والا طالب صادق مرید باصفا سرشد طریقت کی آواز پر لبیک کہتا ہوا آستانہ قدس پر پھر حاضر ہو کر مناجات و فریاد میں مجاہدات اور تزکیہ نفس میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ایسی ریاضتیں بھی اتارتا ہے کہ ہر ہر عضو سے خاکساری و عبدیت ظاہر ہو جاتی ہے اعمال کا غرور۔ عبادات کی نمائش ختم ہو جاتی ہے۔ جب جانے کا یہ حال ہو کہ اپنے اعمال صالحہ کو بضاعۃ مزجاۃ سمجھے اور ہر انعام کو محبوب کا کرم اور فضل کا صدقہ سمجھے۔ اور مسبب الاسباب کے اسباب خیر کو اپنے لیے وسیلہ علمی تب سمجھے کہ دیدار یار کی منزل قریب ہے جب تک طالب شوق کی یہ حالت نہ ہو اُس وقت تک سب وظائف علم و عمل سجدہ و رکوع حجاب ہی حجاب ہیں۔ دنیا میں ہر کام آسان ہے مگر اپنی اکڑ غرور انانیت توڑ کر عاجزی پیدا کرنا بہت محال ہے قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ یہ قاعدۂ فطرت ہے کہ جس کو جس وقت تک دیدار انوار سے اور مشاہدات تجلیات سے محروم رکھنا ہو اُس کو مادہ علم میں پایا جاتا ہے مگر جب اس کو نظارۂ جمال کے لائق بنانا ہو تو اس کو سختی تنگی عسرت اور ہجر فراق کے کانٹوں میں گھسیٹا جاتا ہے۔ اہل خرد سختی یار کو مکاشفہ جمال سمجھتے ہیں اور اُس کے بلا بھلا جاہل گنوار بیوقوف کہنے کے وہ اُس کی معرفت کا زینہ سمجھتے ہیں یہی وہ سرہیں ہیں جو بسا معرفت کا پتہ دیتی ہیں۔ یہی وہ پھوار ناگوار ہے جو پھول کھلنے کا پتا باندھ رہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

•

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ

بولے کیا بیشک تم ہی یوسف ہو فرمایا میں یوسف ہوں

بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں۔ کہا میں یوسف ہوں

وَهٰذَآ اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ

اور یہ میرا بھائی ہے یقیناً احسان فرمایا اللہ نے ہم پر ہم۔ شان یہ ہے

اور یہ میرا بھائی بیشک جو اللہ نے ہم پر احسان کیا بیشک

یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ

کہ جو متقی ہے اور صبر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع (کرتا) بدلہ

پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا بیشک

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ

نیکوں کا۔ بولے بھائی قسم اللہ کی تحقیق بیشک بہت مرتبہ دیا تم کو

ضائع نہیں کرتا۔ بولے بیشک خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہمیشہ

اللّٰهُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا

اللہ نے ہم پر اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم البتہ خطاکاروں سے تھے۔ فرمایا نہیں ہے

فضیلت دی اور بیشک ہم خطاوار تھے۔ کہا آج تم پر

تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫

جھڑک پر تم آج۔ بخشے اللہ تعالیٰ کو تم

کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ

اور وہ زیادہ رحیم ہے رحیموں سے۔ لے جاؤ کرتہ میرا

اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے میرا یہ کرتہ لے جاؤ

هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ

یہ پس ڈال دینا اس کو بر چہرے والد میرے کے آجائیگی آنکھوں کی روشنی
اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اور لے آؤ تم کو گھر بار اپنے سب میرے پاس۔
اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف کی طرف سے پہلی مرتبہ تعارفی کلمات کا ذکر ہوا۔ اب ان آیتوں میں بھائیوں کی انتہائی حیرانی اور خوشی آمیز تعجب کا ذکر ہے۔
دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف کے ظاہری اور دنیوی تصدق کا ذکر ہے۔ اب ان آیت میں حضرت یوسف کے باطنی اور اُخروی تصدق کا ذکر ہے۔ کہ غلہ دے کر جسمانی مصیبتوں اور بھوک پیاس سے بچایا اور سابقہ تمام تکلیفوں کی ایک دم معافی دے کر اپنے بھائیوں کو اُخروی عذاب سے بچایا۔
تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں اپنے بھائیوں کی نادانی ناواقفی اور جہالت کا ذکر فرما کر حضرت یوسف نے اُن کی تمام سابقہ خطاؤں کی بار دوسانی کرادی تھی تاکہ نادم ہوں اب ان آیات میں حضرت یوسف کے کریمانہ بیحجانہ مشفقانہ اعلیٰ حسین سلوک کا ذکر ہے جس کا مظاہرہ صرف نبی کی ذات سے ہی ہو سکتا ہے۔ تاکہ یہ بھائی شکر گزار بندے بن جائیں۔

تفسیر نحوی قَالُوْا اَىِٕنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ قَالُوْا فعل ماضی بصیغہ جمع اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ کا مرجع برادران یوسف اَىِٕنَّكَ۔ اَ ہمزہ استفہام تعجب کے لیے ہے استفہام (سوال) کی چار قسمیں ہیں ۱ انکاری ۲ اقراری ۳ تعجب ۴ استفہامی۔ اَئِنَّ دراصل تھا اَاِنَّ دو ہمزہ کے اجتماع کی وجہ سے پہلی بشکل الف ہے دوسری اپنی شکل میں حرف تحقیق ہے گ منہ واحد مذکر ک ضمیر کا اسم ہے اگلی عبارت اس کی خبر اَنْتَ میں پانچ قرأتیں ہیں مشہور قرأت یہی ہے۔ ۲ یُوْسُفُ ہمزہ کو ی سے

بدل کر۔ ۴ اَئِنَّكَ صرف ایک ہمزہ حرف سوال کی ضرورت نہیں ۵ اَنْتَ یُوْسُفُ
۶ اَئِنَّكَ اَنْتَ یُوْسُفُ مقصد سب کا ایک ہی ہے لانت ۔ لام الابتدائیہ ۔ اَنْتَ مبتدا یُوْسُفُ
اس کی خبر ہے ۔ بعض نے کہا کہ یہ اَنْتَ ضمیر منفصل تاکید ہے ۷ ضمیر متصل کی مگر یہ غلط ہے کیونکہ تاکید
پر لام ابتدا نہیں آسکتا ۔ قال فعل ماضی واحد مذکر اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع یوسف ہے ۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم
یہ سب جملہ مقولہ ہے قال کا ۔ اَنَا ضمیر منفصل مبتدا یُوْسُفُ اس کی خبر ہے و عائلہ ھٰذَا اسم اشارہ قریب
کے لیے اَخِیْ اسم مکبّر مضاف بیاء متکلم پورا جملہ عائلہ خبر مبتدا ہے قَدْ مَنَّ ۔ فعل ماضی قریب بصیغہ و
واحد مذکر غائب مَنَّ مضاف ندائی ۔ اس کے کئی معنی ہیں ۸ دبلا کرنا ۹ رسی کا بٹنا ۱۰ احسان کرنا ۔ یہاں
یہی معنی مراد ہیں ۔ اللّٰہُ یہ فاعل ہے مَنَّ کا جارّہ اپنے معنی میں ہے ناصبہ علیٰ متکلم متصل مجرور ہے ۔ یہ جملہ
مستانفہ ہے اِنَّهٗ ۔ حرف تحقیق نیا کلام ہے اس لیے بوجہ ابتدا ان زیر سے ۱۱ ضمیر میں دو قول ہیں
۱۲ ضمیر حال ہے اور اگلی عبارت ذوالحال ۱۳ ضمیر شان ہے ۔ دونوں صورتوں میں اِنَّ لغو ہے ۔ مَنْ دو
قسم کا ہوتا ہے ۱۴ مَنْ جزائیہ یہ شرط و جزا کے لیے آتا ہے اور مضارع کو جزم دیتا ہے ۔ اس کلمات
مجازات میں سے ایک ہے یہاں یہی ہے ۔ ۱۵ مَنْ موصولہ ۔ بے جزم نہیں دیتا ۔ یَتَّقِ ۔ فعل مضارع
اَلتَّقْوٰی سے بنا ہے معنی بچنا ڈرنا رعب میں آنا ۔ یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں عرض
کیا جائے گا ۔ دراصل تھا یَتْقِیْ ۔ مَنْ جازمہ نے جزم دیا تو حرف علت لام کلمہ ی گر گیا ۔ و عائلہ یَصْبِرْ فعل
مضارع بحالت جزم بوجہ عطف ۔ صَبْرٌ سے بنا ہے معنی رُکنا ۔ شرعی معنی ہیں قوت گناہ میں گناہ سے
رکنا بلاء میں بے عملی سے رکنا ۔ مصیبت میں واویلا کرنے سے رکنا ۔ یہ دونوں فعل مجزوم ہیں اور جملہ شرط
ہے ۔ جن علماء نے مَنْ موصولہ مانا ہے وہ پہلے کو یَتَّقِیْ اور دوسرے کو یَصْبِرْ پڑھتے ہیں فَاِنَّ ف جزائیہ
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اس کا اسم ھٰذَا اسی ہم وَ یَصْبِرْ کل سے مستثنیٰ ہے ۔ بین معنی میں متصل و مشترک
ہے ۱۶ پھٹنا ۔ ۱۷ بے فائدہ کر دینا ۱۸ برباد کرنا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں ۔ اَجْرَ ۔ مرکب اضافی میں
مضاف ہے مفعول بہ ہے بمعنی بدلہ دینا ۔ بدلہ دینا ۔ یہاں مراد بدلہ (ثواب) ہے ۔ اَلْمُحْسِنِیْنَ جمع
کثرت بوجہ الف لام بمعنی الذین کے اس کا واحد مُحْسِنٌ ہے اِحْسَانٌ باب افعال سے بنا دراصل تھا مُحْسِنِیْم ہم
ضمیر کو حذف کیا گیا اس کے بدلے ال لگایا شرط و جزا کے رابطے کے لیے متعدی بیک مفعول ہے بمعنی نیکی
کرنا ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ ۔ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ قَالُوْا فعل ماضی کلام جوابی ہے اگلی سب عبارت
اس کا مقولہ ہے ۱۹ قسیہ لفظ اللّٰہ مجرور ۔ فعل پوشیدہ نقسم کے متعلق ۔ لَقَدْ اٰثَرَكَ لام تاکیدی
یا تحقیقی قد اٰثَرَ ۔ فعل ماضی اٰثَرَ سے بنا ہے ۔ شان دینا ۔ نعمت دینا ۔ فضیلت دینا ۔ تینوں اس کے معنی

ہیں۔ یہاں مراد فضیلت دینا ہے متعدی بیک مفعول ہے کہ مفعول بہ ہے اللہ فاعل ہے علی جارہ ناصبہ مجرور متصل۔ وحالیہ یا مرجعہ بمعنی اور۔ اِنا دراصل تھا اِنَّا۔ حرف تحقیق اور ناصبہ جمع متکلم برائے تخفیف اِنَّ کو ان کیا اور ضمیر کُنَّا کے قرینے سے گر گئی۔ کُنَّا فعل ماضی جمع متکلم ناقصہ ہے خٰطِئِیْنَ۔ لام کے بمعنی البتہ یقین اور قرار کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں اقراری ہے خاطئین جمع قلت ہے اس کا واحد خاطِءٌ ہے خَطَاءٌ سے مشتق ہے بمعنی جانکر غلط راہ چلنا یا گناہ کرنا۔ باب افعال میں اگر اس کا اسم فاعل لفظہً ہوتا ہے جس کا معنی ہے دھوکے سے غلطی کرنا۔ قَالَ قَتَادَۃُ بَلَغَنَا اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاھِیْمُ اِلَّا ثَلٰثَ کَذَبَاتٍ ثِنْتَیْنِ مِنْھُنَّ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ قَوْلُہٗ اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَّقَوْلُہٗ بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا وَقَالَ بَیْنَا ھُوَ ذَاتَ یَوْمٍ وَّسَارَۃَ اِذْ اَتٰی عَلٰی جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَۃِ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّ ھٰھُنَا رَجُلًا مَّعَہٗ امْرَاَۃٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ فَسَاَلَہٗ عَنْھَا فَقَالَ ھِیَ اُخْتِیْ فَاَتَی سَارَۃَ فَقَالَ یَا سَارَۃُ لَیْسَ عَلَی الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُکِ وَاِنَّ ھٰذَا سَاَلَنِیْ فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّکِ اُخْتِیْ فَلَا تُکَذِّبِیْنِیْ عِنْدَہٗ فَاَرْسَلَ اِلَیْھَا فَاُتِیَ بِھَا فَقَامَ اِبْرَاھِیْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَیْہِ لَمْ یَتَمَالَکْ اَنْ تَنَاوَلَہٗ بِیَدِہٖ فَاُخِذَ حَتّٰی رُکِضَ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ اٰمَنْتُ بِکَ وَبِرَسُوْلِکَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِیْ اِلَّا عَلٰی زَوْجَتِیْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ الْکَافِرَ فَغَطَّ حَتّٰی رُکِضَ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنْ یَّمُتْ یُقَلْ ھِیَ قَتَلَتْہُ فَاُرْسِلَتْ وَقَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَرَاَیْتَ کَیْدَ الْکَافِرِ فِیْ نَحْرِہٖ فَاُخِذَ حَتّٰی رُکِضَ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنْ یَّمُتْ یُقَلْ ھِیَ قَتَلَتْہُ فَاُرْسِلَتْ

متعلق سے معنی حاوی لہجا ۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں پہلے معنی کے لحاظ سے تشبیہ کی سب معنی مفعولیت ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے یہاں متکلم پوشیدہ ہے اور سب معنی مفعولیت ہے۔ یعنی ہذا قمیصی معکم مقمص جس قمیص وزن فعیل۔ قمص سے مشتق ہے اس کے تین معنی ملا علیہ ہدلنا ملا خلاف ڈالنا ۔ کرتہ پہننا۔ بعض کفار پہلے معنی کے اعتبار سے تناسخ ارواح (آواگون) کو بھی لفظ قمیص کہہ دیتے ہیں۔ ی متکلم کی ضمیر کا مرجع حضرت یوسف ہیں۔ ھذا اسم اشارہ قریبی مؤنث ہے مشار الیہ قمیص ہے ۔ ترکیبا یہ ھذا یا صفت ہے یا بدل الکل ہے یا بیان ہے۔ ف تعقیبیہ القوا فعل مرحاضر صیغہ جمع مذکر القوا یا ثی سے مشتق ہے یہ بہت معنی میں مشترک ہے یہاں مراد القا ہے ماضیہ کا مرجع علی جارہ وجہ سے مراد چہرہ والی اسم مکبرہ مضاف ہاء متکلم ۔ یات فعل مضارع معنی مستقبل دراصل تحایاتی ۔ یہ علہ جزا سے ہے یہاں ا مفاجاتیہ پوشیدہ ہے اس لیے بوجہ جزم ی گرگئی ۔ اتی سے بنا ہے بمعنی لانا یا آنا ۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں ۔ اس کا فاعل پہلے معنی کے اعتبار سے قمیص ہے اور دوسرے معنے کے اعتبار سے لفظ عین یا عینان پوشیدہ ہے بصیرا بروزن فعیل بصر سے مشتق ہے حال ہے دوسرے معنی کے لحاظ سے پہلے معنی سے مفعول بہ ہے واؤ ۔ واؤ سر علہ ائتوا فعل امر بصیغہ جمع مذکر حاضر نون وایہ ی ضمیر متکلم مفعول فیہ ظرف مکانی ب میانیہ اہل مجرور سے مراد بقیہ سب گھر والے کم کا مرجع برادران یوسف اجمعین جمع سے اجمع کی یہ لفظ تاکید معنوی کے آٹھ لفظوں میں سے ایک ہے ۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ تابع ہے بأهلكم کا۔

تفسیر عالمانہ

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ

بصرفان اللہ ترجمہ حضرت یوسف نے اس انداز میں بات کی سارے بھائیوں کے دل و دماغ پر ایک دم ایک تصویر ابھری عزیز مصر کے چہرے میں جم کے بچھڑے یوسف کی جھلک پائی اپنائیت کے خون نے جوش مارا سب عجب حیرانی سے چیخ پڑے ارے کیا تم بیشک یوسف ہو بعض نے کہا یہ قول جملہ خبریہ ہے اور معنی ہے کہ بولے ایک دم ارے بیشک تم تو یوسف ہو۔ بھائیوں نے آج تنی ملاقاتوں کے بعد پہچانا۔ یا تو صرف عزیز مصر کے اس پوچھنے سے ہی کہ ءَاَنْتُمْ يُوْسُفُ (اور یہ سوال اس انداز سے تھا کہ اس میں فم، نسرہ گی اور جتانے کی نقاقلی سایاں تھی ۔ بس سنتے ہی سب تہہ تک پہنچ گئے ۔ یا اس طرح پہچانا کہ آج آپ نے تاج سر سے اتار کر گفتگو فرمائی ۔ یا اس لیے پہچانا کہ حضرت یوسف نے سوال کرکے مسکرا پڑے تو دانت دیکھ کر اور مسکرانے کی ادا دیکھ کر اور ساتھ ہی یوسف کا نام سن کر اب تو سب بھائی خوشی اور فکر ۔ ڈر کے ملے جلے جذبات سے دم بخود اور حیران ہیں ۔ تو حضرت

یوسف نے فرمایا۔ ہاں واقعی میں یوسف ہی ہوں یہ تعارف یہ کہ یہ ہیں میرا بھائی سے جس کو تم نے مارا پیٹا کوئیں میں پھینکا کھوٹے دھوں سے بیچا غلام بنایا اور جھوٹا غلام ظاہر کیا میں وہی یوسف ہوں اور جس کے فراق غمگین کو تم نے اپنے طعن تشنیع گالی گلوچ کے خنجروں سے اتنے سال زخمی کیا اور جس کے لیے تم نے صرف نفرتوں حقارتوں کے بیج بوئے یہ وہی میرا بھائی ہے۔ تم نے تو یہ سلوک کیا لیکن اللہ تعالے نے جل مجدہ نے ہم دونوں پر کیسا عظیم احسان کیا کہ ظلم کے بعد عزت۔ کوئیں کے بعد ملک مصر غلامیت کے بعد آقائیت۔ قید کے بعد سلطنت۔ ابتلا کے بعد خلاص جدائی کے بعد ملاپ دیکھ لیا ہم کے بعد تم کے بعد ہم کو یہ سب محض اپنے کرم سے عطا فرمایا۔ بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ ہر کام ہر وقت ہر لحظ اپنے رب سے ڈرتا رہے اس طرح کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچے حرام سے دور رہے۔ اللہ کے عذاب اور ناراضگی مولیٰ تعالیٰ سے خوف کھائے۔ اس لیے کہ بیشک جو شخص بھی میں یا تم یا کوئی بھی ہر حال میں تقوے اختیار کرے گا اور تقوے کی بنا پر اگرچہ تکلیفیں مصیبتیں بھی کبھی آجائیں اور صبر کرے۔ تو اللہ کریم ایسے نیک لوگوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرماتا۔ تعارف کراتے کراتے۔ سبحان اللہ۔ کیا شاندار وعظ و نصیحت اور تحمد باری تعالیٰ ہے گویا کہ آج صرف یوسف ہونے کا تعارف نہیں کرایا بلکہ یوسف ہونے بھائی ہونے مومن ہونے صابر ہونے متقی ہونے اور اللہ کا انعام یافتہ ہونے کا بھی تعارف کرا دیا۔ یہی مکمل تعارف ہے تفسیر کبیر نے فرمایا کہ بھائیوں کا پہلے یہ کہنا کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تم کو جزا دے گا اس لیے تھا کہ بھائی نہیں جانتے تھے کہ عزیز مصر مومن ہے یا کافر۔ اگرچہ یہ قول کمزور ہے مگر حضرت یوسف نے پورا تعارف کرا کر یہ اندیشہ دور کر دیا۔ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ برادران یوسف اس تعارف پر یہ اقرار تعارف واقعی ہے اتنے متاثر اور خوش ہوئے کہ بے ساختہ پکار اٹھے خدا کی قسم۔ آپ بہت خوش قسمت ہو کر لقد بیشک آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر ہر طرح کئی درجے فضیلت دی کہ آپ کو سارے زمانے کا تاج بنایا۔ امیر۔ غنی۔ دولت مند۔ سخی۔ خلیق۔ مہمان نواز۔ خوش باش۔ صحت مند۔ خوبصورت۔ متقی۔ صابر۔ حاکم ملک۔ عالم۔ علیم۔ محسن۔ حلیم۔ مشکل کشا۔ حاجت روا۔ درد مند۔ غمگسار۔ بادشاہ بنایا۔ پھر اس کے باوجود انسانی رحم دل بنایا۔ اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرنے والا بنایا۔ اے پیارے یوسف آج ہمیں اعتراف ہے کہ شروع سے بیشک ہم ہی البتہ غلطیاں کرنے والے تھے اور ہر لحظ ہم سے خطائیں سرزد ہوتی ہیں واقعی ہم نے ظلم و حسد میں کوئی وقت کوئی موقع خالی نہ جانے دیا بڑا بڑا پایا رلایا

دکھ پہنچایا ۔ اے یوسف اب ہم اقراری بن کر مجرمانہ حیثیت سے دربار حاضر ہیں پکڑے گئے ہیں ہم سے وہی سلوک فرمایئے جس کے ہم لائق ہیں اللہ اکبر۔ کیسی معافی ہے کیسی توجہ ہے کونسا دل ہوگا جو اُس وقت پھٹ پڑا ہوگا کونسی آنکھ ہوگی جو اس وقت آبدیدہ نظر نہ آئی ہوگی۔ اور کونسی عقل ہوگی جو اس فیصلہ یوسفی کی معترف نہ ہوگی زمانے کی تاریخ ساز نظام حاضرین بے مثل مظلوم کے دربار میں ۔ مگر کائنات عالم نے مؤرخین دہر نے سوا دو موقعوں کے رحم دلی عفو و کرم کے ایسے دلکش حیران کن نظارہ کہاں دیکھے تھے ایک یہی بارگاہ نبوت کا عفو و کرم اور دوسرا فتح مکہ کے موقعہ پر اس سے بھی زیادہ روح پرور مظاہرہ کسی آنکھ نے بھالکب دیکھا تھا ۔ بھائیوں نے جانا کہ ہم ہمیشہ صرف یوسف ہی سمجھتے رہے اور جس کو عقل حاسد نے کبھی سوتیلے بھائی سے آگے نہ بڑھایا اور جس کی نازک ادائی بھولی صورت کو والد اور گھر والوں کے لیے ہمیشہ بیکار سمجھا اور اپنی جوانی صحت طاقت عقل فہم علم کاروبار تجارت کا چربہ کرکے یوسف کو سب کی نظروں میں حقیر کرنے کی کوشش کرتے رہے ۔ وہ تو صبر و تحمل عفو و درگزر عفت و پاکدامنی خوف خداوندی مشیت الٰہی کا پیکر عظیم ہے ۔ جسم سرد ہیں ۔ نگاہیں ندامت سے نیچی ہیں ۔ سائے دربار پر فرمان شاہی کے انتظار میں عجیب سناٹا طاری ہے کہ اچانک نہایت ہی پیاری دھیمی میٹھی مترنم محمود و شاہین گھلی ہوئی آواز جسے جہاں کے ساتھ بھرتی ہے اے بھائیو دور و گھبراؤ ۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تم پر کوئی قہر سزا بدلہ بلکہ ملامت تک نہیں اپنا سر ندامت سے نیچا مت کرو بلکہ شکر الٰہی سے بلند کرو کہ تمہارا بھائی صرف بادشاہ ہی نہیں نبی اور رسول بھی ہے ۔ اُس کی بارگاہ میں انتقام نہیں معافی ہے اُس کے پاس بدلہ نہیں کرم ہے ۔ اور اے بھائیو صرف میری طرف سے معاف کرنا ہی نہیں بلکہ اپنے رحیم کریم رب جلیل سے بھی بخشش کے خزانے لے کر دوں گا وہ ضرور تم کو بخشدے گا اور وہی تو ساری کائنات سے سائے رحم والوں سے کہیں زیادہ رحم کرنے اور رحم کرانے والا ہے ۔ اے میرے رحیم کریم آقا مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں کیسے رذیل گندہ گیوں کا کوڑا اقدار بدلا تو نبی نہیں ۔ جس کو آپ نے آج سے ایک ماہ پیشتر اچانک عمرے کے لیے بلایا اور انتہائی آرام سے ہوئے پاک میں بھائیو میرے ہاتھ کا قلم تو کرم یوسف کو لکھ رہا ہے مگر میرے خیالات میں فتح مکہ کی معافیاں ہیں اور میری عقل اپنے گناہوں کو غلوں سرکشیوں کو گن رہی ہے اور جو شمار سے باہر ہیں اور آپ نرم دل رحیم آقا کی نافرمانی سے ندامت کے آنسو میری آنکھوں میں ہیں ۔ مگر حارس اور امید پُر یقین ہے کہ مجھ کو تَثْرِيبَ اور بعض اوقات کا سزا ضرور ملے گا ۔ اے میرے نبی میری اس آس کو پورا فرمایئے اور ۱۹۸۵ء ۱۵ فروری آٹھ مارچ کے عرصے میں جن لوگوں نے مجھے امداد دی اُن کو بھی میرے ساتھ بخششوں رحمتوں میں شامل فرمایئے کتنی لذت ہے دربار نبوت کی اس کی حقیقت کو یا فتح مکہ کے دن اہل مکہ نے جانا یا آج برادران یوسف نے

پہچانا۔ ابھی تو انہوں نے نائب نبی کے کرم کو دیکھا ہے لیکن حضرت یوسف تو آج کچھ اور بھی ہمارا چاہتے ہیں۔ اور قیامت تک کے منکرین نبیان رسالت کو بتانا چاہتے ہیں کہ نبی کا قوت و اختیار تو بے مثل ہے ہی نبی کے توسم سے جو چیز لگ جائے وہ بھی اللہ کی عطا سے حاجت روا مشکل کشا۔ اور نفع بخش ہو جاتی ہے اسی لیے فرمایا۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ لے جاؤ میری اس قمیص کو جو یہ بنی ہوئی ہے پس اسکو اسی طرح میرے والد محترم کے چہرے پر ڈال دینا۔ تو ان کی بینائی آنکھوں کی روشنی بصارت واپس آجائے گی۔ آپ نے اپنی اسی قمیص کی طرف اشارہ فرمایا جس کو اس وقت پہنا ہوا تھا اور وہ شاہی لباس کا کرتہ تھا۔ صرف جسم یوسفی سے لگنے کی وجہ سے وہ قمیص معجزہ بن گئی تھی اور اس کی یہ خاصیت ابھی ابھی پیدا ہوئی تھی جب یوسف علیہ السلام نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر یا صرف اشارہ کر کے فرمایا۔ گویا کہ جسم کے لمس نے اس کو معجزہ بنایا اور زبان کی ادا نے یہ شفا پیدا کر دی۔

اس قمیص کے بارے میں مفسرین کے اور بھی اقوال ہیں مگر استدلال قرآن سے یہی بات درست ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اور اکثر علما کا یہی قول ہے۔ کسی نے کہا یہ وہ قمیص تھی جو جبرئیل علیہ السلام نے کوئیں میں پہنائی تھی اور جنت سے آدم علیہ السلام لائے تھے یا جبرئیل جنت سے اس وقت لائے تھے جب نار نمرود میں حضرت ابراہیم گئے تھے تو جبرئیل نے خلیل علیہما السلام کو پہنائی تھی انہوں نے اسحاق کو انہوں نے یعقوب کو انہوں نے یوسف کو دی۔ مگر جب حضرت یعقوب کو فالج ہوا اور آپ نے تعویذ بنا کر یوسف کے گلے میں ڈالی جبرئیل علیہ السلام نے کھول کر پہنائی۔ مگر یہ سب باتیں بلا ثبوت ہیں۔ نہ جنت سے کوئی قمیص آئی نہ حضرت آدم جنت میں قمیص پہنا کرتے تھے وہ جنتی لباس اور ہی تھا۔ تاریکیوں سے تو یہی ثابت ہے کہ حضرت یوسف کوئیں سے بغیر قمیص نکالے گئے تھے۔ اور اس زمانے میں غلام کی یہ نشانی ہوتی تھی اسی لیے بھائیوں نے آپ کو بھگوڑا غلام کہا اور قافلے والوں نے مان لیا۔ ہاں لوگ اس قول کو سہت مانتے ہیں صرف اس لیے کہ غلاف نبوت نجاست نہ ہو سکے مگر میں کہتا ہوں کہ ان کا دین تو پھر بھی ختم ہو گا کہ قمیص بہر حال غیر اللہ ہے اور نجاست ہی ہے۔ حضرت یوسف نے تھوڑی دور بھائیوں کو بھیجا اور جا کر قمیص اتار کر بھائیوں کے حوالے کی اور فرمایا کہ اب تم نہیں ملے گا۔ بلکہ جاؤ اور سب کو یہیں میرے پاس لے آؤ ایک ساتھ۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدہ حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سب سے بڑا قرب اللہ حقیقی پہچان قلبی قرب اور دلی معرفت ہے۔ اور یہ چیز عمر و کمسار سے حاصل ہوتی ہے مغرور اور گستاخ اور حاسد انسان جسمانی قربت تو شاید حاصل کر لے مگر دلی قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور معرفت دلی قرب سے ملتی ہے نہ کہ جسمانی قرب سے۔ دیکھو برادران یوسف

دکو دفعہ پہلے آئے مگر یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اب تیسری بار عجز و انکسار کے ساتھ آئے تو معرفت یوسفی حاصل ہوگئی یہی حال معرفت الٰہی اور قرب مصطفائی کا ہے۔ یہ فائدہ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیوی نعمتیں آرام۔ آسائش دولت عزت۔ راحت۔ خوشی۔ تاج و تخت ملنا بھی شدکا احسان ہے اس سے دنیوی چیزوں سے دین حاصل کرنا چاہیئے۔ اور دنیا کو ذریعۂ دین سمجھنا چاہیئے۔ اور حلال طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دنیا کو دنیا کے لیے مت کھاؤ۔ یہ فائدہ۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ بزرگوں کے جسم سے جو چیز لگ جائے وہ بھی مشکلات دافع بلا ہو جاتی ہے یہ فائدہ۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا کی اضافت و نسبت سے حاصل ہوا۔ جب جسم یوسف سے قمیص لگی تو شفا ہو گئی۔ قدم مصطفٰی سے خاک مدینہ لگی تو شفا ہوگئی۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام

احکام القرآن ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ نبی کی دشمنی کفر ہے اور مخالفت گناہ ہے کفر نہیں۔ اختلاف رائے دنیوی کاموں میں جائز ہے۔ برادران یوسف نے یعقوب علیہ السلام سے دشمنی کی و یوسف علیہ السلام سے مگر حضرت یعقوب سے اختلاف رائے کیا کہ ان کی محبت یوسفی کو غلط اور جانبداری قرار دیا۔ اور حضرت یوسف کی مخالفت کی کہ ان کو اتنی تکلیفیں محض جدائی کے لیے دیں۔ اگر یہ کفر ہوتا تو ان سے صرف توبہ نہ کرائی جاتی بلکہ تجدید ایمان کرایا جاتا۔ یہ مسئلہ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ سے مستنبط ہوا ان کے یہ الفاظ ان کی توبہ میں نہ کہ تجدید ایمان اسی لیے سمجھ لو کہ صحابہ کرام کی جنگیں صرف اختلاف رائے کی بنا پر ہوئیں نہ کہ دشمنی کی بنا پر۔

دوسرا مسئلہ۔ برادران یوسف کا گناہ حق العبد بھی تھا حق اللہ بھی قانون شریعت کے مطابق پہلے حق العبد معاف ہونا چاہیئے پھر حق اللہ کی بخشش مانگنا جائز ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اپنا حق معاف کر دیا پھر فرمایا يَغْفِرُ اللّٰهُ (۱۲) تا قیامت یہی قانون جاری ہے۔

تیسرا مسئلہ۔ تبرکات بزرگان سے نفع لینا دینا جائز ہے بلکہ ان کو سر آنکھوں پر رکھنا اور قبر میں رکھنا شرعاً جائز ہے یہ مسئلہ اِذْهَبُوْا ۱۲ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو متقی کہا یہ دکھلاوہ ہے اور دکھلاوہ ریا۔ گناہ ہے اپنی نیکیوں کا اظہار جائز نہیں۔ جواب۔ یہ اعتراض جب پڑ سکتا تھا جب کہ یوسف علیہ السلام کہتے کہ میں متقی یا میں نیک۔ ایسا تو نہیں ہے۔ یہ تو آپ نے عام بات فرمائی کہ جو متقی اور صابر بنے

اس کو اجر ملے گا۔ نیز تقویٰ بہت معنی میں ہے۔ اس کا معنی اللہ کا خوف بھی ہے اور یہ کہنا کہ میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں یہ نہیں بلکہ اظہار عجز، اظہار کمزوری عبادت کرنا ہے اور یہ بالکل درست و جائز ہے۔ اور پھر ہر عبادت کو ظاہر کرنا گناہ نہیں فرض عبادت کو ظاہر کرنا تو فرض ہی ہے ہم اذان نماز فرض، زکوٰۃ روزہ بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں چھپ کر زکوٰۃ، نفل یا فرض نماز گھر میں چھپ کر پڑھنی منع ہے۔ انبیاء کرام کی ہر عبادت امت کے لیے مثل رہی ہے اس لیے اس کا ظاہر کرنا ضروری۔

دوسرا اعتراض۔ برادران یوسف اپنے آپ کو خاطئین کیوں کہا مخطئین کہنا چاہئے تھا اس لیے کہ خاطئین لازم ہے ترجمہ ہے خطاوار ہونے والے۔ مخطئین باب افعال سے ہے متعدی ہے ترجمہ ہے خطا کرنے والے یہاں یہی مناسب ہے۔

جواب۔ نہیں بلکہ خاطئین ہی درست ہے اس لیے کہ مخطئین کا ترجمہ بھول کر خطا کرنے والے۔ اس خطا سے خطا کار ہونا لازم نہیں آتا۔ خطا کر لینا جرم نہیں۔ خطا کار بننا۔ جرم ہے۔ آپ وہ توبہ کر رہے ہیں اور توبہ کے لیے ضروری ہے کہ مجرم پہلے اپنے آپ کو مجرم ثابت کرے۔ مخطئین کا مطلب تو یہ ہوتا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ بھول کر کیا یا بلا اختیار ہو گیا۔ حالانکہ نہ یہ حقیقت ہے نہ اس طرح ان کی توبہ ہوتی۔ انہوں نے جو کیا جان کر کیا۔

تیسرا اعتراض۔ یا بت نعیر لکھتے وقت آپ نے انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔

جواب۔ انشاء اللہ اپنے فعل پر کہا جاتا ہے یہ شفا من جانب اللہ تھی۔ نیز انشاء اللہ غیر یقینی فعل پر کہا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے تمام افعال یقینی۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ انشاء اللہ میں ایسا کروں گا مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ انشاء اللہ ایسا کرے گا۔ انشاء یوسف علیہ السلام پر ہی تھا اگرچہ قمیص میری ہے مگر شفاء بنانے والی ہے۔ ذریعہ اور وسیلہ قمیص ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اذهبوا بقميصي هذا فالقوه على وجه ابي يأت بصيرا واتوني باهلكم اجمعين ولما فصلت العير قال ابوهم اني لاجد ريح يوسف لولا ان تفندون قالوا تالله انك لفي ضلالك القديم فلما ان جاء البشير القاه على وجهه فارتد بصيرا قال الم اقل لكم اني اعلم من الله ما لا تعلمون قالوا يا ابانا استغفر لنا ذنوبنا انا كنا خاطئين قال سوف استغفر لكم ربي انه هو الغفور الرحيم

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا بازار حسن یوسفی ہے یہاں حسن یوسف کے تعویذ چرچے اور نقشے ہیں یہ حسن ظاہری ہے رحمان کی معرفت کاملہ ظاہری ہے۔ مگر قبر در حشر بازار حسن محمدی ہے جو عالم جہاں آرا یہاں ایسا پردہ تلبیس ہے کہ نہ اپنوں نے پہچانا نہ پرایوں نے یہاں کسی نے لعل سمجھا کسی نے نور۔ کسی نے فقط عبداللہ کا بیٹا جانا کسی نے علیہ کی بکریوں والا۔ یہ بھید کسی پہ کھلا ہی نہیں۔ وہ جلوہ احدی جب قبر میں آشکارا ہوگا تو بندۂ عارف پکار اٹھے گا کیا تو ہی وہ حسن دلربا محبوب خدا تھا جو ازل سے بارگاہ قدس کے مقام محمود پر جلوہ افروز رہا۔ آج دنیا کے دل داغ، بصیرت و بصارت پر تو مصطفیٰ کے پہچاننے سے قاصر ہے۔ لیکن جس دیدہ جاتی ہے کہ معرفت

مصطفیٰ تو میدان محشر میں ہوگی ۔ وہاں اور رحمت کی حاجت ہوگی کہ ہم ہی شفیع المذنبین رحمت عالم ہیں ہم پر بھی میدان محشر کے تکلیفات ربانی کا احسان ہوا ہے یہ سب کچھ صدقات الٰہیہ اسی قصے اور صبر کا ثمر ہے جس کا مقام ہاتھ دکھ بدر و حنین کے میدانوں میں ہوا تھا ۔ دنیا میں اعلاء کلمۃ الحق کی وجہ سے ناکسی سے ہمارا مگر آخر یوم قیامت تک سب پردے اٹھ گئے اور آشکارا ہو گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ محسنین کا بدلہ ضائع نہیں فرماتا ۔ خلق محمدی گویا یوسف کنعانی ہے اور حلاوت محمدی غیاث یعقوبی ہے صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] انسان دنیا میں کتنی ہی ترقی کرتا چلا جائے دولت کے لیے سے سمندر کے جھاگ و گھاس کے خودرو تنکوں سے زیادہ نہیں ہے ۔ اصل عظمت و بندی اطاعت مصطفیٰ و رفعت شان محمدی ہے تو سدا بہار ہے یہی ترک اللہ کا مقطع انتہ ہے ۔ کسی قصے سے تو سرداری ملے گی وہی قصہ [illegible] بل معرفت کا قصہ ۔ اس در مصطفیٰ سے ہٹنے والے بدنصیب تھے ۔ شان و قوت مصطفیٰ کو پہچاننا ہی معرفت تجلیات ہے ۔ یہی مقصود اہل اللہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت عشق الٰہیہ کا دروازہ ہے مسافر معرفت تحسس انوار الٰہیہ کی پہنچ یہاں تک [illegible] علیہ وسلم [illegible] خاسر تو یہ ہے صرف واقعات یوسف علیہ السلام کا ذکر کرو ۔ ہاں ہی میں مگر گاہ گاہ میں خلق یوسفی اور خلق محمدی کا تقابلی جائزہ بھی ہے کہ دنیا میں کسی یوسفی کا نظارہ ہے تو محشر میں ظہور حسن محمدی ہے ذات یوسفی علیہ السلام کی جلوہ گری دربار مصر میں ہوئی ذات محمد مصطفیٰ کی جلوہ گری مقام محمود پر ہوگی ۔ نعمت یوسف کو مصر کے خزانے عطا ہوئے عبد مجتبیٰ کو [illegible] عطا ہوں ۔ یوسف علیہ السلام کو اتنا غنی کیا گیا کہ علاقہ مصر کی مشکل کشائی فرمائی آقا کو ذات کو [illegible] ساری کائنات کے لیے غنی کیا گیا ۔ اور ساری مخلوق کو آپ کی در پر دوش عیال بنا دیا ۔ یوسف علیہ السلام سے اپنے بھائیوں سے [illegible] لیا تم سب نے تمام اہل مکہ سے فرمایا لہٰذا یہ کہ کا مستحق بڑا ہو گیا یوسف علیہ السلام کو صرف بھائیوں نے ایک دفعہ ایذا پہنچائی لیکن آقا کل صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہل مکہ نے تکلیفیں دیں ۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو بخشا ہی عطا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محشر میں ساری امتوں کو بخشوا الٰہی دلوائیں گے ۔ انشاء اللہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا میری قمیص لے جاؤ نور بصارت دے گی پیارے نبی نے فرمایا میری شفاعت لے لو محشر کی عزت و کرامت بخشے گی یوسف علیہ السلام کا حسن مجوہ نبی کریم کا نام مجوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یوسف علیہ السلام نے صرف اپنے اہل خانہ کو اپنے دربار میں بلایا مگر نبی پاک نے سارے

گا۔ گا وں عاملوں سیاہ بختوں کو اپنے دامن میں بلایا۔ ادخلوا مصر ان شاء اللہ بعقوب علیہ السلام کو جہاں یوسف کی فکر تھی مگر یہ سے نبی کو یہاں کا امن و یعقوب علیہ السلام یوسف سے بے خبر رہتے محمد مصطفےٰ امت سے بے خبر نہیں۔

*

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ

اور جب یہ قافلہ جدا ہوا ان سے ان کے باپ نے بیشک میں

اس قافلہ سے جو یہاں ان کے باپ نے کہا بیشک میں

لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

البتہ پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر نہ بہکا ہوا سمجھو تم مجھ کو۔

یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہوں

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝

کہا انہوں نے قسم ہے اللہ کی بیشک تم اپنی اسی پرانی

بولے وہ قسم ہے اللہ کی تم اپنی اسی پرانی

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

پھر جب یہ کہ آیا خوشخبری والا ڈالدیا اس کو منہ پر

میں ہیں پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈالا

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ

تو فوراً لوٹ آئی روشنی آنکھوں کی۔ فرمایا کیا تمہیں کہا تھا میں نے کہ تم

اسی وقت اس کی آنکھیں پھر گئیں۔ کہا میں نہ کہتا تھا

اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا

بیشک میں زیادہ جانتا ہوں طرف سے اللہ کے وہ جو تم نہیں جانتے ۔ بیٹے بولے

مجھے اللہ کی وہ نشانیاں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے ۔ بولے

یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا

اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی بیشک ہم تھے

اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بیشک ہم

خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ

خطاکار ۔ فرمایا عنقریب بخشش مانگوں گا میں لیے تمہارے

خطاوار تھے کہا بیشک میں تمہاری بخشش اپنے رب

رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾

رب سے اپنے بیشک وہ ہی بخشنے والا رحم والا ہے

سے چاہوں گا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں حضرت یوسف کی پہچان کا ذکر ہوا تھا کہ اپنے ظاہری علامات و اسباب سے اپنے بھائیوں کو پہچانا ۔ ان آیات میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہچان کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ نے باطنی علامات و اسباب سے کس طرح یوسف کے اس قرب کو پہچانا ۔ دوسرا تعلق پہلی آیتوں میں حضرت یوسف کے ایک معجزے کا ذکر ہوا جو جسم سے لگی ہوئی قمیص کے ذریعے ظاہر ہوا ۔ ان آیتوں میں حضرت یعقوب کے ایک معجزے کا ذکر ہوا کہ آپ نے قوت خداداد سے حضرت یوسف کی خوشبو سونگھ لی یہ طاقت تمامتر کسی بشر میں نہیں ہے اگرچہ بندہ قریب ہی کیوں نہ ہو ۔

تیسیر التعلیق ۔ پچھلی آیتوں میں حضرت یوسف کی خسروانہ بخششوں کا تذکرہ اور بھائیوں کو اپنی محنت ورب تعالیٰ کی معرفت یاد دلانے کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں اس طریقہ تبلیغ اور حسن سلوک کے اثر کا تذکرہ ہوا کہ بھائی کس طرح یہی توبہ کرتے ہوئے اپنے گناہوں کا اقرار کر رہے ہیں ۔ وہی انبیاء کرام کا مقصود ہوتا ہے۔

تفسیر نوری وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ وَلَمَّا فَصَلَتِ زمانیہ شرط کے لیے ہے فصلت فعل ماضی مؤنث کا صیغہ فصل سے بنا ہے بمعنی جدا ہونا لازم ہے العیر معنا مؤنث ہے کیونکہ معنی ہے قافلہ ۔ یہ لفظ مؤنث ہے بحساب رفع فاعل ہے سابق فعل کا نحوی ترجمہ سے اونٹوں کا قافلہ ۔ قال فعل ماضی جزا ہے شرط سابق اس کا فاعل ہے ابوھم ۔ مرکب اضافی ہے ھم کا مرجع سب اہل خانہ ان حرف تحقیق ی ضمیر متکلم اسم ان ۔ لاجد ۔ لا کے اجد فعل مضارع بصیغہ واحد متکلم پورا جملہ فعلیہ خبر ان ہے وجد سے بنا ہے بمعنی اچھی طرح کسی کو قابو میں کرنا ۔ یا محسوس کرنا یہاں دوسرے معنی میں ہے ریح ۔ مفعول بہ ہے نحوی ترجمہ ہے ہوا ۔ خوشبو ۔ رحمت ۔ سانس ۔ وقت ۔ مدد ۔ یہاں مراد ہے خوشبو ۔ یوسف مضاف الیہ بحالت جر غیر منصرف ۔ لولا ۔ یہ دو حرف ہیں لا نفی بمعنی اگر نہ لا نافیہ ۔ ان ناصبہ تفندون ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر باب تفعیل فند سے بنا ہے بمعنی غم یا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے عقل کی کمی ہو جانا ۔ نون جمع اعرابی ان ناصبہ کی وجہ سے گر گئی ن ۔ اصل تھا تفندنن ۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ تخفیف کے لیے نی گر گئی اور کسرہ اس کے قائم مقام ہے ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ تاء واؤ فعل ماضی اس کا فاعل اہل خانہ ت جارہ قسم لفظ اللہ مجرور ہر دو متعلق ہیں فعل یوسف واقسم کے ۔ ان حرف تحقیق اپنی اسم وخبر سے مل کر جواب قسم ہے ۔ لفی لام گئے یہ لام حرف اسم فعل ہر سہ پر آجاتا ہے لی جارہ ضلال بروزن فعال مصدر ثلاثی ہے ۔ ضلٌ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے ۔ یہ آٹھ معنی میں مشترک ہے ۔

۱ ۔ نہایت محبت جو دل پر اثر کرے بہکا دے ۔ ۲ راہ حق سے بھٹک جانا ۔ ۳ ہلاک کرنا ۴ گمراہ ہونا دین سے ہٹ کر ۔ ۵ برادی ۶ آوارہ پھرنا ۷ وہ پیار دشمنی نہ ملنی ۸ باطل ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہے ۔ لک ضمیر واحد حاضر مضاف الیہ اس کا مرجع حضرت یعقوب القدیم الف لام عہد ظاہری قدیم بروزن فعیل قدم سے بنا ہے بمعنی پرانا ہونا ۔ بحالت جر صفت ضلال کی ۔ قَالَ اَنَا الْعِيْرُ لَفْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ ف بمعنی ثم ثم ظرفیہ شرطیہ ان زائدہ ہے لما کے بعد ان زائدہ ہوتا ہے ۔ جاء فعل ماضی صیغہ واحد غائب اس کا فاعل ہے البشیر ۔ بشر سے بنا ہے

بمعنی خوشخبری لانے والا۔ اَتٰی اتی سے بنا ہے باب افعال کا ماضی متعدی ایک مفعول بمعنی ڈالنا ہ ضمیر کا مرجع قمیص علی جاءَ اپنے ہی معنی میں ہے وجہ بمعنی چہرہ مجرور ہے علی کی وجہ سے ہ کا مرجع یعقوب علیہ السلام۔ یہ جملہ حکمیہ جواب ہے فَ تعقیب ملاتر فی کے ہے۔ قَ ماب افتعال کا ماضی مطلق ہے واصل تھا ارتد دونوں دال کا ادغام تشدید کر دیا اس کا فاعل یا آنکھیں ہیں تو عبارت اس طرح تھی ارتدّ عَیْنَاہُ بصیرا۔ اور اس کا فاعل یعقوب ہیں۔ تب فعل ناقصہ پر تشدید اور عبارت اس طرح ہو سکتی ہے فَارْتَدَّ کَانَ صَارَ وَاللّٰہُ بصیرا سے مشتق ہے بمعنی کیفیت کا بدلنا۔ بصیرا میں بھی دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ یہ حال ہے فاعل یعنی ہ پر تشدید کا دوسرا یہ کہ یہ خبر ہے صیَّر فعل ناقصہ کی مسائل کا صیغہ ہے یعنی بہت روشنی والی بروزن فعیل مثال فعل ماضی کا فاعل یعقوب ہیں۔ ا۔ ہمزہ استفہام یہی سوالیہ ہے لم تَقُلْ مضارع نفی جحد لمْ۔ اَقُلْ تھا۔ وَ۔ گرگئی حکم جار و مجرور متعلق میں لم تَقُلْ کے۔ لَکُمْ یہ سب جملہ لم تَقُلْ کا مقولہ اور یہی عبارت قال کا مقولہ ہے۔ اِنِّیْ حرف تحقیق ی اسم انّ۔ اَعْلَمُ یہ جملہ اسمیہ خبر انّ ہے اسم تفضیل ہے عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی زیادہ جاننے والا مِنَ جارہ بمعنی طرف سے مِنَ اللّٰہِ مجرور متعلق ہے اعلم اسم تفضیل کے ما موصولہ بمعنی جو حالت نصب ہے مفعول بہ ہے اَعْلَمُ کا لَا تَعْلَمُوْنَ مضارع منفی بلا معنی حال اس کا فاعل سب اہل خانہ عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ قَ قَوْلُہٗ یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا کُنَّا خٰطِـِٕیْنَ فاقول ماضی بصیغہ جمع متکلم اس کا فاعل صرف برادران یوسف ہیں اگلی سب عبارت اس کا مقولہ ہے یا حرف ندا بابا منادیٰ مضاف لہٰذا زبر والا ہے الف فتح کا عرب سے۔ نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع وہی برادران یوسف ہیں۔ اِسْتَغْفِرْ باب استفعال کا امر ہے طلب کے معنی میں سے طلب نام نفع کا ہے نا ضمیر جمع متکلم مجرور مضاف سے مرد بھائی ذُنُوْبَ جمع ہے ذنب کی۔ بہ سات معمول میں مشترک ہے۔

ط پچھلا حصہ ط گذر کجھ ت پگڑی کا شملہ ت بھڑ کجھ کا ڈنگ ت کوڑا ملنا گی و ۔ط لغزش ت مصیبت و نالہ ال۔ بعض عجمیوں نے اس کا ترجمہ لزم یا اتہام کیا ہے مگر یہ لغوی نہیں خود ساختہ اصطلاح ہے یہاں مراد گناہ اور ظلم ہے۔ اِنَّا۔ انّ نا تھا۔ حرف مشبہ اپنے اسم منصوب ضمیر کے ساتھ کُنَّ فعل ناقصہ بمعنی ماضی بعید یا ماضی قریب۔ اس کا اسم ضمیر جمع متکلم اس کے ساتھ ہے خٰطِـِٕیْنَ خبر ہے۔ جمع اسم فاعل خَطَاءٌ سے بنا ہے۔ بمعنی دھوکے سے گناہ کرنا یا انجام سے بے خبر ہو کر برائی کرنا یا غلطی نہ سمجھ کر غلط کام کرنا۔ یا وہ بُرا کام جس کا احساس بعد میں ہو۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ قَالَ فعل ماضی اس کا فاعل ہُوَ ضمیر کا مرجع حضرت یعقوب ہیں اگلی عبارت مقولہ سَوْفَ حرف تخصیص ہے۔ جس طرح مضارع منفی کو حرف لَنْ معنی مستقبل کر دیتا ہے

مگر قرب و بعد کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اسی طرح مضارع مثبت کو معنی مستقبل کرنے کے لیے ۴ حروف ہیں سَ یہ حرف مضارع کو مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے سَ سوف یہ حرف مضارع مثبت کو مستقبل بعید کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ فعل مضارع معنی مستقبل ہیں۔ صیغہ واحد متکلم فاعل ہے یعقوب لکم لام نفع کا۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل سے مرد بزائد ان حرف ہیں ربی مضاف الیہ کا اسم صفاتی ہے بحساب زبر سے مفعول بہ اَسْتَغْفِرُ کا۔ واؤ واؤ اعراب ہیں سے یہ سات قسم سے فیہ جمع مذکر سالم مضاف یاء متکلم۔ اِنَّ حرف تحقیق ہ ضمیر اسم ان ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا الْغَفُوْرُ۔ وزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے غَفْرٌ سے مشتق ہے الف لام عہدی یہ لفظ یا موصوف سے یا خبر اول سے مبتدا ہو کی۔ اَلرَّحِیْمُ۔ الف لام عہدی ہے رحمٌ سے ماخذ ہے صفت مشبہ ہے یہ بھی یا صفت ہے موصوف کی یا خبر دوم مبتدا کی۔ یہ جملہ اسمیہ خبر ہے ان کی۔

تفسیر عالمانہ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ

حضرت یوسف نے اپنی قمیص بھائیوں کو دی تو بھوا نے عرض کیا اے مخدوم وسف یہ قمیص بھی کو دیجئے کیونکہ میں وہ ہوں جو آپ کی پہلی قمیص بھی خون آلود کر کے لے گیا وہ میں نے ہی جھوٹی باتیں بنا کر وہ علم کی قمیص والد محترم کو دی تھی۔ میں ہی وہ ہوں جس نے والد کو لایا بھائی کو ستایا تھا۔ میں ہی فراق ڈالنے والا تھا اس لیے میں ہی خوشی کی قمیص لے کر جاؤں گا۔ کیسی ہمت سے کہ آج مجرم خود اپنے جرم کو عدالت میں بیان کر رہا ہے بات یہ ہے کہ عدالت کرم پر ہے۔ اسی لیے سب کی باچھیں کھلی ہوئی ہیں مسکراہٹیں پھوٹی پڑتی ہیں خوشیاں بغل رہی ہیں۔ اس سے کہیں بڑھ کر خوشی اس وقت ہوگی جب میدان محشر میں عدالت الٰہیہ سے بخشش و کرم کا اعلان ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب گناہگار سیاہ کار کی بخشش کا مژدہ سنایا جائے گا تو خوشی سے مست ہو کر مچل مچل کر عرض کرے گا کہ یا اللہ میرے کریم میرے رحیم میں نے یہ بھی گناہ کیا تھا یہ بھی کیا تھا۔ کاش وہ خوش نصیب وقت مجھ کو بھی نصیب ہو۔ حضرت یوسف نے ان کے چھپانے اور مسکانے کو دیکھا تو آپ بھی ہنسی سے مسرور ہوئے وہ قمیص یعقوب کو ہی دی ایک ایک قول ہے کہ وہ شاہی جبہ تھا۔ اور اونٹ بھی تیار دوم وہ ہے کہ ان خوبصورت دنوں پر جاؤ اس خوشی میں کسی کو کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا فوراً چل پڑے یہ بھائیوں کا قافلہ چلتا تھا اس دفعہ بھی اڈو دن رات ٹھیرے تھے اور آگے ہی قمیص دی گئی پھر ایک منٹ نہیں ٹھیرے۔ ادھر بھی وہ سب بھائی بستی و مصر یا دیار مصر سے ذرا ہٹے ہی ہیں اور اونٹوں کا یہ غیر قافلہ چلا ہی ہے ذرا سا فاصلہ ہوا ہی ہے کہ اُدھر اسحٰق ذبیح اللہ دو یعنی دو سو چالیس میل دور پیدل آنے والوں کا سفر اونٹوں پر تین دن میں رات کا

سفر تھا کہ فرمایا اُن کے والد محترم نے کہ اسے گھر دالو۔ بھوبیٹھو۔ پوتے پوتیو۔ اگر تم مجھ کو بڑھاپے کو قوف نہ سمجھو تو یا مجھ کو سٹھیایا ہوا، بہکی باتیں کرنے والا۔ پریشان خیالوں والا یا نفسیاتی بیمار نہ کہو تو میں تم سے کہوں کہ میں آج اپنے یوسف کی دل آویز خوشبو محسوس کر رہا ہوں میری قوت شامہ یوسف کی خوشبو سونگھ رہی ہے۔ مفسرین نے اس بارے میں بہت باتیں بنائی ہیں کہ یہ خوشبو کس کی تھی کیسی تھی کیونکر آئی۔ کسی نے کہا کہ جبرائیل نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یا اللہ میں چاہتی ہوں کہ اس قافلے سے پہلے میں یوسف کی خوشبو غمزدہ والد کو پہنچا دوں اور یہ سعادت مجھ کو نصیب ہو۔ رب تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی تو ہوا کئی بار جسم یوسف سے مس ہو کر کنعان پہنچی اور سیدنا حضرت یعقوب کے بیت حزیں مجرۂ ہجر میں پہنچی اور وہیں رفوچکر بس گئی۔ اور یعقوب علیہ السلام نے وہ سونگھی تو آپ دوسرے مکان کے صحن میں تشریف لائے اور یہ فرمایا۔ ایک قول ہے کہ وہ کرتہ چونکہ جنت کا تھا اس میں جنت کی خوشبو تھی اور کوئی چیز جنت کی دنیا میں تھی نہیں اس لیے آپ نے جنت کی خوشبو پائی تو آپ کو کرتہ یاد آیا اور ساتھ ہی یوسف بھی یاد آگئے سمجھ گئے کہ یوسف کہیں قریب ہی زندہ موجود ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ نبی کی قوت شامہ کی یہ طاقت ہے کہ وہ انسانی خوشبو بھی سونگھ سکتا ہے اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔ بذات خود یہ خوشبو سونگھی اور آپ نے جب یہ خبر گھر والوں کو سنائی تو سب غمزدہ لہجے میں افسوسناک غمناک انداز میں بولے خدا کی قسم اسے تا جان مشک آپ کو ابھی تک اسی پرانی محبت دلفت میں ڈوبے ہوئے ہو اس محبت نے آپ کو ابھی تک اس حقیقت پر نہیں آنے دیا کہ یوسف تو چالیس سال ہوئے کبھی کا مر چکا ہے۔ اور عشق و محبت عاشق کو ہمیشہ حقیقت کے راہ سے گمراہ ہی رکھتا ہے وہ اپنے ہی خیالات کے بنائے بالے اور تصورات کی دنیا میں دھائے کہاں کہاں بھٹکتا رہتا ہے۔ مگر عشق سے خالی عقل چند دن غم کر کے پھر حقیقت واقعی کے سیدھے راہ پر آکر اپنے کاروبار دنیا میں شامل ہو جاتی ہے یہی عام دنیا داروں کا حال ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ گھر والوں نے بہت برا بھلا کہا روایت قتادہ۔ مگر یہ غلط ہے۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ پھر کچھ دنوں کے بعد جب آیا خوشخبری لانے والا اکیلا یا قافلے کے ساتھ۔ دو قول ہیں ایک یہ کہ یہودا جب بستی کے قریب پہنچا تو اپنا اونٹ دوڑا تیز دوڑا کر خوشی میں جلدی گھر گیا اور آتے ہی سب باتیں سنا کر وہ قمیص والد محترم کے چہرۂ پاک پر ڈال دی۔ بس پھر کیا ایک دم آنکھوں میں روشنی چہرے پر بشاشت جسم پر تراوٹ دل میں سرور آنکھوں میں نور آگیا۔ ابھی گھر میں یہی خوشیاں درخیزیاں ہو رہی تھیں کہ باقی بھائی بھی ہنستے مسکراتے کھل کھلاتے داخل ہوئے بنیامین بھی ساتھ ہیں۔ ایک قول ہے کہ سب ایک ساتھ ہی آئے اور بالکل اسی طرح نقشہ خیال جیسے پہلے غم

کی خبر لے کر آئے تھے۔ کہ آگے آگے میہود اقمیص اٹھائے ہوئے پیچھے پیچھے باقی سب۔ فرق صرف یہ تھا کہ اُس وقت قمیص یوسفی بھوکے خون میں لتھڑی ہوئی تھی آج قمیص یوسفی میں بسی ہوئی دافع فراق کی قمیص تھی یہ سرور وصال کی۔ اُس وقت سب بھائی جھوٹا رونا روتے آئے تھے آج سچی ہنسی ہنستے آئے والد محترم نے آج کافی زمانے کے بعد اپنی آنکھوں سے اپنے بیٹوں کے مسرور چہرے دیکھے سارے غم وصل گئے فرمایا۔ اے بیٹو اور سارے گھر والو کیا میں نے ایک دفعہ تم سے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی طرف سے جو غیبی علوم میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اور تم میری ہر بات کو تصوراتی خیالی اور بے معنی سمجھتے تھے تم سمجھتے تھے کہ شاید میں ہر بات محض عشق کی اہر محبت کے جنون یا غم غلط کرنے کے لیے کہہ دیتا ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ یوسف کو کہاں دیکھا کیا کہیں راہ جاتے مل گیا کیسے مل گیا کیسے پہنچانا کیسی صحت کیسی حالت کیسا لباس تھا تم ساتھ لے کر کیوں نہ آگئے انتہائی خوشی کے عالم میں آپ نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ بیٹوں نے عرض کیا ابا جان وہی عزیز مصر ہی تو آپ کا یوسف آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارا بھائی ہے۔ آج سارے زمانے کا حاکم مختار وہی ہے تاج تخت والا ہے۔ ہم جتنی دفعہ مصر گئے وہی ہمارا میزبان تھا ہم نے تو آج پہچانا۔ اُس کا چہرہ نورانی اس کا محل لاثانی اور لباس شاہانی ہے والد محترم نے پوچھا کس دین پر ہے عرض کیا ابراہیم و اسحٰق کے دین پر ہے۔ تب آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ مولیٰ تیرا شکر ہے کہ میرا بیٹا تیرے سچے دین پر ہے۔ اب سب گھر والے اور بیٹے پھر والد کے حضور جمع ہوئے اور قالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ اور سب نے عرض کیا بیٹوں نے بھی اور گھر والوں نے بھی اے ابا جان آج ہم نے محسوس کیا ہے ہم سے آپ کی شان میں بہت خطائیں ہوئیں بات بات پر آپ کی خبروں کو جھٹلایا۔ طعنہ بازی کی جھوٹ بول بول کر آپ کو ستایا فراق یوسفی کی آگ میں جلایا۔ بنیامین کو رلایا بارگاہ الٰہیہ کے طرف وشیت کی بھی پرواہ نہ کی ہر طرف سے مجرم بنے خطائیں کیں ہم نے جرم خطا میں کمی نہ کی اے ہمارے ابو جی اب آپ اپنے کریم رحیم غفار و ستار رب سے ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش مانگئے اور بخشش مانگنے میں آپ کمی نہ فرمائیے۔ ہم خود اُس کی بارگاہ کے لائق نہیں رہے کس منہ سے آج اُس کے سامنے روئیں اور اُس جبار و قہار کا جلال ہماری نافرمانیوں پر نہ معلوم کس غضب میں ہے اس لیے اے ابا جان آپ ہمارے وسیلہ عظمیٰ بن جائیے۔ والد محترم اپنی خوشی میں بیٹوں کی طرف سے پہنچی ہوئی ایذائیں یکسر بھلا چکے تھے جب بیٹوں کی یہ دردمندانہ التجا پشیمانی اقرار خطا سنا تو نہایت پیار سے فرمایا قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ کہ اے میرے بیٹو۔ ابھی نہیں کچھ دن بعد میں بخشش مانگوں گا اپنے رب کریم رحیم سے۔ بیشک اب تم صحیح بارگاہ کی طرف صحیح راہ پر آگئے ہو واقعی بیشک وہ

ہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شخص کو بخشنے والا ہے اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ برادرانِ یوسف کی یہی وہ عاجزی اور انکساری تھی جس کی بنا پر باوجود اتنے ظلم و جرم کرنے کے خوابِ یوسفی میں ان کو ستارہ نہ کہا گیا۔ حضرت یعقوب نے اسی وقت بخشش نہیں مانگی بعد میں مانگنے کا وعدہ فرمایا اس کی وجہ میں مفسرین کے چند قول ہیں یا اس لیے کہ بیٹوں کے یہ جرم حقوق اللہ بھی تھے اور حقوق العبد بھی یعنی یوسف علیہ السلام پر ظلم تو سب تک یوسف علیہ السلام سے معاف نہ کرا لیا جاتا اس وقت تک بخشش مانگنا شرعاً منع تھا یہی حال ہر گناہ و جرم کا ہے ہماری شریعت میں بھی تا قیامت۔ اور یہی وجہ زیادہ درست ہے۔ یا اس لیے کہ اس وقت دنیوی خوشیوں اور بات چیت میں مشغول ہیں ایسی حالت میں دعا مانگنا آدابِ دعا کے خلاف ہے اس کے لیے نہایت اہتمام خشوع خضوع اور تیاری کی ضرورت ہے۔ یا اس لیے کہ یہ وقت قبولیت دعا کا نہیں تہجد کے وقت یا کسی مناسب مبارک دن میں جو زیادہ مقبولیت کا ہو مانگی جائے گی۔ مگر یہ قول غلط ہے۔ اس لیے کہ دعا کے مختلف اوقات امت کے لیے ہیں۔ نبوت اس سے وراء الوراء ہے نبی کی دعا ہر وقت سراں قبول ہوتی ہے۔ بلکہ وقت کو قبولیت کا شرف بھی نبی کی ذات سے ملتا ہے۔ جس وقت سے کسی نبی نے محبت فرمائی وہی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا ہوگا۔ روایات و فرمودات سے کل بیس وقت قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہیں۔

۱ وقت تہجد ۲ طلوع صبح صادق ۳ سنتِ فجر کے بعد فرضوں سے پہلے ۴ فجر کی نماز کے فوراً بعد طلوع آفتاب سے پہلے ۵ چاشت کے وقت یعنی زوال سے ایک گھنٹہ پہلے ۶ زوال کے فوراً بعد۔ ۷ ظہر و عصر کا سارا درمیانی وقت ۸ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان وقفے میں مگر یہ دعا صرف دل میں ہو زبان نہ ہلے ۹ خطبے سے نماز جمعہ تک مگر یہ بھی دل میں زبان سے نہ بولے ۱۰ بعد نماز مغرب وقتِ عشا سے پہلے ۱۱ عصر کے بعد سورج پیلا ہونے تک ۱۲ افطار کے وقت ۱۳ سحری کھانے کے بعد مگر بارش برسنے کے وقت ۱۴ عالم متقی کا چہرہ دیکھ کر ۱۵ ولی اللہ کی محفل میں ۱۶ مقدس مقامات کی حاضری کے وقت ۱۷ ختم قرآن مجید کے وقت ۱۸ شب قدر میں ۱۹ صبح میلاد النبی میں۔ ان وقتوں کو کسی نہ کسی پیارے بندے سے نسبت ہے اس لیے یہ وقت شرف قبولیت سے مشرف ہوا۔ یہ اوقات صرف امت کے لیے ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم۔

فائدے

ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ جس طرح رب تعالیٰ نے پھولوں اور نباتات میں خوشبو رکھی ہے اسی طرح قدرتِ الٰہی نے انبیاء کرام اولیاء عظام اور نیک بزرگوں کے جسم بلکہ اعمالِ صالحہ میں بھی خوشبو رکھی ہے۔ سب

سے بوئے نبوت کی خوشبو ہے یہی وہ خوشبو تھی جس کو حضرت یعقوب نے سونگھا تھا۔ یہ فائدہ ہوا سیدنا ربیعہ ؓ سے حاصل ہوا اگر وہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کی خوشبو تو اپنی کثرت کی بنا پر گی نہ کو معطر کر دیتی تھی اور کافی دیر تک ہر شخص سونگھ سکتا تھا۔ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ کثرت درود تاج سے مز میں ایک خاص بھینی مہک پیدا ہو جاتی ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ جس دم کوئے جیسے میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح گن ہوں سے بدبو پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ۔ نبی کی ہر چیز بے مثل ہوتی ہے یہاں تک کہ قمیص شریف بھی بے مثل ہے جو کسی کو نہ ملی۔ دیکھو حضرت یعقوب نے اسّی کوس سے جسم یوسفی کی خوشبو سونگھ لی جب کہ اور کوئی دوسرا سونگھ سکا۔ اسی طرح حضرت سلیمان نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سن لی۔ کوئی دوسرا وہاں موجود نہ سن سکا۔ یہ دونوں واقعے قرآن مجید میں ہی ہیں۔

تیسرا فائدہ۔ بعض معجزے اختیاری ہوتے ہیں بعض معجزے غیر اختیاری۔ اختیاری معجزہ نبی کے قبضے میں ہوتا ہے جب چاہے ظاہر کرے دکھائے۔ غیر اختیاری خود بخود ظاہر ہوتا ہے جب رب تعالیٰ کو منظور ہو تو ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ خوشبو سونگھنا غیر اختیاری معجزہ تھا جو پہلے ظاہر نہ ہوا اب ہو گیا۔ اور قمیص یوسفی اختیاری معجزہ تھا۔ اسی طرح حسن یوسفی غیر اختیاری معجزہ تھا۔ اور علم یعقوبی اختیاری معجزہ تھا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق گناہ دو طرح معاف ہوتے ہیں۔ بعض گناہ توبہ سے بعض گناہ کفارہ سے کما ہی ؓ قسم کا ہے کفارہ شرعی اور کفارہ تعزیری۔ تعزیری کفارہ ہندہ خود بھی اپنے لیے مقرر کر سکتا ہے یہ مسئلہ ان جاء البشیر کی قمیص سے مستنبط ہوا کہ یہود والے یہ خوشی کی قمیص اس لیے اپنے ہاتھ میں لیکر کہ اس غم کی قمیص کا کفارہ بن جائے۔ ایک قمیص میں سے کہ یہود ابغیر کھائے پیئے پیدل چلے اور کہیں دوڑے کہیں تیز چلے اسّی کوس (دو سو چالیس میل) کی مسافت سے سفر کیا۔ یہ سب تعزیری کفارہ جو خود اپنے پر مقرر کر لیا تھا۔ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے حضرت وحشی نے کہا تھا میں نے قتل حمزہ کا کفارہ کر دیا دوسرا مسئلہ۔ کسی خاص دینی مصلحت کی بنا پر عبادت میں دیر لگانی جائز ہے اگرچہ وہ نماز ہی ہو بشرطیکہ قضا نہ ہو۔ یہ مسئلہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ سے مستنبط ہو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ حضرت یعقوب نے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ ۔۔۔ الخ اور اللہ نے فرمایا وَجَدَکَ سے یہ افعال قلوب سے ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور سونگھنے کا تعلق ناک سے ہے اس لیے یہاں

اشم فرمانا چاہتے تھا۔ جواب ۔ وجدٌ یعنی میں واقعی افعال قلوب سے ہے لیکن یہ بات زبان شنیں ہونی چاہیے کہ تمام حواس کا رابطہ دل سے ہے جبلی رابطے کے بغیر نہ کوئی سونگھی جا سکتی ہے نہ سمجھی نہ دیکھی۔ اگر دل کا رابطہ نہ ہو اور خوشبو ہو تو سمجھ نہیں آتی کہ کس کی خوشبو ہے گویا کہ ناک کا کام ہے سونگھنا اور دل کا کام ہے سمجھنا اور تمیز کرنا کہ یہ کس کی خوشبو ہے۔ اجدُ کہہ کر یہ بتایا کہ میں خوب سونگھ رہا ہوں کہ یہ یوسف کی خوشبو ہے۔ اشمُ کہہ کر یہ مقصد نہ سمجھا جاتا۔ نیز ریح اس خوشبو کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ہوا وغیرہ بھی ہو جو جسم کرکے۔ اب اجدُ کے معنی یہ ہوئے کہ میں صرف حسیاتی یا تصوراتی وہم کی بات نہیں کہہ رہا بلکہ واقعی میں نے ایسی ہوا ۔ ٹھنڈی یا گرم جیسے جسم سے مس ہوتی پائی ہے جس میں یوسف کی خوشبو ہے۔ لہٰذا اجدُ کہنا نہایت جامع مانع کلام ہے۔ اسی لیے اگلا کلام فرمایا کہ اجدُ کی وجہ سے تم مجھ کو۔ مُعذور اور سچی باتیں کرنے والا نہیں کہہ سکتے۔ دوسرا اعتراض ۔ گھر والوں نے تاللہ کہہ کر قسم کیوں کھائی۔ جواب ۔ کلام کو محکم کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ لغت میں قسم کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ یمین معقدہ۔ اس کے بولنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ یہ بار بار بولنا منع ہے۔ ۲۔ یمین لغو۔ ۳۔ یمین غموس ۴۔ یمین در جو کہ کلام بن جاتی ہے یہاں تاللہ کہنا ایک قول میں یمین لغو ہے۔ اس سے کلام کی تاکید اور سچی بھی مقصود ہوتی اسی طرح پہلی قسم بِاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ والی قسم ہے لیکن تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ یہ یمین لغو ہے۔ اس میں جھوٹ سچ کا احتمال ہوتا ہے۔ یہ قسم کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے بولی جاتی ہے گواہی میں بھی یہ قسم ہوتی ہے۔ اس پورے واقعے میں تین دفعہ قسم بولی گئی ہے۔

تفسیر صوفیاء

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ

فرمایا صادق نعمت نے عارفین فرماتے ہیں کہ طالب و مطلوب۔ محب و محبوب یہ دو ہی کے درمیان معرفت الٰہیہ کا یارشتہ ہے وہ ریح محبوبیت کی ایسی تیز ہے جس سے عشق ازلی کی اس طرح کشش پیدا ہوتی ہے کہ شدرحق کبھی بھی اپنے مرید باصفا سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ پھول کی خوشبو تو مادہ خزاں کے جھونکوں سے ماند پڑ جاتی ہے۔ اور فراق شجری سے ختم ہو جاتی ہے مگر عشق معرفت کی کلیوں اور غنچہ اعمال عارف کی بھینی خوشبو کسی بھی دوری فراق سے ختم نہیں ہوتی اور فکر الٰہی کی تازگی کبھی غم کی ہواؤں سے مرجھا نہیں سکتی کتنی ہی دوری ہو طلوبت خانہ عشق معرفت میں پہنچ ہی جاتی ہے۔ مگر صرف عاشق کی قوت شامہ ہی اس کو پا سکتی ہے۔ انبیاء سے غیب اس کو کیا جانیں عقل دنیا اس کو کیا سمجھے وہ تو دربار معرفت کے غوطہ خوروں مراقبے کے مشاہدوں کو ضلالتک القدیم ہی سے منسوب کرتے ہیں یہ ناسمجھی اور اسرار کے علم سے ناواقفی اسی وقت تک ہے جب تک کہ بشارت انوار کا کوئی خوشخبری کرنے

والا نہیں آتا۔ لیکن فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قال لم اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہر فراق کے بعد وصل کی بشارت ہے ہر غم کے بعد خوشی چمک اور ہر مُدت کے بعد قدرت ہے ہر ہر مدحا پانے کے بعد بصارت ہے اور سفر کے بعد حضر ہے۔ عالم ناسوت اسی رد و بدل کا نام ہے۔ مسافران معرفت اس عالم رنگ و بو میں دل نہیں لگاتے کہ کوئی کی چشم بصیرت تماشائے دُنیا سے اندھی ہوتی ہیں۔ وہ تو مشاہدات انوار الٰہیہ کا منتظر و شیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ساعت انتظار ختم ہوتا ہے وہ بارگاہ جبروت سے وصل کی خوشخبری لانے والا پہنچتا ہے۔ اور جس کے شوق وصل میں آنکھیں وہ عالم سے بند کرلی تھیں اُس کے جمال اسرار کا عکس چہرۂ باطنی پر آتا ہے تو طالب صادق کی چشم باطن اس طرح کھل جاتی ہیں کہ عرش فرش کا تقرب ہو جاتا ہے۔ اور بندہ مومن کے وہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں کہ دنیا کی قلبیں حیران ہو جاتی ہیں اور مرد کامل کی یہ بات سچ ہو جاتی ہے کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ قالوا تالله انك لفي ضلالك القديم فلما ان جاء البشير القاه على وجهه فارتد بصيرا قال الم اقل لكم انى اعلم من الله ما لا تعلمون

الترجمہ جب بندۂ ربانی اور طالب رحمانی کے پردے کھلتے ہیں تب اپنے اعمال کی حقیقی گمراہی کا پتہ لگتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ جس کو میں نے نابینا سمجھا وہ حقیقت میں بینا اور روشن ضمیر تھا۔ اپنی کوتاہی کا اقرار کرتا ہے اپنے آپ کو خطاکار سیاہ کار سمجھتا ہے اور پکارتا ہے اے میرے وسیلہ، ابا اپنے رب رحیم سے حاضر ہوں کی بخشش طلب فرما۔ مولیٰ فرماتے ہیں کہ یہی وہ عاجزی ہے جو انسانیت کی معراج ہے اور ایمانیت کا عرش ہے اس عاجزی پر ہزاروں سجدے نثار ہو جاتے ہیں۔ تصوف کا آخری سبق مرشد معرفت کی آخری نصیحت یہی عاجزی اور مسکینیت ہے۔ ہاتف غیبی سے آواز سروری گونجتی ہے کہ اب راہ راست پر بندہ آگیا عنقریب بخشش و سفارش کی بھیک آسمانوں قدس سے طلب کی جائے گی بیشک وہی اللہ جل شانہٗ طالب منزل شوق کی لغزشوں کو بخشنے والا ہے اور عاجزوں کو منزل انوار میں پہنچانے والا رحیم ہے۔ وہی راہ نوردی کی توفیق دینے والا غفور ہے اور مشاہدۂ جمال کرنے والا رحیم ہے۔ فالحمد للہ حمدًا کثیرًا و شکرًا جزیلًا۔

✿

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ

پھر جب داخل ہوئے پر یوسف کے	جگہ دی طرف اپنے ماں باپ اپنے کو
پھر جب وہ سب	یوسف کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی

وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝

اور کہا داخل ہو جاؤ مصر میں اگر چاہا اللہ نے تو امن والے رہو گے

اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ

اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب جھک گئے اس کے

اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے

سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ

سجدہ کرتے ہوئے اور عرض کی اے والد میرے یہ تعبیر ہے میرے خواب

میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ ہے پہلے خواب کی

مِنْ قَبْلُ ۖ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ

سے پہلے سچا کر دکھایا اس کو میرے رب نے اور بیشک

تعبیر ہے بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بیشک اس نے

اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ

احسان کیا میرے ساتھ میرے کو نکالا مجھ کو جیل خانہ سے اور

مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے

بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ

کو تم سب سے گاؤں سے اس کے بعد کہ بگاڑ دیا تھا شیطان نے

لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے بھڑ میں اور میرے بھائیوں میں

بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا

درمیان میرے اور درمیان بھائیوں میرے کے بیشک رب میرا آسانی فرمانے والا ہے جسکی
چاہتا کردی تحقیق بیشک میرا رب جس بات کو چاہے

يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

چاہے یقیناً وہ ہی ہمیشہ سے علم اور حکمت والا ہے
آسان کر دے بیشک وہ علم وحکمت والا ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پہلی آیتوں میں حضرت یعقوب کے بیٹوں کا آنا اور خوشخبری دینا مذکور تھا اب ان آیت میں سب گھر والوں کا جمع ہوکر ہمیشہ کے لیے کنعان کی چھوٹی بستی چھوڑ کر مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس مستقل طور پر آنے کا تذکرہ ہے اسی مقصد کے لیے یہود کے کہنے پر مکے کے کافروں نے یوسف علیہ السلام کے مصر میں آنے کے بارے سوالات کئے تھے جو اس سورت کے نزول کا باعث بنا۔
دوسرا تعلق۔ پہلی آیت میں حضرت یعقوب کے بیٹوں کا معافی توبہ اور بخشش مانگنے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں توبہ کرنیکا سلیقہ بتایا جارہا ہے کہ ان سب بھائیوں نے حضرت یوسف کو مکمل سجدہ کرکے توبہ کا اظہار کیا۔ **تیسرا تعلق**۔ پہلی آیتوں میں حضرت یعقوب نے بیٹوں کے سامنے علم کا ذکر فرماکر اللہ کے احسانات کا ذکر چھیڑا جو یک بہت بڑی عبادت ہے۔ اب ان آیتوں میں حضرت یوسف اپنے بھائیوں کے سامنے بطور مواعظ حسنہ رب تعالیٰ کی کرم نوازیوں کا ذکر فرمارہے ہیں۔ یہی بندوں پر حق ہے کہ ہر آن ہر حال خوشی میں اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔

تفسیر نوری [illegible] فی تحقیقیہ ما شرطیہ ظرفیہ وقعوا فعل ماضی بصیغہ جمع مذکر غائب مراد یعقوب علیہ السلام اور ان کے گھر والے یعنی سب بھتیجے آدمی ملنے جارہے ہیں یعنی یوسف مجرور متعلق ہے وقعوا کے اوی فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث اس کا فاعل ضمیر ھو کا مرجع یوسف ہیں۔ اوی سے مشتق ہے بمعنی پناہ دینا جگہ دینا الی جارہ ہ ضمیر کا مرجع یوسف ہیں آپ نے

ابٌ کا تثنیہ ہے دراصل تھا ابوین نون اضافت سے گرگئی واضیہ مضاف الیہ کا مرجع حضرت یوسف و عاطفہ یہاں عطف جملہ کا جملہ پر اور پھر جزا سے لَتَا وَخَلَوْا کی قال کا داخل حضرت یوسف اُدْخُلُوْا امر سے یہ جملہ مقولہ ہے تک اس کا قائل تمام آنیوالے ہیں جملہ مفعول فیہ مدوشہ دار الخلافہ ہے۔ جو بڑے شہروں کا نام مصر ہے۔ ان حرف شرط ایسے ہی معنی میں ہے شاء فعل ماضی واحد غائب مشاءۃ سے ہے اسی سے ہے شئ بمعنی چاہنا یا چاہا ہوا۔ محال۔ شئ نہیں ہو سکتی اللہ اس کا فاعل ہے۔ یہ جملہ یا شرط مؤخر ہے تب اس کا تعلق دخلوا سے ہے وہ اس کی جزا مقدم ہے گا اپنی جگہ شرط ہے تب اس کا تعلق امنین سے ہے مشیت الٰہیہ یا دخول میں ہے یا امنین میں۔ رفع جملہ مع فعل ماضی صیغہ واحد غائب رفعٌ سے ہے بمعنی بلند کرنا۔ اونچی جگہ قائم کرنا۔ بٹھانا۔ درجہ بلند دینا۔ یہاں مراد اونچی جگہ بٹھانا ہے۔ قریب کرنے کے معنی میں بھی مشترک ہے۔ یہاں یہ بھی مناسب ہیں اس کا فاعل یوسف میں ہویہ سے مراد ہاں باپ لفظ اب کے چار معنی اصل والد یہ منقول اصطلاحی ہے۔ دادا اصل یعنی جڑ والا جیسے ابوتراب ابوہریرہ وغیرہ ہے بڑا اس معنی میں پڑا کر بھی تک کہدیا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کو ذکر کو ابیہ فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابراہیم کے والد محترم حضرت تارخ تھے جریک روایت کے مطابق ولادت پاک سے ایک ماہ پہلے فوت ہو چکے تھے اور دل نوفی کے مومن تھے۔ بعض ناواقفوں نے آذر کو والد کہدیا صرف لفظ ابی دیکھ کر یہ اُن قُحافہ کی عربی لغت سے ناواقفی کی علامت ہے۔ لفظ ابٌ جس وقت جمع ہوگا تو یہ آباء ہوگا۔ پر دادا کا معنی بھی دے گا اور جب یہ تثنیہ ہوگا تو اب کے معنی والدہ بھی ہوں گے یا سوتیلی ماں بھی یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ علیٰ جادہ عرش سے مراد سب سے اونچی تخت ہے اعلیٰ معنی ہے بمعنی اونچی جگہ۔ وَخَرُّوْا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع غائب باب نصر سے ہے خرٌ مضاعف ثلاثی سے ہے بمعنی گرنے کے بل گھٹنا۔ لہٗ لام جارہ بمعنے الی ہ کا مرجع یوسف سُجَّدًا۔ جمع کثرت سجدۃ سے ہے اس کا واحد ساجدۃ اس کی جمع قلت ساجدون ہے۔ سجدٌ سے مناسب ہے بمعنی زمین سے پوری طرح لگ جانا شرعی معنی ہیں سات اعضاء زمین سے لگنا سجدہ ہر شریعت میں ایک رہا۔ خیال رہے کہ عربی میں ہر اسم کی جمع کثرت بھی ہوتی ہے جمع قلت بھی تر کے معنے میں جھکنا۔ گرنا۔ ذلیل ہونا۔ عاجز ہونا۔ جب سجدہ کے ساتھ تر آئے تو معنی ہوں گے گرنا۔ یہاں یہ ہی مراد ہے وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ جملہ قال فعل ماضی اس کا فاعل حضرت یوسف یا حرف ندا بمعنی اذ عُدُوْ اَبَتِ دراصل تھا ابی مکسب مناسبت یاء متکلم بوجہ ثقل ی کو گرا دیا بطور نشانی زیر لگا دی ت ندا کی وجہ سے گا دی جاتی ہے۔ لہٰذا

ہم اشارہ و تاویل مصدر ہے باب تفعیل کا اول سے مشتق ہے بمعنی مطلب نکالنا واپس لوٹانا خواب کی تعبیر لینا۔ یہاں یہ سے معنی مراد ہیں مثالیہ سے۔ حدثا سے پہلے فعل پوشیدہ ہے۔ ضمیر مشار الیہ و ہم اشارہ مفعول بہ سے مبتدا خبر ہو کر جملہ فعلیہ مفعول بہ سے الرؤیا پوشیدہ معنوی کا۔ رؤیا بمعنی خواب مضاف سے ضمیر متکلم ی کا اس طرف جو زائدہ ہے۔ قبل اسم ظرف مضاف معنوی ہے دراصل تھا من قبلہ و ضمیر غائب محذوف ہے۔ اس میں دو قول ہیں یا یہ عامل ہے رؤیا کا اس میں فتح ایسے والا عامل صدا ابتدا ہے یا یہ ظرف ہے رؤیا کا اور اس میں زبر جیسے والا عامل تاویل ہے بہر حال یہ منصوب ہے مگر مبنی ہے اس لیے علامت ہی رفع ہے قد حرف تحقیق فعل ماضی قریب یہ جملہ یا عامل ہے رؤیای یا صفت ہے اس کی۔ علقا علامت نصب ہے۔ اس میں تین قول ہیں یا یہ زائدہ ہم معنی فعل کا مفعول مطلق ہے۔ یا مفعول ہے محذوف کی یا مفعول بہ ہے فعل کا اور فعل بمعنی صنعہ ہے۔ ربہ مضاف قد حرف تحقیق فعل ماضی قریب اس کا فاعل اسم ظاہر ربی کی ضمیر ھو سے بی۔ ت الی یا منع کے معنی میں ہے۔ اور احسن کا مفعول بہ پوشیدہ ہے دراصل تھا قد احسن صنعہ فی ذ ہ ظرف ہے یا احسن سے متعلق ہے یا صنعہ پوشیدہ سے بمعنی جس وقت یا ملت سے یہاں احسن سے لیے۔ اذ ج فعل ماضی باب افعال متعدی بیک مفعول ہے نول وقایہ ی متکلم مفعول بہ۔ من عادہ متعلق ہے محذوف سے یا مبنی مصدر سے یا مبنی میں مستعمل ہے۔ ط قد حرف۔ د ھا یا۔ سے یہاں ا ت کسی ملک دانی ہا۔ یہاں پہلے بمعنی۔ ظرف مکانی کے لیے ہے یہ عامد ہوتا ہے و ت۔ ا ھ ص ا د ن ع ت ش ل ی ر ی ف ت ف ا ن ھ و ا ع د ی ا ظ ا ک ا ۔ عالمہ کلا ھما معطوف اخر حنی پر مدخول رملت سے اس کی عامل ماضی اس کا فاعل ھو ضمیر کا مرجع رنی ت حنی سے مشتق۔ ملت ل م میں سے احوف یائی۔ مصدر لام سے۔ اس کا معنی کا بھی سے دوڑنا بھی لیے۔ لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی یہاں بمعنی لازم ہے متعدی بیک مفعول بہ محذوف ہے۔ ا د ہ مضاف مفعول ہے کم ضمیر من بامعہ و مسل من عادہ متعلق ہے ا د ہ مضاف الف لام ہ ہ ی مدغم کی پہلی نا فاعل۔ ہ د ت مفعول بہ ط ن ا ل ی ہیں جنگل بیاباں جس میں کھیت درخت ۔ ں ی ر ی رحمہ سے ظاہر ہونا دور سے نظر آنا۔ مسافر ں ہ مقیم ہو ھ ی۔ اسی طرح اقامت رہنے کو ھ ص ا ر ت کو مادیہ لغت میں کسی کی طاقت۔ ں ا ر ا ت ا رہائی کے لیے ہے یا زائدہ ہے۔ یا بیانیہ۔ تینوں قول درست ہیں بعد اسم ظرف زمانی مضاف ہے ہ حرکت جر ط م سے ان ما یہ ط صحیح یہ ہے کہ ان مخففہ سے دراصل تھا انہ۔ زائدہ ہے یہاں عامل نہیں ہو سکتا۔ ہ سارا جملہ مضاف الیہ سے بعد کا ترجمہ فعل ماضی تشبع سے مشتق ہے بمعنی سیر ہونا۔ سیر ہیں

داخل ہونا شامل ہونا۔ اشْطَنَ اف لام علمدی سے بحالت رفع سے فاعل سے نزع کا۔ اس کے مادہ مشتق میں دو قول ہیں ۱ شَیطٌ ۲ شَطَنٌ پہلی صورت میں شیطان بروزن فعلان سے دوسری صورت میں فعلان سے دونوں صورتوں میں شیطان بروزن فیعال ہے مرفون مادہ کی سے دونوں قول میں مبالغے کے لیے ہے دونوں قول کے لحاظ سے تین تین معنی ہیں مشتق ہے شیط معنی شرارت کرنا ۲ غصہ کرنا ۳ سرکشی کرنا۔ شطن معنی دور ہونا۔ جلنا۔ باطل ہونا۔ جب یہ اف لام کے ساتھ آئے تو لیس ملا ہوتا ہے یہاں پہلی دو معنی سے اور بغیر اف لام کے ہر تینوں اور ساتویں معنی جا سکتا ہے۔ انسان ہو جانور یا جنات۔ یعنی ہر طرف مضاف ہو مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ تین ہی معنی میں تین ہی اس کے استعمال ہیں ہر تین ہی اس کی اصل کتنی ہی معنی سے ہر ایک ہوتا ہے یہ کہ اسے طلب کرنا۔ یہ مصدر ہے اسی سے ماں زمین مشتق ہے۔ استعمال۔ سامنے کے لیے خود ہو جیسے میں بدلنا ۲ فاصلہ جدا کرنے کے لیے جیسے میں الصدقہ میں اصل کے لیے جیسے میں تو ہو۔ واذا جب میں ہو واحد مؤنث غائب کی طرف مضاف ہو تو اس کی تکرار ضروری ہے۔ یہی حالت یہاں ہے۔ اذا جب اگر ظرف ہو تو یہ یا کشہ ہوگا۔ اگر اسم متمکن ہو تو ضمہ بھی آتا ہے خولی۔ اذ کی معنی جان اس کی تین قسمیں بھی ہوتی ہے اور ہوتا بھی عام طور پر یہی ماں باپ بھائی ہوتا ہے کہ کسی کے لیے تین ہوتا ہے۔ ہمزہ۔ یا ہی بھائیوں کے لیے ہوا ہے۔ یہاں ظرف تحقیق یا تاکید ہے۔ ساقہ کی مضاف الیہ ہے کہ اس کی مضاف ہے طرف بروں ہم ملانے کے لیے ملک سے ہے ہوں ہوا ہوں جو تشریح ہیں کہ اسی معنی میں سے بلکہ ۔ ملک میں ہوا ہو ہوں ہے اس سے علم عالم ہوتا ہے ہوں گے تدبیر کرنے والے یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں لعلما نام ہے اور ہوا ہوں ہے اصل مضاف معنی مال کی کا صلہ متعلق ہے ملک کے اور وہ حالانکہ ف تقدیر یا ملا ہے ہو سکتا ہے ہو ہے علم اور علیم دونوں مادہ کی خبریں ہو سکتا ہے کہ ہو ہے خبر ان۔

تفسیر عالمانہ

وہ قوموں میں سے کہ ہوتے ہیں یہاں بیان ہوا ہے مصر سے بام شہر کے شاہی دربار سے کے بام نکل آئے تھے ۔ چار سو اونٹوں پر بادشاہانہ سجاوٹ سجے ہوئے اونٹ گھوڑے خچر لے کر جنہ لگا کر تقریباً سے ہی ہو کے تھے ۔ یعقوب علیہ السلام سے پورے کنبے کے ساتھ جو تقریباً ہفتر فراد تھے ۔ ہو ہوں ۔ ہو ہے ۔ یعقوب علیہ السلام من میل مزید کے تشریف لائے حضرت یعقوب علیہ السلام

بھائیوں کا ہاتھ پکڑ کر لیں۔ تم مجھے پہچانتے ہو یہ بھائیوں کے سوا کون ہے کیوں ڈرتے ہو کیا یہ فرزان ہمارا کہنا نہیں مانیں گے۔ میرے کہنے سے اور گرداور کنعان کے لوگ مصر میں نہ آتے عرض کیا اے ابا جان یہ آپ کے بیٹے یوسف کے غلام اور لونڈی ہے آپ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے ہیں۔ ابھی حضرت یعقوب یہ سن کر دیکھ کر حیران ہی ہو رہے تھے کہ حضرت جبرئیل حاضر بارگاہ ہوئے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ زمین کی فوج جلوس کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں ذرا نگاہ اٹھا کر تو دیکھئے فضائے آسمانی فرشتوں سے بھری ہے ملائکہ کی قطاریں اس عشق ملاقات میں شرکت کرنے کے لیے آئے ہیں یہ وہ ہی ملائکہ ہیں جو آپ کے غم میں آپ کے ساتھ رویا کرتے تھے۔ آج خوشی میں بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ خیال رہے کہ ملائکہ آسمانی نے دو موقعہ پر زمین سے آسمانوں تک نظارے باندھ کر خوشی کا جلوس نکالا ایک یہ موقعہ ملاقات دوسرا موقعہ جشن عید میلاد سیدہ آمنہ کے گھر سے تا فلک۔ جب حضرت یوسف قریب ہوئے گھوڑے سے اترے۔ یعقوب علیہ السلام نے پوچھا ان لوگوں میں میرا یوسف کون ہے یہود نے جواب دیا یہی جو سب سے علیحدہ لباس میں ہے اور تاج شاہی پہنے ہوئے اور اس کے ساتھ دوسرے تاج میں بادشاہ مصر ہے۔ حضرت یوسف نے چاہا کہ پہلے سلام کریں مگر جبرئیل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ رب تعالیٰ کی مرضی ہے کہ والد ماجد کی سلامتی کی دعائیں پہلے لو والد محترم نے سلام کیا لفظ گیر ہوئے خوشی کے آنسو تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا سلام علیک یا مذہب الاحزان اے غموں کو دور کرنے والے تجھ پر سدا سلامتی ہو۔ یوسف علیہ سلام نے جواباً عرض کی وعلیکم السلام یا اباجان اے فرشتوں والے تجھ پر سلام ہو۔ وہاں سے واپسی ہوئی اور شاہی محل خیمہ میں تشریف لائے سب لوگ دیگر محلوں میں گئے اور یوسف علیہ السلام اپنے والد محترم اور اپنی سوتیلی والدہ خالہ بیناکو اور بارہ مصاحبزادوں یوسف بلکہ یوسف اکبر شاہی خیمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا اور باقی حضرات اور درباری اپنی اپنی کرسیوں پر۔ لیکن یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے تخت پر اکٹھا اپنے قریب بلا لیا یہاں ابوعلی سے مراد والد حضرت یعقوب اور ماں سوتیلی حضرت لیا ہیں۔ آپ کی سگی والدہ فوت ہو چکی تھیں یہ ہو کی بیدائش کے وقت یہی قول درست ہے کیونکہ لفظ یا ابتی کا خوی رحمہ سے یا ہیں کا ماخذ۔ یہ فی لفظ سے یا ہیں کا ترجمہ ہے اور وہ سے نیچے دی گئی ہے یہاں تک کہ مر جائے۔ ہی مالت کی وجہ سے نیا میں کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ یہاں ملک ہوں سے کہ تمہیں نعمت ہوتی تھیں۔ یک قول سے ہے تعالیٰ نے ان کو ملاقات کے لیے مدت کر دیا تھا۔ ہذا ان شاء اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں لفظ ادخلوا سے علیحدہ بھی آیا ہے سے متعلق ہوا ہے ہی طرح یہاں لفظ کا آنا سوائی ماں کے باپ سے

استعمال ہوا ہے۔ سگے ماں باپ کے لیے مخصوص لفظ والد۔ والدہ۔ اور والدین ہے۔ یہ الفاظ چچا ۔۔۔ اور سوتیلی ماں کے لیے استعمال نہیں ہو سکتے۔ ان کی متبنیٰ نہیں ہوتی کیونکہ دونوں سگے ہوسکتے ہیں کلاب اب کے کہ کس کی جمع آباء ہے۔ اور ۔۔۔ باپ چچا۔ دادا پردادا وغیرہ ہوسکتے ہیں۔ حضرت یوسف یہاں تک اس بات کی خصوصیت پھر حضرت یعقوب سے باجازت مشیت ایزدی کے حکم سے سب ساری علم کے بیٹے مصر میں تشریف لے چلے اس وعائیت کے ساتھ اب مصریوں سے ڈرنے اور فرعون مصر کے ظلم کا زمانہ ختم ہوگیا جب ابراہیم علیہ السلام مصر میں پہنچے تو حضرت یوسف یہاں بھی ان کو ایسے قحطی سالی کشف پر ملک میں اس وقت خوشی و محبت اور اعزاز و تکریم کے ساتھ ماں باپ نے بھائیوں نے مصر اور ملک تحت پوری حضرات یعقوب کے حکم سے یا خود ہی سب نے گھٹنے موڑ کر سجدے میں گر گئے یا بیٹھے بیٹھے ہی سجدے میں گر پڑے والد بچوں کو دیکھ کر ماتی سب کی طرف کہ یوسف علیہ السلام درمیان میں تھے اور پاروں طرف گول دائرے میں مثل کعبہ ہو کر یا تحیۃ کا سجدہ تعظیم کہا یا اس حالت کے دوران کہا ہے۔ جان یہ ہے میری اس خواب کی تعبیر جو میں چالیس سال پہلے دیکھا تھا اور آپ کو سنایا تھا آپ نے گھر سے بھائیوں سے چھپایا تھا۔ اس کو میرے رب نے اتنے عرصے کے بعد سچا کر دیا۔ وقد احسن ۔۔۔ حیث اخرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطٰن بینی وبین اخوتی ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم۔ اور بیشک میرے رب نے مجھ پر بڑے احسان فرمائے ہیں۔ کہ جب مجھ کو قید سے نکالا اور تم کو خشک جگہ سے لا کر جمع کیا۔ اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا۔ بیشک میرا رب جس کام کو چاہتا ہے آسان کر دیتا ہے بیشک وہ علم والا حکمت والا ہے۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ اور اس کی بارگاہ میں دعا کی۔ رب قد اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصٰلحین۔ اے میرے رب تو نے مجھ کو ملک عطا فرمایا اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا۔ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھ کو اسلام پر موت دینا اور نیکوں کے ساتھ ملا دینا۔ یہ دعا آپ نے اس وقت کی جب آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ ۲۳ سال تک زندہ رہے۔ ۔۔۔ کی عمر ۱۴۷ سال ہوئی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی میت کو مصر سے لے کر گئے۔ بیشک وہ ہی کائنات کی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ہمیشہ سے جو شک کرنے والے اور شبہ کرنے والے ہیں ان کی عجیب عجیب حکمتوں والا ہے۔ یہ واقعہ ہے جب بنی اسرائیل کی عورتیں بچوں کے ساتھ بچیاں اور ماں باپ کل بہتر افراد تھے جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر توریت کو دل و دماغ کو آزاد ہوتے ہیں جن میں صرف جوان مرد چھ لاکھ پانچ سو تھے (قصص القرآن) سی طرح

فرمایا، دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک جب کہ یہ سے چلی ہے تو صرف امام زین العابدین مرد ہیں نسل پاک فاطمی کا تخمہ خیر اور امام حسن عسکری کا عیب فکر فرزند ہی ہیں۔ مگر آج کائنات میں کثرت سادات کو کون شمار کر سکتا ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے بیس فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کسی رہائی دینے کے بعد پہلے اس کے جرم کا ذکر نہ کرنا چاہیئے نہ اس کو شرمندہ کرنا چاہیئے ورنہ رہائی کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام نے جیل سے نکلنے کا ذکر کیا مگر کنوئیں سے نکلنے کا ذکر نہ کیا اگر بھائی شرمندہ ہوں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کنوئیں کا ذکر نہ کرنا دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ کنواں اتنی بڑی مصیبت نہ تھی جتنی جیل تھی کیونکہ کنواں صرف ایک یا دو دن تین دن یا پانچ سال کی مصیبت تھی کنوئیں میں حضرت جبرئیل کا ساتھ تھا جیل میں چوروں، کنوئیں کا ساتھ کنوئیں میں ماں کو مصیبت تکلیف تھی جیل میں ایمان کو مصیبت تھی کنوئیں کے وقت نابالغ تھے کی رہائی کا تنکر فاعب نہ تھا جیل سے رہائی کے وقت بالغ تھے اس کی رہائی کا تنکر واجب تھا کنوئیں کی تکالیف بھولی بسری ہو گئیں تھیں جیل کی مصیبتیں ابھی تازہ تھیں تیسرے کنوئیں سے بھائیوں اور مجرموں کا تعلق تھا جیل سے قانون کا۔ اسی لیے آپ نے ایک موقعہ پر معصوم عورتوں کا اور ان کے ہاتھ کاٹنے کا ذکر تو کیا مگر زلیخا کا ذکر اس وقت بھی نہ کیا یہ شان نبوت کی فرعدلی ہے۔ تیسرے اور پھر کنوئیں سے نکلنا آسان تھا جیل سے نکلنا قانونی گرفت کی وجہ سے مشکل تھا کنوئیں میں صرف صحت کو نقصان ہوا جیل میں صحت اور عزت کو نقصان ہوا۔ اس لیے کنوئیں کا ذکر نہ فرمایا۔ دوسرا فائدہ۔ ذاتی اختلافات اور جھگڑے کی بنا پر بھائی برادری کا تعلق ختم نہیں ہو سکتا۔ نہ قطع رحمی ہو سکتی ہے نہ عبادات کی سند ہے دیکھو یوسف علیہ السلام نے اور قرآن مجید نے سب اختلافات کے باوجود مخالفین بارہ بھائیوں کو برادری ہی فرمایا۔ اسی طرح یہ بھائی رشتہ بھی ذاتی چیزوں سے نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے حضرت علی نے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اپنا بھائی فرمایا تھا۔ تیسرا فائدہ۔ بارگاہ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بھلائیوں کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے اور برائیوں کو شیطان کی طرف یا نفس امارہ کی طرف نسبت کیا جائے۔ اگرچہ ہر نیکی بدی کا خالق باری تعالیٰ ہے۔ یہ فائدہ [illegible] سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ۔ شہر میں ہمارا تعالیٰ کی حمد ہے۔ کوئی صاحب تبلیغ کی گاؤں میں [illegible] حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ صرف ان ہی کا واقعہ ہے۔

احکام القرآن

آیت کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوئے۔

پہلا مسئلہ۔ ... اس آیت سے ثابت ہوا کہ ...

دوسرا مسئلہ۔ ... سے مستنبط ہوا۔ وہ تیسرا مسئلہ ... سے ثابت ہوا۔

... اس طرح ... ہے ... اس سے ... ہوا ... ہے ... اس ... ہے ... اس ... ہے ... اس

حالانکہ گاؤں کی زندگی نہایت سادہ بھولی بھالی ہوتی ہے دینوی اعتبار سے بھی سخت فرق ہے جواب نمبر ۲ جس سے شہر کو گاؤں پر فوقیت حاصل ہے جس کی بناء پر انبیاء اور علماء قاضی اور مفتی شہر میں رہا ضروری ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ کہ شہری ماحول کاروبار تجارت شہری لوگوں کو روشن ضمیری تہذیب اور عقل عطا کرتا ہے اور کلام الٰہی کا امر ہونے کے لیے دینی امور کی ضرورت یہ شہر کے تو گاؤں میں جاتے مگر شاذ و نادر ایک دو۔ لیکن گاؤں والے شہر ہر روز آتے ہیں وہ شہر کے لوگوں سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ سوم یہ کہ گاؤں کی دولت شہر میں مل جاتی ہے مگر شہر کی دولت گاؤں میں میسر نہیں ہوتی۔ چہارم یہ کہ قانون کا اجرا اور قانون سازی شہر میں ہوتی ہے پس حکومت اللہ کا اختیار لوگ شہر میں ہوتے ہیں ہر علم و فن و صنعت کی شہر میں ہوتی ہے نہ کہ گاؤں میں۔ ششم یہ کہ غیر ملکی وفود سیاح شہر میں آتے ہیں اس لیے وہ لوگ گاؤں والوں سے اور گاؤں والے ان سے ناواقف رہتے ہیں۔ ہفتم یہ کہ۔ ہر برائی پہلے شہر میں پیدا ہوتی ہے گاؤں والے تو بیشمار گناہوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ ہشتم دشمن دینی کی تبلیغ کا مرکز بھی شہر ہوتا ہے۔ نہم یہ کہ شہری لوگوں کو عام طور پر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ گاؤں والے کی بات کا شہر میں اتنا وقار نہیں ہوتا ان وجوہ سے شہر میں تبلیغ زیادہ موثر زیادہ ضروری، اور زیادہ مفید ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک مقصد تبلیغ و اجراء قانون الٰہی اور دین خداوندی کی بالادستی قائم رکھنا بھی ہے اس لیے ان کا شہر میں آنا نعمت الٰہیہ ہے اسی طرح علماء فضلاء مفتیین۔ کے لیے شہر کی رہائش افضل ہے کنعان کا گاؤں حضرت یعقوب کا وطن نہ تھا یہ عارضی قیام تھا اصلی وطن پہلے فلسطین تھا پھر فرعی مصر ہو بلکہ کسی نبی کا وطن کبھی کوئی گاؤں نہ ہوا۔ گاؤں کا حکومت خانہ تو صوبہ۔ ہدیں گوشہ نشین حضرات کا مسکن ہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تصوف کی کتابوں میں یعقوب کنعانی گویا روح انسانی ہے نفس مطمئنہ زوجہ لیا اور بنیامین برادران یوسف ہیں حواس بدنی بنیامین سے اور قلب برزخی یوسف مصری ہے۔ وہ معرفت کا ملہ کا ملک گویا عالم مصر ہے نفس امارہ کے تمنیات و رذائل بدویکنعانی ہے۔ اولاً مرد کامل کے قلب صنوبر کو عرش الٰہی کے تخت پر نشست دی جاتی ہے۔ قلب کی قوت و زینت سالک کے قالب کی قوت و زینت ہے۔ جب قلب مزین بروح نفس کو اوصاف حمیدہ کو رذائل اعمال کے حلوس میں اپنی جانب متوجہ کرتا ہے تو اپنے عوامل بقایائے تخریب دنیا کا مزدہ سناتا ہے۔ اور اوصاف حمیدہ کو وہ رفقیں ملتی ہیں۔ جو کبھی حاصل

نہ تھیں۔ بندۂ مومن کو چاہیئے کہ اگر قرب مولیٰ کی رفعتیں چاہتا ہے تو دل کو درست رکھے۔ یہ وہ معراج مرتبت ملی ہے کہ روح انفس کے سورج و چاند اور اوصاف نفسی کے تیکتے ستاروں سب دل منور کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں یہ ہی اسرار رحمانی کی کنجی ہے یہ خرابی شارہ ہی حیات دنیا کا مقصد اول ہے اس کی بنا عالم ارواح کی تربیت و ربط ہے کہ کن سے ہوتی ہے اور قرآن عارف کے تحت پر ظہور ہوتا ہے۔ بندہ صالح کے ان کمالات و فتوحات کو رب تعالیٰ وقت موت اور قبر میں ظاہر فرما کر سچا کرتا ہے وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ کہ انسان ہے رب قدیر کا جس نے معاصی و شہوات سے بچنے والے صابر کو شریعت کے ذریعے اصلاح طبیعت کرلے والے صالح کو موت ظلمت کی ظلمت میں ہوا کے قیدی کو کثافت کی جیل سے نکالکر نور حقیقت کا تاج پہنایا اور اپنے قرب کے خاص تخت پر بٹھایا اور اسی ربانی ظاہر اوصاف بشری کو تمہاری ولادت کے گاؤں سے نکال کر مصر وصال میں پہنچایا۔ ان تعلیم میں فراق والے و شیطان سے جس کا نفس امارہ پر قابض ہے وہی اوصاف نفسی کو وسوسا اور درجات سے۔ بیشک میرا رب نور معرفت دینے والا لطیف ہے۔ اپنی مشیت میں وہی علیم و حکیم ہے وہ صحبت نبوت میں پہنچانے والا حکمتوں والا ہے۔

حضرت مقال نے فرمایا کہ محض امید سے کچھ نہیں ملتے ہیں۔

۱۔ نماز میں قلب کی حفاظت کرنا ۲۔ غیبت گھر میں آنکھ کی حفاظت کرنا ۳۔ لوگوں میں زبان کی حفاظت کرنا ۴۔ خلوت میں خیالات کی حفاظت کرنا ۵۔ اللہ کو یاد رکھنا ۶۔ موت کو یاد رکھنا ۷۔ اپنے احسان کو بھول جانا ۸۔ دوسرے کی بدی کو بھول جانا اے طالب مولیٰ تیری شریعت تیرا کعبہ ہے۔ دنیا احوال کی جیل ہے۔ احوال سے نکلنا تخت معرفت کی لذت کو پانا ہے۔

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ

اے رب میرے بیشک تو نے مجھ کو سے ملک اور سکھایا تو نے مجھ کو

سے میرے رب بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے بعض باتوں کا

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

سے تعبیر کا علم باتوں کی اے آسمانوں کو پیدا کرنے والے

تمام نکال سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے

وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

اور زمین کو تو مددگار ہے میرا دنیا میں اور آخرت میں

بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

وفات دے تو مجھ کو سلامتی والا بنا کر اور ملا دے مجھ کو ساتھ نیکوں کے

مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَ

وہ سب سے خبروں غیب کی ہم وحی کرتے ہیں ان کو طرف آپ کی حالانکہ

نہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور

مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَ

نہیں تھے تم ان کے نزدیک جس وقت انہوں نے اپنے کام کا ارادہ جمع کئے تھے

تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ

هُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ

وہ فریب کر رہے تھے ۔ اور نہیں ہیں بہت لوگ اگرچہ

دانوں چل رہے تھے اور مگر آدمی تم کتنا ہی چاہو

حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ

آپ خواہش کریں۔ مومن ہونے والوں سے حالانکہ نہیں مانگتے تو تم ان سے پر

ایمان نہ لائیں گے اور تم اس پر ان سے کچھ اجرت

مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

اس کوئی فیس نہیں ہے یہ مگر یاد دہانی کہ تمام جہانوں۔

نہیں مانگتے یہ تو نہیں مگر سب کے جہان کو نصیحت۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف رب کی حمد و شکر کرتے ہوئے اپنے بھائیوں اور اہل خانہ سے مخاطب تھے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ حضرت یوسف گھر والوں سے علیحدہ ہو کر کس طرح اپنے رب کریم کے حضور بطور شکریہ حمد و نماز اس کی نعمتوں کا اظہار فرما رہے ہیں۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کا بھائیوں اور ماں باپ سے دنیوی ملنے کا ذکر ہوا اس سے پرانے فراق ختم ہوئے۔ اب ان آیات میں حضرت یوسف کی ان فریادوں، عاذل نعمتوں کا ذکر ہے جس کا تعلق اخروی ملاقات اور موت کی آخری طلب سے ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں اتمام یوسف علیہ السلام کے آخری مراحل کا ذکر ہوا اس میں یوسف علیہ السلام اپنے رب کی نعمتوں کا چرچہ فرما کر شکر الٰہی ادا کر رہے ہیں۔ ان آیات میں آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی علیہ علم غیب کا تذکرہ ہے۔ **چوتھا تعلق**۔ پچھلی آیت میں اس محنت اور جماعت کا ذکر ہو حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام کو اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے تھی۔ ان آیات کریمہ میں اس محنت اور جماعت کا تذکرہ ہے جو محمد پاک کو کل عالمین سے ہے۔

تفسیر نحوی رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

رب۔ دراصل تھا یا ربی منادی مضاف بیاء متکلم حرف ندا محذوف ہے یاء متکلم بھی حذف کر کے یہ علم ہوئی بحالت زیر ہے کیونکہ منادی مضاف ہے قد تحقیق فعل ماضی قریب ہے صیغہ واحد حاضر فاعل

ذاتِ باری تعالیٰ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ سے تینوں کا اکٹھے سے متفق ہے بھی دینا۔ لینا۔ آنا یہاں پہلے معنی میں ہے مِنْ حرف جر تبعیضیہ مُلْکِ الف لام استغراقی ہے۔ اگر ف لام عہدی ہو تو مِنْ بیانیہ ہوگا۔ و عاطفہ۔ عَلَّمْتَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ واحد حاضر نون وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ مِنْ حرف جر بیانیہ یا تبعیضیہ تَاْوِیل۔ مصدر باب تفعیل کا اَوْلٌ سے مشتق ہے۔ مہموز الفاء اور اجوف واوی مرکب اضافی الْاَحَادِیْث مضاف الیہ سے مل کر جمع ہے حَدِیْثٌ کی بمعنی بات سے بنا ہے بروزن فَعِیْل ہے بمعنی محدوث یعنی ظاہر ہوگئی ہوئی یا پیدا کی ہوئی حالت یا روایت۔ دونوں میں ظاہر اسم فاعل لطف سے بنا ہے بمعنی نئے جیسا کہ ابتدا سے کسی کو علامۃً کسی کا ماخذ اصلیہ بنانا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں بحالت نصب ہے یا اس لیے کہ نعت منادی کی صفت ہے یا اس لیے کہ خود مستقبل منادی مضاف ہے اور یہاں حرف ندا یا پوشیدہ ہے۔ اَلسَّمٰوٰتِ مضاف الیہ ہے ظاہر منادیٰ کا جمع سَمَاءٌ کی و حرف عطف ہے۔ اَلْاَرْضِ۔ بحالت جر کیونکہ تابع عطفی ہے سمٰوات مجرور مضاف الیہ کا۔ الف لام جنسی ہے۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع مبتدا ہے وَلِیّ مَرَّ اثبانی۔ مضاف الیہ ہی متکلم بحالت رفع ہے خبر ہے مبتدا کی۔ موصوف ہے اس کی صفت موجود اسم مفعول پوشیدہ ہے فِی حرف جر اَلدُّنْیَا مؤنث اسم تفضیل سے اس کا مذکر اَدْنٰی ہے دَنَاءَۃٌ سے بمعنی گھٹیا ہونا ذلیل ہونا۔ قریب ہونا۔ نا ہونا۔ یہاں مراد عالم دنیا ہے یعنی دُنیوی فانی زندگی وَ عاطفہ کَا فَرْتَ اسم فاعل صیغہ مؤنث بروزن فَاعِلَۃٌ مہموز الفاء سے مشتق ہے بمعنی پیچھے ہونا۔ بعد میں ہونا۔ یہاں مراد قیامت کے بعد والا جہاں۔ یہ عطف اور جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ اَنْتَ کا تَوَفَّ فعل امر باب تفعل سے ہے صیغہ واحد حاضر لام کلمہ پر جب ساکنین گر گیا۔ کیونکہ ف مشدد اور لام کلمہ دونوں ساکن تھے نون وقایہ۔ نون وقایہ وہ ہوتی ہے جو اعراب کو بچائے۔ وقایہ کا معنی ہے بچانے والی ی ضمیر متکلم مفعول بہ مُسْلِمًا اسم فاعل باب افعال کا اِسْلَامٌ سے بنا ہے بمعنی سلامتی والا بحالت نصب ہے حال ہے ی متکلم کا وَ عاطفہ یا بتدائیہ اَلْحِقْ فعل امر باب افعال سے ہے لَحْقٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی شامل ہونا۔ ملنا۔ قریب ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں ب حرف جر بمعنی مع یعنی ساتھ نَصْلِحِیْنَ۔ جمع ہے صَالِحٌ کی۔ صُلْحٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی نیک ہونا۔ مٹ جانا ہونا سے مشتق ہوا۔ صَلَحَ اسم فاعل صیغہ جمع ہے یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعید کے لیے مبتدا ہے مِنْ حرف جر اَنْبَآءِ کی مضاف الیہ ہے نَبَاءٌ کی بمعنی خبر۔ جس سے تمیز کرنی پاک غیب جانتے ہیں جیسا کہ تفسیر عالمگیر میں ثابت کیا جائے گا اَلْغَیْبِ الف لام عہدی یا جنسی غیب بمعنی پوشیدہ۔ اصلاح میں غیب اس کو کہا جاتا ہے جو انسانی حواس ظاہرہ سے نہ جانا جا سکے یہ جار و مجرور متعلق سے پوشیدہ

ثمانیۃ کے اور یہ جملہ اسمیہ خبریہ ذالک مبتدا کی توجیہ فعل مضارع معروف بمعنی ماضی مطلق بصیغہ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ ہے و ضمیر واحد مذکر غائب مفعول بہ ہے نوحی کا اس کا مرجع انباء ہے من تبعیضیہ کی وجہ سے ضمیر واحد آئی نوحی باب نصر سے ہے وحی سے مشتق ہے الی جارہ الیک ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جملہ فعلیہ حال ہے انبا کا یا ذالک مبتدا کی دوسری خبر ہے و جملہ ماکنت فعل ماضی مطلق منفی تامہ سے صیغہ واحد مذکر حاضر اس کا فاعل وہی کاف ضمیر ہے لدی۔ اسم ظرف ہے اس کے تین معنی ہیں عند قریب قریب رہ نشین رکھنا مدّ کسی کے ساتھ پرورش پانا مدّ پاس اور قریب ہونا یا سامنے ہونا۔ اسی معنی میں لدن ہے مگر دو طرح فرق ہے۔ ایک کہ لدی غیر اضافت بھی آجاتا ہے مگر یہ مضاف ہی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ لدن سے پہلے من حرف جر آجاتا ہے مگر لدی سے پہلے من نہیں آتا۔ (منجد صفحہ ۱۰۱۸) یہاں بمعنی قریب ہے اور بحالت نصب ہے ظرف ہے ماکنت کا۔ یا ماکنت ناقصہ ہے اور یہ اس کی خبر ہے یہ پورا جملہ حال ہے لک ضمیر کا اذ اسم ظرفیہ زمانیہ ہے یہ پورا اگلا جملہ ظرف ہے ماکنت کا اجمعوا فعل ماضی بصیغہ جمع مذکر حاضر باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول اس کا فاعل برادران یوسف۔ امر بمعنی معاملہ یا واقعہ ھم ضمیر جمع غائب کا مرجع بھی برادران یوسف مفعول بہ ہے اجمعوا فعل کا و حالیہ اگلا جملہ حال ہے امرھم کی ھم ضمیر ہے یمکرون جملہ فعلیہ فعل بافاعل خبر ہے مبتدا کی۔ مکر سے مشتق ہے بمعنی تدبیر خفیہ یا مکر فریب یا چال بنانا یہاں دوسرے دو معنی مناسب ہیں فعل ماضی استمراری ہے دراصل تھا کانوا یمکرون مانسا کے قرینہ سے کانوا حذف ہوا۔ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعٰلَمِينَ وَسر جملہ ما حرف نفی مشبہ بلیس اکثر اسم تفضیل کثر سے جانے بھی بہت زیادہ مضاف ہے الناس۔ الف لام عہدی مراد یہودی اور اہل مکہ یا استغراقی ہے یہ مرکب اضافی مرفوع اسم ہے ما کا۔ و کصلیہ لو حرف شرط اس کا وصل لہذا جواب شرط پوشیدہ ہے ظاہراً ضرورت نہیں۔ پوشیدہ جزا اس طرح ہے۔ ولا حرصت لا یؤمنون حرصت فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر یہی مکمل ہوگیا کیونکہ یہ ما کے اسم و خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ ب جارہ بمعنی من تبعیضیہ مؤمنین جمع مذکر سالم قلت ہے مومن سے مراد ہے مسلمان جار مجرور متعلق ہے کما یا لا نافیہ کے خبر ہے ما کی و سر جملہ ہے یا حالیہ ما تسئلھم فعل مضارع منفی ہے سئل سے مشتق ہے صیغہ واحد حاضر اس کا فاعل ضمیر کا مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم و ھم ضمیر جمع اس کا مفعول بہ سئل کے معنی مانگنا بہرحال متعدی ہوتے ہیں کلیہ جار و مجرور کا تعلق تسئل سے ہے و ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا مرجع معنوی یعنی تبلیغ اسلام یا اس کا مرجع آتیا ہے من جارہ تبعیضیہ ہے اجر مجرور

ہے بمعنی تنخواہ یا اُجرت۔ ان نافیہ ھو ضمیر مرفوع منفصل مبتدا الانوف۔ مثنا بمعنی سوا حصر کے لیے ہے فقہ ہے ذکرٌ مصدر ہے اس میں تین قول ہیں یا مصدری معنی میں ہے تب مطلب ہوگا۔ نصیحت دینا۔ یاد دلانا۔ یا اسم فاعل کے معنی میں ہے تو یاد دلانے والا یا بمعنی مذکور ہے یعنی مشہور یا نصیحت لایا ہوا یا مقبول۔ قانون۔ یہ آخری معنی مرجوع میں لام جارہ نفع کا ہے العٰلمین۔ الف لام استغراقی جمع کثرت ہے عالم کی عالم کا معنی ہے ایک قسم کی پوری مخلوق جمع کثرت الف لام کی وجہ سے ہوئی۔ دس تک جمع قلت ہوتی ہے۔ دس سے اوپر تمام گنتی جمع کثرت ہے۔

تفسیر عالمانہ

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ قولہ یوسفی کی مدت میں اختلاف سے ایک قول اٹھارہ سال ایک ہے بائیس سال ایک ہے چھتیس سال ایک ہے پینتیس سال ایک مشہور روایت ہے چالیس سال اسی پر اکثریت ہے۔ ایک ہے سو سال ایک ہے اسی سال۔ آپ کی عمر شریف کل ایک سو بیس سال اور زلیخا کی ایک سو پچاس سال اور وہ اخیر تک جوان ہی رہیں کیونکہ یہ جوانی نبی کی دعا سے ملی تھی یوسف علیہ السلام سے تقریباً بیس سال بڑی تھیں حضرت زلیخا کی وفات میں دو قول ہیں ایک یہ کہ آپ یوسف علیہ السلام کے ایک سال بعد فوت ہوئیں دوسرا یہ ہے کہ آپ یوسفی میں پہلے کی طرح جوانی ہوگئی تھیں ایک قول ہے کچھ دن بعد فوت ہوئیں۔ حضرت یعقوب مصر میں چھبیس سال رہے یہیں وفات پائی اور وصیت فرمائی کہ میری میت کو میرے آبائی قبرستان فلسطین میں حضرت اسحٰق کے مزار کے پاس دفن کیا جائے چنانچہ اُس پر عمل کیا گیا۔ حضرت یوسف خود فلسطین تشریف لے گئے اور پھر وہ پس مصر تشریف لائے وفات والدہ کے بعد آپ تیرہ سال حیات رہے آپ کے سب بھائی آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے صرف بنیامین چار سال بعد فوت ہوئے حضرت یوسف کی ایک ہی بیٹی تھیں افرائی رحمت ان کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے بنیامین نے کرایا بعد وفات یوسف علیہ السلام، یہ مندرجہ بالا دعا حضرت یوسف نے وقت وفات عرض کی اسی سے مورخین استدلال لیتے ہیں کہ حضرت یوسف وفات تک بادشاہ مصر رہے پھر کافی عرصہ بنی اسرائیل کی ہی حکومت رہی یہاں تک کہ فرعون موسوی نے حکومت چھینی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے اُسی وقت والدِ محترم اور سب بھائیوں کی موجودگی میں بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا۔ اے میرے پالنے والے اللہ تو ملک تو نے ہی مجھ کو تیسے دور زمانے تک بغیر کسی آشار و تعریق اور فساد و جنگ کے تمام علاقہ مصر کے کچھ شاہی اختیار اور قانون سازی۔ انتظامی کی مضبوط سلطنت عطا فرمائی۔ رب نے حضرت یوسف کو نو نعمتیں عطا فرمائیں نبوت۔ حکومت۔ رزق۔ علم تعبیر۔ سیاست۔ حسن۔ ملک کے خزانے۔ اولاد کثیر۔ امن عافیت۔ ایک قول ہے کہ آپ کے بعد یہودا بادشاہ بنے

تاریخوں میں ہے کہ دنیا میں علاقہ مصر کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت یوسف سے لے کر آج تک کسی بیرونی فوج کی لڑائی اس علاقے میں دیکھی نہ سنی۔ اور اے میرے پروردگار تو نے ہی خوابوں باتوں کا سچا مطلب نکالنا مجھ کو سکھایا۔ اور کتب الٰہیہ یعنی صحائف حضرت آدم اور صحائف ابراہیمی کے گھرے اسرار کی مجھ کو سمجھائی اور نوعیت کی باتوں کو تو ہی آسمان زمین کو بنانے والا ہے سنبھالنے والا پھیلانے والا نشوونما دینے والا ہے۔ تو ہی کل مخلوقات کی کی ایسی بنا فرمائی جو دنیا حالوں کی انتہاؤں سے زیادہ مکمل و مضبوط ہے۔ میرا والی مددگار ہر لمحہ ہر حال سے خبردار تو ہی ہے۔ دنیا میں اعمال خیر رزق وسیع قوت و طاقت علم و دانش حسن و صحت دے کر اور آخرت میں۔ ثواب اعمال جزا اور ایمان رضا کا تحفہ۔ مجھ کو دنیا کی آخرت دے کر اے کریم محبت کرنے والے رب جب بھی کبھی میری وفات کا وقت ہو تو مجھ کو اس حالت میں موت نہ دیکہ میرا ہر چھوٹا سلامت رہے جسم روح اعتبار اعمال ایمان۔ فرمان برداری اے میرے ہمیشہ قریب ہونے والے مولیٰ مجھ کو دنیا کی ظلمت کے بدلے آخرت کی جلوت عطا فرما۔ اور دنیا کی تمنا کے بدلے آخرت کی مانگی صلحین عطا فرما دنیا کی بری محفلوں کو چھوڑنے کے اجر میں اپنے پیارے اور نیک بندوں کی محفلیں عطا فرما اے میرے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر تیرے دشمنوں کو چھوڑا تو اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ مجھ کو نیکوں سے جوڑ دے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ اور وہ تمام واقعات یوسف جو اس سورت یوسف کے لیے ہیں اس کے علاوہ بہت سی مزید تفصیل دی خفی احادیث روایات وغیرہ کے ذریعہ جو کچھ آپ کو بتلایا گیا وہ سب اس سے پہلے غیب کی خبریں تھیں اور سب مخلوق کے لیے غیب تھیں ہم نے آپ کو وحی کر کے یہ مخفی قصے آپ کو بتائے اور آپ ان لوگوں کو بتائے اس طرح کہ اس واقعے کی کچھ باتیں پہلے یہودیوں کو بذریعہ توریت زبور انجیل معلوم ہوئیں اور کچھ باتیں بذریعہ جبرئیل علیہ السلام وحی جلی سے سنائی گئی اس طرح بہت کچھ باتیں نہ توریت میں تھیں نہ انجیل میں نہ کسی کو معلوم تھیں۔ کچھ غیبی باتیں وہ ہیں اسے جیسے جو بالکل ہی مخفی ہیں جبرئیل کو بھی نہیں معلوم نہ قرآن مجید میں ظاہر کی گئی صرف وحی خفی سے آپ کو ہی پتہ لگا۔ مگر عام وحی کرتے تو آپ کو پتہ دیتا کیونکہ آپ ان کے پاس نہ تھے۔ اور اس واقعے کا آپ نے عالم ارواح میں مشاہدہ کیا تھا اگرچہ بہت سے واقعات عالم کو آپ نے عالم ارواح میں بعینہٖ مشاہدہ فرمایا تھا۔ اس لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر فرما کر وہ عالم سے یاد کرانے جاتے ہیں۔ اُمّی کو صرف وہی واقعہ یاد کرایا جاتا ہے جو اس نے دیکھا ہو۔ واقعات یوسف کا علم حق کریم کو دو طرح دیا گیا وحی جلی سے یہ پوری سورت اور وحی خفی سے وہ باتیں جو آپ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث و روایات مشہورہ بیان فرمائیں۔ روایت ہے کہ توفی کی دعا کے بعد حضرت یوسف ایک ہفتہ حیات رہے اور یہ آپ کا آخری

کلام تھا پھر کسی نے آپ کو اونچا بولتے نہ سنا آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے سنگ مرمر کے صندوق میں آپ کو دریائے نیل کے مصری جانب دفن فرمایا تو اس طرف میں اتنی برکتیں کھیتیاں باغات ہوئے کہ لوگ ادھر کی زمینوں والے خوش حال ہو گئے۔ تو ادھر والوں نے مانگ کو خفیہ آپ کا تابوت شریف نکال کر اپنی جانب کنارۂ نیل میں دفن کر دیا تو ادھر برکتیں شروع ہو گئیں جب ادھر کے لوگوں کو علم ہوا تو جھگڑا شروع ہو گیا چنانچہ آپ کو تیسری مرتبہ دریائے نیل کے بیچ ایسی جگہ دفن کیا جو اونچی اور خشک جگہ تھی۔ صدیاں گزرنے کے بعد وہ جگہ پانی میں آ گئی تو چوتھی مرتبہ حضرت موسیٰ نے ایک بڑھیا کی نشان دہی پر بحکم ربانی فلسطین اپنے ساتھ لیجا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا حضرت یوسف کے دفن مصر سے لے کر حضرت موسیٰ تک چار سو سال کا عرصہ ہے۔ بنی اسرائیل کے پہلے نبی یوسف علیہ السلام ہیں اور آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بنی اسرائیل میں کل انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے سوا کیاسی ہوئے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب خیال رہے کہ قرآن مجید میں تقریباً چار صفات میں رب تعالیٰ نے فرما کر اسے بیان سے جیب تم اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔ باقی واقعات کو ذکر فرما کر عنایت فرمایا گویا کہ یہ واقعات کا مشاہدہ نبی کریم کو پہلے ہی تھا جب وہ ہو رہے تھے۔ وہم بکرون سے مراد یا کنعان کے پاس جمع ہونا اس سے پہلے مصر پہنچ جانے کے وقت جمع ہونا ہے جب اکٹھے ہو کر عالم علی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا تو کفار کے ہوش اڑ گئے حیران ہوئے لاجواب ہوئے مگر ضد کے پکے ایمان نہ لائے ملائکہ نبی کریم اور صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو رنج ہوا۔ رب نے فرمایا کہ اے حبیب آپ چاہے کتنی ہی ان کے ایمان لانے کی خواہش کریں مگر ان کی بدبختی اکثریت ایمان نہیں لائے گی لہٰذا اے حبیب آپ کو زبان سے کچھ فائدہ نہ ہو گا نہ لانے سے نقصان ہو۔ آپ کو تو تبلیغ اور بھی خواہش کا ثواب مل ہی جائے گا۔ ماضیہ قرآن مجید یا آپ کی باقی تبلیغ وعظ احادیث طیبات وغیرہ یہ تو سب جہانوں کے لیے اکرانی یا نصیحت۔ یاد دہانی۔ یا حمد و نعت کا بروجہ سے یا اطاعت اطاعت ہے۔ اگرچہ کافر نہیں مانتے تو جائیں جہنم میں۔ آپ کی نعتیں اور حمد باری تعالیٰ تو فرش و عرش لوح و قلم تک پھیل ہوئی ہیں سب مخلوق اس اکر میں مشغول و مسرور ہے۔

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ ہر مسلمان کو ہر وقت اچھی صحت کی دعا کرنی چاہیئے کہ حالت رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

دوسرا فائدہ۔ دعاؤں سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا ضروری ہے اور آخر میں ہم مسلمانوں کے لیے درود شریف پڑھنا مفید ہے کہ یہ حدیث قبولیت ہے۔ ایسی دعاؤں سے زیادہ دینی دعاؤں کو اہمیت دینی چاہیئے۔

یکمشت افادہ ۔ اللہ کی نعمتوں کا چرچہ کرنا سنت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ چوتھا فائدہ ۔ نیکوں کی صحبت دنیا و آخرت میں مفید ہے دیکھو یوسف علیہ السلام اولوالعزم رسول ہیں لیکن صحبت صالحین کی دعا عرض کر رہے ہیں۔

احکام القرآن ان آیات کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ موت کی دعا مانگنی منع ہے لیکن موت کی تمنا کرنا دینی اغراض سے جائز ہے۔ مگر دنیوی پریشانیوں سے تمنا اور دعا دونوں ناجائز ہیں ۔ دعا اور تمنا میں فرق یہ ہے کہ دعا اس کا نام ہے کہ یا اللہ مجھے ابھی موت دے۔ یہ ہر حال دینی دنیوی ہر طرح گناہ حدیث پاک میں صراحتاً ممانعت آئی ہے ۔ تمنا یہ ہے کہ یا اللہ جب بھی میری موت کا وقت ہو تو مجھ کو اس طرح اس حال میں ماننا ۔ یہ تمنا دینی جائز ہے دنیوی حرام ہے ۔ یہ مسئلہ ۔ توفنی مسلماً سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ انبیاء کرام کو علم غیب ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا جائز ہے ۔ رب تعالیٰ کا علم وسیع ذاتی ہے اور انبیاء کا عطائی جو ہوا بھی۔ اسی طرح اظہار علم غیب بھی عطاء علم غیب سے ہے ۔ جس رب تعالیٰ جس پر جو غیب ظاہر فرمائے اس کو علم غیب ملا ہے اور وہ غیب دان ہوتا ہے یہ مسئلہ من نباء الغیب سے مستنبط ہوا ۔ منکر غیب رسالت ہو اور یہ عقیدگی اور بدعت ہے۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ انبیاء کرام دین کی کسی تبلیغ پر اجرت ۔ فیس ۔ اور دنیوی دولت نہیں مانگتے ۔ مسلمانوں کو بھی صرف زبانی مسئلہ بتانے پر اجرت مانگنا ناجائز ہے علماء کرام فرماتے ہیں چار کاموں پر اجرت فیس ۔ معاوضہ مانگنا حرام ہے مثلاً نماز پڑھانے پر قاضی کر نماز روزہ مثلاً تلاوت قرآن مجید پر مثلاً زبانی مسئلہ بتانے پر۔ مثلاً تعویذ لکھ کر دینے پر ۔ اور چار کاموں پر اجرت فیس مقرر کرکے لینی جائز ہے مثلاً فتویٰ لکھ کر دینے پر جب کہ کسی ادارے یا حکومت کی طرف سے اس کام کی تنخواہ ملتی ہو۔ مثلاً چل کر جا کر تقریر کرنے پر مثلاً کسی کو کسی دینی کام کے لیے وقت دینے پر بننے وقت کی اجرت لینا جائز ہے۔ مثلاً دینی درس گاہ مدرسہ پر۔ خواہ دینی کتب پڑھانا ہو یا قرآن مجید۔ **چوتھا مسئلہ** ۔ دین اسلام ۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سارے جہانوں کے لیے ابد الآباد تک صحیح اور قانون ہیں۔ اب اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اسلام کی شریعت کو ترک کرنا گناہ عظیم ہے یہ مسئلہ ذکر تعفینیں سے مستنبط ہوا۔ یا اللہ تیرا شکر و کرم ہے کہ تو نے مجھے سنی بریلوی مسلمان بنایا

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

اعتراضات **پہلا اعتراض** ۔ یوسف علیہ السلام نے ملک ملنے کا ذکر کیوں کیا یہ تو دنیا داروں کی باتیں ہیں دنیا والوں کو دنیوی چیزوں کی خوشی ہوتی ہے۔ یہ بات اور ملک گیری کی خوشی شان نبوت کے خلاف ہے۔

جواب۔ دنیا کی چیزیں اُس وقت تک دنیا رہتی ہیں جب تک دنیا کے لیے استعمال ہوں۔ لیکن جب دنیوی چیزیں اشاعتِ دین کا ذریعہ ہو جائیں تو وہ دین بن جاتی ہیں۔ انبیاء کرام صحابہ کبار اور اولیاء اللہ کے پاس دنیا دین بن جاتی ہے اس لیے وہ دنیا بھی نعمتِ الٰہی ہے۔ دین بننے کی نشانی یہ ہے کہ صاحبِ دنیا۔ دنیوی اشیاء سے عیش و عشرت حاصل نہیں کرتا۔ جیسا کہ خلفاء راشدین کی زندگی۔ خلافت کے ملنے سے زمانے میں لاتر کشی موٹا جھوٹا لباس، روکھا سوکھا خوراک ورنہ اکثر کی اختیار کی جب کہ اُن کے غلام عیش و آرام میں تھے۔ بلکہ زندگی محنت مزدوری اور چکی پیستے گزری۔ یہی حال یوسف علیہ السلام کا رہا۔ تاریخ میں ہے کہ آپ نے سارے دورِ سلطنت میں اپنے سر پر تاج اور اچھا لباس نہ رکھا۔ صرف ایک دفعہ جب والد صاحب آئے تو اُن کے سامنے تحدیثِ نعمت کے لیے اچھا شاہی لباس اور تاج پہنا تھا۔ بادشاہ کی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کے علاوہ سارا زمانہ مصر سلطنت بھاگ دوڑ مزدوروں کی طرح کام کاج ملک و اہل میں بسر ہوا اب دعا میں ملک کا ذکر اس لیے کیا کہ ملک ملے۔ یعنی عبادتِ الٰہی خدمتِ دین و خلقِ خدا میسر ہوئی تھی نہ کہ عیش پرستی۔ فائدہ: ایسی سلطنت کا ذکر کرنا عین ایمان ہے۔

دوسرا اعتراض۔ علم اللہ کی بڑی نعمت ہے اور ملک گیری چھوٹی نعمت ہے تو چاہیے کہ پہلے علم اللہ عطا ہونے کا ذکر فرماتے بعد میں ملک کا۔

جواب۔ ظاہری تبلیغ میں ہمیشہ پہلے ظاہر چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ سامعین کو سلامی سمجھ جلسے باطنی نعمتوں کا ذکر بعد میں۔ علم باطنی نعمت ہے تک سلطنت ظاہری نعمت اور حضرت یوسف کا یہ کلام صرف عبادتِ الٰہی نہ تھا بلکہ تبلیغ دین بھی تھا۔ نیز دنیا والوں کے سامنے اس نعمت کا ذکر پہلے کرنا چاہیے جس کا دنیوی مقام سے زیادہ مقام ہے۔ دنیا داروں کے نزدیک علم سے زیادہ دولت و حکومت کی قدر ہے اور عوام دنیوی و عامت حاملت کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھتے ہیں اس لیے ان کی ذہنی کیفیت کے اعتبار سے پہلے ملک کا نام لیا اور سمجھا دیا کہ اسے دنیا کی دولت دار یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو برباد نہ کرو بلکہ آخرت کا سرمایہ بناؤ۔ تیسرا اعتراض۔ یوسف علیہ السلام نے تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا کیوں۔ عاقبت کیا ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ نبی ہوں اور نبی ایمان پر ہی فوت ہوتے ہیں۔ جواب۔ سب کچھ معلوم تھا بلکہ نبی کو نبی ہونے کا علم روح سے پتہ ہوتا ہے اور حسن خاتمہ کا بالکل یقین تھا مگر یہ دعا دو وجہ سے مانگی۔ پہلی یہ کہ تمام انبیاء اسی کے لیے یہ عرض کی دوسری وجہ یہ کہ اظہار عجز انکسار۔ عبودیت اور دعا مناجات سے رغبت اور شدت محبت الٰہی کے لیے اور یہ تواضع کے لیے امت کی تعلیم کے لیے یہ سب فائدے صرف نہیں بلکہ نبوی ترجمہ سے جس طرح مناسب تھا جیسا کہ ہم نے اللہ میں واضح کر دیا۔ اب کوئی اعتراض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ہندۂ عارف کو درگاہ قدس سے کیسی اقبال کی حکومت نصیب ہوتی ہے حاسد اس کا علم سکھایا جاتا ہے۔ اور اہل حیلہ و مراعی لطیفہ کی تاویل نکالی جاتی ہے کیونکہ وہ خواہ قدس کا عارف ہو یہی کہنے والا ہے۔ الٰہی کائنات سے جس طرح تو نے زمین اور عالم جسمانیت کے آسمان پیدا فرمائے ہیں اسی طرح عالم انوار میں ملک ترقی کے ساتھ آسمان اور تنزل کی ایک زمین بنائی ہے ملک بقا کے ساتھ آسمان فنا کی ایک زمین بنائی ہے ملک لقاء الٰہی کے ساتھ آسمان و سکون تجلی کی ایک زمین تخلیق کے سات آسمان اور ظلمت نفسانی کی ایک زمین ملک جمال مشق کے ساتھ آسمان اور جلال ہیبت کی ایک زمین۔ ملک رحم کے سات آسمان غضب کی ایک زمین۔ ملک بندگی ماسوی کے ساتھ آسمان گویا اس کی ظاہریات عمل کے سات آسمان ہیں۔

ملک ایک قسم آسمان خود پرستی خود نمائی ہے ملک دوسرا قسم آسمان ہمت ہے ملک ایک گھٹنا آسمان ظاہریات ہے ملک دوسرا گھٹنا آسمان غریب ہے ملک ایک ہاتھ آسمان تجرید و غربت ہے ملک ایک ہاتھ خود نمائی اعمال کی۔ ملک سر آسمان تدبیر ہے یعنی خدا ان تمام عقلی قوتوں کو سمیٹ کر زمین نیاز پر سجدہ ریز ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ مولیٰ تو ہی ان قوتوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ میں نے یہ تمام قوتیں تیرے سپرد کر دیں کیونکہ تو ہی دنیا، شریعت میں اور آخرت طریقت میں دنیا حقانی میں آخرت رہانی ہیں۔ دنیا ظاہر میں آخرت باطن میں دنیا ظاہر فانی میں آخرت باقی میں یہ دنیا۔ عالم۔ علم ہے۔ تیرے سوا کوئی مجھ کو وہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے میرا تشخص تجھ پر آشکارا ہے اس لیے جب بھی تو نے چاہا مجھ کو مسلمان موت دے تو مجھ کو بقا کی سلامتی والا بنا۔ اور طالبان نفس کی تمناؤں سے بچا کر ہمارا محل قرار جنت نعیم لامحدود نے فرمایا موت ایک تحفہ ہے ہر عارف کے لیے تحفہ ہے۔ مرنا کامل کے لیے الوہیت نامہ ہے۔ فاسق کے لیے تحفہ ہے۔ کافر کے لیے عذاب ہے۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ کافر کی موت اہل دنیا کے لیے استراحت ہے فاسق کی موت زمین کی زینت ہے اور عافیت ہے۔ اغنیا کی موت کثرت سے علماء کی موت اہل دنیا کے لیے مصیبت ہے فقراء عارفین کی موت بقاء دوام ہے۔ کافر موت سے بھاگتا ہے فاسق موت سے گھبراتا ہے۔ زاہد محنت کرتا ہے اور عارف موت سے عشق کرتا ہے۔ اس لیے کہ کافر کی دنیا جھوٹی ہے فاسق کو ملتی ہے۔ زاہد کی جنت جھوٹی اور عارف کو ذات دیدار ملتی ہے جو اللہ کے ملنے سے محنت فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ حاصل یہ ہے کہ من آخر الامر الی الموت اور اس کو ایسا محبوب جانتا ہے کہ ہمیشہ تمام انبیاء علیہم السلام کی خواہش اس کو رہی فرماتا ہے۔ شریعت میں روح جسم کی بدلی کا نام موت ہے

طریقت میں انکسار طبیعت اللہ کا مٹنا اور انتساب الی اللہ ہونے کا نام موت ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ عیب و اسرار کے سب خزانوں کی چابیاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں انہی کے واسطے سے تمام انبیاء و اولیاء کو ملتی ہیں۔ ما کُنْتَ لَدَیْهِمْ اے محبوب تم ان کے پاس نہ تھے کیونکہ وہ مکر و فریب ظلم و کین کی جگہ تھی محبوب کو گندی جگہ نہیں رکھا جاتا نہیں بٹھایا پہنچایا جاتا تم تو اسے محبوب اپنے رب کے پاس وادی انوار میں تھے۔ تمہارے نور کی تجلی تو قلب مومن پر وارد ہو رہی تھی لوگوں کی عقل و فہم و دانش اگرچہ کتنی ہی انوار کی طرف مائل ہو مگر سرکش نفس امارہ اور شیطنت کی وجہ سے مومن نہیں بن سکتی اے مرشد کائنات تم خواہ بہت ہی خواہش فرماؤ۔ عارفین فرماتے ہیں۔ بندے تین قسم کے ہیں۔ نبی۔ صدیق شہید۔ صالح۔ پہلا انوار قدس کے تعلیم یافتہ اور پروردہ ہیں دوسرے فاسق فاجر کافر منافق۔ یہ ظلمت نفس کے پروردہ ہیں اسی سے محبت کرنے والے ہیں اس دنیا مسافر خانے میں جو جس نے کمایا ہے اسی کا فائدہ ہے دنیا میں دین حاصل کرنے والا کامیاب ہے۔ دنیا کے لیے دین بیچنے والا نقصان میں ہے۔ دولت دنیا حقیر مال ہے دین کی تبلیغ دنیا کے لیے مت کرو۔ ارشاد باری ہے کہ ہمارے نبی کسی سے اجر نہیں مانگتے نہ کوئی دے سکتا ہے وہ تو ساری کائنات کے لیے اللہ کی یاد ہیں انہی کا جلوہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور کتنی ہی سے نشانیوں میں ہیں آسمانوں اور زمین

اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝

پر ان حالانکہ وہ سے اس سے توجہ رہنے والے ہیں۔

کہ اکثر لوگ ان پر گذرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

اور نہیں ایمان لاتے ہیں بہت سے ان میں پر اللہ مگر وہ

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے

مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

شریک ٹھہرانے والے کیا پس بے خوف ہوئے کہ آ جائے ان کو

گمراہ کرتے ہوئے کیا پس سے نڈر ہو بیٹھے کہ ان کا عذاب نہیں

غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ

ڈھکنے والا عذاب سے کوئی ان پر

اچانک آ جائے ان پر قیامت

السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ

قیامت اچانک اور وہ بے خبر ہی ہیں فرما دیجئے

اس سے وہ بے خبر ہوں گے

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

یہ راستہ میرا ہے میں بلاتا ہوں طرف اللہ کے دیکھ بھال کر

میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں

اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا

میں اور وہ لوگ جو پیروی کریں میری اور پاک ذات ہے اللہ کی اور میں نہیں ہوں میں

میں اور جو میرے پیرو ہیں ان کی آنکھیں دیکھتے ہیں اور اللہ کو پاک ہے اور میں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

سے شرک کرنے والوں

شریک کرنے والا نہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پہلی آیت کریمہ میں ذکر ہوا کہ یہ کافر لوگ جمالِ محبوب کو دیکھتے ہیں مگر نہیں مانتے۔ اب یہاں فرمایا جارہا ہے کہ یہ عقل کے اندھے جمالِ محبوب کو تو کیا مانتے دن رات آسمانوں زمین میں قدرت الٰہی کے ہزاروں عقلی مشاہدات کرنے کے باوجود رب کو نہیں مانتے اور منکر ہی مرکر گزر جاتے ہیں۔
دوسرا تعلق۔ پہلی آیتوں میں بتایا گیا کہ اے منکرو جمالِ محبوب واقعات یوسف کے ہونے کے وقت انسانیت سے اُن کے پاس نہیں تھے پھر بھی سب عجب کی خبریں تم کو سنا رہے ہیں لیکن اب فرمایا جارہا ہے کہ تم کیسے ضدی ہٹ دھرم ہو کہ جمالِ نبی کے ہمنا آستانہ قریب ہو کر پھر بھی اُن کی تبلیغ نہیں مانتے مگر یا کہ فرمایا جارہا ہے اگر وہی زبان پاک یوسف کے واقعات عجیبہ بیان فرمائے تو مان لیتے ہو لیکن اگر وہی زبان پاک توحید باری تعالیٰ اور اپنی رسالت کا ذکر کرے تو نہیں مانتے۔ تیسرا تعلق۔ پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن آخری نبوت اور کتاب ہے جو تمام جہانوں کے لیے ہے۔ اب فرمایا جارہا ہے کہ بس اب یہی خدا تک رسائی کا راستہ ہے۔ اس سے ہٹنا شرک دنیوی اور عذاب اُخروی ہی ہے۔

تفسیر نحوی وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ واؤ سر جملہ اس کے بعد موجود اسم مفعول پوشیدہ ہے اس لیے کہ کاف حرف جر ہمنا میں نہیں آسکتا یہ کاف ہی پوشیدہ کا قرینہ ہے۔ اپنی حرف استفہام بمعنی تکثیر کاف تشبیہ کی وجہ سے۔ اس کا ترکیبی ترجمہ ہے اور اس جیسی کتنی ہی نشانیاں ہیں یعنی نبوت جیسی باب اُس کا معنی کم تکثیر پر خبر ہے۔ لون تنوین ہے کاین میں آیت تمیز ہیں جانا بیانیہ ہے یا زائدہ آیت واحد ہے بمعنی جنس اس کی جمع ہے آیات۔ آیت۔ دلیل۔ اور یہاں کا فرق انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر حال میں بیان کیا جائے گا۔ فی حرف جر ظرفیہ کے لیے ہے السموات جمع ہے سماء کی یعنی سات آسمان یہاں مراد فلکیاں ہیں پہلے آسمان سے نظر آنے والے۔ والارض۔ الارض کی حرکت اعرابی میں تین قول ہیں ملہ مجرور حب عطف ہے سموات پر ملہ منصوب۔ حب یہ مفعول مقدم ہے یمرون فعل کا ملہ مرفوع حب یہ مبتدا ہے اگلی عبارت اس کی خبر ہے پورا جملہ اسمیہ پھر موجود پوشیدہ مبتدا کی خبر ہوئی۔ مگر یہی صورت زیادہ بہتر و آسان ہے اس صورت میں یہ دونوں متعلق ہوں گے موجود کے اور یمرون موجود مبتدا کی خبر ہوگی فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر غائب معاصف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی گزرنا۔ مشاہدہ کرنا۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں علیہا جارہ ضمیر مجرور مفعول کا مرجع یا آئینہ ہے یا محل ہے۔ وعنہا عن ضمیر کا مرجع الکلمات ہیں عن جارہ بعید ہونے کے لیے ضمیر کا مرجع یا آئینہ ہے یا محل ہے معرضون باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر کا ملہ

بھی اکثر الناس۔ عَرَضَ سے مشتق ہے۔ بمعنی ظاہر ہونا۔ پیش کرنا۔ عاجز ہی کرنا۔ بے توجہی کرنا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ واؤ سر جملہ۔ مَا یُؤْمِنُ۔ فعل مضارع منفی بِمَا۔ اٰمَنَ سے بنا ہے صیغہ واحد ہے فاعل ہیچ کے لیے کیونکہ فاعل اسم ظاہر ہے۔ اَکْثَرُ اسم تفضیل کثرت سے بنا ہے مضاف۔ ہے ھُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ مرکب بحالت رفع فاعل ہے ب جارہ بمعنی علیٰ لفظاً اللہ مجرور متعلق ہے کا یُؤْمِنُ کا الا حرف استثنا متصل اس سے سابقہ کیفیت کی نفی کو توڑا وَھُمْ ضمیر کا مرجع اکثر ہے مُشْرِکُوْنَ۔ باب افعال متعدی بیک مفعول کا اسم فاعل ہے شرک سے بنا بمعنی شریک بنانا۔ برابر سمجھنا۔ شرک فی التوحید آگے لم کا ہے انشاء اللہ تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا۔ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَھُمْ غَاشِیَۃٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰہِ اَوْ تَاْتِیَھُمُ السَّاعَۃُ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ ہمزہ سوال انکاری یعنی تجوبی کے لیے ہے ف تعقیب اَمِنُوْا باب سمع کا ماضی مطلق بصیغہ جمع مذکر غائب اَمْنٌ سے مشتق ہے بمعنی امن میں آنا۔ مان لینا۔ مطمئن ہو جانا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں اَنْ حرف ناصبہ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تاتی فعل مضارع مثبت صیغہ واحد مؤنث غائب کی سے مشتق ہے۔ یاد رہے کہ فعل مضارع تین معنی میں آتا ہے حال۔ استقبال۔ شرط۔ مثلاً حال وہ کرتا ہے مثلاً وہ کرے گا اگر وہ کرے جب وہ کرلے یا کرے وہ کرے یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں ھُمْ ضمیر کا مرجع وہی اَکْثَرُ النَّاسِ ہے غَاشِیَۃٌ اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث بحالت رفع فاعل ہے تَاتِی کا غَشِیَ (ض) ناس باب سے مشتق ہے بمعنی پردہ پوشی ہونا۔ ڈھانپنا۔ گھیرنا۔ بیہوش ہونا۔ اسی سے غشاوت اور غشی ہوتا ہے یہاں گھیرنا مراد ہے۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ کا ہے عَذَابِ مضاف ہے اللّٰہِ مضاف الیہ سے مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا جار مجرور متعلق ہے غَاشِیَۃٌ کے اَوْ حرف عطف تَاْتِیَھُمُ فعل بمعنی قد لی سزا مضاف ہے لفظاً اللہ معطوف الیہ اسم ذات ہے تاتی کا عطف تاتی پر ہے السَّاعَۃُ فاعل بَغْتَۃً مصدر مبالغہ ہے بروزن فعلۃ بمعنی قد لی سزا مضاف ہے لفظاً اللہ معطوف الیہ اسم ذات ہے تاتی کا عطف تاتی پر ہے وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ واؤ حرف عطف ھُمْ ضمیر اس کا معطوف علیہ پہلا ھُمْ ہے تاتی کا جملہ ہے تاتی فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر غائب کا جملہ معطوف ہے ھُمْ ضمیر مفعول بہ یا مفعول لہ ہے منصوب متصل اَتَاہُ بحالت رفع فاعل ہے تاتی کا بغتہ بحالت نصب حال ہے ساعت کا ساعت بمعنی وقت۔ قیامت یہاں مراد قیامت ہے بغتہ مصدر ہے ایک قول میں یہ مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ بغتت علیھم کا وَھُمْ ضمیر مرجع متصل کا مرجع اکثر الناس ہے ہندا ہے لَا یَشْعُرُوْنَ فعل مضارع منفی بلا صیغہ جمع مذکر غائب شعر یا شعور سے مشتق ہے شعور مصدر ثلاثی ہے بروزن فعول بمعنی سمجھنا ظاہر کرنا جاننا۔ پہچاننا۔ محسوس کرنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ یہ پورا جملہ فعلیہ ہو کر اسمیہ ہوگا پھر یہ تاکید ہے بغتۃ کی۔ اور حال ان امت کا قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ قُلْ فعل امر صیغہ واحد حاضر مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قول ہے اس کا مقولہ اگلا کلام سارا جملہ اسمیہ اس شارہ اس کا مشار الیہ دین پوشیدہ ہے۔ دونوں مل کر مبتدا سَبِیْلِیْ مرکب اضافی ذوالحال اپنے اگلے حال سے مل کر خبر ہو گی سبیل بروزن فعیل سَبَلٌ سے مشتق ہے اس کی جمع سُبُلٌ معتقۃ الباء یہ اسم جنس ہے اس لیے مذکر و مؤنث دونوں

کے لیے مستقل ہے جیسے قرآن مجید میں ہے شَهِيدًا ۔ ہٗ ضمیر ماکر کا مرجع سابقہ جیل ہے اور یہاں طرفا اسم اشارہ مؤنث اس کی تانیث پر دال ہے ایک قرأت میں منصوب لفظ سبیل جب کسی صفت کی طرف مضاف ہو تو صفت کا لحاظ ہوتا ہے یعنی جب کوئی صفت نہ ہو تو حق راستہ مراد ہوتا ہے اسی لیے یہاں حق اور سیدھا درست سبیل مراد ہے۔ اَوْزِعْنِیْ فعل مضارع صیغہ واحد متکلم اَوْزَعَ ثلاثی مزید فیہ وادی سے متعلق ہے یہ جملہ حال ہے سبیل کا بعض نے فرمایا صفت ہے اس کی ایک قول میں یہ نیا جملہ ہے اِلٰی حرف جار برائے انتہاء غایت اللہ مجرور لفظاً علی جارہ۔ اس جگہ ترکیب میں تین قول ہیں مذکورہ حال ہے اَوْزِعْ کے فاعل یا ضمیر متکلم پوشیدہ کَانَتْ فعل ناقص عَلَیَّ خبر مقدم نِعْمَتَكَ ۔ ضمیر وجملہ ہے مالی اللہ پر وقف ہے مَا اسم موصول نِعْمَتَكَ ضمیر ہی مبتدا مؤخر ہے مگر آسان ترکیب یہ ہے کہ یہ سب ایک جملہ صفہ سے اِنْعَمْتَ تک نِعْمَتَكَ بروزن فَعْلَۃٌ صالح کا صیغہ ہے ہٗ ضمیر مذکر سے بنا ہے بمعنی۔ عقل فہم۔ شعور والی چیز۔ بمعنی روشنی اور دلیل کے لیے مستعمل ہے یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں ضمیر متکلم مرفوع منفصل تاکید ہے اَوْزِعْ میں پوشیدہ ضمیر متکلم کی عطف کے لیے لائی گئی وَالِدَتِیْ معطوف مَا موصولہ اَنْعَمْتَ باب افعال کا ماضی مطلق نَعِیْمٌ سے مشتق ہے بمعنی پہنچے چلانوں والا یہ ہی ضمیر متکلم کیا عائد ہے یہ ایک قول ہے یا سر جملہ یہ زیادہ درست ہے یا عائد ہے۔ سُبْحٰنَ بروزن فُعْلَانَ مصدر ہے مادہ تفعیل کے معنی میں یعنی متعدی ہے بمعنی پاکیزگی بیان کرنا بحالت نصب ہے بوجہ فعل پوشیدہ سُبْحَتٌ کے مفعول مطلق ہونے کے دراصل تھا سُبْحَتُ سُبْحَانَ یہ ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے جس کا مضاف الیہ اسم ظاہر بھی ہوتا ہے ضمیر بھی لفظ اللہ اسم ظاہر مضاف الیہ ہے جس طرح تسبیح سے سبح بنتا ہے۔ اسی طرح سُبْحَانَ سے سبحۃ بنتا ہے۔ اس میں بھی حسب سابق تین احتمال ہیں مگر صحیح تر یہ ہے کہ سر جملہ ہے کا فیہ مشترک جنس اَنَا ضمیر مرفوع منفصل اسم کا ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ ہے اَلْمُشْرِكِيْنَ ۔ الف لام اسی ہے بمعنی کُلِّ فِیْ مُشْرِكِيْنَ باب افعال کا جمع کثرت مذکر سالم اسم فاعل۔ اس کا واحد مُشْرِكٌ ہے جار و مجرور مل کر کان پوشیدہ کے متعلق ہو کر خبر ہوئی تمام کی۔

تفسیر عالمانہ

وَكَمَا بَيَّنَ اٰيٰتِهٖ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۔ اور اسے سیاسے بھی یہ کافر لوگوں کی اکثریت اگر آپ کی ذات پاک کو دیکھ کر آپ کا معجزانہ کلام سن کر آپ کے کمالات کا نظارہ کرے اور اپنے مطالبے پورا ہوتے دیکھ کر بھی آپ پر اور توحید باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو تعجب کی بات نہیں اور ان کی بیوقوفی اور جہالت پر حیرانی نہیں آپ تو اپنے رب کی شان ہیں جس کو کوئی صاحب عقل دانا ہی کچھ سمجھ سکتا ہے یہ تو دن رات سفر و حضر میں آتے جاتے زمین و آسمان میں لاکھوں نشانیاں دیکھتے محسوس کرتے اور سمجھتے ہیں اور پھر ان کے پاس سے بالکل بے توجہی سے گزر جاتے ہیں ذرا تفکر نہیں کرتے۔ قطعاً ایمان نہیں اور اگر کچھ لوگ ایمان لاتے بھی ہیں تو ساتھ ہی

شرک کی ملاوٹ بھی کر دیتے ہیں مثلاً بت پرست کہتے ہیں کہ اللہ واحد رب ہے اور بُت ہمارے شفیع ہیں یہ بھی شرک ہے کیونکہ الوہیت اُس کی عبادت کے کسی کو شفیع ماننا شرک فی التوحید ہے۔ لیکن بااذن اللہ اُس کے بندوں کو شفیع ماننا عین ایمان ہے۔ مشرکین مکہ تلبیہ میں کہا کرتے تھے لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ یعنی اے اللہ تو وحدہٗ لاشریک ہے مگر ایک تیرا شریک ہے جس کا اور جس کی ملکیت کا تو مالک ہے۔ بعض مشرکین کہتے ہیں خدا وحدہٗ لاشریک ہے مگر فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں بعض چاند ستارہ پرست کہتے ہیں اللہ وحدہٗ لاشریک معبود ہے لیکن یہ سورج وغیرہ ہمارے سب ہیں۔ یہی بات نیچری شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی ہمارے رب ہیں۔ معاذ اللہ آگ پرست کہتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے مگر وہ آگ میں رہتا ہے۔ یہودی کہتے ہیں اللہ وحدہٗ لاشریک اور عزیر علیہ السلام اُس کے بیٹے ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے لیکن حضرت عیسیٰ اُس کے بیٹے ہیں یہ سب ملفوظ شرک فی التوحید ہے اور اَكْثَرُهُمْ مشرکوں سے یہی مفہوم جو باکافر مراد ہیں۔ اور هُمْ مُّشْرِكُوْنَ سے دہریہ کافر مراد ہیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں۔ آیت اور دلیل اور برہان علامت میں تین طرح فرق ہے۔ آیت وہ ہے جو بغیر تفکر کے کسی کا پتہ بتلائے جیسے دھوپ سے سورج کا پتہ چلا۔ دلیل وہ ہے جو تفکر کے بعد کسی کا پتہ بتائے جیسے گرمی سے سورج کا پتہ لگنا۔ برہان وہ جو مظہر ذات ہو جیسے آئینہ سے سورج کا پتہ لگنا۔ علامت وہ ہے کہ جس سے کسی کی صفت کا پتہ لگے جیسے دن میں آسمان صاف دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ دھوپ نکلی ہوگی۔ پس آیت وہ ہے جس سے صرف ایک ہی ذات کا پتہ لگے کسی اور کا دخل سمجھ نہ آئے جیسے آسمان زمین میں یہ کہ اُن کی بڑی مقدار۔ علم سے قدرت الٰہی آسکتا ہے اور جیسے کوکب رعد۔ برق بادل بارش ہوا قوس قزح۔ کہ اُن کے پھٹنے پھرنے چمکنے گرجنے برسنے اندھیرے اجالے سے قدرت خداوندی ظاہر ہے۔ دلیل وہ جس میں کسی اور کا بھی دخل نظر آئے۔ جیسے۔ دریا سمندر۔ معدنیات بیل بوٹے نباتات۔ پہاڑ کہ سب قدرت کے شاہکار ہیں مگر اس کے چلانے سجانے اگانے توڑنے بھوننے میں انسانی ہاتھ کا بھی دخل ہے۔ برہان وہ جو صفات کا مظہر ہو مثلاً چاند توڑ دینا۔ سورج موڑ دینا۔ ہوائی جہاز اڑا دینا۔ بارش برسا دینا۔ چشمے بہا دینا۔ علامت وہ جو کسی کے وجود کا پتہ بتائے جیسے کنیں نکلا پہاڑ کا پتہ دیتی ہیں۔ آیت وہ ہے جو صرف ایک صفت کا پتہ بتائے جیسے سورج کی چمک صرف نور کی کیفیت بتاتی ہے۔ دلیل جو ایک صفت کو ثابت کرے جیسے دوا کا تجربہ خاصیت بتاتا ہے اور خاصیت کرامت ہے۔ برہان وہ جو تمام صفات کا پتہ بھی بتلائے ثابت بھی کرے اور مظہر بھی ہو علامت وہ جو کسی قوت و حکمت کو ثابت کرے جیسے نباتات حیوانات کی مختلف خصوصیات ثابت حادث اور نظام کائنات کی گردش۔ وہ کسی کی خصوصیت بدلتی ہے وہ حادث ہے اور گردش آفتاب و کواکب یہ سب قدیم الٰہیہ کی علامت ہیں کائنات میں آیت الٰہیہ بیشمار ہیں دلائل مراسلوں علامت لاکھوں مگر برہان ایک ہی ذات مطلق ہے جس مظہر ذات کبریا ہے مگر انسان کو دیکھنے کے لیے۔

اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ سابقہ امتوں کی طرح ان پر بھی اللہ جبار و قہار کی طرف سے ایسا سخت گیر عذاب آسمانی یا زمینی آجائے کہ کہیں بھاگ نہ سکیں یا اچانک بلا مہلت ایک دم ان پر آخری گھڑی قیامت کی آجائے کہ پھر ان کی توبہ اور ایمان بیکار ہو جائے۔ اور یہ لوگ اس عذاب یا موت یا قیامت کو پہلے بالکل نہ جان سکیں چلتے پھرتے یا کھڑے بیٹھے یکدم مر جائیں۔ کتنی غفلت کی مہلت ہو گی چند گھڑیوں کی فرصتیاں اور عیاشیاں ہیں پھر دائمی عذاب۔ اے پیارے ان کو پھر سمجھاؤ فرما دو کہ یہ اسلام قرآن حدیث ایمان عرفان رضاء رحمان میرا راستہ ہے کتنا واضح۔ حسین۔ پرلطف۔ بھلا آفریں۔ سیدھا۔ صاف۔ شفاف۔ ستھرا پاکیزہ۔ کھلا۔ آسان ہے یہ اور پھر اتنا مختصر کہ چند گھنٹوں میں قرب الٰہی کی منزل سامنے آجائے۔ یہی میرا مسلک ہے کہ میں تم سب کو بلا نیوتا الہامی دعوی مرشد ہوں۔ یہی اللہ کا راستہ ہے کیونکہ میں اسی اللہ کی طرف تم کو بلا رہا ہوں۔ اے اللہ جل مجدہٗ کو تلاش کرنے والو۔ اب ادھر اُدھر جانے بھٹکنے کی ضرورت نہیں اپنے اپنے دماغ روشن کرنے کی حاجت نہیں اب تو مرنے کا سوچ کے کا آفتاب حق تعالیٰ کا سلسلہ منیر آگیا۔ اسی راہ پر چلانے والا اس پر شاہد ہے۔ اے نبی فرما دیجئے دنیا کے بازاروں تجربہ گاہوں سے علم تو مل سکتی ہے مگر فراست نہیں مل سکتی دانش تو مل سکتی ہے یقین علم نہیں مل سکتی بصارت تو مل سکتی ہے بصیرت نہیں مل سکتی۔ بصیرت یعنی روشن ضمیری میرے ہی پاس ہے اور میری اتباع شریعت کی مکمل پیروی کرنے والے صحابہ کرام تابعین تبع تابعین۔ صالحین۔ عابدین۔ عاشقین۔ اولیا۔ علما۔ ہدایت یافتہ مومنین کے پاس ہے۔ مومنوں نیکوں کا بھی یہی راستہ ہے کہ وہ اس پر چلتے ہیں۔ بلا تشبیہ یوں سمجھئے کہ جیسے پاکستان میں کوئی کہے جرنیلی سڑک جی ٹی روڈ پر واقع الخلافہ اسلام آباد ہے۔ اسی سڑک پر تمام گاڑیاں ہیں اسی پر تمام مسافر ہیں بس سمجھ لیجئے کہ اسلام ہی اللہ کا راستہ ہے۔ اسلام ہی نبی پاک کا راستہ ہے اور اسلام ہی تمام متقین ایمان والوں کا راستہ ہے۔ بصیرت قرآنی والے ہی اس راہ پر چل سکتے ہیں۔ دل کا راستہ دینی عقائد اعمال شریعت طریقت معرفت حقیقت اور اللہ کی ذات کو دل سے ماننا اور صفات کو دماغ و عقل سے پہچاننا ہے۔ اللہ کی ذات و صفات وہی ہیں جو محمد مصطفےٰ نے بتائیں۔ منزل قرب الٰہی وہی ہے جس طرف آقا کائنات بلا رہے ہیں خالص بصیرت وہی جو در دولت مصطفےٰ سے ملتی ہے۔ شان الٰہی وہی ہے جو زبان احمد مجتبیٰ سے بیان ہو۔ تسبیح و تہلیل وہی ہے جو آقا دو عالم فرمائیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے حبیب فرما دیجئے اللہ ہی کو پاکیزگی رفعت۔ کبریائی ہے۔ تمام مشرکین کی ایجاد عقیدے جھوٹے غلط اور بناوٹی ہیں۔ ہم مشرکین میں سے نہیں ہیں۔ میرا رستہ کفر کی گھٹا شرک کے کانٹوں سے بالکل صاف ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے مسلمانوں کو چند سبق اور فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ خاتمہ بالخیر

لیتا ہے عقل بھی چین لیتا ہے۔ ورنہ دیکھو۔ دنیا کے کالج اسکول لیبارٹری سائنس روم۔ سیاسی دفتر۔ ڈاکٹر حکیم۔ منیاسی کیمیاگر دنیا کی نباتات معادات۔ حیوانات پر اپنا بحر پھان بین کرتے ہیں کہ چھ قسم کی خاصیت معلوم کر لیتے ہیں مگر اپنی اسی عقل سے یہ نہیں سوچتے کہ یہ خاصیات آخر کسی پیدا کرنے والے نے پیدا کی ہیں۔ اگر خود بخود ہوتیں تو ان میں ردوبدل ہو سکتا۔ کبھی کدو میں گاجر کی خصوصیت آجاتی اور کبھی گاجر آلو کی شکل پر پیدا ہو جاتی پھر کتنی حیرانی ہے کہ ایک ہی دھوپ مگر اس کے بیجوں کی تاثیر کچھ۔ گوبر سے کی کچھ پتوں کی کچھ ٹہنیوں کی کچھ اور جڑوں کی کچھ اور۔ پھر ان میں تغیر تبدل نہیں ہوتا۔ آفتاب جس ملک جس موسم میں جس جگہ سے طلوع طلوب ہوتا ہے تا قیامت ایک انچ آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ زعفران ہفشہ عرب میں۔ پنجاب میں نہیں اگتا۔ کشمیر میں کھجور نہیں اگتی۔ برطانیہ نے ساری دنیا کو بنا کر شروع سے علم۔ عقل حاصل کیا اپنے ملک میں ہر چیز مہیا کی مگر پھل فروٹ نہ اگا سکے۔ پھلوں میں شکر پیدا نہ کر سکے۔ یہ کس صناع کے صنعت کا ظہور ہے۔ مشاہدات عالم میں غور و تدبر کرنے سے خالق کائنات کا مکمل پتہ لگتا ہے مگر یہ عقل کے کورے یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا۔ گھر تو جاتے ہیں مگر غور و فکر نہیں کرتے یہ شعور تو مدینے کی گیہوں کالی بالی سے ملتا ہے۔ دوسرا فائدہ۔ دو چیزیں کسی کی نشانی ہیں اور وہی دو چیزیں ایمان کی نشانی ہیں مگر اثبات میں کہ معرفت الٰہی سے مایوسی اور عذاب الٰہی سے بے خوفی شکر کی پکڑ سے بے پرواہی یہ کافروں کا کام و نشان ہے بچنا چاہیئے۔ لیکن رحمت الٰہی کی امید اور عذاب خداوندی اور خدا تعالیٰ کی پکڑ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا مومن کامل کی علامت ہے یہ جس کو نصیب ہو وہ رب کا پیارا ہے۔ دل کی سے گواہ و مکر پڑھتے ہیں۔ امید سے نیکیاں اور عبادتیں بڑھتی ہیں۔

تیسرا فائدہ۔ ایک موت مومن کے لیے مضر نہیں حضرت ابراہیم اور حضرت داؤد اور حضرت دانیال یا سلیمان یا موسیٰ علیہم السلام کو ایک ہی وفات ہوئی تھی۔ مومن صالح ہر وقت تیاری میں ہے اس لیے کوئی نقصان نہیں ہاں کافر یا فاسق فاجر اور فاسق کو مضر ہے کہ توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ یہ فائدہ بلفظہٖ کلام کے خطاب سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ۔ سچا دین وہ ہے جو نبی کریم اور صحابہ اولیاء اللہ کا ہو۔ یہ فائدہ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ رکوع سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ایمان کو چھپانا گناہ اور حرام ہے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے اسلام کو مسلمان ہونے کو بہت مشہور کرے بلکہ اپنے قول۔ فعل لباس صورت۔ سیرت عبادات سے اسلام ہونے کو ظاہر کرے کفار کا لباس پہننا ان کی نقل اتارنا ناجائز ہے خاص کر کسی کافر کا مذہبی لباس پہننا بالکل حرام ہے یہ مسئلہ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ سے مستنبط ہوا۔ اسی طرح بے زمانہ اپنے اہل سنت ہونے کو اور سنیوں کی علامتوں کو بھی ظاہر کرے۔ دیوبندیوں وہابیوں کی طرح ہر جگہ خود کو چھپانا پھانہیں۔ دوسرا مسئلہ۔ کسی بھی چیز میں ملاوٹ جائز نہیں۔ کیونکہ ملاوٹ دو عیبوں سے خالی نہیں یا دھوکہ دیتی ہے اور یا دھوکہ کھاتی ہے۔ خالص کرا ایمان اور عقائد میں دھوکہ۔ فریب

حدیث بہت ہی نرم ہے یہ مضمون اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ سے مضبوط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ان کے پاس سے یہ کافر گزرتے ہیں۔ حالانکہ زمین پر تو گزرتے تھے آسمانوں پر کب گزر ہوتا تھا نیز پہلے آسمانوں کی نشانیاں تو زمین پر کھڑے ہو کر بھی دیکھی جا سکتی ہیں مگر دوسرے آسمانوں کو اور ان کی نشانیوں کو تو نہیں دیکھا جا سکتا۔ لیکن یہاں سماوات جمع ہے۔ جواب اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ سات آسمانوں پر چاند پہلے آسمان پر مختلف ستارے مختلف آسمانوں پر ہیں یہ سب آیات الیہ ہیں اور زمین والوں کو نظر آتی ہیں۔ اور يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا کا معنی ان کے پاس جانا نہیں بلکہ معنی عند نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تمام کفار یہ آیت کو دور و نزدیک سے دیکھتے ہیں مگر غور و تدبر اور عبرت و ایمان نہیں پکڑتے۔ دوسرا جواب۔ یہ قرآن محمد بن عبداللہ ہر شخص کے لیے ہے۔ اور يَمُرُّوْنَ ہر زمانے میں لگا ہوا ہے۔ موجودہ دور سائنس کی انتہائی عروج کا ہے ہر ملک کو خلائی پروازوں کا شوق لگا ہوا ہے۔ اور خلائی پروازوں خلائی دوربینوں۔ خوردبینوں سے یہ غیر مسلم خلا اور سائنس دان ہزاروں بلکہ لاکھوں کرشمہ قدرت کے عجائبات و آیات و نشانات و علامات دیکھتے ہیں حیران ہو جاتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے صانع کائنات کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ گویا یہ آیت آئندہ زمانے کے ترقی یافتہ لوگوں کی معلومات کا پتہ بتا رہی ہے جس کا آج ہم مشاہدہ معائنہ کر رہے ہیں۔ **دوسرا اعتراض** یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ یہ مشرکین کفار سوائے چند کے کافر مشرک تھے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اجتماع ضدین تو محال ہے۔ جواب۔ اس کی وضاحت تو تفسیر عالم میں کر دی گئی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ اجتماع ضدین تب محال ہے جب کہ اپنی کی شکل میں ہو۔ جزوی طور پر ایک وقت ایک ہی جگہ دو ضدیں جمع ہو سکتی ہیں۔ دیکھو صبح شام ہونا ضدین کا اجتماع ہے یعنی دن رات۔ دودھ اور پانی جزوی طور پر ایک برتن میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سب یہ عقیدہ بنایا جائے کہ مشرک موحد ہے مگر ایک شریک ہے دوسرا عیسیٰ ابن اللہ ہیں یا خدا ہے میں معاذ اللہ۔ تو جزوی طور پر اجتماع ضدین ہو گیا۔ خیال رہے آج کل عیسائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ابن اللہ کا معنی نسلی اولاد نہیں بلکہ یہ اسی طرح مستعمل ہے جس طرح ابن الوقت یا ابن التراب وغیرہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ان کی اب اختراعی بات ہے ان کی پرانی کتابوں سے یہ ثابت نہیں۔ نیز عربی کا لفظ ابن تو مشترک المعانی ہے۔ کہ اس کا معنی بیٹا بھی ہے۔ خادم بھی۔ نسل بھی۔ ماتحت بھی لیکن ولد کا لفظ بیٹا تو مشترک نہیں بیٹا تو اولاد ہی کو کہا جاتا ہے حالانکہ ولد انجیلوں میں صاف کہا ہے خدا کا اکلوتا بیٹا۔ لہٰذا یہ سب بھاگنے کی راہیں ہیں۔ اصلاً شرک موجود ہے **تیسرا اعتراض**۔ علماء کرام فرماتے ہیں ایمان نام ہے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا۔ یہی احادیث طیبات سے ثابت ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت وَمَا يُؤْمِنُ (الخ) سے ثابت ہو رہا ہے کہ صرف زبانی اقرار ہی مکمل ایمان ہے تصدیق قلبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی آیت کی بنا پر فرقہ کرامیہ نے یہ مذہب بنا لیا کہ ایمان صرف اقرار

لسانی کا ہم ہے تفسیر کبیر۔

جواب۔ یہ ذکر کرنا کفار کی حالت ہے۔ کفار کے جو عقیدے اور باتیں تھیں وہ ان کی تصدیق سے تھیں۔ نیز۔ علماء کرام اور احادیث میں کہ جس ایمان کا ذکر کرتے ہیں وہ مقبول اور درست ایمان ہے۔ اس میں دونوں چیزیں لازمی ہیں۔ یہاں جس ایمان کا ذکر ہے وہ نامقبول ہے لہٰذا مقبول ایمان کو غیر مقبول کے برابر نہیں سمجھا جا سکتا۔

چوتھا اعتراض۔ بیان فرمایا گیا۔ خفیہ یعنی ایسا شرک جس کا کسی کو پتہ نہ لگے۔ شعور بھی وہی۔ لم شعر تو جنتا کے لفظ سے معلوم ہو گیا تو پھر وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ جواب۔ بالکل ضرورت تھی کیونکہ لفظ میں عذاب کی کیفیت بتائی گئی اور لایشعرون میں کفار کی غفلت اور بیباکی منکشف ہو جاتی گئی۔ اور یہ دونوں علیحدہ چیزیں ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ

صوفیا فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم کو فرما رہی ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ طلب صادق کے بعد منزل عشق کی طرف گامزن ہو جائے پھر دیکھے کہ اس کے سامان باطنی اور زمین ظاہری میں کتنی ہی نعمائے قدرت کی آیات معرفت ہیں جن کو یہ ہر روز دیکھتا محسوس کرتا ہے۔ مگر مراقبہ ہستی میں مکاشفہ و تفکر نہیں کرتا۔ اے بندۂ ناسوتی تجھ کو ان دونوں جہانوں کی عبادت نہیں تیرا آسمان اور زمین تیرے اندر ہے تو اسی میں غلائی پرواز کر۔ عارفین فرماتے ہیں جسم ظاہری میں سر سے پیر تک سات زمینیں ہیں اور جسم اندرونی باطنی میں ناف سے دماغ تک سات آسمان ہیں اور قلب عرش الٰہی ہے جس نے ان زمینوں کا سینہ طے کر لیا اس کے لیے زمین و یا کوئی حقیقت و حیثیت نہیں رکھتی ایک آن واحد میں سارا عالم طے ہو جاتا ہے۔ جس نے آسمان باطنی کے اسرار کو پا لیا اور بھید کو سمجھ لیا۔ وہ عارف کامل ہو گیا ہر وقت لوح و قلم اس کے سامنے ہیں۔ لیکن غافل بدنصیب سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ سرد مہری سے بے حسب ہیں۔ یہی وہ ناقص الایمان لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اوپر خیر و شر۔ ایمان و کفر۔ ہدایت و ضلالت۔ نور و ظلمت کی طاقیں لگی ہوئی ہیں تفسیر روح البیان نے فرمایا مشرب تصوف میں جو اسباب پر نظر رکھے وہ مشرک ہے جو مسبب الاسباب پر نظر رکھے وہ موحد ہے اور جو دونوں پر یکساں نظر رکھے اس کا ایمان مخلوط ہے طاعت والا ہے۔ اس لیے ناکارہ ہے۔ عوام وہ ہیں جو عبادت کو لازم پکڑے اور اپنے نقائص پر نظر رکھے خواص وہ ہیں جو فکر کو لازم پکڑے اور فکر سے پر نظر رکھے۔ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ عشق الٰہی نفس نادہ کی موت ہے اور غضب الٰہی انسانی خواہشات پر عذاب ہے۔ جب عذاب واصل باللہ ہوتا ہے تو اس کی یہ صفت آجاتی ہے وہ دنیا کا بیساختہ بے خبر

ہوکر لیاکت جاتا ہے کہ پھر اُس کی کسی کو خبر نہیں ملتی۔ محبت خواہشات کو ہلاک کردیتی ہے اور عشق قلب میں سکون پیدا کردیتا ہے۔ نہ عشق الٰہی کا کوئی وقت مقرر ہے نہ محبت کا یہ سب قیامتیں نفس و نفسانیت پر مصیبت میں اچانک ٹوٹتی ہیں۔ اچانک کی موت قاتل کی برکت سے شائق کی شہادت۔ عارف کی سعادت ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اچانک موت وہ نہیں جس سے پہلے بیماری نہ ہو بلکہ اچانک موت وہ ہے جس کے پہلے تیاری نہ ہو۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اے خاتم رسالت کے شیدائی فرمادیجئے کہ یہی شریعت طریقت حقیقت عبادت نماز، روزہ، اسوۂ حسنہ قرآن و حدیث میرا راستہ ہے اسی راستے سے میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت انوار قدس میرے ہی پاس ہے اور میری اتباع کرنے والے صحابہ اور تابعین علماء اولیاء کے پاس ہے۔ میری راہ فقیری ہے میرا دین درویشی ہے۔ میری شام طریقت ہے میرا صبح شریعت ہے۔ میرے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے چلنے پھرنے کا نام اسلام ہے۔ یہی میری مرضی ہے میری مسجد کی طرف آنا ہی باعث معرفت ہے اور میری مسجد میں بیٹھنا ہی مراقبہ ہے مسجد نماز قرآن مجید حدیث شریعت سے دور ہوکر میری فقیری نہیں مکر کا جال ہے۔ اور اللہ کی تسبیح اور ثنا ہے کہ میں اور میرے اعمال افعال اقوال شرک کی ملاوٹ کرنیوالوں میں سے نہیں ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور نہیں بھیجا ہم نے سے پہلے آپ کے مگر مردوں کو وحی کرتے رہے ہم

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

طرف اُن کی سے شہری مردوں میں ۔ کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے

وحی کرتے اور سب شہر کے بستی تھے تو کیا یہ لوگ

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

میں زمین کر دیکھیں کیسے ہوا انجام انکی اُن کا

زمین پر چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

جو تجھ سے پہلے ان کے اور البتہ گھر آخرت کا

کیا انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

اچھا ہے پرہیزگاروں کے لیے ان کے جو متقی بنے رہے تو کیا تم عقل نہیں رکھتے

پرہیزگاروں کے لیے بہتر ۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ

یہاں تک کہ جب قوم کی طرف سے مایوس ہو گئے انبیاء کرام اور کافروں نے وہم کر لیا

یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ

قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّىَ مَنْ

کہ بالکل وہ قوم والے جھٹ غلط ڈرائے گئے ۔ تو ان انبیاء کے پاس ہماری مدد و نجات دی ہم نے جس

سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے

نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

مومن کو چاہا اور نہیں پھیرا جاتا ہے عذاب ہمارا سے قوم مجرم ۔

۱۱۶ بچالیں گئے اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں منکرین قرآن اور نبوت کے عذاب کا ذکر تھا ۔ اب ان آیات میں سابقہ امتوں کے عذابوں کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ یاد کر کے عبرت پکڑیں اور نیک بندے بن جائیں ۔

دوسرا تعلق: پچھلی آیتوں میں آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ نہ ماننے والوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں پچھلے انبیاء کرام سے کفار کے سلوک اور انبیاء کرام کے مایوس ہونے کا اور پھر عذاب آنے کا ذکر ہے جس سے نبی اکرم کی تسلی کرنا اور کفار کو عبرت دلانا مقصود ہوا۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیت میں کافروں کے دین عشرت اور دنیوی سفر و حضر کا ذکر ہوا جس سے ان کی دنیوی مشغولیت اور آخرت سے غفلت ظاہر کی گئی تھی اب یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اصل مدار دین اور سیر کی جگہ آخرت ہے لہٰذا اسی کے لیے ساری محنتیں کرو۔

تفسیر نحوی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

وما ارسلنا جملہ یہ بھی سنئے جملے کے لیے ما ارسلنا فعل ماضی مطلق منفی صیغہ جمع متکلم مصاحت کے ہے ہے۔ کہ جمعیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے۔ جمع مذکر حاضر یا غائب عربی یا اردو فارسی وغیرہ کسی بھی زبان کا صیغہ استعمال کرنا گناہ ہے کہ توحید باری کے خلاف ہے۔ مصاحت ہے نہ اعراب ورنہ پھر واحد بولنا لازمی ہوگا حالانکہ اس کا بہت ثبوت ہے من جارہ زائدہ قبل اسم ظرف زمانی مضاف ہے لک ضمیر مذکر حاضر کی طرف اس لیے مجرور ہوا من جارہ سے لک ضمیر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے الا حرف استثناء مفرغ ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ لفظاً یا محلاً محذوف ہے بجاناً جمع مکسر ہے کثرت ہے اس کا واحد رجل ہے مستثنیٰ ہے اس لیے منصوب ہے موصوف اگلی عبارت کا۔ نوحی فعل مضارع مجہول صیغہ جمع متکلم۔ یک قرأت میں نُوْحِیْ مضارع مجہول صیغہ واحد غائب مگر سابقہ فعل اَرْسَلْنَا کی مطابقت کی بنا پر نُوْحِیْ پڑھنا اولیٰ ہے وحی سے مشتق ہے مزید ہے وحی جلی واسطہ جبرئیل علیہ السلام یہ پورا جملہ صفت ہے رجالاً کی۔ الی جارہ انتہاء غایت کے لیے ہے ہم ضمیر کا مرجع رجالاً ہے۔ من جارہ تبعیضیہ ہے اہل اسم جامد ہے مذکر ہے مگر مونث کے لیے مستعمل ہے اس کی تصغیر اُهَيْلَة ہے مذکر اُهَيْل ہے یہ بیان صفت کے لیے آتا ہے خواہ کسی بھی نسبت ہو۔ دینی۔ کسبی خاندانی۔ حسبی۔ نسبی۔ ترتیبی۔ وطنی۔ یہاں یہ آخری نسبت مراد ہے القریٰ جمع مکسر کثرت ہے قریۃ کی در اصل تھا قَرْیَی۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح اس لیے ی کو ساکن کردیا۔ اَ ہمزہ سوالیہ ف حرف سبب لَمْ یَسِیْرُوْا فعل مضارع نفی جحد بمعنی ماضی مطلق۔ سَیْرٌ اجوف یائی سے مشتق ہے بمعنی سفر کرنا یعنی دور دراز چلنا جاتا یعنی عَلَی الْاَرْضِ الف لام جنسی مراد ہے ساری سطح زمین۔ ف تعلیلیہ یَنْظُرُوْا فعل مضارع مثبت بمعنی ماضی صیغہ جمع مذکر غائب بحالت جزم ف تعلیلیہ جزائیہ نے جزم دیا اس لیے نون اعرابی گر گئی در اصل تھا یَنْظُرُوْنَ۔ اخر کا الف تخفیم کے لیے اون کی جگہ آیا۔ نظر سے مشتق ہے بمعنی آنکھ سے دیکھنا عام سے بھی۔ کَیْفَ اسم مبنی ہے بحالت نصب ہے سارا جملہ مفعول ہے یَنْظُرُوْا کا جو ہر بھی کام بالذات کے عوارض عشرہ میں سے ایک ہے۔ یہاں کیفیت محسوسہ کے لیے ہے۔ یہ کیف موصوف اگلے الَّذِیْنَ اسم موصول

پوشیدہ ہے۔ کَانَ فعل ماضی تامہ کا قبیلہ اسم فاعل مؤنث عَقِبٌ سے بنا ہے یعنی پیچھے آیا ہوا۔ آخر ہوا۔ یہاں مراد ہونا مراد ہے۔ فاعل ہے کَانَ کا اس لیے مرفوع ہے۔ تنوین نہ آئی اس لیے کہ مضاف ہے عربی نحو میں تنوین (دو زبر۔ زیر۔ پیش) سے مانع تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ اضافت ۲۔ الف لام ۳۔ غیر منصرف۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع سلامت جر مضاف ایہ ہے اس کا صلہ یَسْتَمِعُوْنَ پر مشتمل ہو کر جارہ بیانیہ ہے مل کر اسم ظرف مضاف اس لیے معرب ہے۔ جر ظاہر ہوا اس لیے کہ ضمیر جمع غائب کا مرجع لُوْطٌ ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا لُوْطًا (پ ۸ ع ۱۱) لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (پ ۳۰ ع ۱۹) لَا يَعْقِلُوْنَ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يَرْكَعُوْنَ (پ ۲۹ ع ۱۳) لَا يَفْقَهُوْنَ۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يَسْجُدُوْنَ (پ ۳۰ ع ۱۹) لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اَفَلَا تَتَدَبَّرُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (پ ۱۳ ع ۱۲) لَا يَعْقِلُوْنَ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يَنْفِقُوْنَ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَمَا لَهُمْ لَا يَعْقِل

ہے۔ اس کے مرجع میں دو قول ہیں۔ مفسر نحل ہے اور اسی کو ترجیح ہے مفسر اس کا مرجع کھانا ھٰذَا مَذْکُوْرٌ اصل ماضی قریب مجہول مثبت صیغہ جمع مذکر غائب کرب سے مشتق ہے معنی محصور ہونا اس اصل کی چار قسمیں ہیں مفسر کَذَبَ اباب ضرب مفسر کَذَبَ اصل معروف باب ضرب مفسر کَذَبَ معروف باب تفعیل۔ اصل مجہول کی صورت میں نائب فاعل ارسل ہے جار۔ فعل ماضی مطلق معروف مثبت یہ علامت اول ہے اور اس کی ضمیر مرفوع مستتر مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ یا ظرف سے تو در اصل تحاملہ ھُوَ ھٰذَہ کا مرجع لفظ سنین ہے مفسر مصدر ہے اسم فاعل کے معنے میں مخالفت رکھتا ہے کیونکہ فاعل سے تنوین سے مانع اضافت ہے۔ ضمیر جمع متکلم اس کا مضاف الیہ مفسر تفسیر ہے گی تمام ہوا۔ دوم سے مفسر کی تین قسمیں مفسر یکی اصل ماضی مجہول باب تفعیل صیغہ واحد غائب یکی ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی نجات پانا۔ رہنا۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں قرأت حاجی سے مفسر یکی اصل مضارع صیغہ جمع متکلم واصل تحانجیُ باب فعال۔ یوں نا کی کو جیم سے بدل کر دونوں جیم کا ادغام کیا ی کو وجہ عمل ساکن کر دیا۔ مفسر نجی سیر تفعیل اصل حالت میں رہا دو قرأتوں میں یہ عبارت جزء نہیں مگر علیحدہ جملہ ہے من اسم موصول مفسر فاعل پہلی قرأت میں اور مفعول بہ ہے دوسری کو میں۔ مفسر تعصرون فعل مضارع جمع متکلم بمعنی حال یا بمعنی ماضی ذکر حکایت یا عاطفہ۔ مفسر تُغَاثُ فعل مضارع مجہول بمعنی حال باب تفعیل صیغہ واحد غائب رد و مضاعف ثلاثی سے ہے بمعنی بارش ہونا یا ہونا یہاں دوسرے معنی سے مفسر ہے بارش مضاف ہے ہا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ مجرور ہا ضمیر بحالت رفع نائب فاعل ہے۔ عن جانا مجاوزت زائد کے لیے الغوم۔ الف لام عہدی قوم مصدر بمعنی اسم فاعل بمعنی جمع موصوف ہے ظلی واحد مؤنث صحیح ہے تعصرون الف لام عہدی اسم فاعل جمع مذکر سے عجرم کا باب نصر سے ہے صفت ہے۔ عجرم سے مشتق ہے بمعنی دینی یا دنیوی لحاظ سے ناجائز کام کرنا۔

تفسیر عالمانہ

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور اے پیارے نبی ہم نے آپ سے پہلے پٹ ملتے پر بھیجے والے بھیجے گئے ہیا کرام مبعوث فرمائے وہ سب نہایت تکمیل وبہتر صورت خلاب سیرت اعلیٰ شان، قوت والے مرد ہی ہوئے ارحضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب رسولان کرام مرد ہی تشریف لائے کوئی فرشتہ ہی جوانہیں رسالت پر کیا۔ بدنصیب آپ سے نبی سید المرسلین کو چھوڑ کر مطالبہ کر رہے ہیں کہ کوئی فرشتہ نبی بن کر آئے۔ اے نادانو فرشتوں میں وہ خوبیاں کہاں جو حضرات اولوالعزم رسولوں میں ہیں۔ ہمارے نبیا، معدن علم ہیں۔ حلم ارحمن میں۔ کسر الایمان میں۔ خلیق زمان۔ شفیق دوران محزن غفران ہیں محنت وشقت جھیلے ہوئے۔ صابر، علیم، حوصلہ مند۔ یہاں ہی کی تعلیم ہے کہ تم لوگ گستاخی سرکشی کے باوجود

ندر کھتے پھر آ ہے ہو بھلا کوا ہر شستہ تمہاری ذرا سی بیہودگی کب برداشت کر سکتا ہے آج تو ان بچوں کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے فرشتوں کا مطالبہ کر دے مگر سمجھ لو کہ آگ سے کھیلنے والا معاملہ ہے۔ پھر چیخو گے کہ بائے عزرائیل کو کیوں بنی بنا یا اسے وہمار ڈالا۔ یہ ہماری کمی ہے کہ ہی ساری وحی پیغام ان پیمانے کی ہمت مردوں کی ہی طرف بھیجی۔ فرشتوں میں یہ ہمت کہاں۔ ہماری وحی قرآن تو اگر پہاڑوں پر اترتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مو بھی گاؤں کے نہیں ماحول کی بنا پر سہولت مزاج ہوتے ہیں عموماً عقل والے کم فہم۔ بلکہ ہمن اہل القریٰ سے شہروں کے نہایتی صاف ستھرے ماحول والے جہاں رہے کہ کوئی نبی گاؤں کے رہنے والے نہ ہوئے۔ علماء کرام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مردوں میں چار خصوصیات وہ پیدا فرمائی ہیں جو نہ فرشتوں میں ہیں نہ جنات میں نہ عورتوں میں

۱۔ جسمانی ساخت۔ مرد اگر زیادہ موٹے زیادہ کھانے اور اسلامی عبادات و ریاضات سے غافل ہو کر اپنے جسم کو بگاڑ بنا سے بچا لیتے والدین کی غفلت یا بیماری کی وجہ سے پیدائشی کمزور نہ ہو تو مرد کا جسم ایسا حسین خوبصورت ہوتا ہے کہ جانور تو درکنار انسان بھی مرعوب ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اس پر ایمانی حیاداری کی زینت بھی ہمراہ ہو تو کمال پر پہنچ جاتا ہے یہ جسمانی ساخت نہ فرشتوں کو ملی نہ جنات کو وہ تو خیر اجسام لطیف ہیں۔ عورت کی بھی یہ کیفیت نہیں ملی عورت کتنی ہی فوٹو جینک خوبصورت سڈول جسم والی ہو اس کو دیکھ کر شہوت تو آ سکتی ہے مگر ہیبت نہیں سکتی۔

۲۔ قوت۔ مرد کی اصل قوت کے برابر جس کو قلبی اور عیسائی طاقت و جرأت کہا جاتا ہے وہ مرد کی خصوصیات سے ہے اس پر روحانی طاقت کا طاب اور بھی آسان والا ہے۔ ۳۔ رب تعالیٰ نے مرد کی دماغی بناوٹ کچھ اس انداز سے سے متعلق فرمائی ہے کہ جسم کے کروڑوں علوم اس ذرا سی ڈبیہ میں سما جاتے ہیں یہ جوہر دماغی نہ فرشتوں کے پاس ہے نہ جنات کے پاس نہ مستورات کے پاس۔ سی کا حضرت آدم سے مظاہرہ کرایا گیا اور یہ بات نہ تھی کہ رب نے نہ سکھایا بلکہ حقیقت یہ تھی کہ فرشتوں کے پاس علم پڑھنے سیکھنے کا جوہر ہی نہیں پیدا کیا گیا یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر صرف مرد ہی کو تاج نبوت عطا کیا گیا۔ عورت کتنی ہی عابدہ زاہدہ ہو اس کی انتہائی ترقی درجہ صدیقیت تک ہو سکتی ہے جیسے صدیقہ آسیہ۔ صدیقہ مریم۔ صدیقہ خدیجہ کبریٰ۔ صدیقہ عائشہ۔ صدیقہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور اگر کسی فرشتے کو نبی بنایا جاتا تو وہ بھی انسانی مرد کی شکل میں ہی آتا اور بات وہی ہوتی۔ اس لیے کہ نبی کے ذمے جو قانون پہنچانا ہوتا ہے وہ زندگی کا پورا نقشہ اور تبصرہ زندگی کا مکمل خاکہ پیش کرنا ہے جو صرف قولاً نہیں عملاً بھی سمجھانا پڑتا ہے۔ ملائکہ اور جنات حیات انسانی کا پورا عملی مظاہرہ نہیں کر سکتے اور عورت اپنی پردہ نشینی۔ کمزوری جسمانی بناوٹ کی بنا پر نبوت کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا سکتی۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے اپنی عظیم ذمے داری اٹھانے کے لیے کائنات کو سکھانے کے لیے مردوں کو ہی نبی رسول بنایا یہ اس کی عین حکمت ہے۔ مرد ہی کائنات کے میدان میں مسند نشین ہوتا رہا ہے خصوصیت ۴۔ لطیفہ کسی نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کونسا جانور ہے جس کو خشکی کا بھی کہا جاتا ہے

ہاں کا بھی فصلی بھی۔ ہوائی بھی۔ دریائی بھی۔ آسمانی بھی۔ زمینی بھی۔ برفانی بھی۔ ریگستانی بھی۔ جنگلی بھی۔ آبادی بھی۔ گوشت خور بھی۔ گھاس خور بھی۔ پرندہ بھی۔ چرندہ بھی۔ درندہ بھی۔ لوگ حیران ہوئے تو خود ہی فرمایا کہ وہ مردہ ہے دیکھ لو تاریخ میں مرد کے تمام روپ ملتے ہیں۔ مگر جو ہدایت موسیٰ ایمان کے پانی سے پھوٹتے ہیں کافر کے پاس یہ چشمے کہاں۔ اس لیے ان کو مومن بنانے پر زور دیا جاتا ہے انبیاء بھیجے جاتے ہیں۔ اگر یہ مومن بن جائے تو یہی دنیا کا رازی و غزالی و فارابی ہے اور یہی دین کا فخر و قطب و ابدال ہے۔ لیکن اگر کفر کی گمراہی میں پڑا ہو تو ظاہری آنکھوں دل و دماغ سے بھی اندھا و ناکارہ ہے کہ نہ عبرت پکڑتا ہے نہ غور و فکر۔ حالانکہ مدار کہا جاتا ہے کہ یہ ماہر کی دنیا کا نگاہ عبرت سے کیوں سیر نہیں کرتے کہ دیکھیں کہ کن مکاروں سرکشوں نے دامن ہوت سے منہ موڑ کر جو سرکشی کو صانع کریاں کا کیا انجام ہوا کہ ادنیٰ آفت ہی رہا ہو گئی حالانکہ عبرت کا گھر دنیا کے کھیل تماشوں سے نیکے والوں کے لیے پرہیزگاروں متقیوں کے لیے کروڑوں درجے بہتر ہے۔ مگر ہم عقل سے کام نہیں لیتے تاہل کرتے ہی نہیں۔ کہ ان باتوں کو سمجھ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ ہمارے ان نبیوں کرام نے ان مشرکین کو ایک دو سال ہی نہیں بلکہ سالہا سال سمجھایا سکھایا بتایا سنایا دین توحید الٰہی کا درس پڑھایا اور شرک سے توبہ کرنے کی صورت میں عذاب دنیوی سے ڈرایا۔ مگر کچھ چند سیدھے سادھے غریب مسکین لوگوں کے کسی نے ایمان قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ یک طرف تو انبیاء کرام کا ان کی قبولیت حق اصدق سے ناامید ہونے سے مایوس ہو گئے اور دوسری طرف کافروں نے یہ یقین کر لیا بلکہ علی الاعلان کہنا شروع کر دیا کہ کوئی عذاب وغیرہ نہیں آئے گا خواہ مخواہ انبیاء نے معاذ اللہ جھوٹ بول بول کر ہمارے دم خشک کیے ہوئے تھے اور ہم جھوٹے فریب دیئے گئے ہیں کہ جانک ہماری نصرت جو دنیا کے لیے رحمت و مدد تھی اور کفار کے لیے عذاب تھی۔ ان سب کے پاس آ گئی۔ تائید آ گئی عذاب آیا کوئی بچ نہ سکا۔ ہاں ہم نے جس کو چاہا پسند کیا بچا لیا وہ کون خوش نصیب بچنے والا تھا یہی ہمارے انبیاء کرام اور ان کی جماعت تابع فرماں مومنین۔ اور سالقہ تاریخ امتوں کی تاریخ سے ثابت و ظاہر ہے کہ کبھی بھی ہمارا عذاب عام قوم سے نہ پھیرا گیا۔ تو اسے کبھی قوم پر بھی اگر ایسا ہو تو عذاب نہ ٹلے گا خواہ وہ کسی شکل میں آئے۔ آسمانی ہو یا زمینی۔ فرشتوں کے ہاتھوں ہو یا مسلمانوں کے ہاتھوں۔ میدان جنگ میں ہو یا شہر مکہ تمہارے گھروں میں۔

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے **پہلا فائدہ**۔ اسلام کے تمام ذمہ داری والے منصب اللہ تعالیٰ نے مردوں کو ہی عطا فرمائے ہیں اسی لیے نبوت سامت۔ نوشیت۔ قطبیت اور منصب خلافت مردوں کو ہی ملے۔ بچے بھی مردوں میں شامل ہیں کیونکہ نبوت بچپن میں ہی ملی ہے۔

دوسرا فائدہ۔ مرد بہر حال عورت سے اشرف ہے اگرچہ بعض عورتیں افضل ہیں مگر من حیث المجموع مرد افضل ہے کیونکہ کسی عورت کو نبوت یا کوئی اور منصب نہ ملا۔ یہ فائدہ (الرجال قوامون علی النساء) سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ آخرت کا عیش وآرام دنیا سے کہیں زیادہ ہے اور یہ متقیوں کو ضرور ملے گا۔ اگرچہ دنیا میں بھی آرام کی زندگی پائی ہو۔ اسی طرح کافر آخرت میں عذاب پائے گا اگرچہ دنیا میں بھی مصیبت میں رہا ہو۔ یہاں کی کوئی حالت وہاں عذاب میں کافی نہ جانے گی۔ یہ فائدہ (ولدار الاخرۃ خیر) سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ مومن کے لیے دنیا جیل ہے اگرچہ اس کو دنیا میں کتنی ہی آسائش ہو اور دنیا کافر کی جنت ہے اگرچہ اس کو کتنی ہی دنیا میں تکلیف ہو۔ کیونکہ مومن کا دل ہزار عیش وآرام کے باوجود اس دنیا میں نہیں لگتا۔ گھبراتا ہے۔ کافر مسرور ہے۔ دیکھ لیجیے ہزاروں ہو کا فریب کھاتے ہیں جو مسلمان ہو کر حصول دنیا کے لیے دھوکہ فریب اور حرام تجارت اختیار کرے وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا سے امید لگانا یا اس لگانا بعض موقعوں پر جائز ہے بعض پر ناجائز ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے ناامید ہونا حرام ہے۔ یہ مسئلہ (انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ) سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ عورتوں کو قاضی یا جج یا امام یا پیر مرشد بنانا حرام ہے عورت کی بیعت کرنا یا فاسق کو سربراہ مملکت کے لیے ووٹ دینا سخت ناجائز ہے۔ یہی مسئلہ نماز کی امامت کے بارے میں ہے کہ عورت مرد کی امام تو قطعاً نہیں بن سکتی البتہ اگر عورتوں کی امام بنے تو بھی آگے نہیں کھڑی ہو سکتی بلکہ پہلی صف میں کھڑی ہو کر متقی عورتوں کے قدموں سے قدم جوڑ کر امامت کرا سکتی ہے بشرطیکہ اس کی آواز غیر مرد نہ سنیں اور صف کے درمیان کھڑی ہو۔ یہ مسئلہ (قرآنا عربیا) سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ قانون شریعت کے مطابق گاؤں میں جمعہ پڑھنا سخت ناجائز ہے اور دراصل جمعہ کی اصلیت اور وجہ قیام کے خلاف ہے اس لیے کہ جمعہ کا مقصد ہے ارد گرد کے لوگ کم از کم تیس چالیس کی تعداد میں اکٹھے ہو کر ایک ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں وہ علم وعرفان کی دامان نماز روزے کے بڑے چھوٹے مسائل سن سکیں۔ اور ایسے شخص کے پاس جمع ہوں جو ہر سب آسکیں جانتا ہو۔ گاؤں میں یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی نہ کبھی ہوئی ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو بھی گاؤں میں نہ رکھا تو گاؤں کی طرف کسی کو بلانے کا مقصد کیا ہے۔ لہذا قضاء گاؤں میں جمعہ قائم کرنا معطل ہے اور حکمت باری تعالیٰ کے خلاف ہے یہی امام اعظم کا مسلک ہے۔ یہ مسئلہ (من اھل القری) سے مستنبط ہوا۔ جمعہ کا پورا بیان ہمارے فتاوے اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پر سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں من اھل القریٰ سے ثابت ہو رہا ہے کہ کوئی نبی گاؤں یا چھوٹی بستی میں مبعوث نہ ہوا ہوگا پیغمبر پک لے گاؤں کی۔ بالفرض اختیار کی لیکن اسی سورت کی ابھی پہلی چند آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے والد محترم کی معہ تشریف آوری پر والدہ اور بھائیوں سے کہا کہ شکر ہے مولیٰ تعالیٰ کا کہ اس نے آپ لوگوں کو گاؤں سے شہر داخل کیا۔ نیز حضرت یعقوب اس سے پہلے واقعی گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تو یہ تعارض کیسا ہے۔

جواب۔ یہ بالکل درست ہے کہ واقعی کوئی نبی کسی گاؤں کا رہائشی نہیں ہوا علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت یعقوب کنعان سے باہر ایک چھوٹی سی بستی میں صرف عارضی طور پر جانوروں کی وجہ سے ٹھہرے کے لیے تشریف رکھتے تھے مستقل مگر آپ کی اصل رہائش وطن۔ اور آپ کا قانون کنعان کے علاقے کے تمام شہروں میں جاری تھا۔ اور آپ کی بعثت فلسطین میں ہوئی تھی دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ لَا نُوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ یعنی ہم صرف مردوں کو وحی کرتے رہے۔ لیکن سورت قصص آیت میں اشارہ ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (القصص) اور سورت انفال آیت میں ہے۔ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ یعنی ہم نے والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اور فرشتوں کو وحی کی جس سے ثابت ہوا کہ عورت بھی نبی ہو سکتی ہے اور فرشتے بھی جواب۔ معترض نے سورت یوسف کی اس آیت پر غور نہیں کیا۔ یہاں تو لفظ ہی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ۔ اور نُوْحِیْٓ۔ یعنی ہم نے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم ان کو وحی کرتے رہے یہاں مقصود اَرْسَلْنَا اور رِجَالًا کی وضاحت ہے نہ کہ نُوْحِیْ کی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ رسول صرف مرد ہی ہوتے ہیں عورت نہ رہی نہ ہوئی۔ باقی وحی تو اس کا لغوی معنی ہے پیغام۔ جب اس کی نسبت نبیا کی جانب ہوگی تو معنی ہوگا قانونی پیغام۔ دل کتاب وصحیفہ۔ اور جب اس کی نسبت غیر انبیا کی طرف ہوگی تو معنی ہوگا الہام اور غیر قانونی دین کے علاوہ پیغام۔ کوئی بات۔ جیسے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ سورت نحل ع ۶۔ آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو وحی بھیجی تو یہ مطلب نہیں کہ مکھی معاذ اللہ نبی بن گئی۔ یہ باریکی اور لغوی ترجمہ صرف دماغ نشین رکھنا چاہیئے۔

تفسیر صوفیانہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یہ عالم فانی کچھ ساتھوں کے لیے گزرگاہ مسرل بقا ہے یہاں سے سب کو گزرنا ہے مگر ہماری امانت وحی پیغام سفری معدنیات ازلی کو اٹھانے والے ہمیشہ مسدان تجلیات کے برداشت کرنے والے کمزور ضعیفوں بیکسوں بے سہاروں کو صدمات نفسیات سے گھبرانے والے مردان دلیر ہی ہوتے اور بھیجے جاتے رہے جو تنہائیوں کے گاؤں والے بادیہ نشین۔ وحشی خلق نہیں بلکہ شہر وفا مروت۔ قریہ محبت وحلیمی کے ساکنان ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مردان خدا وہ ہیں جن کا قلب مثل یوسف حسین ہے اور عقل مثل

یعقوب ہے اور ظاہری حواس خمسہ و باطنی جواہر خمسہ مثل ستاروں کے کنعان عشق کی خواب فراق میں چمکنے والے۔ جن کی قوت عمل مثل بنیامین طبعی اغیار برداشت کرنے والی ہو جن کا نفس لوامہ مثل راحیل مزبر علم کے حجاب میں رہ کر خواہشات کے بت توڑ ڈالنے والا ہو۔ اور جن کا نفس مازہ مثل یعقوب قلبی کے سامنے عاجزی سے سجدہ ریز ہو۔ جو طبیعت کے کنویں میں گرا ہوا اور ملائکہ کا زیارت گاہ بنا ہو۔ جنہوں نے نور فطری کی قمیص پہنی ہو جن کی خواہشات حدیہ کو خوف الٰہی کے بھیڑئے نے کھایا ہو اور جن کے دامن صداقت پر معاصی کا خون ہو گیا ہو۔ مزان الیہ وہ ہیں جن کی نگاہیں اغیار کو دیکھنے سے مدھی ہو چکی ہوں جنہوں نے اپنی حیثیت کو کھوئے دامول فروخت کر دیا ہو۔ جن کے اعمال کا خریدار مصر لامکانی کا عزیز الخالق ہو جس کی قوۃ فکر کی زلیخا کا دامن شہوت ابھی تک پاک ہو۔ جن کے لباس فخر و فرور کا دامن پیچھے سے پھٹ چکا ہو۔ اور اعمال صالحہ کا دامن محفوظ ہو۔ نہ پھٹ سکے۔ جن کی عفت کی گواہی عقل برہانی دلوائے جن کے دروازہ استقبال پر روح یزدانی کا وجود ہو جو ظلمت ریاضت کی جیل میں رہنا پسند کریں بجائے رعونت کے ساتھیوں کے ہو۔ جن کو عالم جبروت کی شراب عشق اور عالم ناسوت کی لذات طعام کی تعبیریں یاد ہوں۔ جن کو لذت وصل کے بلاوے آئیں جن کے ادراک کی ساتوں قوتیں نفس کی ساتوں قوتوں پر غلبہ پائیں۔ جو خزانۂ عشق الٰہی کے بچے حفیظ و علیم ہوں جن کو نواب ذات کا تاج پہنا کر معرفت کے دربار میں عزت کے تخت پر بٹھایا گیا ہو جن کو اغیار کبھی پہچان نہ سکیں جن کی معرفت کے لیے نگاہ سوز چاہیئے۔ یہی ہماری راہ کے مرد ہیں جن کو ہم نے بھیجا ہے اے غافلو دنیا کشیف کے گھروندوں میں سونے والو اٹھو جاگو اور ہماری زمین امتحان کی سیر کرو۔ میدان عبرت میں ذرا گھوم پھر کر دیکھو کہ اغیار کا آخری انجام کیا ہوا۔ آخرت کی منزل تو اُن کے لیے اچھی اور مفید ہے جنہوں نے صرف ہمارے لیے دونوں جہان سے پرہیز کر لیا۔ کیا تم کو عقل نہیں کہ اُلفت اغیار کے نقشے کر بھر کو ثنا ہی چھالے کے مانند کو پا سکو۔ اور لذت جو عشق جان سکو۔ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مخلوق خالق سے مایوس ہوتے ہیں مگر اہل سعادت مخلوق سے مایوس ہیں۔ خالق تعالیٰ سے مایوس ہونا عین کفر ہے اور مخلوق سے مایوس ہونا عین ایمان ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اللہ کے بندوں سے مایوس ہونا اللہ ہی سے مایوس ہونا اللہ ہی سے مایوسی ہے اللہ کے بندے ولیاء کاملین ہیں۔ ان کی عطا سے مایوسی شرک ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تک کسی کے دل میں انبیاء کرام کی عظمت قائم ہے اُس پر کسی قسم کا عذاب نہیں آسکتا اُس کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ دعائیں ہم کو پسند ہیں جب کوئی بدنصیب بارگاہ نبوت سے دُرکارہ جائے اور نبی رحیم اُس کی بدخلقی سے مایوس ہو جائیں۔ اور گستاخان بارگاہ اپنی گستاخی میں حد سے گذر جائیں۔ یہاں تک کہ دشمن نبوت کو جھوٹ سے گندا سمجھنے لگیں یا نبی کے لیے جھوٹی بات ممکن مان لیں تب عظمت شان نبوت بچانے کے لیے ہماری مدد پہنچ جاتی ہے۔ جو گستاخوں کو

جسمانی یا روحانی یا قلبی یا ذہنی طور پر دنیا میں ہی ہلاک کر دیتی ہے اور آخرت میں دائمی عذاب بن جاتی ہے۔ بدکاروں کی ہلاکت نیکوں کی موت ہے ظالم کی رسوائی مظلوموں کی مدد ہے نفس امارہ کی مخالفت مومن کی غذا ہے اسی لیے طلاب الٰہی کو نصرتاً فرمایا۔ شریعت میں قدم رکھنے والے کی پکڑ اُس وقت ہوتی ہے جب زبان فاسد ہو جائے اور راہِ معرفت میں قدم رکھنے والے کی پکڑ اُس وقت ہوتی ہے جب دہن اور گمان فاسد ہو جائے۔ اگر رب نے علماء کرام کا لباس عطا فرمایا ہے تو زبان کو سنبھالو بری تقریروں چھچھوری باتوں سے بچو اور اگر رب نے تمہیں صوفیا کی سعادت بخشی ہے تو دماغ اور خیالات اور تصورات کو پاکیزہ بناؤ ورنہ جب ہمارا عذاب عرفانی اور محمدی انوار و اسرار کی بارگاہ کا سطح تک رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے تو بس وہی بچا سکتے ہیں جن کو ہم چاہیں اور ازلی مقصود جنہوں نے راہِ معرفت میں بھی مکر کے جال بچھائے ہوئے ہیں اُن سے ہمارا عذاب بے الٰہی واپس نہیں کیا جائے گا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں رب کا سب سے بڑا عذاب طالبِ معرفت کے لیے رب تعالیٰ کی بے التفاتی ہے اور سب سے بڑا انعام رب کریم کی توجہ ہے۔ کہ یہی مقصودِ معرفت اور عارف کی آخری منزل ہے۔ لفظہٗ ''ثُمَّ'' ملاحظہ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي

بیشک ہو گئی ہیں قصوں اُن کے عبرت لیے والوں

بیشک اُن کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی

الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ

عقلوں کے نہیں ہے کوئی ایسی بات جو بنا دی گئی ہو اور لیکن سچائی ظاہر کرنے والی

ہیں یہ کوئی بنا دی بات نہیں ۔ لیکن اپنے سے

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ

اُس کی جو درمیان ہے ہاتھوں اُن کے اور مفصل بیان ہر چیز کا

اگلے کاموں کی تصدیق ہے ۔ اور ہر چیز کا مفصل بیان

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

اور ہدایت اور رحمت ہے اُس قوم کے جو ایمان لائے ہیں۔
اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے
پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں یک در صدر بیان ہوا۔ اب ان آیات میں اُس کے بیان کی وجہ در مقصد کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت سے ظاہر ہو تھا کہ یہ قصہ ساری قوموں کو سنایا گیا ہے اب ان آیات میں بتایا گیا کہ اس سے خاطر خواہ نصیحت اور فائدہ صرف ایمان والوں کو ملتا ہے کیونکہ وہ حس و محبت بھی رکھتے ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں کفار کے یک معاہدے کو پورا کیا گیا جس کو انہوں نے اپنی کتب سے معلوم کر کے مقرر کیا تھا کہ ان پاک مصطفےٰ سے کوئی غلطی یا واقعہ تاریخ غلط اور بناوٹی ثابت نہ ہو سکی ہے اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ جب آپ نے ان کو ان کے بھیجے ہوئے پاک نبی کے اس شان سے سنایا کہ تم کوئی بھی زد علمی نہ نکال سکے تو ماں کو کہا سے جی کی زبان سے اس کے علاوہ بھی کوئی بات کلام قانون وغیرہ ثابت نہیں ہیں مگر سب کچھ ہدایت اور رحمت ہی ہے۔

تفسیر نحوی لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ لام تاکید۔ قد کان ماضی قریب کان تامہ فی جارہ ظرفیہ قصص جمع ہے قصۃ کی یک قرأت میں قصص ق سے ہے اس کا مادہ قصص ہے معنی کاٹنا بدلنا ایسا بیان کرنا۔ محکمہ حالات زندگی۔ یہاں یہی معنی ہیں۔ ہم ہمیہ جار مجرور متعلق کان ہے عبرۃ معدہ سے تاء مصدریہ آخر میں ہے۔ کی سے ہے عُبُوْر یُعْبُرُ نصر سے یک طرف سے شروع دوسری طرف جانا یہی صورت کرنا۔ یہاں مراد ہے معلوم سے ہٹکر مجہول کی طرف جانا۔ برائی سے ہٹکر بھلائی کی طرف جانا۔ صفحہ کی ترجمہ سے سوچنا سمجھنا غور و فکر کرنا۔ لام جارہ نفع کا۔ اولی یہ اسم بمعنی صاحب۔ الباب جمع ہے لب کے معنی ہیں عقل کے مقابلہ میں سے ہے لبابت رفیع ذو اتو ہے لبابت بر وزن فرح ہے یہاں زیر کی حالت میں ہے لام جارہ کی وجہ سے۔ جمع ہمیشہ اضافت سے ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ان کا واحد لب ہے۔ مگر صاحب عقل ہے کیونکہ لب کی جمع ألباب ہے ہاں اس کے واحد کی مگر استعمال ہوتا ہے۔ یہ مضاف سے ہی کا مضاف الیہ لباب ہے۔

جمع ہے لُبّ کی لغوی ترجمہ ہے۔ مغز خالص مغز یا جوہر۔ (یعنی عرق) سے تعبیر ہوتی چیز۔ دل کے ساتھ یک سفید چربی کی ہوتی ہے اُس کو بھی لُباب کہدیا جاتا ہے گٹھلی نہیں ہے۔ اصطلاح میں خالص اور پاکیزہ عقل کو الباب اور لُبّ کہا جاتا ہے۔ وہی یہاں مراد ہے یعنی وہ عقل جس میں شر کی گندگی بالکل نہ ہو۔ عقل اور لب میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ مَا كَانَ۔ عمل ماضی مطلق ماضی منفی ناقصہ ہے ھُوَ ضمیر ہو شیہ واسم کان ہے اس کا مرجع قصص ہے حَدِيثًا واحد ہے اس کا جمع ہے احادیث حَدُثَ سے مشتق ہے بمعنی نیا ہونا۔ اچھوتا ہونا۔ بیان ہونا ظاہر ہونا۔ مشہور ہونا بات ہونا۔ یہاں پر آخری معنی مراد ہیں بحالت نصب ہے کیونکہ خبر کان ہے موصوف ہے اگلی عبارت صفت ہے۔ يُفْتَرٰى فعل مضارع مجہول صیغہ واحد غائب باب۔ تفعال ہے اس کا مادہ ف ر ی ناقص یائی ہے بمعنی جھوٹ بنانا۔ پھاڑنا۔ بہتان باندھنا۔ عجیب کام کرنا۔ پانی کا چشمہ پھوٹنا۔ گھبرانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہے۔ وَ عاطفہ لٰكِنْ حرف عطف نہیں جیسا کہ بعض نادانوں نے کہا بلکہ مشبہ بالفعل ہے دراصل تھا لٰكِنَّ اگر عاطفہ ہوتا تو پہلے واؤ عاطفہ نہ ہوتی دو حرف عطف کبھی نہیں ہوتے یہ لٰكِنَّ حرف تشبیہ اِنَّ وَاَنَّ کی طرح مخفف بھی ہوتا ہے مگر اِنَّ۔ اَنَّ تو بالاتفاق عامل رہتے ہیں۔ لٰكِنَّ مُصَنِّفَہ میں نُحات کا اختلاف ہے مولا) جامی عمل کے خلاف ہیں مگر انتش اس کے خلاف ہیں حضرت حکیم الامت بدایونی نعیمی اور مفتی امین الدین بدیوانی فرماتے تھے کہ لٰكِنَّ بھی مثل اِنَّ ہر طرح عمل کرتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ لٰكِنَّ کے بارے میں تمام قول درست ہیں کیونکہ لٰكِنَّ کبھی غیر عاطفہ ہوتا ہے۔ جیسے۔ وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (۲) اور کبھی عاطفہ جیسے یہاں۔ لٰكِنَّ کیسا بھی ہو مخفف یا مشددہ استدراک کے لیے آتا ہے۔ یعنی دو غیر کلاموں کے درمیان منفی۔ مثبت کے بیچ میں اور جو وہم یا ہدایت پہلے کلام سے ہو سکتا ہو اس کو دور کرنے کے لیے آتا ہے۔ اسی کو استدراک کہتے ہیں۔ تَصْدِيْقَ۔ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ متعدی ہے یعنی سچا کرنا یا سچا کہنا۔ صِدْقٌ سے مشتق ہے بحالت نصب ہے یہ سب عبارت اپنے عاملوں سے مل کر۔ ترجمہ تھا۔ لٰكِنَّ کا۔ اس سے اگلی عبارت خبر لٰكِنَّ ہے۔ تَصْدِيْقَ مضاف ہے۔ الَّذِيْ اسم موصول واحد مذکر اس کا مضاف الیہ ہے بَيْنَ اسم ظرف مکانی بمعنی درمیان مضاف ہے اس لیے منصوب ہے کہ ظرف ہے یدیہ شبہ فعل ثنیت کا یا یہ شبہ کو جود کا یدی تثنیہ ہے بحالت جر کیونکہ مضاف الیہ ہے تَاْوِيْلَ کا ہ مضاف ھَا بعد کا اس لیے نون تثنیہ گر گئی ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع یا تو خود حدیث ہے یا اگلے مجرم لوگ قوم یعقوب والے۔ اظہریت کا زیر میں ترجمہ اسی طرف راغب یا موجودہ یہود و نصاری ہمارا ترجمہ اسی طرف گیا ہے۔ بہرحال سب مناسب ہیں۔ وَ عاطفہ تَفْصِيْلَ ہے تفصیل کا مادہ ف ص ل سے فَصْلٌ سے بنا ہے بمعنی کسی اجمال کو کھول کر پورا بیان کرنا۔ فَصْلٌ بمعنی جدا کرنا اس کو تفعیل میں لا کر بیان کے معنی پیدا ہوئے بحالت زیر ہے کیونکہ مضاف ہے تصدیق پر تنوین سے مانع مضاف ہوتا ہے۔ كُلَّ تاکید معنوی کے آٹھ اسموں میں سے ایک اسم ہے بحالت کسرہ

ہے کیونکہ مصاف الیہ ہے اور تنوین سے مانع مصاف ہونا ہے مابعد کا شئی مجرور ہے مصاف الیہ ہے کُل کا تئی مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی چاہی ہوئی دعا لفظ۔ ھُدی۔ مصدر ہے بمعنی اھتدا ہدایت دینا یا اسم فاعل مُہتدی یا ہادی کے معنی میں یہ مصدر ثلاثی کا ہے مگر اس کے وزن پر کم مصدر ہوتے ہیں صرف چند ہی مشہور ہیں مثلاً تُقیٰ۔ لُغیٰ۔ بُکیٰ۔ وغیرہ لفظ ھُدیٰ قرآن مجید میں تقریباً چالیس جگہ آیا ہے اس کا مادہ ھدیٰ ہے بمعنی روشن وقت یا جگہ۔ رستہ دکھانا۔ منزل تک پہنچانا۔ یہاں مؤخر آخری دو معنی ہو سکتے ہیں۔ وَ عاطفہ۔ رحمۃ معطوف ہے۔ یہ سب علامات معطوف علیہ و معطوف اسم لکن ہے۔ لِقَوْم۔ لام جارہ قوم مجرور ہے عامل کی وجہ سے اور موصوف مابعد یؤمنون کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب کا۔ اٰمنَ سے بنا ہے باب افعال سے ہے یہ صفت اور جار مجرور متعلق ہیں یوشیدہ اسم مفعول مُنفیہ ہے کے۔ پھر یہ جملہ اسیہ خبر ہے لکن کی۔ جن بزرگوں نے لکن کو لغو مانا ہے وہ اس سب عبارت کو حد شاہد علف کرتے ہیں۔ مگر یہ تکلفات ہیں۔ الحمد للہ کہ آج مورخہ گیارہ ربیع ثانی بروز اتوار ۱۴۰۳ھ مطابق پندرہ جنوری ۱۹۸۳ء دن کے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ ۴۰ سیکنڈ پر تفسیر نعوی یوسف علیہ السلام کی سورت کا مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بحرمۃ النبی الامین حامل لواء الحمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تفسیر عالمانہ

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۔۔۔ اللہ فرماتا ہے بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں اور ماں باپ کے ان حالات زندگی میں یا انبیاء کرام کے اپنے اپنے دور کے واقعات میں۔ تبلیغ و ارشاد معانی اور پکڑ عذاب و نجات میں۔ یا کفار اور سرکش ظالموں کے انجام میں۔ یا نیکوں کی نیکیوں اور بدوں کی بدیوں کی جزا و سزا کے ان قصوں میں جو قرآن مجید میں بیان فرمائے گئے عبرت ہے۔ تفکر ہے تدبر۔ غور و تحمل ہے۔ سوچ بچار ہے۔ عبرت کا معنی ہے ماضی یا حال کے معلوماتی موجودہ حالات و کیفیات کو دیکھ سُن کر مستقبل کے غیر موجود انجام۔ مجہول نتیجہ کے متعلق کے لیے غور فکر کرنا تاکہ برے کام سے بچا جائے اور ماضی و حال کے اچھے کام اور اس کے ظاہر شدہ نتیجہ کو کیا جائے اور اچھے نتیجہ کی خواہش کی جائے تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاصلہ زمانی پچیس سو سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب تفسیر کبیر نے فرمایا کہ واقعات یوسف میں چار طرح عبرت ہے۔ ایک یہ کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ لوگوں نے چار طرح سلوک کئے لیکن رب تعالیٰ نے چار موقعوں پر حفاظت فرمائی۔

۱ پہلے یہ کہ بھائیوں نے کوئیں میں ڈالا مگر رب تعالیٰ نے حفاظت نکالا ۲ پھر لوگوں نے غلام بنا کر بیچا مگر رب کریم نے شان یوسف کو بلند فرمایا ۳ پھر اہل مصر نے قید میں ڈالا مگر رب جلیل نے سلطنت شاہی تک پہنچایا۔ ۴ پھر جن لوگوں نے آپ کو غلام بنایا یا سمجھا تھا۔ رب تعالیٰ نے خود ان کی زبانوں کہلوایا سے یوسف

صدیق گندم کے بدلے ہم کو خرید لو مگر حسرت یہ ہے کہ جو رب تعالیٰ ان مشکلات میں نیکوں کو عزت بروں کو ذلت دے سکتا ہے وہ اب بھی اور ہمیشہ بھی اپنی مخلوق سے اسی عادلانہ کریمانہ سلوک پر قادر ہے۔ لہٰذا اے عقل خالص والو نیک بنو۔ ہدرد بنو۔ عادل بنو ظالم نہ بنو دوسری یہ کہ اس سورت میں وہ خبریں بیان کی گئی ہیں جن کو مکے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ واقعات یوسف سے سب بے خبر تھے۔ ایسے ماحول میں باسی شہر کے وہ یک امی شخص کا نہایت فصیح و بلیغ انداز میں بیگانوں سال پرانا واقعہ تفصیل سنا دینا۔ درغیب کی پوری پوری من وعن خبریں عادیا ایک معجزے سے کم نہیں لہٰذا اے خرد مندو عبرت لو سوچو فکر کرو اور اس کی نبوت پر ایمان لاکر اللہ کے پیارے ظلموں کے تلے۔ اور آخرت کے نیائے مسلمانوں کے دلاسے بن جاؤ۔ تیسری یہ کہ اس سورت کے ابتدا میں فرمایا گیا ہے۔ اَحْسَنَ الْقَصَصِ اور آخر میں فرمایا گیا کہ ان قصوں میں عقل خالص والوں کے لیے عبرت ہے۔ لہٰذا درمیان کلام میں معرفت۔ قدرت۔ شریعت و طریقت کا سدا بہار گلدستہ کھلا دیا۔ یہ اس بات کے ثبوت کے لیے کافی عبرت ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور نبی پاک کا معجزہ تسلیم کر لیا جائے۔ چوتھی یہ کہ دنیوی مصیبتوں سے اللہ کے پیارے بندے نہیں گھبراتے ان کے ایمانی قدموں میں لغزش آتی ہے جمے رہتے۔ نیک و بد کی پرکھ مصائب سے ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا اے عقل والو سوچو کہیں دنیا کے چکر میں تمہاری پرکھ آزمائش اور امتحان تو نہیں ہو رہا ہے تو سے شکایت کی عادت چھوڑ کر نیک بنو اور اس اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن کے امتحان میں پورے کامیاب ہونے کی کوشش و محنت کرو۔ کیونکہ سورت کا یہ واقعہ عقل خالص والوں کے لیے ہی عبرت ہے اس لیے کہ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ یہ باتیں بناوٹی یا یہ قرآن مجید کوئی مصنوعی کلام نہیں اس کے ان قصوں کی سچائی تسلیم کرنے پر تو یہود یہ جیسے سخت متعصب کافر بھی مجبور ہیں کیونکہ ان کی توریت میں بھی یہ واقعہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور اسی امتحان کی غرض سے یہ قصہ یوسف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جو لعینہ بلکہ توریت سے بھی زیادہ اہمیت سے فرمایا گیا گویا یہ قصہ بیان کرنا تصدیق ہے اس کتاب کی جو ان یہودیوں کے پاس ہے یعنی توریت اور صحف موسیٰ علیہ السلام۔ بلکہ اس سے زیادہ اس واقعے کی ہر ہر پہلو ہر سرگزشت کی جامع تفصیل ہے جب ایک واقعے کو ان سب کفار نے تسلیم کر لیا تو باقی قرآن پاک کے ماننے میں کون مانع ہے زبانیں اگرچہ نہیں مانتیں مگر دل گواہی دیتے ہیں کہ یہی قرآن کریم ہدایت ہے ساری کائنات کے لیے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں گے یا لا چکے۔ ان آیات میں رب تعالیٰ نے پانچ صفات بیان فرمائیں ایک یہ کہ یہ قصہ عبرت ہے دوم یہ کہ عبرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدا کا کلام ہے افترا نہیں سوم۔ افترا نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا حالانکہ نہ انہوں نے خود کسی کتاب سے پڑھا کیونکہ اُمّی ہیں نہ کسی سے سنا کیونکہ یہ واقعہ صرف توریت میں ہے اور توریت کا عالم راہب پادری

ہوں بھی مگر تو در کنار مکہ یعنی پورے علاقے میں (ضلع) میں کوئی نہیں۔ نہ ہمارے ہی نے کہیں پردیس میں وقت گزارا جس سے کسی کو سننے سنانے کا تک پیدا ہو۔ چہارم یہ کہ قصہ واقعاتی اعتبار سے بالکل سچا سیدھا سادہ صاف گوئی پر مبنی ہے۔ نہ سلیقہ بازی کی ملاوٹ ہے نہ انسانوی طرز کی خیالی نہ کسی دریادتی کا جھوٹ پنجم یہ کہ تفصیل توریت سے بھی زیادہ پھر اس طرح کہ والدین کا بھی ذکر ہے اور اُن کی شان و عظمت کا بھی۔ ان صفات سے ساتھ قرآن کو کلام الٰہی ثابت کر دیا کہ وہی ہے جو دنیا میں ہدایت ہے اور آخرت میں رحمۃ۔ ہاں اللہ ہدایت نافعہ و رحمت کاملہ صرف مومن متقیوں کے لیے ہے کیونکہ وہی قوم اولوالباب در فائدہ حاصل کرنے والا ہے۔ اگرچہ ہدایت دعوت سب کے لیے ہے۔ رحمانی۔ بیضاوی۔ کبیر۔ معالی۔ بیان۔ صاوی۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ نیک لوگوں کے واقعات بھی سرچشمہ ہدایت اور ذریعہ رحمۃ الیہ ہیں۔ ان واقعات کو سن کر بھی دل میں تقوے کی دولت۔ اطمینان و سکون کی نعمت مل جاتی ہے۔ جس کے ذکر کی یہ شان ہے اُس کی ذات کی شان کیا ہوگی۔ اور جب قصۂ یوسف علیہ السلام کا یہ فائدہ اور کمال ہے تو ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی کمال والی ہوگی۔ **دوسرا فائدہ**۔ قرآن مجید سے ساری کائنات کو فائدہ اولین کو بھی آخرین کو بھی۔ انبیاء کو یہ فائدہ ہوا کہ اُن کی تصدیق اس قرآن سے ہوئی تا قیامت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فائدہ کہ ماکان و مایکون کا کل علم غیب اسی کے ذریعے آپ کو حاصل ہوا۔ اُمت کو یہ فائدہ ہو کہ ہدایت و رحمت نصیب ہوئی۔ کفار کو یہ فائدہ ہوا کہ مرنے تک ڈھیل مل گئی۔ عذاب سے تباہی نہ ہوئی۔ **تیسرا فائدہ**۔ مومن خواہ بے پڑھا ہو مگر اولوالباب میں شامل عقل والا ہے کیونکہ عبرت حاصل کر لیتا ہے مومن متناہی عبرت لیتا ہے۔ کافر خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا ہو بیوقوف ہے۔ کیونکہ قصص قرآنیہ سزا و جزا کے واقعات سے عبرت نہیں پکڑتا۔ اُس کی خوش عقیدگی فی دنیا تک محدود ہے۔ مومن کے لیے دونوں عالم روشن ہیں یہ فائدے تصدیق الذی۔ اور اولوالالباب۔ اور ھدیً و رحمۃً سے حاصل ہوئے۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند مسئلے مستنبط ہوئے۔

پہلا مسئلہ۔ قرآن مجید آخری کتاب ہے اور آقا دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں کیونکہ یہاں صرف تصدیق کا ذکر فرمایا گیا جو آخر میں ہوتا ہے وہ پہلوں کی تصدیق کرتا ہے اور جس کے بعد بھی اور کوئی ہو تو اُس کی شہادت دی جاتی ہے نبی کریم نے کسی کی شہادت نہ دی۔ لہذا جو شخص نبی پاک کو آخری نہ مانے منکر قرآن اور کافر ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ ہر مسلمان پر صبر شکر واجب ہے۔ شکوہ شکایت۔ ناجائز ہے۔

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

اعتراضات **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ یعنی ان قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے مگر ہیں تو عقل والے بہت سے اسی طرح کھاریں آج کل بھی عقل والے بہت ہیں مگر وہ ان ذی عقل اہل مکہ سے عبرت پکڑی۔ اور دوسرے ذی عقل لوگ عبرت پکڑتے ہیں۔ اس سے قرآن جبر پر اعتراض پڑتا ہے۔ جواب۔ اس کا جواب تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ (۱) اس طرح کہ اہل مکہ ہی عقل تھے مگر وہ اولاب نہیں تھے کیونکہ لب ہر عقل کو نہیں کہا جاتا بلکہ اس عقل سلیم کا نام لب ہے جس کو اہل میں اللہ تعالیٰ سے ورثوت سے ورثا ہو۔ اگرچہ وہ کچھ عرصہ کفر کے پردوں میں چھپا رہے تو کار اس کو ہدایت ملے گی۔ لب اس عقل کو کہتے ہیں جو خباثت نفسانیت سے بالکل پاک صاف اور خالص ہو۔ (۲) جواب اس طرح ہے کہ یہ آیت جملہ خبریہ کے مشابہ تو ہے مگر حقیقتاً جملہ خبریہ نہیں انشائیہ طلبیہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی اہل عقل عبرات فکر و فکر کریں اور بار بار اس قصے سے محنت کریں تب یہ آیات ان کے لیے عبرت کا کافی سامان ہیں۔ جو غور و فکر نہ کرے گا اس کے لیے نہیں۔ (۳) جواب اس طرح ہے کہ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ما فِیْ قَصَصِهِمْ اولی الالباب کے معنی میں ہے۔ یعنی اے عقل والو عبرت حاصل کرو۔ گویا یہ دعوت غور و تدبر ہے نہ کہ خبر۔ **دوسرا اعتراض**۔ جب یہ جملہ دعوت عامہ ہے تو صرف اُولی الالباب کو ہی کیوں دی گئی۔ اور پھر عقل والے تو سب ہی ہوتے ہیں اس دعوت کو مخصوص کیوں کر دیا گیا۔ جواب۔ یہ کوئی کھانے پینے کی دعوت نہیں تھی جس میں سب کو سائل کر دیا جاتا یہ تدبر کی دعوت تھی تدبر والوں کو ہی دی جاتی تھی۔ پھر ہر شخص عقل والا نہیں ہوتا۔ معترض کا یہ کہنا کہ سب ہی عقل والے ہوتے ہیں یہ غلط ہے۔ حقیقت کے خلاف ہے اور پھر عبرت کے لیے صرف عقل کافی نہیں ہوتی بلکہ صاحب لب ہونا ضروری ہے ان وجوہ سے دعوت کو مخصوص کر دیا اور پھر صاحب لب ہونے کے عبرت پکڑنے سے ماتحت فلسفہ تو آپ ہی درست ہو جاتا ہے **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ (الخ) خبر تصدیق کو چاہیئے تھا کیونکہ لکن حرف عطف ہے۔ اور تصدیق معطوف ہے ماکان کے اسم ھو ضمیر پر جس کا مرجع قرآن مجید ہے اور یہ کان ناقصہ معلوم ہوتا ہے لہٰذا لفظ تصدیق کو نصب ہونا چاہیئے کیونکہ معطوف حکم اور اعراب میں اپنے معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے۔ یہ آیت قانون نحو کے خلاف معلوم ہو رہی ہے۔ جواب۔ تفسیر نحوی میں ہم نے عرض کر دیا ہے کہ یہ لکن عاملہ نہیں ہو سکتا بلکہ حرف عطف ہے اور اس کا تعلق ماقبل سے عطفی نہیں بلکہ استدراکی ہے۔ (۲) لفظ تَصْدِيْقَ اس کا اسم ہے لہٰذا اس کا نصب بھی درست ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو عاملہ مانا ہے۔ وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ لکن کے مابعد تصدیق کا عطف ماکان کے اسم پر نہیں بلکہ یہاں ایک اور کان پوشیدہ ہے اور اس کان محل ناقصہ مثبت کا عطف ماقبل ماکان منفی پر ہے اس

کاں پوشیدہ کا اسم بھی قرآن مجید کی ضمیر ھو ہے۔ اور تصدیق اُس کی خبر ہے اس جواب سے بھی نحو ہی درست ثابت ہوا بعض نحویوں نے جواب دیا ہے کہ تصدیق کو ضمنہ بھی درست ہے مگر وہاں ھو ضمیر مبتدا مرفوع منفصل پوشیدہ مانتے ہیں اور تصدیق کو اُس کی خبر مانتے ہیں۔ اُس کے نزدیک اصل تھا۔ لٰکِنْ ھُوَ تَصْدِیْقُ الَّذِیْ (الخ) مگر پہلا جواب منتخب اور درست ہے۔ جس کی تفصیل ہم نے نحوی تقریر میں عرض کردی وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تفسیر صوفیانہ

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ امام معرفت حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ صاحب اسرار لوگ ہی اُولوالالباب ہیں۔ کیونکہ لُبّ مقام معرفت للہیہ سرّ الاسرار ہے۔ انبیاء کرام ہی قاسم اسرار و مخزن حقیقت ہیں۔ سارا عالم اُن کے در کا بھکاری ہر نعمت ربانی ان ہی آستانوں کا لنگر ہے۔ ان کی زندگیاں عقل شریعت و طریقت کی روشنیاں ہیں اور ان کے قصے و واقعات معرفت مقام قلب ہیں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ عبرت کے پانچ معنی ہیں اور پانچ ہی مقام ہیں اور پانچ ہی عبرت والے کو مدارج عرفانی حاصل ہوتے ہیں مگر اس کے لیے سات منزلیں عبور کرنی پڑتی ہیں۔ پہلا معنی غم زدہ ہونا دوسرا معنی ہے خاموشی مشاہدہ تیسرا معنی ہے ماضی پر آنسو بہانا جو تھا معنی دنیا کو خواب اور آخرت کو اُس کی تعبیر سمجھنا پانچواں معنی حال کو دیکھنا مقام اوّل سے اعلیٰ مقام دوم نکلنا مقام سوم عُبر ماسوی اللہ مقام چہارم عبور من اللہ الی اللہ مقام پنجم۔ وصل فی اللہ فنا بیت حق [illegible] عبرت والا وادی ناسوت کا باسی ہے۔ لطف و لذت کا جہیز ہے۔ عالم فنا والوں کے لیے بقا کا عتاب ہے۔ ساری کائنات کی عبارت ہے۔ گمان قصوں کو پڑھنے کے لیے قرآن گلا منی سے اٹھ کر مقام کربلا تک عبور کرنا پڑتا ہے۔ مشاہدات ولا ہی جانتا ہے کہ۔ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اے خودی کے خود فروشو۔ ہر شی کو خود ساختگی کے خلاؤں میں پلٹانہ سمجھو کیونکہ دنیا پرستوں کی ہر بات خود ساختگی کے فریب سے خالی ہے مگر اقوالِ مخلصین حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی نہیں ہے بلکہ زبان فیض ترجمان اُن مشاہداتِ تجلیات کی تصدیق کرنے والی ہے جو قلب عرش نشیں پر ورود مسعود ہوتا ہے اور ان ہی پاک (مشاہدوں) کی کیفیات میں کُل کائنات کی تفصیل سمٹی ہوئی ہے۔ ان کے بیٹھے ہدایت کے گھنے اور رحمت کے خزینے ہیں۔ فقط اُس کے لیے جو وساوس شیطانی اور وادیٔ لمانی در طریق تعالی کے بھاڑ سے نکل کر ایمان و ہدایت کی بارگاہ میں آگئے۔ کسی بزرگ نے شاعر سے کوئی مرثیہ سے پوچھا۔ جیسا کہ اُن کی سوانح حیات میں خود اُس کی زبانی لکھا ہے کہ کیا تم خدا کا قرب چاہتے ہو تو بولے نہیں ہرگز نہیں۔ بھلا میں قطرہ وہ سمندر وہ بقا میں فنا۔ میں کیوں وادی فنا میں قدم رکھوں اگر کوئی کہے کہ اللہ تجھے ملنے آرہا ہے تو میں کہوں دور بھاگ جاؤں۔

یہ تمام وہ حباب جو فلسفیانہ وحدوی کے جگر میں بھس کرانانیت کے گمان باطل سے خارج ہوتا ہے دنیا کا نود ستا خود آگاہ۔ خودی کے پھر نے جو ہڑوں کو گوشہ بقا سمجھتا ہے۔ باطل کے سب قبیلے اسی صدیثنائیتی میں مبتلا و مغرور ہیں۔ بحر تصدیق۔ چشمۂ ہدیت دریا دہ رحمت کی تفصیلی موجوں پر ایمان نہیں لاتے۔ کائنس شاعر سیالکوٹی میرے زمانے میں ہوا۔ تو میں بھی اس کو سمجھا مقام بیخودی کیا ہے۔ قطرہ خودی میں سرشار ہے اس لیے سمندر سے بھاگ رہا ہے وہ خودی کے لبادے میں خود کو ماتی سمجھ رہا ہے یہ اس کی بھول ہے۔ وہ علم مدارس۔ فقر خانقاہوں۔ مساجد مقابر سے بھاگ رہا ہے۔ اس کو خدا سمجھ رہا ہے حالانکہ قطرہ جتنا بھاگے گا نسا کے قریب ہوتا جائے گا وجود تحلیل ہوتا جائے گا۔ جس سمندر کے قرب کو شاعر نے فنا سمجھا وہ قطرے اب کو گھر بنانے والا ہے۔ بشرطیکہ کسی پیسی بازدان کے باطن میں ریپوٹ ہو جائے۔ اسے خودی کے بھاریوں بحر لاہوت کی ہدایت رحمت۔ تصدیق و تفصیل کی موجوں سے گھبراتے ہو۔ آؤ مدینے منورہ والے آقا کی پیسی میں خود کو پھینا دو بحر لاہوت کی بیکار موجیں تم کو گوہر تابدار بنا دیں گے۔ ہاں اگر فلسفہ خودی کی بینک سے رکھ کر بے وسیلہ ہی سمندر میں کودو گے تو فنا ہی فنا ہے تباہی و بربادی ہے۔ اسی خودی کے عقیدے نے سب باطل کو جنم دیا۔ خودی میں شرک کی بو ہے۔ نیز باری تعالیٰ کو سمندر سے تشبیہ دے کر خود کو قطرہ کہنا بھی یا سمجھنا بھی تو شرک بھی ہے کیونکہ پانی کی جنس اور ماہیت تو ایک ہی ہے گویا ہم جنس خدا بنتا ہے اے میرے کریم سب مجھ کو بھی ان سرکاروں سے علاوے اور میرے حال کو حال بنا دے۔

سورۃ یوسف کی تفسیر کا خلاصہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ۔ انسان کی حیات دنیا بھی ایک صحراء اعظم ہے جس میں تصورات و خیالات و نظریات کے لاکھوں نیلے نیلے کھیاں پھول۔ اور کانٹے ہیں انسان ہی کے عقائد و بصائر کہیں ایمان کے پھول بن جاتے ہیں کہیں کفر و الحاد کے کانٹے اس قصہ یوسف کو کسی نے افسانہ سمجھا۔ کوئی اس سورت کے حسن بلاغت میں کھو گیا۔ کوئی اس کی فصاحت کی داد دیتا رہا کسی دل جلے عاشق نے اس کو محض اس لیے بار بار پڑھا کہ یہ ایک درد بھری کہانی ہے۔ مؤرخ کی نظر میں یہ فقط ایک تاریخی داستان ہی بنی رہی۔ جغرافیہ نویسوں نے اس سے صرف جغرافیائی نقشہ حاصل کیا۔ افسانہ نگاری اور داستان سرائی کے علاوہ اگرچہ اس میں حسن بیان کی تمام خوبیاں فصاحت کی تمام رعنائیاں

مدرجہ اتم موجود ہیں اور ہر فکر کا عامل اپنے فکر کے حصول میں حق بجانب اور کامیاب ہے مگر اسی سورت کریمہ کی آیت ۱۰۵ وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ اور سورت کے آخری الفاظ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ خیالات و تصورات کو کسی اور طرف موڑنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم کی طرز بیان نے کبھی بھی کسی پیرے کے نظام میں تسہیل و تفہیم کو ایک دو لفظوں میں ہی بہت کچھ بیان فرما دیتا ہے۔ عالم دنیا میں بہت سے کام کسی انسانی پروگرام کے تحت منظر شہود پر آتے ہیں اور بہت سے واقعات کو ہم اتفاقیات کا نام دے دیتے ہیں مگر یہ ہماری کج خیالی ہے۔ دنیا جہاں میں کوئی چیز بھی محض سوہ اتفاق یا محض اتفاق نہیں بلکہ سب کچھ فطرت الٰہی کے بہت پرانے پروگرام کے ماتحت ہوتا چلا آیا ہے۔ واقعات یوسف علیہ السلام بھی اسی مزاج میں عاما بجموعہ اتفاقیات ہوں اور کثرت رائے اس کو یہی سمجھی ہو کہ یہ سب کچھ اتفاق ہوتا چلا گیا لیکن حقیقت یوں نہیں۔ آیت ملا وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ کے پورے الفاظ کسی بہت بڑے پروگرام کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے کوئی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی بدگاؤں میں پیدا ہوا نہ وطن سایا۔ نہ عامی رہا نہ حیاد کی۔ کہ یعقوب علیہ السلام اپنے آبائی وطن وجہ درات کی مشہور مرکزی منڈی بہت بڑے تمدنی مرکز کی آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے سکم کہا جاتا تھا اور اب نابلس کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے چھوڑ کر آیے بہت ہی مختصر فقط اپنے گھرانے فرد تو بیویاں اور اہل و دین دونوں سگی بہنیں تھیں شریعت یعقوبی میں دو بہنوں کا ایک خاوند جائز تھا اور دس میلوں کے ہمراہ کنعان کے صحرائی علاقے بحر مست کے مغربی کنارے دریائے یردن کے قریب جس کو آج اردن کہا جاتا ہے ایک بہت ہی چھوٹی بستی جنوں گاؤں میں تنہا منتقل ہو گئے۔ کیا یہ تبدیل و رہائش کسی بڑی حکمت اور فطری پروگرام کا پیش خیمہ نہیں ہے اسی سورت کی آیت ملا وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ کے ہم نے تو سب انبیاء کو شہروں میں ہی مبعوث فرمایا ہے۔ ان کو کبھی متقلی کی طرف اشارہ نہیں فرمائی۔ آخر اس سورت میں مقام نبوت کے شہری ہونے کا ذکر کر کے کیا منظور تھا ذرا بدقت کی نگاہ سے آیت ملا وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ اور آیت ملا مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي کو جوڑا جائے تو سارا کار فطرت کا عجیب پروگرام ظاہر ہوتا ہے۔ اس قصہ یوسفی میں چار کردار منظر عام پر نمایاں ہیں۔ ملا یوسف علیہ السلام ملا یعقوب علیہ السلام ملا برادران یوسف ملا اہل مصر۔ ان میں مرکزی کردار یوسف علیہ السلام ہیں۔ کون یوسف جس کو ظاہر کی نگاہ سے ایک بھولا سا ان پڑھ بچہ سمجھا جس کی ولادت بھی کسی چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی ہے۔ جس نے اپنے دادا کے اونٹوں گھر زدن جانوروں میں آنکھیں کھولی ہیں۔ گاؤں میں بھی دیہاتی زندگی کے بہت سے شعبے ہوتے ہیں مگر سب سے پست شعبہ چرواہی ہے۔ وہ یوسف کبھی جس نے اسکول سے۔ مدرسے۔ جامعہ کا منہ تک نہیں دیکھا

جس نے اپنے دروازے پر کھڑے ہو کر حاجیوں کو ہی آتے جاتے دیکھا کبھی کسی طالب علم کو بھی مدرسے کی طرف آتے جاتے نہ دیکھا کچھ تو علم کی سنسان گلی اور جاہل عورتیں کسی تو گھر بیٹھے والے سے کہا ہوتا کہ اے جان تم کو مدرسے داخل کرنے میں بھی اسکول کی تہذیب، اخلاق سیکھوں گا تم کو دو تین ماہ میں لکھنے کا شوق ہے۔ مگر یوسف کو اس جاہل سے کتنی دور رکھا گیا۔ وہ یوسف جس کو ماں کو پہلا مدرسہ بھی نصیب نہ ہوا تقریباً چار پانچ سال کی عمر میں والدہ کا سایہ اٹھ گیا ماں والدہ کی آغوش ملی اور نہ شفقت کی جھلک باپ کی محبت مستزاد ہے۔ مگر یہ کیسی محبت کیسا پیار ہے۔ والد میں تو ایسی پیاری اولاد کا مستقبل درست کرنے کے لیے گاؤں سے نہ ہی بھیجنے میں مگر ان محبت کا تو دعویٰ کرتا ہے کہ شہر سے کمال کریگا۔ ان میں مہذب ماحول سے کمال کریگا۔ غیر مہذب ماحول میں علمی دنیا سے کمال کرو بھائی بہانت میں روشنی سے کمال کرو مدرسے میں لے جاؤ۔ کیوں یوسف اب ہی یوسف ہو گیا۔ ۱۲ سال کا بالغ یا ۱۵ سال کا نوجوان۔ اور محروم کی ترمت گاہ سے حوالہ کیا جاتا ہے تو اس بچے کو کیوں نہ پڑھایا گیا اس سوال کا جواب قرآن پاک سے ان لفظوں میں عطا فرمایا۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ (طٰہٰ) اے میرے پیارے تجھ کو دنیا کا کوئی مدرسہ میں پڑھا سکتا تجھ کو تو تیرے رب ہی پڑھائے گا۔ اس لیے کہ تجھ کو نبوت کا تاج پہنایا جائے گا۔ تو پھر نبی تو سارے شہروں میں ہی مبعوث ہوئے۔ ان کو گاؤں میں کیوں رکھا گیا۔ اس کا ایک جواب اسی سورت کی آیت ۲۱ میں دیا گیا کہ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اللہ کے کاموں کو اکثر لوگ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ کی کچھ حکمتیں ہیں کچھ قانون ہیں لیکن جب کبھی کوئی اس طریقہ مشورہ و حکمت معمودہ سے غلطی سرزد کرے تو کبھی اس میں تھوڑی سی چمک بھی پیدا کر دی جاتی۔ اس طریقہ حکمت سے کوئی یہ سمجھ سکتا تھا کہ شاید نبی کی رفعت، شان و شوکت، فضیلت، شرافت تہذیب حسن اخلاق علمی حیثیت شہری ہونے کی وجہ سے ہے یا متعلقہ ماحول پر مبنی معاشرے شہری ذہنیت کی بنا پر ہے۔ اس باطل خیال کو توڑنے کے لیے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ حضرت یوسف کے سب مالک کی نظر پڑ کر ہو جانا، اور تاجدار شہ سے نبی کی رفعت نہیں علامہ ان علاقوں یہاں تک کہ میں انسان کو فائز نبی علیہ السلام کی وحی سے شرافت، فضیلت سے نبی کی بادشاہی و قلم و قوم میں تو میں دنیا پر قحط ڈال دیتی ہے بستی کے ماحول نے تو یوسف کو ہدی کو رہنما، مگر صحرائی اشتے میں تو نَخْلُقُوْا فِيْ عَيْنِ الْجُبِّ (کہ اس کنوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔ جو قافلوں کی راہ گزر سے تین میل دور علاقہ ویران کنوئیں سے اور ایسی بستی شہروں سے چار میل دور۔ یہاں کون پہنچانے والا گھر ہے دنیا کی محبتوں کے تو سارے رشتے ٹوٹ چکے ہیں۔ ان وقتوں میں مل دیا تو پتہ لگ جاتا ہے کہ کون محبت کا دلی ہے۔ آیت ۱۵ کے ان لفظوں سے وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا (اگلے سارے مستقبل کا پتہ بتا دیا۔ تین دن کے بعد وہ دوسرے ہی دن ایک قافلہ راستہ بھول کر

یا دیں کسی بڑی بڑی راہ سے آکر ٹھیرتا ہے اس طرح یوسف کی نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے پہلے زمانے کی نظروں میں وہ فقط ایک گاؤں کا بچہ تھا۔ مگر آج جب کہ قافلے والے اس کو کنویں سے نکالتے ہیں تو بھائی جو اُس کو بیچنے کے ارادے سے آئے تھے قافلے والوں کے پاس اپنے یوسف کو ننگے بدن معصوم شکل تین دن کی بھوک پیاس کی حالت میں دیکھ کر بجائے ترس کھا کر واپس لینے کہ غلامی کا طوق گلے میں ڈال دیتے ہیں اسے یہ تو ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے۔ یہ تھا اُن لوگوں کا اتہام در آخری لطم جن کو کاریج بھائی کے پیار سے وشنے سے یاد کرتی ہے۔ یا انہاں کوئی معمولی۔ تھا طوق غلامی پھر اُس زمانے میں جب جانور ہونا پھر کچھ مفید تھا غلامیت جانوروں سے بدتر تھی ملک کرانہ لی حقیر مخلوق سمجھا جاتا تھا اور کفر کا ہمیشہ سے یہ طریقہ تھا۔ اپنے برتنوں میں غلام کو کھانا گوارہ نہیں ہوتا تھا غلام کے برتن میں کھانا تو درکنار اُس کو ہاتھ لگانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ احسان ہے اسلام کا مخلوق الٰہی پر جس نے غلامیت کی مصیبت سے بچایا۔ کسی دور میں کسی کو غلام بنانا ورنہ مار ڈالنے سے سخت ظلم تھا۔ ان بھائیوں پر بھی حالاتِ زمانہ کی پوری خبر تھی غلام کی بے کسی سے کسی سے واقف تھے مگر بھائی سے کتنی مظلم دشمنی کی کہ اُس کو اُس زمانے کی سخت ترین ذلت، سوائی میں مبتلا کرنے سے دریغ نہ کیا یہی وجہ ہے کہ یوسف جو گل مالے سے نہ دیا جو کنویں میں گرکر رہا تھا آج بھائیوں کا یہ جھوٹ سن کر کہ ہم نے یوسف پر آسمان کھائی دیتے ہیں یہ آنسو بہت کچھ سمجھا رہے تھے مگر بیچنے والا کون تھا۔ اسے قافلے والو یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے غلام کا بھگوڑا ہونا تو درکنار ذلت آمیز تھا۔ پھر تو کیا تم اس کو واپس لینے چاہتے ہو۔ ہم سے تو اس کو اس کنویں سے نکالا ہے لے جاؤ اگر تمہارا غلام ہے قافلے والوں نے جواب دیا ہمیں ہم کو نہیں چاہیئے ایسا غلام۔ تو کیا پھر بیچنا چاہتے ہو۔ ہاں بیچنا چاہتے ہیں بھائیوں سے کہا۔ لیکن ہم تو اس کی یہ قیمت دیں گے۔ یہ چند درہم ایک سو سے بھی کم اور شاید دس میں کچھ کھوٹے بھی ہیں ملاوٹی چاندی کے سنے ہوئے۔ ہم اس سے زیادہ نہیں دے سکتے قافلے والوں نے کہا ہمارا مطلوب ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ چند درہموں میں بیچا غلام بنایا۔ مار پیٹا کنویں میں ڈالا۔ جھوٹ بول والد کو ستایا بھائی کو رلایا کتنا ظلم کیا اور پھر بھی وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ بھی سمجھی ان تمام کاموں کے باوجود بڑے زاہد بنتے تھے یا بیچنا مقصود نہ تھا یوسف سے نعمت نبی کو دور کرنا مقصود تھا۔ گلشن ابراہیمی کا یہ رنگا پھول۔ کسی مصر میں داخل ہو رہا ہے مگر کس حالت میں، سیکڑوں میں بعد عاد ہو غلام اور وہ بھی کنعان کے ہنگل علاقے کا جو اہل کی بستی کا جس علاقہ کو اردگرد کے تمدنی ترقی یافتہ ممالک بستی و جہالت کا گہوارہ کہتے تھے اور غلام بھی وہ جس کو بھگوڑہ کہا گیا ہے نہایت کم درجہ قیمت سے خرید ہوئے جس یوسفی اور کمالات یوسفی تو ایک معجزہ تھے اس کو سوائے روشن ضمیر کے کون دیکھتا ہے۔ شام کے راستے سے قافلہ آگیا اور مصر میں داخل ہوا۔ لیکن کس مصر میں۔ جو تہذیب۔ تمدن۔ ثروت دولت۔ تجارت۔ ترقی۔ معلومات تعلیم میں اردگرد کے تمام علاقوں سے بہت ہی بڑھ چڑھ کر تھا۔ جس کے غرور

حکومت تبکسر کا یہ حال تھا کہ یہ ماتحت علاقوں کے باشندے وہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ خاص کر کنعانی علاقے کو بہت ہی ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ وہ مصر کی شہری آبادی اگرچہ تھوڑی تھی مگر وہاں تقریباً چار سو سال سے سام نسل کے ہیرو تے عمالیق کی نسل قوم عمالقہ کی غلامانہ حکومت تھی جن کے بادشاہ کا لقب اُس زمانے میں فرعون ہوتا تھا۔ اُن کے ظلم کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی غریب۔ غلام یا بے پڑھے شخص کو کسی میز کو اٹھا بھر کے یکھ دینا بھی جرم تھا۔ کسی غریب کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ اپنے حق طلبی میں کسی عمالقی سے منہ در منہ بات کر سکے پھر یہ جرم قابل معافی نہ سمجھے جاتے تھے۔ مصر کی عدالتوں کی یہ حالت تھی کہ کسی بھی مجرم کو بغیر سزا سنائے برسوں جیل میں رہنا پڑتا تھا۔ بلکہ عدالت کو یاد بھی نہ رہتا تھا کہ کوئی مجرم یا بیگناہ کتنا سال سے جیل میں پڑا ہے۔ عدالت کی کارروائی کی بنا پر بعض اوقات بے گناہوں مسافروں اور اپنے حق کے لیے منہ کھولنے والوں کو خود ہی پکڑ کر جیل لے جاتے اور اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر جیل میں بند کرا دیتے۔ اب سالوں تک اُن کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اسی لیے کئی قیدیوں کا عدالت کو پتہ ہی نہ ہوتا۔ ان وجوہ سے اردگرد کے عرب اور بے پڑھے علاقے والے مصر جاتے ہوئے ڈرتے اور نہایت محتاط ہو کر جاتے اور بہت سے اس طرف کا رخ بھی نہ کرتے۔ ان حالات میں۔ سنہ ۱۸۵۰ء کا پہلا قدم یوسف کنعانی کی شکل میں غلامانہ کیفیات کے ساتھ مصر کی سرحد میں داخل ہوتا ہے۔ اور کچھ دن آرام کرنے کے بعد سیدھا بازار مصر میں پہنچایا جاتا ہے۔ حضرت یوسف کے قافلے کے سوا سے اپنے دیگر سامان کے ساتھ اس غلام کو بھی بیچنے کے لیے ایک جگہ کھڑا کر دیا۔ خریدار آتے ہیں پسند کرتے ہیں قیمت بارہ سو کر چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تین چار دن اسی طرح گزر جاتے ہیں آخر ایک افسر مل خرید لیتا ہے۔ ابھی یہ کنعانی غلام رستے ہی میں تھا کہ معلوم اس کنعانی بدوی ظاہراً پڑھ غلام نے اپنے اس نئے آقا خریدار سے کیسی لفظوں کی کہ اس مصری ماحول میں پلا ہوا انتہائی تعلیم کی نیکی گہرائیوں والا تہذیب و اخلاق کا مرکزی معیار۔ سوسائٹی کا اونچا آدمی خود کو دنیا کا مہذب ترین سمجھنے والا۔ وزیر اعظم جس کو اُس زمانے میں عزیز مصر کا لقب دیا جاتا تھا۔ صرف حیوان و تعیش ہی نہیں ہوا بلکہ سوجھان سے گرا دیدہ ہو گیا۔ ہزاروں امراء اور رؤسا محلوں کی محلسوں محفلوں میں بیٹھنے والے کئی قسم کی علمی۔ شعر خانہ۔ تہذیبی باتیں سنے والے۔ آقا اُس کے کانوں نے کیسی کیسی بھری گفتگو سنی۔ جس سے غلام سے کے سامنے پہلو سمیٹ لیے یہ کیسی باتیں تھیں جن میں تہذیب و شرافت کے سلسلے خزانے سمائے ہوئے تھے۔ یہ کیا الفاظ تھے جو معلومات عالم کے پیمانے ہوئے موتی معلوم ہوتے تھے۔ گھر کے گھریلو کام کاج کے ارادے سے خریدا گیا کنعانی۔ غلام راستے ہی میں فیصلہ تبدیل ہو جاتا ہے قانون و ارادہ بدل جاتا ہے۔ عقل دال۔ مشفق فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ نہیں نہیں یہ غلام نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک ہے اس کو بازار غلاماں سے خریدا گیا ہے مگر اس پر تو ہزاروں قابل نثار ہو جاتے ہیں یہ بھی درست ہے کہ کنعان کے ایک بادیہ سے خریدا گیا ہے مگر اس کے کنعان پر تو سینکڑوں مصر قربان ہو جائیں۔

ظاہر یہ ہے پڑھا بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر لاکھوں مسلمانوں کے بچوں کے کسی کھونے کے لائق نہیں۔ اس کی نوبیدہ لیاقت ان کے تو حسن تمامداری کو پہنچا۔ سکی ہمسکن ہاں سے کہا یا ہو بھولا بھالا نہیں ہیروں کے ثقافت علمی کے لحاظ سے ہیں کی تاجداری پر پروانہ ڈال سکا۔ اس کی مسافرت غریب الوطنی اس کی لیاقت اور ثقافت کے پھولوں کو مرجھا نہ سکی۔ اس کو تو غلام سمجھ کر خرید گیا ہے قیمت خرید کی گئی خزانہ کتنی ہے اب اس کو قیمت نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ اس کے ہیروں کی تار سمجھا جائے۔ کشاں کشاں محل سرا میں داخلہ ہوتا ہے تو گھر کا وہ محلہ جو ایک نئے غلام کی آمد کی آواز سننے کا منتظر تھا لوگ کسی نئے خدمت گار کے انتظار میں تھے۔ اس کے پاس خادم نہیں محروم ہوتا ہے۔ غلام نہیں۔ آقا پہنچا ہے۔ زمان تو حکم دینے کی تیاریوں میں تھی مگر کاموں سے پہلے ہی شاہی حکم سن لیا "اکرمی مثواہ" اس کے لیے خصوصی شاہی کمرہ تیار کرو عمدہ لباس عمدہ خوراک اور عزت سے ٹھہراؤ۔ اس لیے کہ نص سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عزیز ہم کو علم تہذیب۔ اخلاق۔ مروت۔ الفت۔ معرفت شرافت و بحکومت داخلی و خارجی کے عظیم منصوبوں میں ہم کو وہ نفع پہنچائے جو آج تک کوئی نہ دے سکا۔ ہماری تہذیب کا سکہ اس کے سامنے کھوٹا نظر آتا ہے۔ ہمارا علمی وقار اس کے سامنے ماند دکھائی دے رہا ہے۔ ہماری شہرت و شرافت کا سورج اس ایک کنعانی سے ہی بے نور لگ رہا ہے لیکن ابھی آزمائش ابتلا کا دور یہیں تک ہی نہیں۔ یہاں تک سیاست کا امتحان تھا ابھی تو شرافت و اخلاقیات کا امتحان باقی ہے۔ وہی حرم سرا کی ملکہ نئی دنیا کی پیکر۔ لیکن اسی غلام کو اپنے من کا محبوب اور اپنی خوبیوں کا شہزادہ سمجھ لیتی ہے۔ اور پھر یک دن ایسا بھی جہاں کا حاکم ہے۔ وہ عورت شرم و حیا تہذیب و اخلاق کے سلسلے پڑے چاک کر کے خود کو بھی اور اس کو بھی کسی سخت ہی گندے گناہ میں ڈھکیلنا چاہتی ہے۔ آج وہ شخص جس کی غلامی کی قیمت کل تک چند کھوٹے درہم تھے زمانے کی نہ میں انشائیں سمٹ کر اس کے قدموں میں آگئی ہیں۔ مگر کس خواہش کس روپ میں یک عشق و محبت کا پیکر نسوانی عورت کی شکل میں کون عورت وہ جو مصر کی سب سے زیادہ حسین ہے۔ جو دولت میں یکتا ہے ساختیار میں ملکہ والا حوالی سے بھرپور ہے۔ عشق یوسفی سے معمور ہے۔ انسان دریاؤں کو روک دیتا ہے لہروں کو موڑ دیتا ہے۔ طوفانوں کا مقابلہ کر لیتا ہے تیروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ آگ میں کود جاتا ہے۔ آتش فشاں کو چیر دیتا ہے بڑی سے بڑی مشکل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے اونچے اونچے مقام پر اپنی طاقت کے جوہر دکھا دیتا ہے مگر جنسی ملاپ اور نفسانی خواہشات کے سامنے زیر ہو جاتا ہے ڈھال پھینک دیتا ہے ہتھیار ڈال دیتا ہے اہل دنیا کو یہ سبق علم اخلاق شرافت۔ تہذیب پر غرور و ناز ہوتا ہے سب یہاں ٹوٹ جاتا ہے کتنا سخت امتحان ہے کتنی کڑی آزمائش ہے مگر ثبوت یہاں بھی دیتا جاتا ہے۔ دامن عصمت کا مطہرہ ہوتا ہے دنیوی محبت شکست کھا جاتی ہے۔ وہ تہذیب و شرافت جس پر مصر کو ناز تھا پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور دامن ثبوت سے

حقیقی عزت علاقۂ مصر میں ملوہ افروز ہو جاتی ہے یہ برادرم نہیں شاید اس سے بھی مرتب ہو رہا تھا کہ کامیاب عالم کو اصلی شرافت حقیقی نصیب۔ سچی قوت و طاقت اور غم و حیا کا صحیح مظاہرہ کرنا تھا وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ہم نے یوسف کو مصر میں اسی طرح جگہ دی تھی تاکہ کرامات یوسف کا پتہ لگے۔ کرامے نوع عالم کے جیسے وہ تم شرافت کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔ اصلی شرافت و دیانت داری نبوت میں ہے ہم نے سوال کیا، سوال عاکر سمجھا ہے حقیقی عزت تو یہ ہے جس کی طلوع ہوئی مصر کی ایک کوٹھڑی میں ہوئی لیکن یہ شرافت علم اخلاقیات، ہاست و دیانت کے اجتماع کسی تھی ماحول سکول کالج سے میسر نہیں یہ نبوت تو صحرا کی عالی تپیدہ دروان جزمی سے بلکہ آتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ہم نے ہی اپنے اس نبی کو یوسف حرائے عطا فرمائے۔ مگر شرافت حقیقی عزت کی اجتماعی مقام پر آمادہ ہوتی ہے۔ وکذب بیانی کا سہارا لیتا ہے۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ عزیز مصر جو جیسے تم سے برائی کرنا چاہے کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ اور پھر اپنے خیالات کو استعمال کرتے ہوئے خود سزا کو تجویز کی جاتی ہے۔ یا قید یا دردناک مار۔ وہ علم و شرافت کا پیکر پاکیزہ ذات میں صرف اتنا کہتے ہوئے سب کچھ برداشت کر جاتا ہے هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ اس نے ہی مجھ کو ورغلایا تھا یہاں بھی جھوٹ کے پاؤں ہیں جیتے اور سچائی قائم رہتی ہے۔ انتقام کی آگ ہوس پرستی کی ہوئیں تھمتی لیکن نہیں دیتیں۔ اب وہی ہوتے ہیں۔ يَا لَيْتَ مَا تَصْنَعُ بِيُوْسُفَ سَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ میری بات ماں نے جس کا میں نے اس کو حکم دیا اور قید کی جائے گا اور ہر طرح ذلیل ہوگا۔ کہ بھی تک تو فقط غلام سے۔ مگر میری نافرمانی کی سزا میں غلامی بھی مجرم بھی قید کی بھی۔ بدنام بھی ذلیل بھی۔ زندگی کا کتنا دلچسپ موڑ ہے یہاں آکر زندگی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک نفسانی زندگی دوسری انسانی زندگی، شرافت کی زندگی۔ عیش و عشرت کی زندگی قید و صعوبت کی زندگی پاک زندگی ناپاک زندگی نفسانی زندگی میں۔ مزے آرام، دولت شہرت مگر حق تعالیٰ کی معصیت ہو جاتی۔ انسانی زندگی میں قید، جلد، دنیا خواری بھوک پیاس تکلیف و مصائب عزت و اطمینان مگر حق کی حمایت ہے۔ دنیا میں مصر کی یہ کوٹھڑیاں کتنی ہی ہیں ہوں بات عالم ناسوتی میں کتنی اس طرح کے مقابلے مطالعہ سے ہوتے ہیں مگر مقانیت کی فتح صداقت قلبی کی جیت سحر یوسف کہانی کہیں دیکھنے سننے میں نہ آئی مصر کے آئینی حالات اور چکا جوندہ دنیا میں ہی دکھائی تھا کہ ان حالات میں نبوت کا قدم کس طرف اٹھتا ہے اور پھر خود کی کچھ مہلت طلب کی جاتی ہے یا بے خطا اٹھتے ہے ایک دم عیش حق و سچائی و شرافت کا ساتھ دیا جاتا ہے یا کچھ دیر لگتی ہے قرآن کریم واضح لفظوں میں فرماتا ہے قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ اسی وقت یہ دعا مانگی اے میرے رب مجھ کو مصائب و آلام کی جیل اور قید ہزار درجے زیادہ پسند ہے اس گناہ آلود عیش و آرام کی زندگی

سے جس کی طرف مجھ کو بلایا جارہا ہے۔ یہ تمام روئداد کوئی ڈھکی چھپی نہ رہی تھی مصر کی گلیوں بازاروں دربارِ شاہی میں عورتوں مردوں کی زبان پر چرچہ تھا۔ اور سب کو پورے واقعات کا علم تھا کہ کون بیک ہے کون بد ہے کس کا کیا کردار ہے مگر اس کے باوجود مصر کی عدالت و حکومت نے۔ امانت و دیانت و شرافت کا یہ صلہ دیا کہ لمبی مدت کے لیے حضرت یوسف کو جیل بھیج دیا لیکن کو کچھ نہ کہا۔ شرم و حیا کو جرم قرار دیا۔ بدی کو پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا۔ آخر مصری عدالت نے یہ قدم کیوں اٹھایا و جیل میں ڈالا؟ وہ بھی مصری جیل جہاں مجرم کو جرم ثابت ہونے پر نہیں لایا جاتا جہاں بیگناہ و گناہ گار سب برابر ہوتے ہیں جس میں داخلہ کا وقت تو ہوتا ہے نکلنے کا وقت نہیں ہوتا۔ انسان کی دانت و خواری کے جتنے بھی طریقے ہوتے ہیں وہ سب جمع ہیں۔ ساری تفتیش کے بعد یوسف کا یہی جرم سب سے بڑا ملتا ہے کہ وہ عبرانی قبیلہ کا ہے۔ اور پھر وہ زر خرید غلام ہے۔ بدوی ہے۔ اور غلام ہو کر مالک کی بیوی جو مالکہ کا درجہ رکھتی ہے سے سچی باتیں کی ہیں۔ مالکہ نے اس پر جرم کی تہمت لگائی ہے اگرچہ وہ غلط ثابت ہو گئیں مگر جرم کو دو ہونا یا "یہ وہ چند باتیں تھیں جن کے سامنے شرافت کی کوئی حیثیت نہیں رہا دھر تو یہاں تک ذلت پہنچی۔ حضرت یوسف جو اپنی والدہ گھر سے نہایت خستہ حالت میں نکالے گئے کس طرح زمانے کا ہر وار سہتے چلے جارہے ہیں۔ آغوشِ والدین پر سکون زندگی گزارنے والا کس طرح اپنی قوتِ روحانی سے مادی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنا آپ پیش کر رہا ہے۔ اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام جو وحی الٰہی کی نعمتوں برکتوں سے فیض یاب تھے اور دنیوی ترقی کی کوئی ہیر اُن کے پاس نہ تھی۔ قرآن مجید کی اس پوری سورت میں ایک محبوب کے عشق کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا گیا ہے ایک عشق حقیقی جس کی پہچان یہ ہے کہ سچا اور پکا ہوتا ہے۔ دوسرا عشق مجازی کہ جو سچا تو ہو سکتا ہے مگر پکا نہیں ہوتا۔ اور عشق اگر پختہ نہ ہو تو یہ اُس کی انتہائی تکلیف دہ شکل ہوتی ہے جس میں نفس پرستی کا عنصر زیادہ شامل ہوتا ہے۔ عشق حقیقی حضرت یعقوب کی شخصیت میں پنہاں ہے اور عشق مجازی زوجۂ عزیز کی شکل میں ہے۔ قرآن کریم کی اس سورت میں حضرت یعقوب کی جن مخفی پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ علم کے سمندر۔ علم کے معدن۔ عشق محبوب میں کامل۔ انتہائی غمزدہ۔ دردمند دل والے۔ صبر کے پہاڑ۔ یقین کے پیکر۔ رحم دل۔ نرم مزاج۔ انتہائی معاف کر دینے والے خدا کی خوشی پر خوش ہو جانے والے۔ دلنواز کلام ہے۔ خیالات بلند ہیں گمان پاکیزہ ہے۔ حال پُر سوز ہے۔ شرافت کا عنصر علم ایسا وسیع کہ جب فراقِ یوسفی کی ابتدا ہوتی ہے تو بھی فرماتے ہیں بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔

آیت ۸۳ یہ کوئی سوچا سمجھا جملہ نہ تھا جو نکیہ کلامی بنا لیا گیا ہو۔ ابھی تو پہلا ہی مرحلہ ہے۔ لیکن جب فراقِ یوسفی کی انتہا ہونے لگتی ہے اور غم یاس کی جدائی ہوتی ہے تو بھی یہ ہی جملہ ادا کیا جاتا ہے۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا۔ آیت ۸۳ یہ

دونوں مرتبہ کے لئے علم و حکمت کے کیسے وسیع ہوتے موتی ہیں۔ ظاہر ایک بیٹے میں مگر گہرائیوں میں کتنی تفریق ہے۔ پہلے جملے میں عشق نہیں ہے۔ علم اتنا عظیم کہ اتنی بڑی سازش کی گئی۔ جگر گھائل دل زخمی کیا کیا مگر کہیں نہ شکایت و ملامت نہ جھڑک نہ طعن۔ ساری ملت میں عشق سے صرف تمہاری تو فرمایا سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اور ان باپن کو بھائے پر لفظ عتابی نداہر کے طور پر یہ ہی تو کہا۔ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۔ زیت مگر عشق محبوب ایسا کامل ہے کہ اول سے آخر تک ایک جیسا۔ درد کی ٹیسیں بڑھتی ہی جارہی ہیں عشق کی آگ میں تیزی ہی ہو رہی ہے خلوت ہو یا جلوت خاموشی ہو یا گفتگو۔ بات کیسی کی ہو کسی سے ہو دھیان ایک ہی کی طرف لگا ہوا ہے دل کی ہر دھڑکن سے یا سی مل یوسف کی صدائیں ہی آرہی ہیں۔ غم ایسا کہ فراق کی آگ کے شعلے آنسو بن کر آنکھوں سے بہتے ہی چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ غم سے آنکھیں سفید پڑ گئیں درد انتہا تھا۔ کہ جسم گھل رہا ہے جان پگھل رہی ہے ہلاکت سامنے ظاہر نظر آتی ہے فَهُوَ كَظِيْمٌ صبر کی یہ شان کہ اپنی بلندیوں پر پہنچ کر صبر جمیل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جو اپنی سنگلاخ مضبوطی میں اٹل ہے۔ نہ شکوہ نہ شکایت۔ نہ کسی سے تذکرہ۔ کتنی بڑی امانت ہے یہاں وہاں پر کتنا قابو ہے۔ بڑے سے بڑا دل گردے والا ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔ ایسے حالات صدمے پر چیخ پڑتے ہے فریادیں کرتا ہے۔ تڑپتا ہے پھڑکتا ہے۔ حال سے بے حال ہو جاتا ہے۔ دو گھنٹے کسی کا بچہ نہ ملے تو ماں باپ کو پاگل ہوتے دیکھا ہے۔ ادنیٰ سے مگر اسان شکوے شکایت کو قصہ کی طومار باندھ دیتا ہے نہ شریعت کا خیال رہتا ہے نہ خدا کی یاد، نہ نبی کی شرم نہ قرآن کی حیا۔ ایمان جانے کا خطرہ۔ آخرت کا خوف۔ گمان حالت غم میں بھی شان نبوت نرالی آل لوکے انداز میں جلوہ افروز ہوتی ہے۔ نہ شور نہ فریاد نہ چیخ نہ پکار۔ کیسا سجا ہوا صاف ستھرا شریعت کے نور سے دھلا ہوا کیڑا جملہ نکلتا ہے یاد الی کی کیسی سہانی لو ہے فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ میرے لیے تو صبر جمیل ہے۔ مدد و فریاد اللہ ہی سے ہے۔ یہی دو ٹوک زندگی کی ہوی طرز ہے جو آیۃ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۔ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ہے۔ پھر یقین کتنا محکم۔ کہ دل، دماغ اور چہرے پر مایوسی کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ بیٹوں کو حکم دیتے ہیں۔ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ آیت ۸۷۔ سے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کریم کی رحمت و فضل سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ رحمت الٰہیہ سے تو صرف کافر مایوس ہوتے ہیں حالانکہ بیٹے وہ ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے یوسف کو کنوئیں میں ڈالا پھر کنوئیں میں سے نکلتے دیکھا اور کسی طرف جاتے دیکھا۔ ان کو تو زندگی اور کہیں نہ کہیں موجودگی کا گمان غالب ہونا چاہیئے لیکن وہ سب لمبی مدت گزر جانے اور غلام بنائے جانے کی بنا پر ہلاکت کا پختہ خیال رکھتے

بیٹے میں جب کہ حضرت یعقوب کو صرف بھیڑیئے کے کھا جانے کا ہی پتہ دیا گیا ہے اُن کے تصورات میں تو موت کا یا وہ سیال ہونا چاہیئے۔ مگر یقین ہے کہ بحال اللہ۔ ہر عقل جھٹلا رہی ہے ہر طرف سے انکار کیا جا رہا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی ذکر یوسف اور تلاش یوسف کے حکم کو عمر دہ بڑھاپے کا شر سمجھ رہا ہے کوئی محبت کی دیوانگی سے تشبیہ دے رہا ہے۔ مگر اِدھر ہوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے یقین محکم ہوتا جا رہا ہے اور بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔ فِي تَعَدُّدِ [illegible] يُوسُفَ میں تو آج یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اس یقین کو کون سے توڑ جا سکتا ہے معلوم کہ یہ علم الیقین ہے یا حق الیقین بہتے عین الیقین۔ ظاہری کوئی حل کی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ اسباب کے افق سے تمام سہارے ٹوٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تدبیریں ان کر مٹ چکی ہیں تفکر فنا نے اعلان کر دیا ہے کہ یوسف نہیں مل سکتا اہل حرد کے تصور میں بھی وصل محبوب کا نقشہ نہیں بندھتا۔ مگر اس یقین میں کسی مضبوطی سے کہ اس کو کوئی ذرہ بھر متزلزل نہ کر سکا۔ غم اپنی جگہ بدستور چوکے لگا رہا ہے مگر دل کے تسلی آمیز لہجے سے جا رہے ہیں۔ بیٹوں کے ظلم برداشت کئے جا رہے ہیں۔ مگر غم کا یہ عالم ہے بیٹوں کو جھڑکا بھی نہیں بھولنا بھی نہیں کیا در جو لفظ استعمال فرمائے ان میں بھی خود اپنی طرف سے ہی اُن کو مغفرت کا راستہ بتایا کہ اے بیٹو تم نے جو کچھ کیا اس میں تم اپنے نفسوں کے ہاتھوں مجبور ہو چکے تھے تم کو شیطان نے غلط رو پر ڈال دیا۔ ہو سکتا ہے تمہارے اس کردار کے پس منظر میں تمہاری کسی غائر خواہش کا ہی دخل ہو مگر شیطان نے راستہ غلط بتایا۔ گویا یہ ایک باپ کا ان کی اس حرکت پر محض تاسف ہے۔ رحم دلی کا اس سے بڑا مظاہرہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر نرم مزاجی کا نقشہ قرآن کریم نے کتنے محکم لفظوں میں پیش فرمایا۔ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ اگر تم میری باتوں کو بڑا سمجھو ان دو لفظوں میں کتنی وسعت ہے کتنا پھیلاؤ ہے۔ خود ستائی تم سے مڈھال ہیں مگر باتیوں کا کتنا خیال ہے کہ تم کو میری باتوں میری عمر سے کچھ پریشانی کچھ تکلیف کچھ بھاؤ تو نہیں ہوتا اسی اساس کے پیش نظر آپ اکثر خلوت میں رہا کرتے۔ اسی رحم مزاجی کی بنا پر فرمایا کرتے کہ سے گھر والو کہیں تم کو میری اس زندگی سے پریشانی ہوتی ہو۔ مَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَّا إِلَى اللَّهِ میری شکایت میرا غم اللہ کے آگے ہے۔ تم پریشان ہو۔ پھر معافی کتنی جلدی دراصی دل یوسف کی خوشخبری پائی تو پچھلے سارے دکھ بھول گئے اور خود یک دم معاف کرنے کے علاوہ رب تعالیٰ سے معافی دلانے کا وعدہ فرمایا۔ ابھی خوشی کی ابتدا ہی ہوئی ہے کہ تکدری کی مسکراہٹ کھر کھر بول میں۔ تو عاشق صادق کی سچی داستان سے ب ذرا مصر کا کردار دیکھئے جس میں عمل حضرت یعقوب کا سے وہ بھی عشق و محبت کی دعویدار ہے۔ مگر پہلے ہی مرحلے پر جب اظہار عشق ہوتا ہے تو کس گھناؤنے طریقے سے وہ [illegible] وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ پہلے اور جھوٹے عشق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ عاشق صادق اپنے عشق کی آگ بھڑکانا چاہتا

ہے۔ مگر جھوٹا عاشق جلد بازی ہوس پرستی سے عشق کی آگ بجھا لینا چاہتا ہے۔ اسی کا بیان اظہار ہے۔ دوسرے بندوں ہوس شیطانی دعوت نفسانی کا دسترخوان کھلا ہے۔ آ۔ اور میری آگ بجھا۔ یہ کیا عشق ہے۔ کیا یہ عشق کے دامن پر بدنما داغ نہیں۔ عزیز کی اس بیوی کی سابقہ زندگی پر کہ یہی کا جواب ضرور ہے زلیخا کی سابقہ زندگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اظہار محبت کا یہ طریقہ جو استعمال کیا گیا۔ شرم و حیا سے کتنا دور بے غیرتی کے کتنا قریب ہے۔ ہر طرف سے لعنت ملامت سنائی دیتی ہے۔ خاوند کے روبرو پکڑی جاتی ہے۔ تو اظہار عشق کا دوسرا لمحہ اس شکل میں نمودار ہوتا ہے کہ عاشق کو اپنی جان کی فکر پڑ جاتی ہے۔ اپنا جرم محبوب کے سر۔ اپنی غلطی میں محبوب کو مدام کرنا چاہتی ہے۔ اپنی عزت کی خاطر معشوق کی ذلت کے سامان کئے جاتے ہیں اسی کو کہتے ہیں جھوٹا عشق کہا جاتا ہے۔ چونکہ ابھی صرف ارادہ ہی ظاہر ہوا ہے ارتکاب جرم نہیں اس لیے کہدیا جاتا ہے وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۔ مگر جب اسی محبت کی دعویداری کا یہ سارا معاملہ آتا ہے تو یہی مخصوص سہیلیوں کے سامنے ایک مخصوص خفیہ دعوت میں۔ اپنی خطا کو چھپاتے ہوئے۔ حقیقت کا اقرار کرنا پڑا۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ واقعی میں نے اس کو ورغلایا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو بچایا۔ معاً۔ غرور مصری کا شعلہ بھڑک اٹھتا ہے۔ تکبر دولت ابھرتا ہے۔ امیری کا نشہ چڑھتا ہے۔ تو دھمکیاں اور قید و بند کی سزائیں سنائی جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ کیا بتاتا ہے کہ عشق جھوٹا ہے محبت ابھی کچی ہے عشق تو انا کی فنا کا نام ہے عاشق کی ہستی تو معشوق کے سامنے گم ہے۔ عاشق کا دیں تو معشوق کی دلجوئی ہے۔ عشق تو معشوق کی مرضیوں کا نام ہے نہ کہ اپنی نفس پرستی۔ یہ کیا بیہودی۔ مردی اور دریشی فقیری اور عالیت جنطیبیت حقیقت ہے کہ رسول اللہ کچھ فرمائیں اور ہم کچھ کرتے چلے جائیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں اور ہم اپنی خود پسندی میں اٹھے رہیں۔ رسول اللہ تو کعبے کو منہ سے دھوئیں اور آپ کا پیر قبلہ خطیب اور مقتدی امام مسجد کو علم جاہلوں اور گھر کو بت خانہ بنا چلا جائے۔ پیارے آقا کی مدینہ سنائی جائے رب رحیم کی آیتیں پڑھی جائیں اور ہماری گردنیں نہ جھکیں ہمارے دل نہ ڈریں۔ ہماری آنکھوں سے شرمندگی کے آنسو نہ بہیں۔ کیا اسی کا نام عشق رسول اللہ ہے۔ کیا اسی کو بیعت محمدی کہا جاتا ہے۔ کیا سورت یوسفی کی یہ نقشہ کشی ہمارے لیے عبرت کا سامان نہیں۔ اسے عشق حقیقی تو یہ ہے کہ حسن یار پوری رعنائیوں کے ساتھ ہے۔ ولایت دنیا قدموں میں پڑی ہے جوانی اپنے پورے جوبن کے ساتھ دعوت وصل دے رہی ہے دنیوی عزتیں نثار ہونے کے لیے تیار ہیں۔ شباب پورے عروج پر ہے۔ شیطان اپنی مکاریوں کا زور لگا رہا ہے۔ نفس دانا ہے حسن پکارتا ہے اے یوسف کوٹھری تنہا ہے کوئی دیکھنے والا نہیں۔ سات دروازے ہیں ساتوں مقفل ہیں۔ خواہشات کی بجلیاں گر رہی ہیں۔ مگر عشق الٰہی نبوت کے روپ میں مجرد بندگی یوسف کی شکل میں جلوہ گر ہے۔ جواب دیتا ہے نہیں میری آنکھ کے اشارے ہیں وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ جو آنکھوں کا ادھا ہوا وہ کچھ بھی سمجھ سکتا ہے۔ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ

وقت کی آنکھ تو کائنات کو دیکھ سکتی ہے مگر وہ تو کسی جگہ کو فلوت خانہ نہیں سمجھتا اس کی نگاہ تو ہر ذرہ پر ہوتی ہے۔ اس کو کون روک سکے کہ کس ہیئت و صورت میں نظر نہیں ہوتی ہے۔ کون ہے جو حسن سلیمانی اس خود کو قابو میں رکھ سکے۔ کامل عفت و پاکبازی مثل چٹان ہے جو ایسی طوفانی طوفان سے ٹکرا سکے۔ مگر سچے عشق خداوندی کا ایک ہی پیکر تھا جس کو زمانہ یوسف کنعانی کے حسین نام سے یاد کرتا ہے گا۔ مصر میں خواہش نفسانی کے کتنے ہی جال بچھائے گئے کتنے ہی طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔ کتنی ہی ہمیں کوشیں مگر عصمت انبیا کے کوہ گراں کو ہلا نہ سکیں سیرت یوسفی میں جہاں یہ سب کچھ کیا تھا کیوں تھا یہ سیدنا یوسف میں معدن حسن مجبودی تھا جس کا مطالعہ مصر کے تمدن، ترقی، تہذیب کے علاوہ اقوام عالم کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اور سیرت یوسف کو تعلیمی کے لیے ثبت علیہ بنانا تھا۔ لیکن، آہ وہی پیکر صدق و صفا جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے۔ جیل میں تو بہت سے ہی سادل جاتے ہی جاتے رہیں گے۔ لکھے ہیں لکھتے رہیں گے مگر اس جیل کی کیا خصوصیت ہے کہ دنیا کے ابتدائی دور سے اس کا پرد گرام مرتب ہوتا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ابھی یہ دسویں پیغمبر ہیں۔ اور اس کا پرچہ جیل کا تذکرہ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ جیسی کتب الہیہ کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ اس کی نقشہ کشی کے لیے ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں اس کے تفصیلی بیان کے لیے کتنی ہی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ یہی ایک جیل ہے جس کو سارے عالم قیامت میں مشہور کیا گیا۔ اس جیل کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا قیدی نرالا ہے۔ دنیا میں لوگوں کو اس لیے قید ملتی ہے کہ وہ خود کو جرم سے روک سکے مگر اس قیدی کو جیل اس لیے ملا پڑا کہ اس نے جرم کیوں نہ کیا۔ امانت و دیانت و شرافت کو کیوں نہ چھوڑا۔ اس نے گناہگار زندگی کو کیوں ٹھکرایا دنیا کی عدالتیں ان کو جیل بھیجتی ہیں جو تباہی کی زندگی چاہتے ہیں اور جب ملتی ہے تو خود کو جرم و گناہ سے قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس قیدی کو یہ جیل اس لیے ملتی ہے کہ اس نے عیش کی زندگی سے منہ کیوں موڑا۔ لذت گناہ کے وقت نفس و خواہشات کو قابو میں کیوں رکھا۔ اہل دنیا تمام عمر حالات ناموافق زمانے سے بغاوت کر جاتے ہیں مگر یہ قیدی ایسا ہے کہ اس نے اپنی تمام کی کیفیت میں ہی زمانے کے آثار چڑھاؤ کو پہلی بار دیکھا اور دیکھتے ہی کمال متانت سے حالات کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے آنیوالی ہر آزمائش کے ساتھ خود کو ڈھال لیا۔ خواہ دو بھائیوں کا ظالمانہ سلوک ہو یا قافلے کی غلامانہ تجارت یا عزیز مصر کی خریداری اور خدمت گزاری یا بیگانہ ہی کی یہ جیل۔ اس جیل کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اس قیدی کے آنے سے یہ جیل عدالہی کی عبادت گاہ بن گئی اور کبھی یہی جیل درسگاہ معرفت بن جاتی ہے۔ بہتنا بنا و شبلہ یہ جیل اس قیدی کی عبادت ریاضت اور احسانات سے مخزن انوار محسوس ہوتی ہے۔ جیل کا ذرہ ذرہ پکار اٹھتا ہے۔ تا مرلک من المحسنین کبھی یہی جیل تبلیغ دین کا مرکز معلوم ہوتی ہے۔ انی ترکت ملۃ قوم لا یؤمنون باللہ وھم بالاخرۃ ھم کافرون۔ واتبعت ملۃ اٰبائی ابراھیم (الخ)

وَاللّٰہُ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ ۔ کبھی اسی جیل میں توحید باری کے درس پڑھائے جاتے ہیں۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ یہ قیدی یہ چند سالوں کا نوخیز جواں۔ یہ اٹھتی جوانی۔ بھرپور شباب مگر اس کے سرخ رخساروں میں تو بوڑھوں کی پلک اور اس کی خوبصورت آنکھوں میں تو دل اسی کی روشنی موج زن ہے اس کی زبان فصاحت کے پھول بکھیر رہی ہے اس کے دلائل کے سامنے تو ماہر واعظ کا دل دم توڑ رہا ہے۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۔ جیل میں کھلبلی مچ گئی یہ کسی پرکشش ادا سے دعوت دے رہا ہے۔ یہ صوت ہادی کی طرف سے بلند ہو رہی ہے اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۔ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ یہ قیدی عجیب ہے۔ کیا یہ صرف دین کی باتیں جانتا ہے۔ کیا یہ صرف گوشۂ تنہائی کا عابد زاہد ہی ہے نہیں نہیں یہ معمولی آدمی نہیں۔ اس کے کمسنی کی عمر میں تقریباً انسانوں کی سفر بینی محفوظ ہیں یہ رب تعالیٰ کی خفیہ کرپان بھی جانتا ہے۔ یہ شدت الٰہیہ کا بھی بھیدی ہے اس کو رؤیائے آلِ کی تاویل اور خوابوں کی تعبیر بھی آتی ہے۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۔ یہ کیسی حیران کن شخصیت ہے کہ جس سے جیل کی کوٹھڑیاں کو منور بنا دیا۔ اب تو جیل بھی محلہ تاباں گلشن توحید معلوم ہوتا ہے یہ بلاخوں کے پیچھے جب آدھی رات کو ذکر الٰہی کے نغمے گنگناتا ہے تو انوار کی شمعیں جلتی نظر آتی ہیں جب یہ صبح تڑکے عبادت الٰہی میں نہایت عجز و انکسار خشوع و خضوع سے سجدہ ریز ہوتا ہے تو فضا کستوری مہک جاتی ہے۔ کسی نے سچ ہی کہا تھا۔ مَا هٰذَا بَشَرًا ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ۔ اس نے کبھی کسی سے کوئی حاجت بیان نہیں کی۔ بس اپنے رب سے ہی فریادیں کرتا ہے اسی کو اپنا مشکل کشا سمجھتا ہے۔ لیکن خود قیدی ہو کر بھی ہزاروں کی مشکلیں حل کر دیتا ہے وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۔ ہاں کل کسی آزاد ہونے والے قیدی سے کہہ رہا تھا۔ اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ تو اپنے رب سے ذکر کرنا۔ میرا رب تو دلوں کی باتیں جانتا ہے تمہارا رب غافل ہے۔ میرا رب تو مشکل حل فرمانے والا ہے۔ تمہارے رب پر تم کو تو لے رب بنا لیا ہے ایک مصیبت پڑنے والی ہے۔ جاتا دے اپنے رب کو میری ساری باتیں بری بھلی سچی میری تعبیر۔ میرا دین۔ میرے دلائل۔ تو ذرا بعد بھی جلد کھلوں تک میری دینی باتوں اور سچے دین کے دلائل بھولے اس کی مذمت پہنچانے کا۔ تاکہ عفلت کے کانوں کو حق پرستی کے راگ گھولنے تھوڑا سا بہلنے کو ملیں۔ مگر یہاں کون دشمن آڑے آسکتا تھا بجز شیطان کے۔ وَاِنَّهُ مِنْ شِیْعَتِهٖ وہی شیطان جس نے نبوت کے خلاف بھائیوں کو آگ یا ریلخا کو بھڑکایا۔ اور جیل میں پہنچایا۔ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ کئی سال جیل میں رہے ۔ یہی مشیت الٰہی تھا۔ ازلی تقدیر الٰہی کے مقرر شدہ پروگرام کا یہ بھی ایک حصہ تھا۔ کیونکہ ابھی جیل کے منتشر ماحول کو نبوت

کے لکیر و ہاتھوں کی ضرورت تھی یہ تیل کی ضرورت علمتوں کو اور یہاں کی دستی بنی ہوئی ہے کے لیے کچھ وقت کی حاجت تھی یہ تینوں نعمت سے کہ خواہشات کھوٹ شرک کی میل کو درست کرنا ہو تو یوسف کنعانی کو سمجھا جائے جب سنگ تراش کی دوسری کے دربار دل کو درست کرنا ہوتا ہے تو کلیم طور کو بھیجا جاتا ہے۔ ماہ جب رب تعالیٰ کے جبہ علاں کو بتوں سے پاک کرنا ہو تو محبوب عربی تاجدار مکی مالک نوح و کلیم صلی اللہ علیہ وسلم و ہموت فرمایا جاتا ہے جب میدان سرکی کو گناہوں کے گھڑوں سے بچایا جاتا ہے تو حسین کربلا کو منتخب فرمایا جاتا ہے یہ دل ہی کے وہ پرانے ہیں جو کہیں بھی ہوں رشتہ ہی دیں گے یہی سیرت یوسف وہ درس ہے جو سر ماحول کو سنوار ہی کرتا ہے اس سیرت سے آئے دن قوموں کو کتنے سبق دیئے۔ دنیا کی تکلیف و تم ہری بھی تو کبھی عالی چہرے گھر جیات دنیوی کا دولت کما تیسی ہے یہ لمحات یہ سانسوں کی ڈوری کتنی انمول ہے۔ کیا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ دو بارہ ملے یا نہ ملے ہوئے یہی جہاں کرتے ہوئے حضرت یوسف ایک ایک سانس سے پورا پورا مقصد حیات کا کام لے رہے ہیں کوئی وقت ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ تعبیر پوچھنے والے قیدی سب بارگاہ عزت میں پیش حاضر کرتے ہیں تو تعبیر میں لفظ اس لیے دیر لگاتے ہیں کہ ان کے آنے کا مقصد دنیوی ہی نہ رہے۔ درس گاہ معرفت میں جانے والے کو بھی پتہ لگ جائے کہ ہم کسی کاہن نجومی۔ جادوگر۔ فال۔ رمل والے کے پاس نہیں آئے ملکیات دنیوی کا مقصد اور حیات اخروی کی راہ حقیقت بتانے والے پیکر ہدایت کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہیں۔ کیا کسی جنگ عادل۔ کامل۔ تعویذ وغیرہ دینے والے لوگوں کو مسخر کرنے والے شخص نے سیرت یوسف کے اس پہلو سے بصیرت حاصل کرتے ہوئے تبلیغ دین کا مقدس فریضہ ادا کرنے کا درس لیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے تو قید و مصیبت کی وادی کسی سے بات چیت کی تنہائی کی قید دل سادی زندگی کی تاریخ رشد و ہدایت سے بھری پڑی ہے یہاں تک کہ قیدیوں کے علاوہ جیل کے افسران بھی ہاتھ باندھے علام معتقد نظر آتے ہیں۔ وقت گزرتا جا رہا ہے۔ دوش و جوانی ڈھل رہا ہے مگر ساتھ ہی تمام رعایہ پورے ملک میں کوئی نہیں بچا سکتا۔ آج معصوم ماؤں طرح عزور کرنے والوں ظالم خونخوار حکمرانوں کو بڑی بڑی قوت علمی کی تپش کا پتہ لگ جاتا ہے آج وہ ستونوں کا ہوں۔ ہمیوں کے سرشہ مندگی سے نیچے لٹک گئے۔ کہاں گیا فلی وہ۔ یا قوت کے غرور کو کیا ہوا۔ درس گاہیں کیوں خاموش ہیں حکومت کی تجوریں کھانے والے کہاں منہ چھپا گئے۔ عقل و خرد کے سارے بھرم ٹوٹ گئے۔ جب سب کچھ بھول گئے تو کنعان کا وہ شہزادہ جس کو بدوی غلام محروم سمجھ کر قید میں ڈال ہوا ہے یاد آیا یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ اے کائنات علم میں سب سے زیادہ سچے یوسف۔ ہمیں اس خواب شاہی کی تعبیر بتا کہ سات پتلی گایوں نے سات موٹی گایوں کو کھایا۔ اور سات سبز بالیاں اور سات خشک ہیں۔ اس خواب سے سارے دربار میں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ سب کے علم فیل ہو گئے زبانیں گنگ ہو گئیں یہاں شان نبوت

کا ایک عظیم پہلو نکل آیا۔ بہترین اختیار خداداد ٹھہرتا ہے جسم خاک سے بھلا کہاں یہ نظارہ کہ ہو بادشاہ وقت کے دربار سے کا گدا اس جائے شہنشاہ مغرور کا ممتاج دکھائی دیتا ہو جس کی سلطنت کے حصول لیے میں بڑھ ہوئی غلام قیدی کی حیثیت سے جا رہا ہے۔ ایسے موقعے تو آستانہ نبوت پر ہی نظر آسکتے ہیں یوسف صدیق علم و عرفان کی حیات بانٹ رہے ہیں اور تمدن و ترقی دنیوی و عاقبت کا بادشاہ گدائی کا دامن پھیلا رہا ہے پھر کچھ توقف نہیں خیرات دینے میں کوئی کاوٹ نہیں ڈالتے بلکہ فوراً ہی قبل [illegible] حسین [illegible] بیوی سال کا پورا القشہ تعبیر کے علاوہ صنعت کسائی اور ذخیرہ اندوزی کے طریقوں کی بھی بوم فشانی فرما دی۔ تاکہ اقوام عالم کو پتہ چل جائے کہ یہ کمالات وجوتش۔ رمل و فال کی نا پختہ کاری نہیں علم نبوت کی بھولی سی جھلک ہے۔ اے یوسف تم قیدی ہو کئی سال سے جیل کی کوٹھڑی پریشان ماحول میں الجھے ہوئے ہو۔ آج اس بادشاہ کا پیغام آیا ہے جس کی نگاہ التفات اور اشارۂ ابرو سے سالہا سال کی جیل۔ ایک ساعت میں ختم ہو سکتی ہے کچھ تو مفاد حاصل کرو کم از کم بادشاہ کے پاس اپنے مصائب کا ذکر تو کرو۔ ممکن ہے اس وقت تو وہ مہربان فوراً عمل کرے گا یہ وہی قیدی ساتھی ہے جس سے آپ نے پہلے تذکرہ کرنے کا حکم کیا تھا بادشاہ کے سامنے اسے ماہان مشیر یہ مقام نبوت ہے۔ نبوت مفاد پرست ابن الوقت، سیاسی شعبدہ باز نہیں ہوتی نبی رحم کا بھیک نہیں۔ نبی خیرات مانگنے کے لیے آستانے خیرات مانگنے کے لیے نہیں۔ نبوت کا معجزہ ہزاروں دنیوی دینی۔ کھرے و شرک بدکاری گناہگاری کے قیدیوں کو چھڑا تو رہا ہے۔ مگر ظلم کی قید سے چھوٹنے کے لیے کسی دنیا پرست سے درخواست نہیں کرتا۔ قیدی ساتھی سے پہلے تذکرہ کرنا بھی درخواست تھی تبلیغ تھی اللہ اکبر کیا مدبر ہے وہ عاقبت نبوت کا۔ اے سیرت یوسفی تیرے قدموں پر ہزاروں خود دار قربان۔ تیری نبی سیاست پر لاکھوں سیرت نظریں نثار۔ اے یوسف ساری آنے والی مصیبتوں سے بچنے کے راستے ایک دم کیوں بتا دیئے کچھ روک رکھتے تاکہ بادشاہ کے دربار میں بار بار آپ کا نام آتا اور رہائی جلد کے لیے بار بار پیغام آتے اے کم حوصلہ نفسانی خواہش ستانہ نبوت پر تیری امید بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ جلد بادشاہ کی اور اس کے پیغام کی کیا حاجت۔ میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دل پارۂ نان نہیں۔ غیر اللہ کے لیے تخت۔ تختہ۔ جیل۔ میدان۔ قید۔ گھر۔ امیری غریبی۔ صحت بیماری نرم گرم راحت و تکلیف سب برابر ہے۔ اس کو جیل کوٹھڑی پریشان نہیں کرتی بلکہ رضاء اللہ کی دل نشیں محفل سدا بہار گلشن معلوم ہوتی ہے۔ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ اب اسی قیدی کے قدموں پر بادشاہتیں جھک رہی ہیں اسی بندی کے سامنے دنیا کا تمدن جھکا جا رہا ہے۔ اہل دنیا کے ترقی یافتہ کے علم قدم بوسی فرمانے کی درخواستیں کر رہے ہیں۔ دنیا پرست ان موقعوں کو غنیمت سمجھتا ہے۔ سالہا سال کا تکلیفوں جیلوں میں پڑا ہوا دنیوی انسان تو خوش ہو جاتا۔ کود کر باہر نکل آتا۔ مگر یہ رسول خدا کی چوکھٹ ہے۔ کیا شان بے نیازی ہے۔

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۖ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَآ عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۚ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۚ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۚ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۚ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۚ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۚ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۚ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۚ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۚ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۚ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۚ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۚ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۚ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۚ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۚ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۚ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۖ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۚ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۖ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۚ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ۚ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ ۭ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِل

کمائی ۔ ناکامی کا منہ دیکھا۔ بس اب آخری معرکہ ہے۔ چربۂ سحری کی آخری اداہے ۔ مقابلے کے ایک طرف بوڑھا۔ جاہدیدہ علم رسیدہ ۔ دانش کا پیرو دانائے بادشاہ ہے اور دوسری طرف کاؤں سے چل کر کوئیں سے ہوتا غلامیت کی زنجیروں میں کسا کسایا بندھا ہوا جیل پہنچنے والا قیدی ہے۔ عمر کا جوان ہے۔ جس کی نگاہوں نے کبھی تہر نہیں دیکھا تھا۔ پھر مقابلہ دست و بازو کا نہیں عقل ۔ فہم ۔ علم ۔ لغت ربانی ۔ اور فراست ہی کا ہے۔ ایک زبان میں گفتگو برابر رہتی ہے۔ پھر دوسری میں پھر تیسری پھر چوتھی پانچویں چھٹی ساتویں ۔ آٹھویں بادشاہ کی حیرت بڑھتی جاتی ہے پھر سوچتا ہے جوان کب تک ساتھ دے گا آج دنیا میں میرا مقابلہ کون کر سکا۔ زبانوں پر زبانیں بولی جارہی ہیں دس ۔ بیس ۔ تیس ۔ پینتیس ۔ شاہ مصر کی حیرت درحیرت ہی تھی۔ واقعی کوئی کبھی بھی مقابلے میں نہ ٹھہر سکا ہوگا دنیا میں دس گیارہ زبانوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے ۔ یکی شاہ مصر نے اپنی عمر کا بڑا حصہ زبانیں سیکھنے میں خرچ کیا ہوگا۔ حیرانی تو اس نوجوان کی زبان دانی پر ہے جو پانچ زبانوں تک نہایت وضاحت بلاغت کے ساتھ مسکرا مسکرا کر جواب دیتا رہا اور بادشاہ آج اپنی عمر میں غالباً پہلی بار شکست کے یقینی خیال کے ساتھ حیرانی پریشانی سے غلامیت کے پیسے پر نچھاور رہا۔ اور جب اپنی آخری چالیسویں زبان کا بھی جواب سن لیا فشکانہ جب یہ مکالمہ پورا ہو گیا تو قال انت الیوم لدینا مکین امین اے یوسف تیرے فہم و فراست کا مقابلہ تیری تعبیر خواب بتانے سے ہو چکا۔ تیری عالی فطرتی شرافت نفسی کا مشاہدہ ان زبانوں کی گواہی سے ہوا جو کل تک تجھ پر بہتان طراری اتہام تراشی کر رہی تھیں ۔ اور اپنی خیانت اور کذب بیانی کو تیرے سر تھوپ رہی تھیں آج وہی زبانیں تیری پاکدامنی کے گیت گا رہی ہیں ۔ لیکن تیرے علم تیری لیاقت قابلیت کا پتہ آج اس مکالمے سے ہوا۔ ظاہرات ہے کہ یہ مکالمہ محض شکست دہیت کے ارادے سے تو ہوا ہوگا۔ یہاں صحت باری یا سلیقہ سنجی نہ ہوئی ہوگی بلاغت عاطفی کے ترجمے تو لائے گئے ہوں گے ملکہ نکی ۔ سائل ۔ سیاسی حالات ۔ آئینہ اسلے معاشی نگہداشت پر ہی طلائی معاملہ فہمی کے سوال و جواب ہوئے ہوں گے یہ سب کچھ دیکھ کر عجب عش عش کر اٹھا ہوگا۔ آج سے آزمائش و پرکھ کر لیا اور زندگی میں یقیناً پہلی بار انسانی متاثر ہو گیا ہے کہ بیشک تو ۔ آج سے ہم سب ملک والوں حکومت والوں کے نزدیک بڑے مضبوط ارادے قوت علمی والا اور امانت والا ہے۔ واقعی تیرا علم میرے علم کے برابر ہے آپنے جب اس کا جواب لکھا لیسوئیں زبان میں دیا تو ششدر رہ گیا۔ پھر دوسری زبان پھر تیسری پھر چوتھی پانچویں شکر زبانوں تک فصاحت کے جوہر کھلتے رہے ۔ نبوت کا یہ وہ مقام ہے کہ جہاں عقلیں ہکا بکا رہ جاتی ہیں ۔ فلسفے سر پٹختے ہیں دانش نمرود ہوتی ہیں ۔ ما هذا بشرا ان هو الا ملك كريم دنیا کا کون انسان ہے جو نبوت کی ہمسری کر سکے کتنے بدنصیب ہیں وہ جو نبی کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوئے صرف بشر ہی کہتے ہیں ۔ سورۃ یوسف

میں نبوت کی جس طرح نقشہ کشی فرمائی گئی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا جہاں کی جتنی بھی خوبیاں ہیں وہ سب نبوت کے دامن کے پھول ہیں۔ دنیا و انسانیت کی زینت ہی نبی ہیں۔

۱۰ قوت زبان ۱۱ قوت مردان۔ عورتوں کو اپنے حسن پر ناز ہوتا ہے اور مردوں کو اپنے علم پر مگر نبوت کی دہلیز پر یہ دونوں ناز ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور کسی کو زبان سے کسی کو ذہن کی گہرائیوں سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ شریعت کے مقام سے کہیں اونچا ہے۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ یہ یوسف کے سب کمالات دیکھ لیے گئے ہر طرح آزمایا گیا تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ میرے رب کی عطا ہے۔ اور میرے پاس حُکْمًا لِّمَا کہنے کا لائسنس ہے۔ قانون الٰہی اپنی بالادستی چاہتی ہے۔ لہٰذا صرف کسی زمینی قانون کی مشاورتی عہدہ نہیں کسی کافر حکومت کے زیر فرمان نہیں بلکہ طلاقائی زمین کے تمام خزانوں کا حاکم مختار بننا چاہتا ہوں تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون جاری ہوں۔ بیشک میں تمام زمین کی حفاظت کرنے والا اور اللہ کے تمام قانون کو جاننے والا ہوں۔ میں بادشاہ کا مصاحب منت نہیں ہونا چاہتا میں نے تو جیل سے نکلنا بھی اس وقت تک قبول نہ کیا تھا جب تک دوبارہ بادشاہ کی خوشنودی نہ ملی۔ جب عدالت کے فیصلے نے میری بیگناہی کا فیصلہ کر دیا اور میری سزا کے سب سزا دہندے سے جھک گئے تب میں رہائی کو اپنا حق سمجھتے ہوئے جیل سے نکلا۔ آج پھر کسی کا احسان مند کیوں ہو سکتا ہوں اگر مجھ کو اسی قابل سمجھتے ہو کہ میں مکمل انتظام و انصرام کر سکتا ہوں تو مکمل اختیار بھی میرا ہوگا اور ملک پر قانون بھی میرا چلے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ قانون کفر کا ہی رہے اور نبی صرف مشاورتی کونسل کا ممبر بن جائے میں حق تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔ وہ کوئی معمولی نبوت ہوگا جو چھوٹے صوبے کا بیچاری ہو۔ میں وہ سب حکومت کا حاجتمند نہیں عزت و وقار کا خواہش مند ہوں خاندانی شرافت پر آنچ نہیں آنے دی جائے گی۔ ماشاء اللہ استقامت دین اور اخلاق نبوت کی کیسی اعلیٰ مضبوطی ہے۔ رب تعالیٰ مجید سیرت یوسف کا ایک محبوب باب کھولتا ہے۔ یوسف تخت پر جلوہ افروز ہیں اور بھائی سامنے آکھڑے ہوتے ہیں کون بھائی؟ وہ بھائی جنہوں نے موقعہ ملتے پر ظلم، شقاوت، ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ قتل کے منصوبے کو سرطرح عملی جامہ پہنایا۔ دکھ درد کے پورے سامان کے گھر سے بے گھر کیا۔ غلام بنا کر بیچ دیا۔ وہ دور جب کہ غلام بنانا سسکا کر مارنے کے مترادف تھا۔ سگے بھائی کی مظلومیت پر ترس نہ کھایا۔ آج اسی بھائی کے سامنے عاجزانہ کھڑے ہیں ملتجی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ کیسا عجیب اتفاق ہے۔ تاریخ عالم کا کیسا انوکھا موڑ ہے۔ جس کے سامنے کھڑے ہیں وہ وہی مجبور و مظلوم بھائی ہے مگر آج۔ وہ مظلوم نہیں بلکہ کائنات کے مظلوموں کی داد رسی اس کے سپرد کر دی گئی ہے آج وہ بھوکا اور پیاسا نہیں بلکہ زمین کے بھوکوں کا کفیل بنا دیا گیا ہے۔ یہ حاضر ہونے والے بھائی اس کو عزیز مصر ہی سمجھ رہے ہیں مگر یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا ہے۔ ہر قسم کا سلوک کیا جا سکتا ہے آج

یوسف کو انتقام لینے سے کون روک سکتا ہے اشارہ کرنے کی دیر ہے بڑی سے بڑی سمت سے سخت کارروائی کی جا سکتی ہے۔ اہل دنیا کے سامنے یہ بھی کڑی آزمائش ہے۔ شخصیت یوسف پر صبر کا دور گزر چکا ہے۔ آج علم و حلم کا زمانہ ہے انسان کے لیے مقہوری و مجبوری میں صبر کر لینا اگرچہ بڑی سعادت و ثواب ہے مگر تخت پر بیٹھ کر تاج و دستار سے سجے ہوئے ہوئے عفو بخشش کے پھول نچھاور کرنا۔ اور آتش انتقام سلگتے ہوئے نظم کی بلندی کا اونچا ستون ہے اقوام عالم پر صدہا دعوے کی دور گزر سے مگر کوئی بھی نہ صبر یوسف کی مثال پیش کر سکا نہ خود یوسف کی کہ جب مقام صبر تھا تو اس کی اور جب طاقت پائی تو بدلے کا خیال بھی نہ کیا۔ حالانکہ کفر اور غیر مسلموں کی تاریخ میں یہود و نصاریٰ اور یورپین ممالک کے واقعات میں معلوم ہے محور بیکس رعایہ پر رحم کی ہلکی سی مثال بھی نہیں ملتی۔ ان کی داستانیں ظلم سے بھری پڑی ہیں اہل دنیا اور اہل اللہ کے اس امتیازی فرق پر تاریخ شاہد ہے۔ تین دفعہ بھائیوں کا آنا ہوتا ہے۔ پہلی دفعہ ایسی میزبانی فرمائی کہ عزیز مصر کے بن انتظام کی دھاک بیٹھ گئی۔ دوسری دفعہ وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ دل کی گرہیاں قریب سے قریب تر ہو گئیں۔ ان دو ملاقاتوں میں مہربانی تو ہر قسم کی ہوتی ہے مگر پہلے سلوک کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا جاتا۔ تیسری ملاقات ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ انتقام کے کانٹے خود بخود رحم کے پھول بن جاتے ہیں اب بات چھپائی نہیں جا سکتی۔ لیکن حس یوسف نے اپنوں سے ہمیشہ دکھ اٹھائے آج وہ سرچشمہ کرم ہے۔ الفاظ کی تحقیق فرما رہا ہے کہ تعارف کے لیے ایسے لفظ بولے جائیں کہ پرانے حالات کا نقشہ بھی کھنچ جائے مصر میں آنے کا ذریعہ بھی سمجھ آ جائے اور پچھلی باتیں یاد بھی آ جائیں لیکن میری طرف سے دل پر ہلکی سی خراش بھی نہ آئے۔ تھوڑے سے کلام سے ہی پوری تفصیل تو جانے هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ کیا تم نے کبھی خلوت یا جلوت میں کیسے یا کتنے گزرے ہوئے لمحات میں کبھی سوچا بھی کہ تم نے یوسف کے ساتھ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا۔ کیا تھا۔ کبھی اس کی یاد نے تم کو بھی رلایا تڑپایا کبھی ندامت ہوئی اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کی شکل کا کبھی تصور بھی سدھا۔ کم از کم اب تو ضرور یاد آ گیا ہوگا۔ اور یقیناً سب واقعات و کردار کی تصویر ابھی کھنچ گئی۔ اچھا یاد تو کرو جب تمہاری کم عقلی کے دن تھے اور تم نے کھیل ہی کھیل میں کیا کر دیا تھا۔ ارے کہاں ہی یوسف ہو۔ ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اس نے مجھ کو نہیں بتایا میں نے تو تم کو پہلے دن پہچان لیا تھا مگر تم نے میرا حسن سلوک دیکھا۔ اب بھی میں تم کو یاد نہ دلاتا مگر آ ایک دل یہ بات کتنی تھی نیک تم سے کچھ مواخذہ و گرفت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں تم نے نادانی میں یہ سب کچھ کیا تھا اب تمہاری ندامت معذرت قبول ہے۔ دل پر کوئی بوجھ نہ رکھو۔ آؤ میں بھائی ہوں تم میرے تن ہو۔ سبحان اللہ کتنا حوصلہ ہوتا ہے بارگاہ نبوت کا خود تسلیاں دے رہے ہیں صالحین تو دنیا میں بہت ہوتے ہیں مگر نبوت کی یہ نرمی ادا یہ ہے کہ ہر بات کی انتہا اللہ تعالیٰ کا شکر خدا وندی۔ اور حمد باری تعالیٰ سے

کو بنایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیوی ماحول ایک دم دین کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ تاکہ بندے کے تصورات دنیا اور اہل دنیا سے ہٹ کر مشغول ذات جل مجدہ ہو جائے۔ اے بھائیو تم نے یہ میرا رویہ دیکھا ہے لیکن میرا رب تو اُرحم الراحمین ہے۔ عمل معذرت اس کی بارگاہ میں کرو۔ دو تم کو ابدالآباد تک بخش دے گا۔ اب آخری سورت تک تمہاری حمد تکمیل ہی تکمیل ہے۔ آخر میں سب سے منہ موڑ کر رب کی بارگاہ میں عرض گزاری ہے۔ کہ اے میرے کریم رب۔ شیطان نے فرق ڈالا تو نے اس کو وصل سے بدلا۔ شیطان نے تھوڑی تکلیف اور جدائی دی۔ تو نے کثیر عطائیں فرمائیں والد دیا۔ ماں سے ملایا۔ بچھڑے بھائی ملائے ملک دیا سلطنت عطا فرمائی۔ حکومت۔ عزت۔ رزق۔ آل۔ اولاد۔ کیا کچھ تو نے نہیں دیا۔

تیرے کرم سے اے غنی کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی سب کی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

اے میری فریادوں کو سننے والے شب کی اندھیریوں کو نور بنانے والے۔ بس ایک ملاپ۔ ایک وصل اور عطا فرما تو فَنِّیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ مجھ کو سلامتی کی وفات عطا فرما۔ اور اپنے خاص الخاص بندوں سے ملا لے رکھنا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ سورت۔ عابدین۔ عارفین۔ زاہدین۔ علماء صوفیاء کے لیے آیت اہیہ ہے کیونکہ وہی سالکین مقصد میں وارثین شریعت ہیں۔ یہ سورت غافلین۔ ماذین۔ خاسرین تائبین۔ طیبین کے لیے عبرت ہے کیونکہ سلامت اور توبہ اور اقرار گناہ لانے والا ہی اُولی الالباب میں سے ہے۔ یہ سورت۔ عاشقین۔ عاقلین کے لیے ہدایت و رحمت ہے کیونکہ سچی اللہ رسول پر کامل ایمان لانے والے مومن ہیں دنیا میں اگر کسی کو بھائی کا درجہ دیا جا سکتا ہے تو سچی بار آوردہ والے ہیں ان ہی کا وصل وہ انعام خداوندی ہے جو دنیا۔ برزخ قبر حشر میں تم کو ملا ہے ملا ہے باقی برادری۔ اخوت سب چھوٹنے والی بے وفا۔ بے مروت۔ مطلب پرست۔ جھوٹی امیدیں اور پیار جتانے والی ہے یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی راحیل تھیں مگر ان کے تین بچے بڑھاپے میں ہوئے لاڈلا یوسف تھا کہ دنیا سب دوسرا بیٹا بنیامین۔ دوسری بیوی لیا کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی۔ زلفہ لونڈی سے جاد۔ آشر۔ دان لونڈی سے دو بیٹے دان نفتالی۔ دخول مصر کے وقت صرف لیا زندہ تھیں اور بارہ بیٹے زندہ اور ان کی اولاد یہ ہیں۔ حضرت یعقوب کی دونوں بیٹیاں فوت ہو چکی تھیں صحیح یہ ہے کہ دونوں کی شادی نہ ہوئی تھی۔ وفات لوجوانی میں ہوئی تھی۔ حضرت یوسف کے گیارہ بھائیوں کے نام۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
روبیل	شمعون	لاوی	یہوداہ	یشجر	زبالون	جاد	آشر	دان	نفتالی	یوسف علیہ السلام	بنیامین

والد یوسف یعقوب علیہ السلام	مکی والدہ اسرائیل	دوسری بی بی یعقوب کی خالہ	حضرت یعقوب کی ماموں زاد بہن	دوسری بی بی یعقوب کی ماموں زاد بہن	یوسف علیہ السلام کی سوتیلی والدہ	ماں کا نام سمیہ	مربی مصر ملقیہ	زلیخا یوسف کی بیوی اسرائیل	بی بی دیدی سمائی بدہ حلب	دوسرا فوری مرنے والا ہوا

تعلیق کی اولاد قوم عمالقہ سے مصر کو آباد کیا۔ اور اسی قوم کی حکومت تقریباً پانچ سو سال مصر پر رہی پھر حکومت یوسف علیہ السلام کے قبضے میں آئی اور سترہ سال پہلے ساہ مصر رہے۔ پھر آپ نے اپنے بھائی بنیامین کو حکومت دی اپنی وفات کے وقت ان کی حکومت دس سال رہی پھر دیگر سی اسرائیل حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ قبطی [illegible] حکومت کی اور کہ دور کی حکومت [illegible] رہی حضرت موسیٰ کی حکومت تک تو بنی اسرائیل کی حکومت رہی [illegible] قبطی حکومت کی بنا پر بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت عزت کرتے تھے اس کی سل کا نام ام لطا یہ سب کاہن رہے اور کہنے کی وجہ سے سب کاہن کہلائے اس طرح سے سل ختم کر دی گئی عمالقہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پڑپوتے کی والدہ کو اغوا کیا تھا اس کی سل کا نام کاہن رکھا گیا سب کاہن کہلائے کہ یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر چار حرفوں سے۔ ملک مصر پر قبل مسیح مصر میں قوموں کی حکومت رہی

ف عمالقہ سے بنی اسرائیل نے قبطی آج مہ ۱۳ شعبان ۱۳۸۵ھ بروز ہفتہ مطابق مہ مئی ۱۹۶۵ء بعد نماز مغرب یہ ملاحظہ تفسیر مکمل ہوئی نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ معنی مختار العلماء صاحب بھی تشریف لائے ہوئے۔ شاید چند دن بعد ہمارے گھر بھی تشریف لائیں۔ بریڈفورڈ انگلینڈ۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ رعد کا مختصر بیان اور وجہ تسمیہ

جس طرح پہلے کسی دفعہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کے نام خود باری تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں لوح محفوظ میں اسی ترتیب اور اسماء پاک سے لکھے ہوئے ہیں بخلاف سپاروں کے نام کہ یہ تیس حصے بندوں کے بنے ہوئے ہیں اور انہوں نے ہی تیس پاروں کے نام رکھے ہیں جو اس حصے کے اکثر پہلے لفظ کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح آیتوں کے یہ بیان اور رکوعوں کے شمار سب بھی بندوں کی تعیین ہے۔ ہر سورت کے اول بسم اللہ شریف مکمل یہ نبی کریم کی طرف سے صلی اللہ علیہ وسلم۔ باری تعالیٰ جل مجدہ کے اسماء فصاحت ہماری معلومت کے مطابق پانچ وجہ سے معین اور واضح فرمائے۔ ف بعض نام کسی اہم مضمون کی وجہ سے۔ ف بعض نام کسی خاص

قصے کی وجہ سے ہے۔ بعض نام کسی اہم ایسی شخصیت کے نام پر جس کا اس سورت سے خاص تعلق ہو۔ کوئی نام کسی خاص آیت کی وجہ سے ہے۔ کوئی نام کسی ایسے لفظ کی وجہ سے جو اس سورت میں امتیازی مقام رکھتا ہو۔ اس سورت کا نام آیت ۳۱ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ میں لفظ رُسُل سے رکھا گیا ہے۔ مسئلہ۔ قانونی، اخلاقی اور شریعت اسلامیہ کے مطابق دنیا بھر میں کسی نام کا ترجمہ دوسری زبان میں کر کے اس کو لکھنا بولنا ناجائز بلکہ بعض موقعوں پر نام والے کی گستاخی اور توہین ہے۔ کیونکہ ذاتی نام محض تعارف کے لیے ہوتے ہیں مقصود معانی نہیں ہوتے۔ یہی حکم علامات اقامات تخلصات اور صفاتی ناموں کا ہے خواہ وہ نام انسان خاکہ نباتات کے ہوں یا نباتات جمادات حیوانات کے ہوں۔ یہی حکم قرآنی سورتوں کے نام ہیں مثلاً سورت بقرہ کو ہر زبان میں بقرہ ہی کہا جائے گا۔ گائے کی سورت۔ یا گاؤ سرگز جائز نہیں۔ اسی طرح لفظ رعد۔ ایک فرشتے کا بھی نام ہے اور اس سورۃ قرآنی کا بھی۔ اور اس کا لغوی ترجمہ ہے بیچ بیچ گھاڑ مگر اس کو سورت بیچ گھاڑ نہیں کہا جا سکتا بعض نادان مسلمانوں نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے سورتوں کے اسماء طیبات کے انگریزی ترجمہ مکھڈالے جو غیر مسلموں کے دلوں میں عجیب مضحکہ خیز بن گئے یہ مترجمین کی کم عقلی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ مضامین سورت اس سورت پاک میں چھ رکوع ہیں اور ہر رکوع کے مضمون کا خلاصہ اس طرح ہے۔ ۱ پہلا رکوع۔ آسمان زمین چاند سورج۔ دریا۔ نہریں مختلف پھول پھل اور موسموں کی حیران کن تخلیق۔ عظمت اور قدرت الٰہیہ کا بیان آخری زندگی کا استدلال۔ ۲ دوسرا رکوع۔ انسانی طبیعت علم الٰہی انسانی تدبیر کا فائدہ۔ تقدیر الٰہی کی ہیبت۔ تمام زمینی مخلوق حادثات و نیات پر ہیبت باری تعالیٰ اور ان کے سجدوں کا بیان۔ انسانی کمزوری اور اس پر اکثر دفعہ۔ اچھے برے اعمال کا تقابلی جائزہ و نتیجہ۔ تسلیت عالم۔ ۳ اہل عقل کی نشانیاں اور ان کا اخروی انعام برے بندوں کی نشانیاں و آخر۔ ۴ چوتھا رکوع قبلی سکون کا بیان۔ کفار کی ہٹ دھرمی۔ کفار سے مایوس ہو جانا اچھا ہے۔ دعوۃ و عداوندی کی شان ۵ پانچواں رکوع گستاخان نعوت کی سزا۔ بت پرستوں کی پرستش اور بت سازی پر دلیل عقلی۔ سنت کی مثال۔ مسلم یہود و نصاریٰ کی شان کم عقل خواہش پرست مسلمانوں کی مذمت اور انجام ۶ چھٹا رکوع۔ وحی الٰہی کی شان۔ سبع آیت کا مدکرہ تسلیم و قہار کی عدیندی کفر کی فریب کاری کا انجام۔ کفار کا انکار نبوت اور اللہ تعالیٰ کا جواب۔ بعض سورتوں کے دو۔ دو نام بھی ہوتے ہیں جیسے سورۃ یوسف۔ مگر سورۃ رعد کا ایک ہی نام ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ

الف لام میم یہ آیتیں کتاب کی اور وہ کلام جو اتارا گیا

یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

طرف آپ کی طرف سے رب کے آپ کے حق ہی ہے اور لیکن اکثر لوگ

رب کے پاس سے برحق ہے مگر اکثر آدمی

لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ

نہیں مانتے ۔ اللہ وہ ہے جس نے بلند فرمایا آسمانوں کو

ایمان نہیں لاتے ۔ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

بغیر ستون کے دیکھتے ہی ہو تم اس کو پھر برابری فرمائی اور

ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر استوا

الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ

عرش اور تابع کر دیا سورج کو اور چاند کو ہر چیز

فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک ایک ٹھہرائے ہوئے

يُجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ

چلتی ہے کسی لیے مدت مقرر کی ہوئی ۔ تدبیر فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ
وعدہ تک چلتا ہے ۔ اس کام کی تدبیر فرماتا

يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ

معاملات کی مفصل بیان فرماتا ہے آیتوں کو تاکہ تم پر ملاقات رب اپنے کی
اور مفصل نشانیاں بتلاتا ہے کہیں تم اپنے رب کا ملنا

تُوقِنُونَ ﴿۲﴾

یقین کرو تم
یقین کرو ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی سورت کی آخر میں باری تعالیٰ نے آسمان و زمین کی اُن ظاہری علامات قدرت کا اجمالی ذکر فرمایا تھا جن کو کفار بھی سر و بصر سے دیکھتے رہتے تھے مگر نفیہ توجہ نہیں پڑ کر گزر جاتے تھے ان آیات میں رب تعالیٰ نے ورا التفصیل سے نشانات قدرت کا ذکر فرمایا اس لیے سورۂ یوسف کے بعد سورت رعد کا ربط ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی سورت کی آخری میں رب تعالیٰ نے حضرت یوسف کی زبانی عقریر توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر بیانات فرمائے کفار کے تعلق سے ذکر فرمائی ان آیتوں میں آسمان زمین کے خالق کا تذکرہ فرمایا جس میں اقتضاء ثابت ہو کہ جب خالق واحد ہے تو معبود بھی وہی واحد ہے اس مناسبت اور تعلق سے سورت یوسف کے بعد سورت رعد ضروری ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ سورت یوسف کی آخری میں قصہ یوسف علیہ السلام سنا کر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی اور تسلی فرمائی گئی کہ رنج و غم کی خاطر ہو آپ کو اپنے ہی اہل مکہ خاندان سے پہنچا تھا اس سورت میں یکے بعد دیگرے انبیاء کرام کی بیداؤں اور کفار کی خلق باری کا ذکر فرما کر اسی پاک کی تسلی فرمائی کہ فرمایا وَلَقَدْ نُصِرْتَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ **چوتھا تعلق** ۔ پچھلی دو سورتوں میں رب تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کرام کا تذکرہ فرمایا اس سورت میں باری تعالیٰ سے اپنی نشانیوں اپنی قدرتوں کا ذکر فرمایا۔

جس سے خالق و مخلوق کے درمیان پیدا [illegible] اس لیے سورۂ یوسف کے بعد سورۂ رعد مناسب ہے۔

مقام نزول : تمام سورت مکی ہے مگر اس کی آیت ۴۳ اور آخری آیت ۴۲ یہ دو آیتیں مدنی ہیں۔ کچھ اور مفسرین نے یہ سورت مدنی ہے مگر یہ درست نہیں اختلاف کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ مکی کے آخری ایام میں نازل ہوئی۔

تفسیر نحوی الٓمٓرٰ۔ یہ حروف مقطعات میں ان کا مطلب سوائے کریم علی منہ علیہ وسلم کے سارے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا یہ کل چودہ جگہ قرآن مجید میں سورتوں کے اول استعمال ہوئے۔ تلک اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ تلک اسم اشارہ قریب کے معنی میں ہوا ہے آیٰتُ مضاف الکتاب مضاف الیہ ہوا دونوں کی آیت لمبی ہے آیت کے معنی ایک جملہ یا مکمل عبارت۔ الف لام عہدی ہے یا اسی سے بھی اگلی کتاب یعنی مکتوب لکھی ہوئی بعض نے کہا کہ الکتٰب معرف باللام آیت الکتاب کی طرف اشارہ ہے وہ سارا مجموعہ قرآنی ہم موصول بمعنی الذی کہ آگے جملے سے مل کر منزل من اللہ کا ترجمہ ہوگا اِلَیْکَ حرف جار اسی محمول نزل سے متعلق ہے متعلق کی طرف عامل کا مجرور ضمیر واحد حاضر کا صیغہ ج ہے اسم مخاطب۔ اس جملہ ابتدائیہ کی طرف سے رب اسم صفاتی سے اللہ تعالیٰ کا عموم استعمال سے خواص عربی ہے مگر تمام اہل میں مستعمل ہے۔ یہ مصدر سے اور مبالغے کے صیغہ میں مستعمل ہے یہ فعل ثلاثی مجرد سے ہے جس کے معنی ہیں بڑھنا یا بڑھانا اس طرح صفت مشبہ سے یہ فعل ثلاثی مجرد سے مصدر کسی اسم فاعل ہے اس کا معنوی معنی ہے ثابت کرنے والا۔ عرف شرع میں یہ ہے کہ کسی حق کو ایجاد کر کے مذکمال تک پہنچانا۔ یہاں کسی پروردگار عالم کسی کی نہیں اسی لیے ہماری شریعت میں اللہ کے سوا کسی کو رب کہنا حرام ہے اس کے عربی لغوی معنی ہیں مالک، سردار، بات ماننے والا، مستعلم رکھنے والا، مصلح، مربی، متصل کا مضاف ہے اسی کریم علی منہ علیہ وسلم ہے۔ اِلَیْکَ جملہ الذی منہ کی اس کی جملہ بھی رکھیں کی گئی ہیں وعالیہ اسم جملہ کی حرف متعلقہ الفعل اسم تک کے لیے۔ اکثر اسم فعل بحالت فتح ہے کہ وکر اسم مکن سے مضاف الناس مضاف الیہ آگے کرنے سے ناس جمع ہے نوس کی اصل ناس تھا الف لام عہدی ہے یا استغراقی اس معنی انسان یہ جمع ہے ان کی واحد کوئی نہیں۔ بعض نے کہا یہ واحد اصل ناس تھا اس کی واحد نسان ہے مگر یہ نجمک میں کیونکہ انسان کی جمع اناسی ہے اور اناس کا واحد نسی ہے یہ مرکب صناعی ہے مکن کا۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ فعل صانع معنی مؤخر ہے مکن کی اس فعل سے ہے معنی ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ رفع الشموب بعلمہ علیہ وسلم ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ اللہ مبتدا سے بحالت رفع سے اسم جامد سے

مگر ترجیم بھی نام ہی ملتا جاتا ہے۔ مثلاً ہمزہ گرا تو اللہ رہا۔ لام گرا تو لہ رہا۔ الف لام گرا تو لہ رہا۔ دو سر لام گرا تو ہ رہا۔ کہا شان ہے اُس کے نام پاک کی ایسی حیرانی کسی نام میں نہیں۔ لذی اسم موصول اپنے صلے سے مل کر جملہ ہے مبتدا کی یہ مذکر واحد ہے۔ رفع۔ فعل ماضی رَفَعَ سے مشتق ہے متعدی بیک مفعول کبھی لازم بھی ہوتا ہے اس کا فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ضمیر ھُوَ مستتر ہے السّمٰوٰت۔ الف لام استغراقی ہے۔ خیال رہے کہ الف لام استغراقی اسم واحد یا جمع اُس پر آتا ہے جس کے تمام افراد مراد ہوں کوئی فرد اُس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ سمٰوٰت جمع ہے سَمَاءٌ کی حالت نصب ہے جمع مؤنث سالم ہے اب جارور مضاف ہے غیر عمد کی طرف مضاف ہے۔ حرف جر ہے بار جارور کی وجہ سے محل واحد ہے اس کی جمع کی وجہ سے لفظ غیر مجرور اشاعت میں ہے ہے غیر بھی ٹیک جمع ترکیبی محل مضاف ہے بمعنی حال صیغہ جمع مذکر حاضر ائی سے مشتق ہے بھی غور نگاہ سے دیکھا۔ ھا ضمیر منصوب متصل واحد مؤنث ہیں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا مرجع سمٰوٰت ہے تب یہ پورا جملہ سمٰوٰت کی صفت یا حال ہے گا اور حالت نصب ہوگی دوسرا یہ کہ ھا ضمیر کا مرجع غیر عمد ہوگا تب یہ پورا جملہ تَرَوْنَھا بغیر عمد کی صفت یا حال ہوگا اور حالت نصب کسرہ ہوگا۔ ثم حرف عطف ہے مگر یہاں مہ تراخی سے نہ ترتیب بلکہ فقط عطف معنیٰ واؤ عاطفہ ہے۔ استوٰی فعل ماضی سَوِیَ سے مشتق ہے باب افتعال سے ہے۔ بمعنی۔ ارادہ کرنا۔ چڑھنا۔ منعطف۔ برابر ہونا۔ برابر کرنا۔ قبضہ کرنا۔ یہاں یہ آخری معنی مناسب ہیں۔ سَوِیَ کے بعد جب علیٰ آئے تو متعدی ہوگا بمعنی چڑھنا ٹھیرنا۔ قبضہ کرنا۔ اور جب اس کے بعد الی جارہ آئے تو متعدی ہوگا بمعنی ارادہ کرنا برابر کرنا۔ اور جب بہ حرف مذکور نہ آئیں تو لازم ہوگا بمعنی منعطف۔ برابر ہونا۔ علی جارہ بمعنی فوقیت۔ لعرش۔ لف نام عہد ذہنی یا خارجی۔ عرش بمعنی تخت جمع عروش اعظم ہے۔ واعاظہ سَخَّرَ فعل ماضی معروف باب تفعیل سے ہے اس لیے متعدی ہے بمعنی کام میں لگا دینا۔ تابع کر دینا۔ یہاں دونوں معنیٰ درست ہیں مگر پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں اس کا سَخَّرَ یا سَخَّرَ یا سَخَّرَ ہے ہوتا ہے بمعنی۔ دل لگی کرنا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ ہے شَمْسَ۔ الف لام عہد خارجی ہے مؤنث ہے اس کی تصغیر شُمَیْسَۃٌ ہوتی ہے جب یہ فاعل ہو تو اس کا فعل مؤنث بھی آسکتا ہے اور مذکر بھی بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے سَخَّرَ کا۔ واعاظہ اَلْقَمَرَ بمعنی چاند مطلق اسم ذاتی ہے اس کے صفاتی نام تین ہیں۔ ہلال۔ بدر۔ محاق۔ بحالت نصب ہے عطف ہے الشمس پر۔ کُلٌّ تاکید معنوی کے لیے اور یہاں پر سے صلے سخر کی تاکید سے پڑے اس لیے ہے۔ یہ خبر بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے مگر پورا جملہ اسمیہ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے شمس و قمر کا۔ یَجْرِیْ فعل مضارع معروف جَرْیٌ سے مشتق ہے بمعنی تیرنا۔ خواہ پانی پر یا ہوا پر چلنا۔ پھسلنا۔ یہاں مراد چلنا ہے۔ لام جارہ تعلیلیہ ہے اَجَلٍ مصدر سے بھی مَا جَلٌّ اسم مفعول اس کا ترجمہ۔ مدت مقرر کردہ۔ وعدہ کرنا۔ لوگوں سے حق مہر کو مہر مؤجل اسی معنیٰ سے کہتے ہیں۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ بحالت کسر

ہے حرف جر سے مسمّٰی اسم مفعول۔ تاکید کے لیے ہے معنی مقدر کی ہوئی نام رکھی ہوئی۔ لکھی ہوئی آخری معنی بھی مناسب ہیں مگر اس وقت تاکید نہ ہوگی ضعف ہے اجل کی اس لیے بحالت جر ہے۔ اعراب کی قسموں میں سے اسم ممدود ہے۔ لہٰذا ظاہرہ ہوا سُمِّیَ یا سَمُّوْا سے متعلق ہے۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ یُدَبِّرُ۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر مرجع کا مرجع ذات باری تعالیٰ باب تفعیل ہے۔ اگر متعدی ہو اس معنی سے اسناد کے اعتبار سے صحیح ہوگا یہ شان بھی صرف رب تعالیٰ کی ہے ورنہ بندے کا کام ہزاروں فکروں کے باوجود پہلے غلط اور ناقص ہوتا۔ بعد میں ترقی پکڑتا ہے۔ اس کا مادہ دَبَرٌ ہے۔ اسی کے ہم وزن یک مادہ دُبُرٌ ہے اس کے معنی ہیں پیٹھ پیچھا اور دُبُرٌ کے معنی ہیں بہت دولت مند ہونا اَلْاَمْرَ۔ الف لام استغراقی ہے۔ لفظ امر اسم جامد بھی ہے اور مصدر مادہ اشتقاق بھی۔ جب یہ جامد ہوگا تو اس کے معنی معاملہ حالت کام یہاں اسم جامد ہے اسی آخری معنی میں۔ اسم جامد ہوگا تو کوئی فعل یا گردان نہ ہوگی۔ اگر مصدری معنی میں ہو تو ترجمہ ہوگا حکم اور ہر فعل وصیغہ لے گا یَفْصِلُ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب تفصیل میں اگر متعدی ہو معنی صاف دکھانا یا پورا کھول کر بیان کرنا۔ فصلٌ سے بنا ہے بمعنی جدا ہونا یہ مادہ چھوٹا لازم ہوتا ہے اور اس سے جو بھی ثلثی مزید فیہ کا باب بنے گا وہ متعدی ہوگا اَلْاٰیٰتِ۔ الف لام استغراقی اٰیٰتٌ جمع ہے اٰیَۃٌ کی۔ معنی علامت نشانی یا نشان قدرت یہاں دونوں معنی مراد لیے جا سکتے ہیں لَعَلَّکُمْ۔ کلمۂ امید ہے صانع تعالیٰ یا مدبر تعالیٰ سے پہلے استعمال ہوتا ہے اس سے عمل ماضی امتناعی منفی ہے ہر جملے کی ضمیر ساتھ لگتی ہے جب فعل سے علیحدہ ہو یا اور ہو تو حرف مشبہ بالفعل ہوتا ہے اور اسم وضمیر پر عمل کرتا ہے یہاں یہی ہے لَعَلَّ ضمیر جمع حاضر اس کا اسم ہے منصوب ہے۔ بِ جارہ لِقَآءِ مصدر ہے ثلثی مزید فیہ کا وزن فِعَالٌ ہے جیسے شِرَاءٌ بَاءٌ وغیرہ اس کا مادہ لَقْوٌ یا لَقِیٌ ہے۔ معنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ پھینکنا ڈالنا۔ پہنچنا۔ جھکنا۔ وصول کرنا یہ مادہ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ یہاں پہلے دو معنی مراد ہیں مضاف رَبِّ بحالت جر۔ مضاف الیہ ہائل کا اور مضاف ہے مالک کا کُمْ ضمیر جمع حاضر کا مرجع کفار مخالفین یا تمام انسان تُوْقِنُوْنَ فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر حاضر یَقِنٌ سے بنا ہے بمعنی یقین کرنا یقینی ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں باب افعال ہے دراصل تھا یَیْقِنُوْنَ۔ ی پر کسرہ قبل تھا بعد میں ساکن ہے لہٰذا دوسری ی کو واو سے بدل دیا گیا یُوْقِنُوْنَ ہو گیا۔ تُوْقِنُوْنَ اور دیگر صیغوں کو اس کی مناسبت کے لیے بدلا۔

تفسیر عالمانہ

الٓمّٓرٰ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ الف لام میم را۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معانی بجز اللہ رسول کے کوئی نہیں جانتا یہ کتاب بھی لکھی ہوئی سمت کی

زمینوں میں۔ بعض نے فرمایا کتاب سے لوح محفوظ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ کتب سے مراد قرآن مجید ہے اسم شاہد قرینی نے فرمایا کہ کتب گزر چکا۔ وجوداً عرضاً۔ لفظاً۔ ظاہراً دونوں ہے مگر یہ آسمیں قریب ہوگئی ہیں کیونکہ نازل ہوگئیں یہ تفسیر بھی ہوسکتی ہے کہ یہ نشانیوں میں کتب الٰہی کی۔ اور وہ تمام جو کچھ نازل فرمایا گیا ہے بیائے جب آپ کی طرف سینہ اقدس میں۔ آپ کے رب کی طرف سے جب بھی اور جتنا بھی حق ہی ہے۔ کیونکہ اس میں حلال حرام اسرار۔ انوار۔ قانون۔ شریعت و طریقت۔ ادلہ عقلی سے جس کو تعلق ہے۔ ان سب میں حق کے چار معنی ہیں۔

۱۔ ہر وہ مضبوط بات جو باقی رہنے والا۔ ۲۔ ہر وہ امر جو ثابت ہو۔ ۳۔ ہر وہ شخص کو نفع دینے والا۔ یہ چاروں معنی اللہ کے کلام توریت زبور۔ انجیل صحیفوں اور قرآن مجید احادیث پاک میں جمع ہیں مجرد اور مشاہدہ ہے کہ جس طرح آج تک قرآن مجید کا ایک ایک لفظ باقی و جاری ہے اسی طرح احادیث پاک بھی تا قیامت روشن و درخشندہ ہیں اور حدیث پاک کا قانون بھی ثابت ہے بلکہ حدیث مطہرات دل کریم سے اس طرح متعلق ہیں کہ قرآن مجید احادیث کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اور لیکن کثر لوگ جن کے پاس کفر شک یا فسق و فجور یا حسد بغض۔ عداوت عناد کی بھالیں ہیں وہ کبھی بھی کچھ بھی ہو جانے ایمان نہیں لائیں گے۔ نہ نازل ہونے کو مانیں گے نہ حق ہونے کو۔ نہ من اللہ ہونے کو۔ نہ آیت ہونے کو۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ وحی الٰہی کے منکر پانچ قسم کے ہیں۔ کچھ تو آیات الٰہیہ ہونے کے منکر ہیں۔ کچھ منزل من اللہ ہونے کے۔ کچھ منکر کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے کچھ نازل ہوا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ حق نہیں ہے ہو کسی آسمانی کتب کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرے وہ بھی اس میں داخل ہو کر کافر ہوگا بعض کہتے ہیں وحی الٰہی ٹھیک ہے مگر ہمیں ان آیت کریمہ میں ان سب کی تردید فرمائی گئی۔ آیت کتاب و بشارت دیا گیا کہ قرآن کریم اور الفاظ نبی کریم اللہ کی عظیم نشانیاں ہیں ذرا سا تفکر غور کرنے والا بھی مان لے گا مگر منکرین کا نہ ماننا صرف اس لیے ہے کہ۔ غور کرتے ہیں نہ پڑھتے سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے نہ ماننے سے کوئی حرج نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ سورج سر عال وہ کیف سورج سے اگر چہ کوئی نہ دیکھے۔ شہد سر صورف شہد ہے میٹھا ہے اگر چہ کوئی نہ چکھے۔ اللہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونہا ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الایت لعلکم بلقاء ربکم توقنون وحی الٰہی کی شان یہ کیا جانیں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں جانتے اللہ وہ ہے جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے اتنی بڑے بڑے بہت سے آسمان اتنی بلندی پر پیدا کئے کہ جس کی اونچائی کو سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا آپ نے ہی فرمایا کہ ہر آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور زمین سے پہلے آسمان کا فاصلہ بھی بخاری ہے اور یہ سب آسمان بغیر ستونوں کے قائم ہیں سارے قیامت تک کے لئے نول ہیں

حالانکہ تم اپنی سیاحت، سفر، پرواز، خلائی رفتار، ساری دنیا کا چکر لگا کر دیکھتے ہیں ہو ہر چیز عجیب سے عجیب تر۔ چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی نظر آتی ہے مگر کہیں بھی میدانوں، بیابانوں، صحراؤں پہاڑوں میں تم نے کوئی پہاڑ یا کوئی مینار ایسا دیکھا آسمان کی حد ہی تک گیا ہو یا آسمان سے تک گیا ہو اگر اس پر ٹھیر ہو حالانکہ تمہارے کاریگروں نے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر لیں اور تمہارے غبارے کتنی بلندی تک اڑتے چلے گئے بیان کریں قیامت تک کے منکروں کے لیے ایک عظیم چیلنج اور دعوت فوروفکر دے رہی ہے۔ بعض دانوں نے کہا کہ کوہ قاف زمرد کا بنا ہوا ہے اور اس کی چوٹی پر آسمان ٹھیرا ہوا ہے (صاوی) کتنی اعتقادیات ہے۔ اور ہمت کا معنی اس طرح کرتے ہیں کہ بلند کیا آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر جو تم دیکھ سکو گویا کہ آسمان کے ایسے ستون موجود ہیں جو نظر نہیں آتے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ کاف کا ستون کیوں نظر آگیا۔ اگر تُرَوْنَهَا کو صفت ہی بنایا جائے تب بھی معنی یہ ہوگا کہ آسمان کے ستون صرف قدرت الٰہی ہے جو نظر نہیں آتی۔ ہیرو ہی اللہ ہے جس نے عرش پر قہر و جلال کا غلبہ فرمایا کہ قانون البسہ کا مرکزی مقام الوہیت کا محور عرش کو بنایا مگر یہ بھی تمہاری نظر۔ نگاہ عقل۔ فہم شعور سے پوشیدہ ہے۔ تو یہ دیکھو کہ سورج و چاند تو تمہارے سامنے ہیں وجود آسمانی کے دلائل ہیں ان کو ایک مقررہ مدت۔ معین حالت کے چکر۔ طرح طرح کے تسلط راستے پر مسخر و رہا بند بھی اسی اللہ نے فرمادیا۔ یہ خود آگے پیچھے ہو سکتے ہیں رات کو کوئی کر سکتا ہے کس کی جرأت ہے جو کسی سیارے کو اس تسخیر سے بدل لے۔ سب تعالیٰ نے جو مدت ان کے لیے فرمائی ہے وہ اس تک چلتے ہی رہیں گے۔ یہ سب نظام کائنات ایک خاص تدبیر کے ماتحت ہے یہ ایسے ہی نہیں ہے وہ اللہ جل شانہ سراسر کی تدبیر فرماتا ہے خواہ وہ امر ہماری نظر میں چھوٹا ہو یا بڑا اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ حقیقی ہو یا عظیم۔ بلندی پستی عزت ذلت۔ موت و حیات۔ سب میں حکمت و تدبیر سے مصرف وجود میں آتے ہیں۔ پھر اس سب کائنات نے اپنی کوئی آپ اٹل قول۔ کلام بندوں سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ وجود میں ظہور و شعور میں تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جس کی جیسی نظر ہوئی طرح گا وہ عالم اس پر نظر ڈال لیتا ہے لیکن اس تمام تفصیل تحریر ترتیب و تدبیر کا مقصد تم تمام انسانوں جنوں کو ایمان موت عطا کرنا ہے تاکہ انسانوں کی اس خلائی دوڑ سے تم سب کے لیے یقین کا ذریعہ نہیں بلکہ حقائق عالم کی طرف غور کی حقیقت سے یقین کا آنا اور ممکن ہونا لفظاً فکر و نظر کے بعد ہی ہوتا ہے یہ دعوت فکر و عمل بھی دلائل قدرت میں سے ایک دلیل ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا میں کافر زیادہ ہیں مومن اور شکر گزار بہت تھوڑے ہیں۔ اس لیے کہ کفر بہت سی قسم کا سب مل ملا کر زیادہ بن جاتے ہیں۔ لیکن کثرت حقانیت کی دلیل نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے کثرت سے نہ مرعوب ہونا چاہیئے نہ مغرور۔ یہ فائدہ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ (الخ) سے اور اس کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ کسی چیز کا اثر قبول کرنے والے کی حیثیت اور اعتبار۔ مزاج و طبیعت کے لحاظ سے ہوتا ہے نہ کہ اثر کرنے والے کی کاملیت سے۔ دیکھو کیسی مخلوق کفار پر قرآن کریم جیسی معجزہ آیت کا اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس کو جادو۔ شعر۔ و کہانت۔ کہانت جیسے بیہودہ القاب سے یاد کیا۔ یہ فائدہ لایؤمنون کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ آسمان صرف سات ہیں عرش و کرسی آسمان نہیں یہی جمہور محدثین کا مذہب ہے۔ فلاسفہ کا یہ کہنا کہ آسمول آسمان عرش سے مراد آسمان کرسی اور کرسی آسمان لوح ہے یہ سب غلط ہے۔ یہ فائدہ رفع السموات بغیر عمد اور السقف المحفوظ سے حاصل ہے۔ چوتھا فائدہ۔ جو چیز نظر نہ آسکے تو اس کے نشانات ظاہر فرما دیے جاتے ہیں۔ دیکھو آسمان کوئی بھی نظر نہیں آتا تو باری تعالیٰ نے اس کی نشانیاں چاند سورج ستاروں سے پیدا فرمائے اور ان کا دیکھنا آسمان کا دیکھنا قرار پایا۔ تو اسی طرح رب نے نبی پاک کو دیکھنا اپنا دیکھنا قرار دیا۔ مَنْ رَانِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ جل و علیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور اسی طرح آج اولیاء اللہ و علماء نبی پاک کی نشانیاں ہیں یہ فائدہ۔ نرفعہا۔ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ آسمان زمین بالکل ساکن اور ٹھیرے ہوئے ہیں۔ صرف سورج چاند ستارے گردش میں ہیں۔ جو کہتے کہ زمین گردش میں ہے وہ غلط ہے اور مسلمانوں کو ایسا عقیدہ بنانا منع ہے۔ یہ مسئلہ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بھی پائی جا سکتی ہیں۔ دیکھو اس آیت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مدبر امر ہے۔ مگر دوسری آیت میں ملائکہ کو مدبرات امر فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں اولیاء کو نیز کو مدبر نظام زمین فرمایا گیا۔ اس لیے مخلوق کو بھی مدبر امر کہنا جائز ہے یہ مسئلہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

اس جگہ چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت کریمہ میں اَللّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ اور اَلَّتِیْ کے الف لام جنسی غیر عہدی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف قرآن مجید ہی حق ہے۔ حدیث۔ اجماع امت۔ قیاس یہ تمام اہل اصول فقہ کے یاں کردہ تین دلائل شرعیہ حق نہ ہوں۔ بلکہ باطل ہوں۔

جوابات۔ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اَنْزَلَ عام ہے وحی جلی اور خفی کو۔ قرآن مجید وحی جلی ہے حدیث پاک وحی خفی ہے اجماع و قیاس قرآن و حدیث کے اجمالی کی ہی تفصیل ہے۔ گویا کہ قرآن و حدیث سمندر ہے اجماع و قیاس اس کے موتی قرآن و حدیث پھول ہیں۔ اجماع و قیاس اس کا عطر۔ قرآن و حدیث بیل ہیں۔ اجماع و قیاس اس کا رس۔ قرآن و حدیث بیج ہیں۔ اجماع و قیاس اس کا درخت۔ یا قرآن و حدیث سورج ہیں۔ اجماع و قیاس

اُس کے رب نے کھلا ہوا بین نیز حق کا الف لام نزول کے حصر کے لیے نہیں بلکہ ثبات کے حصر کے لئے ہے اور یہ معنی نہیں کہ بجز حق ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ حق ہی ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ والذی کا ذو الحالت اور الذی کا عطف کتاب پر ہے روایت کا ترجمہ اس طرح ہے۔ یہ کتاب کی آیتیں اور وہ جو نازل کیا گیا آپ کی طرف آپ کے رب کے پاس سے حق ہی ہے۔ باب اعتراض بالکل ختم ہو گیا کیونکہ کتاب سے مراد پورا قرآن مجید ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ کا انزل سے مراد حدیث ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ معطوف علیہ معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ یہ بہترین مضبوط جواب ہے یہ جواب حضرت حکیم الامت مجدد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نور العرفان میں کہا ہے۔ ہم نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ نماز میں اسی کی تلاوت جائز ہے اس کے الفاظ و معانی سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے اس کا لفظ معنی سب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ہے ترونھا یہ فعل حال مشت ہے جس کا معنی ہے تم اُن کو دیکھتے ہو۔ تفسیر کے مطابق ھا ضمیر کا مرجع یا آسمانوں کی طرف ہے یا ستونوں کی طرف حالانکہ نظر انسانی میں نہ آسمان ہیں نہ ستون آدمیوں کو نہ آسمان دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہ جو نیلا رنگ نظر آتا ہے یہ ہوا کا رنگ ہے۔ اور ستون واقع میں ہی نہیں ہیں۔ تو لفظ ترون کا مقصد کیسے ہے۔ اور باری تعالیٰ نے کس کو دیکھا کہ تم دیکھتے ہو؟

جواب۔ اس آیت کی مختلف تفسیروں کے اعتبار سے اس اعتراض کے مختلف جواب دیے گئے ہیں مگر آسان اور مضبوط جواب یہ ہے کہ ترونھا میں ھا ضمیر کا مرجع نہ آسمان ہیں نہ ستون بلکہ بغیر عمد یعنی ستون کا نہ ہونا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ تم ستون نہ ہونے کو دیکھتے ہو۔ اسی کی وضاحت تفسیر عالمانہ میں کی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

الف۔ لام۔ میم۔ را۔ مسلک شوق کے راہ نوردوں کے لیے اسرار سہروردی کے چار راستے ہیں۔ پہلے راستے پر چلنے والا متقی اللہ ہوتا ہے۔ دوسرے راہ پر قدم رکھنے والے کو خلیل اللہ بنایا جاتا ہے۔ تیسری راہ کا مسافر بزدانی کلیم اللہ کہلاتا ہے چوتھے اور آخری راہ کا شہسوار حبیب اللہ کا لقب پاتا ہے صلی اللہ کو اسرار کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ خلیل کو ظاہر کی کلیم کو تالوں کی مگر حبیب کو باطن کے بیسے اسرار بتا۔ دکھا۔ اور سمجھا دیے جاتے ہیں کہ کرام کاتبین اور جبرئیل و میکائیل کو بھی تصور نہیں یہ چار حرف اسرار معرفت کے چار مخفی خزانے ہیں تلک ایت الکتاب والذی انزل الیک من ربک الحق ولکن اکثر الناس لا یومنون سے عبادت و ریاضت سجدہ رکوع۔ صیام و صلوٰۃ۔ قیام لیل۔ ورد و وظائف۔ کتاب حدیث کی کامل تشریحیں ہیں اور تصور دنیا الات قوت۔ وعائد کے بھیدوں میں سے جو بھی محبوب الٰہی کی طرف نازل کیا گیا وہ ہی حقیقت کلیہ اور حقائق ثابتہ و قطعیہ ہے۔ لیکن ان بھیدوں

ناروں سے اکثر خواص، عوام ناواقف ہے اسی لیے عقل دیوی والے کی پرواہ نہیں رکھتے۔ شیخ اکبر نے فرمایا کہ عارف کا ہر کشف بشرطیکہ شریعت مؤید ہو، اور وارد کا ماننا حق ہے مگر طالبان دنیا اس کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ ان سے محجوب رکھا گیا ہے۔ بندگی صفت کو کہ معبود کوئی نہیں جانتا اللہ الذی رفع السموٰت بغیر عمد ترونہا ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون ان کی سنت بڑی لمبائی معرفت الٰہی سے طالب مولیٰ کے لیے لمبائیات قدرت ہیں سے ہے۔ شان علم ہے کہ اس اللہ جل شانہ نے تمام معجزات ذات محمد مصطفےٰ کو ورفعنا لک ذکرک کا تاج فخر عطا فرما کر اس کے سر پر رکھ دیا ہوا کو بلندیوں کا یک آسمان بنایا۔ اور یہ حسن مصطفوی کے عالموں کی بلندی غیر دنیوی کے ہے۔ اہل دنیا کی ہر بلندی دنیوی تعلقات کے سلوں پر ہے۔ اسی لیے اس کو فنا ہے۔ ہمارے محبوب کی رفعت کے لیے کوئی کسی قسم کا سہارا تم کو نظر نہ آئے گا۔ اس انسان کامل تاجدار مدینہ کو مرتبہ عطا فرمانے کے لیے اس کے قلب رفیع کو عرش بنا کر اس پر محسن الانام مصدر اسرار کا تجلی تاثیر۔ تقویم سے استوی اور علا فرمایا۔ اور اسی صفات محمدی کے آسمانوں میں ادراک معارف کے روحانی سورج۔ اور تمام حسن عالمی قلبی چاند کو مسخر کر دیا یا شریعت کے سورج طریقت کے چاند کو اس ذات پاک میں مسخر کر دیا یہ جو کچھ جانے یا نہ جانے بیکار ہو جانے یہ قرآن و حدیث سے سورج چاند ہیں جو ابد تک تمام کائنات پر جاری و ساری رہیں گے یہ کمال فطرت کی تدبیریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی۔ توثیق۔ تعجیل۔ تعظیم۔ توقیر۔ ابتہا۔ انتہا میں خلیل و محبوب کی تدبیر فرماتا ہے۔ و مقامات و کمالات و مراتب کی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے۔ تاکہ مرنے سے پہلے عشق کی صورت سے اسے مدارج آیات تحقیقات کے مشاہدے کے وقت اپنے رب جلیل کی حاضری قرب کا یقین حاصل کریں۔ اس مطلب کے فرمایا کہ تدبیر امر فیصلہ، ازلی ہے اور تفصیل آیات احکام ابدی ہیں۔ عارف کا علم تدبیر امر ہے اور مرد عارف کا ظاہر تفصیل آیت سے اقتباس کیا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو وہ قرب معرفت حاصل ہے کہ اگر آج بھی حجاب ہٹ جائیں تو میں یقین میں زیادتی نہ ہو گی کہ اہل مکاشفہ کے لیے حجاب موت دنیا بروز قیامت برداشت کریں۔ وہ ہر وقت ہی مشہد دیدار میں ہیں اہل حجاب کو موت میں ملے گا ہمیں کو وہ دنیا میں ہی حاصل ہے۔ طالب وصل کی قیامت یہاں ہی ہے۔ اہل حجاب کی موت اضطراری ہے مگر اہل اسرار کی موت اختیاری ہے موس کامل کی چھ نشانیاں ہیں۔

۱۔ علم آفرت کا عالم ۲۔ اطاعت الٰہی میں مصروف ۳۔ معصیت سے دور ۴۔ شیطان کے دشمنوں کا دشمن اور انجام سے عبرت لینے والا ۵۔ نفس و خلق سے انصاف کرنے والا ۶۔ موت سے پہلے لقاء الٰہی حاصل کرنے

والا صوفیا کے نزدیک یہ بھی یُعقلُ الآیات سے

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا

وہ وہ ہے جس نے پھیلایا زمین کو اور بنائے ہیں اُس میں

وہ ہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں

رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

کیلے ہیں اور بہریں اور ہر قسم کے پھل

لنگر اور بڑی بڑی اور بہتی ہیں ہر قسم کے پھل

جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ

خالق نے اُن پھلوں میں جوڑے جوڑے بنایا ہے رات کو

وہ سورج کے بجائے رات سے دن کو چھپاتا

النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

دن سے بیشک ہیں اُس امر میں نشانیاں ہیں لیے اُس قوم کے جو غور کرتی ہیں۔

لیتا ہے بیشک اس میں نشانیاں ہیں واسطے کرنے والوں کو

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ

اور ہیں زمین میں ٹکڑے ملے ہوئے اور باغ ہیں سے

اور زمین میں مختلف قطعے ہیں اور ان پاس پاس اور باغ ہیں انگوروں کے

أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ

انگوروں کے باغ کھیتی اور کھجوروں کے درخت جن میں بعض ایک جڑ سے دو دو تین تین نکلے ہوئے ہیں اور بعض ایک جڑ سے ایک ہی درخت نکلا ہوا ہے

صِنْوَانٍ تُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ

جڑوں ایک جڑ سے ایک سے دو نکلے سیراب کیا جاتا ہے سے پانی ایک ہی دیتی ولذیذ ہوتے ہیں

الگ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں

بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِىْ

ہم ان کے بعض کو بعض پر بعض میں کھانے میں بیشک ہیں

ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں بیشک

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴

اس البتہ نشانیاں ہیں لیے قوم کے جو عقل رکھتے ہیں

اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پہلی آیات پاک میں رب کریم نے اپنی عالیشان کا ذکر آسمان چاند سورج عرش و کرسی کی پیدائش سے فرمایا تھا جس کو عوام نہ سمجھ سکتے تھے ان کی عقلوں رنگا موں میں بات نہ سکتی تھی اسلیئے ان آیات میں زمین پہاڑ اور نہروں دریاؤں پھلوں اور رات دن کی پیدائش کا ذکر فرما کر شان قدرت ظاہر فرمائی۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں باطنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جس کے بغیر انسانی زندگی محال ہے ان نعمتوں کا آسمان اور چاند سورج سے تعلق ہے مگر ہر شخص ان میں غور نہیں کرتا ان آیات میں ان ظاہری نعمتوں کا ذکر ہے جن کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور ان ظاہری نعمتوں کا دارومدار ان باطنی نعمتوں پر ہے اس لیے پہلے ان نعمتوں کا

تذکرہ ہوا اب اس کا مذکرہ ہوا۔

یَتَفَکَّرُوْنَ التعلق ۔ تمام سائی علوم اور تحقیقات و تفکرات کے مرکز دو ہی مقام ہیں آسمان اور آسمانی چیزیں یا زمین اور زمینی چیزیں۔ مگر عقل کی پہلی توجہ آسمانوں کی طرف اٹھتی ہے اور اللہ کی پہلی توجہ زمینی استشہاد کی طرف اس لیے قرآنی آیات میں دونوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ سے ملکیات پر نظریں دوڑانے والوں کے سامنے کو پھیلا دو اور اس مقطعے کو تھاما دو اور اب ان آیتوں میں ریسی محسوس کشوں کو ان ہی رمزوں میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ تم ان کیفیت با ثبات کو دیکھ کر رب کو پہچانو۔

شانِ نزول۔ جس طرح اوائل سے اپنے دعوے پر دلیل لگائی تھی کہ ہر جگہ کہتا پھرتا تھا کہ نبی کریم سے یہ کلام ہوا اسی طرح دوسرے مشرکین یہاں تک کہ مکے میں آنے جانے والے یہود و نصاریٰ بھی صرف اسلام دشمنی میں اللہ تعالیٰ کی ظاہر قدرت نشانیوں کے منکر ہو بیٹھے ان کی تردید میں سورت رعد کی ابتدائی سات آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر نسوی وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ وہ تحلہ کیونکہ یہ نئی عبارت شروع ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع مبتدا ہے الَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر یہ پوری عبارت صلہ کے ساتھ جملہ ہے مبتدا کی۔ مَدَّ۔ باب نصر کا فعل ماضی ہے اصل میں مَدَدَ تھا اول کا ال میں ادغام کر دیا۔ حضرت حکیم الامت بدایونی فرماتے تھے یہ باب نصر ہے سہو کاتب سورت متعدی ہے۔ ان دونوں میں اس کا ترجمہ ہے کھینچنا۔ تاننا پھیلانا۔ باب تفعیل میں مگر زیادتی کے معنی پیدا ہوئے یعنی تاننا پھیلانا کہ تنی کنار طرف سکے۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں اس کا مادہ ہے مَدُّ مضاعف ثلاثی ہے مادے میں یہ لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی معنی یہاں متعدی کرنا انگڑائی لینا پھیلنا۔ کھینچنا۔ یہ سب معنی لازم ہیں۔ امداد کرنا۔ یہ متعدی ہے۔ اسی سے استمداد مانگنا۔ فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ضمیر ھُوَ ہے الْاَرْضَ۔ الف لام عہدی ہے ارض مونث لفظی ہے کہا گیا اس کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ آتی ہے معلوم ہوا یہ مفعول بہ ہے حافظہ پہلے فعل مَدَّ پر عطف عمل فعل ماضی معروف کا فاعل بھی ھُوَ ضمیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ جَعَلَ سے ماضی ہے باب فتح سے ہے جَعَلَ متعدی ایک مفعول بھی ہوتا ہے اور متعدی بہ دو مفعول بھی اور لازم بھی۔ اس کی اصلیت متعدی ہونا ہے اور معنی ہے بنانا، دوسرے وقتے اصطلاحی معنی محاورۃً ہیں اس لیے جَعَلَ اکثر معنی میں مستعمل ہے۔

فِیْهَا پیدا کرنا بدلنا پھرانا پھیرنا رکھنا ٹھیرانا لگانا دینا قصد کرنا، ظن کرنا یہ مادہ جب متعدی بہ دو مفعول ہوگا تو اس کا معنی پیدا کرنا بنانا ہوگا اسی لیے ساتھ قرآن مجید میں جہاں بھی جَعَلَ کا کوئی مشتق قرآن مجید سے متعلق ہوا ہے وہاں متعدی بہ دو مفعول ہے۔ مفسرین کی عبارۃ خلق قرآن کے لیے فقط یہی دلیل ہے کہ سب تعلق سے

قبل تثنیہ سے پہلے فعل دیا اور فعل کا معنی دو ہونا ثابت ہے کہنے لگے کہتے ہیں اس کا مختصر اور جامع جواب یہی ہے۔ اگر فعل کے معنی یہاں بھی بیان کر کے موں تو متعدی مدد معمول نہیں ہو سکتا ہاں متعدی تک معمول عام ہے ہر متعدی معنی کو فی عارضا ضمیر محذور مفعول ہونا مدعوت کا مرتع اس سے روا ہی۔ جمع سے مکسر رسیۃ کی موٹ ط ہے ہاں مذکر رسن سے ہی کہ وہاں کی جمع اس سے۔ راسیۃ کی جمع موٹ سالم راسیات سے یہ لفظ ہو سی جس مفعول سے ہے حمل مذکر مؤنث کل جمع مؤنث سالم راسیات کا وہ بتلایا آری۔ یہاں علاوہ وجہ سے دلیل ہیں ہے رہی ہے وہ اطلاقہ عطف سے ہے اسی پر اعتماد جمع مکسر سے نصر کی اسم جامد سے ہاں کے ہی میں ہے روسے پانی کا سارہ ضرور سے محرکا۔ ہے خوب ظاہر ہونا اسی معنی میں لعلہ دل کو کہتے ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ یعنی پانی کی تعداد اس جگہ کو بھی لعلہ کہا جاتا ہے جہاں پانی بہتا ہے وہ سرچشمہ سے بڑی عبارت ہے اور کل جار مجرور متعلق مقدم دوسرے مابعد حمل کا اصل عبارت اس طرح تھی۔ جعل فیہا زوجین اثنین من کل الثمرات یہ تعین کا حال بھی ہے یا صفت موصوف کے دیتے ہیں میں ہی جارہ کل اسم تاکید معنوی التذات الف لام مستغرق جمع مدت ثمرۃ کی حمل حمل ماضی فعل نے کہا یہاں سے عبارت نئی ہے اور من کل کا تعلق پہلے حمل سے ہے ہی جارہ طریقہ خاصیر کا ہے ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے ترجمے کے مطابق اس کا مرجع ثمرات شروع ہی جملہ ترکیب ہے اور اسی کو ہم نے ترجیح دی ہے۔ مناسب بھی یہی معلوم ہوتی ہے یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کی عبقری خوبی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ زوجین تثنیہ سے بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے حمل کا۔ ان کا عدد مذکر زوج ہے اور عدد مؤنث زوجۃ ہے صحیح مذکر مؤنث مکسر رفاع اور مثنی مجموع۔ زوج کی جمع سالم مستعمل نہیں۔ جمع مؤنث سالم زوجات سے زوج۔ ایک جوڑے کو بھی کہتے ہیں اس کے مقابل فرد ہے۔ دو زوج جوڑے ہیں سے ایک کو بھی کہتے ہیں یہی زیادہ مستعمل ہے۔ جوڑا عربی میں وصف بھی کہتے ہیں جو صفت اور تاثیر میں مختلف ہوں مذکر صفت اور صفت میں مختلف ہو۔ لہذا گھوڑا اور گھوڑی وصف ہیں ان کی طرح روٹ اور سیدھ وصف نہیں کیونکہ صفت مختلف سے اسی طرح سہن بھائی یا ماں بیٹی وصف ہیں ان کی طرح بیوی اور خاوند وصف نہیں کیونکہ تاثیر مختلف ہے اسی طرح دو مرد یا دو بیٹے یا دو دل کھٹے یا دو دل وصف ہیں تین کیونکہ موصوف صفت مختلف ہے ہاں جامد ہوں، دو سیب کھٹے اور میٹھے سرخ وصف ہیں تین ہیں کیونکہ موصوف صفت مختلف ہے یہاں صفت اور تاثیر یکساں ہے اور صفت اور صفت ہیں سے ہیں تثنیہ سے بحالت نصب ہے کیونکہ تابع تاکید سے ہے اس کا تفسیر۔ باب افعال متعدی ۲۔ مدغم مثل سے صفرد عدد مذکر غائب اس کا فاعل ھو کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ یہ بیان کلام سے۔ معنی یغشی یغشاہ سے ثلاثی مجرد سے معنی ڈھکنا۔ چھپانا۔ متعدی مدد معمول ہے۔ معمول اول اللیل ہے۔ الف لام جنسی ہے اسم جامد

ہے مفعول اور الف لام عہدی ہے یہاں بھی الف لام عہدی ہے اس لئے رب سبحانہ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ معنوی فی عادہ کریمہ مکان (الف لام) اشارہ لیتے ہے اس لیے رفع جر آگیا۔ آیات۔ لی (لام) تعلیل و (حرف) متعلق ہوا یوقنون سے اور مؤخر مقدم ہے اس کی تمام کے آپ جمع مؤنث سالم سے حکایت بعضیت کیونکہ مائل اس کا اسم ہے اور مائل سے ماقبل کا اتمام تمام جانا قوم محرور متعلق ہے، قتل یوشیدہ مفعولا یا مابعد اسم فاعل کے شکلوں فعل معلوم جمع مذکر غائب قتل سے ہے مکرا سے متعلق ہے یہ جملہ علیہ صفت ہے اس کی مطلق قوم بھی جمع ہے اس لیے اس کی صفت یتفکرون جمع کا صیغہ ہے و ہی الذی مطہ مدحور ات و جعل فیہا زوجین اثنین یغشی الیل النہار ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون و فی الارض قطع متجورات و جنت من اعناب و زرع و نخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بماء واحد و نفضل بعضہا علی بعض فی الاکل ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون و سرحدیہ علیہ جارت ہے فی عادۃ قدیمہ اس سے ہے فعل تمت یا اسم فاعل ثابت پوشیدہ ہے یہ جارہ مجرور اس کے متعلق ہے اور یہ الف لام عہدی یا استغراقی ہے قطع مصدر ہے بمعنی اسم مفعول مقطوع یعنی ٹکڑے یا مصدر بمبالغہ اسم فاعل سے یوشیدہ فاعل کا مبتدا ہے اسم فاعل سے اس فاعل کا صیغہ جمع مؤنث خود اور اوصاف حادی سے ماہے بمعنی ترکیب ہوتا۔ ملا ہوا ہو۔ اسی سے ہے جوار روزن عمال پڑوس یہ مبتدا سے قطع کی قطع بھی جمع کثرت لاتی ہے قطع یا قطعۃ کی جمع یہاں مبتدا سے ساری ہیں ہیں بڑھے ہوئے مختلف ملانے والے جنت جمع کثرت ہے کی کا واحد جنت سے یہ جمع مکسر ہے من عادۃ تبعیضیہ اعناب جمع مکسر کثرت ہے عنب کی بمعنی انگور و عطف کا رزع کا واحد سے عطف سے قطع زرعات جمع سالم سے بمعنی کھیتی و نخیل جمع کثرت ہے رومل عمل کھجور کی بمعنی کھجور کا درخت۔ عمل کے بمعنی ہوتے ہیں کھجور کا پھل اور کھجور کا درخت کبھی اس کا مکس بھی مستعمل ہے صنوان جمع کثرت ہے صنو کی اس کی جمع قیاسی صنوان ہے و عاطف عطف صنوان پر عطف نسق ہے بعض نے صنوان روی عمال فعلان بڑھا ہے مگر ماکسر کو ترجیح ہے صنو کا لفظی معنی ہے کہ جڑ سے ایک سے دو نکلے ہوئے تنے، شاخیں جس بھائیوں اور بازوں اولاد کو بھی صنو اسی معنی سے کہتے ہیں۔ یسقی فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ماء اس یا قطع سے بدل کر یہ مؤنث ہے مگر یسقی مذکر ہے اس لیے کہ مؤنث مجازی ہے مذکر بھی ہو سکتا ہے اور مؤنث بھی ہے قیاس بان سے ساتھ ب جارہ سقیہ ماء، واحد مذکر غائب ضمیر ہو واحد مؤنث غائب صفت مفرد مؤنث بمعنی یکساں قسم کا پانی و جملہ یا حالیہ ہے مفعول فعل مضارع مجہول مع متکلم نفضل سے ساتھ بمعنی فضیلت بعضہا مضاف کر بعض ضمیر مرکب مجرور ثانی بعض واحد ہے بمعنی یک حصہ۔ علی بعض پہلا بعض مکررا بعض کو حصہ کی معنی میں کہا گیا جر کے لیے بھی استعمال ہوا ہے مقابلی کل اس کی جمع مکسر ہے اعناض حاصیہ کا من نخیل سے بعض سے کہا قطع اور سب مل کر مبتدا ہے یعنی تمام عمل ۵۰۰ بعض سے کہا کہ جنت و زرع و نخیل سب مجموعہ

تفسیر عالمانہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ
جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

تفسیر: وہی اللہ وہ ہے جس نے زمین کو گول شکل میں پیدا کیا گول زمین کو اس طرح پھیلایا کہ دنیا کے سارے علاقے اس پر بسنے کے قابل ہو گئے۔ سطح زمین پر پہاڑ اور دریا بنائے۔ ہر قسم کے پھل دو دو قسم کے پیدا کئے۔ رات اور دن کا نظام قائم کیا۔ ان سب باتوں میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

تشریح: اس آیت میں زمین کی گولائی کا بیان ہے۔ زمین کی گولائی کا بیان قرآن کریم کی بہت سی آیات میں ہے۔ اس کی تفصیل ہم سورۃ الزمر کی آیت ۵ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ

تھے ہیں سب سے چھوٹے پہاڑ کی اڑان ہیں فرانگ یعنی سائٹ میل ہے اور سب سے بڑے پہاڑ کوہ قاف کی لمبائی ہزار فرسخ تک ہے۔ روح البیان۔ ان بڑے پہاڑوں کے درمیانے برف پگھل کر چشمے اور دریا ہیں رہتی پر بسنے والوں کے لیے عام فوائد۔ ان پہاڑوں میں مختلف تاثیریں پیدا ہیں اور ان تاثیروں سے مختلف پھل پھول سبزیاں۔ مکڑیاں۔ سانپ۔ گھاس پھوس انسانوں سب کے نفع کے لیے پیدا فرمائے۔ ماکہ دیکھے سائے انسان تجارتی لین دین میں۔ ہر فرد و بشر میں کیسے دوسرے کے محتاج رہ کر تبادلہ و تعاون اور لین دین کو قائم رکھتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی کریم حاجتوں کے سامنے سر جھکائیں۔ دنیا کی تمام سہولتوں اور نعمتوں کو پیدا فرمایا یا اس طرح کے مکمل موسم اور مختلف جیسا خلاط بھی تمام فرمایا۔ پہاڑوں کے بھاؤں کے ایسے ایک دوسرے کا علم منتقل فرمایا یا اس طرح کہ اعلیٰ ادنیٰ پیدا کیا یا اس طرح کہ کسی جگہ سایا یا ملک اور سیر مختلف کردی یا اس طرح کہ یکسی ہی بارش کو ان میں ڈال کر سینے سے پہاڑ اور بڑے سادی اور دوسرے پہاڑ شاخیں بنادیں جڑوں کو لینے والا اور شاخوں کو دینے والا بنایا یا اس طرح موسم فرمائے۔ اور وقت کو بھی رات و دن کے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ رات دن کو اپنے مدھم سے میں چھپا لیتی ہے رات سے دن کو غائب بھی اسی خلاق عالم نے کیا کتنی حیران کن بڑی بڑی شان و شوکت اور قدرت کے نشان ہیں ان میں آنکھیں کھولنے والوں کے لیے عبرتیں ہیں۔ غور و فکر کرنے والوں اور راہ راست پر آنے کے خواہش مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ علماء محققین اور فقہاء مفکرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو مقامات کا آسمان میں ذکر فرمایا ہے پانچ کا ذکر ہے۔

ملے آسمان کی تعداد ملے آسمانوں کی بلندی ملے خوبصورتیوں ہونا۔ ملے سورج چاند کا مسخر ہونا۔ ملے ان کا مسلسل ایک ہی راستے پر جاری رہنا یہ آیات عامہ ہیں یہ ہر ایک کے فہم میں نہیں آسکتے ہوں کہ ان کی نہایت مستقل سے ان سے اس کے لیے ان کا مطالعہ کرنا رہے۔ ہیں نشانیاں ملے زمین کا عظیم پھیلاؤ۔ ملے پہاڑوں کی کیلیں نمونہ ملے نہریں رہتے جاری کرنا ملے ہر قسم کے جوڑے پیدا کرنا۔ ملے رات دن کا سلسلہ قائم فرمانا۔ ان کا تعلق زمین سے اور ظاہر نگاہ سے ہے اس لیے دلالت نزدیکی ہے پھر معقول عام کو دلالت حیرت میں ڈالنے والی ہے پھر بھی ہے کہ کبھی اس کا اثر نہیں ہوتا کبھی یہ کہا گیا کہ بھی ہے تریں اوپر نکال دین ہوں اور نشانیں پھول پھنے کلیاں ان کے اندر کھل کر بہار دے رہے ہوں۔ اسے ہر پودے تو سوچو کہ یہ کنول پانی کی تہ سے اوپر تک کون کر لاتا ہے۔ کیسی مرضی پر چلنے والا تو کبھی کچھ کرتا ہے کبھی کچھ اور پھر تناسل ہونے کے باوجود پوری زمین پورے آسمانوں کی محتاج ہے۔ سورۃ النحل سے ۱۰ آیات ہیں۔ نیل رات آسمان پر سب سے سائے ہوئے ان کروں سے پہاڑوں کے پتھر حل وغیرہ اور ان سے سورج سے سات کو کاٹ دیا ہے ان

ممروی ، فی الارض قطعٌ متجٰورٰت وجنّٰت من اعنٰب وزرعٌ ونخیلٌ صنوانٌ
غیر صنوانٍ یسقٰی بمآءٍ واحدٍ ونفضّل بعضها علٰی بعضٍ فی الاکل ذٰلک لاٰیٰتٍ لقومٍ یعقلون ۔ کیسی عجیب قدرت ہے کہ زمین واحد جسم گ میں مٹی وصورت میں یک جیسی مگر تاثیر پیدا ری سمی ، شوریلی خرمیٹھی ۔ نمکین کے اعتبار سے سینکڑوں بنتے جائے گئے ہر سب ایسے ملے جلے ہوئے کہ انسانی عقل اور نظر تفریق نہیں کرسکتے یہ سب کچھ انسانی ضروریات کو پیش نظر کیا گیا ۔ اے انسانوں تمہاری ہی عزت دولت تجارت عیش وآرام کے لیے انگوروں کے باغ ، اور بادلوں کے کھیت صحت ، تندرستی قوت طاقت کے لیے کھجور کے باغ لگائے ایسے کہ جھنڈ ایک بیج سے ایک ہی محنت لگائے اور بعض ایک گٹھل سے دو تین بڑھے ہوئے قریب قریب مضبوط بلند ، بالا ہوگئے جس پر منوں ، منوں کے حساب سے پھل پیدا ہوا حالانکہ ساری میں کو ایک ہی میٹھا پانی سیراب کرتا ہے ۔ اور خوراک میں بھی ہر نہ الفت ، دوائد میں ایک دوسرے سے افضل ہے ۔ بیشک سب تعالیٰ کے ان فضل وکرم اور شاہکار قدرت کی ادی میں بے شمار نشانیاں ہیں ۔ مگر کس قوم کے لیے ؟ اسی کے لیے جو دماغوں میں عقل رکھتے ہیں ۔

فائدے

ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ زمین بالکل ساکن ہے ۔ سائنسی نظریہ حرکت زمین بالکل غلط ہے زمین گھومتی ہے حالانکہ پانی میں پڑی ہے زمین سب مٹی کی ہے اور ہم گرمٹی کو دریا و پانی میں ڈالیں تو گھل جاتی ہے ۔ مگر رب تعالیٰ نے کروڑوں سال سے زمین پانی میں گھومتی ہے نہیں گھل پاتی اس کی قدرت ہے ۔ دوسرا فائدہ ۔ ذکر الٰہی سے فکر الٰہی کا درجہ زیادہ ہے ۔ ذکر الٰہی سے عبادت اور فکر الٰہی سے ولایت نصیب ہوتی ہے ۔ کافر کا ذکر الٰہی نامقبول مگر فکر الٰہی کی دعوت دی گئی ہے اور وہ مقبول ہے کہ ایمان نصیب ہے ۔ فائدہ یہ فکر کرنے سے حاصل ہو ۔ تیسرا فائدہ ۔ عقل مومن عقل والے خواہ ان پڑھ ہو ۔ یہ فائدہ تعلیم یافتوں سے حاصل ہوا ۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند مسائل مستنبط ہوئے ۔

پہلا مسئلہ ۔ دنیوی علوم ، علماء کو سیکھنے جائز ہیں خاص کر سائنس وغیرہ لیکن قرآن و حدیث کے تابع کرکے ورنہ مقابل کرکے ۔ سائنس کے غلط نظریات کو توڑنے کی نیت سے سیکھنا چاہیئے یہ مسئلہ قطعٌ متجٰورٰتٌ کی تعبیر سے مستنبط ہوا ۔ دوسرا مسئلہ ۔ مسلمانوں کے لیے دنیوی کاروبار کھیتی باڑی باغبانی وغیرہ اور ان کی نشوونما تجارت نفل عبادت کی طرح جائز اور باعث ثواب ہے یہ مسئلہ وَزُرُوْعٌ وَّنَخِیْلٌ وغیرہ سے مستنبط ہوا ۔ دیکھو رب تعالیٰ نے کھیتی اور باغات کو بیان نعمت قرار دیا حالانکہ یہ دونوں خاص کر کھیتی باڑی میں انسانی عمل کا بہت دخل ہے ثابت ہو کھیتی کرنا سنت انبیاء کا ظاہر کرنا ہے ۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں

پہلا اعتراض ۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ آیات میں آسمانوں میں بجلیاں پیدا کر دیا کہ پہلے دو قسموں ، پھر دو یا تین قسموں ، پھر دو یا تین قسموں میں تقریب کی علت کیوں نہ ہوا

جواب ۔ محققین نے یہاں ، فکر در عقل میں چار فرق کئے ہیں ایک یہ کہ عقل محض علم سے فکر کی کام سے درجہ میں اس کا منبع ہے ۔ دوم یہ کہ عقل ایک وقت سے فکر کا محل ہے ، درجہ میں اس کا نتیجہ ہے ۔ سوم یہ کہ عقل ہر شخص کے پاس ہے ۔ فکر صرف یہاں اول کے پاس ہے ، درجہ میں ، میوں کے پاس ہے چہارم یہ کہ عقل کا تعلق ظاہر میں مشاہدے سے فکر کا تعلق باطن سے ، درجہ میں کا تعلق مشاہدہ عالم سے ، جو کہ پہلے ہو چکا اور جو اس میں کائنات قدرت کا ثبوت سے مشاہدہ ہے اس سے اس کا نتیجہ یعنی آسمانی بجلیاں ، اور فکر کا تعلق باطنی چیزوں کا ذکر تھا اس لیے فکر کی دعوت دی اور گھٹتی آیات میں خاص کر ساتھیں ان سے ظاہر بینوں اور عوام کو عقل سے کام لینے کا حکم دیا جا رہا ہے ۔ دوسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ سے ڈریں میں تمہیں بتائیں ۔ حالانکہ یہ تو سب جانتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں کوئی نہیں ہے ۔

جواب ۔ علماء کرام نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ بھلے سے مراد پہاڑی پتے ہیں جیسا کہ ہم نے تفسیر عالمانہ میں وضاحت کر دی ہے ۔ دوسرا جواب یہ کہ بھلے سے مراد کھدائی کی ہوئی ہیں جس سے ملک کی بستا نوالی سے درجہ واقعی رب تعالیٰ سے ہی بنا دیا کہ انسانوں نے تو ہوڑی مالی کھود کر صرف راستہ بنا دیا ہے ۔ اس لیے عمل تو رب تعالیٰ سے ہی بنا ہے ۔

تفسیر صوفیانہ وھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی وانھٰرا ومن کل الثمرٰت جعل فیھا زوجین اثنین یغشی اللیل النھار ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون کائنات عالم میں غور و فکر کرنے سے معرفت الٰہی کے مشاہدوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے اس لیے کہ کائنات دنیا کی کوشش ، اس کے لیے اہل ہمتی ہے ۔ مگر اس سیدھی کو کبھی نہ بھولیں ہے کہ کسی مقام پر بھی کسی حالت میں ساتھ نہ چھوڑے ۔ تمام معرفت الٰہیہ ساری دنیا کو چھوڑ کر دیکھنے تھا کر کسی سے رسول میں حاصل ہوتی ہے اس سے کہیں ۔ دنیا کی ان میں رہنے سہنے سایہ کی زمین میں مدد کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ کائنات نور کی بالکل نہیں میں مشاہدہ کرنے کی بات وہ ہے جس نے ہمیں سایہ کو پوری عالم پر بچھایا کہ ہر گدلہ کی پتی پر ایک عالم کی سلطنت ہے ۔ مطلب ۔ تمام موجودات کی ہے درجہ قدرت اس ارض حسی کو محبت الٰہی کے پانی پر قائم فرمایا جو کہ اس پر مصائب ، آلام ، آفات و ریاضت کے پہاڑ ٹھوکنے سے تک سے ان کو

کی خواہشاتی موجوں کے تھپیڑوں سے۔ کعبۂ جلال کے قرب سے دور نہ ہٹ جائے یہ قالب انسانی خود تو صراطِ مستقیم پر ساکن و جامد ہے مگر اس میں عشق حقیقی کی پاک شعری لہریں جاری فرما دیں اور یہی چھوٹی سی میں قالب میں اپنی محبت کے تمام میل پیدا فرما دیے۔ کہ کہیں لذت ہے کہیں درد ہے۔ کہیں آنسوؤں کی گرمی ہے کہیں آہوں کی ٹھنڈک۔ کہیں وصل کی مٹھاس ہے کہیں فراق کی ترشی۔ یہی معرفت میں ہر جگہ قبض و بسط کے حوالے جوڑے پیدا فرمائے۔ اسی صحرا میں شریعت کا دن ہے طریقت کی رات ہے۔ مشاہدے کا دن ہے مراقبے کی رات ہے۔ ندوۂ عاشقہ پر جب عشق الٰہی کی اندھیری رات طاری ہوتی ہے تو ماسوی اللہ کے دن کو چھپا لیا جاتا ہے۔ یہ قالب انسانی سراپا جہان ہے اس میں معرفت کی ہزاروں آیات ہیں جو مراقبہ کرنے والوں کو نظر آتی ہیں۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ تم انسانی سر سے پیر تک ظاہراً بالوں۔ گوشت۔ پوست۔ چال و حال۔ رنگ روپ۔ شکل و صورت میں ایک ہی کرۂ ارض سوتی نظر آتا ہے۔ مگر حقیقت میں کثیر ٹکڑے حصے ہیں۔ دور دور قریب قریب مگر ثمرات میں بہت دور کہیں نفس کا علاقہ ہے کہیں قلب کا ملک ہے کہیں روح اعلیٰ کا حصہ کہیں سر کہیں سمی کہیں علی اور سب کی سرحدیں متحد ہیں۔ کسی کی تاثیر حیوانی کسی کی ملکوتی۔ کوئی روحانی کوئی جبروتی کوئی عظموتی۔ کوئی حصہ گناہوں کا بنجر علاقہ کوئی نکما معرفت کے پھولوں کا چمن۔ اسی زمین میں فیوضات ربانیہ کے باغ ہیں۔ اور توفیق و استعداد کی کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔ یہیں کسی علاقے میں ورکنی کے مضبوط گھنے درخت ہیں اور ایمان کے خوشحال تنے ہیں۔ سب کو ایک قرآن و حدیث کا پانی پایا جاتا ہے۔ اسے عقل سلیم و فہم ہی ان سب کو فضیلت دینے والے ہیں۔ علاوہ روحانی میں بعض کو بعض پر ہم نے ہی فضل کیا۔ نمازوں کی مٹھاس علیحدہ روزوں کی لذت جدا۔ کسی عمل صالح میں حمد خدا کی خوشبو ہے اور کسی میں ذکر مصطفےٰ کی مہک کعبۂ جلال کے طواف کا سرور کچھ اور ہے۔ عرفات جمال کی تنہائی میں یاد رہنے کی خوشیاں سوا ہیں۔ ہم نے ہی شریعت کو طریقت سے۔ طریقت کو معرفت سے۔ معرفت کو حقیقت سے افضل کیا۔ بیشک وہ قالب انسانی جس کی اصل پہچان لوگوں کی دانش۔ ہنر۔ فہم۔ منطق۔ فلسفہ۔ سائنس سے پوشیدہ ہے اس کے نظام اور باطن میں۔ عقل عرفانی رکھنے والوں کے لیے بہت ہی شاندار قدرت کی نشانیاں اور فطرت کی آیتیں ہیں۔ یہ آیت ظاہر بینوں کو دکھائی نہیں دے سکتیں خواہ وہ ظاہر کو دیکھیں یا پیر پھاڑ اور اپریشن کر کے باطن کو دیکھیں۔ یہ آیت الٰہیہ وجدانی نشتروں سے نہیں نگاہِ قلبی کی شعاعوں سے دیکھی جاتی ہیں تجربہ گاہ میں نہیں مراقبہ گاہ میں نظر آتی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا ذٰلِكَ۔

آسمانوں اور زمین میں ربّ العزت کی کچھ مخفی ظاہری تفصیل

سورۃ رعد کی دوسری آیت تیسری اور چوتھی آیتوں میں رب تعالیٰ نے چودہ چیزوں کا ذکر فرمایا۔

۱۔ آسمانوں کا ذکر۔ ۲۔ ان کی بلندی کا ذکر۔ ۳۔ بغیر ستونوں ہونے کا ذکر۔ ۴۔ عرش کا ذکر۔ ۵۔ اس پر غلبہ کرنے کا ذکر۔ ۶۔ سورج کی تسخیر۔ ۷۔ چاند کی تسخیر۔ ۸۔ مدت عمر کا تذکرہ۔ ۹۔ تدبیر امر۔ ۱۰۔ زمین کا پھیلاؤ۔ ۱۱۔ پہاڑوں کا ذکر۔ ۱۲۔ نہروں کا ذکر۔ ۱۳۔ پھلوں کا ذکر۔ ۱۴۔ دو دو جوڑا ہونے کا ذکر۔ ۱۵۔ دنوں کی پیدائش۔ ۱۶۔ زمین کا ذکر۔ ۱۷۔ زمین کے مختلف ہونے کا تذکرہ۔ ۱۸۔ ملا ہوا ہونا۔ ۱۹۔ کھجوروں کے باغات۔ ۲۰۔ کھیتیاں پیدا ہونا۔ ۲۱۔ کھجور کی پیداوش۔ ۲۲۔ کھیراؤ۔ ۲۳۔ دو ہر تنا ہونا۔ ۲۴۔ سب کو یکساں کی سیرابی ملنا۔ ۲۵۔ کھانے میں مختلف ہونا۔ ان کے ذکر کے ساتھ فرمایا کہ ان میں قدرت کی بہت نشانیاں اور عجائبات مخفی ہیں۔ ان کی ترتیب تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ آسمانوں کی نشانیاں ۱۔ آسمان سات ہیں ۲۔ سب آسمانوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا گرانوٹ چلے تو پانچ سو سال میں پہلے آسمان تک پہنچے ۳۔ تمام آسمان نظر سے اوجھل ہوئے ہیں ۴۔ کس طرح رہیں بھاگ سے بنی ہیں ۵۔ کس طرح آسمان دنیا میں سے نیچے ہیں ۶۔ سب آسمان کی مؤنث ہونا۔ ۷۔ آسمان کی ابتدا دھواں سے ہوئی ہے ۸۔ آسمان کی حقیقت و ماہیت کو خالق رحمٰن و خالق محمد ہی جانتے ہیں مگر علماء اسلام فرماتے ہیں کہ بلا شبہ ہی کہ ہے دوسرے کا گنبد ہونا، پانی لوہے کا بچھا ہونا۔ ساتوں آسمان کا مگر یہ سب خلاف ہیں مثل بیسے کے ہوا کے ہونے چاہئے کی طرح کیف نہیں، بلکہ صحیح سوائے چاہئے کی نشانیاں ہیں ۹۔ رنگ سب کے سفید ہیں بعض نے کہا پہلے، سونے کے ہیں۔ لیکن پہلا قول درست ہے ۱۰۔ پہلا آسمان مرکز ہے دوسرا آسمان کا پہلا آسمان پر، چوتھا جمیع اعمال ہے پانچواں مصدر قسمت ہے چھٹا وحی کا معدن ساتواں مستقر اعمال ہے ۱۱۔ ان سات آسمانوں کا خلق عطا سے ہوا کے ساتھ ہے۔ یعنی یہ مصدر بالا ساتوں فیوض و برکات آسمانوں سے زمین پر نازل ہوتے ہیں ۱۲۔ آسمان کی پیدائش کو رنگ بھی ہیں آسمان بھی ہیں ۱۳۔ آسمان بھی ہیں اور زمین کے درمیان دو سو سال کی مسافت ہے ۱۴۔ آسمان میں ایک عالم ہے ۱۵۔ آسمان کا آسمان ہونا ۱۶۔ آسمان پانی کا آسمان میں پانی کے علاوہ بھی موجود ہیں ۱۷۔ آسمان ہوا یہ بیلا رنگ کا نظر آتا ہے اور اسی کی وجہ سے اوپر والے آسمان نظر نہیں آتے۔ یا یہ فرشتوں آسمان انسانی زندگی کے لیے بہت مفید ہیں ان کے وجود کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہی بتا سکتا ہے ۱۸۔ آسمان نے سب مخلوق میں یہ سب کچھ دیکھا ہے ۱۹۔ آسمان نے ۲۰۔ آسمانوں کی بلندی بھی بہت زیادہ ہے۔ ۲۱۔ آسمان کی عظیم شان ہے۔ ۲۲۔ آسمان تعالیٰ کی ذات کو آسمان میں درجہ علیین پر بلند پر نہیں ہونے ہیں بعض نے کہا ہے آسمان بھی گنبد کی طرح گول ہیں اور پہلے آسمان سے اندر کرہ ہوا کرہ سحاب کرہ ہوا۔ کرہ نار ہیں اور سب گول ہیں جیسے گنبد کے اندر گنبد اور بالکل پورا گول بھی اسی طرح گنبد ہیں اور سب گنبد ایک دوسرے کے اندر ہیں بعض علماء نے کہا کہ پہلے آسمان کے اندر تو یہ بھرا کرہ ہیں کرہ مائی آسمان علیحدہ گول گنبد کی شکل کے ایک دوسرے کے اوپر ہیں اللہ تعالیٰ نے جو بعض بڑے بڑے ستارے آسمانوں کا جو ستون تمام بہار کرہ ہیں ملوکوت کرہ ہیں تمام آسمان سے اوپر ہیں ہے موسم کی طرح اس طرح ہیں سے بڑا ہے آسمان سے بڑا دوسرا آسمان دوسرے سے تیسرا تیسرے سے

چوتھا، چوتھے سے پانچواں، پانچویں سے چھٹا، چھٹے سے ساتواں۔ ساتویں سے آسمانِ عرش۔ اسی لیے اس کو عرش عظیم کہا ہے۔ مخلوق میں وسعت سے بڑی کوئی چیز نہیں سب سے اوپر فرشتے مقرب۔ اور سب سے نیچے ہمارا کرۂ ارض ہے۔ پہلے سے ساتویں تک کو عبادت کرنا ہے جس پر کہ کرسی ہے جس کا نام مقام محمود ہے یا اس میں ایک مگر کا نام ہے۔ کرسی عرش سے چھوٹی ہے۔ تمام آسمان زمینوں سے بڑی ہے۔ ۱۵ سولہویں آیت اسے بڑے عرش رب کائنات سے ملا دیا۔ تاکہ اسی کی شان کے لائق ہے کہ اس کو اس کے بندے دلوں میں لائے۔ کہ ہستی شرک کے بجائے توحید کے ایک میدان میں ساتوں آسمان و ساتوں زمینیں۔ کبھی جائیں گی جس سے جنت کی عظمت اور انسانی جولانی کا اندازہ ملتا ہے۔ حالانکہ جنت عرش سے چھوٹی ہے قرآن مجید میں استوا علی العرش کا ذکر اس لیے بھی ہوا ہے کہ جب سب سے بڑی مخلوق پر رب جلیل کا غلبہ ہے تو چھوٹی مخلوق کس شمار میں ہے۔ وقت حق تعالیٰ کے سامنے رہیں۔ آسمان چاند سورج کیا حیثیت رکھتے ہیں ۱۶ ستارے آیت سورج کی چمک دمک۔ عام نکتہ جو تھے آسمان کے ملاحیں سے ۱۷ ساتویں آیت سورج کی تپش۔ علما محققین فرماتے ہیں کہ زمین اور اس کو سورج سے گیارہ فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ زمین کا قابل زمین کو گرمی کی شدت سے اور تمام گرمی بیرون میں اور اندرون زمین سورج ہی سے ہے اگرچہ وہاں آگ کی کانیں ہیں۔ دوم یہ کہ تمام روشنیاں سورج سے ہیں یہاں تک کہ آگ در گل کی روشنی بھی سورج کی بھی کرنوں سے ہے۔ سوم یہ کہ تمام رنگی عبادت نباتات وغیرہ کی سورج کی تپش سے ہے۔ چہارم یہ کہ تمام پاکیزگی سورج سے ہے۔ پنجم دن رات کا سلسلہ سورج سے ہے۔ ششم یہ کہ سورج ہی کی کرنوں سے رات کا سناٹا چمکتا ہے۔ ہفتم یہ کہ۔ شمسی توانائی۔ سورج ہی سے ہے۔ ہشتم یہ کہ تمام تاریکیں۔ سال۔ ماہ۔ ہفتہ۔ سورج سے ہیں۔ نہم یہ کہ نباتی حیوانی۔ نباتی جمادانی۔ نفسیات اور بیماریوں۔ ریشوں۔ بیم۔ تری چیزوں کا گلنا سورج سے ختم ہوتی ہیں دراشیا کو حسنِ نباتی ہیں۔ دہم یہ کہ سورج کا فیض تمام جہاں پر مسلسل جاری ہے۔ طاہر بھی باطن بھی رات بھی دن بھی۔ یازدہم یہ کہ سورج ایسا معتبر ہے کہ ہمیشہ رب تعالیٰ کی بندگی میں ہے اس کا یہ حکم نہ ٹلا اس کی عبادت اس کا طلوع قیام ہے۔ اس کا بدل رکوع ہے اس کا غروب سجدہ ہے۔ یہ عبادت اس کی ذات سے یک وقت جاری ہے۔ جیسے کہ چار آدمی کا بیٹھ کر نماز اشاروں سے پڑھنی ایک دم سب نمازیں جاری ہو جاتی ہیں اسی طرح چاند سورج کی پوری عبادت یک دم ظاہر ہو رہی۔ ۱۸ بارہویں نشانی۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ سورج تین سے بڑا ہے واللہ اعلم۔ ۱۹ تیرہویں نشانی چاند بھی قدرت کا عجیب شاہکار ہے۔ سورج کی طرح چاند بھی گول ہے۔ اس کی گولائی تاریکوں کے لیے مفید ہے۔ ۲۰ چودہویں نشانی۔ چاند سے زمین والوں کو سات فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ قمری مہینے ہفتے سال وغیرہ چاند سے ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ جب سے پیدا ہوا ہے مسلسل چل رہا ہے اس کا یہ زمان [illegible] اس

کی عبادت ہے۔ نہ کسی سے تھکتا ہے نہ خراب ہوتا ہے نہ گھستا ہے۔ نہ آہستہ ہوتا ہے۔

سوم یہ کہ یہ خود نورانی نہیں اس کی روشنی عاریتی ہے جتنے حصہ پر سورج سے روشنی پڑتی ہے اتنا ہی حصہ چاند کا روشن نظر آتا ہے اس میں پہاڑ کی طرح اونچائی نیچائی ہے جس میں سیاہی رنگ کی مٹی ہے۔ پنجم یہ کہ جب سورج کی دھوپ چاند سے لگ کر ہم پر آتی ہے تو رات کا وقت ہوتا ہے اور اس کی روشنی کا نام چاندنی ہوتا ہے۔ ششم یہ کہ چاند کی چاندنی سے پھلوں میں مختلف قسم کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ پھٹی۔ کڑوا کسیلا۔ پھیکا۔ چاند کی شعاعوں کی ترشی سیاہی تیزابیت کا مادہ سورج کی شعاعوں سے ہوتا ہے۔ پانیوں سے بادل ہوتے ہیں جن پر کہ پانی عارضت پر بھی چاند سورج کا سخت ترین سے کالا گورا نرم عادت۔ سخت طبیعت۔ نرم دل ورقوی ہوتا بھی چاند سورج کی شعاعوں کے اثر سے ہے۔ ۱۲ کیسویں آیت الٰہی۔ آسمانوں کے ستاروں کی عظیم فیہ محسوس کرنوں سے خوشبوئیں بدبوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ انسانی فضلات کی بدبو اور جسے کھانے کی مزاند کی مختلف ستاروں کی وجہ سے ہے ۱۳ بائیسویں ثانی چاند سورج کا معمر مدت تک مسخر رہنا بھی قدرت الٰہی کی عظیم نشانی ہے حاصل یہ کہ ستارہ مدار پر ہوں گھومتے ہوکر۔ خاص رفتار سے۔ خاص مدت تک۔ خاص خاص۔ مقدار خاص۔ سیر خاص سے اس طرح چلنا کہ سورج کی ایک نشانی سے اسی منزل میں ایک منزل طے کرتا ہے۔ یہ منزلیں چھ ماہ میں پوری ہوتی ہیں پھر پہلی سے آخری منزل دوسرے چھ ماہ میں۔ یہ منزلیں ۲۸ ہیں ۱۴ ثریا ۴۵ مائل جنوبی ۴۵ مائل شمالی۔ چاند کی منزلیں اٹھائیس چودہ مغربی چودہ مشرقی۔ ایک ماہ میں طے کرتا ہے ۱۵ چودھویں آیت الٰہیہ۔ تمام مخلوق ایک نظام تدبیر باری تعالیٰ کے تحت بمانی گئی ہے۔ ایک قرآنی میں موقت کردگار کے دلائل اظہر من الشمس ہیں تدبیر الٰہیہ آٹھ قسم کی ہیں اول یہ کہ وجود صانع پر کتنی صاف دلیل ہے کہ کچھ مخلوق موجود ہے تو قیوم ضرور ہے۔ جیسے کرا ملاک سورج چاند ستارے۔ جنت و دوزخ۔ عرش و کرسی لوح قلم۔ ملائکہ حور و غلمان۔ جنت دوزخ کی چیزیں۔ زمین۔ پانی گل ہوا مٹی۔ تحت ثری ان کی ترتیب صفت اس طرح ہے کہ پہلے پانی پھر عرش پھر کرسی پھر لوح پھر قلم پھر تحت الثری پھر دوزخ پھر زمین پھر سات آسمان پھر جبرئیل پھر میکائیل پھر عزرائیل پھر اسرافیل پھر باقی ملائکہ پھر جنت پھر حوریں پھر غلمان۔ اس ترتیب میں بیشمار نکتیں ہیں پھر سورج چاند پھر ستارے پھر آگ پھر ہوا۔ دوم یہ کہ یہ مخلوق موجودات مادیہ متغیرہ ہے۔ جیسے۔ حیات۔ انسان۔ موت حیات۔ بیماری۔ تندرستی۔ امیری۔ غریبی۔ نیکی۔ بدی۔ جنس۔ فہم۔ خوشبو۔ بدبو۔ حیوانات۔ نباتات۔ ان کی ترتیب اس طرح ہے۔ حیات حیات موت تندرستی۔ بیماری جنس۔ مذکر مؤنث۔ خوشبو۔ بدبو۔ نباتات۔ حیوانات۔ پھر انسان پھر امیری۔ پھر غریبی۔ سوم یہ کہ۔ قہر کے تحت۔ کچھ مہر کے تحت ہیں۔ یہ کہ کچھ مخلوق قدرت سے کچھ ناموں سے۔ پنجم یہ کہ کسی کو ہم لطیف کی کثیف۔ ششم یہ کہ کسی کو ساکن

سیدھی ہو سیاہ ۔ ہفتم یہ کہ انسان کو چلتے پھرنے اور دماغ و اعضا تو اس کا رزق بالکل اس کے کشرول اور قبضے
میں یا کہ خود اسے خود کھا سکے، اور خود کھا جانوروں کو چلنا پھرنا یا مگر دماغ نہ دیا ہڈیوں کو حکم ہے کہ انسان تمہارا
رزق ہے اسے کھائے، گوشت ہو، اور کی وساطت کر دماغ نہ پھیلا پھر، سرک بڑھا دیا اس کا رزق انسان کو دیا کہ
ہی کھائے، ہی اسے دی کھلائے۔ ہشتم یہ کہ کسی کو انسانی بنا دیا کسی کو حیوان پھوٹا دیا پھر کسی انسان کی یہ تدبیر
عالم ہے کہ کسی فرد ذرہ میں تبدیلی نہیں جس کو جو بنا دیا اب تک کے لیے بنا دیا وہی بن گیا سب پر مکمل علیہ ہے سب
میں قدرت ہے کہ یہ سب صناع کائنات، وہی تعالیٰ کی قدرت کے دلائل واضح ہیں ۲۵ تیسویں
بات زمین یک کرا ہے اس کے سات نتیجے ہیں پہلا کہ یہ ایک ہی زمین نیچے سے اوپر سات قسم کے رنگ کی
ہے اوپر سے نیچے کے طبقوں کی تہ سب جدا جدا ہیں ہوئی ہیں۔ یہ الگ الگ کہ زمین کے جزو ہے ہیں اور ہر جزو ہے
کے انسان ہمدرد ہے ۲۶ بیسویں ثانی آیت میں کا پھیلانا کہ حقیقت میں گول ہے مگر جو ان سے کسی دیکھو
چوڑی اور سطح نظر آتی ہے۔ زمین کی تیرہ خصوصیات ہیں پہلی یہ کہ زمین۔ گستی ہے نہ بڑھتی ہے حتی ہے تعالیٰ
نے پھیلا دی بس کسی ہی ہے حالانکہ بڑھنا گھٹنا ممکن ہے۔ یہ سب کا قبلہ ہے۔ دوم یہ کہ حتی زمین بنائی گئی ہے
وہ میں مناسب سے کم ہونا کافی نہ ہوتا اور زیادہ ہو بیکار۔ سوم یہ کہ کہیں پہاڑی زمین ہے۔ اور اس کے لاکھوں فائدے
یا زمین کو نہیں۔ علامات میدانی میں ہی بن سکتی ہیں۔ کہیں پہاڑی زمین سے اس کے فائدے بھی بیشمار ہیں سونے
لوہے وغیرہ تمام معدنوں اور کوئلے نمک کی کانیں پہاڑوں میں ہی ہوتی ہیں۔ کہیں خشک زمین۔ کہیں سرسبز۔ کہیں
بنجر۔ کہیں سخت کہیں نرم۔ کہیں مٹی۔ کہیں ریت۔ کہیں دلدل۔ کہیں رنگا رنگ علاقی کائنات سے کیا پھیلا پھیلایا
ہے۔ ان سب میں انسان حیوان، نظام کائنات کے کروڑوں فائدے ہیں۔ چہارم یہ کہ گول بھی اور مذالارض یعنی پھیلی
بھی ہونی سے علامہ فرماتے ہیں کہ اس کا پھیلنا اور بڑھنا اسی طرح ہوا تھا جس طرح بڑ کا پھل پھیلتا بڑھتا جاتا
ہے پنجم یہ کہ زمین کی مٹی ایسی عجیب مخلوق سے کہ اتنی برسوں میں چیریں دھنستی چلی جائیں نہ اتنی سخت کہ کھودی
نہ جائے۔ نہ آسمانوں جیسی سختی نہ پانی جیسی رطی۔ بڑھیا لچک پذیرت جیسی پکڑ۔ ششم یہ کہ اس کی مٹی ریت میں
اور کنکر پتھر میں بہت سی شفائیں اور امراض کے علاج ہیں۔ ہفتم یہ اندر سے بھی اللہ کی نعمتوں خزانوں سے بھری
پڑی ہے اور باہر سے بھی گویا کہ یک زمین کے ظاہر باطن میں کتنے فائدے شیئہ اللہ کا صندوق بھی ہے اللہ کا دسترخوان
بھی ہے انسانوں حیوانوں حیات کی آماد گاہ بھی ہے۔ ۲۷ بیسویں برف مانند ہے بھی آتش داں ہے مگر اسی میں نیل پھ
ڑا اس میں پانی ہے ۲۸ بیسویں ثانی پہاڑ ۔ میں کی کیلیں بھی ہیں یہ تمام معدنوں کا خزانہ معدن ہیں۔ بلند ہی پہاڑ
میں قبل اوقات میں ان کی فضائیں صحت دار ہیں۔ ان میں آتش فشاں میں پہاڑوں کی ساخت تمام پتھروں سے
ہے یہ بھی پانی کا سانگ تھا جو سے الٰہی تجلیات ذات کی گئی ہے یا وہ بنا ہو گئے ہیں فرمائے ان تمام

دنیا کے پہاڑوں پر صرف بیس قسم کے پتھر ہوتے ہیں۔

۱ سنگ خارا۔ عام پہاڑوں پر ہیں ۲ سنگ مرمر سفید۔ سرخ۔ ہرا۔ سرنگا۔ ۳ سنگ یاقوت ۴ سنگ سفید ۵ سنگ جوہر۔ ۶ سنگ مروارید ۷ سنگ آتش ۸ سنگ سیمنٹ ۹ کچا پتھر ۱۰ سنگ سیاہ۔ ۱۱ سنگ ریہ۔ سنگھیا ۱۲ سنگ نرم ۱۳ سنگ لاجیت ۱۴ سنگ سرمہ ۱۵ سنگ یشم ۱۶ سنگ سفید سیاہ ۱۷ سنگ کوئلہ ۱۸ سنگ عقیق۔ ان پہاڑوں سے مسافر کی ضرورتیں دشت و دریا کے تمام سامان حاصل ہوتے ہیں۔ تجلیات ۱۹ تعالیٰ کا ذکر اور ۲۰ ولی ۲۱ نبی ۲۲ کتب آسمانی کا مرکزی مقام بھی پہاڑوں کو ہی بنایا جاتا ہے ۲۳ بنی اسرائیل کرام کو پہاڑ ۲۴ حضرت ہی ہے ہر ۲۵ کسی ۲۶ کسی پہاڑ کی ست ہے ۲۷ فرشتہ پہاڑ ۲۸ حضرت جبرئیل ۲۹ علیہ السلام کو پہاڑ ۳۰ حضرت ہی ہوئی ۳۱ پہاڑوں کو سب تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ ۳۲ قسم کے خزانے پیدا فرمائے۔ ۳۳ سونا ۳۴ چاندی ۳۵ پیتل ۳۶ لوہا ۳۷ سیسہ ۳۸ تانبہ ۳۹ پارہ ۴۰ سم ۴۱ کوئلہ ۴۲ نمک ۴۳ پٹرول ۴۴ تارکول ۴۵ چونا ۴۶ سیمنٹ ۴۷ گیس۔ ان کو ہی معدنیات کہا جاتا ہے۔

یہ سب میرے رب کی قدرتوں کے شاہکار ہیں۔ ۴۸ بیسیوں ۴۹ رب العلمین۔ چشمے ۵۰ نہریں۔ ۵۱ میں دریاؤں ۵۲ چشموں کو نہر بھی کہہ دیتے ہیں۔ ۵۳ سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ جیسے نہر فرات نہر سویز۔ ۵۴ بحر قلزم وغیرہ رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے پانی بھی ایک عجیب نعمت عظمیٰ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ رب تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا اور مکمل پھیلا دیا تو فرشتوں نے عرض کیا اب اس سے بھی کوئی بڑی چیز ہے فرمایا پہاڑ عرض کیا پہاڑوں سے بھی کوئی اعظم ہے فرمایا لوہا۔ عرض کیا لوہے سے بڑی فرمایا آگ۔ عرض کیا آگ سے کوئی بڑی چیز تو نے پیدا فرمائی؟ فرمایا ہاں پانی۔ عرض کیا پانی سے بھی کیا ہے۔ فرمایا ہوا۔ عرض کیا ہوا سے بڑی کیا ہے؟ فرمایا ہوا سے زیادہ علیم وہ بیادا بندہ ہے جو ایک ہاتھ سے خیرات کرے تو دوسرے کو پتہ نہ لگے۔

(تفسیر روحانی) پانی ایک ایسی مخلوق ہے کہ عقل انسانی اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ کائنات میں سب سے پہلے پانی پیدا کیا گیا۔ اور سوائے عرش کرسی لوح و قلم کے باقی تمام ماورائے پانی سے بنے گئے کہ آب بھی گول ہے دور میں اس کے ایک حصے میں اس طرح پڑی ہے جس طرح حوض میں تربوز۔ رب تعالیٰ نے پانی کو زمین پر آٹھ حصوں میں جاری فرمایا۔

۵۵ سمندر ۵۶ دریا۔ ۵۷ بنائی ہوئی نہریں ۵۸ کنواں ۵۹ تالاب ۶۰ حوض ۶۱ چشمہ ۶۲ بارش۔ ۶۳ رب تعالیٰ نے ساری زمین پر ایک سو چھبیس ۱۲۶ دریا پیدا فرمائے۔

تمام دنیا کے سب دریاؤں کے نام اور علاقوں کے نام

نمبر شمار	دریا کا نام
	پاکستانی دریا
۱	راوی
۲	چناب
۳	جہلم
۴	ستلج
۵	بیاس
۶	اٹک
۷	سندھ
	ہندوستانی دریا
۸	گنگا
۹	جمنا
۱۰	سیحون
۱۱	جیحون
۱۲	برہم پترا
۱۳	توی
۱۴	سابرمتی
۱۵	نرمدہ
۱۶	تاپی

نمبر شمار	دریا کا نام
۱۷	ماہی
۱۸	ڈل
۱۹	ڈلر
۲۰	ولر
۲۱	مشرق
	کابل کے دریا
۲۲	دریائے کابل
۲۳	پامیر
	بنگلہ دیشی دریا
۲۴	پدما
۲۵	میگنا
۲۶	برہمو پتر
۲۷	شورما
۲۸	کوشیارا
۲۹	شیتا لکھا
۳۰	منوندی
۳۱	دھانی ندی
۳۲	ایرل خاں

نمبر شمار	دریا کا نام
۳۳	بدی
۳۴	برہمپتر
۳۵	کرنالی
۳۶	بنسا
۳۷	گومتی
	عرب کے دریا
۳۸	نیل (مصر)
۳۹	فرات (عراق)
۴۰	قلزم (مصر)
۴۱	سویز (مصر)
۴۲	دجلہ (عراق)
۴۳	سیحان (شام)
۴۴	جیحان (شام)
۴۵	اردن (اردن)
	ایران کے دریا
۴۶	آب
۴۷	شط العرب
۴۸	جگی

۴۹	ارتش (بخارا)	۶۴	نگر (کینیا)	۸۷	سکینہ		
	چین کے دریا	۶۵	اورنج (زیمبیا)	۸۸	سلیو		
		۶۶	یوبینگی (ساؤتھ)	۸۹	دلی پیگ		
۵۰	آمو (بنگوریا)	۶۷	زمبیزی (روڈیشیا)	۹۰	یوکان		
۵۱	آمور		امریکہ کے دریا	۹۱	بیگ ہیبنی		
۵۲	سی پیانگ			۹۲	ارکانساس		
۵۳	ہوانگ ہو	۶۸	اتھاباسکا	۹۳	برازس		
۵۴	آزادادی (بنگوریا)	۶۹	چرچل	۹۴	کیسیڈا		
۵۵	ینگ تیز	۷۰	کولمبیا	۹۵	کولوراڈو		
	ویت نام کے دریا	۷۱	دسکوبت	۹۶	کونیکٹی کٹ		
		۷۲	فراسر	۹۷	کنبرلینڈ		
۵۶	بالو	۷۳	میگیزی	۹۸	دیلاویر		
۵۷	میکانگ	۷۴	میرامچی	۹۹	جیلا گیلا		
۵۸	لینا	۷۵	نیلسن	۱۰۰	ہاکسن ایٹونگ		
	تھائی لینڈ کے دریا	۷۶	نیاگرہ	۱۰۱	ہڈسن		
		۷۷	اوٹاوہ	۱۰۲	الینوس		
۵۹	اورل	۷۸	پیس	۱۰۳	جمیز		
۶۰	سیلی سے (لاؤس)	۷۹	سرخ شمالی	۱۰۴	کاناداہ		
	آسٹریلیا کا دریا	۸۰	ریڈ گاڈیج	۱۰۵	کینی بیک		
		۸۱	رچیو	۱۰۶	میسی سپی		
۶۱	مرے ڈارلنگ	۸۲	سیکنے	۱۰۷	مباہی		
	افریقہ کے دریا	۸۳	سینٹ جان	۱۰۸	مینسوٹا		
		۸۴	نارس	۱۰۹	میسیپی		
۶۲	کانگو	۸۵	میری	۱۱۰	مزوری		
۶۳	لیپاپو (ساؤتھ)	۸۶	سیسکچوان	۱۱۱	موہائیل		

نمبر شمار	دریا کا نام
۱۱۳	موہاک
۱۱۴	موناسگولا
۱۱۵	رونک
۱۱۶	ہاک
۱۱۷	ہیمائن
۱۱۸	سیکرامنٹو
۱۱۹	سان جوکون
۱۲۰	سان فرانسسکو
۱۲۱	سکل کل
۱۲۲	ٹینسن وہلن
۱۲۳	ٹنیک
۱۲۴	سسکیچوانا
۱۲۵	سوانی
۱۲۶	ٹینیسی
۱۲۷	ٹومبیگبی
۱۲۸	وابلسس
۱۲۹	وائٹ
۱۳۰	ولیم ہیٹی
۱۳۱	وسکونسن
۱۳۲	یلون سٹون
۱۳۳	نیاگرا
۱۳۴	اوہیو
۱۳۵	ہیکوسس

نمبر شمار	دریا کا نام
۱۳۶	پی ڈی
۱۳۷	پیاب سکاٹ
۱۳۸	پاسٹے
۱۳۹	پوٹومیک
۱۴۰	پوڈ
۱۴۱	رپاہینک
۱۴۲	سرخ
۱۴۳	سیزن
۱۴۴	سارانا
۱۴۵	پورس
۱۴۶	میڈیرا
۱۴۷	فرانسسکو
۱۴۸	ریوگرانڈ
۱۴۹	جاپورا
۱۵۰	ٹوکن ٹنز
۱۵۱	ہیرگوئے
۱۵۲	ریونیگرو
۱۵۳	ایگوآکو
۱۵۴	میڈیرا
۱۵۵	اورنی اکو
۱۵۶	پرنیبا
۱۵۷	اورگوئے

ملاورپ کے دریا

نمبر شمار	دریا کا نام
۱۵۹	لیسن
۱۵۹	آرنو
۱۶۰	تھیمس
۱۶۱	کلائیڈ
۱۶۲	ایون
۱۶۳	ٹویسوب
۱۶۴	ریبر
۱۶۵	ڈون
۱۶۶	ڈویس
۱۶۷	ایلبے
۱۶۸	ہمبر
۱۶۹	لدی
۱۷۰	مائنے
۱۷۱	مرسی
۱۷۲	میسوس
۱۷۳	موزیلی
۱۷۴	نرمن
۱۷۵	نیمنوا
۱۷۶	آرڈر
۱۷۷	بو
۱۷۸	رائن
۱۷۹	رون
۱۸۰	روسیلان
۱۸۱	سادن

نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام
۱۸۲	سیکلڈی	۱۸۸	ٹورن		آزاد کشمیر کے دریا
۱۸۳	سین	۱۸۹	ٹویڈ		
۱۸۴	تیس	۱۹۰	اورل	۱۹۳	کشن
۱۸۵	سم	۱۹۱	وسٹولا	۱۹۵	چمار
۱۸۶	ناگس	۱۹۲	دونگا	۱۹۶	سنتا پانی
۱۸۷	نہر	۱۹۳	ویسر		

رس کے پہلے الیم پریمس دریا۔ دوسرے میں ستانیمس۔ تیسرے میں مانیمس۔ چوتھے میں ہائیس یا پانچویں میں پندرہ چھٹے میں چالیس۔ ساتویں میں جو بڑا عظم ہے۔ چالیس یہ دریا پہاڑی چشموں سے بنائے گئے۔ اس کے علاوہ چار دریا صنعت سے جاری فرمائے گئے۔

ملہ نیل ملہ فرات ملہ جیحان ملہ سیحان۔ نیل فلسطین میں۔ فرات کربلا میں۔ جیحان شام کے قریب جبل اللان کے دامن سے متصل۔ سیحان طاقیہ ارمن میں ان سب دریاؤں کی لمبائی تقریباً چار سو کوس ہے اور شمال سے چلتی ہیں سوب میں سمندر کے اندر گرتی ہیں۔ چوڑائی مختلف ہے اور گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ سمندر کی لمبائی چوڑائی کا اندازہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اس کی گہرائی بعض مقامات سے ناپی گئی ہے زیادہ سے زیادہ سو میل گہرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے زمین کے اندر بھی ایک بالمی دریا اور نہر جاری فرمایا ہے جو اکثر پہاڑ ہے کہیں کہیں معمل کھاری ہے کہیں۔ ملکوں وغیرہ میں ان ہی سے پانی آتا ہے۔ پانی کی خصوصیات۔

ملہ ہائیس اوکسیجن کا پانی بالکل میٹھا لذیذ ہوتا ہے۔ اسی لیے دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ ملہ بالمی دریا کا پانی اکثر میٹھا کہیں کہیں نمکین ملہ سمندر کا سب پانی نمکین کڑوا ہوتا ہے۔ ملہ پانی ہلکا بھی ہوتا اور بھاری بھی ہوتا ہے کیونکہ پانی کی اصلیت میٹھا ہوتا ہے۔ کڑواہٹ نمک وغیرہ کی ملاوٹ سے ہوتی ہے۔ بائیڈروجن اور بھاپ کا پانی ہلکا ہوتا ہے ملہ سب سے بھاری پانی سمندر کا پھر دریا کا۔ پھر بالمی نمکین پانی ملہ پانی سفید رنگ کا ہے۔ اس کا رنگ سفیدی کے علاوہ چار سورج کی شعاعوں یا کسی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ملہ زمین کی ہر چیز پانی کی محتاج ہے۔ یہاں تک کہ اگر زمین میں پانی نہ رہے تو زمین ریت کا ٹکڑا ہو جائے۔ ملہ پانی کی لذت بے مثل ہے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ملہ صرف پانی ہی سے پیاس بجھتی ہے ملہ کیڑا مکوڑا وغیرہ صرف پانی سے ہی مر جا سکتا ہے ملہ جانوروں کو گیلا بھی صرف پانی ہی کرتا ہے ملہ پانی میں زمین سے بڑا مخلوق آباد ہے

۱۵ پانی میں رہنے والی مخلوق کی ہم نام اور ہم جنس مخلوق بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی مثلاً پانی کا انسان۔ پانی کا گھوڑا۔ بلی۔ یہاں تک کہ پانی کی چیونٹی بھی ہے۔ ۱۶ زمین کی مخلوق پانی میں نہیں رہ سکتی، اس کے برعکس پانی کی مچھلی خشکی میں جاتے ہی تڑپ کر مر رہتا ہے۔ ۱۷ پانی کی بعض مخلوق زمین پر رہ سکتی ہے بعض نہیں۔ ۱۸ پانی کے جانور کو پانی سے نکالتے ہی مر جاتا ہے۔ ۱۹ پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے ۲۰ پانی نعمت بھی ہے اور عذاب بھی ۲۱ پانی ہر قسم کی سرشت، ہر تاثیر، ہر رنگ، ہر بو اور ہر جسم کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ گرم بھی انتہائی ٹھنڈا بھی انتہائی ہو جاتا ہے۔ بھاری بھی بن جاتا ہے اور جس برتن میں جائے اسی کا رنگ لے لیتا ہے ۲۲ پانی شفاف ہے اس سے زیادہ کوئی شفاف نہیں ہوتا ۲۳ دنیا کی ہر مخلوق میں انسان، حیوان، نباتات، جمادات میں پانی موجود ہے۔ یہاں تک کہ پتھروں اور مٹی میں بھی پانی موجود ہے۔ بعض فلاسفہ اسلامی نے تحقیق کی ہے کہ پہاڑوں کے چشمے پتھروں کا پسینہ ہے غرض کہ پانی قدرت الٰہی کا عجیب شاہکار ہے۔

۲۴ سبزہ یعنی دنیا کے پھل پھول اور تمام نباتات بھی رب تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ سیاسی لکھا کہتے ہیں کہ کل نباتات گھاس پھوس جڑی بوٹیاں کھیتی سبزی اور تناور درخت ساری زمین پر پچیس ہزار قسم کی ہیں (عجائب المخلوقات) ان میں پھل فروٹ اور میوہ جات گیارہ سو قسم کے ہیں۔ بڑے درخت تیئیس سو قسم کے۔ گھاس پندرہ سو قسم کے ہیں۔ تمام نباتات عجائبات قدرت کا عجیب خزانہ ہے۔ ۲۵ سولہ قسم کے نباتات اطباء اور حکماء کے تجربوں سے ثابت ہوئے ہیں۔ پہلا یہ کہ فروٹ کے پانی کا نام رس ہے میووں کے پھوڑ کا نام روغن یا تیل ہے اور جڑی بوٹیوں کے پھوڑ کا نام عرق ہے۔ دوسرا یہ کہ دنیا کی تمام دوائیاں نباتات میں ہیں خواہ طبیب کے علاج میں ہوں یا اکثر یا حکیم سنیاسی یا ہومیوپیتھک۔ تیسرا یہ کہ جڑوں میں، درختوں میں اور پتوں میں اور پھل کا اثر۔ بیج کی تاثیر علیحدہ اور پھول کا فائدہ جدا یہ صنعت ہی کا حیران کن کرشمہ ہے۔ پھر ان میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ چوتھا یہ کہ کھیتوں کے غلے میں غذائیت ہے پھلوں میں فرحت و لذت اور جسمانی قوت ہے اور جڑی بوٹیوں میں علاج معالجہ درختوں میں خوشبو عطریات پیدا فرمانے گئے ہیں سے انسانی نشوونما اور صحت و تندرستی ہے۔ پانچواں یہ کہ۔ نباتات تازہ ہری ہوں تو اور فائدہ ہے درخشک ہوں تو دوسرا فائدہ۔ گویا کہ کسی بھی جنگل کے کسی کنارے سے ہو کر ہماری آنکھ تو صرف گھاس تنکے اور ہریالی ہی دیکھے گی مگر اسی جنگل پر جب کسی طبیب حکیم سنیاسی کی نگاہ پڑے گی تو اس کے سامنے وہ جنگل نہیں بلکہ پنساری کی دکان بکھری ہو گی اور قادر و قیوم جل مجدہ کی قدرتوں کا وہی اعتراف کر سکتا ہے۔ اس کو ان بوٹیوں کی حقیقی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔ چھٹا یہ کہ عقل انسانی ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے جب کہ اس کو بعض درخت ایسے نظر آتے ہیں جن میں آتش گیر مادہ ہے حالانکہ آگ لکڑی کی دشمن ہے۔ ہم لکڑی کو آگ سے بچاتے پھرتے ہیں مگر یہ کس کی قدرت

کا ذکر ہے کہ آگ اور لکڑی کو جمع فرمادیا۔ ساتواں مطلب یہ کہ دیا سلائی کا مسالہ بعض پودوں سے نکلتا ہے۔ آٹھواں یہ کہ تمام گوند اور گندہ بوروزہ اور بعض سریش بھی درختوں کا لعاب ہے۔ نواں یہ کہ بعض درختوں سے دودھ نکلتا ہے جس کو دوائی کے طور پر پیا جاتا ہے اور شفا ہوتی ہے۔ دسواں یہ کہ تمام رنگ درختوں سے نکلتے ہیں۔ ان سے کپڑے رنگے جاتے ہیں گیارھواں یہ کہ کچھ درخت شکار کرکے پرندوں اور کیڑوں کا گوشت کھاتے ہیں بعض انسانوں اور بڑے جانوروں تک کا شکار کرلیتے ہیں۔ بارھواں یہ کہ بعض پودے زمین کے بغیر صرف پانی میں اُگتے بڑھتے پھولتے پھلتے ہیں جیسے سنگھاڑا۔ تیرھواں مطلب یہ کہ رب تعالیٰ نے کانٹوں میں بھی شفا رکھ دی ہے۔ کل نباتات چھ قسم کی ہے۔

۱ گھاس ۲ پودے ۳ بیلیں ۴ کھیتیاں ۵ جھاڑیاں ۶ بڑے درخت۔

چودھواں مطلب یہ کہ ڈنٹھل کے ہر برج سے شوفہ لمبا درخت نکل آتا ہے پندرھواں یہ کہ پھل اور درختوں سے انسان کی پوری دنیوی ضروریات حاصل ہوجاتی ہیں مثلاً پھلوں سے خوراک پتوں شاخوں سے ایندھن موٹی شاخوں اور تنے سے عمارتی لکڑی جس سے پورا گھر بنایا جاسکتا ہے۔ اُس کی چھال سے کاغذ۔ گتا۔ اور اُس کے ریشے سے کپڑا بنایا جاسکتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ موجودہ پلاسٹک بھی بعض درختوں کا پانی ہے۔

سولھواں یہ کہ بڑے بڑے گھریلو جانور گھاس خور ہیں اور اُن کی خوراک کا دسترخوان رب العالمین نے ہر کوں گلیوں میدانوں جنگلوں میں بچھا دیا ہے کہ مفت کھائیں پیٹ بھریں اور دودھ۔ اون۔ گوشت مالک کو دیں۔ اگر گدھے بھینس گھوڑا گوشت خور ہوتے تو کھلانا پڑتا۔ انسانوں کو محال ہوجاتا۔ یہ سب عجائب معرفت گردگار کے لئے ظاہر ہیں۔

۲۵ قدرت الٰہی کی ٹھاسویں آیت۔ سامانات کا ہموار اجوڑا ہونا۔ ہر پودے کو رب نے زمادہ پیدا فرمایا۔ بعض ۔۔ چاہتے ہیں اور بعض میلوں دور سے بھی نطفہ پالیتے ہیں۔ اور بعض صحبت اور ملی کرتے ہیں جس کو پیوند کاری کہا جاتا ہے۔ اس کے بغیر پھل آتا ہی نہیں یا خراب آتا ہے۔ قرب اور میلوں دور کے زمادہ میں ہم جنسی شرط ہے مگر پیوند کاری میں ہم جنسی کی بھی شرط نہیں۔ آم سے شہتوت کا پیوند ہوجاتا ہے یہ سب کچھ بھی حیران کن ہے۔

۲۶ انتیسویں آیت۔ رات دن کی پیدائش۔ آسمانوں کے ماحول کو تو رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے مگر زمین کی اصلی حالت نہ تھا ہے اور ساری زمین پر رات ہی تھی رب تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے بندوں کو سورج سے توانائی دی جس نے روشنی پھیلائی اور دن ظاہر ہوا۔ دنیا میں ہر جگہ کبھی دن ایک گھنٹے کا کبھی رات اور یہ چھوٹائی بڑائی جنوبی اور شمالی علاقوں میں بہت زیادہ ہوجاتی ہے بعض مقامات پر تو کبھی دن چھ ماہ کا کبھی رات۔ اور بعض جگہ کبھی دن ایک گھنٹے کا کبھی رات۔ ان میں افضل کون ہے کل کون اس میں مختلف نظریات ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقت دونوں

اللہ کی نعمتیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے سورج کی گردش سے رات دن پیدا فرمائے۔ ۳۷ تیسویں آیت ختم۔ دنیوں کا بادشاہ ہے۔ دنیا کا مقصد حیات دن ہے۔ زندگی کی رونقیں دن سے وابستہ ہیں۔ دن گویا زندگی ہے رات گویا موت ہے۔ یہ تسلسل لیل و نہار کا چکر قیامت اور دنیا کے فنا کی عظیم دلیل ہے۔ انہی میں غور کر کے ملاقات رب کا یقین آتا ہے۔ دن رات کا شریعت و طریقت سے گہرا تعلق ہے۔ ۳۸ اکتیسویں نشانی زمین کا مختلف ہونا۔ زمین پوری کی پوری سات طرح سے پس میں مختلف ہے۔

۱ رنگ میں ۲ تاثیر میں ۳ موسم میں ۴ شکل صورت میں ۵ وضعی جسمانیت میں ۶ علاقائی حیثیت میں۔ ۷ حجم میں ساری زمین کی رنگت سات قسم کی ہے ۱ کہیں بادامی مٹیالا رنگ۔ یہ عام ہے ۲ کہیں پیلا۔ ۳ کہیں سرخ ۴ کہیں کالا ۵ کہیں ہلکا ہرا ۶ کہیں پتھر کا رنگ ۷ کہیں سفید کھاری مٹی۔ سطح زمین اپنی تاثیر میں بھی سات قسم کی ہے۔

۱ سرسبز ۲ خشک ۳ بنجر ۴ کڑوا لی (نمکین) ۵ ریتلی ۶ ٹھہر ٹھہری ۷ ریتلی (ریگستان) زمین پر سات موسم جاری ہوتے ہیں۔

۱ سردی۔ ۲ گرمی۔ ۳ بہار۔ ۴ خزاں۔ ۵ برسات۔ ۶ کہیں ہمیشہ ٹھنڈک۔ ۷ کہیں ہمیشہ تپش۔ زمین کی شکل سات قسم کی ہے۔

۱ میدانی ۲ ڈھلوانی۔ ۳ پہاڑی۔ ۴ سیدھی ۵ اونچی نیچی ۶ جنگلی ۷ پتھریلی۔ بعضے زمین کی جسمانیت یا نوعیت بھی سات قسم کی ہے۔

۱ مٹی ۲ ریت ۳ کنکر ۴ چکنی ۵ کھاری ۶ لوہے ۷ سونے۔ ۸ کانی۔ علاقائی اور جغرافیائی لحاظ سے بھی زمین کے سات حصے ہیں۔

۱ مشرقی۔ ۲ مغربی۔ ۳ شمالی۔ ۴ جنوبی۔ ۵ سطحی ۶ بالائی۔ ۷ پانی کے اندر۔ زمین کا حجم سات قسم کا ہے۔

۱ لمبائی۔ ۲ چوڑائی۔ ۳ موٹائی ۴ گولائی۔ ۵ کنارہ۔ ۶ نقطہ۔ ۷ سطح۔ ۳۹ تیسویں آیت ختم۔ ۴۰ اختلاف و تضاد ہونے کے باوجود پھر بھی یہ زمین متعلقات سب مل جل کر ایک ہی ہے۔ ۴۱ جس کی جو تاثیر ہے بتدا سے اب تک وہی ہے نہ تبادلہ نہ تبدیلی نہ کمی نہ زیادتی۔ یہی سات زمینیں ہیں جس ایک زمین ہے بالی ساری تاثیروں۔ نوعوں۔ رنگوں۔ صورتوں۔ بناوٹوں کا یکجا جمع ہو جانا بھی قدرت خداوندی کے عجائبات میں سے ہے۔ ۴۲ قدرت کی کاریگری کی تیسویں شانی۔ انگوروں کے باغات سب تعالیٰ نے قرآن مجید میں خصوصیت سے کئی جگہ انگوروں کے باغ کا ذکر فرمایا گیا ہے وجہ ہے۔ پہلی یہ کہ انگور قدرت کے عجائبات میں سے ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ انہی تمام غذائی طاقتوں اور لذتوں کو انگور میں جمع کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ لذت بھی ہے طوٹ بھی ہے

میوہ بھی۔ کھانا بھی ہے پانی بھی۔ دوسری یہ کہ ہر قسم کا مزہ انگور میں ہے۔ میٹھا بھی۔ کھٹا بھی۔ پھیکا بھی۔ تیسری یہ کہ انگور دنیا کے ہر خطے میں اگتا ہے یہاں تک کہ ریگستان میں کابل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام پھل صرف مختلف مخصوص علاقوں میں اگتے ہیں چوتھے یہ کہ انگور سے اسی یا ایک سو کے قریب کسی اور پھل یا اناج سے نہیں بنتیں۔ مثلاً ۱ گلوکوز۔ ۲ گرانی۔ ۳ شراب ۴ سرکہ ۵ شربت ۶ کشمش۔ ۷ میدہ ۸ گھیریں ۹ انگوری شکر۔ پانچویں وجہ یہ کہ انگور میں پوری غذائیت ہے۔ اور اس کا پانی گلوکوز بنا کر مریض کو رگوں کے ذریعے چڑھایا جاتا ہے اور پوری غذا پہنچ جاتی ہے۔ چھٹی وجہ یہ کہ اس کی تاثیریں ہر طرح کی ہیں بعض انگور ٹھنڈی تاثیر رکھتے ہیں بعض گرم۔ بعض خشک۔ بعض تر۔ بعض معتدل۔ اسی لیے یہ ہر مزاج کے موافق آتا ہے دنیا کے ہر ملک میں پیدا ہوتا ہے ساتویں یہ کہ اس کی نباتیت۔ نشوونما تمام آل نباتات سے ہر طرح مختلف ہے اسی طرح کہ تمام نباتات درخت گھاس پودے بیج سے بنتے ہیں اور زمین پر گرتے ہیں اور زمین کو گھیرتے ہیں اور بڑے درخت کی جڑیں بھی بڑی ہوتی ہیں مگر انگور کی بیل چھت کی شکل میں پھیلتی ہے۔ اور اس کا تنا بالکل تھوڑی سی جگہ گھیرتا ہے اس کی جڑیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں گھاس کی شاخیں دو سو گز تک لمبی پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ آٹھویں وجہ یہ کہ اس کی ایک ایک بیل منوں کے حساب سے پھل دیتی ہے۔ اس کے گچھے فضا میں لٹکنے سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ اگر کسی سے لگیں گے تو وہ حصہ خراب ہو جائے گا۔ نویں وجہ یہ کہ اس کا سایہ بہت گھنا اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دسویں یہ کہ انگور کی آٹھ قسمیں۔

۱ بڑا انگور چھوٹے آلو کے برابر ہوتا ہے ۲ سب سے چھوٹا انگور مونگ پھلی کے برابر۔ ۳ کالا انگور۔ ۴ سرخ۔ ۵ پیلا۔ ۶ ہرا گلابی مکا۔ ۷ بیج والا ۸ بغیر بیج والا۔ دسویں وجہ یہ کہ انگور بہت سی معدے اور دماغی بیماریوں کا علاج۔ اس کے کھانے سے خون صاف ہوتا ہے اس کی جڑ اور شاخوں پتوں میں بھی رب تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ گیارہویں وجہ یہ کہ مالی منڈی میں انگور بہت بڑی تجارتی دولت ہے۔ ۳۴ چونتیسویں آیت کھیت کی پیداوار۔ کھیت وہ زمین ہے جس کی نباتیت میں انسانی عمل کو دخل ہے۔ یہ موسموں کے حساب سے اگایا جاتا ہے۔ بعض کھیت سال میں ایک دفعہ بعض دو دفعہ اگائے جاتے ہیں رہے سب کھیت انسان اور چوپایوں کی غذا اور دفعیاتی طاقت کے لیے پیدا کیے یہ بھی اپنی مخصوص زمین میں لگتے ہیں ہر زمین میں پیدا نہیں ہوتے بیسیوں اناج کے کھیت دنیا کے ہر ملک میں لگ جاتے ہیں۔ تمام روئے زمین پر کھیت کل بہتر قسم کے ہیں۔

۱ گندم۔ ۲ جو۔ ۳ باجرہ۔ ۴ مکئی۔ ۵ جوار۔ ۶ چاول۔ ۷ چنا۔ ۸ مونگ۔ ۹ مسور۔ ۱۰ ماش۔ ۱۱ ارہر۔ ۱۲ لوبیا۔ ۱۳ رہر ان کو اناج اور دال کہا جاتا ہے۔ ۱۴ سرسوں۔ ۱۵ خسخاش۔ ۱۶ کارمیرا۔ ۱۷ بھنگ۔ ۱۸ مشک دل۔ ۱۹ رفسترن ۲۰ آلو۔ ۲۱ گنا۔ ۲۲ مولی۔ ۲۳ گاجر ۲۴ کدو۔ ۲۵ ملر۔ ۲۶ شلغم۔

۲۷ شکر قندی۔ ۲۸ مونگ پھلی ۲۹ کپاس۔ ۳۰ بانک۔ ۳۱ میتھی۔ ۳۲ ریٹھا۔ ۳۳ بھنڈی۔ ۳۴ ناری ۳۵ پیاز۔ ۳۶ لہسن ۳۷ کھیا ۳۸ گاجر ۳۹ تربوز۔ ۴۰ خربوزہ۔ ۴۱ گوبھی۔ ۴۲ سرسوں ۴۳ مہندی۔ ۴۴ چائے ۴۵ مرچیں۔ ۴۶ تلی ۔ ۴۷ ریوند۔ ۴۸ تمباکو۔ ۴۹ ہینگ۔ ۵۰ پودینہ۔ ۵۱ ارنی ۔ کچالو۔ ۵۲ ادرک ۵۳ کاشی پھل۔ ۵۴ پپیتا۔ ۵۵ بیگن ۵۶ کوئی پھول۔ بند گوبھی۔ گانٹھ گوبھی۔ ۵۷ چقندر۔ ۵۸ حیوان پودوں کی خاک ہڈی کے کمیت پانچ قسم کے ہیں ۵۹ تمباکو۔ ۶۰ بنفشہ ۶۱ کریلا۔ ۶۲ سونف۔ ۶۳ رواں کی پھلیاں۔ ۶۴ موٹھ ۶۵ سداب کے پتے ۶۶ رائی۔ ۶۷ اجوائن ۶۸ پالسن۔ ۶۹ بانس ۷۰ گوبھاری (کشمیری ترکاری) ۷۱ یام (دیسی ترکاری) ۷۲ سی ۔ ان تمام کھیتوں میں کی کی پیداوار بیلوں کی شکل میں کسی کی چھوٹے پودوں کی شکل میں کسی کی سیدھی بیخ تنے کی شکل میں اور اوپر فقط ایک سنڈ پھل کسی کی لاٹھی کی شکل میں دسی تمام اور دسی اس کا پھل یہ قدرت کی کتنی عجیب حکمت ہے کہ بڑے بڑے درختوں کو چھوٹا پھوٹا پھل اور زمین پر پڑی ہوئی بیلوں کو بڑا بڑا پھل پیدا کرنا۔ ایک اس کی پتلی شاخ کی بیل بھی کیسے بھاری بھاری پھل اٹھائے ہوئے ہے۔ نیز ان کھیتوں میں رب تعالیٰ نے ہر قسم کی غذائیت، طاقت اور لذت بھری ہے کون سے جو اس کی صنعت کا مقابلہ کر سکے۔

۳۵ قدرت الٰہیہ کی چند تیسویں نشانی۔ کھجور کی بیس کئی خصوصیات ہیں ۱ کھجور کے درخت پر کبھی خزاں نہیں آتی ہمیشہ سرسبز پتوں سے بھرا رہتا ہے ۲ کہیں کہیں ایک گٹھلی سے تین درخت بھی نکل آتے ہیں اور دونوں یا تینوں درخت اپنی نباوٹ میں اور پتوں پھلوں میں مکمل درخت ہوتے ہیں بعض تینوں درختوں میں سے ایک کا پھل تنہا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنا علیحدہ ایک کھجور کے درخت کا ہوتا ہے ۳ اس کی تاثیر گرم خشک ہے۔ اس کا تنہا ٹھنڈی تاثیر والا اور اس کا پھل بھی کھجوریں نرم تر ۴ کھجور سے سانس، لسانی بیماریوں کو شفا ہے۔ دماغی بیماری، کمزوری کو شفا خون بہت پیدا کرتی ہے پیٹ کے کیڑے مارتی ہے آنسوؤں کی بیماری کا علاج بکثرت کھجور کھا کر کھانے سے جسمانی خشکی اور تیزی بہت دور ہوتی ہے بلغم کی زیادتی کو ختم کرتی ہے۔ ۵ اس کی گٹھلی پیس کر گائے بھینس بکری کو کھلانے سے دودھ زیادہ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ ۶ اس کی عمر ہزار دل سال ہوتی ہے اور تازہ پھل دیتا ہے۔ ۷ یہ ریتلے اور گرم علاقوں میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ۸ اس کی جڑیں اور تنے لچکیلی ہوتی ہیں۔ ۹ اس کا قد چھ فٹ سے سو فٹ تک ہوتا ہے۔ ۱۰ یہ بہت آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ ۱۱ تجربہ کار آدمی اس پر بغیر سیڑھی چڑھ جاتا ہے۔ ۱۲ دنیا میں یہ بہت بڑا تجارتی مال ہے۔ ۱۳ حاصل کرنا اہل عرب کی یہ پرانی تجارت اور بڑی بانی دولت ہے۔ ۱۴ دنیا میں دو پھلوں کی بہت قسمیں ہیں ایک آم اور دوسرا یہ کھجور۔ سب میں بہتریں آم پولسہ ہے اور سب میں بہترین کھجور عجوہ ہے۔ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی

کے باغ میں جو دو کھجور کے درخت لگائے مجھے اُس کی کھجور اور درخت کی بابت تم نے کی ہے چودہ سو سال تک اُس نے جیل دیے پھر دشمنانِ رسول نجدیوں نے اُس کو کٹوا دیا صرف اس دشمنی میں کہ لوگ اس کو دیکھنے اس کی زیارت کرنے جاتے اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے۔ اُس کی کھجور کے خوشے عام خوشوں سے ستر کے قریب ہوتے تھے۔ کہ

طرس کہ کھجور بھی قدرت کا بہترین شاہکار ہے

۲۵ چھبیسویں آیتِ الٰہی۔ تمام نباتات کو ایک ہی پانی سب جگہ دیا جاتا ہے عام نباتات کے ثمرات، پھول اور نشوونما کے طریقے دیکھنے سے متحیر رہ جاتا ہے حالانکہ تمام نباتات کو یکساں پانی دیا جاتا ہے جو پھل رنگ مزے اور طبیعت میں ایک جدا ہے۔ پانی بارش کا ہو یا ندی نالوں کا ہو یا کنوئیں اور نلکے کا سب سے یکساں ہے صرف اتنا فرق ہے کہ زمین کا پانی بھاری ہوتا ہے اور بارش کا پانی ہلکا مگر اس سے تاثیر اور طبیعت میں فرق نہیں پڑتا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ بارش تمام پودے کو وہ دیتی ہے جس سے ظاہری نباتاتی بیماریاں کیڑوں کے، بھیلے جانے وغیرہ ختم ہو کر رکی ہوئی نشوونما تیزی سے جاری ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا فرق نہیں جس سے نباتات کے رنگ مزے اور تاثیر میں کوئی نمایاں کردار ہو پانی کا کردار سوائے مادی غذا کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح ایک ہی سورج کی تپش اور ایک ہی چاند کی چاندنی سب روئے زمین کی نباتات کو ملتی ہے۔ پھر اتنے کثیر اختلافات کس صناع کا نتیجہ ہیں۔ بدیع الصفات اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ ہائے افسوس ہم نے اپنے علم کرم و رحیم کی قدر نہیں پہچانی یہ سب کچھ اس نے ہم کو اور ہماری صحت و راحت و دولت کو پھلانے کے لیے کیا ہے محققین اسلام فرماتے ہیں کہ بارش کا پانی پودے کو چار فائدے پہنچاتا ہے۔ ۱ سارے پودے کو اوپر سے نیچے تک غسل دیتا ہے ۲ کیڑے کو مار کر ختم کر دیتا ہے کھا کر پھول جاتا ہے ۳ پودوں کو نقصان دینے والے سبزی خور اور زمینی کیڑوں کو ختم کرتا ہے۔ ۴ نباتات کی پیاس بجھاتا ہے۔ اور زمینی پانی پودوں کو پانچ فائدے پہنچاتا ہے۔

۱ نشوونما میں خدا کا کام دیتا ہے۔ ۲ مٹی میں نرمی اور نمی پیدا کرتا ہے جس سے بیج کو پھوٹنے اور شگوفہ اور پر کی طرف بڑھنے کی راہ نکلتی ہے۔ ۳ درخت اور پودے کے جسم میں رس اور عرق جو مثل خون کے ہے وہ اسی زمینی پانی سے حاصل ہوتا ہے ۴ زمینی پانی جڑوں کی گہرائی تک غذا پہنچاتا ہے۔ ۵ صحرائی زمین میں کنوئیں کے ذریعے زمینی پانی دیا جاتا ہے مگر پہاڑی زمین میں قدرتی زمین کا اندر گیلا ہوتا ہے۔ بارانی زمین میں یہ سب فائدے صرف بارش سے حاصل ہوتے ہیں۔

۲۶ چھبیسویں آیت۔ ہر خوراک کی خاصیت اور قوت جسم انسانی حیوانی میں مختلف ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک علم اور حکمت ہے اس کے دماغ سے جو صنعت خداوندی کی بہت شان والی دلیل ہے۔ انسان کو اپنی نشوونما اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے وٹامن قسم کی خوراک کی ہر وقت حاجت ہے۔ ۱ جسم میں خون بنانے والی غذا ہر قسم کے

ملنے سے یہی مادہ حاصل ہوتی ہے۔ معدے کو طاقت دینے، ہضم کرنے کے لیے ہر قسم کی سبزی ترکاری کا سالن۔ مقوی جگر کو صحت عمدہ رکھنے کے لیے مختلف فروٹ۔ صحت مند جگر وہ ہے جو صاف۔ گاڑھا۔ سرخ ہو اور پوری مقدار میں ہو یہ سب خوراکیں میوہ جات، فروٹ سے حاصل ہوتی ہیں۔ مقوی دماغی قوت کے لیے خشک میوہ بادام پستہ ناریل وغیرہ مقوی دینی کے لیے سوانف وغیرہ مقوی دل کی تقویت کے لیے بڑی بوٹیوں کے عرق۔ مقوی ظاہری عضا کی قوت کے لیے گھی دودھ کے علاوہ بیج مغز مغز مغز وغیرہ۔ مقوی قوت سماعت کے لیے لحمیات اور روغنیات قسم کی ادویات ملتے ہیں۔ مقوی مردی قوت کے لیے مچھلی کی دال دماغی سری کلیجہ کا شی پیغور وغیرہ مقوی مختلف نسانی بیماریوں کی شفا کے لیے رب تعالیٰ نے بڑی بوٹیاں پیدا کر کے ان میں شفا بھر دی جو خود دیکھ رہے ہیں بالکل صحت ہیں مریض کر رب تعالیٰ نے یک انسان کو بچانے کے لیے اپنی تمام سرپوں جڑی۔ بوٹیوں میں بیشمار بالکل ہی مختلف ماہیت اور مفاد پیدا فرما دیئے یہ قدرت کی کمال فی عینہ حیران کن صنعت ہے۔ یہ بھی وجود باری تعالیٰ کی عظیم دلیل ہے سب سے عجیب تر تو یہ ہے کہ انسان پھل فروٹ میوہ گوشت سبزی اناج غلہ اور جڑی بوٹیاں کھا کر جو حیوانی مواد حاصل کرتا ہے وہ تمام فائدے پرندوں کو صرف دانے دنکے میں اور گوشت خور حیوانات کو صرف گوشت و چربی اخول کھا لینے میں چوپایوں کو ہری سبز گھاس بھوسہ کھانے سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ پرندوں درندوں کو ان کی ایک خوراک سے ہی دوا علاج وغیرہ مل جاتی ہے۔ یہ مختلف کھانوں سے مختلف مادے، دوائیں سے توانائیوں پر ہی کریم کا کرم ہے۔ غلہ بقاء دعم نوع یہ تو وہ نعمتیں ہیں جو نسل کی زندگی ترقی اور صحت تندرستی کی بقا کے لیے کمال رحم و کرم سے رب تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا فرما دیں۔ لیکن خود انسان اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے قدرت کا عجیب شاہکار ہے۔ بدن انسانی عظیم کارخانہ قدرت ہے جس میں غور کرنے سے خود انسان تو درکنار فرشتہ بھی حیرت میں ہیں۔ اس کا جسم ظاہری ہر شخص دیکھ سکتا ہے جس کا جسم بالغی چیر پھاڑ کر دیکھنے سے دیکھ جا سکتا۔ لیکن اس کے باطن و عقل تمام اس کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ یہ جسم کس طرح بنایا گیا عجیب قوت والا رہا ہے، پھر اس میں عقل، دماغ، حفظ کا مادہ، اور قلب، قلبی تاثرات، وجدانیات، ادراک میں معرفت علیہ کے کیڑے خانے۔ غرض کہ انسان خود اپنے کو سمجھنے سے قاصر ہے انسان کے سارے علوم عقلیات، تجربات، صرف چند فیصد تک محدود ہیں۔ وہ بھی گوشت پوست کا لوتھڑا معرفت کائنات کی پوری شاہد ہی کرتا ہے۔ جس سے ارشاد ہے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور ارشاد ہوتا ہے فَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ اپنے میں مرتبہ کر دیا کہ بار کا مشاہدہ ہو کا فرمانا اس سے محروم ہیں۔ علوم دینیہ کا مطالعہ حیات کامیاب سے دنیوی و دینی حاصل کر۔ عمر کا ضائع کر رہا ہے۔

وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا

اور اگر تعجب کرو تم تو تعجب والی بات ہے ان کی کہ کیا جب ہو جائیں گے ہم

اور اگر تم تعجب کرو تو پھر تعجب تو ان کے اس کہنے کا ہے کہ کیا ہم

تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ أُولَٰئِكَ

مٹی کیا یقیناً ہم البتہ میں پیدائش نئی یہی لوگ ہیں

مٹی ہو کر پھر سے ہیں گے یہ وہ ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ

جو کافر ہوئے اپنے رب سے اور یہی لوگ ہیں طوق ہوں گے

جو پہلے سب سے منکر ہوئے اللہ سے ہیں جن کی

فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ

میں گردنوں ان کے اور یہی لوگ ہیں ہمیشہ رہنے والے آگ ہیں

گردنوں میں طوق ہوں گے اور وہ دوزخ والے ہیں

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ

وہ میں اس میں رہنے والے ہیں ۔ اور جلد مانگتے ہیں آپ سے

انہیں اسی میں رہنا اور تم سے عذاب کی جلدی

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِن

برائی کو بھلائی سے پہلے حالانکہ البتہ گزر گئی سے

کرتے ہیں بھلائی سے پہلے ان سے عبرت کی سزائیں

قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ

پہلے ان کے ہمت عذاب اور بیشک رب تیرا کا بڑا مالک ہے بخشش کا

ہو چکیں اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے

لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ

لیے زیادتی کے باوجود ظلم ان کے اور بیشک رب تیرا البتہ سخت ہے

ظلم پر کسی نہیں ایک طرح کی سزا دیا ہے۔ اور بیشک تمہارے رب کا عذاب

الْعِقَابِ ۝

سزا دینے والا

سخت ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہیں۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں علم وعلماء شانِ الوہیت میں غور وفکر کی دعوت دی جا رہی تھی جس سے یک عقل سلیم تو حیرانی اور تعجب کے وادیٔ حیرت میں یقیناً گم ہو جاتی ہے اور صناع کائنات کی صنعتِ کثیرہ میں جتنا غور زیادہ کیا جائے عقل انسانی حیرت کی تنہا تاریکیوں میں اتنی ہی زیادہ گرتی چلی جاتی ہے۔ مگر خالق کائنات ان آیات پاک میں ان تمام حیرانیوں سے زیادہ تعجب تک یہ عقیدہ بیان فرما رہا ہے جہاں عقل وفکر سے دور لوگوں نے بنایا کہ ہم دوبارہ کس طرح نہیں گے حالانکہ دوبارہ بنانا آسان ہوتا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے پہلی ان نعمتوں کا ذکر کیا جو ظاہری دنیا میں ہر انسان کو عطا ہو رہی ہے۔ ان آیات میں ان اخروی معاملات کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جو مومن وکافر کو تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ دی جائے گی کہ کفار کو جہنم کا عذاب اور مومنوں کو جنت کا انعام۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان مہربانیوں کا ذکر فرمایا جن سے کافروں نے دھوکہ کھا کر اور زیادہ کفر سرکشی اور تکبر کیا اب ان آیات میں ان کی سزاؤں عذابوں اور سخت پکڑ کا ذکر ہے تاکہ ہوش والے صحیح ہدایت پا جائیں۔

شانِ نزول جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو دنیوی عقاب و اُخروی عذاب سے ڈرایا اور اسلام کی دعوت دی اور رحمت و بخشش کی بشارت دی تو سرداران مکہ نے ازراہ مذاق اور طعن جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ ہم کو رحمت و بخشش کی ضرورت نہیں ہاں البتہ جس عقاب کا ذکر کرتے ہو وہ لے آؤ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کی بے وقوفی و نخوت کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وسر ہذا ان حرف شرط حروف مجازات میں سے ہے تُعْجَبْ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر فاعل انت ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ خطاب عام مسلمان ہے بحالت جزم ہے ان شرطیہ کی وجہ سے عَجَبٌ سے مشتق ہے باب سمع سے ہے ایک قول میں باب فتح ہے تعجب قلبی حیرانی کی ایک کیفیت ہے۔ فَ جزائیہ اگلا جملہ جزا ہے عَجَبٌ مصدر ہے مبتدا کے لیے یعنی بڑا عجب تو یہ بھی تعظیم کی ہے مبتدا ہے نکرہ ہے اس کی خبر قَوْلُهُمْ مرکب اضافی معرفہ ہے مگر یہ نحوی قانون ہے کہ مبتدا و خبر ایک دوسرے کے ہوں یعنی دونوں معرفہ یا دونوں نکرہ مگر یہاں تعظیم کی صفت لے نکرہ کو مبتدا بنانے میں جواز پیدا کر دیا۔ ءَاِذَا ہمزہ سوالیہ (استفہام) اِذَا ظرفیہ شرطیہ یہاں بمعنی ظرف فارغیت ہے شرط نہیں۔ كُنَّا فعل ماضی صیغہ جمع متکلم كَانَ ناقصہ ہے بمعنی صَارَ اس کا اسم ضمیر جمع متکلم اس کی خبر تُرٰبًا منصوب ہے تُرْبٌ معنی زمین ہموار مادہ ہے اور اسم جامد بھی تُرُوْبٌ بروزن فُعُوْلٌ اور کتاب مصدر ثلاثی ہے بمعنی مٹی ہونا خاک ہونا۔ یہاں اسم جامد ہے یعنی مٹی۔ یہ جملہ معترضہ ناقصہ شرط ہے۔ وَ ہمزہ سوالیہ اِنَّا۔ دراصل تھا اِنَّ نَا۔ اِنَّ حرف تحقیق و تشبیہ۔ تشبیہ خود اپنے لیے کہ فعل سے مشابہ ہے عمل میں اور تحقیق اپنے اسم و خبر کے لیے کہ ان سے شک دور کرتا ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم اس کا اسم ہے اس لیے منصوب ہے۔ لَفِيْ ہوا اصل ہے لَمُبْعَثُوْنَ فِيْ۔ لام کا۔ فِيْ حرف جر اپنی اگلی عبارت مجرور سے مل کر متعلق ہوگا فعل یا مشتق بَعْثٌ کا کلمہ موصوف ہم جملہ ہے یعنی پیدائش۔ جمع دوسرا قول ہے کہ یہ مصدر ہے بمعنی پیدا ہونا جدید بروزن ضریب بمعنی مضروب جُدُّ مضاعف ثلاثی جَدَدٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے جدا کرنا۔ دادا کو جد اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے نسل جدا ہوتی ہے۔ نئی چیز کو بھی جدید اسی لیے کہتے ہیں کہ اپنے کارخانے یا مرکز سے ابھی جدا ہوئی ہے۔ جدید صفت ہے خلق کی اس طرح کی آیتیں سات قرآن مجید میں گیارہ جگہ ہیں نو سورتوں میں۔

ف۱ یہی سورت رعد آیت ۵ ف۲ سورت بنی اسرائیل دو جگہ آیت ۴۹، ۹۸ ف۳ سورت مومنون آیت ۸۲ ف۴ سورت نمل آیت ۶۷ ف۵ عنکبوت آیت ۵ ف۶ سجدہ آیت ۱۰ ف۷ صافات میں دو جگہ آیت ۱۶ اور

[illegible] آیت ۵ سورہ واقعہ آیت ۷۴ نمبر ۱ سورت نمبر ۱ آیات آیت نمبر ۱ ۔ ان سب جگہ قاریوں کے چار اختلاف
[illegible] پہلا اول تا ۔ دونوں جگہ مروی ہے ۔ ۲ اور آنا میں دوسرا قول پہلے جبر دوسری جگہ الف بیسرا قول ہے لہا
[illegible] یہاں میں الف بھی چوتھا قول دونوں الف نہیں ہے ۔ ہماری قرأت مشہور پہلا قول ہے یہاں
[illegible] ہی پانچ اختلاف ہیں پہلا مسلک سرا ۔ جر دونوں ستفہام کسائی کوی، دوسرا مسلک دونوں جگہ
[illegible] ن کثیہ کوی، تیسرا مسلک پہلا ستفہام دوسری خبر ، ام ، نافع ، چوتھا مسلک پہلا خبر دوسرا سوال
[illegible] دونوں جگہ وصل ہے ، ان کا عاصم کی ہے ۔ تیسوں قسمے سب طیبہ طیبہ ہیں ۔
[illegible] یہ ۔ شاہد وا اصل تھا وہ آیا یہ جملہ مستانفہ حال میں جمع مذکر کے لیے ہوتا ہے جب کیلا ہو تو قریبی جمع
[illegible] یہ ہے ہی ۔ سب جب اس سے پہلے صرف تنبیہ ہو گا ۔ جائے یعنی ہوں آ تو قریب والیہ الثالث
[illegible] یہاں مشغول ہوگا جہاں کسی کو ہوں ۔ مقصود ہو اس کے ذریعہ حاضر غائب مشار الیہ مشار لہ سب
[illegible] ی جا سکتی ہے ۔ اگر مشار لہ جس کے لیے کسی وصف اشارہ کیا جا رہا ہو) واحد حاضر ہو تو اولاء کے بعد کاف ضمیر
[illegible] حاضر ہ کہتے ہیں ۔ یعنی اولئک جیسے یہاں اور اشارہ جمع مذکر مشار الیہ کی طرف ہوتا ہے ۔ یعنی ہو سب
[illegible] ہاں جمع حاضر ہو تو اس کے بعد ضمیر جمع حاضر کی لگا دیتے ہیں جیسے آ نتم کم یعنی وہ سب اشارہ بعید کے لیے ہے
[illegible] ہ سے اشارہ کیا جائے مشار الیہ جس کی طرف اشارہ ہو ۔ مشار لہ جس لیے اشارہ ہو یعنی اس کو دکھانا
[illegible] مقصود ہو ضمیر جو اشارہ کرے ۔ یہاں اولئک سحابات محذوف ہے کیونکہ عدد سے یہ ہمیشہ معنی ہوتا ہے اس
[illegible] ہیں ہو اندیں ، ام موصول جمع مذکر ہے اس کا مشار الیہ سے مطابقت ضروری ہے کیونکہ پورا جملہ خبر ہے اس
[illegible] کی کفروا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب سے خالی ہے ۔ کفر کے معنی انکار کرنا ۔ شرعی معنی توحید باری تعالیٰ اور توحید کو بدنام لانے والے
[illegible] کا کفر کرنا ۔ فاعل ضمیر غائب کا مرجع وہ ہے ۔ ت تاء معنی مفعولیت ہے اسم صفاتی خصوصی ہے باری
[illegible] کا مرجع بھی وہ ہے ۔ سر جملہ اولئک مبتدا سحابات رفع سے ما ظالم ۔ الف لام عہد ذہنی ہے ، ظالم
[illegible] کثرت سے حق کی سمجھی ، نہیں طوق ، پٹہ ، وہ ہے کا ، اس سے پہلے فعل محل ماضی مجہول یا مجہول مضارع
[illegible] مستقبل مجہول پوشیدہ ہے سحابات رفع ہے کیونکہ یہ سب جملہ خبریہ مجہولہ خبر ہے مبتدا کی ظالم اس
[illegible] ل سے ظالم ہے یہاں ہو دیا ہے کسی کا طوق ہے اور کیفیت دیوی مراد ہے جب کہ محل پوشیدہ ہو
[illegible] ہے ، کا تو ق ہو ہے ، اخروی کیفیت کا ذکر ہے تب محل پوشیدہ ہو گا ۔ جائے ظرفیہ مکان کے
[illegible] ہے ، صلہ ظالم ظرف ہے ۔ سیاق مظروف یعنی طوق میں گردن ہوتی ہے لیکن یہاں عکس ہے اطاق جمع
[illegible] ہے ، ن تنوین عوض ، یعنی ہر قسم گردن کو کہتے ہیں ۔ ہم ضمیر کا مرجع اولئک ہے ۔ سر جملہ اولئک مبتدا ضحاب جمع
[illegible] ہے ، ب حرف جر ، ہا ضمیر مالک ۔ ساتھی ۔ جس کے لیے کوئی چیز جانی جائے ۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں اللہ

الف لام عہد خارجی کا بھی ہے کہ مضاف الیہ اصحاب کا یہ مرکب جو ہے مبتدا کی تمام مرفوع متصل ضمیر مذکر غائب کا مرجع تینوں وسیلے ہیں مبتدا سے یا جملہ جو ہے خبر سے لی جارہ عائشہ و عبدوست محمود متصل کا مرجع انار سے جار مجرور متعلق مقدم سے خالدون کا یہ ہم عامل سے صیغہ جمع مذکر اسم فاعل سے ہے اس کا واحد خالد سے خلود سے مشتق ہے بمعنی ہمیشہ رہنا یہ جملہ اسمیہ جو ہے مبتدا کی ینتفعون [illegible] بالنکرہ من الحسنۃ وقد حسن من فنونہ الشنف و ق رتبۃ و مغرب [illegible] من علی ظلمۃ و ان ترکت ستیرتہ انعقات [illegible] مرفوعا انہ یستقبلون کل [illegible] مذکر غائب بمعنی مال اس کا مصدر سے مشتق باب استفعال سے ہے عجل بمعنی جلدی کرنا تعجیل بمعنی جلدی کرنا اس کا مادہ سے تاخیر بمعنی دیر کے بعد ہونا۔ تعجیل تاخیر تو قیت کا فرق کسی چیز کو وقت سے پہلے چاہنا تعجیل ہے اور وقت پر چاہنا تاخیر ہے وقت کے بعد چاہنا تاخیر ہے موردوقت مقرر کرنا توقیت لک ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع نبی پاک ہیں مصدر متصل سے مفعول ہونے سے ب جارہ بمعنی من یا غیر معولیت کی مگر الیتہ الف لام عہدی ہے سیئۃ صفت کا صیغہ ہے واحد اصل تھا سیئواۃ بروزن فیعلۃ بمعنی گناہ اور معصیت یہاں واحد بمعنی میں ہے اس کی جمع مؤنث سالم سیئات ہے سیئ اجوف یائی اور مصدر اسم سے مشتق ہے باب سمع سے ہے۔ قبل ظرف ہے مستقبلون کا سمجھا رہے مضاف الیہ مضاف الیہ ہے الف لام عہدی یا لعہدی جنسیۃ اسم جنس لعہد سر جنسیہ چیز کو شامل ہے مولا زوجی بھائی خوبصورتی زاہدوی بھلائی اس کا مثال سیئۃ اسم جنسی ہے حسن سے مشتق ہے یہاں مراد ہیا کاوہ کلام و کلمت جو اللہ کی طرف سے حاصل ہو مثلاً رحمت بخشش برکت سلامتی ایسا کلام یا دماغ کو خوش کرنے والی ہر چیز مثلاً ہوتی ہے و حالیہ قد ملت عمل ماضی قریب صیغہ واحد غائب مؤنث ہی جارہ بیا یہ رائدہ قبل اسم ظرف محور مضاف ہے ہم ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع موجودہ کفار متصل ہے عمل قریب سے لفظ ہے۔ الف لام استغراقی مثلت یا مثلت جمع مؤنث سالم ہے۔ اس کا واحد مثل یا مثلۃ ہے بمعنی ہم مثل، واقعہ یا ہم مثل مطالبہ یا ہم مثل سزا یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں۔ وہ جملہ ان حرف تحقیق رفعت مرکب صفاتی سمجھا رہے نصب ہم ان ہے۔ لام کے ذو ہم مکبرہ ہے ہے سمجھا رہے رفع سے کیونکہ ذوالاں سے مضاف ہے بمعنی والا مغفرت مضاف الیہ ہے اس لیے سمجھا رہے مصدر یعنی ہے بروزن فعلۃ منطرۃ۔ آخر میں ت مصدر کی ہے غفر سے مشتق ہے بمعنی بخشنا متعدی ایک مفعول بھی ہوتا ہے مذو بھی۔ ہر معنی عمل کر سکتا ہے لیے فعل کے مثل مگر فاعل کی حاجت نہیں ہوتی لذ سس لام جارہ بمعنی معولیت تاکل جمع مؤنث سالم ہے اس لیے اس کا واحد کوئی نہیں بمعنی بہت آدمی یعنی لوگ۔ الف لام عہد ذہنی ہے یہ جار مجرور متعلق قبل سے مغفرت کا تھی حرف حرف تحقیق سمجھا رہے مصدر انطاق سے بروزن فعل بمعنی کسی چیز کو غلط جگہ رکھنا بے موقع کام کرنا۔ حق کے خلاف

ہونا۔ نقصان کرنا۔ چنانچہ کسی کا یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ وسیر قبلہ الیٰ حرف تحقیق تاکید اس کا اسم۔ لام تاکید یا کے شدید بروزن فیل صفت مشبہ ہے شدۃ سے مشتق ہے بمعنی سخت۔ مضبوط۔ نہ ٹال سکنا۔ طبعی۔ جسمانی اور فعلی ہر قسم کی سختی مضبوطی کے لیے یہ لفظ مستعمل ہے۔ یہاں یا فعلی شدت مراد ہے یا نوعی۔ العقاب بمعنات کسر و کیونکہ یہ مفعول مضاف الیہ ہے شدید کا یہ مصدر نعل ثلاثی مجرد سے بروزن فعال عقب سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے بعد میں ہونا۔ پیچھے ہونا آخری ہونا۔ انجام ہونا۔ یہاں مراد ایسی سزا ہے جس کے بعد ظلم نہ رہے یا ظالم ہلاک ہو جائے یا اتنی سزا آجائے یہ ظلم کے قابل نہ رہے۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنْ نَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور اے پیارے محبوب اگر تم (یا اے مسلمان اگر تو) ان منکرین اور کافروں کی اس بات پر حیران ہوتے ہو کہ یہ کائنات عالم میں کثیر الامثال قدرت کو دیکھتے ہیں مگر خالق عالم کی وحدانیت معبودیت پر نہ آتے اور صحیح طریقے سے ایمان نہیں لاتے یا آپ ان کو اسی طرح اچھے بامدلل اور پیارے طریقے سے سمجھاتے بجھاتے ہوا اور یہ بڑے بڑے چڑھے لکھتے لاجواب ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان نہیں لاتے تو یہ کہ قرآن عظیم جیسی مضبوط بہترین اور قدرت قرین۔ فصیح و بلیغ کتاب جس کے سامنے ان تمام کی فصاحتیں دم توڑ گئیں اس کو سنتے سمجھتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے نہ اس کو خدائی کتاب اللہ کا کلام سمجھتے ہیں آپ ان کی اس بیوقوفی کم عقلی ہٹ دھرمی پر بھی حیران ہو رہے ہو حالانکہ حیرانی والے تو ان نادانوں کی یہ بات ہے کہ کیا ہم جب مٹی ہو جائیں گے مر مرا کر تو پھر ہم نئے سرے سے پیدا ہوں گے۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا ہم آگ میں راکھ قبر میں خاک ہو جاتے ہیں پھر بھلا کیسے خوبصورت انسان بن سکتے ہیں۔ یہ انکار کرنا حماقانہ تعجب ناک ہے مانے مانو اس جہان کی ہر چیز ہر آن بدل رہی ہے آسمان کی کسی رنگوں میں کبھی ہی سورج کبھی کیسا۔ کبھی کیسا موسم کبھی کچھ پھر درختوں کھیتوں کو غور سے دیکھو کہ ایک درخت بڑھتے بڑھتے اونچی چوٹی تک پہنچ گیا پھر مر جھا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فنا ہوا مگر ایک بیج سی درخت کا لیا گیا اس نے زمین میں پہنچ کر اسی درخت کا روپ دھار لیا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کے گلنے سڑنے جلنے کے باوجود اس کے کوئی بیج رہ گئے ہوں اور اسی پر انسانی جدید نشوونما ہو جائے۔ یا کوئی بھی قدرت کی صنعت ہو۔ بہر حال اس کو ناممکن نہیں کہا جا سکتا کہ جس خالق تعالیٰ نے پہلے بنا دیا ہو وہ پھر نہ بنا سکے۔ بہر کیف یہ زندگی دوبارہ اسی جسم شکل و صورت سے دوبارہ پیدا کرنا کوئی ناممکن امر نہیں اور یہ ضرور ہونا ہے اس لیے کہ یہاں اس دنیا میں ظالم بھی ہیں مظلوم بھی بدھی ہیں نیک بھی۔ اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے والے بھی ہیں دینے والے بھی مگر یہاں کسی کو کسی عمل کا سزا جزا سے بدلہ نہیں۔ حالانکہ بدلہ ضرور ملنا چاہیئے تو اس کے لیے دوسری زندگی ہے۔ مگر حق لوگ

جو ایمان نہیں لاتے وہ در اصل اپنے رب کے ہی کافر ہیں کیونکہ صفت، قوت، قدرت، طاقت، تصرف کا انکار کرنا ذات ہی کا انکار ہے۔ اسی دنیا میں یہ آیت کا انکار کرنے والے کفر کو بڑھاتے ہیں، مرنے کے بعد جس عذاب کے یہ آیت سزا کی جائے گی یہ اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا رہے ہیں یہ لوگ اس دنیا کی آنکھیں اس دنیا میں فراموش کر دیں گے بلکہ سب بینا ہوں گی۔ اپنی ظلموں کی سزا یہ ملے گی کہ ان ہی آنکھوں کی گرداوں میں عذاب کے طوق ہوں گے اور فقط یہی قیامت تک کے منکر گستاخ کافر آگ والے ہیں اس لیے اس آگ میں ہمیشہ ہی رہیں گے۔ روایت میں ہے کہ تمام کافروں کے گلے میں عذاب و تکلیف کا طوق ہوگا جس سے اُن کے گھوڑوں کو گھوڑا دیا گیا۔ بعض نے فرمایا کہ طوق سے مراد دنیا میں گمراہی کا طوق ہے جس سے وہ نکل نہیں سکتے۔ واللہ اعلم ایک تنبیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اے نبی آپ کو ان کی اس بات پر تعجب ہے کہ یہ رب تعالیٰ کی پہلی مخلوقات پیدا کرنے کو تو مانتے ہیں مگر دوسری صفت کو مانے سے منکر ہیں واقعی آپ کا تعجب حق ہے۔ لیکن منکر غیر مقلد قدرت بداہوی نجاوی اس کی تصویریوں عرض کرتا ہے کہ دیا بھر کے مقلدو۔ دانشورو۔ دیکھو۔ سیاسیو۔ سامدانو تم نے کائنات عالم میں اتنی بڑی آیات دیکھیں ہزاروں حیران کن چیزیں تمہاری نگاہوں سے گذریں اور تم تعجب میں محو ڈوب گئے ہماری ذات اور صفت خالقیت کو ماننے پر مجبور ہو گئے۔ تم نے آسمانوں زمینوں میں بیشمار تعجب انگیز نشانیاں دیکھیں۔ اور متعجب ہوئے مگر سب سے زیادہ تعجب والی چیز تو یہ ہے کہ کافر ہماری دوبارہ مخلوقات اور صفت کے منکر ہیں حالانکہ پہلی بار بنانا مشکل ہوتا ہے۔ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اے حبیب کریم ان کفار کی مزید نادانی یہ ہے کہ آپ کے سمجھانے عذاب سے ڈرانے کا الٹا اثر لے رہے ہیں اور بجائے رحمت مغفرت اور عافیت چاہنے کے عذاب میں جلدی کر رہے ہیں۔ اور کہنے کے خلاف پکڑ پکڑ کر عملی مذاق کرتے ہوئے اور اسلام قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہوئے یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ اے کہنے والے رب اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا۔ طوفان و آندھیاں اور عذاب لا۔ حالانکہ اگر یہ دعا مانگتے تو کیا ہی بھلا ہوتا کہ اگر سچا ہے تو ہم کو بھی اس کی توفیق ہدایت عطا فرما۔ عذاب کی دعا مانگنا تو سراسر حماقت اور نقصان ہے اس لیے کہ اگر تمہاری دعاؤں اور بچوں کی طرح ضد کرنے سے عذاب آگیا اور تم نے اس سے بچنے کی کوشش کر لیا کہ واقعی اسلام سچا ہے تو تم کو کیا فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ اور اس لیے کہ اسلام کی حمایت کے لیے عذاب کو دلیل نہ بناؤ اور بھی تو ہزاروں دلائل ہیں ان میں غور کر کے دیکھ لو۔ نیز خود دعوت اور تبلیغ جائے یہ نبی محمد مصطفیٰ فرما رہے ہیں وہی تبلیغ پچھلے انبیاء کرام سے فرمائی ان کی امتوں نے یہی حرکتیں کرتے ہوئے عذاب مانگا تو ان پر عذاب آگیا اور برباد و تباہ ہو گئے ایسی بہت مثالیں پہلے گزر گئیں ہیں۔ تو ان تاریخی واقعات کو ہی دلیل بنا لو اور سمجھ لو کہ یہی۔ قرآن اور اسلام سچا حق ہے پچھلوں سے عبرت پکڑ ان کی

دنیا پر مست ہو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ماں ہیں اور بیشک آپ کا رب لوگوں کے ظلموں سے درگزر کرنے والا ہے۔ مہلت ڈھیل۔ اور فکر سوچ بچار کرنے کا وقت دے کر موت کے آخری سانس تک بھی توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ لیکن اگر یہ حسات دنیا کی مہلت والا وقت ختم ہو گیا تو بیشک وہ آپ کا رب بڑا سخت بھی اپنی سخت دینے والا ہے کوئی چھڑا نہ سکے۔ اس آیت میں فرمایا کہ گناہ کبیرہ والوں کو ان کے ظلم کے باوجود توبہ کے مرنے کے ماہ و تعاصت کے ذریعے یا تھوڑی سزا دے کر بخشنے والا ہے۔ اور کفر پر مرنے والوں اور کفر پر مرنے والوں کے لیے شدید العقاب ہے یک تفسیر یہ ہے کہ گناہ صغیرہ والوں کے لیے ذو مغفرت ہے اور گناہ کبیرہ والوں کے لیے شدید العقاب ہے۔ دوسری تفسیر پہلے والی سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کا مداوا قیامت میں بخشش دے گا اگرچہ کبیرہ ہوں یا حقوق العباد ہوں تاہم والے کو کوئی بدلہ دے کر یا شفاعت اور معافی کے ذریعے۔ یہ فائدہ ذُوْ مَغْفِرَةٍ سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ ہر بندے کو مغفرت رب کا خوف بھی چاہیئے اور امید بھی۔ یہ دونوں کا نام ہی ایمان کامل ہے۔ امیری میں خوف فقیری میں امید، صحت میں خوف اور بیماری میں امید، عزت ملنے پر رب کا خوف غالب ہو اور ذلت آجائے تو اس کی بارگاہ سے امیدیں لگا دو۔ یہ فائدہ ذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ دنیوی اسبابوں میں تین شرح ہو تو فی ہے ان سے مسلمانوں کو بچنا شدید ضروری ہے۔

۱۔ کم عقل انسان نیکی کو نیکی میں۔ سچائی کو سچائی میں تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ سچائی کو برائی میں اور برائی کو معصیت میں تلاش کرتے ہیں۔

۲۔ دنیوی انسان اپنی ساخت کو ہی اہمیت دیتا ہے خواہ چھوٹی ہو۔ رب تعالیٰ کی تیار کو خاطر میں نہیں لاتا۔ دیکھو دے بڑے پہاڑ رب کے بنائے ہوئے ہیں ان کو یہ کافر نہیں پوجتے انہی پہاڑوں میں سے ایک چھوٹا سا پتھر لے کر خود ساختہ گھڑ کر پوجنے لگتے ہیں۔ نیز زندہ انسان اور حاضر کو نہیں پوجتے انسانی بت کو پوجتے ہیں۔

۳۔ دنیا دنیا میں تو بہت ہوشیار رہتے ہیں ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہیں سوچتے سمجھتے ہیں مگر دین کے معاملے میں ذرا غور و فکر نہیں کرتے یہی حال مسلمانوں کا ہوتا جا رہا ہے۔ جو چاہے ان کو ہنکا کر لے جائے۔ جس کو چاہیں چندہ دیدیں۔

چوتھا فائدہ۔ اللہ کی صفات کا انکار کرنا اور اس کے بندوں کی شان میں کی ان باں کا انکار کرنا اللہ کی ذات کا ہی انکار کرنا ہے یہ فائدہ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ فرمانے کے بعد كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ ان تعجب میں کفار کے قول نبوت اور بشری کریم کی طاقت قوت عطا معجزات کا انکار ہے۔ تعجب میں صفات بشریہ کا ذکر ہے۔ اور کفروا میں ذات الٰہیہ کا ذکر ہوا۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوئے۔

پہلا مسئلہ۔ شرک ہمیشہ ہمیشہ صرف کافروں کے لیے۔ اہلسنت والجماعت کا مذہب اور مسلک درست ہے یہ مسئلہ اولاً کے حصری لفظ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ معتزلہ کا قول باطل ہے کہ گناہ کبیرہ والے بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ آج کل کے معتزلہ یعنی وہابی دیوبندی بھی یہی یہودی عقیدہ رکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ بے نمازی کافر ہے یہ وہابیوں کی جہالت ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ حقوق العباد بہت اہم چیز ہیں ان کا حساب بندہ کو دنیا میں ہی چکا دینا چاہیئے۔ یہ بغیر معاوضہ معاف نہیں ہوں گے۔ مسئلہ رَدُّ مَغْفُوْرٍ کی ایک تقریر سے مستنبط ہوا۔ حمام ساعت کی قبولیت و ترقی کا دارومدار حقوق بندگان کی ادائیگی پر ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی دوست کی دکان سے بغیر اجازت کوئی معمولی چیز بھی اٹھا کر کھالی تو وہ حقوق العباد میں شامل ہوگی۔ اس لیے یہ بھی ناجائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَدُوْ مَغْفِرَةٍ عَلٰی ظُلْمِهِمْ۔ یعنی ظالموں کے ظلم کے باوجود مغفرت فرما دے گا۔ اگر مغفرت سے مراد بخشش ہے اور توبہ کے بغیر بخشش ہے تو نصاریٰ اور ظلم کی جو سزا قرآن سے اور اگر مغفرت سے مراد ڈھیل ہے تو سارے کافر مغفور ہو گئے حالانکہ دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کفر کی کبھی مغفرت نہ فرمائے گا۔ پس مطابقت کیسے ہے۔

جواب۔ مغفرت کے بھی بہت معنی ہیں اور ظلم کے بھی۔ ان کے جواب بہت طرح دیے گئے ہیں بعض نے کہا ظلم سے مراد کفر و مغفرت سے مراد ترک عذاب یعنی شفاعت سے یا معافی دلا کر یا معاوضہ دلا کر یا تھوڑی سزا دے کر۔ بعض نے کہا ظلم سے مراد کفر ہے۔ اور مغفرت سے مراد ڈھیل و توبہ کی مہلت۔ اور دوسری آیتوں میں مغفرت سے مراد بالکل بخشش ہے۔ یہ دوسرا جواب زیادہ درست ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار تمہارے پہلے سیئہ کی جلدی کرتے ہیں۔ گویا کہ جلدی کرنا انہیں سے صرف قبل اور پہلے ہونا برا اور ناجائز ہے۔ بعد میں بدلہ کا مطالبہ جائز اور درست ہے۔

جواب یہ اعتراض اس بنا پر کیا گیا ہے کہ معترض کو سیئہ اور سنہ کا معنی اور فضیلت کا مفہوم نہیں آیا۔ معترض کے خیال میں حسنہ سے مراد مغفرت یا جنت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ سیئہ سے مراد دنیوی عذاب و رنج و ہلاکت سے دنیوی عذاب مراد ہیں۔ اسی طرح حسنہ سے مراد اس عافیت اور اللہ کی رحمت یا ایمان یا مراد ہے۔ اور حسنت کا معنی ہے ایمان یا اس عافیت کی دعا میں مانگنا۔ کیونکہ کفار اللہ تعالیٰ کو تو جانب خالق مالک ملجا و ماویٰ میں۔ صرف سی کریم کو نہیں مانتے تھے اور ان کی مالی مصیبتوں کو غلط سمجھتے تھے اعتبار نہ کرتے تھے اس کے حق آیت

ہیں فرمایا گیا کہ چاہیے یہ تھا کہ پہلے ہی سے یہ من کی مرادیں مانگتے اور حد میں مذہب کے وفیے کی دعائیں مانگتے اس لیے کہ کوئی آسی نقل رکھے وہ ابھی کم از کم مصیبت کی دعا نہیں مانگتا۔

تفسیر صوفیانہ وَمِنْ عَجَبٍ يَعْجَبُ نَوْفُهُمْ اَوْ كُلَّمَا تَرَاءَا لَهُمْ يَفِيْ حَبِيْبِهِمْ وَيَشْتَدُّ اَنْ يَنْصُرُوْا مِنْ نَصْرِهِمْ وَيَشْتَدُّ اِعْلَالُ فِيْ عَذَابِهِمْ وَيَشْتَدُّ نَصْبُ اَنْ يَنْصُرُوْا عَنْهُمْ مَذْهَبَ حَدِيْثٍ اسے میرے نبی اور اے صحابہ اور اے قیامت تک کے امت مصطفیٰ کے ماہین زاہدین عارفین عاشقین تم ان شریعت کے منکرین عاقلین کی باتیں سن کر ان کی عقول پر افسوس کا تعجب کرتے ہو۔ مگر یہ وہ حیاتی کہ تعجب باطنی اندھوں کی باتوں پر ہے کہ اسے راہ طریقت کا روکنے والا اور معرفت عشق کی طرف طلب والا جب ہم تلقی عشق کے سامنہ جاں ہو کر انکسار کی مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہم ہلاکت جسم کے بعد روح کی نئی باطنی زندگی پائیں گے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نفس امارہ کی موت سے قلب کی حیات نو ہو اور جسم کی نسبتہ حالی کے بعد روح کو نئی زندگی مل جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ظاہری خلقت انسانی کے بعد باطنی خلقت نورانی ہو جاتے ہیں وہ عاشقین باطنی کو روگ میں جو اپنے رب تعالیٰ کے منکر ہو گئے کہ اس کی قدرت صانعی پر غور و فکر نہیں کرتے۔ اور رب تعالیٰ فراق کی موت کے بعد وصل کی دوبارہ زندگی دے سکتا ہے اسی دنیا کے مدبر ہ لحظ عرضیات بھی نئے پیدا ہو رہے ہیں اور ہر صبح بھی دو گناہوں سے بگڑے کو نیکیوں کے راہ میں لاتا ہے چوروں کو قطب بنا دیتا ہے اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے شریعت کی ظاہری اور پہلی پیدائش دے سکتا ہے والا طریقت و معرفت کی دوسری باطنی خلقت بھی اسے سکتا ہے مگر اہل دنیا کے گلوں میں نفس امارہ کے طوق پڑے ہیں اس موت و حیات اور فنا و بقا کی حالت تو سب پر ہی طاری ہوتی ہے مگر کسی کو نور کی زندگی کسی کو نار کی۔ اور یہی مگر سر اور حکمت ہے کافر محرومی کی آگ میں ہمیشہ ہی جلنے والے ہیں۔ وَنَسْتَغْفِرُ لِمَنْ تَشَاءُ لَهُ حَسَنَةً وَلَا حَدِيْثَ مِنْ فَضْلِهِ نَسْتَتِرُ وَنَتَّقِيْ رَبَّنَا رَبُّ وَعَفْوٍ يَا سَتَّارُ عَلَى الْمُذْنِبِيْنَ نَتَّقِيْ لَهُ لَفْظٌ اور یہ ہی رلی حق۔ اپنی استعداد ظاہری اور شر باطنی کی وجہ سے آپ سے دعائے مغفرت نہ کرنے سے دین کی بجائے دنیا طلبی میں جدی کرتے ہیں۔ اپنی عبادت کو بھی حصول دنیا کا ذریعہ بنا لیا بری عورتیں بھی اس لیے، نیاز کی کھیتے، قلفوں اور تعویذوں عملیات سے دوست بڑھے تجارت چمکے اس سے فرض نہیں کہ مرشد رب تک اور ادارہ مصطفیٰ تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔ حالانکہ دنیا کی بے ثباتی۔ درجاوہ عزت کی برائی اور دولت دنیا کی فنا کی کتنی ہی مثالیں گزر چکیں ہیں جن سے یہ غافل لوگ بے خبر ہیں اور نہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مشکل آپ کا رب ان حجاب میں پڑے ہوئے جھوٹے بھٹکے لوگوں کے لیے ان کے نادانی کے عملوں کے ادھورے ان کی کوتاہیوں کو درگزر فرمانے والا ہے اور بیشک آپ کا رب اس کمزور مضبوط اڑے ہوئے لوگوں

اور مائل پر اتنے ہو جانے والوں اور سہولت سے ناجائز فائدہ حاصل والوں گناہوں بے دلوں۔ منکروں کو شدت کی مار۔ اور سر طرح کی محرومی کا عذاب دینے والا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں عاجز کی کوتاہیاں قابل معافی ہیں۔ لیکن مغرور کی عبادت بھی قبول نہیں۔ اہل دنیا دو قسم کے ہیں مضرور اور مغرور۔ مضرور کو مغفرت کا بلاوا ہے لیکن مغرور کے لیے عذاب شدید کا پیغام۔ دنیا پرستی کا پہلا نقصان مغرور ہونا ہے اور سب سے نقصان مضرور ہونا ہے۔ پہلا درجہ فرار پھر غرور۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے کیوں نہیں اتاری گئی پر ان

اور کافر کہتے ہیں ان پر ان کی طرف سے کوئی

آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ

کوئی نشانی طرف سے رب ان کے۔ فقط تم ڈرانے والے ہو اور لیے ہر

نشانی کیوں نہیں تری تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر

قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ ع ۷

قوم کے ایک ہادی ہوا۔ اللہ جانتا ہے جو حمل ٹھہراتی ہے ہر

قوم کے ہادی۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ

أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ

مؤنث اور جو گھٹتے ہیں رحم اور جو بڑھتے ہیں

میں سے اور پیٹ جو کو گھٹتے اور بڑھتے ہیں

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ

اور ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے۔ جاننے والا ہے

اور ہر چیز اس کے پاس مقدار سے ہے پرکھنے اور کھلے کا جاننے

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹

غیب کو اور حاضر کو بہت بڑائی اور بلندی والا

والا سب سے بڑا بلندی والا

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پہلی آیات میں عذاب اور سختی سزا کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ عذاب سزا اور سختی اس لیے ہے کہ ان کفار کو اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہ لا بلکہ ان کے مطالبے ہی بڑھتے جاتے ہیں وہی چیز باعث عذاب و سزا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پہلی آیات میں نبی کریم اور قرآن کریم کی حقانیت کی تبلیغ دوسرے طریقوں سے کفار کو سمجھانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں نبی کریم کو سمجھایا جا رہا ہے کہ آپ صرف ڈر سنانے والے ہیں ان کے ایمان لانے کی ذمے داری آپ پر نہیں۔ آپ تمام قوموں کو صرف راستے کی ہدایت دینے والے ہیں **تیسرا تعلق** ۔ پہلی آیات میں زمین کی پیداوار اور نفع بخش نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان آیات میں انسان و حیوانات کی پیداوار کا ذکر ہے۔ جو زمین کی پیداوار سے بڑی نعمت ہے۔ وہ بھی نشانات قدرت الٰہیہ تھے اور یہ بھی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے۔

تفسیر نحوی وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ اصل ابتدائیہ سر جملہ یقول۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب معنی حال اس کا فاعل اسم ظاہر الذین مفعول پورا جملہ موصولہ ہے اس لیے یہ فعل واحد ہے باب نصر قول سے ماخوذ ہے معنی کہتا ہے الذین اسم موصول جمع مذکر ہے بمعنی جماعت۔ صیغہ ہے کفروا فعل ماضی مطلق معروف جمع غائب باب نصر سے ہے کفر سے مشتق ہے بمعنی انکار کرنا شرعی معنی اللہ کی ذات یا صفات کا منکر ہونا اس کا فاعل ہم ضمیر کا مرجع وہی ہے۔ ان کافروں سے مراد وہی جلدی عذاب مانگنے والے ہیں۔ لولا۔ یہ ساری عبارت من زنا تک مقولہ یقول کا۔ نحویوں کے نزدیک لولا۔ لمن لم کا ہے ۲ شرطیہ ۳ استفہامیہ محضہ ۴ تحضیضیہ۔

یہاں وہی معنی ہیں ہے حرف تخصیص جب ماضی معروف یا مجہول سے پہلے آئے تو تخصیص بھی مطلقے کے ساتھ
ملامت اور مذاق بھی شامل ہوتا ہے۔ حاشیہ شاہ جی یہاں یہی ہے۔ اصل عمل ماضی مجہول۔ عدد کرنا
کا مائب فاعل کلمۃ واحدۃ مؤنث ہے اس لیے کہ یہاں تاء ہے نہیں بلکہ جس آیت مراد سے تھا نے
فرمایا یہاں تک وحدت کی ہے اور اس کا لحوق بھی ہے یک جماعت یک گروہ کچھ محمد اللہ کو آیت ہی
میں کہا جاتا ہے اصطلاحی معنی میں نہیں۔ ملامت عرفی کے لوگوں کو بات کرنے یا کسی کی حقایت کا بتانے
وہی یہاں مراد ہے۔ علیہ۔ علی حرف جر اپنے اصل معنی فوقیت میں ہے۔ ضمیر واحد غائب مجرور متصل کا مرجع ہی پر
صلی اللہ علیہ وسلم میں من جانب اللہ ابتدائیہ رب اسم صفاتی سے اللہ تعالیٰ کا ضمیر کا مرجع ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
متابہ بھی محلہ ہے ف حرف تحقیق ما کافہ اس لیے ان کا عمل ختم کر دیا اور حصر کا معنی پیدا کر دیا۔ انت ضمیر واحد مذکر
حاضر مرفوع منفصل کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ترکیب نحوی میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ انت مبتدا منذر
اس کی خبر۔ اور کل جملہ علیحدہ محلہ ہے۔ دوسرا یہ کہ یہاں کان اللہ یا مشبہ اور یہ مبتدا جز مل کر جملہ اسمیہ ہو کر
وہ الحال ہو واؤ حالیہ اور کل قوم عطف جملہ اسمیہ ہو کر اس کا حال لہذا محل حال مقولہ ہوا قال اللہ کا۔ دونوں صحیح ہیں
مگر حضرت نے ترجیح پہلی ترکیب کو دی اور وہی عام فائدے سے ہے اور یہاں زیادہ مناسب ہے اسی لیے ہم نے
بھی اسی اختیار کی منذر باب فعال کا اسم فاعل واحد مذکر منذ سے ماضی سمعی ثلاثی مجرد اور منذ میں یک قول
یہ ہے کہ عطا بدیر صورت وقت کا مطلب ہے اور منذر صورت فعلی کا مطلب۔ واؤ ابتدائیہ کل نام جملہ کل اسم مبتدا
معنوی محور مضاف قوم مضاف واقع مضاف الیہ ہو کر جملہ فعلیہ۔ ھاد۔ ھادیان۔ ہدایت۔ امت یہاں کون سی
مراد ہیں ممکن ہے مضاف محذوف ہو یعنی اہل ہر قوم ھاد اسم فاعل واحد مذکر باب ضرب سے ہے ھدیٰ سے مشتق ہے متعدی
ہوتا ہے معنی دکھانا۔ بتانا۔ یہاں تک یہی اور اصل تھا ھادی لیکن یہاں فوقیت میں

ھاد ھادی کو حرف معنوی کیا اور اس کی جگہ بطور نائب کر دیا کہ ی۔ یہی مشہور قرأت ہے ھاد ھادیٰ اسی
صورت پر۔ ھاد ھادی کو حذف معنیاً کر دیا یعنی، کل تم اور مع باب ظاہری دیا۔ اس پورے جملہ کی
ترکیب تین طرح ہے۔

ھاد یہ علیحدہ جملہ ہے اور سکل جار و مجرور صفت مل کر متعلق سے ثابت یا مبتدا پوشیدہ خبر مقدم کی صاد جملہ
اسمیہ ہو کر مبتدا مؤخر۔ اس ترکیب میں حاد سے مراد ہر نبی ہوگا معنی ہادی کھا۔ ھاد یہ یا جملہ ہے ھو مبتدا پوشیدہ
ہے لکل مرکب اضافی متعلق مقدم سے حاد کا دو جملہ اسمیہ ہو کر ہوئے ھو ضمیر مبتدا پوشیدہ کی اس ترکیب میں حاد
سے مراد اللہ تعالیٰ ہو ہدایت معنی منزل تک پہنچانا۔ ھاد یہ تیسری ممکن ترکیب۔ یعنی یہ جملہ میں ملکہ حال ہے
ت منذر کا۔ تب حاد سے مراد نبی کریم علیہ السلام ہوں ہدایت سے مراد قرب الٰہی۔ اللہ یعلم ما تحمل

کُلُّ شَیْءٍ وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اللہ اسم اعلم عام ذات جل مجدہ کا نام ہے کائنات کا سہارا عاشقوں کی بہار یہی نام ہے۔ یہاں سے نئی عبارت شروع ہو رہی ہے حفظہ اللہ تعالیٰ۔ یَعْلَمُ فعل مضارع واحد مذکر غائب علم سے مشتق ہے اگرچہ اکثر متعدی مدّ مفعول ہوتا ہے مگر یہاں یک مفعول ہے کیونکہ یہاں نسبۃ علم کے لیے نہیں بلکہ علم کا تعلق افراد سے ہے گویا علم بمعنی موصوف ہے اس کا فاعل ہ ضمیر ھُوَ مستتر ہے۔ مَا میں تین قول ہیں ۱۔ یہ عام موصول ہے اور اس کی ضمیر تحمل کے بعد تحمل محذوف ہو گئی و حمل تھا مَا تَحْمِلُہٗ۔ ۲۔ مَا مصدریہ ہے اور کچھ محذوف نہیں۔ ۳۔ مَا استفہامیہ ہے۔ پہلے قول پر بحالت نصب ہے مفعول بہ یَعْلَمُ کا دوسرے قول پر مَا حالت رفع مبتدا تحمل کا تحمل خبر ہے اور پوری عبارت مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا تیسرے قول پر بحالت نصب در مفعول بہ مقدم ہے تحمل کا۔ تحمل فعل مضارع واحد مؤنث غائب حمل سے باب ضرب سے بوجھ اٹھانا حاصل ہونا کُلُّ تاکید معنوی کا اسم ہے مگر یہاں موجہ کلیہ ہے تاکید نہیں بحالت رفع ہے فاعل ہے تحمل کا مضاف ہے اس کا ضمیر الہ ہے اُنْثٰی یہ دَمٌ سے بدل یا اُنْثٰی سے مشتق ہے بمعنی مادہ، ترجمہ اُنْثٰی کو ہے بروزن فُعْلٰی۔ اُنْثٰی مؤنث تفصیلی ہے مگر ہر مادہ حیوان انسان کے لیے مستعمل ہے عورت ہو یا مادہ اسی سے ہے مؤنث باب تفعیل کا اسم مفعول۔ اُنْثٰی باب ضرب کا مشتق ہے ان کا تثنیہ اُنْثَیَیْنِ ہے۔ جمع اُنَاثٌ یا اُنْثٰی۔ وَمَا عطف ہے مَا تحمل پر۔ مَا موصولہ بحالت نصب تابع محلی ہے مَا تحمل منصوب پر عطف ہوں ہے تَغِیْضُ فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب باب ضرب سے یا نصر غَیْضٌ یا غِیْضٌ سے مشتق ہے بمعنی کم ہونا۔ سکڑنا۔ چھوٹا ہونا۔ جلدی ہونا۔ کچا حمل گرنا۔ یہاں آخری اٹھ معنی مراد ہیں۔ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی کسی کا حمل جلدی پیدا ہونے سے کوئی حمل کچا گر جاتا ہے۔ اَلْاَرْحَامُ جمع مکسر ہے رحم کی وہ مادہ مؤنث کی پیٹ میں بچہ دانی ہوتی ہے۔ الف لام استغراقی ہے۔ وَاحِدَہٗ کا ضمیر ہٗ جو عائد ہے کُلُّ کا مضاف الیہ ہو کر صلہ سے موصول کا۔ تَزْدَادُ فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب زِیَادَۃٌ سے مشتق ہے بمعنی زیادہ ہونا۔ دیر سے ہونا۔ باب افتعال سے ہے۔ اصل تھا تزتید۔ ت کو دال بنایا ہم مخرج ہونے کی بنا پر ی کو الف بنایا ماقبل مفتوح ہونے کی بنا پر۔ تزداد ہو گیا۔ اس کا فاعل ھُوَ یا حَمْلٌ ضمیر ہے پوشیدہ اس کا مرجع اَلْاَرْحَامُ ہے جو عائد محذوف ہے مؤنث۔ جملہ فعلیہ مؤنث۔ تغیض حمل و ما تزداد اس لیے کہ حمل ظاہر تھا یہ واضح ہے کہ تابع عطف بالحرف ہے تغیض کا۔ وَاحِدَہٗ کُلُّ عند علیحدہ علیحدہ نیا جملہ ہے مضاف سے اس لیے تنوین نہیں آسکتی۔ شَیْءٍ مجرور مضاف الیہ اسم جامد بمعنی مشیت یعنی موجود یا قابل وجود چیز۔ عِنْدَ اسم ظرف مکانی ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور مضاف الیہ کا ہمیشہ موجود ہونا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مضاف الیہ ہے۔ یہ ظرف ہے معلوم یا معلومٌ اسم مفعول پوشیدہ کا۔ جر کی صورت صفت ہے شَیْءٍ کی۔ رفع کی صورت میں صفت سے کُلُّ کی۔ بِمِقْدَارٍ جار و مجرور متعلق ہے موجودٌ اسم مفعول پوشیدہ کا پھر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے کُلُّ مبتدا کی۔ مِقْدَارٍ۔ ق میں دو قول ہیں۔ ۱۔ یہ مصدر میمی

ہے بروزنِ سمار (کھیڑا) یعنی اندازہ لگانا لیکن یہاں یعنی اسم مفعول مقدور ہے یعنی اندازہ لگایا ہوا معین کیا ہوا اسی سے ہے تقدیر کرنا۔ مقدر یہ اسم آلہ تیسرے وزن کا صیغہ بروزن مضروب تب یہ اسم جامد قدر کے معنی میں ہو گا اور اس کی جمع مقادیر یعنی مقدار ہو گی۔ واللہ علم بالمطلوب عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال عالم اسم فاعل ہے علم سے مشتق ہے باب سمع سے ہے یعنی معرفت پہچان۔ متعدی یک مفعول سے بحالت رفع ہے جملہ پوستیدہ وہو خبر یہ مرفوع متصل کی مضاف سے غیب بروزن بیع مصدر ہے اجوف یائی کا باب ضرب میں استعمال ہوتا ہے یعنی مخلوق سے پوشیدہ ہو جو اس کے بس سے باہر ہے۔ عالم جانے کے خواہ اسرار سے ہو یا معدوم للذا یہ مصدر غیب یعنی غائب بھی ہو سکتا ہے اور یعنی مغیب علی عالم الشہادۃ الف لام دونوں میں استغراقی ہے۔ بعض نے کہا نفی۔ شہادت مصدر ہے آخر میں تاء مصدریہ ہے۔ یاء سمع سے ہے شہود سے مشتق ہے قوی ترجمہ ہے بصیرت و بصارت سے دیکھ جی حاضر و ناظر ہونا۔ اسی سے ہے شہود یعنی صرف حاضر ہونا قریب ہونا گویا شہادت عام ہے اور بسیط ہے شہود خاص ہے اور مرکب۔ اصطلاحی ترجمہ ظہور دیے حجاب سے آثار) یہی معنی یہاں ہیں بحالت کسرہ تابع عطف بالحرف ہے الغیب کا۔ الکبیر الف لام اسی یعنی الذی کبیر بروزن فعیل صفت مشبہ ہے یعنی ہمیشہ سے ہمیشہ تک سر تاپا میں بڑا۔ بحالت رفع ہے دوسری خبر ہے ھو مبتدا کی۔ کبر سے مشتق ہے یائی سے ہے مگر جو ہجر کبیر جل مجدہ کے کسی کو لائق نہیں۔ المتعال۔ الف لام اسی یعنی الذی اسم فاعل ہے باب تفاعل کا علو سے مشتق ہے یعنی بلندی والا ہر ایک بلندی کی طرف اپنا یا بلندی کی طرف آنا۔ پہلے دو معنی میں اللہ کی صفت ہے تیسرے معنی میں ہندے عوس کی صفت ہے۔ متعال در اصل تھا متعالو واؤ طرف میں بعد کسرہ لازمی کے ی سے بدلا گیا متعالی ہو گیا۔ آیت کا آخری حرف بعد وقف ہوا قوی گر گئی لام پر کسرہ باقی رہا علامت ی کے لیے۔ سحالت رفع ہے تیسری خبر ہے ھو مبتدا پوشیدہ کی۔ یہاں باب تفاعل مبالغے کے لیے ہے یعنی بہت بلندیوں والا۔ جب برائے تکلف ہو تو معنی ہوتا ہے تابلد ہونا۔

تفسیر عالمانہ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اور یہی کافر جو ابھی عذاب مانگ رہے تھے اب کہتے ہیں کہ پہلی امتوں کی طرح ان ہی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی معجزہ ظاہر کیوں نہیں اترتا۔ جیسے کہ پہلے موسیٰ کے لیے پتھر سے نکالی۔ عصا کھایا یدبیضا وغیرہ ان لوگوں کو کوئی خوبی پیدا کرنا چاہیے۔ اے بی یہ کافر اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ زیادہ صورتی معجزہ نہیں زیادہ ضروری اور شدید اہم تو رب تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے ڈرانا ہے ان کافروں کو سابقہ معجزے تو یاد ہیں مگر نبی ہی نبیا کے معجزے دیکھ کر پھر نافرمانی کے عذاب یاد نہیں۔ معجزے دکھانے سے زیادہ اہم کام ڈرانا ہے۔ اور آپ فقط وہی کام ڈرانے کا کر رہے ہیں۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہم بھی صرف ظالموں کو ڈرانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ مکہ سے کفار کا مقصد یہی تھا۔ لہٰذا پہلے یہاں ماحول سے تو کروڑوں اس حملے کی تمام تیاریاں ہیں جیتے پھرتے نظر آتے رہیں گے مگر جیسے کریم کی ہر ادا ہی معجزہ ہے۔ خود قرآن کریم۔ نمازیں دو ہیں۔ حج۔ روزہ۔ ادھی باقی رہنے والے معجزات ہیں۔ مطالبہ مت کرو نبی پاک کی ڈیوٹی تمہارے یہ مطالبے پورے کرنا نہیں وہ تو فقط ڈرانے والے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تو ابراہیم کریم کے آنے کا انتظار ہوتا تھا مگر اب تو ساری کائنات کی ہر قوم کے لیے عرش و فرش کے لیے ایک ہی ہادی ہے۔ اب تو ان کی ہی ذات سے ان کی ہی شریعت سے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ہر قوم کے لیے پہلے زمانوں میں علیحدہ ایک ہادی تشریف لایا۔ بعض اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو فقط مدیر ہیں ہر قوم کا ہادی اللہ ہے۔ تیسرے لوگ اس طرح اپنی من مانی کرتے ہیں کہ نبی کریم نذیر ہیں اور علی ہادی ہیں اور دلیل لیتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی پاک نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر تیرے ذریعے اللہ کسی ایک کو ہدایت دیدے تو تیرے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔ (رفع البیان) ثابت ہوا کہ علی ہادی ہیں۔ میں کہتا ہوں اس طرح دلیل بنانا ایسا کہنا کمزور قول ہے۔ اس حدیث میں بھی ہدایت کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ علی شیر خدا کو ذریعہ قرار دیا گیا اور وہ ان سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک ہر مسلمان کا حکم اور توجہ کی یہی طرف دی گئی ہے۔ اور یہ فرمان عام مثل ہے ہم کو حضرت علی کے ہادی ہونے پر اعتراض نہیں ہم کو اس دلیل پر اعتراض ہے جو اس سے علماء نے نکالی ہے۔ یاد رہے کہ کفار مکہ نے نبی پاک کی نبوت پر تین طرح سے انکار کیا پہلے حشر و نشر کا انکار کر کے پھر عذاب کا انکار کر کے پھر معجزے کا انکار کر کے اس آیت میں ان تینوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰۤى اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰى وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۔ اے نبی تم کہہ دو کہ میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور ہر ایک کو اللہ ہی کی طرف سے ڈرانے والا ہوں جو تم ان بیل بوٹوں والے بتوں کی حقیقت سمجھ لو اور بالفرض اسلام کو اس طرح نہ مانو تو تم اپنی سابقہ حالت اور اپنی عورتوں کے رحم میں پڑے بچوں کو نہیں جان سکتے۔ ہاں وہ جان سکتے ہیں مگر یہ کہتے کہ ہم سائنسی ایسی کریں کہ ہم خود دیکھ لیں۔ علیہ تمام یہ ہیں اس بات کو معلوم نہیں کر سکتیں کہ عورت کا حمل کیسے ہے ساری سائنسی ترقی حمل کی حفاظت کے اندھا دھند کے لیے ہے اس لیے ہے تاکہ آئندہ کے حالات جان سکتے ہیں کہ یہ حمل پیدا ہو کر کس شان کی زندگی والا ہے اگرچہ کتنے ہی اشتہار لگ جائیں۔ بس فقط اللہ ہی جانتا ہے کہ حمل کو جو اٹھائے پھر رہی ہے نطفہ الحمل یا حمل کے حالت رحم میں کیا ہے مذکر ہے یا مؤنث مکمل ہے یا ناقص۔ سلامت ہے یا ٹھگنا۔ خوبصورت ہے یا بدصورت کالا ہے یا گورا۔ کس کا نطفہ ہے اپنے باپ کا یا غیر کا۔ وہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس حمل کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی یہاں رہے گا گھر یا باہر اعمال کیسے ہوں گے وطن کہاں رہے گا کیسی قسمت ہوں۔ عاقبت کیسی ہوگی۔

ملک یا مَدَ۔ سید ہوگا یا شقی۔ عالم ہوگا یا جاہل۔ ولی اللہ ہوگا یا عدو اللہ۔ شیطانی یا ایمانی۔ کافر یا مومن، میرا مرید یا بیماری میں رہے گا یا تندرستی میں سخی یا کنجوس عقل والا یا بیوقوف۔ خوش خلق یا بد خلق۔ موٹا یا اُتلے گا یا پتلا یا۔ ہاں رب کے بتانے سکھانے پڑھانے سے اس کے خاص بندے بھی جان لیتے ہیں ملکہ حمل سے پہلے کی بھی خبریں دیتے ہیں یہ خاص بندوں کا شناسا ای رب کے علم کی دلیل ہے۔ اور وہ رب تعالیٰ ہی مؤنث رحموں کو خالی کرکے پھولا کرتا ہے اور رحم میں نطفہ پال کر بڑھا دیتا ہے۔ ہاں وہی اللہ جانتا ہے اُس کو جس سے رحم سکڑ کر ملکے اور چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ یا اس طرح کہ نطفہ ٹھیرتا ہی نہیں یا اس طرح کہ کچا بچہ ہی گر جاتا ہے۔ یا اس طرح کہ رحم ہی خشک ہو جاتا ہے یا رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کو بھی جانتا ہے جو رحم کو بڑھاتا ہے۔ تمام رحم بچے ہوئے پانی یا بڑھے ہوئے پانی ہوں یا جھولی اُس کی ساخت بھی قدرت کا عجیب نمونہ صناعی ہے۔ یہ رگوں پٹھوں اور جھلی کے مجموع کا ایک تھیلا ہے۔ جو داغ کی ہڈیوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور اُس کا نیچا حصہ مؤنث کی فرج کے ایک سوراخ کے قریب ریڑھ کی ہڈی سے جڑا ہوا ہے۔ اُس کے دو سینگ ہیں ایک سینگ سے مرد کا نطفہ جڑ جاتا ہے وہاں پرورش پاتا ہے دوسرے سے عورت کا نطفہ ڈسے کی شکل میں منعقد ہوتا ہے رحم کے ایک حصہ میں پانی رہتا ہے اور ایک حصے میں خون۔ اور کھلے حصہ میں نطفے کے جراثیم پرورش پاتے ہیں یہ سینگ جو جھلی کے پروں کی شکل در جھلی کی طرح نرم ہوتے ہیں رحم کی طاقت دو ہوں گے نطفہ اتنا ہی محنت مند پیدا ہوگا۔ یہی سینگ نطفہ کو رحم میں روکے رکھتے ہیں ان میں جذب کا مادہ ہے۔ جو نطفہ بھی چلک در رحم کا پانی بھی چکھا پھسل کر باہر گر جاتے جب مرد صحبت کرتا ہے تو رحم کا منہ کھل جاتا ہے۔ اور صرف نطفہ ہی رحم میں جاتا ہے یا نطفہ منی باہر گر جاتی ہے۔ اس نطفہ کے تین حصہ ہوتے ہیں جو تو مہ۔ ۲ جو تو مے کی خوراک ۴۰ روز تو نطفہ کو محفوظ رکھنے والا مادہ ۲ تمام چیزیں نطفہ مادہ۔ صحت کا نطفہ اور اس کی خوراک کے خلیے۔ پھر یہ کا رحم میں بنانا اور بڑھنا پھولنا بڑا ہونا۔ اور رحم والدہ میں ٹھیرنا سب کی سب اُس اللہ خالق مالک کے برابک بہترین شاہد ربالکل نپی تلی مقدار سے ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نطفہ رحم میں صرف دو سال تک ٹھیر سکتا ہے زیادہ سے زیادہ۔ امام شافعی کے نزدیک زیادہ کی مقدار چار سال ہے امام مالک کے نزدیک آخری مدت پانچ سال تک ہے یہ اُن کے اپنے مشاہدات کا فیصلہ ہے کوئی قرآن و حدیث کا فرمودہ نہیں ہاں یہ مشاہدہ بھی شاذ ہے۔ عام مدت حمل نو ماہ ہے۔ اور کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ امام اعظم نے دیکھا کہ ایک عورت سات ماہ میں بچہ جنتی ہے اس سے زیادہ کا مشاہدہ یا خبر ان کو نہ ملی تو ان کا آخری فیصلہ یہ ہوگیا امام شافعی نے سنا کہ امام مالک کی اپنی والدہ تین سال بعد ہوئی تو انہوں نے چار سال کا فیصلہ کر دیا امام مالک کی ایک نواسی نے چار سال سے اوپر حمل رکھنے کے بعد جنم دیا تو انہوں نے پانچویں سال کا فیصلہ دے دیا۔ عمر بن عبدالعزیز بھی امام شافعی کے زمانے میں پیدا ہوئے ان کا حمل چار سال تک ٹھیرا ان کو عمر بھی بڑھا بچوں نے نام رکھ گیا۔ بہر حال اللہ ہی عالم الغ

حاضر۔ معدوم و موجود یوستہ شنیدہ اور غائب کو ہر وقت ہر کیفیت اور ہر طرح جاننے والا ہے۔ کہ کون بچہ کب اور کس حالت میں پیدا ہوگا عالم ارواح کے غائبوں کو اور عالم دنیا کے حاضروں کو جانتا ہے یہ رحم کے غائبوں کو اور ولادت کے حاضروں کو یا نطفوں کے غائب کو اور بطنِ مادر میں اگر حاضر ہوسکے والوں کو یا مرے ہوئے لوگ کے حاضروں کو مٹی بن کر ذرّے اڑ جانے کے بعد غائبوں کو جانتا ہے کہ کونسا جسم ذرّے بن کر کہاں کہاں پڑے ہے اس کے لیے ان ذرّوں کو جمع کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ل دنیا کے تو فقط اندازے اور تخمینے ہی ہیں یہ غلط بھی ہو سکتے ہیں دنیا کے حکیم ڈاکٹر اور طبیب کہتے ہیں کہ اگر آٹھویں مہینہ بچہ پیدا ہو تو زندہ نہیں بچتا حالانکہ حضرت عیسیٰ کی ولادت دم حضرت کے آٹھ ماہ بعد ہوئی تھی۔ (روح البیان) اور کارہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک میں بھی مورخین کا اختلاف ہے۔ ایک قول نو ماہ اور یہی درست ہے۔ دوسرا چھ ماہ۔ تیسرا قول سات ماہ چوتھا قول آٹھ ماہ پانچواں قول دس ماہ کا ہے۔ (تفسیر روح البیان) خلاصہ یہ کہ مدت حمل مشاہدات کی روشنی میں نو طرح کی ہے۔

۱ چھ ماہ۔ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ کم از کم ہے اس سے کم میں انسانی بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ ۲ سات ماہ۔ ۳ آٹھ ماہ۔ ۴ نو ماہ۔ ۵ دس ماہ۔ ۶ دو سال۔ ۷ تین سال۔ ۸ چار سال ۹ پانچ سال۔ اس سے زائد نہیں۔ یہ مدتیں صرف انسانی حمل کی ہیں حیوانات کی مدتیں علیحدہ ہیں۔ یہ سب میرے رب کی صنعتیں ہیں۔ کبیر ایسا ہے کہ کوئی شی کائنات و حرکت اُس کے علم سے باہر نہیں اور متعال ایسا ہے کہ کوئی چیز اُس کی قدرت سے جدا نہیں۔ کما فرماتے کہ ہر جاندار میں ولادت سے کچھ مدت پہلے جان پڑ جاتی ہے۔ مثلاً چھ ماہا حمل میں تین ماہ بعد جان پڑے گی اور نو ماہا میں چار ماہ پندرہ دن میں جان پڑے گی جان اس وقت پڑتی ہے جب اعضا مکمل ہو جاتے ہیں خواہ ناقص بچہ ہو یا کامل کمزور یا صحت مند جان پڑتے ہی بچہ پیٹ میں اچھلنے حرکت کرنے لگتا ہے۔

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے **پہلا فائدہ**۔ اللہ رسول سے کسی اپنی منشا کا مطالبہ کرنا اس لیے ہے کہ ہم تب مانیں گے جب دیکھ لیں گے ہم تب عمل کریں گے جب اس عمل کا یہ فائدہ ہوگا یہ صحت گاہ اور طریقہ کفار ہے۔ اسی طرح علماء کرام یا صوفیا عظام سے علماء کی تکمیلیں معلوم کرتے رہنا کہ جنب و ضو کا کیا فائدہ پیر ہونے کی کیا وجہ یہ سب بیہودہ سوالات ہیں۔ مسلمان کا کام فقط عمل کرنا ہے۔ یہ فائدہ لَوْلَا اُنْزِلَ (الخ) کی آیت سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ ہر پچھلے تمام انبیاء کرام خاص قوم کے لیے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام قیامت تک ہر قوم کے لیے نبی ہیں اسی طرح آپ کے معجزات بھی تا قیامت باقی ہیں۔ یہ حدیث و قرآن علما صوفیا۔ و کرامات اولیا یہ سب آثار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔

تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہر مؤنث کے حمل کی موجودہ اور آئندہ کیفیات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے اور اولیاء اللہ کی نظر لوح محفوظ پر ہوتی ہے۔ اور پھر لوح محفوظ پر لکھت

بندوں کو دکھانے بڑھانے کے لیے ہی ہے یہ فائدہ اللہ یعلم (ہم) کی یک قسمیہ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جب تک کسی عبادت کسی عمل کے فائدے، حکمتیں قرآن حدیث سے ثابت نہ ہوں کسی بھی عالم کو اپنے پاس سے بتا کر اسلامی اعمال کی حکمتیں بتانا جائز نہیں۔ سب سے بڑی حکمت اور قابلِ عمل ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اللہ رسول نے فرمایا۔ یہ مسئلہ یَقُوْلُ تَعْبُدُوْنَ کے اشارے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اگر کچا پکا گر جائے تب بھی ہوہ اور مطلقہ کی عدت گر جائے گی۔ اور بعد ولادت نفاست کے دن مانے جائیں گے۔ جس سے نمازیں معاف اور روزے قضا ہوں گے۔ یہ مسئلہ وَمَا تَغِيْضُ وَمَا تَزْدَادُ کو ایک درجے میں بیان فرمانے سے مستنبط ہوا۔

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

اعتراضات **پہلا اعتراض**۔ یہاں بتایا گیا کہ کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن جیسے معجزوں کا مطالبہ کیا جو پہلے انبیاء کرام کو ملے تھے مثلاً ناقہ، ثعبانیت اور عصا، موسیٰ وغیرہا۔ حالانکہ انبیاء کرام سے معجزہ کا مطالبہ ہوا انہوں نے تو پورا کر دیا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مطالبہ پورا نہ فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم کے پاس سوائے قرآن مجید کے کوئی معجزہ نہ تھا۔ کافروں نے کوئی معجزہ دیکھا تھا ورنہ وہ یہ مطالبہ نہ کرتے۔ (معتزلی اور نیچری)۔

جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ مطالبہ بصورت اقتراح تھا۔ وہ عالم صلی اللہ کے دیکھنے سے پہلے کا ہے۔ یعنی اسلام کے ابتدائی دور کا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار نے مکہ میں اور مدینہ میں دات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار معجزے دیکھے اور صحابہ نے سات ہزار معجزے دیکھے۔ مثلاً چاند پھٹنا۔ سورج لوٹنا۔ بادل برسنا۔ انگلیوں سے چشمے جاری ہونا۔ کنکریوں کا کلمہ پڑھنا۔ کھجوروں کا غیر معمولی اگ جانا۔ جانوروں کی فریادیں کرنا۔ مگر وہ کہتے تھے کہ وہی معجزہ دکھاؤ جو پہلے انبیاء کرام نے دکھائے تب ایمان لائیں گے یہ تھے یہودہ مطالبے اس لیے یہ پورا نہ کیا گیا دونوں جواب درست ہیں کیونکہ کافروں نے کئی دفعہ کئی طرح کے مطالبے کئے تھے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اللہ یعلم۔ لفظ اللہ کے تقدم سے حصر کا فائدہ ہو اور ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی بھی انسان کو کوئی علم نہ ہو۔ حالانکہ بہت سے ولیاء اللہ کی سوانحات میں لکھا ہے کہ انہوں نے غیبی لفظوں میں کسی بچھڑے کی واپسی ہونے کی پیشگی خوشخبری دی بلکہ بعض ماؤں کے پیٹ میں بچہ کی بتا دیا کہ یہ ولی اللہ ہے۔ ڈکا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی خبر نجومی کاہنوں نے دی تھی۔ تو پھر اس حصر کا کیا معنی؟

جواب۔ اس کا ایک جواب ہم نے تفسیر عالمانہ میں دیدیا ہے کہ حصر کا تعلق اُن کے خاص بندوں کو علم غیب

ل مادہ ہے۔ وہ ملا جواب فرماتے ہیں دیگیکر کوں محمولہ پر سطرانی شہ کی پہنچ سکتی ہے وہاں سے ان کی سمجھ ہوتی ہیں مادہ کو عمدت کے پیٹ میں دیکھ کر۔ ایسا جواب ہے کہ یہاں علم سے علم کا کرہے ہو دنیا کی علمے پر دلالت کرتی سے جس کا علم حقیقی علم ہے مگر اولیاء اللہ کا علم جبھی سے ہے بہرحال لغانی ہوتا ہے اور انبیاء کرام کا علم عطا ہوتا ہے اس لیے حقیقی علم انبیاء کرام کو ہے نہ اولیاء اللہ کو۔ غیر کا ہنوں کا علم چوتھی قسم کا ہے یعنی تخمینی علم۔ جو اندازے سے ہوتا ہے یا قیاس سے کبھی غلط کبھی درست۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم چار قسم کا ہے۔

۱۔ علم حقیقی جیسے بندہ لانے کی تحریر کا علم لکھنے والے کو یہ مثال ہے رب تعالیٰ کے علم کی لائنیہ۔ ۲۔ علم مشاہدہ جیسے خط پڑھنے والے کی معلومات یہ مثال ہے علم انبیاء کی ۳۔ علم خبر جیسے لکھنے کو نقط دیکھنا یہ مثال ہے علم اولیاء اللہ کی۔ ۴۔ علم تخمینی۔ جیسے حالات کو دیکھ کر اندازہ کرنا کہ خط میں عالیہ لکھا ہو۔ عید کے موقعہ پر خطوط اکثر خوشی کے ملتے جاتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد یہ فرق واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جگہ درست ہے اور علم اولیاء انبیاء اپنی جگہ۔

چھبیسواں اعتراض ۔ عالم غیب والشہادہ سے ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی حاضر و غائب کو جانتا ہے تو اہلسنت نبی ولی کو غیب کا علم کیوں مانتے ہیں۔ (وہابی)

جواب یہاں الغیب والشہادہ پر الف لام استغراقی ہے جو کلیت پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن نبی ولی علیہم السلام کا علم غیب در شہادہ جزئی ہے۔ یعنی نہیں نبی غیب کے منکر تو ہیں مگر شہادہ کے منکر تو کوئی نہیں حالانکہ آپ کے اس **اعتراض** سے دونوں کا انکار لازم آتا ہے۔

تنبیہ **سیر صوفیانہ** جسم انسانی میں نفس امارہ وہ کافر سرکش ہے جو دن رات ظاہر و باطن میں ہزارہا آفت قلعت کا مشاہدہ کرتا ہے مگر بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہے۔ صرف بھکانے گمراہی پر چلانے کے لیے ہی ہدایت کا مطالبہ کرتا ہے۔ قلب و ضمیر کا کام صرف سمجھانا ڈرانا ہے۔ اے بندہ نفس امارہ کی ہمیشہ ہی سمت مخالفت کر اس طرح وہ ہر اچھائی کا الٹا مطلب نکالتا ہے تم کو بھی اس کے ہر مطالبے کے خلاف قدم اٹھانا چاہیئے کیونکہ ہر ظلم کا ہادی شیطان ہے اس کی توفیق کے طلب گار ہو۔ نفس و شیطان کی مخالفت میں رب تعالیٰ کا قرب ہے یہ ہے جیب کریم تم نے ہی اقوام عالم کو اس خبیثہ پر مشتمل نفس امارہ جیسے ازلی دشمن سے ڈرایا سمجھایا۔ اور تم ہی ہر قوم کو مذہب خاص کا پیغام و عمل کی ہدایت دینے والے ہو۔ یہ میدان معرفت سے دور رہنے والی مونث قوم عقل و زد سے خالی ہوؤں کے ظلموں میں جو سرکشیاں بدتمیزیاں ٹھہرائے ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور اس جرم کے اور چڑھاؤ باطنی تدبیروں سے چھپی ہو مکاریوں کو بھی وہ رب تعالیٰ بھی طرح جانتا ہے۔ اور جو ذلت آمیز پوشیدگیوں کو ان سے بھلائی سے ان کا ظاہر کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔ ہر نیکی اچھی۔ بھلائی۔ برائی۔ شقاوت۔ سعادت۔ ترقی

سَرّ، ظلم، الف، ذیل اور کپڑا، معانی اور عرب کی اس جبار و قہار کے پاس ایک مقدار علمی و مکانی ہے۔ ایک ذرہ ایک لمحہ اس سے کوئی نہیں مٹ سکتا وہ اللہ جل جلالہ بارِ ظلمت کے خانوں کو اور اور بدی کے ظاہروں کو جاننے والا ہے دنیا کی حرص و ہوس میں پھنسنے والوں کو بھی جانتا ہے۔ اور دل کے اور میں روشن چراغوں کو بھی۔ بدبختی کی خاک نشینوں کو بھی جانتے والا ہے اور جمال یار کے شیدائیوں کو۔ وہ لفظ قہر کا کبیر ہے اور محنت و رنج کا متعال ہے دشمنوں کے لیے کبیر ہے دوستوں کے لیے متعال ہے۔ قانون میں کبیر ہے اور مثال قدرت میں متعال ہے۔ وہ اللہ کبیر یعنی سب سے ہمیشہ سے ہمیشہ تک بڑا ہے اور متعال یعنی ہر چیز ہر زمانہ سے ہر طاقت ہر قوت پر غالب ہے۔ واللہ اعلم باللہ تعالیٰ و اہلہ۔

سَوَآءٌ مِّنكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ

برابر ہیں میں سے تم جو چپکے سے کہے بات اور جو چیخے

برابر ہیں جو تم میں بات آہستہ کہے اور جو آواز

بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ

بات میں اور جو چھپنے والا ہے میں رات اور ظاہر نکلنے والا ہے

سے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے

بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

میں دن روشن۔ اسے سامان کے ہیں فرشتے سے سامنے اس کے

آدمی کے لیے رات والے فرشتے ہیں اس کے آگے

وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

اور سے پیچھے اس کے حفاظت کرتے ہیں وہ فرشتے اس کی سے حکم اللہ کے

اور پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا

بیشک اللہ نہیں تبدیلی فرماتا اس نعمت کو جو پاس ہے کسی قوم کے یہاں تک کہ تبدیل کریں اس حالت کو

بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی

مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا

جو اُن کی ذاتوں کی ہے اور جب ارادہ کرے اللہ کسی قوم سے کسی بُرائی کا

حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے

فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ

تو نہیں ہے کوئی پھیر دینے والا اس کو اور نہیں اُن کا اس کے مقابل کسی

تو وہ پھر نہیں سکتی اور اُس کے سوا اُن کا کوئی

وَّالٍ ۝١١ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ

کام بنانے والا وہی وہ ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈر اور

حمایتی نہیں وہی ہے تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر کو اور

طَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝١٢

امید کے لیے اور پیدا کرتا ہے بھاری بادل۔

اُمید کو اور بھاری بدلیاں اٹھاتا ہے۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ حاضر غائب کو یکساں جانتا ہے۔ لہٰذا ان آیات میں فرمایا گیا کہ بارگاہ صمدیت میں دور سے مدد لینے والا اور آہستہ بولنے والا اسی طرح راتوں کو چھپنے والا اور دن کو

سر عام پھرنے والا سب برابر ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اب یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی ہر چیز کو جانتے ہیں اور وہ بھی بندوں کے حالات ظاہری و باطنی سے خبردار ہیں تیسرا تعلق۔ پہلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا جہنم کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو شخص وعظ و نصیحت سے نہ ڈرے تو دنیوی ظاہری طریقوں سے بھی ڈرایا جاتا ہے۔

تفسیر نوری سواءٌ مِنْكُمْ مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ۔ سواءٌ مصدر ہے بروزن فعال بمعنی مستوٍ (باب استعمال) سوئی لفیف مقرون بھوف واوی، قص یائی سے بنا ہے۔ نحوی ترجمہ سے برابر ہوا۔ برابر کرنا۔ برابر بھی ہوتا ہے متعدی بھی یہاں لازم ہے یعنی برابر ہوا جب سین پر زبر ہوگا تو برابر ہوگا تو تخریج الف ممدودہ ہوگا اور سبی بر بری ہوگا لیکن جب سین پر زیر یا کسرہ ہوگا تو آخر میں الف مقصورہ ہوگا بمعنی علاوہ (استثنائی) یا بمعنی صاف۔ ہموار۔ سواءٌ ممدودہ چار معنی میں ہے۔

۱ برابری۔ ۲ درمیان یا درمیان۔ ۳ پورا یا درست۔ ۴ سیدھا یا کسی اقطار سے یہاں سواءٌ ممدودہ مصدر اسم مستوی کے معنی میں ہے اس لیے من جارہ ضعیفہ اس کے متعلق ہے سواءٌ بحالت رفع ہے خبر مقدم مبتدا کی کم ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع عام مخلوق ہے یا صرف کفار مخاطب ہیں۔ من موصولہ اپنے اجزا سے مل کر مبتدا ہے اَسَرَّ فعل ماضی باب افعال سے ہے سِرٌّ مصاعف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی چھپانا آہستہ بولنا۔ راز بتانا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں۔ اسرار میں اگر متعدی بیک مفعول ہے۔ اَلْقَوْلَ الف لام جنسی قَوْلٌ مصدر مادہ جوف واوی بحالت نصب مفعول بہ ہے سَرَّ کا ذو من مذ عائدہ پہلے من پر عطف ہے مَنْ موصولہ عمر فعل ماضی جَهَرَ سے بنا ہے یعنی جہر کرو لہٰذا باب جارہ ضمیر کا مرجع قول ہے وعائدہ من موصولہ خو ضمیر مرفوع متصل بنا ہے۔ مُسْتَخْفٍ اسم فاعل ہے باب استفعال کا خفی سے بنا بمعنی آہستہ ہونا چھپنا۔ چھپانا اصل تھا مستخفی بوجہ ثقل ی گر گئی رفع کسرے سے بدلی گئی ی کے نشان کے پہلے باللیل جارہ مجرور متعلق ہے مستخفٍ کا اور یہ جملہ اسمیہ خبر ہے مبتدا کی وعائدہ سارب اسم فاعل باب ضرب سے ہے سَرَبٌ سے بنا بمعنی آوارہ گرد۔ بہت چلنے والا۔ گھومنے پھرنے والا۔ یہاں یہ سب معنی درست ہیں اس کی جمع قیاسی سارِبُوْنَ ہے اور جمع مکسر سُرَّب جیسے راکب کی جمع رُکَّب بھی آتی ہے اسی سے ہے سَرَوْب بمعنی ایسے خیالات میں بے سوچے چلتا جانے والا باب جارہ بیانیہ بمعنی فی کلر زیادتی کی طرح باللیل کی ب ہے الف لام دونوں میں جنسی ہے نہار اسم جامد واحد مذکر ہے اس کی جمع مکسر انْهُر و نُهُر ہے نحوی معنی سفیدی مائل رنگ۔ بے حجاب چیز۔ منقول عربی میں صبح سے شام تک دن کا مقابل بحالت جر متعلق ہے سارب کے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ

یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ

لام حرف برفع کا متعلق مقدم ہے۔ ضمیر واحد مذکر کا مرجع سالکہ مَن موصولہ ہے اور اس سے مراد انسان ہے۔ ضمیر سے مراد انسان ہی یا یک قول میں لام ملکیت کا ہونا ضمیر کا مرجع اللہ یعلم میں اللہ ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اللہ کی ملکیت میں فرشتے ہی جو مُعَقِّبٰتٌ میں چار قسمیں ہیں۔ ۱ باب تفعیل کا اسم فاعل صیغہ جمع مؤنث سلسلہ کا واحد مُعَقِّبَۃٌ بروزن مُعَلِّمَۃٌ مشتق ہے عقب سے یعنی بالکل ساتھ ساتھ پیچھے رہنے والا۔ حفاظت کے لیے یا جاسوسی کے لیے یا نگرانی رکھنے کے لیے یا صدقے کے لیے (کرامن کاتبین) یا چوکیداری کے لیے (باری گارد) یہاں یعنی حفاظت و محافظ مراد ہے۔ بعض نے کہا یہ تانیث کا صیغہ مؤنث کے لیے نہیں کیونکہ یہاں ملائکہ مراد ہیں اور فرشتے مؤنث نہیں مگر مذکر معنوی ہیں۔ بلکہ یہ تانیث مبالغے کے لیے ہے۔ بعض نے کہا اس کا فاعل ملائکہ نہیں بلکہ جماعات ہے وہ مؤنث ہے لہذا تانیث اپنے معنی میں ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ آگے یحفظون اس کی تائید کر رہا ہے جو مذکر ہے حالت رفع مبتدا ہے۔ متدا نہیں بلکہ ابتدا کی وجہ سے رفع ہے اور یہ یُحْفَظُوْنَ سے معمول ہے۔ پہلی صورت میں یُحْفَظُوْنَ اس کی خبر ہے۔ ۲ باب افتعال کا اسم فاعل ہے۔ جمع مؤنث دراصل تھا مُعْتَقِبَاتٌ واو تاء میں ادغام کا مذکر یا ماقبل ساکن ہوگیا۔ جس طرح کہ مُعْتَقِدُوْنَ کو مُعَتَّقِدُوْنَ کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے اور قیاس بھی درست نہیں کیونکہ ت کو ق سے نہیں بدلا جاسکتا تبدیلی ہم مخرج حروف یا قریب المخرج سے ہو سکتی ہے جیسے ت دال ز د وغیرہ۔ اس لیے مُعْتَذِرُوْنَ میں تو ادغام جائز ہے یہاں نہیں (صافی)۔ ۳ باب مفاعلۃ کا اسم فاعل مُعَاقِبٌ ہے ۴ یہ جمع مثنیٰ الجموع معاقیب سے معنی اور ترکیب میں کوئی اختلاف نہیں۔ مِنْ جَارَّہ زَائِدَہ ہیں اسم ظرف مکانی مجرور معرب ہے کیونکہ مضاف ہے اسم متمکن ہے یہ بَیْنَ یَبِیْنُ کا مصدر بھی ہوتا ہے معنی ظاہر ہونا۔ لازم ہو کر یا جدا کرنا۔ متعدی ہو کر۔ جب یہ بین ظرف کے بعد جمع مثنیہ ہو تو بین کی تکرار نہیں ہوتی وحدت میں تکرار ہوتی ہے یدیہ۔ مثنیہ ہے یدکا نون یوجہ اضافت گر گئی یَدٰی معنی ترجمہ دو ہاتھوں کے درمیان ہوا ہے سامنے۔ ہاکا مرجع مَن سالکہ و حافظ مَن زندہ خلف اسم ظرف ہے اس کا مصدر بھی آتا ہے ہم وزن خلف سے۔ خَلْفٌ ظرف ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اسم متمکن ہے۔ اسی مصدر سے خَلْفٌ بمعنی صحیح جانشین اولاد اور ناخلف نالائق اولاد۔ اسی سے ہے خلیفہ یعنی غیر موجودگی میں نائب یا غائب نظروں سے پوشیدہ ذات کا ظاہر ظہور نائب۔ اللہ کا خلیفہ ہونے کا یہی معنی ہے اسی سے خلفیہ معنی گاڑی کسی کے پیچھے چلایا۔ ہاکا مرجع بھی مَن ہے خَلْفٌ معنی پیچھے یہ سب جار مجرور عطف معطوف یا متعلق ہیں معقبات کے یا معقبات کی پوشیدہ صفت محیطات اسم فاعل کے یا متعلق مقدم ہے یحفظون کے (صافی)۔ گر نگرانی سے مراد جسم و جان کی نگرانی سے تو دونوں جگہ مَن زندہ ہے اور اگر اعمال کی نگرانی مراد ہے تو دونوں جگہ مَن اشیاء غیر عاقلہ کے لیے ہے اور محفوظ علیہ یعنی جمادات و حشرات یوسیدہ ہے یحفظون فعل

مضارع جمع مذکر غائب کا فاعل ملائکہ ہیں حفظ سے مشتق ہے یعنی حفاظت کرتا ہے۔ متعدی بیک مفعول ہے باب سمع سے ہے۔ ضمیر واحد غائب منصوب متصل کا مرجع من ہے۔ من حارہ یعنی ب جارہ ہے بمعنی حکم یا عادت اللہ۔ نام ہے ذات جل مجدہ کا۔ کائنات جو مضاف الیہ سے متعلق ہے تحفظوں کا۔ ان حرف تحقیق یہ نیا جملہ ہے لفظ اللہ اس کا اسم ہے۔ لا یغیر فعل مضارع منفی معنی حال باب تفعیل سے ہے یعنی تبدیل کرتا متعدی بیک مفعول ہے غیر سے مشتق ہے یعنی بدلنا۔ یہ اسماء ستہ سے بھی ہوتا ہے بمعنی سوا یا اسی سے بنا ہے یعنی تبدیل چاہنا یعنی حیا کرنا۔ حیا ہر اس چیز کو بدلنا چاہتا ہے جو حیا کے خلاف ہو۔ لا یغیر کا فاعل لفظ اللہ کی ضمیر ہے ما موصولہ بحالت نصب مفعول ہے مراد اللہ کی نعمتیں ب جارہ بمعنی علی۔ قوم مجرور متعلق ہے تمامت یا موجود یا وارد پوشیدہ جملہ کا جملہ حرف عطف ہے بمعنی ثم۔ عاطفہ۔ مگر دونوں میں کس طرح فرق ہے

ف ثم میں تراخی۔ مہلت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ عاطفہ میں کم۔ ف ثم میں معطوف اپنے معطوف علیہ کا جز ہونا شرط نہیں یہاں شرط ہے ف ثم میں مہلت تراخی غالبی ہوتی ہے حتیٰ میں ذہنی۔ حتیٰ عاطفہ سر ظاہر لفظ پر آتا ہے خواہ اسم جامد ہو یا مشتق خواہ کوئی محل ہو ہاں جب مضارع پر داخل ہوگا معروف یا مجہول مثبت یا منفی تو اس میں ان ناصبہ پوشیدہ ہوگا جو مضارع کو نصب دے گا۔ حتیٰ جارہ صرف اسم ظاہر پر آتا ہے اور اس کو جر دیتا ہے فعل پر حتیٰ جارہ نہیں آتا ہے۔ ان ضمیر پر دونوں نہیں آتے حتیٰ عاطفہ کے بعد کو ما قبل معطوف علیہ متنوع کا غرب (بڑا، بڑی۔ پیش ہونا سے نیچ جارہ بھی جب تک مالک۔ حتیٰ عاطفہ بھی یہاں تک۔ تاکہ۔ مگر حتیٰ جارہ، انتہاء غایت کے لیے اور غایت مطلبا میں اکثر داخل ہوتی ہے حتیٰ عاطفہ تراخی کے لیے اور بالعکس ما قبل کی جز ہوتا ہے۔ یغیروا فعل مضارع جمع مذکر غائب تغیر سے ہے بمعنی بدلنا متعدی ہے ما موصولہ منصوب معمول بہ ہے یغیروا کا مراد ہے اعمال یا عادت یا عقیدے۔ ب جارہ بمعنی فی ظرفیہ نفس جمع ہے نفس کی اسم جامد ہے بمعنی دل یا ذات ہم ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا مرجع یغیروا کا فاعل اور اس کا مرجع قوم جو مراد بھی جمع ہوتی ہے۔ واو حالیہ یا ظرفیہ شرطیہ مراد فعل ماضی باب افعال سے ہے متعدی بیک سے ہاں کا مصدر ارادۃ۔ ارادہ بمعنی کسی کام کا قلبی فیصلہ کرنا۔ یا ذہنی یا حتمیہ فیصلہ۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں لفظ اللہ اس کا فاعل ہے ب جارہ بمعنی لام جمع قوم مجرور متعلق سے سوء اسم ممکن جامد ہے۔ ہر ناپسند چیز کو سوء کہتے ہیں جو کسی کو غم یا تکلیف میں ڈال دے خواہ دنیوی یا دینی یا اخروی۔ اس کا استعمال پانچ طرح ہوتا ہے بمعنی۔ برائی۔ گناہ۔ معصیت۔ عذاب۔ تکلیف۔ یہاں بھی معصیت ہے یہ سب جملہ شرط ہے ف جزائیہ گی عبارت اس کی جزا ہے لا نافی جس مرد معدوم ہے رد سے بنا ہے بمعنی پھیرنا اسم مفعول ہے یا اسم فاعل رد کے معنی میں ہے یا اپنے ہی معدری معنی میں۔ اسم ہے لا جنسی کا لہ لام جارہ ہ

ضمیر کا مرجع قوم ہے کیونکہ لفظاً واحد ہے جارہ مجرور متعلق ہے ثابتٌ یا مشیدہ کے بعض نے کہا یہ مَرَضٌ کے متعلق ہے تب تا نفی لغو ہوگا۔ دوسرا جملہ ماما فیہ لغو جارہ مجرور متعلق اول سے موجودٌ یا مشیدہ کے بمعنی جارہ یا نیہ دلان کے بہت معنی میں یہاں بمعنی مقابل مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل اس کا مضاف الیہ مرجع ذات باری تعالیٰ من حرف جر زائدہ ہے بطور مالہ اکسرے کا فہم دینا آیا ہے۔ وَالٍ اسم فاعل واحد مذکر باب ضَرَبَ سے ہے وَلْیٌ لفیف مفروق سے مشتق ہے بمعنی مدد کرنا دراصل تھا وَالِیٌ ی پر ضمہ ثقیل لہٰذا ی گر گئی اور ضمہ کی تنوین بطور تنوین جر کسرہ سے بدل گئی وَالٍ ہوا۔ تنوین تنکیری ہے بمعنی کوئی مددگار نے والا۔ بتبدا موخر ہے (تفسیر جمل) اور لَھُمْ اس کی خبر مقدم۔ ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع اللہ تعالیٰ الَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر پورا جملہ صلہ موصول خبر ہے یُرِیْ فعل مضارع حال واحد مذکر غائب فاعل ضمیر ھُوَ کا مرجع الَّذِیْ باب افعال اِرَاءَۃٌ مصدر رَأْیٌ مادہ بمعنی دکھانا۔ مفعولی۔ رُیٌ بمعنی دیکھنا لازم ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع عام انسان ہیں یعنی قوم غائب کی جگہ حاضر لایا گیا مفعول ہوا اَلْبَرْقَ الف لام عہدی بَرْقٌ اسم جامد ہے اس کی جمع بُرُوْقٌ ہے بمعنی تیز روشنی کا چمک۔ یہی بجلی مراد آسمانی بجلی ہے۔ رَ کے زبر سے بَرَقٌ بمعنی آنکھوں کا چندھیانا کسی روشنی سے یہاں بمعنی تعلق نصب ہے مفعول بہ دوم ہے خَوْفًا مصدر ہے بمعنی ڈرنا یعنی گھبرانا باب نزول ہونا۔ خوف کے معنی ہیں ۱ زوال ہونا ۲ لرزنا۔ ۳ گھبرانا۔ ۴ پریشان ہونا۔ ۵ فکر مند ہونا یعنی دوسرے کی خرابی کا ڈر۔ تمام انبیاء کرام اور بعض اولیاء اللہ کو آخری خوف ہو سکتا ہے۔ پہلے معنی میں انبیاء اولیاء تکوینی خوف سے پاک ہیں۔ وَطَمَعًا اسم جامد ہے اس سے مشتق بھی بنتے ہیں محاورہ زیر یہ دونوں خَوْفًا وَطَمَعًا حال ہیں کُمْ ضمیر مفعول بہ کا۔ ایک قول میں یہ دو مفعول لہٰذا ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ پھر ایک فاعل ماننا پڑے گا حالانکہ یہاں علت و معلول کے فاعل جدا ہیں (صاوی) وَ عاطفہ عطف ہے یُرِیْکُمْ پر۔ یُنْشِئُ فعل مضارع باب افعال نَشْءٌ سے بنا ہے بمعنی بڑھانا پیدا کرنا اٹھانا۔ ظاہر کرنا۔ اسی سے نشوونما۔ اور النشاۃ ہے یہاں ہر معنی مناسب ہے متعدی۔ السَّحَابَ الف لام جنسی یہ اسم جنس مراد جمع ہے بمعنی گھرا مذ صیر کر دینے والا مادل خواہ برسنے والا ہو یا نہ ہو۔ بعض نے کہا جمع ہے (مُنْتَھَی الْجُمُوْع) ب مشدد ہے بروزن دَوَابّ۔ اور یہی جمع سُحُبٌ ہے واحد سَحَابَۃٌ ہے اَلسَّحَابُ اسم جنسی واحد۔ جمع۔ مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے۔ سَحْبٌ سے بنا ہے بمعنی کھینچنا یہاں بمعنی مسحوب ہے یعنی ہواؤں کا کھینچا ہوا موصوف ہے مابعد الثقال کا۔ الف لام عہدی ثِقَالٌ جمع ہے اس کا واحد ثَقِیْلٌ ہے یا ثِقْلٌ۔ ثِقْلٌ سے بنا ہے بمعنی بوجھل ہونا۔ مراد سے پانی سے بوجھل صفت ہے۔ دونوں موصوف وصفت ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یُنْشِئُ کا ثِقْلٌ کی جمع الثِّقَال بجمعے سے۔ مگر وہ اور معنی میں ہے۔

تفسیر عالمانہ

سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ وہ اللہ جو عمل میں کم کو جانتا ہے اور تمہارے موجودہ و آئندہ تمام حالات کام کردار سے بخوبی واقف ہے اُس کا علم اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے اُس کے لیے برابر ہے کہ تم میں کوئی بھی کہیں بھی غاروں صحراؤں ۔ دور و نزدیک عرش و فرش بیابانوں جنگلوں میں شور و سکون میں کوئی بہت ہی آہستہ بات کہے یا کوئی زور سے چیخ کر بولے جس بولی لغت زبان میں بھی بولے سب کو جانتا سمجھتا ہے اور اسی طرح جو شخص اندھیری گھٹا ٹوپ رات میں چھپے والا اور چھپ کر کوئی عمل کرنے والا اور ظاہر کھلے بندوں چمکتے دن روشن وقت میں میدان میں نکلنے والا یا کوئی کام ایجاد یا ظہور کرنے والا اُس ذات علیم و خبیر کے لیے برابر ہیں اُس کے لیے کہیں کوئی آڑ نہیں ۔ اُسی کے علم و قدرت ازلی ابدی کی ایک یہ بھی نشانی اور دلیل کافی ہے کہ اُس نے اپنے ہر بندے کے لیے لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ ہی نسان جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عالم ظاہر میں ہزار ہا شاہت قدرت اور آیت قدرت کی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اور وہی انسان جس کے نطفے سے لے کر ولادت تک اور بچپن سے بڑھاپے اور موت تک بیشمار حالات اور تبدیلیاں آتی ہیں اسی انسان کے لیے مومن ہو یا کافر متقی ہو یا فاسق ہر ہر سعد سے فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں اُس کے پیچھے ۔ اُن کی تعداد پانچ یا پانچ ہے (صاوی) یا چار ہے (روح البیان) یا تین ہے (نور العرفان) یا تین سو ساٹھ ہے (روح المعانی) ساٹھ والا قول زیادہ درست ہے کیونکہ حدیث پاک سے یہی تعداد ثابت ہے ۔ سب آسمان سے آتے ہیں کچھ فجر کی نماز کے وقت آتے ہیں کچھ عصر کی نماز کے وقت دونوں جماعتیں فجر و عصر میں جمع ہوتی ہیں پھر پہلی چلی جاتی ہے ۔ ہر شخص کے پاس اُس کی سبھی فجر و عصر کے وقت آتے ہیں موسموں اور ملکوں کے اعتبار سے خواہ گھر میں نماز پڑھے یا مسجد میں رب تعالیٰ نمازیوں کے فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کیسا پایا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم جب بھی گئے اُن کو نماز میں ہی پایا ۔ یہ ملائکہ اُس بندے کی حفاظت کرتے ہیں یا اللہ کے امر یعنی عذاب اور نارضگی سے اس طرح کہ بندے کے لیے استغفار اور بخشش مانگتے رہتے ہیں اور اپنی عبادات کا ثواب بندے کو بخشتے رہتے ہیں بعد موت تا قیامت قبر پر بھی مجاور بن جاتے ہیں ۔ یہ خصوصیت صرف مسلمانوں کی ہے ۔ یا اللہ کے امر ہی سے اس کی اجازت سے انسان کی تمام موذیوں دشمنوں سے حفاظت کرتے ہیں ۔ خیال رہے کہ چیونٹی سے لے کر جنات تک سب انسان کے قوی اور صحت ہلاک کرنے والے دشمن ہیں نسان کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا رب تعالیٰ ہی کا کرم ہے جو اپنے ملائکہ کے ذریعے بندے کی حفاظت فرماتا اور اُس کو بچاتا رہتا ہے مگر ایک

اس کے لیے فرشتے ہٹ جائیں تو ممکنات اسی وقت انسان کو مار ڈالیں فرشتوں کی طاقت کے سامنے سب مخلوق بے بس ہے۔ ایک فرشتہ بھی حفاظت کے لیے کافی ہے یہ کثرت فقط عزت اور بندے کی اشرفیت کی وجہ سے ہے۔ سوائے انبیاء کرام کے باقی سب انسانوں کی حفاظت فرشتے کرتے ہیں۔ انبیاء کرام کی حفاظت رب تعالیٰ خود فرماتا ہے بحر کافر کے سب مخلوق انبیاء کی غلامی کی باندی ہے۔ انبیاء کی قوت ملائکہ سے بھی زیادہ ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ دو فرشتے تو ہر وقت بندے کے ساتھ ہیں ملک کراماً کاتبین پہلا شمال ملک ہے دو بندوں کا محافظ ہے پہلا نیکیاں لکھنے والا سیدھی (دائیں) طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھتا ہے تو ایک دم اس کا لکھ دی جاتی ہے بلکہ ایک نیکی کو تولنے سے بھی پہلے محض ارادے سے ہی لکھ دی جاتی ہے باقی انجام کرنے کے بعد۔ لیکن گناہ ایک کا ایک ہی ارتکاب کرنے کے بھی کافی حد کر شاید توبہ کرے۔ گناہ لکھنے والا فرشتہ بائیں سرداشت ہے تین دفعہ لکھنے کی عادت ہے تب لکھتا ہے۔ اگر اس دوران بندہ توبہ کرے تو پھر نہیں لکھا جاتا۔ باقی حفاظت کے فرشتے صبح شام بدلتے رہتے ہیں۔ یہی معنی ہے معقبات کا۔ یہ نعمیں حفاظتیں سب تعالیٰ کی طرف سے بندے پر عظیم انعام اکرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی نعمت کسی عزت اور کسی شان کو بندے سے چھینتا ہے نہ دلاتا ہے۔ ہاں اگر اوپری بدنصیبی۔ بدعملی۔ ناشکری۔ بیوقوفی سے خود ہی نعمت کی قدر نہ کریں اور قابلیت کھو دیں یا پیدا ہی نہ ہونے دیں۔ خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار ہی نہ لائیں تو نعمتیں نہیں ملتیں یا چھن جاتی ہیں۔ یہ تو انتہائی کرم فضل اور رحم ہے جو ملا معاوضہ ملا استحقاق اس نے اتنے انعامات کے دیا بھلائے میں بالکل معمت میں ورنہ رب جلیل کی شان بے نیازی یہ ہے کہ کسی بدقسمت قوم کی برائی کا ارادہ فرمایا تو پھر کوئی مقابلے پر آکر نہ وہ برائی ٹال سکے نہ اس کے ارادے کو بدلنے کی ہمت پا سکے۔ اور اسی اللہ جبار و قہار کے مقابل کوئی بھی کسی کی مددگاری کا دم نہیں بھر سکتا۔ اس کے حضور سب تھرا رہے ہیں۔ یہ تو اس کے دوستوں کی عزت ہے کہ کڑگڑ کر بہت کچھ منوا لیتے ہیں اور ناکارہ کو بھی مقبول بنا لیتے ہیں هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ [illegible] وہی تمام و قیوم اللہ اس کی سزا بھی ہے اور عطا بھی ایک ہی چیز کو جس کو جس کے لیے چاہے عطا فرما دے جس کے لیے چاہے سزا۔ ادھی بات کو بھی سمجھانے کے لیے وہی دکھاتا ہے اسے غافلو۔ ناشکرو۔ اور منکرو تم کو آسمانی بجلی۔ جو ایک تنکے کی لمبی ہے۔ جب گرتی ہے تو یہ دل کو ہلا دیتی ہے دل کو ہلاک کرتی ہوئی بھرا پر پڑ جاتی ہے لیکن گر نہ پڑے تو کسی نہ کسی سمت دھاڑتی رہ جاتی ہے لیکن وہ پھسلتی نہیں نہ اس سے کوئی چیز بچائی جا سکے۔ اس کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ خود خوف ہی خوف ہے۔ مسافر مقیم گھر والے کھیت والے باغ والے سب کو اس سے ڈر ہے اور جس بادل میں چمکتی ہے گرجتی اور کڑکتی ہے اس کے رہنے سے گرمی دنوں کو ٹھنڈک اور کھیت والوں کو ماحول اچھا

جمل پھول کی لالچ و امید ہے آسانی۔ کلی سے چار نقصان اور چار فائدے ہیں۔
۱ عینائی کا زوال۔ ۲ دماغ پر بُرا اثر ۳ کانوں کی سماعت اور پردوں پر برا اثر۔ ۴ ہلاکت و بربادی۔ بڑی مضبوط دیواروں کو آن واحد میں پھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ فائدے یہ ہیں۔ ۱ زمین کا ریت جنک کرتی ہے ۲ کھیتوں کی بہت بہت بیماریاں اس کی چمک سے ختم ہو جاتی ہیں۔ ۳ انسانی خون صاف ہوتا ہے ۴ ان کو ہتھیاری تعاقب سے زہریلے جانوروں کا زہر ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ کیا عجیب کرم نوازیاں ہیں کہ ذرا سے غور و فکر سے ہر چیز میں ہی کروڑوں نعمتیں ملتی ہیں۔ اور سب السانوں کے لیے ان کی وجہ سے دیگر مخلوق کے لیے اور بادل دنیا کے ہر حصے میں۔ پانی سے بھرے ہوئے ایسے کہ ایک چھوٹے سے بادل کے ٹکڑے میں کئی ٹن پانی موجود۔ بادل کی حقیقت بھی سب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہمارے فلاسفر اور موجودہ سائنسدانوں نے بہت نظریات قائم کئے ہیں مگر کوئی یقینی درست نہیں۔ ایک قول ہے کہ بادل ایک لطیف جسم ہے اس میں پانی آسمان کی طرف سے آتا ہے۔ ایک قول ہے کہ بادل یک دھواں ہے یا بھاپ ہے جو زمین کی طرف سے سورج کی گرمی اور سمندر کے پانی سے بنتا ہے۔ اوپر جا کر ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ علماء محققین کا قول ہے کہ بادل یک علیحدہ مخلوق ہے اس میں پانی قدرت الٰہی کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے **پہلا فائدہ**۔ بادل بھی عجائبات اور آیات الٰہیہ میں سے ہے اس کی حقیقت کو بھی کسی کی عقل نہیں سمجھ سکتی۔ تمام نظریات فیل ہیں اگر یہ زمین کے بخارات اور سورج کی تپش سے ہوتا تو زمین و سورج تو یک ہی ہے پھر بادل کیوں مختلف کبھی تیز کبھی ہلکی کبھی سائول بند کبھی روزانہ۔ کہیں بارہ مہینہ لگاتار کبھی موٹے قطرے کبھی باریک۔ کہیں گرج چمک کہیں خاموشی سے برس جانا پھر یہ گرج کڑک اتنے نرم دل میں کہاں سے آگئی سائنس دال کہتا ہے بادل آپس میں ٹکرتے ہیں تو کڑک چمک پیدا ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ٹکرنے والی چیز ہی کوئی نہیں ٹکرانے سے میں آٹھ ماہ گلاسگو میں رہا بارش تقریباً روزانہ مگر ایک دفعہ بھی گرج چمک نہ ہوئی۔ میں نے کوہ مری کی اونچی چوٹیوں پر سیاہ بادلوں میں گھس کر دیکھا لیکن نہ کپڑے بھیگے تھے۔ وہی بادل کچھ دور جا کر موسلا دھار برس گیا۔ وہ ڈھیر دل پانی کہاں چھپا تھا لس شان قدرت ہی ہے جو عقل انسانی سے ورا ہے۔

دوسرا فائدہ۔ عذاب میں کفر بڑا ہے لیکن نقصان میں گناہ بڑا جرم ہے۔ دیکھو کافر کو سب کی نعمتیں دنیا میں ملتی ہیں۔ مگر فرمایا گیا کہ جب انسان گناہوں وغیرہ سے اپنی عادت و حالت بدل دے تو نعمتیں چھن جاتی ہیں۔

تیسرا فائدہ۔ کافروں کا کوئی والی مددگار نہیں ہے لیکن اللہ کے بندوں کا والی دنیا و آخرت میں ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل فقہ مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ذکر بالجہر کرنا جائز ہے مگر اس بحث سے نہیں کہ ہم رب کو سنا رہے ہیں بلکہ غافلوں اور غافل دل کو جگانے کے لیے یہ مسئلہ سواذکم سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر سنت لازم ہے کہ آتے جاتے ملاقاتیوں کو جمع کے صیغے سے السلام علیکم کہے تاکہ بندے کے ساتھ ساتھ ملائکہ کو بھی سلام ہو جائے۔ واحد کی ضمیر سے السلام علیک کہنا جائز ہے سنت کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ یحفظونہ سے مستنبط ہوا کیونکہ محافظین فرشتے ہر وقت بندوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں یہاں تک کہ سوتے جاگتے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے فرمایا گیا من بین یدیہ و من خلفہ یہاں دونوں جگہ من لائے ہیں لیکن آگے فرمایا گیا من ھو مستخف اور وسارب ۔ یہاں دو دو من کیوں نہیں لایا گیا۔

جواب۔ مفسرین نے اس کے دو جواب فرمائے ہیں ایک یہ کہ سارب کا عطف من پر ہے نہ کہ مستخف پر۔ اس لیے یہاں دوسرے من کی ضرورت ہی نہ تھی۔ دوسرا جواب یہ کہ من اسم موصول تثنیہ کے لیے ہے اور معنی ہے وہ دونوں۔ لہٰذا دوسرے من کی ضرورت نہ تھی۔ فقیر قادر بدایونی اس کی وضاحت کرتے ہوئے تیسرا جواب اس طرح عرض کرتا ہے کہ من، مستخف و من ھو سارب میں تفریق اول تو ہے مگر تفریق وقت نہیں ہے اس لیے چونکہ ایک وقت نہیں ہے اور چونکہ کبھی ایک وقت میں بھی دو شخصوں سے یہ دونوں کام صادر ہو سکتے ہیں اس لیے دو دفعہ من نہ لایا۔ لیکن من مستخف بداہتاً طور پر معلوم ہے اس لیے۔ ایک شخص کا بھی فعل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ من لایا گیا کیونکہ دن رات کا اجتماع محال ہے۔ دوسرا اعتراض۔ رسٹے تو مذکر ہیں ان کے لیے معقبات مؤنث جمع کیوں آیا۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا ہے کہ یہ بے تانیث کی نہیں ہے کہ خود لفظ ملائکہ میں بلکہ یہ تانیث جماعت کی ہے۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ فرشتے مذکر مؤنث حقیقی ہیں نہ مذکر حقیقی بلکہ یہ صرف لغوی مخلوق ہے ہاں لفظاً مذکر بولا۔ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ یحفظونہ اسی طرح سورۃ انفال آیت ۵۳ میں بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شر لوگ اور تغیر حال کا خالق خود بندہ ہے۔ کسی کی بری حالت اللہ کی طرف سے نہیں۔ (معتزلی) نیز ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے اور بند کرتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ہی بندوں سے حال کو بدلنے والا ہے۔

جواب۔ معتزلی نے اس آیت کے عطائی پر مورد میں کا حرف ہی نہ سمجھ کر جواب دے دیا کہ خالق تو اللہ تعالیٰ

گناہ و شر تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر بندے کا کسب اور اپنے کو مدتِ حالت سے بدلائے جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

[illegible] صدیقیت پہل کر لمبایت خاموشی سے ذکر جلی کرے اور طریقہ ذکر خفی اختیار کرتے ہوئے ذکر سری سے اپنے رب تعالیٰ کو یاد کرے اور حیرت عثمانی سے شرم و حجاب کی راہوں کو دیدار فنا سے روشن ہو جائے وہ در حقیقت مراد کل مرتضوی سرل کو جانے کے لیے چلتے دل میں نکل پڑے۔ بارگاہ قدس میں سب برابر ہیں۔ سب کو مسجد یا ہے میں صرف نام اور راستوں طریقوں کا ہی فرق ہے تیسرا تاجر سب کا ایک ہے۔ ہاں امتحان چار منزلوں سے ہو کر جس نے کوئی دنیا مامسوا خدا تک پہنچنے کا نکالا وہ گمراہ ہے بھٹکا ہوا ہے کوئی اس کو بچانے والا نہیں۔ جو ان چار وسیلوں کے ذریعے ہم تک پہنچنے کی راہیں ہموار طے کرے گا ان کے راہیں آگے پیچھے اللہ کے کرم رحم و دستگیری کے حافظ اللہ کے حکم سے ملائکہ سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ قلبی محبت مزاج معرفت اور پر خلوص فیضیت والے طالب صادق کا راستہ نہیں موڑا جاتا۔ اس کی کیفیات طلب میں بدلی جاتی ہیں۔ ہاں جھوٹے دعویدار جب اپنی کسی کمزوری سے خود ہی اپنی حالت ناسوتی میں تغیر تبدل کر لیتے ہیں اور نفس پرستی میں لگ جاتے ہیں تو ان کی ہدایت و نعمت چھین لی جاتی ہے۔ ہاں اگرچہ وہی ہے مگر ماحول بدل جاتا ہے۔ بجائے ہدایت کے خیانت محاقی ہے [illegible] تصوف کی نگاہ میں یہ ہدایت اور معرفت وجود سے اسلوب اپنے عدم کو وجود سے تبدیل کرو وجود عدم میں مشکلات ہی مشکلات ہیں اور جب حق تعالیٰ عدم کو ابدی فنا کے عذاب و برائی میں ڈالنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو ان کی فیصلہ ثانی کو ٹال نہیں سکتا جو قدم حق تعالیٰ کے ہدایت کے راہ سے ہٹ جائے وہ عدم سے وجود میں۔ اور فنا سے بقا میں نہیں آ سکتی۔ اس کی برائی۔ بھلائی سے بدل نہیں سکتی۔ ایسے بدنصیب لوگوں کا دنیا جہاں میں کوئی والی مددگار نہیں۔ اس لیے کہ یہ شقاوت قلبی اور سیرو ہی نفس کی وجہ سے من دون اللہ بن چکے ہیں۔ فقیر سالک مجذوب سمجھ کر مسافر ہے وہ صحرا نور کی روشنی سالک میں نہیں تو گی ملکہ کبھی خوف کبھی ڈر کبھی امید کبھی ڈر ہوگا۔ جہاں تمام مصائب و آلام گرج برس۔ ظلمات اور سے گزرتا چلا جائے گا اس کے لیے محبت ورضا کے پانیوں سے بھرے ہوئے خمیت و طریقت کے بادل چھائیں گے۔ ان سب اکرام و انعام کو وہی حاصل کرے گا جس نے ذکر کی کھیتی در فکر کے چمن لگائے ہوں گے جہاں کی تمام کائنات میں

تغیرات کی کثرت ہے کسی کو رب تعالیٰ خود اپنی مرضی سے تبدیل فرماتا ہے کسی کو انسانی عمل سے انسانی عمل دو قسم کا ہے اچھا اور برا تو رب تعالیٰ کی تبدیلی بھی دو قسم کی ہے۔ اور تبدیلی سے صرف شکل ہی نہیں بدلتی بلکہ جیر ذات کا نام بھی مگر مقام درجہ مرتبہ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ مثلاً ابلیس سے عزازیل نام بدل کر ابلیس ہوا گناہ سے ہاروت و ماروت کا نام ہوا جب کہ پہلا نام مرا اور عزایا تھا۔ عام میں نوح نے حرم کعبہ میں مخالفت کے باوجود بیوی سے وفا کی تو سیاہ رنگ ہو گیا اسی کی اولاد حبشی ہیں۔ بنی اسرائیل نے بچھڑے کا شکار کیا تو بندر بن گئے اور قوم عیسیٰ نے مائدہ کی چوری کھائی تو خنزیر بن گئے۔ آل فراعنہ نے کنعانی کی نوماں کا مال بالغات حل کر رکھا ہیں تبدیل ہو گئے قبیلوں نے حضرت موسیٰ کی مدد مانگی تو مل پتھر بن گیا کھانا پانی خون بن گیا۔ امیہ بن صلت قریش کا بہت بڑا عالم تھا اس نے دعا کی کہ میں آخری نبی بن جاؤں مگر جب نبی کریم مبعوث ہونے تو منکر ہو گیا اس کا سارا علم ختم ہو گیا۔ برصیصا نے ۷۰ سو مثل سال بے ریا عبادت کی لیکن بد مصطلے کا جنس شکار دیکھا تو ظاہری مرتد ہو کر مرا۔ اسی طرح ہم نے آنکھوں دیکھا کہ بہت سے گناخ مرتے ہیں تو شکلیں بدل جاتی ہیں طرح طرح شکل بدلتی ہے نام بھی بدل جاتا ہے۔ بندر کے نام بھی بندے پڑ جاتے ہیں اسی طرح نیک لوگوں کو قدرتی سب انسان اچھے ناموں سے یاد کرنے لگتے ہیں۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ

اور تسبیح پڑھتی ہے رعد کی حمد اس کی اور فرشتے بھی اس سے

اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے

خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا

ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑک تو ڈالتا ہے جس کو اس

ڈر سے اور کڑک بھیجتا ہے تو جسے ڈال ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ

جس پر چاہے اور وہ کافر جھگڑتے ہیں بارے میں اللہ کے حالانکہ وہ

جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی

شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ

سخت پکڑنے والا ہے اس کی دعوت بھی ہے
پکڑ سخت اسی کا پکارنا سچا ہے اور

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ

وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں سے مقابل اس کے کہ نہیں جواب پاتے
اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں

لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ

ان سے بھی مگر مثل پھیلانے والے کے ہاتھوں کو اپنے طرف پانی کے
پہنچے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے

لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ

تاکہ پہنچائے وہ منہ میں اس کے۔ حالانکہ نہیں ہے وہ پہنچنے والا اس تک اور نہیں ہے
کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ

کافروں کی پکار مگر میں گمراہی اور سجدہ کرتا ہے اللہ کے سجدہ کرتا ہے ہر وہ
ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ

جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں خوشی اور مجبوری سے اور
آسمان و زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور

السجدہ ۶

ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

سایوں کا ان کے صبح اور شام مدن سجدہ ہے

ان کی بھی اور جھائیں ہر صبح۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ یہ کافر باوجود ہستئے عیش و آرام کے پھر بھی اللہ کا شکر و تسبیح نہیں کرتے اب فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح تمام ملائکہ کرتے ہیں جن کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں بجلیوں کو دکھاتا ہے جس میں خوف بھی ہے اور امید بھی۔ ان آیات میں اس خوف کے ظہور کا ذکر ہوا کہ ہم چاہیں تو بجلیاں گرا کر تباہ و برباد کردیں۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ملاحظہ کسی کی نعمت نہیں چھینتا جب تک کہ خلوگاہ وغیرہ شرکیں کرکے اپنی نعمت کو نہ بدلے۔ اب فرمایا جارہا ہے کہ حسب سابق کے گناہوں کی وجہ سے تغیر آجائے تو پھر ان کے بت کام آسکیں نہ ان کی دعائیں۔

شانِ نزول آیت ۸ سے ۱۴ تک چھ آیتوں کے شانِ نزول میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے بہت بڑے سردار کے پاس تبلیغ کے لیے دو صحابہ کو بھیجا اس نے بہت طماق اڑایا اور کہا کہ تمہارے نبی کا خدا سونے کا ہے یا پیتل کا ہے لوہے کا صحابہ گستاخی سن کر واپس آگئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس کے پاس دعوت ایمان کے لیے بھیجا مگر اس کی خباثت اور مذاق بڑھتا رہا تب اس پر بجلی گری اور مر گیا تب یہ چھ آیتیں نازل ہوئیں دوسری روایت ہے کہ ایک کافر عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ کافر سے مشورہ کیا کہ نبی کریم کو شہید کرنا ہے میں آپ کو باتوں میں لگاؤں اور تو پیچھے سے تلوار مار دینا یہ مشورہ کیا جس پر عمل کرنے آئے تو عامر پر بجلی گری اور مر گیا دوسرا بھاگا ایک اور کافر سلولیہ کے گھر میں گھسا مگر اس وبا طاعون کی مشکل آئی وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر ڈر کر بھاگا اور گر کر مر گیا تب یہ چھ آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر نعیمی وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ

ابتداء کلام کے لیے تسبیح فعل مضارع ہے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسم ظاہر ہے باب تفعیل سے ہے جس کے معنی ہیں دور ہونا۔ کسی کی طرف پکنا ثنا کرنا۔ پاکیزگی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو تمام صفات حادثہ سے پاک

سمجھا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ اسی سے ہے سُبْحَانَ مصدر بروزن عُدْوَان قربان۔ ارعد مصدر مادہ ثلاثی ہے طلوع اسم جامد مستقل ہے یا علم ذاتی ہے کسی فرشتے کا۔ تب یہ خود فاعل ہے یا بمعنی کوک اور گرگڑ ہٹ تب یہاں دُوَاسم سنۃ مکبّرہ پوشیدہ ہے ورنہ اصل تھا ذُوْ رَعْدٍ۔ پہلی صورت میں اس کا اعراب رفع اصلیہ سے اور دوسری صورت میں رفع نیابت سے ہے بہرحال فاعل ہے تسبیح کا وہ فاعلہ کا متعلق رعد سے ہے کہ وہ اب مادہ دلالت کے لیے ہے۔ یعنی تسبیح کیا ہے؟ حمد باری تعالیٰ۔ یک مینت کی ہے یہی تسبیح حمد کے ساتھ۔ یا اب جارہ ہے یعنی تسبیح حمد کی وجہ سے۔ حمدٌ مصدر ہے یہاں اسم جامد ہے تم جس سے اس لیے ہر قسم پر شامل ہے کسی کی خوبیاں بیان کرنا۔ تسبیح۔ حمد۔ مدح۔ شکر۔ ثنا۔ کا لغوی اور ترجمی۔ بنیادی فرق یہ ہے کہ تسبیح تمام عیوب اور نقائص سے کسی کی پاکیزگی بیان کرنا۔ حمد ٹکے سے میں اچھائی بیان کرنا مدح تعالیٰ اچھائی بیان کرنا جس سے وہ پہچان لیا جائے ثنا کسی کی شان اور مرتبہ بیان کرنا۔ مدحًا تسبیح اور حمد صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کرنا مدح عام ہے ہر ایک کی تعریف کے لیے۔ ضمیر واحد مذکر غائب مستتر مفعول کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ فعلہٗ نکتہ جمع مکسر ہے صیغے مکسر کی ث تانیث نہیں ہے۔ عربی میں ث کی چھ قسمیں ہیں۔

ث تانیث مؤنث ظاہر۔ ث تانیث مقدرہ۔ ث جارہ قسمیہ۔ ث مصدریہ۔ ث مدت ث مبالغہ کی۔ وہی یہاں مراد ہے۔ بحالت رفع وجر جمع مؤنث سالم کے من جارہ سیبویہ ہے۔ خیفۃ مصدر مضاف بحالت جر ہے خ میں ث مصدریہ ہے۔ ضمیر واحد مذکر مفعول مضاف الیہ کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ خوف سے بنا ہے مگر خوف اور خیفۃ میں بہت طرح فرق ہے اس کی تعریف یہ ہے ف کہ خوف عامی ڈر خیفۃ دائمی ڈر۔ ف خوف جان کا ڈر۔ اور خیفہ ہیبت کا ڈر۔ خوف ظالم سے اور خیفہ عادل سے ڈرنا خوف دوسرے کے لیے ڈرنا۔ خیفۃ اپنے لیے ڈرنا۔ سر جملہ ابتدائیہ۔ یُرْسِلُ فعل مضارع واحد مذکر غائب رُسْلٌ سے بنا ہے بھیجنا۔ باب افعال سے ہے۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ بہ متعدی بیک مفعول ہے۔ الصَّوَاعِقَ جمع مؤنث مکسر قیاسی ہے اس کی واحد ہے صاعقۃ۔ تمام عربی گرامر نحو، میں جمع تکسیر وہ جمع تکسیر ہی قیاسی مقرر سے بنائے جاتے ہیں باقی سب سماعی غیر قیاسی بیشمار ہیں۔ ان دس میں ایک یہ ہے۔ الف سے پہلے فاعلۃ کے لفظ زیادہ کر دیا بروزن حاتم۔ واحد۔ اگر واحد پہلے ہی واحد میں موجود ہو تو الف زیادہ کیا جاتا ہے جیسے جوہر کی جمع جواہر۔ مذکر کی جمع بھی اسی وزن پر آتی ہے۔ صعق سے بنا ہے معنی شعلہ آتشی مراد ہے بادل کی بجلیاں۔ زمینی آگ کے شعلے کو شُعْلَۃٌ کہا جاتا ہے۔ ف تعقیبیہ بلا تراخی نُصِیْبُ مضارع واحد متکلم باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول ہے صَابَ یَصُوْبُ بروزن قَالَ یا صَیَبَ یَصْیَبُ بروزن بَاعَ سے مشتق ہے۔ معنی ڈالنا پہنچانا۔ ب جارہ برائے مفعولیت حاضیہ واحد مؤنث کا مرجع صواعق جمع غیر عقل چیز ہے۔ مَنْ موصولہ بحالت نصب مفعول بہٖ

ہے یُفْتَحُ کا وحدت تنکیری کے لیے ہے یَشَاءُ فعل مضارع معروف صیغہ ہے مَنْ کا بابِ نَصَرَ سے ہے اصل تھا یَشْیُ ی متحرک ماقبل مفتوح الف سے بدلا گیا و عاملہ یا حایہ سے حُمِّ صیغہ جمع مؤنث مخاطب مبنی بالسکون مضارع معروف باب مُفَاعَلَةٌ جَدْلٌ سے ماضی بمعنی دلائل کرنا۔ کشتی کرنا جھگڑنا۔ یہاں آخری معنی مناسب ہیں۔ پہلے معنی بھی ہو سکتے ہیں ای سے جَدْلٌ محبت۔ میں یا محبت جسم یا عادت۔ فی عادہ طرفہ شدہ جسم ذات ہے۔ یہاں لفظ امر یا لفظ ثمال یا صفت پر مشتمل ہے۔ یعنی فی امر اللہ و حالہ ضمیر واحد مذکر مرفوع متصل متعلق ہے شدید روس قبیل صفت مشبہ سے مبالغے کے لیے ملک کرم سے سے بعض نے کہا عصا سے ایک قول میں عرب سے ہے شدۃ سے ماخوذ ہے بمعنی صلب۔ مضبوط۔ بخت۔ اہل فیصلہ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں ان کی قبل تنداوٗ یا تنداءٗ سے جب یہ بمعنی متدد ہو تو مراد ہے بخیل۔ المحال۔ الف لام عہدی مخل سے ماخوذ ہے بمعنی پکڑنا۔ ہلاک کرنا۔ مگر سے پہلے نہ دینا یہاں تینوں معنی مناسب ہیں۔ محال روزن فعال مصدر ثلاثی سے یا اپنے معنی میں ہے یہ ترجمہ المعونت کا ہے یا بمعنی فاعل اسم فاعل سے۔ یہ عمارا ترجمہ ہے۔ بحالت کہ مضاف الیہ ہے تدید کا۔ یک قرأت میں محال میم کے زبر سے بمعنی حیلہ قوت۔ ما۔ لام جملہ مصیبہ محرور متعلق ہے تاتُ پوشیدہ کے متعلق سے مل کر خبر مقدم سے مبتدا مؤخر کا فائدہ ہوا دعوت مصدر ہے آخر میں تُ مصدریہ ہے دعوٗ سے ماخوذ ہے پکارنا۔ بلانا۔ بحالت رفع پہلے مضاف الیہ حق سے مل کر مبتدا ہے یہ اضافت ملابست سے یعنی موصوف کی اضافت صفت کی طرف۔ اگر لام معولیت کا ہے تو دعوت بمعنی دعا اور عبادت ہے اگر بمعنی ملکیت لیا ہے تو دعوت بمعنی دین اسلام کی طرف بلانا ہے۔ پہلی صورت میں فاعل بندے دوسری صورت میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور جو لوگ کہ جن کو اس موصول صلہ مرکب پوری عبارت صلہ موصول مل کر جملہ ہے لہذا موصول بحالت رفع ہے یدعون فعل مضارع مبنی جمع مذکر غائب پورا جملہ صلہ ہے یک شاذ قرأت میں تَدْعُوْنَ ہے دعوٗ سے ماخوذ ہے بمعنی پکارنا عبادت کرنا۔ دعا مانگنا یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں مگر عبادت کرنا مناسب من عامہ ابتداء غایت کے لیے یا بمعنی جانب دون ظرفیت بمعنی سے استعانت بھی۔ اسم معبود بھی۔ بمعنی علی الترتیب اس کے معنی ہیں۔ ملک قریب فوق کے مقابل برعکس۔ مثل غیر کے مقابل۔ مٹ گھٹیا حقیر گرے ہوئے کے معنی ہوں پکارنا تو یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ ضمیر کا مرجع ملک تعالیٰ لا یستجیبون فعل مضارع منفی معروف جمع مذکر غائب استعمال ہوٹ۔ جنبت سے مشتق ہے بمعنی جواب دینا۔ بات ماننا۔ دعا قبول کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ اس کا فاعل ضمیر جمع مؤنث غائب جو معبودوں کا معقول ہے یا دون سے جب کہ الذین سے مراد کفار مشرکین ہوں۔ لام

جارہ بمعنی معلولیت ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع الذین ہے۔ ب جارہ زائدہ شئ مجرور تنوین تنکیر یعنی کچھ بھی اِلّا حرف استثنا تمثیلی ہے۔ نحات کے نزدیک اس کی چند ترکیبیں ہیں آسان ترکیب یہ ہے کہ الف سے پہلے ماکان پوشیدہ منفی ہے اسی پوشیدہ نفی کو الا نے توڑ دیا کے بعد کا کان اثباتی فعل مثبت پوشیدہ ہے۔ ان دونوں کا فاعل ھُمْ۔ ضمیر مستتر کا مرجع الذین (مشرکین) ہے۔ کاف حرف جر تمثیلی متعلق ہے کان پوشیدہ کے واسطہ اسم فاعل مضاف بسطۃ سے بنا ہے معنی کھولنا۔ پھیلانا۔ زیادہ کرنا۔ کنجائش کرنا۔ یہاں مزید بھیلانے باب نصر سے ہے۔ کفیہ مفعول مضاف الیہ سے واسطہ کا تثنیہ ہے کف کا معنی ہتھیلی دونوں تثنیہ بوجہ اضافت گرگیا ھ ضمیر واحد غائب مجرور متصل کا مرجع باسطہ سے الی جارہ برائے انتہاء غایت الماء۔ الف لام جنسی ماء اسم جامد سے نحات جر متعلق باسطہ کے یہ سب عبارت سہل سے گئی عبارت مہذب یہ ہے دونوں مل کر پھر مجرور ہوں گے کہ باسطہ کے کاف کے بسطۃ لام کے لیبلغ سینہ حرف ناصبہ ہے یَبْلُغَ باب نصر کا مضارع مثبت ہے بَلْغٌ سے بنا ہے لازم ہے معنی پہنچنا۔ کمال ہونا۔ یہاں پہنچے معنی ملیں۔ الجب مزید فیہ متعدی ہوتا ہے اس کا فاعل ھُو ضمیر مستتر کا مرجع ماء ہے فا۔ اسم مکبرہ نحات نصب تا مفعول فیہ ہے دراصل تھا فَمًا۔ فم معنی منہ الف فتی ہے خیال رہے کہ فعل لازم کا صرف مفعول بہ نہیں ہوتا بلکہ مفعول فیہ ہو سکتے ہیں ھ ضمیر مجرور مضاف الیہ۔ وَ حالیہ ما نافیہ عامل حذف دو الحال اور صاحب حال ہے ما فیہ مشبہ بلیس ھُو ضمیر مرفوع منفصل کا مرجع ماء ہے ما کا اسم ہے۔ ب جارہ متعلق ہے لا نافیہ پوشیدہ کا مع باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر ہے بلغ مصدر لازم سے بنا ہے معنی پہنچنا ہ ضمیر کا مرجع باسطہ ہے یہ جملہ خبر ہے ما نافیہ کی۔ وَ سر جملہ ما یہ تو وُما مُحَمَّدٌ بحالت رفع اِلّا مل ہے پوشیدہ کان معنی صار کا دراصل تھا ما کان و ما مصدر ہے بروزن فُعَالٌ حدّ سے بنا ہے معنی پکارنا۔ فریاد کرنا۔ عبادت کرنا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں الکافرین۔ الف لام استغراقی ہے کافرین جمع مذکر سالم کا واحد کافرٌ ہے یہاں جر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مستثنیٰ منہ ہے اِلّا حرف استثنا۔ فی جارہ ظرفیہ متعلق ہے ضلال پوشیدہ کا ضلال مصدر ثلاثی ہے بروزن فَعَال۔ ضَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بندے معنی گمراہ ہونا۔ بیکار ہونا۔ نقصان مائل ہونا۔ یہاں مردود کار ہونا ہے۔ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وسر قطر لام جارہ متعلق مقدم ہے اللہ اسم ذات پاک علم جامد ہے۔ یَسْجُدُ۔ فعل مضارع معروف مثبت معنی حال سَجْدٌ سے مشتق ہے معنی زمین پر گرنا۔ زمین سے لپٹنا بہت جھکنا۔ ادھر سے ادھر ہونا۔ شرعی معنی سجدہ عبادت کرنا۔ کسی کو معبود سمجھ کر جھکنا۔ یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں۔ مَنْ موصولہ عام ہے فاعل سے فی جارہ ظرفیہ متعلق ہے سَمٰوٰتٌ پوشیدہ کا السموات الف لام استغراقی سے جمع مؤنث سالم ہے سَمَاءٌ کی وَ عاطفہ الْاَرْضِ الف لام استغراقی یا جنسی واحد ہے اس کی جمع سالم ارضون ہے مؤنث لفظی ہے طَوْعًا وَّ كَرْهًا دونوں اسم جامد ہیں بحالت فتح ہے یہ پورا جملہ عاطفہ حال ہے مَنْ موصولہ کا طوعًا بمعنی رضا۔ خوشی کرھًا بمعنی مجبوری وَ عاطفہ عطف ہے مَنْ موصولہ پر

ظل صبح سکتے سائل کی بروزن رجال بمعنی سایہ یہ جمع ہیں ظل کا مرجع لمن سے مراد ہے کثرت معنوی متعلقہ ب جارہ متعلق سے یسجد کے۔ لفظ ۃ۔ الف لام جنسی یا استغراقی اسم جامد ہے مذہب طلوع آفتاب سے ظہر۔ کمر تک ظاہر الا ظلال الف لام جنسی یا استغراقی۔ جمع قلت ہے ذلیل کی جمع ذلل کی جمع یہاں تک قول میں یہ جمع الجمع ہے اس طرح کہ اصیل کی جمع اُصُل اور اُصُل کی جمع آصال براء تعالیٰ یہ دونوں معطوف علیہ معطوف طرف میں یسجد کا۔ دوپہر عصر النہار سے غروب تک کو آصال کہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ۔

اے مسلمانو ہم نے یا سیاہ عالم صرف پیدا ہی نہیں فرمادیں ظالموں کو شعور و تہذیب اور تعلیم بھی عطا فرمائی جس سے انہوں اپنے خالق تعالیٰ کو پہچانا۔ بادلوں کا فرشتہ رعد جو بادلوں کو اپنی سخت آواز سے جو اسی کی طرح ہیبت ناک رعد ہے۔ چلاتا ہے۔ جیسے ہُدی پڑھ کر اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ یہ فرشتہ نور جلالی سے پیدا کیا گیا ہے (روح البیان) اُس کی ہیبت سے بادل پھٹتے ہیں اور بادل کی ہوائیں اُس کا حکم مان کر رخ موڑتی پھرتی ہیں۔ وہ بھی رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کی تسبیح پڑھتا ہے اور اس سے بھی زیادہ بڑے فرشتے اپنے رب کے خوف سے کانپتے تھرتھراتے ہوئے ہر وقت اُس کی حمد کے نغمے اور ثنا کی تسبیحیں الاپ رہے ہیں۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رعد بادلوں کو چلانے والا فرشتہ ہے اُس کے چار چہرے ہیں۔ ۱ انسانی ۲ بیل جیسا۔ ۳ شیر جیسا۔ ۴ گدھ جیسا۔ روایت میں ہے کہ کوڑک باطل کی آتی ہیں اور کڑک بادل کا ہنکانا ہے روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلیاں بہت گرا کریں گی ایک حدیث میں ہے کہ جس سے نافرمانی نہ کرتے تو رات میں بارشیں ہوا کریں دن میں نہ ہوں۔ ملائکہ جو تی ہے چمک دمکی گرانی عاصفہ ہیں یہ عذاب سے ہے اور کڑک وعید ہے۔ جب رعد تسبیح پڑھتا ہے تو اُس کو سن کر تمام فرشتے پڑھتے ہیں ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ مگر یہ تسبیح رعد سنائی نہیں دیتی۔ اس کی آواز کو بھی رعد کہتے ہیں بار ہو دیا رعد کی قول ہیں یہ بجلی کا شعلہ اس کے منہ کی نصب تک ہر ایک کی چمک ہے۔ محققین کے ایک قول کے مطابق اسی چمک کی لمبی شعاع کو رب تعالیٰ اپنے ارادے اور حکم سے صاعقہ یعنی ۔ عذاب کا کوڑا بنا کر جس پر بھیجنا ہے پھینکتا ہے اس کو جس شخص پر چاہے یا جس چیز پر چاہے۔ برق۔ چمکنے والی بجلی صاعقہ گرنے والی بجلی، رعد کڑکنے والی آواز مفسرین فرماتے ہیں چار قسموں پر بجلی نہیں گر سکتی۔ ۱ جو شخص بجلی کڑکنے کے وقت یہ ہی دعا پڑھے۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

۲ اللہ تعالیٰ کا ہمہ وقت ذاکر بندہ۔ ۳ عادل بادشاہ۔ ۴ ایمان والا جو مسلمان چیز حلال پر بجلی نہیں گر سکتی۔

۱ قرآن مجید پر۔ ۲ حدیث پاک کی کتاب پر۔ ۳ کعبہ شریف پر۔ ۴ گنبد خضریٰ پر۔ ۵ گنبد حضریٰ بیت المقدس

پر ہے کسی بھی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے تفصیل بکرال کا ایک گاؤں وہاں میں تقریر کرنے گیا جس گھر میں مجھے ٹھہرایا گیا اُس کے اوپر والا خانہ بالکل صحیح سلامت تھا مگر سارا گھر جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا میں نے صاحب مکان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس نے کہا جب شریف ہائی میں ایک چیز دیکھا تھا میں نے باہر جا کر چھت کی طرف دیکھا اوپر خوبصورت طریقے سے پختہ کا لکھا تھا یا محمد۔ اُس کے دو طرف پختہ کی پھولدار پیاں اور دیواریں چھت بھی پڑی تھیں مگر اس لفظ تک کو خدا تک نہ آئی تھی اُس کی بالی سے کہ یہاں آج سے ایک ماہ پہلے آسمانی بجلی گری تھی اور اسی بالی پر گری تھی ساری عمارت برباد ہو گئی اس پاک پر بجلی کی تاب بھی وہاں یہ ہے ہیبت نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب کسی بھی جگہ اللہ کا نام لکھا ہو۔ ہاں کے علاوہ ہر جگہ گرتی ہے کیونکہ یہ مذہب ہے اُن لوگوں پر آتشے جو اللہ کو ملنے کے بجائے اُس کے ملنے میں اس کے ملنے والوں سے جھگڑے کرتے مناظرے کرتے ہیں اور سب تعالیٰ کا نام لے لے کر مذاق کرتے ہیں حالانکہ یہ نافرمان ناقوی کافر منکر انسان بجلی کی ایک ہلکی سی ہیبت کی ملامت۔ اور مذاق کس احکم الحاکمین کا کرتے ہیں جو شدید المحال صنعت پکڑ والا ہے جس کی ہیبت جلال وعظمت سے کائنات کانپ رہی ہے حالانکہ تو تک زندہ ہوں اللہ کی دعوت سے مزا ہی پاک کی تبلیغ سے یا کلمہ طیبہ یا قرآن یا اسلام سے یا شریعت سے۔ اور اُن کی دعوت حق اُس کا پکارنا سچا میٹھا پیارا بھرا کہ بھری چڑیاں بھی محمد و خدا کے گیت گاتیں۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔

اللہ وحدہ لاشریک کے تو اسنے اسلام ہی احسان واکرام ہیں لیکن یہ کافر اُس کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں یا اُس کے مثال جن کو پکارتے ہیں مصیبت میں جن کے سامنے سجدے کرتے گڑگڑاتے ہیں وہ بت۔ جانور۔ لکڑی پتھر قبر بجاریوں کی یک بات کا بھی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کی ساری فریادیں اور قبروں سے امیدیں۔ پرستش یہ عبادت سب اسی طرح بیکار۔ فضول ہے جس طرح کوئی شخص دیا۔ کنویں یا حوض تالاب کے پاس ہاتھ پھیلا کر دعا مانگے پانی کی جانب تاکہ پانی خود اُس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ پانی کسی بھی طرح خود اُس کے منہ میں نہیں پہنچ سکتا اور جیسا سارا محنت مشقت اور پانی کو پکارنے کے باوجود پیاسا ہی رہتا ہے۔ کبھی نادانی حماقت ہے ان کفار کی کہ جس طرح پانی تو انسان کے بولنے کی چیز ہے اسی کے آگے فریادیں نہ کرے اسی طرح لکڑی پتھر انسانوں کے برسے کی چیزیں ہیں ان کے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر خود اُس کی پوجا اور بندگی شروع کر دی اسی لیے تمام کافروں کی دعائیں فریادیں صرف گمراہی ہیں ہیں۔ یا اس طرح کہ بیکار۔ بے فائدہ ہیں یا اس طرح کہ کفار کو خود بھی اپنے قول پر یقین نہیں ہے کبھی کبھی ڈوبنے میں کبھی کبھی کہ ہر۔ اکثر دیکھا گیا ہے کفار علامات اولیاء اللہ پر ہنسی فریادیں کرتے ہیں اور مشکل کشائی پاتے ہیں۔ یہ اُن کی پہنے قول پر بے نصیبی ہے محمد و آل محمد سے جاہل مسلمان بھی کبھی مصیبت میں مبتلا۔

گرد و رویا کیسہ میں رکھی ہوئی ہیں یا اللہ تو قطب و مکہ کی مسجدیں اور عرفات کی علامت گاہیں ہیں۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ آسمانوں اور زمین میں ہر شخص اللہ کے لیے ہی سجدہ کرتا ہے خوشی سے بھی اور مجبوری بھی اللہ کے قبضے میں ہے۔ خوشی کا سجدہ شریعت کا ہے اور ناخوشی کا سجدہ طبیعت کا۔ فرشتے جن انسان درخت نباتات جمادات حیوانات خوشی کا سجدہ کرتے ہیں یعنی اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور سر جھکاتے اور طبیعت مجبوری کا سجدہ وہ ہے کہ نقل چھوٹا بڑا۔ بیمار تندرست بدصورت خوبصورت ہونا اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے اسی طرح صحت و حیات کو بھی چلتے پھرتے کے رہے گی عبادت کا سجدہ طوعاً ہے مجبوری کا سجدہ کرہاً۔ جیسے موس اور منافق کا سجدہ یا ان پر گر کر سجدہ کرنا طوعاً سے کسی کی حسرت و ہاں برداشت کرنا کرہاً سے سایہ میں والوں کے سجدے طوعاً میں کہ ان کو اختیار و بیگ ہے کریں یا نہ کریں۔ کریں گے تو اب پائیں گے نہ کریں گے عذاب اور آسمان والوں کے سجدے کرہاً ہیں انہوں نے کرنے ہی کرنے ہیں یہ سجدے فرشتوں جنوں اور انسانوں کے ہیں لیکن جانات جمادات کے سجدے اُن کے سائے ہیں جو گھٹتے ہیں تو ان کا قیام ہوتا ہے بڑھتے ہیں تو ان کا سجدہ ہوتا ہے مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ کے حضور ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ مگر اس کا طریقہ ان کی تسبیح مختلف یہاں تک کہ درووں کی چرچراہٹ۔ پتوں کی کھنکھناہٹ پتھروں کی گڑگڑاہٹ پرندوں کی چہچہاہٹ چرندوں کی ہنہناہٹ سب ہی اذکار الٰہی ہیں۔ اور جس طرح مسلمان کی تسبیح و ذکر و کار سے سب کو فائدہ ہے اسی طرح نباتات و جمادات کی حمد و ثنا سے بہت فائدہ ہیں۔ اور جس طرح کسی مسلمان کی تسبیح بند کرنا برا ہے اسی طرح درووں کی چرچراہٹ وغیرہ کو بند کرنا نقصان دہ ہے۔ جن گھروں کے دروازے چرچراتے ہیں وہاں چوروں کا خطرہ کم ہوتا ہے نیز صبح و شام کے سائے مسافروں کو مفید ہیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ مستی کسل مندی سے یا جان کر بلا وجہ نماز پڑھی تھا کر کے ہی طرح مارے ڈر کے کی نماز پڑھنی کرتا ہے جو منافقین کی نشانی ہے اس پر ثواب کی امید نہیں کی جا سکتی لہذا ان حرکتوں سے بچے اور تعالیٰ عشق و محبت سے نماز پڑھنا ہی رب تعالیٰ کو پسند ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ بے نمازی اور عامل لوگوں کا سایہ اُن سے افضل ہے کہ سایہ تو رب کی بارگاہ میں نیچے گر پڑا ہے مگر یہ سجدہ ریز نہیں ہوتے۔

تیسرا فائدہ۔ مسلمان کو ہر دم اللہ تعالیٰ کا خوف چاہیئے یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے نزدیک بندے کو عطا فرمایا ہے یہاں تک کہ انبیاء کرام کو بھی رب کا خوف ہوتا ہے مقام جتنا بندے کا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی اُس کو خوف زیادہ مگر یہ خوف مختلف ہے انبیاء کرام کو ہیبت الٰہی کا خوف ہے ملائکہ کو جلال الٰہی کا۔ تمام درود علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کمال کا خوف ہے اور ملائکہ کو معرفت الٰہی کا خوف عام بندوں کو عذاب کا خوف شیطان

اور شیطانوں کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا کا خوف۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی پیر فقیر۔ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے سجدۂ عبادت کیا تو کفر ہوا اور سجدۂ تعظیمی کیا تو گمراہی ہے۔ قیام تعظیمی جائز ہے مگر سجدۂ تعظیمی حرام بعض شیطانی پیر اپنے آپ کو سجدہ کراتے ہیں وہ سب گمراہ ہیں خدا ان سے مسلمانوں کو بچائے۔

دوسرا مسئلہ۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ حق ہے آپ کا اسوۂ حسنہ ہی حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔ نبی کریم کا بلانا ہی محبوب بارگاہ ہے اور اسی آواز پر رب کی طرف جانا عبادت کرنا مقبول الٰہی ہے۔ موجودہ۔ سکھ۔ صابی۔ یہودی۔ مرزائی۔ ہندو۔ مجوسی پارسی بھی اگرچہ رب کی طرف ہی بلاتے ہیں مگر رب کو وہ منظور نہیں۔ اس لیے کہ وہ بلانا پکارنا یا رب کی طرف دعوت دینا غیر رب کی عبادت کے ہے اللہ نے اپنی اجازت سے جس کو بلانے کے لیے بھیجا وہ صرف کائنات میں بیائے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ہیں۔ ان ہی کے بارے میں ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا۔ وَادْعُوْهُ بِهٖ تیسرا مسئلہ۔ مائے قرآن مجید میں کل چودہ سجدے ہیں جن میں سے یہاں دو سامنے ان تمام سجدوں کو کرنا واجب ہے۔ غیر سجدہ کے تلاوت ناقص رہتی ہے اور ثواب نہیں ملتا۔ ہی یعنی ثواب جائز رہتا ہے چوتھا مسئلہ۔ امام اعظم ابو حنیفہ امام مالک کے نزدیک سجدۂ شکر مکروہ ہے کیونکہ اس میں نیت و سبب خلوص للہ نہیں رہا صاحبین کے نزدیک صرف چار قسم کے سجدے جائز ہیں۔

۱ سجدۂ تلاوت کا۔ ۲ سجدۂ سہو کا۔ ۳ تلاوت کا۔ ۴ سنت اور امام شافعی کے نزدیک سجدۂ شکر جائز و مستحب ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کافروں کی دعائیں برباد ہیں حالانکہ کفار بہت سے دعائیں مانگتے ہیں وہ قبول ہو جاتی ہیں۔ کبھی اس کو دام کہہ کر کبھی ہیر دلا کہہ کر کوئی آسمانی باپ کہہ کر کبھی جے رکھا و کہہ کر۔ جواب۔ مفسرین نے اس کے بہت سے جواب دیئے ہیں سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور سوال سے مراد بیکار فضول ہے فائدہ جس کا کوئی ثواب نہیں اگرچہ وہ رب کی ہی عبادت کریں یعنی بت پرستوں کے علاوہ دوسرے تمام کفار کا بھی یہی حال ہے۔ یہ قول قسر کیے گئے۔ دوم یہ کہ دعا کا معنیٰ دعا مانگنا ہی کیا جائے تو ضلال کا بھی ہے مکمل پوری دعا منظور نہیں ہوتی۔ تھوڑی سی منظور ہے جیسے شیطان ابلیس کی دعا کہ آدمی رہ جوئی آدمی منظور۔ سوم یہ کہ کفار کی دنیوی دعائیں قبول ہیں اُخروی برباد چہارم یہ کہ بتوں کے سامنے بتوں سے جو دعا مانگتے ہیں وہ بے فائدہ ہیں کیونکہ بت کچھ نہیں سنتے نہ سکتے۔ پنجم یہ میدان محشر میں یہ کفار ہم رہا الغوث فریاد

دعائیں پکاریں گے وہ سب بیکار ہوں گی اسی طرح جہنم میں دعائیں مانگنے وہ بھی برباد۔
وللہ اعلم اصل۔ یہاں فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کے سب باشندے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ کفار جن کی زمین پر کثرت ہے وہ سب کو سجدہ نہیں کرتے۔ پھر یہ خبر کیونکر درست ہوئی (آریہ)
جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالم میں اسے دیا گیا کہ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تمام لوگ اس کے کاموں میں اور اس کے سامنے مثل سجدے کے گرے پڑتے ہیں۔ فقیر اقتدار ہدایتی ایک جواب یہ بھی عرض کرتا ہے کہ آیت میں سب کا ذکر نہیں ہے کہ سب زمین والے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ بس یہ اگر یہ کہ سجدہ کرتے ہیں اور مراد مسلمان ہیں۔ نیز بہت سے کافر بھی رب کو سجدہ کرتے ہیں جیسے کہ غیر بت پرست کفار۔ سکھ آریہ وغیرہ اگرچہ نا مقبول اور غلط طریقے سے کرتے ہیں۔ تفسیر کبیر نے جواب دیا کہ یہاں سجدہ کرنے سے مراد واجب ہونا ہے یعنی زمین و آسمان والوں پر رب کا سجدہ واجب ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ سجدے سے مراد اعتراف عبودیت ہے خواہ زبانی وہ بت پرست کافر بھی کرتے ہیں خواہ حالت نزع سے خواہ کبھی عذاب۔

تفسیر صوفیاء

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ

عشق اپنی مثل رعد ہے اور رعد فراق کی گرم آہیں رعد کی کوک ہے جو درحقیقت آہیں نہیں ذات کبریا محبوب و مقبول حمد کی تسبیحیں ہیں اور قلب عاشق جس کو ہر وقت جلالی اور نارمنگی محبوب کا دھڑکا لگا ہوا ہے لمحات وصل قلب آسمانی کے فرشتے خوف سے سکتے سے مرجھائے ہوئے آہ سرد رنگ زرد ہیں ہر حال میں ذکر الٰہی سے محو۔ اور محبوب مطلب بے نیاز جدھر چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے جس وقت چاہتا ہے عشق اور فراق کی ہلاک کرنے والی بجلی ڈال دیتا ہے مشتاق تڑپتا ہی بجلی کی طرح میں مست و سرشار ہیں مگر راہ معرفت سے دور غافل و بدنصیب اللہ کی عطا لقا۔ فراق و وصل کے جھگڑے میں پھنسے پڑے ہیں اور اسی کو آخری منزل سمجھ بیٹھے ہیں عاشق صادق کامل دونوں جگر سوز ہو چکا ہے مگر عقل و خرد جھگڑے میں ہیں کہ بتا کس کو خاک کرے اور یہ نہیں جانتے وہ ذات جلال سحنت پکڑنے والی ہے کسی کو وصال میں کسی کو فراق میں۔ طالب عشق والے ہی جانتے ہیں مطلب ازلی کی وجہ عشق صادق پکی اور حقیقی ہے باقی ماسوا اللہ کی محبتیں باطل ہیں۔ اسی کی امید اسی کی خیر۔ تصوف درویشی تک دینا۔ عبادت ریاضت بدتقوے حق سے۔ اور وہ لوگ جو اس کے ملانے والے کو چھوڑ کر اس کے دشمن غیر کو اس کے مقابلے میں پکارتے ہیں اور اللہ کی طرف جانا چاہتے ہیں اس کے بلانے والے کو چھوڑ کر۔ ان کی محنت۔ مشقت۔ تصوف۔ فقیری۔ ترک دنیا۔ زہد و ریاضت بالکل اسی طرح بیکار ہے جس طرح کوئی پیاسے گلاس۔ برتن یا اول رسی کے وسیلے کے بغیر کنویں کھڈ کنارے ہاتھ پھیلا کر اس

التجاء و فریاد میں اس امید میں بیٹھ جائے کہ پانی میرے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ قرب الٰہی کے لیے دل کی طرف و قلب اور منظور بارگاہ بننے کے لیے دعوت الٰہی پیغام احمد مصطفیٰ ہی حق ہے وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ اور محروم ازلی درکنارے ہونے محبوب کا فریضت کا بلا پکانا اگر عبادت مناجات سب گمراہی اور بیکاری میں ہے۔ روایت میں ہے کہ ذات الٰہی نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں ہے۔ اگر ایک بھی ہٹ جائے تو مخلوق سورج کی تمازت سے جل جائے اگر یہ حجاب شریعت اسلام و طریقت سے ہٹے ہوئے ہیں کائنات کے ذرہ ذرہ میں ساجد نہیں ہوتے تو کیا فرق ہے اس امت بے نیاز کو تو سب آسمان و زمین والے سجدہ کر رہے ہیں خوشی سے بھی اور مجبوراً بھی اہل کشف کا سجدہ طوعی کا اہل نظر کا سجدہ بصر کا۔ اور اہل مشاہدہ کا سجدہ خوشی کا ہے اہل مرقبہ کا سجدہ مجبوری کا۔ اہل بینش کا سجدہ طوعاً ہے اہل استدلال کا سجدہ کرہاً ہے۔ روح مثل قلب کا سجدہ طوعاً ہے نفس حاسۂ اور قالب کا سجدہ کرہاً ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ روح جوہر ہے اور نفس اس کا سایہ ہے اور پرچھائی بھی اس سائے کا صبح دوپہر اور شام ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ

فرما دیجئے کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا۔ فرما دیں اللہ

تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم۔ خود ہی فرماؤ اللہ

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا

فرماؤ تو کیا بنا لیا تم نے سوائے اس کے مددگار ایسے جو نہیں

تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنا لیے ہیں جو

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ

مالک ہیں لیے جانوں اپنی کے کچھ نفع اور نہ نقصان فرماؤ

اپنا بھلا برا نہیں کر سکتے ہیں تم فرماؤ

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ أَمْ هَلْ

کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا اور آنکھوں والا ۔ یا کیا

کیا برابر ہو جائیں گے اندھا اور بھیارا یا کیا

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ أَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ

برابر ہو سکتی ہیں اندھیریاں اور روشنی یا بنا رکھ کر لی انہوں نے لیے اللہ کے

برابر ہو جائیں گی اندھیریاں اور اُجالا ۔ کیا اللہ کے لیے ایسے

شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

شریک کیا پیدا کیا ہے ان جنوں نے مثل اُس کے پیدائش کے پس مشابہت ہو گئی ہو پیدائش

شریک ٹھہرائے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح پھر بنا لیا تو انہیں اُن کا اور اس کا بنانا

عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ

پر اُن کافروں کے فرما دیجئے اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی

ایک سا معلوم ہوا تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ایک غالب ہے ۔

اکیلا سب پر غالب ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں ملائکہ اور سارے زمین کی تمام اشیا اور آسمانی کل مخلوق کی عبادات کا ذکر ہوا کہ وہ سب حمد باری تعالیٰ میں مشغول ہوتے ہیں ۔ یہاں آیات میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی عبادات اور حمد رب ذوالجلال کا ذکر ہے جو خود رب کریم نے اپنے پیارے حبیب کی زبان پاک سے ادا کروائی دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں مشرکین کے بتوں کی بے کسی بے بسی کا ذکر ہوا اب یہاں مشرکین کو خطاب کیا جارہا ہے کہ ہو تو تم ایسے پتھروں کو اپنا معبود سمجھتے ہو جو اپنے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ تمام مخلوق تو رب کائنات کو سجدہ کرتی ہے تو وہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ اب یہاں بتایا جارہا ہے کہ اے انسان تم تعرف الخلوق سے کر کن پتھروں کو پوج رہے ہو تمہیں کس نے دھوکا دیا۔

نزول۔ یہ پانچ آیتیں ان ۳۲ آیات قرآن کفار کے متعلق نازل ہوئیں جو صانع تعالیٰ کے بارے میں بہت ہی بے عقلی کے عقیدے رکھتے تھے۔

تفسیر نحوی قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ اِذْ جَاۗءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ اِذْ جَاۗءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر باب نصر سے ہے قَوْلٌ مصدر واوی سے بنا ہے اس کا فاعل انت ضمیر مستتر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من موصولہ استفہامیہ سوال تقریری اور تحقیقی مقولہ ہے قُلْ کا بحالت رفع ہے مبتدا ہے۔ بَشَرٌ۔ باب نصر کا مصدر ہے بطور مبالغہ صفاتی نام ہے بحالت رفع خبر ہے مبتدا کی مضاف ہے الشہوات الف لام استغراقی جمع مکسر ہے سماء کی واو عاطفہ تلازمی معطوف ہے بحالت کسرہ۔ قُلْ فعل امر یہ جملہ جواب الزمی برائے توبیخ ہے ھٰذَا اسم ذات میں مجردہ مقولہ ہے قُلْ کا بحالت رفع مبتدا ہے اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ پر مشتمل ہے اوپر مشتمل ہونے کی وجہ سابق کلام ہے۔ قُلْ فعل امر یہ جملہ بھی سوالیہ ہے اور سوال توبیخی ہے۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے یہاں نحویوں کے دو قول ہیں پہلا یہ کہ اس کے بعد فَاسْتَقِيْمُوْٓا پوشیدہ ہے۔ دوسرا قول یہ کہ عاطفہ ہے اور معطوف ہے مقدر جملہ تُعْلِنُوْنَ پر ہے اِسْتَغْفِرُوْهُ فعل امر مع ضمیر مفعول مطلق معرف باب استفعال سے ہے مصدر یہ ہے استغفار سے بنا ہے مغفرۃ سے بنا۔ اختیار کرنا پسند کرنا پکڑنا۔ لینا۔ ٹھیرا لینا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں دور ہٹانے کا مطلب بھی ہے۔ من مادہ زائدہ وَيْلٌ اسم جامد سے معنی مقابل وحمیہ واحد مذکر جمع رَبٌّ ہے اولیاء جمع مکسر ہے ولی کی معنی دوست ساتھی۔ مددگار۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں مصدر صفاتی ہے بحالت جر ہے مفعول بہ ہے مائل کا۔ موصوف ہے مابعد کا۔ لَا يُؤْتُوْنَ فعل مضارع منفی کی کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع ولیا ہے یہ جملہ فعلیہ صفت ہے اولیاء کی ملائکہ سے متعلق ہے بھی ملک ہونا۔ قائم کرنا۔ یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں متعدی ہے باب فتح سے یا ضرب سے ہے لام جارہ نفع کا اَنْفُسٌ جمع مکسر مصدر سے نَفْسٌ کی معنی ذات روح وغائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور مشتمل مضاف الیہ کا مرجع اولیاء ہے۔ لَهُمْ اسم جامد مفعول بہ ہے اس لیے بحالت نصب مکروہ

ڈالا لفظ جمع کے لیے واؤ حرف عطف تاکید کی کے لیے کیونکہ تکیہ کی عطف میں تکرار ضروری ہے۔ قُلْ فَلْ امر بکلام استفہامیہ سے تخصیص ہے قل سوال نکالی کے لیے حرف استفہام ہے ہمیشہ شروع آتا ہے ہر جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ فعلیہ بدایا اسمیہ اس میں شدت ہوتی ہے خواہ سوال نکالی ہو یا اقراری بخلاف ہمزہ کے اسی لیے یہ بعض جگہ ہوتا ہے۔ یستوی باب افتعال مضارع صیغہ واحد مذکر غائب سوی سے مادہ یائی مہموز ہے۔ جب اس کے دو فاعل ہوں تو بھی ہوتا ہے۔ برابر ہونا۔ لام ہے یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ بصورت دیگر بھی ضمیر مادہ کرتا۔ بضمتین جمع ظلمۃ الف لام جنسی ہے یہاں استغراقی ہے۔ کلی صفت مشبہ ہے ظلم سے بنا ہے جب رنگ یا عیب کا بیان ہو تو باب تفعیل کے اوپر بنا ہے جیسے شدید۔ اسم فاعل اور صفت مشبہ دونوں میں حالت پر دلالت ہوتی ہے مگر صفت میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا۔ عطف کی ضمیر۔ الف لام جنسی۔ بصیر۔ بقدرت سے بنا ہے صفت مشبہ ہے۔ چونکہ پوشیدگی ہے اور عیب یا رنگ کی دلالت نہیں اس لیے وزن کریم آیا۔ ام عاطفہ حرف ہے اور بنا ہے دو چیزوں پر آتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ام متصلہ۔ اس کے دونوں طرف استفہام ہو شرط ہے خواہ جملہ یا عمل۔ بلا فصل۔ اس لیے یہاں ام متصلہ ہے۔ ۲۔ ام منقطعہ اس میں یہ شرط نہیں کئی طرف سوال۔ تستوی۔ اصل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث۔ یہاں تین قرأتیں ہیں۔ ۱۔ دونوں جگہ تستوی۔ ۲۔ دونوں جگہ یستوی۔ ۳۔ پہلا یستوی دوسرا تستوی جن مشہور سے پہلی قرأت سبعہ مشہورہ۔ الظلمات۔ الف لام استغراقی جمع مکسر تصریف ہے ظلمۃ کی بمعنی اندھیرا۔ عاطفہ ہے الف لام جنسی نور مصدر سم جامد ہے بمعنی روشنی۔ یہ کیفیت کلوق ہے جس کی حقیقت سے خدا رسول واقف ہیں۔ بخلاف جمع یوا کلام مستطرد فاصل ہے تستوی کا۔ ہذا۔ عطف سے یستوی پر اور پھر سب عبارت مقولہ سے قل کا مدخول ہوا۔ شرکاء خبر مقدم لِلّٰہِ متعلق مفہوم قل اللہ مبتدا مؤخر قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ام منقطعہ بمعنی بل بلکہ جعلوا فعل ماضی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب باب فتح سے ہے۔ خلق سے مشتق ہے بمعنی بنانا ایجاد کرنا۔ کرنے گھڑنے اچھا لگنا مصدر ناقص ہے پیدا کرنا۔ ٹھیرانا۔ بنا لینا تجویز کرنا۔ یہاں پر آخری معنی مراد ہیں ہم عبارۃ نسبت یا نفع کا یا مقابلے کا متعلق ہے جعلوا کا۔ اس کا فاعل ہم ضمیر کا مرجع مشرکین محاطبین ہیں۔ عطف اللہ ہم ذات جل مجدہ ہے شرکاء۔ جمع مکسر مضاف ہے شریک کی شرکت سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے۔ کسی کے ساتھ ملکیت یا برادری رشتے داری یا تعاون میں شریک ہونا۔ شریک کبھی بھی پورا اختیار نہیں رکھتا۔ شرک کا شرعی ترجمہ ہے کسی غیر اللہ کو معبود سمجھنا فقط۔ شُرَکَاءَ کا حال نصب ہے مفعول جعلوا کا۔ جعلوا کا یا ذوالحال ہے یا موصوف خَلْقِهٖ خلق ماضی مطلق باب نصر سے خَلْقٌ سے بنا ہے ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اپنے ہی معنی میں رہتا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے پیدا کرنا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے۔ ایجاد کرنا۔ ساکت کرنا۔ عدم سے نکالنا۔ بہ کسی دوسرے مصدر

کے معنی ہیں تیار ہوں۔ اور اسے معدل کہتے ہیں جسے عدل کہتے ہیں جیسے عدل کرنا۔ گھڑی ہوئی ان اصادر کا متعدی یک مفعول ہونا ثابت ہے۔ کاف جار و متعلق سے مفعول کا متعلق مصدر بھی ہو سکتا ہے یعنی بھی مخلوق (صفت) واسم کا مرجع مخلوف تسمیہ یا سیاق۔ علی میں ب پائی قسمی ہوتی ہے۔ مصدر تعریف کرنے کے بجائے محلے پر لاتے ہے مگر صرف چار موقعوں پر۔ مصدر جب معرف ہو۔ مضاف ہو۔ مفعول ہو۔ مثنا جمع ہو۔ لیکن ان چاروں سے کوئی بھی ہو۔ مثلاً عالم مصدر کا ضمیر ہو مثلاً سبحانہ۔ مثلاً نکرہ ہو جیسے قولہ تعالیٰ کا خلق معرف بلام جنس متعلق سے کسی مشتبہ ہونا۔ (شک کرنا) مشابہ ہونا۔ برابر ہونا۔ ہم مثل ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں الخلق مالف لام موصولی واسمی معنی مخلوق یعنی صفت اسم جامد استعارت رکھتے ہے تشابہ کا۔ اہل جاہلیہ کا ہم جیسے مشرکین معنی سے تشابہ کا یہ معنی تقریر ہے۔ خلقہ الصفت کی کل فعل مرفوع جملہ اول مقولہ جواب ہے۔ اللہ سبحانہ سے بھاری پیدا کیا ہے خالق۔ باب ضرب کا اسم فاعل مرکبت خلق سے ماخوذ ہے۔ بھاری پیدا کرنے والا۔ فعل ہمزہ کی مصدر خلق ہے۔ اصل ہمزہ کی معنی ایک ہونا لازم ہے۔ فقہاء الف لام اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ الخلق حال صفت مشبہ ہے الخلق سے بمعنی غالب ہونا۔ ایل کیا۔ قابو میں کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی وہ ہستی ہیں جو عدل کی صفت سے متصف ہیں اور یہ سب کلام مقولہ سے حال ہے۔

تفسیر عالمانہ

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝

جان لیا کہ آسمان زمین بنانے سے اللہ تعالیٰ کی کو سمجھ سے کر رہے ہیں اسی کے حضور حاضر ہونے سے یا بعد اس کی رضا کے کسی کی حاجت پوری نہیں ہو سکتی تو اب ان تمام ہر قسم کے کافروں سے پوچھتے ہوئے فرمایا ہے کہ کون ہے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والی۔ سمجھانے والی حاضر ہونے اور بیکار تک نہ سکھے ان یہ تو نہیں بولیں گے بلکہ اس لیے کہ ان کا عقل و شعور عقیدہ و ملک اسی پر ہے کوئی وقت ہے کہ حقیقت سب کی کائنات کا سب خالق مالک اللہ ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بنا کر سکتا ہی نہیں صرف شرمندگی کی خاطر زبان سے اقرار نہ کریں گے۔ یا اس لیے کہ گمراہی کی انتہا تاریکیوں کی خاطر سے ہے۔ ہاں ہو چکے ہیں یا اس لیے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ گرم نے حقیقت واقعی کا اقرار کرتے ہوئے زبان سے کہدیا کہ اللہ ہی سب کا رب ہے تو ہمارا خود ساختہ

مذہب تباہ و برباد اور جھوٹا ہو جائے گا یا اس لیے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سوال کے صحیح جواب کا نتیجہ ہم کافروں کے حق میں کفر و شرک ثابت ہوگا۔ اور صحیح جواب کے علاوہ یہ کچھ کہہ ہی نہیں سکتے کیونکہ ثبوت دینا پڑے گا۔ لہٰذا اے حبیب آپ خود فرما دیجئے کہ اللہ ہی سب کا رب ہے۔ اس سوال کا جواب اس کے سوا ہو سکتا ہی نہیں نہ کوئی کافر اس کے سوا دم مار سکے تو پوچھئے ان سے کہ تمہاری لاجواب خاموشی اللہ کی ربوبیت کے اقرار کو ثابت کر رہی ہے پھر تم نے اس رب تعالیٰ کے مقابل اپنے مددگار کہاں سے بنا لیے اور پھر مددگار بھی ایسے ناکارہ لکڑی پتھر لوہے کے اپنے ہاتھوں کے تراشے گھڑ کر تیار کر لائے ہوئے بت جو تمہاری مدد تو درکنار اپنے نفع نقصان کے بھی مالک، قابض نہیں نہ نفع حاصل کر سکتے ہیں کہ قد، صحت، خوبصورتی زیب و زینت سے بے سکیں نہ نقصان کو دور کر سکیں کوئی توڑ دے تو اس دشمن سے بچ نہیں سکتے بھاگ نہیں سکتے نہ کسی کو نقصان پہنچا سکیں تو اے ان کے پجاریو تم کو نفع کس طرح دے سکتے ہیں ذرا یہ بھی سمجھائیے کہ کیا اندھا بینا اور ساری کائنات کے ذرّے ذرّے کو گہرائی تک ظاہر و باطن سے دیکھنے والا رب تعالیٰ معبودیت میں برابر ہو سکتا ہے یا کفر کا اندھا انسان اور ایمان کی روشن آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے۔ یا اسی طرح جہنم کی اندھیریوں کی طرف لے جانے بھٹکانے والا کفر اور قرب الٰہی میں لے جانے والا یا جنت میں پہنچانے والا ایمان نور میں لانے والا اسلام برابر ہو سکتا ہے۔ یا ان دونوں میں آنکھوں کا بالکل اندھا آدمی اور بڑی بڑی روشن آنکھوں والا بینا آدمی اور ایسے ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا اور چمکتا دمکتا نور۔ ایسی حالت کے کام افعال چلنے پھرنے دیکھنے مشاہدے میں برابر ہو سکتا ہے یا اندھیرا اور روشنی یک وقت ایک جگہ ایک درجے کے ہو سکتے ہیں ہر شخص کہے گا کہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے تو سمجھ لو کہ بتوں کو رب کے مقابل نہ سمجھو اور بت پرست اور خدا پرست برابر نہیں ہو سکتے۔

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ یا وہ کافر بت سارا بت پرست یہ سوچے بیٹھے ہیں کہ انہوں نے جو بت اللہ تعالیٰ کے شریک بنا ڈالے ان بتوں نے بھی کچھ چیزیں پیدا کی ہیں اس اللہ کے پیدا کرنے کی مثل۔ لیکن یہ پتہ نہ ہونے کی بنا پر کہ کونسی چیز بتوں نے پیدا کی اور کونسی اللہ نے ان بت پرستوں پر مخلوق مشتبہ اور مخلوط ہو گئی اس دلیل سے وہ دونوں خالقوں کی عبادت کرنے لگ پڑے۔ یا یہ تو پتہ ہے کہ بتوں کی پیدا کی ہوئی کونسی چیزیں ہیں اور اللہ کی کونسی مگر چونکہ دونوں کی مخلوق ان کے نزدیک ایک جیسی مشابہ ہے۔ اس لیے وہ دونوں کو معبود سمجھ بیٹھے۔ اے حبیب کریم فرما دیجئے کہ ان کفار کے یہ سب خیالات عقائد نظریات قطعاً باطل ہیں کوئی بت کسی بھی ذرّے کا خالق نہیں، نہ اس کا کوئی ٹھوس ثبوت۔ فقط اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ روح، جسم عرض جوہر۔ سب کچھ اسی نے پیدا فرمائے ہیں۔ اور وہ حکم الحاکمین واحد و یکتا ہے نہ اس کا مثل نہ شریک

نہ فریق۔ نہ عدیل نہ وزیر نہ صاحبہ نہ ولید۔ نہ اولاد نہ اصیل۔ ساری کائنات پر قہار ایسا کہ اپنی جس مخلوق کے ساتھ جس وقت جو چاہے سلوک اور برتاؤ فرمائے کوئی اس کو روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں صرف عاجزی۔ دعاؤں زیادوں۔ التجاؤں سفارشوں شفاعتوں کی اجازت ہے۔ اور پھر اس کا کسی طرح کا کوئی برتاؤ ظلم نہیں عدل ہے۔ استحقاق نہیں کرم ہے۔ اجرت نہیں نعمت ہے اس کی سزا عذاب عتاب سب ہی حکمت ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ جب سب ہی اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں تو شریک کون ہو یہ بت تو مخلوق کی قدرت کے برابر بھی قدرت و ہمت نہیں رکھتے تو خالق بننے کی صلاحیت کہاں ہے اور جب خالق ہونا ہی معبودیت کی دلیل ہے تو جب رب تعالیٰ کے کون معبود ہو سکتا ہے۔ پس ان دو آیتوں میں دلائل قدرت اس طرح ہوئے کہ آسمان۔ جن کی مخلوق اللہ کو سجدہ کرتی ہے لہٰذا وہی آسمان زمین اور اس کے باشندوں کا رب ہے اور جو رب ہے وہی خالق ہے اور جو خالق ہے وہی حقیقی قوت و طاقت والا ہے اور جو طاقت والا ہے وہی نفع دے سکتا ہے نفع چھین سکتا ہے اور جو نفع دے سکے روک سکے وہی نقصان بھی دے سکتا ہے نقصان دور بھی کر سکتا ہے لیکن بت اور تمام بڑی بڑی دیوتا اتنے سخت مجبور و بے بس ہیں کہ اپنا نفع نقصان بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ اور جو ان آسان اور معمولی باتوں کو نہ سمجھ سکے وہ اندھا ہے اور جو سمجھ لے بتوں سے ہٹ جائے وہ آنکھوں والا ہے۔ اور اس بات کو ہر شخص سمجھتا ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو اندھا ہے وہ ہر وقت گھر کے اندھیرے میں ہے اور آنکھوں والا ہر قسم کی روشنی اور نور میں ہے اندھیرا اور نور بھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اندھے کو پتہ نہیں لگتا کہ سیدھا راستہ کون سا ہے۔ روشنی سے فائدہ لینے والا دیکھتا ہے کہ سیدھا راستہ یہ ہے۔ جب خالق اللہ تو معبود بھی وہی اور واحد بھی وہی۔ قہار بھی وہی۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ پہلے زمانے میں دو فرقے پیدا ہوئے تھے جو بادشاہوں کی گود میں پلے بڑھے ایک فرقہ معتزلی دوسرا فرقہ جبریہ۔ معتزلہ کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ بندہ اپنے فعل عمل کا خود خالق ہے اور جبریہ کا عقیدہ یہ تھا کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں بلکہ کاسب اور فاعل ہے مگر اس کا کسب رب کی خلق کے مشابہ اور مثل ہے۔ رب تعالیٰ نے یہاں وَتَشَابَهَ الْخَلْقُ کا تردیدی اور استفہام انکاری کا جملہ فرما کر جبریہ فرقہ کا رد کر دیا۔ جبریہ کا یہ عقیدہ سراسر شرک ہے۔ اور اس جگہ فرمایا گیا خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ جس سے معتزلہ کا رد ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک ان دونوں فرقوں کے تمام عقائد کفریہ میں جیسا کہ آج کل کے دیوبندی وہابی فرقے کے بعض گستاخی والے عقیدے کفریہ ہیں جن کے بڑوں نے لکھے اور انہوں نے ان کو مانا۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام چیزوں کا خالق فقط اللہ ہے۔ بندہ اپنے فعال کا کاسب ہے اور بندے کا کسب اللہ کے خلق کے مشابہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں

فرق کے علاوہ یہ فرق بھی ہے بندہ اپنے افعال اور حرکت سے محتاج ہو کر کرتا ہے مگر رب تعالیٰ نے اپنی ضروریات کی بنا پر مخلوق کو پیدا نہیں کیا، وہ حاجت ہی سے پاک ہے۔ دوسرا فائدہ۔ موحد ہر حال دنیا بھر کے کافروں سے بہتر ہے کافر چاہے کسی قسم کا کسی شان کا کسی ملک و کسی مرتبے کا ہو۔ جو فاسق مسلمان ہر وقت مسلمانوں کا برا چاہتا ہے وہ بے وقوف کہنا در لوگوں کے سامنے مشہور کرتا ہے خاص کر غیر مسلموں کے سامنے اور غیر مسلموں کی تقریب کرتا ہے وہ مضعیف اسلام کا دشمن ہے۔ اس لیے تین لیڈروں نے اپنی زندگی میں اپنی ساری تفکر اور ہنرمندی کا زور مسلمان ملا کی گستاخی اولیاء اللہ سے کی لے اپنی مدارس اسلامیہ خانقاہ علمائے کی توہین اور مسلمان کو جہال کی دلیل میں لگایا وہ اللہ رسول کے دشمن ہیں۔ تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ بندے افعال کا خالق ہے کاسب نہیں معتزلہ دیوبندیوں وہابیوں کا یہ کہنا کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے صرف پر قادر ہے سراسر کفر و باطل ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خلق پر قادر ہے مگر کسب پر گناہ کے عمل کسب پر قادر نہیں۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی شخص کو خالق کہنا جائز نہیں۔ یہ جو بعض جاہل لوگ قائد اعظم کو پاکستان کا خالق یا ڈاکٹر اقبال کو شاعری کا خالق کہدیتے ہیں اسی طرح بہت سے اخبارات کو شاعر کی تخلیقات کہدیا جاتا ہے یہ سب گناہ اور شرکانہ باتوں کی مشابہ ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ رب ہونا اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے لہذا کسی شخص کو رب کہنا کفر ہے۔ شیعہ لوگ حضرت علی کو رب کہتے پھرتے ہیں۔ اور علی رب کے نعرے لگاتے ہیں معاذ اللہ یہ سب کفریات ہیں بعض بیوقوف سنی بھی ان کی دیکھا دیکھی یہ نعرہ بول دیتے ہیں تو ناجی میں بولنا گناہ ہے اور اس کا مطلب اور نسبت کا مسئلہ جو سر پر آ جائے کہ ہے۔ بولنے والا فوراً کافر ہو جائے گا اور کافر ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا تیسرا مسئلہ۔ جو شخص کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ شخص اس چیز کا مالک نہ ہو تو وہ شخص اس چیز کا کسی کو مالک بھی نہیں کر سکتا نہ قبضہ دے سکتا ہے نہ امانت دے سکتا ہے نہ استعمال کر سکتا ہے نہ کرا سکتا ہے پتھر لکڑی کے بت اگرچہ انسانی شکل کے ہوں کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے اسی طرح جانور بھی کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔ لہذا گائے بیل۔ ٹی کا درخت یا مندروں کی مورتیں ان کے نام پر جو جانور لگا دی جاتی ہے یہ بت وغیرہ ان کے مالک نہیں ہو جاتے یا ہی مالک ہے گا اس نے دی ہے یا حکومت وقت۔ ہاں پنڈت پادری کے نام کی چیز کی ملکیت پنڈت وغیرہ کے لیے ثابت ہو گی۔ یہ مسئلہ آیت یَمْنَحُوْنَ سے ثابت و مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا ص ذوبہ آ یعنی کسی بندے کو اولیاء نے حاجت و مشکل کشا کارساز سمجھا کفار کا طریقہ ہے لہذا اہل سنت لوگ ولیوں غوثوں قطبوں کو مان کر اور ان کے پاس جا کر

حاجتیں طلب کر کے تو وہ بانہ کر گمراہ ہوتے ہیں (وہابی)۔

جواب۔ قرآن مجید کی آیات طیبات کو اگر سمجھداری سے پڑھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ ولی بھی دو قسم کے اور ولیوں کا ماننا بھی دو قسم کا ہے۔ ۱ ولی اللہ، ۲ ولی من دون اللہ۔ ولی اللہ کارساز مشکل کشا حاجت روا ہوتا ہے جن کو ولیاء اللہ غوث، قطب، ابدال اوتاد افراد کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خالص بندے اور دوست ہیں یہ فرشتوں کی طرح انتظام عالم کے کام پر مامور کئے گئے ہیں۔ لیکن ولی من دون اللہ۔ رب کے دشمن ہیں۔ جیسے بت وغیرہ۔ اہل سنت اولیاء اللہ سے مانگتے ہیں نہ کہ من دون اللہ سے اولیاء اللہ سے مانگنا جائز ہے من دون اللہ سے مانگنا کفر ہے یہاں من دون اللہ کا ہی ذکر ہے۔ اولیاء اللہ کو ماننا بھی دو طرح کا ہے ۱ ان کو ولی اللہ سمجھ کر ماننا یہ جائز بلکہ لازم اور ایمان ہے ۲ ان کو اللہ سمجھ لینا یا ابن اللہ سمجھنا۔ یہ شرک و کفر ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ظلمت جمع ارشاد ہوا اور نور واحد۔ یا تو ظلمت واحد ہوتا اور یا پھر انوار بھی جمع ہوتا تاکہ مطابقت درست رہتی۔ جیسے کہ اعمیٰ اور بصیر دونوں واحد ہیں۔ اس اختلاف کی مطابقت کیونکر ہو۔

جواب۔ ظلمت سے مراد کفر ہے اور دنیا میں کفریات بہت قسم کی ہیں۔ اور نور سے مراد اسلام و ایمان ہے جو سارے جہان میں ایک ہی ہے۔ رہا اعمیٰ اور بصیر کا واحد ہونا تو وہاں صفیت مراد ہے۔ نہ کہ افراد۔ اور صفت ہمیشہ واحد ہی ہوتی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ جب ہر چیز کا خالق اللہ ہے جس میں شرک گناہ سب کچھ داخل تو گناہ گار اور شریر کی پکڑ کیوں۔

جواب۔ اس لیے کہ بندہ شرک اور گناہ کا محدث ہے۔ اس نے گناہ استعمال کیوں کیا وہ مظہر شر و کفر و گناہ کیوں بنا اس کی مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رب تعالیٰ نے زہر پیدا کیا تو ملعون کیوں۔ زید نے وہ کھا کر اپنا تو زید مجرم۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فرمادو کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ یعنی فرمادو کون سی چیز سب سے بڑی گواہ ہے فرمادو اللہ گواہ ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ بھی شی ہے۔ تو کیا اللہ اپنا بھی خالق ہے۔

جواب۔ اللہ کو شی کہنا کفر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے والے نام ہیں اس کو انہی سے پکارو یہ آیت دوم جو معترض نے پیش کی ہے۔ اس میں سوال کا جواب موجود نہیں اور سوال یہ ہے کہ کون سی چیز اللہ سے بڑی ہے۔ یہ سوال نہیں کہ اللہ چیز ہے معاذ اللہ۔ اور گر جملہ قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ یہ علیحدہ نئی عبارت ہے سوال کا جواب نہیں ہماری اس تقریر سے سوال سرے سے ختم ہو گیا۔

تفسیر صوفیانہ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

قُلْ هَلْ مِنْ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ بِهٰذَا ذات کا قائل جلال ہے اور جلال ذات کا قائل جمال ہے اس لیے خدا کسی بھی مقام زہد میں پہنچ جائے وسیلہ نبوت کے بغیر معرفت ذات ازلی جل مجدہٗ حاصل نہیں ہو سکتی رضاء رب تعالیٰ کی خیرات استاذ انبیاء سے ملتی ہے اور بھکاری انبیاء کائنات کے صوت و قطب ہیں۔ خود حضرت عبدالقادر جیلانی جیسے بے مثال ہستی بھی "مستانہ" موسوی کے گداؤں میں شامل ہیں قرب الٰہی کا سب سے اونچا مقام انبیاء کرام کو حاصل ہے اس لیے اسے پیاسے جیسب آپ پر چھان ہدایت کے جھوٹے دعویداروں سے کہ بے عقائد ال کے سبق پڑھانے کے بہانے گمراہی پھیلانے والا۔ کون ہے قلوب آ عمالی اور نفوس رسمی کا پاسے۔ پیدا کرنے حفاظت کرنے والا اور کون ذات ہے اپنے حسن تدبیر سے ان ہی قلبی محاذوں اور نفسی زمینوں میں انسانیت کاملہ کے چاند سورج ستارے چمکانے والا اور اخلاق حمیدہ کے پھول کھلانے والا اور کس کی حکمت بالغہ نے عادات رذیلہ نفسانیہ پیدا کر دیں۔ کسی کو مشاہدۂ قلبی کے مقام قرب و شواہد حق تک پہنچایا اور کسی کو شہوات دنیا اور مناہل میں پھنسایا۔ یہ سب بہرے گونگے اور حقیقت سے بے بہرہ جواب نہیں دے سکتے تو اے نبی آپ خود ہی جواباً فرما دیجئے بس اللہ ہی ہے وہ اس بات کو مانیں گے ان کو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی۔ تو پھر سوالاً فرمائیے تو کیا اے زاہدوں عابدوں پیروں فقیروں عالموں کا بس بن کر شیطان کو خدا تعالیٰ کے مقابل اور نفس امارہ کو قلب کے مقابل لاتے ہو حالانکہ یہ شیطان و ابلیس اور نفس اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں تم کو قرب جہاں تک کس طرح پہنچا سکتے ہیں یہ تو درکنائے ہوئے ہیں۔ اے نبی اے شریعت الٰہیہ کے درس پڑھانے والے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم طریقت الٰہیہ کے بھی سبق سکھائیے اور پوچھئے کہ کیا غیر اللہ کو مالک متصرف سمجھنے والا اندھا اور اللہ ہی سے سب آسیں لگانے والا حقیقت کی روشن آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا خواہشات نفسانی کی اندھیریاں اور زہد و تقوے اور صراط حمائل قلبی کا نور برابر ہو سکتا ہے۔ نفس اندھا ہے کہ غیر اللہ سے تعلق و محبت پیدا کرنے والا ہے۔ اور دل بصیر ہے کہ عرش اللہ ہے۔ اور باطل سے متنفر ہے اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ کائنات میں کون ایسا محبوب اور مطلوب ہے جو اللہ کا محبت و عشق میں شریک ہو یا محبت الٰہیہ کے مقابل الفت رتبلی کا شریک ہو ماں نہ باپ نہ بھائی نہ دوست۔ اس لیے کہ سب مخلوق دوستی محبت پیدا کرنے والی ہے لیکن رب تعالیٰ دل کی گہرائیوں میں محبت پیدا کرنے والا ہے جس کے لیے جتنے دن جس کے دل میں محبت پیدا کر دی وہ ہو گئی اگر وہ رب تعالیٰ ماں باپ اولاد حیوان ملائکہ اور جنات کے دلوں میں محبت نہ ڈالے تو ماں بچے کو کھا جائے۔ اے غافلو دنیا پرستو تم نے ایسے کریم رحیم رب کے مقابل محبت میں غیروں کو شریک کر لیا کیا کوئی اور بھی دل کی گہرائیوں عقل کی پنہائیوں میں محبت و عشق پیدا کرنے والا ہے جس کی پیدائش سے ان ازل کے محرومیوں پر مت بہت ڈال دی ہو اور وہ محبت جو رب تعالیٰ اور اس کی چیزوں سے کرنی چاہیئے تھی محرموں سے کرنے لگے صوفیاء کرام کے مشرب میں غیر اللہ کی محبت بھی شرک ظاہری ہے

جو محرومی کے جہنم میں جلانے والا ہے جس طرح وہ ازلی قدیم اپنی ہر صفت میں بے مثل ہے ایسے ہی اس کی محبت بھی بے مثل و بے خوض ہونی چاہیئے۔ محبت غیر اللہ حرام نہیں مگر مقابلہ حرام ہے اے حبیب کریم رؤف و رحیم کائنات عالم کو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز خیر و شر قرب و بُعد۔ لذت و الفت۔ دل۔ دماغ عقل و شعور پیدا فرمانے والا ہے اور جس طرح وہ رب سموات اپنی ذات صفات اعمال خصال میں وحدہٗ لاشریک ہے اسی طرح ہی محبوبیت مطلوبیت کے استحقاق میں بھی وحدہٗ لاشریک اور وہی واحد ہے قرب معرفت میں اسی لیے عارف صادق عزّ اللہ کو طلب نہیں کرتا۔ جمال یار کا عاشق ہر چیز کو رنگ محبوب کا آئینہ سمجھتا ہے۔ وہی اللہ جل مجدہٗ قہار و غالب ہے اپنے سوا ہر جامد ہے دوستوں کے لیے ظاہر ہے دشمنوں کے لیے۔ وہ ہے مخلصوں کے لیے قہار ہے ریاکار دل کے لیے نور وحدت کے جام پلانے والا ہے طالبوں کو قہاری کی محرومی و نامرادی دینے والا ہے عیاروں کو۔ وحدت کی ظلمت اپنے والا واحد ہے محرم راز کو۔ حجاب کی دوری دینے والا قہار ہے نامحرم کو۔ سب کی محبتیں فانی کیونکہ ابتدا بھی دینا اور انتہا بھی دنیا۔ مگر رب تعالیٰ کی محبت باقی کہ عالم اخلق ارواح سے بتدا ہوتی ہے اور لنحکم ماورد۔ دنیا۔ قبر۔ حشر۔ اور ابد الآباد تک تعلق ہے۔ مگر اس محبت کا مخزن آستانۂ مصطفیٰ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ

اتارا طرف سے آسمان کے پانی کو تو بہنے لگے ندی نالے

اُس نے آسمان سے پانی اُتارا تو نالے اپنے اپنے

بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ

سے اندازے اپنے پھر اٹھا لیا سیلاب نے جھاگ پھولا ہوا

بہہ نکلے تو پانی کی رو اُس پر بھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ

اور سے اُس دھات کہ بھڑکاتے ہیں پر جس میں آگ خواہش کرتے ہوئے

اور جس پر آگ دھکاتے ہیں گہنا یا اسباب۔

حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ

برابر ہونے کی بابرکت جھاگ مثل اُس کے ۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے

نا نے کو اُس سے بھی ویسے ہی جھاگ نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ سے کر

اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

بلکہ حق اور باطل کو ۔ پس لیکن جھاگ تو جاتا رہتا ہے

حق اور باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ کر اور ہو

جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى

کل ضائع کر اور لیکن وہ جو نفع دیتا ہے لوگوں کو تو وہ قائم دائم رہتا ہے میں

جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے رہتا ہے میں

الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ۝

زمین ۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مثالوں کو

رہتا ہے ۔ اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ آسمان اور زمین کا رب ہے یعنی پالنے والا اب اس آیت میں ربوبیت کا عظیم الشان ثبوت پیش کیا جا رہا ہے کہ آسمان کے حوالے نیل پانی کے رب کو عطا فرمایا ہے جس سے زمین کی زندگی اور پرورش ہے ۔ اسی سے زمین کی زینت ہے ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں باری تعالیٰ عزوجل نے اندھے اور آنکھیا لے اور اندھیرے اور نور کی تمثیل اور برابر ہونے کا ذکر فرمایا تھا ۔ جس سے سائنس کے ظاہر اور باطن کی طرف لطیف اشارہ تھا ۔ اب یہاں مادہ پرستوں کے لیے پانی اور زمین کے ظاہر و باطن کا ذکر فرما کر حق و باطل کا بھید سمجھایا جا رہا ہے ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں مفید اور غیر مفید چیزوں کا اس طرح بیان ہو تھا کہ اندھا غیر مفید اور آنکھیا مفید سی طرح اندھیرا غیر مفید اور نور روشنی مفید ہوتی ہے مگر شخص سوداگری

کہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہاں آیت میں پانی اور صاف اور ہونا چاندی کی مثال سے کر حق و باطل کا فرق سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ حق باقی اور مفید ہے اور باطل فانی اور غیر مفید ہے

تفسیر نعیمی

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذلک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال

انزل فعل ماضی مطلق معروف باب افعال نزل سے ساتھ لازم ہے افعال سے متعدی بیک مفعول سادہ بھی اترا اتارنا۔ یہاں متعدی کے معنی بھی ہو سکتے ہیں فاعل ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے من جارہ بھی ہے یعنی طرف سے۔ السماء۔ ف لام عہدی سمو سے بمعنی بلندی مراد یا حقیقی معنی میں ہی ہے یعنی آسمان جانب مرجع متعلق سے اتر کے ماء اسم جامد ہے بمعنی پانی۔ ہر پتلی چیز کو بھی ماء یا مائع کہتے ہیں اسی سے ہے دیہ بمعنی سیال ہے کہ مفعول ہے فاء عطف سے سالت فعل ماضی مطلق معروف واحد مؤنث غائب مہموز العین سے مشتق سے باب ضرب سے ہے بمعنی بہنا جاری ہونا جب باب فتح سے ہو تو معنی پوچھنا ہوتا ہے اودیۃ واحد اودیۃ جمع مکسر منصرف ہے وادیۃ کی یہ جمع شاذ و خلاف قانون ہے کیونکہ فاعل اور فاعلۃ کی جمع فعل اور فعلۃ نہیں ہوتی یہ خلاف قیاس اس لیے آگئی کہ وادی بمعنی وَدِیٌّ یعنی دوڑنا چلنا صفت مشبہ ہے کیونکہ وادی کبھی زمانہ میں ہوتا۔ صفت مشبہ میں بھی زمانہ نہیں ہوتا لہذا یہ اس کے معنی میں ہے وَدِیٌّ سے مشتق ہے بمعنی راستہ بنا۔ اس جنگل کو وادی کہا جاتا ہے جس میں لوگ گزرتے ہوں اور اس نالے ندی۔ نہر۔ دریا۔ اور پہاڑی نالے کو وادیۃ کہتے ہیں جس میں سے قدرتی پانی گزرتا ہو۔ یہاں یہ معنی مراد ہیں اس لیے جمع ہے سالت فعل سے مفرد کو تانیث کا کام دیا گیا ہے۔ بقدرھا تو پانی بتلاتے ہے مگر وہ جگہ یک قول میں اودیۃ جمع ہے وَدِیٌّ کی بمعنی بہنے والا پانی۔ مراد کی وادی کو وادی بھی اسی لیے کہا جاتا ہے۔ اس قول میں یہ اصلی معنی میں ہے اور زبد جھاگ بہہ گئے بہنے والے پانی سے جدا بعضہ کی متعلق ہے سابق کے قدرھا مصدر معنی حاصل مصدر جامد ترجمہ سے مقدار حصہ۔ مقدار طاقت۔ مال داری۔ مثل قدرتی۔ مثل عزت۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ حاملہ کا مرجع اودیہ ہے ف عاطفہ معنی فحملت فاحتمل فعل ماضی مطلق باب افتعال سے ہے فعل سے ساتھ معنی اٹھانا۔ برداشت کرنا۔ چڑھانا۔ یہاں پہلے معنی ہیں السیل۔ الف لام جنسی۔ مصدر ہے جو پانی سے باب سمع میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر مصدر جامد ہے اسکی جمع سُیُوْلٌ ہوتی ہے۔ مصدری معنی ہیں بہنا۔ جاری معنی ہیں۔ بہاؤ۔ یا بہت قدرتی پانی جانا۔ یعنی سیلاب وہی یہاں مراد ہیں زبدا اسم جامد ہے معنی جھاگ اس کی جمع آرہا ہے سابقہ نصب مفعول ہے۔ رابیا کا موصوف سے رَبَا۔ اسم فاعل سے باب ضرب سے یا نصر سے ہے رَبْوٌ سے جانے معنی پھولنا۔ یہ صفت تابع ہے اس لیے نصب ہے

و ذ سر ملہ۔ من جارو مجرور صفت کا یا بیانیہ۔ یوقدون۔ اصل مضارع باب افعال سے صیغہ جمع مذکر غائب یک ذت میں حاذف ہے یعنی یوقدون ۔ وقد مثال واوی سے مشتق ہے معنی شعلوں والی آگ سلگانا۔ علی جارو مجرور صفت کا یا حیثیت کا ہو ضمیر کا مرجع ہو صولہ ہے۔ مما متعلق مقدم ہے اور یہ متعلق دوم ہے فی جار و ظرفیہ ستار ف ملہ ضمنی یا عہدی ما اسم جامد ہے مجرور ہے متعلق سوم سے۔ بتغاء مصدر ہے باب افتعال کا معنی ڈھونڈنے جاہنے سعی محنت سے ما کوشش سے کسی چیز کو چاہنا یا کوشش کرنا یہاں چاہنا مراد ہے۔ حلیۃ معمول مصاف الیہ ہم جنسی سے واحد ہے اس کی جمع کمۃ علی سے بھی ریورہ زینت ما ذف مطف انھا فی متہ یا و ب ل مصدر لغوی ہے معنی جمع مراد سامان برتن ہیں یہ سب مطف معطوف مصاف الیہ ہو مرکب مالی معمول لہ ہے یوقدون کا اسی سے ہے و قولہ معنی ابتدا ص ۔ ملہ نہ مقدم ہے زبد موصوف مثل تشبیہ ہم سے مضاف ہے ہ ضمیر مجرور متصل مصاف الیہ کا مرجع زبد ہے یہ مرکب اضافی صفت ہے۔ موصوف وصفت بحالت رفع مبتدا مؤخر ہے۔ کاف حرف جر برائے تشبیہ الک اسم اشارہ بعیدی یعنی اس طرح جارو مجرور متعلق مقدم ہے یضرب کا یہ پوشیدہ کے اور یہ اسم مفعول جملہ یہ من کر مبتدا سے۔ اللہ سار جملہ فعلیہ خبر ہے۔ یضرب اصل مضارع ضرب سے بنا ہے معنی مارنا یہ معنی اصل میں۔ بطلاق معنی صد بیان کرنا۔ مثل ذان۔ مثل زمین پر چلنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی بیان کرتا متعدی یک مفعول ہے اللہ لفظ بحالت رفع اس کا فاعل ہے الحق لف لام عہدی ذہنی بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ حق اسم جامد ہے مصدر بھی ہو سکتا ہے بمعنی درست۔ قائم ذائم۔ درست استوار۔ مثل حقیقت واقعی یہاں پہلے معنی ہیں و عاطفہ باطل بحالت نصب معطوف ہے باطل ہر معنی میں حق کے مخالف ہے اس لیے اس کے بھی چار معنی۔

مثل غلط۔ گمراہ۔ مثل قابل فنا مثل کفریہ اور برے عقیدے۔ مثل جھوٹ فریب حقیقت کے خلاف۔ فاما ما شرط فیذھب جفاء و فاما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال ف زائدہ اما حرف شرط تاکیدی۔ مکرر کلام مجمل کی تفصیل کے لیے آتا ہے مگر کبھی اتصاف کے لیے موقعہ تفصیل میں تکرار ضرور واجب ہے یہاں تفصیل ہے۔ الزبد۔ لف لام عہدی ذہنی جھاگ ہے بحالت رفع مبتدا ہے ف معنی جزائیہ ہے یذھب مضارع معروف۔ اذھب سے بنا ہے بمعنی جانا۔ لے جانا یہاں لازم ہے یعنی جاتا رہنا۔ جفاء اسم جامد ہے بحالت نصب حال ہے یذھب کے فاعل کا یعنی کچھ کر دل کر ختم ہو جانا و عاطفہ اما حرف تاکید برائے تکرار۔ ما موصولہ ہے ینفع مضارع معروف متعدی سے نفع سے بنا ہے معنی مشکل کشائی کرنا فائدہ دینا۔ اس کا فاعل ھو ضمیر کا مرجع ہو صولہ ہے الناس الف لام جنسی یا استغراقی ہے اس اسم جنسی سے اس لیے واحد جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے یک قول میں اس جمع ہے الناس کی۔ ف جزائیہ اگلا جملہ جزا ہے اس جملہ شرطیہ کی یمکث باب نصر کا مضارع معروف ہے صیغہ واحد مذکر غائب ھو فاعل کا مرجع ہو صولہ ہے مکث سے مشتق بمعنی ٹھیرنے رہنا۔ قائم ثابت رہنا۔

قائم ثابت رہنا۔ کہیں رک جانا۔ لنگر ڈالنا۔ ساکن رکھنا کلام سے یہاں سب معنی درست ہیں۔ فی حاضر ظرفیہ الف لام جنسی اس اسم جامد جیسی ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے یمکث کا۔ گذالک۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے یضرب کے۔ مثل مضاف محذوف واحد مذکر غائب کے ضمیر سے بنا ہے متعدی یک مفعول ہے لفظ اللہ اس کا فاعل اسم ظاہر ہے۔ لام امثال۔ الف لام عہد ذہنی یا استغراقی ہے۔ امثال جمع ہے مثل کی یا مثل کی۔ مثل کا معنی ہے مشابہ ہونا برابر ہونا۔ کسی سے بیان کرنا مثل کے معنی میں۔ کہانت بیان کرنا۔ لگانا۔ تشبیہ دینا۔ اسی سے ہے مثال اس کی جمع ہے مثلہ یا مثل۔ مثل کی جمع کبھی کبھی مثول بھی آتی ہے۔ اس کہانت کے معنی میں اور مناسب ہے۔

تفسیر عالمانہ

[illegible] فتنہ انسان نے قدرت الٰہیہ کی نشانیاں دیکھیں۔ عقلوں نے خالق کائنات کی معرفت کر لیا جو دعوے اس رب کریم کو خالق ماننے کر لیا اس کو معبود ماننے پر مجبور ہو گئے مگر دماغ انسانی مکر شیطانی سے بھرے ہوئے معبود مقابل میں گھڑ لیے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے انسان پی ایچ ڈی میں سند لے کر کیوں بڑھ جاتا ہے جب کہ جہالت سے بھی جہالت کر دیا گیا ہے۔ اور آئندہ کے سامنے حالات روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اس کی وجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا انسانیت دو طرح پر تقسیم ہے۔ حق۔ حق باطل۔ حق کو ثبات اور بقا ہے۔ باطل کو کمزوری اور فنا ہے۔ اور چونکہ حق بھی دو مثالوں والا ہے اور باطل بھی دو طرح نمودار ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں دو مثالیں ارشاد فرمائی گئیں۔ اس رب تعالیٰ نے جس نے کہ آسمانوں کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز قہار و جبار کے قبضہ قدرت کے نیچے مثل سجدہ گری پڑی ہے اسی نے فرمایا پانی نامکار قدرت کے ذریعہ آسمان سے پانی۔ ملائکہ کے ذریعے گرو آب سے وہ پانی نالوں میں لہراتا زمین کے رونق ہو جائے اور پانی گرنے کی زیادہ دھمک پیدا نہ ہو نہ مین حرف ہو نہ زمین والے۔ اس کے ماحول و مارشوں کا اصل کر ذریعہ مکانی پہاڑوں کو بنایا تاکہ ان کی پتھریلی مصنوعی بردشت کرنے پھر وہاں سے نالوں۔ اور پرنالوں کے ذریعے نیچے آئے تو میدانی جنگلوں کی چھوٹی۔ بڑی دیہاں نالے ہر کھائیاں گھاٹیاں اپنے اندر سے توڑتی۔ گھونٹی۔ تنگی فراخی کے حالات سے لگ گئیں اور حرارت قدرت کے پانی کا سیلاب اُمڈ پڑا۔ اس جوش مروش پانی نے جھاگ اٹھایا اور رستے کا کوڑ کچرا میل کچیل جھاڑ جھنکاڑ بھی ساتھ بہا لیا یہ سب جھاگ وغیرہ پانی کے اوپر چھا گیا بظاہر معلوم ہوا کہ سب پانی ہی گندہ ہے یا یہ میل کچیل پانی پر غالب ہے مگر کچھ ارتھ ہی ایسا ہوتا ہے کہ پانی کی ریک سہری یا ہوا کا ایک چھوٹا سا جھکڑ ہی سب خس و خاشاک کو ٹھاکر اور کسی جنگ کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ وصاف ستھرا۔ بھلا نکھرا پانی رہ جاتا ہے۔ مکہ مدینہ میں بارش سیلابی پانی بستے بستے پر دس دس دن چلتا رہتا ہے۔ یہ حق باطل کی مثال ہے جو حق کے مقابل خاص طور کر کباڑ اور کچرا

آجاتا ہے۔ اور اپنے ظاہری رعب داب سے جمیع رعیت کو مغرور و بیخبر و بیکار شور و شغب سے حق پر غالب آنے اور اچھا جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کچھ دیر کے لیے ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ جس سے اہل باطل کو عارضی خوشیاں مل جاتی ہیں اور اہل ایمان ظاہر بین افسردہ و رنجیدہ ہو جاتے ہیں مگر اہل حق۔ مضبوط ارادے اور پختہ عقیدت اور خالص عقل و ہوش والے اس حقانیت و بطالت کے اسباب سے بخوبی واقف ہیں۔ اور یہ لوگ دنیا و دنیا میں بہت سی دھاتوں پر آگ بھڑکاتے ہیں ان میں سے کچھ دھاتوں کو بیوپار کی چاہت کے لیے یا کچھ دھاتوں کو گھریلو سامان برتن وغیرہ بنانے کے لیے گھلاتے ہیں۔ مثلاً سونا چاندی زیور کے لیے اور پیتل تانبہ۔ سلور۔ لوہا دیگر اشیا کے لیے ان کے پگھلنے سے بھی کسی طرح جھاگ اوپر آجاتا ہے۔ حالانکہ پگھلنے سے پہلے یہی سونا چاندی اور تمام دھاتیں اپنے اپنے قسم میں بڑی خوبصورت اور صاف۔ ستھری۔ پاکیزہ۔ خالص معلوم ہوتی تھیں مگر ان کا باطنی میل کچیل اور ملاوٹ آگ کی بھٹی میں آنے کے بعد ظاہر ہوا۔ یہ جھاگ بھی ظاہر بڑا پھولا پھولا اور زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ہی کچھ تو جل کر ختم ہو جاتا ہے اور کچھ کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیکار اور ناکارہ اور فنا ہونے کے لائق تھی۔ یہ اس باطنی منافقت کی مثال ہے۔ جو انسان کے اندر چھپی ہوئی شیطانیت اور دبی ہوئی شرارت ہے۔ ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا بھی بلند بادل سے کیونکہ جو بادل جہاں برستا ہے وہ اس جگہ سے بہت اونچائی پر ہوتا ہے۔ تو ان بارش کے پانی سے بہنے والے پانی کا سیلاب بہا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے مطابق ہر نالے ندی نہر پانی اپنی اپنی وادی اور نالی اور جنگل کی قسمت میں ہو اسی نے اپنا اتنا ہی یا جتنی تقدیر ازل میں تھا یک قطرہ بھی زیادہ کم اور سب نالے ندی نہ لے سکے۔ اللہ اکبر ہر چیز اس کے حکم کی بندش میں بندھی ہوئی ہے پانی سے بھی جھاگ سا اور اڑا دیا گیا۔ آگ سے بھی جھاگ بنایا اور جدا کیا۔ جھاگ دنیا کا باطل ہے اور کفر و شرک اور بدعقیدگی آخرت کا جھاگ اور باطل اس کو بھی فنا اس کو بھی فنا۔ سیاسی اور کیمیا گر کہتے ہیں کہ دھاتیں پتھر کی گود اور موم میں دنیا میں سات قسم کی دھاتیں ہیں۔ نمبر ۱ سونا پیلا یہ عام۔ نمبر ۲۔ سونا سفید۔ نمبر ۳ سونا سرخ نمبر ۴ چاندی یہ ایک ہی قسم اور رنگ کی ہے۔ نمبر ۵ پیتل یہ بھی ایک ہی قسم کی ہے اس کا رنگ پیلا ہوتا ہے نمبر ۶۔ تانبہ ایک ہی رنگ سرخ اور ایک قسم کا ہوتا ہے نمبر ۷۔ سلور اس کی چار قسمیں ہیں۔ نمبر ۸۔ سلور کا پارہ۔ نمبر ۹۔ سلور ہلکا نمبر ۱۰۔ سلور گلٹ۔ نمبر ۱۱۔ سلور جستہ ان سب کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ نمبر ۱۲ پلاٹینم یہ بہت کمیاب دھات ہے اس لیے سونے سے مہنگی ہے۔ نمبر ۱۳۔ لوہا سیاہ نمبر ۱۴۔ لوہا ٹیل مضبوط نمبر ۱۵۔ لوہا دیگی (کچا کرو) سونا چاندی سے تین چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ نمبر ۱۔ زیور نمبر ۲ سلطنتی سکہ درہم دینار وغیرہ۔ نمبر ۳۔ زیور بادلہ۔ باقی دھاتیں برتن۔ ہتھیار مشینیں۔ اسلحہ کے لیے استعمال ہوتی ہیں کروڑوں انسانی ضروریات ان دھاتوں سے حاصل کی جاتی ہیں۔ تمام دھاتیں صرف پہاڑوں سے ہی نکلتی ہیں۔ وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۔ جس طرح میں پہاڑوں پانی۔ آگ۔ جھاگ۔ دھات سے بقا حاصل۔ نفع اور نقصان۔ کارآمد اور بیکار کی مثال بھائی گئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے پس لیکن وہ جھاگ جس نے وقتی طور پر بہت ابھار دکھایا تھا سارے سمندر پانی پر چھا گیا تھا۔ اسی قوت آب سے انسان ہوتا ہے اور چھوٹوں سے بڑا بنتا ہے کہ دنیا میں نام و نشان نہیں ملتا۔ لیکن وہ پانی جو تمام لوگوں و مخلوق حیوان بناتا ہے۔ جھاگ کو نفع دینا ہے وہ زمین میں دریا۔ نہر۔ تالاب حوض۔ جوہڑ۔ ندی۔ نالے۔ کنوئیں چشمے کی صورت میں ٹھہر جاتا ہے۔ کہیں اس مخلوق کہیں پھول کہیں پھل کہیں کلیاں۔ کہیں نہیں کہیں کھیت کہیں جنگل کہیں لوٹے کہیں مٹکے گھاس کہیں ساگ و جنت بنا دیتا ہے کسی کی پیاس بجھاتا ہے کسی کی آگ۔ گندے کو پاک کرتا ہے اور پاکیزہ کو اجلا۔ میلے کو صاف کرتا ہے اور صاف کو ستھرا۔ سخت کو نرم کرتا ہے اور نرم کو عمدہ۔ خشک کو تر کرتا ہے اور تر کو ٹھنڈا۔ اسی طرح وہ کھوٹ ملاوٹ۔ میل کچیل جس نے قیمتی دھات کے اندر خاموشی سے ڈیرہ جمایا ہے اور کسی طریقے سے نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ دھات کے ساتھ رہ کر خود بھی قیمتی سمجھا جاتا ہے اور خود کو قیمتی جوہری ثابت کرنا چاہتا ہے۔ جب آگ کے اندر ڈالا جاتا ہے تو اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے کھوٹے کھرے کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ وہاں بھی یہ کھوٹ جھاگ کی طرح ابھرتا ہے مگر جل بھن کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ یا ٹکال کر کوڑے میں پھینک دیا جاتا ہے اس کی تیاری فراری کچھ کام نہیں آتی اور اصل دھات ہزار بھٹیوں کے ساتھ باقی رہتا ہے کہیں محبوب کے گلے کا ہار بنا ہے کہیں خوبصورت انگوٹھی بن کر دست بوسی کے لائق ہو جاتا ہے۔ کوئی برتن بن کر کسی کے ہونٹوں کا فخر حاصل کرتا ہے۔ کہیں ہتھیار بن کر دوست کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح رب تعالیٰ انسانوں کو سمجھانے کے لیے بتعالیٰ آسان طریقے سے حق و باطل۔ ایمان و کفر۔ سچ جھوٹ۔ سود و زیان۔ نفع نقصان۔ دوست دشمن مخلص و غدار کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ کہ حق کتنا ہی خاموش ہو مگر اس کی بنیاد ہی مضبوط ہوتی ہے مگر اس کو فنا ایمان نفع دینے والا کو نقصان دہ مومن میں مخلص ہے منافق میں عیاری۔ تاریخ عالم کی شاہد ہے کہ کفر نے اسلام کے مقابلے کے لیے کتنے زور دکھائے اور باطل نے حق کو مٹانے کے لیے کیسے کیسے حیلے کیے۔ کس کس بھیس میں سر ابھارا مگر کوڑا کرکٹ کی طرح آج بھی سیلاب کے کنارے بھاگوں بیٹھا ہوا ہے سیل اللہ کی یک یک ان آج بھی مشعل رہبر ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے وہ دیانت و صداقت۔ وہ صلاحیت۔ وہ جدیت۔ کہاں گئے لات و عزیٰ کے پجاری یہی حال اسلام میں چور دروازے سے گھس آنے والے باطل فرقوں کا ہے۔ کبھی کسی زمانے کسی علاقے میں معتزلہ جبریہ۔ قدریہ۔ کا کتنا شور ہوا رہا تھا باطل ہر سمت پر کس طرح چھائے پھرتے تھے جھوٹی بادشاہتوں حاکی حکومتوں کے سہارے وہ بھوتے ہوئے باطل ہمیشہ کے لیے کتنے دعوے کیے مگر آخر خاکس کو ہوئی آج دنیا میں

موجودات میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ پھر خوارج و روافض نے سر اُبھارا مگر آج اُس کا نام لینا کوئی پسند نہیں کرتا۔ کئی دور میں وہابیت نے کیا کچھ نہ کیا اور کس کس روپ اور کیسے کیسے بھیس میں آئے۔ آج بھی کتنے ہی ناموں سے وہابیت کو بچانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن عملی طور پر ختم ہے صرف نام چل رہا ہے۔ بلکہ نام سے بھی شرمندہ ہیں اور جو کام اُن کے عقیدے میں کفر و شرک و بدعت سے کسی نہ کسی حیلے بہانے سے اپنے موقعے کے لحاظ سے خود کر رہے ہیں مگر حق کی نشان جماعت اہل سنت کی شکل میں روز اوّل سے آج تک اسی آن بان کے ساتھ ہیں اُس کے پھول حنفی مالکی حنبلی شافعی اور اُس کے نیچے قادری چشتی نقشبندی سہروردی۔ اور سلامت و علامت اپنے وقتوں میں اشعری ماتریدی۔ شاذلی۔ بریلوی۔ آج بھی چمک رہے ہیں۔ یہ اللہ کی مثالیں عبرت کی آنکھ کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دیتا ہے مگر لینے والا اپنی حیثیت اور اپنے برتن کے مطابق لیتا ہے۔ تو یہ امیری غریبی بدحالی کی اپنی حیثیت کے مطابق ہے۔ لیکن حیثیت کا خالق بھی رب تعالیٰ ہے جو اس اختلاف کی حکمت بھی جانتا ہے۔ یہ فائدہ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ باطل کی انفرادی کثرت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اُن کا شور زیادہ ہوتا ہے ابتداءً آزمائش سے ہوتا ہلا آرہا ہے۔ مگر قوت و طاقت حق و اہل حق میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہراً وہ تھوڑے دبے ہوئے ہوں۔ تیسرا فائدہ۔ دنیا میں حق والوں کو مصائب زیادہ ہوں گے لیکن آخر کار کامیابی اہل حق کی ہوتی ہے۔ اس سے ایمان والوں کو صبر و تحمل۔ استقامت مستقل مزاجی۔ اور ہمہ تن حق پرستی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ کسی عارضی ناکامی سے پریشان اور مرعوب نہ ہونا چاہیئے۔ اپنی مظلومیت یا ناکامی سے بددل ہو۔ قرآن مجید کی یہ آیت پاک مسلمانوں کو بہت شاندار کامیاب زندگی کے راز سمجھا رہی ہیں۔ زمانے کے نشیب و فراز سے اپنا حال بے ربط نہ ہو یہ طوفان اور آندھیاں کچھ دیر بعد خود بخود ختم ہو جائے گی۔ جو جھاگیں چڑھتے سورج کے سامنے ہوتی ہیں یا کسی نہبی طاقت کی آس لگائے بیٹھ جاتی ہیں وہ ناکام ترین ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی حالت کو نہیں بدلتا۔ یہ فائدہ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا فرمانے سے حاصل ہوا کہ پانی کا سیلاب خود اپنی جاں ستی سے اس چھائے اور غالب آئے ہوئے جھاگ کو فنا کر دیتا ہے۔ اور آگ خود اپنی کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ اسی طرح مومن کو بھی شریعت کا سیلاب اور طریقت کا شعلہ زن آنگ بن کر زندگی گذارنا چاہیئے۔ چوتھا فائدہ۔ مومن اللہ کی نفع بخش نعمت ہے لہٰذا دین اللہ حاجت روا مشکل کشا ہو سکتے ہیں۔ یہ فائدہ مَا يَنْفَعُ النَّاسَ سے حاصل ہوا کیونکہ اللہ نے حق کو نافع فرمایا اور مومن بھی حق ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا ضروری ہے۔ کیونکہ دعا میں مانگنا چاہا ہے اور اللہ کے رزق کے ایسی دیوی جانے آسمانوں میں ہیں۔ یہ مسئلہ نزل من السماء سے مستنبط ہوا۔ گویا کہ آسمان تندہ دعا ہے نماز کا قبلہ کعبہ ہے دعا میں کسے کو سمت کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ حدیث سے کہیں ثابت نہیں۔ مجتہدین نے صرف رفع یدین رسول اللہ کی طرف گستاخانہ پیٹھ کرکے سجدہ کی ہیئت کیلئے سمجھا ہے یہ ری بات ایک ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ زیوی کفار سے کفار کو نفع دینا گناہ اور حرام ہے۔ اس سے علاج کی ہے اور صناعی حصہ ہے جس کے نتائج کثر نظر ناک ہوتے ہیں یہ مسئلہ منفعۃ لکم کی تعلیل اباحت سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ ٹھہرا ہوا پانی حوض تالاب۔ گڑھا مٹی وغیرہ وہ بارش چھوٹے چھوٹے پانی سے بھرے ہوئے گڑھے ان کا پانی پاک ہے ان لوہا اور دھونے قابل جانور جب تک گندگی گرنے یا ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔ صرف شک کرکہ یہاں پیشاب گندگی ہوگی یا جیتے پانی میں گندگی بہتی آگئی ہوگی یہ مسئلہ منفعۃ لکم سے اور ماء کے بعد فیہ کُنَّ فی الارض سے فرمانے سے مستنبط ہوا لہذا شیعوں کا مذہب قرآن مجید کے خلاف ہے کہ حوض کے کھڑے پانی سے وضو نا جائز ہے اور کنوئیں کے کھڑے ہونے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ مگر کھڑا پانی پاک ہوتا تو منفعۃ لکم نہ ہوتا۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

اعتراضات

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے جس نے دعا سنی فرمائی کہ آسمان سے پانی برساتا ہے حالانکہ فلاسفہ اسلامی بھی اور سائنس دان بھی کہتے ہیں کہ دریاؤں سمندروں میں سورج کی تپش سے بخارات اٹھتے ہیں ان سے بادل بنتا ہے وہ ہوا سے ٹھنڈا ہو کر برس پڑتا ہے اور بروایات و اسلامی نظریات کے مطابق آسمانوں کا فاصلہ لاکھوں میل ہے وہاں سے قطرہ آتے آتے راستہ میں خشک ہو جائے گا تو یہ بات کیونکر صحیح ہوئی۔ (از مرتبہ۔ حیات پرکاش)۔

جواب۔ اس کا جواب ہم نے تفسیر میں دیدیا ہے۔ یہاں سمجھ لو کہ فلاسفہ اسلامی آسمان کو فوقی ترجمہ کرتے ہیں یعنی بلندی کی طرف سے اور چونکہ بادل بھی بلندی سے آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ سمندر کا پانی آسمان سے آیا تھا پہلے جب سمندر بنایا گیا تھا اس وقت پھر اسی کی بھاپ سے بادل بنتا ہے تو گویا واسطہ کر اخیر آسمان ہی ہوا۔ اور صحیح ثابت ہوا۔ مگر یہ سب عقل اور خیال والی جواب ہیں اصل یہی ہے کہ **نصب** ہی سے آسمان سے ہی آتا ہے اس کی حقیقت کو سب جان جاتا ہے **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا ماءً دَفُوقًا بارش کے پانی سے وادیوں میں تالاب بھر جاتے ہیں۔ حالانکہ سب وادیوں میں پانی نہیں ہوتا۔

جواب۔ یہاں اودیہ نکرہ ارشاد ہوا اس سے سب وادیاں شامل نہیں ہیں بلکہ بعض کیونکہ نکرہ کلیت کو ختم کرتا ہے نیز یہاں وادیوں سے اُس جگہ کے نالے مراد ہیں جہاں بارش ہو رہی ہو وسب۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہر وادی مدنی اپنے حسب اپنی قدر اور اندازے سے پانی لیتا ہے چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی بڑے میں زیادہ اتنا کہ اُس کے اندر سما سکے۔ حالانکہ مشاہدہ ہے کہ جب موسم برسات میں پہاڑوں پر بارشیں ہوتی ہیں تو وہ بافل ندی نالوں میں طغیانی آجاتی ہے وہ کنارول میں پانی نہیں سماتا اندازے سے کہیں زیادہ ہو کر کناروں سے باہر نکل کر بستیوں کو تباہ کر دیتا ہے صرف ملکوں میں ہر سال بعض میں دوسرے تیسرے سال ایسی طغیانی تباہ کاری ہوتی ہے۔ پھر بقدرھا کہنا کیسا مناسب ہوگا۔

جواب۔ علی مصلحت کے ترجمے سے اس کا جواب دیدیا کہ قدر سے مراد اندازہ نہیں بلکہ لائق ہیں اور لائق کا معنی ہے ضرورت۔ اب یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس ندی نالے کو کتنے پانی کی کس سال کیا ضرورت ہے۔ کب کس دریا کو پانی کی زیادہ ضرورت ہے کب سیلابی کی۔ کس کو تھوڑے پانی کی حاجت کس کو اپنے ظرف سے کہیں زیادہ کی ضرورت۔ کبھی ایک وادی سے سیرابی کا کام لیا جاتا ہے کبھی کسی دریا سے سیرابی مچا دی جاتی۔

تفسیر صوفیانہ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ

اس آیت کریمہ میں اللہ کی مجموعیت بے مثلی کی تمثیل ہے کہ اُس نے آسمان روح قدس سے علم لدنی کا پانی نازل فرمایا تو اُس کو دل والے قلبی وادیوں نے اپنے اپنے لائق ضرورت، فنی اور نفس سالی و مقدور کمالی کے اندازے سے لیا اور علم معرفت کے گوشے گوشے میں بہنے لگے۔ اور اسی محبوب قدسی نے قلب روح کے آسمان سے محبت عرفانی کا پانی نازل فرمایا تو خوش قسمت بیضاں کی وادیاں اپنے اپنے اپنی حیثیت و ہمت کے مطابق بہنے لگیں۔ کہیں ریاضات کہیں جذبیت کہیں تقشفیت اور سہروردیت و اسی واحد ربانی نے آسمان انوار سے محبت کا پانی نازل فرمایا تو مکاشفہ و رویت کے نشے بہنے لگے اور اسی قہار قدرت نے آسمان ہیبت سے تجلیات کا پانی نازل فرمایا تو اسماء جلالیہ کی وادیاں محرم اسرار کے خون سے بھر گئیں پھر ولایت کبریٰ کا ایسا سیلاب اٹھا کہ نقل و فلسفہ، مخالفت مخالفت۔ رذالت فضالت کے سارے گھاس پھونس جھاڑ جھنکاڑ بیل کچرا مثل جھاگ بہا کر لے گیا اگر دنیا ولایت میں وجود ولایت نہ ہوتا تو ہر طرف زندیقیت چھا جاتی۔ عاشق بیدار کی چشم گریاں کے سیلاب سے رذائل نفس کی ملاقتیں خباثتوں کا جھاگ اٹھانے والا وہ آب نافع ہے جس نے نالے کے کوڑے کرکٹ کو جھاگ بنا کر مٹا دیا۔ اور وہ بندگان شوق جو اپنے اعمال صالحہ کے سونے چاندی اور حالتوں کو نار عشق الٰہیہ کی بھٹی میں ڈالتے ہیں تاکہ میدان قیامت کے بازار میں قیمتی زیور

یا کھاد آمد سابق بنے اُن اعمالِ خسیسہ میں بادبے رغبتی - بے دلی کا پانی سستی کا میل کچیل چھپا رہتا ہے وہ نارِ عشق سے مثل بھاگ کے طرح بھڑکتا ہے۔ گویا کہ شریعت کا پانی و طریقت کی آگ دونوں ہی ہندۂ مخلص کو مردِ کامل بنانے والی ہیں۔ مثل فرق معرفت کے لیے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کا۔ بقا۔ قُرب و بُعد کی مثالیں بیان فرماتا ہے وَمَا اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لیکن ابلیسی شیطانیت کا جاہ و جلال شور و غل تکبر و نخوت کا بھاگ جل کر فنا و باطل ہو جاتا ہے اور یہ ولایت حق و جود و ولیاء اللہ جو انسانیت عالم کو شریعت طریقت حقیقت معرفت الوہ و اسرار قرآن و حدیث کا فیضانِ الٰہیہ کا نفع دیتے ہیں ان کو مدرسہ و خانقاہ و مزارات کی آماجگاہ باطن و ظاہر کی زمین مقدس میں اس طرح ٹھہرایا جاتا ہے کہ اُن کے نام۔ کام۔ عمال۔ کردار۔ اگر چہ کو زمانے کا کوئی جگر کوئی طوفان ابدالآباد تک مٹا نہیں سکتا۔ ہزاروں آندھیاں چل جائیں مگر معرفت کی شمعیں آفتابِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چراغ ہمیشہ روشن ہی رہیں گے اور مزارات عاصین پر فیض پانے والے مُشتاق کے میلے ہی لگے رہیں گے۔ باری تعالیٰ اسی طرح مثالیں ظاہر فرماتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ

ہے اُن کے جنہوں نے حکم مانا رب اپنے کا واسطے۔ بھلائی ہے اور وہ جنہوں نے

جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے۔ اور

لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

نہ حکم مانا کا اُس اگر بیشک لیے ہوتا اُن کے وہ سب جو ہیں زمین

جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر زمین میں جو کچھ ہے

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

ہے اور مثل اُس کی۔ ساتھ اُس کے البتہ فدیہ دے دیتے اُس کا۔ یہی

وہ سب اور اُس جیسا اور۔ اُن کی ملک میں ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے

لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

ہیں وہ لوگ جنہیں ہے جن کے لئے برا حساب اور ٹھکانہ ان کا جہنم ہے

یہی ہیں جن کا بُرا حساب ہوگا اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ

اور بُرا ہے آرام کا مقام کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے کہ بیشک وہ جو اُتارا گیا

اور کیا ہی بُرا بچھونا ۔ تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا

طرف آپ کے طرف سے رب آپ کے حق ہے مثل اُس شخص کے ہو سکتا ہے جو اندھا ہو فقط

حق ہے وہ اُس جیسا ہوگا جو اندھا ہے نصیحت وہی

يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ

نصیحت مانتے ہیں عقل والے وہ جو پورا کرتے ہیں

مانتے ہیں جنہیں عقل ہے وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

کو وعدہ اللہ کے اور نہیں توڑتے ہیں پکے مضبوط وعدے کو

اور قول باندھ کر پھرتے نہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں دنیا والوں اور دنیا کی دولت و مال کا ذکر فرمایا گیا اور اشارہ کیا گیا تھا کہ دنیا پرستوں کے نزدیک دنیوی مال و دولت کتنی عظیم اور مفید چیز ہے۔ اب ان آیات میں اسی دنیوی دولت کی اُخروی قدر و قیمت کا تذکرہ ہے کہ جہاں دنیا پرستوں کو عذاب پہنچایا جائے گا تو کس طرح دولت

کمانے کی کوشش کریں گے۔ حالانکہ آج دنیوی حیدر دور دراز کی میں اسی دنیوی دولت کی لالچ میں مرے مٹے جاتے ہیں کہ حق کی پروا نہیں کرتے۔ **وَدَلَّتْ** علق۔ پچھلی آیات میں دنیوی دولت کے اصلی ٹھکانے کا ذکر دیا گیا تھا کہ یہ کی گمراہوں میں ہے۔ اب اس آیت میں دنیا پرستوں کے اصلی و نقلی ٹھکانے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی تم ہے **تفسیر تعلق**۔ پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے مثالوں کا تذکرہ فرمایا۔ اب اس آیت میں اُن مثالوں کا ذکر ہے جن مثالوں سے فائدہ اور عبرت حاصل کر لیتے ہیں۔

نزول جس وقت بوجہل اپنے ساتھیوں کی اجتماع سے قرآن کریم و نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہیں جانتا تھا وہ ہر مگر ان کے خلاف باتیں کرتا رہتا تھا۔ اس کے مقابل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے نورانی کی بنا پر ہی ڈیوٹی لگائی تھی کہ ہر جگہ ہر شخص کے سامنے قرآن کریم کی شان میں وعظ فرماتے رہتے تھے ان دونوں کے متعلق گیا۔ آیتیں نازل فرمائیں۔

تفسیر نحوی [illegible] اسم موصول متعلق مقدم سے اور علیحدہ نیا کام ہے۔ صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ متعلق موخر ہے سابقہ کلام بعض کا اور نیا کلام نہیں اور نہ ہی صفت ہے پوشیدہ مقدم موصول مطلق لا استجابت کی ہے فعل ماضی مطلق بنی غائب باب استفعال سے ہے در اصل تھا **اِسْتَجَابُوْا** دو متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن حرکت ماقبل کو دی اور ت کے مطابق دو کو حذف سے بدل دیا۔ جواب الجواب والی سے ہے جاتا ہے اور جواب کے معنی قبول کرنا جواب دینا۔ **اِسْتَجَابُوْا** کا مصدر ہے **اِسْتِجَابَةٌ** در اصل تھا **اِسْتِجْوَابٌ** دو ہی تقلیل ہوئی جو عمل میں ہوئی تو میں سے مصدر سے کی طرح ابدال میں ہوا۔ اس کا معنی ہے۔ مان لینا۔ مانا۔ مان جانا۔ اجابۃ اور استجابت میں فرق یہ ہے کہ قبولیت کی شان کا لحاظ ہو تو اجابت اور اعمال یا تسلیم کی ہوئی چیز کا اظہار شان ہو تو استجابت۔ **لَامْ** عاقبۃ ضرورت رب سے معلوم ہے **لِلَّذِيْنَ** کا اسم صریح صحیح غائب کا موضع لازم ہے **اَلْحُسْنٰى** اسم تفضیل کا مادہ ح س ن سے حسن یا حسن سے مشتق ہے کبھی بھلا ہوا کام سے ای سے ہے حسان یعنی بھلائی کرنا متعدی ہوگا حسن یا حسن کی تین قسمیں۔

عقل حسن عقل یعنی نیک ہونا۔ **حسی** حسی یعنی خوبصورت ہونا۔ **شرعی** حسن شرعی بھلائی ہونا۔ یہی معنی یہاں مراد ہے **الحسنیٰ** مذکر صفت ہے۔ اور **الذین** جو مقدم و عائد۔ مطلب ہے پہلے **الذین** پر۔ **الذین** اسم موصول صحیح سکانت جزء صلہ **لام** تاکید۔ مگر صحیح ترکیب یہ ہے کہ وہ جملہ کلام علیحدہ ہے **الذین** سے۔ **لم یستجیبوا** اصل معنا ع لی جز علم معنی ماضی عدمی۔ نون اعرابی گم حرف عامل نے گرا دی در اصل تھا **یستجیبون** ان کا عامل **لم** صیغہ مشترکہ مرجع

لائی ہے لام جارہ حقیہ مضمرہ بعد کلام جحد ہے اللہ تعالیٰ سے یہ جار مجرور متعلق ہے کسی فعل کے اور جملہ بعید صلہ ہے موصول کا اور موصول اپنی صلہ متعلقات کی مل کر فاعل ہے یکذب سے یہ فعل مع فاعل اپنے کے اور اسی ترکیب سے صلت تک تیسری واؤ اعتراضیہ سے اور واؤ تک جو حرف ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ شروع کلام میں آتا ہے اور جملہ کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس کے حد فعل ضروری ہے اگر یہ پوشیدہ ہو یہاں کاف تامہ پوشیدہ ہے کسی حرف مشبہ بالفعل یا کان کیونکہ عامل ہے پوشیدہ کاف کا جو صلہ موصول جو سے کے درمیان کلام میں ہے ان حرف تحقیق لم جار مجرور پوشیدہ کاف کے متعلق ہو کر مقام ہے جار مالکیت کا ہم کلام مرجع الذین جار مجرور متعلق ہیں موجود پوشیدہ کے نائب موصول صلات نصب ہے موخر ہے صلاً غیر ذوی العقول کے لیے ہے لی جارہ ظرفیہ الارض۔ الف لام استغراقی ارض یعنی تمام زمین کو کہ فقط روئے زمین کا مجرور متعلق ہے کان تامہ پوشیدہ کے جملہ اسمیہ تاکیدی ہے کان نصب ہے ہاں ہے ما موصول کا یا الارض کا۔ واؤ عاطفہ عطف ہے ما موصولہ پر مثل اسم جامد ہے بھی بار بحالت نصب ہے کیونکہ عطف ہے ما موصولہ منصوبہ ہم ان پر۔ مضاف ہے ضمیر مضاف الیہ کا ہے لام کے جوابیہ جواب شرط کے لیے یہ حرف۔ مضارع اور ماضی دو اسم جامد اور اسم متحقق سب پر آجاتا ہے۔ مگر مضارع کو نصب دیتا ہے۔ یہاں ماضی پر آیا۔ افتدوا۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب باب افتعال کا فدیٰ یا فدوٰ سے بنا ہے معنی قربان کرنا یا ہونا۔ نثار کرانا یا ہونا۔ لینا۔ بدلہ دینا۔ چھوٹنے یا چھڑانے کے لیے یہاں یہی معنی مراد ہیں دونوں لفظ فدیٰ عام استعمال ہے وہ اسی سے بنا ہے فدوٰ کے آخری نسبت کی نگاہ دی فدوی ہوا معنی قربان ہونے والا اسی سے ہے فدیہ۔ فدہ ہوا۔ ب جارہ تعدیہ کے لیے ہے (متعدی اور مفعولیت کے لیے) ہ ضمیر واحد کا مرجع ما موصولہ یہ مبتدا الذین کی پہلی خبر ہے۔ اولئک اسم اشارہ دور کے لیے جمع کہ ذالک مگر فرق یہ کہ ذالک میں مشار الیہ کی ذات و حالت دونوں بعید لیکن اولئک میں ذات قریب حالت بعید یعنی یہی میں وہ لوگ جن کی کیفیت وہ حالت ہوگی۔ لہم ہے لام جارہ تخصیص بالملکیت کے لیے ہم کلام مرجع الذین جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل واجب کے یا ثابت ہ فوع کے نوٹ اسم جامد سے یعنی تحت اکثر مضاف معرفہ ہوتا ہے جب کسی نکرہ کو معنی برا سوک ہوتا ہے یہاں مضاف ہے بحساب ف لام عذاب بمعنی مضاف الیہ بحالت جر یہ مرکب اضافی فاعل ہے ثابت واجب پوشیدہ کا اور وہ جملہ اسمیہ خبر ہے اولئک مبتدا کی اور پھر وہ جملہ اسمیہ خبر دوم ہے الذین کی جساب بروزن فعال ثلاثی کا مصدر ہے یہاں بطور صفت اسم جامد ہے یعنی مکمل حساب جنسٹ سے بنا ہے معنی پورا بدلہ دینا۔ کافی ہونا۔ گنا ہوا۔ گنا کر اسپیروی کرنا۔ باپ دادے کی۔ شیئے ماری کا تعلق جوڑنا گرفت کرنا۔ اندازہ لگانا۔ گننا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ دسر جملہ ماضی اسم ظرف ہے بحالت رفع مبتدا ہے ڈی تخفیف مقروں اور مہموز الفا۔ معنی بنا دیکڑنا۔ ٹھکانہ بنانا۔ جگہ لینا ہمیشہ لازم ہوتا ہے باب ضرب سے ہے

مضاف ہے ہُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ کا مرجع الذین ہے جَهَنَّمُ ۔ اسم جامد علمی معرب ہے پورے دوزخ کا نام ہے بعض نے کہا کہ دوزخ کے ایک طبقے (حصہ) کا نام ہے مگر یہ غلط ہے بحالت رفع ہے جبر ہے ہُوَ ذی ابتدا کی ۔ اور ذوالحال ہے مابعد کا وہ عایہ مِنْ فعل ذم اس کا مخصوص بالذم جَهَنَّمُ ہے یہاں پر شبہ ہے کیونکہ پہلے یہ لفظ کی موجودگی اس کا قرینہ ہے اور قرینے کے ہوتے ہوئے مخصوص بالذم کو حذف کرنا جائز ہے اَلْمِهَادُ ۔ الف لام عہد ذہنی مہاد اسم آلہ ہے مُهِدَ سے مادہ ہے بمعنی نرم جگہ بنانا ۔ اصطلاح منقول ہے بمعنی ٹھکانہ عام ہے خواہ اچھا یا برا کسی سے ہے مہد بچوں کا بچھونا مہد کی جمع اَمْهَادٌ یا مہاید ۔ بحالت رفع ہے فاعل ہے مِنْ کا ۔ اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ جب الف پر زبر زیر ہو تو اس کو ہمزہ کہتے ہیں یہ ہمزہ سوالیہ ہے اس کے بعد ایک عبارت پوشیدہ ہے جو معطوف علیہ ہے ف عاطفہ مَنْ اسم موصول يَعْلَمُ فعل مضارع عِلْمٌ سے مشتق ہے متعدی بیک مفعول باب سمع سے ہے ۔ اَنَّ اپنے پورے جملے کے ساتھ مفعول بہ يَعْلَمُ کا موصول اسم اَنَّ ہے ۔ اُنْزِلَ فعل ماضی مجہول نَزَلٌ سے بنا ہے بمعنی تو لازم یہ باب نصر سے ہے اس لیے متعدی ہے بمعنی اتارنا مصدر ہے نزال ۔ اِلٰى جارہ انتہاء غایت کے لیے ہے كَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے رَبِّ مضاف لام مجرور مضاف الیٰ ضمیر مضاف الیہ متعلق ہے اُنْزِلَ کا یہ سب جملہ فعلیہ صلہ ہے مَا موصولہ کا الْحَقُّ الف لام عہد خارجی حق اسم جامد ہے بمعنی درست ہونا ۔ حکمت کے مطابق ہونا ۔ حقیقت واقعی ہونا ۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں ۔ حرف جر تشبیہ اور تمثیل کے لیے ہے متعلق ہے يَتَذَكَّرُ پوشیدہ کے مَنْ موصولہ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ۔ اَعْمٰى اسم صفت مشبہ ہے عَمًى سے بنا ہے بمعنی نہ دیکھنا ۔ اندھا ہونا ۔ عَمٌی اسم جامد بھی مستعمل ہے جس کا معنی ہے اندھا ۔ اِنَّمَا ۔ اِنَّ حرف تحقیق نفی ما کافہ برائے حصر (فقط) یہ جملہ علیحدہ ہے یتذکر باب تفعل کا مضارع مثبت معروف ذکر سے بنا ہے بمعنی یاد کرنا ۔ ذکر تین قسم کا ہے ۔

۱۔ ذکر لسانی یعنی کسی کو پوچھ کر یا زبان سے اس کی باتیں کرنی ذکر خیر ہو تو تحدیث ذکر بد ہو تو شکوہ ہو تو تعارف ہو تو توصیف ۔ ۲۔ ذکر قلبی یاد کرنا یاد رکھنا ۔ ۳۔ ذکر عقلی یعنی نصیحت پکڑنا ۔ یہی یہاں مراد ہے ۔ اُولُوا اسم ہے بمعنی والے ۔ مالک یہ جمع مذکر ہے اس کا واحد کوئی نہیں ہوتا اس کا جمع مؤنث اُولَات ہے ۔ اس کا اعراب جمع سالم کی طرح ہوتا ہے کہ بحالت نصب وجر اور بحالت رفع واؤ آخر میں یہاں بحالت رفع فاعل یتذکر کا ۔ مثل دُوْ کے اوّل میں آتا ہے اور ہمیشہ مضاف ہوتا ہے بخلاف ذو کے کہ وہ آخر میں آتی ہے اور وہ حرف نسبت ہے الْاَلْبَابِ الف لام استغراقی لُبٌّ یا لُبٌّ کی جمع بمعنی خالص عقل پاکیزہ دماغ ۔ اچھی فکر ۔ لُبٌّ اسم جامد ہے ۔ ہر چیز کے عرق اور جوہر کو یا خلاصہ کو بھی لُبٌّ کہا جاتا ہے اسی سے ہے لُبٌّ ذات ہر جملہ جامدہ سے مابعد اس کی آٹھ صفات

مذکور میں پہلی صفت الذین یوفون دوسری و لا ینقضون اور باقی چھ کتنی آیات میں ہیں۔ آخر میں خبر بتاتا ہے ایک قول میں یہ محل رفع میں ہے من موصولہ سابقہ کا۔ الذین اسم موصول جمع مذکر سالمات کسرہ ہے کیونکہ صفت الباب مجرور مگر ایک قول میں سالمات رفع ہے اولو کی صفت ہے اور یہی صحیح ہے۔ یوفون باب افعال کا مضارع معروف بالعاقبہ سے ہے وفی سے بنا ہے بمعنی پورا یا زیادہ ہونا۔ لازم باب فعال سے متعدی کر دیا پس پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ مان لینا۔ اسی سے ہے وفاء بمعنی وفاداری۔ لغوی معنی بھرنا ہے۔ باب جارہ متعدی سے عہد تم جامد ہے بمعنی وعدہ خیال رہے کہ اسم جامد وہ لفظ ہے جو مصدر مادہ ہو مگر مصدری معنی میں استعمال نہ ہوا ہو اور اس جامدی (حاصل مصدر) معنی میں وہ کسی سے مشتق ہو نہ اس سے کوئی۔ لفظ اللہ مستثنیٰ ہے۔ و لا تنقضون فعل مضارع حال معروف منفی باب نصر سے متعدی بیک مفعول ہے۔ نقض سے بنا ہے بمعنی توڑنا۔ یہ جملہ دوسری صفت اولو الباب کی ہے المیثاق الف لام عہد خارجی ہے۔ یعنی جگہ الف لام عہد ذہنی نہیں ہو سکتا۔ وعدہ۔ عہد۔ میثاق۔ اس کے علاوہ ہر وہ چیز جس کا معلوماتی تعلق دو نفر سے ہو۔ مصدر میمی ہے بروزن مقدار۔ میعاد۔ مفعال وثق سے مشتق ہے بمعنی سخت۔ مضبوط۔ بندھن۔ لوہے کی زنجیر (ہتھکڑی۔ بیڑی۔ طوق) منقول عرفی مضبوط وعدہ جس کے گواہ بھی ہوں۔ ثبوت بھی ہوں۔ تحریر بھی ہو۔ اقرار بھی ہو۔ تاکید بھی ہو۔ یاد بھی ہو۔ ایک قول میں یاد ہونے کی شرط نہیں مگر یاد دلانے سے یاد آجانے یا ماننا پڑ جائے۔ یہاں اسم جامد (حاصل مصدر) ہے مصدری معنی نہیں لہٰذا اس کی جمع مواثیق یا مواثیق بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے۔ لا ینقضون کا۔

تفسیر عالمانہ

الذین امنوا و تطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب الذین امنوا و عملوا الصالحات طوبیٰ لہم و حسن مآب کذلک ارسلناک فی امۃ قد خلت من قبلہا امم لتتلو علیہم الذی اوحینا الیک و ہم یکفرون بالرحمٰن قل ہو ربی لا الہ الا ہو علیہ توکلت و الیہ متاب ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتیٰ بل للہ الامر جمیعا افلم یایئس الذین امنوا ان لو یشاء اللہ لہدی الناس جمیعا و لا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ او تحل قریبا من دارہم حتی یاتی وعد اللہ ان اللہ لا یخلف المیعاد ولقد استہزئ برسل من قبلک فامللت للذین کفروا ثم اخذتہم فکیف کان عقاب

دعا۔ الہم جہنم و بئس المہاد۔ حق و باطل۔ آب و نار۔ حیات و جاگ کی طرح ہی اہل حق اور اہل باطل مار جسم والا۔ اہل حق گویا حیات والا اور اہل باطل میل کچیل اور جھاگ والا یہ رب تعالیٰ کا ازلی ابدی نظری سر فرد گروہ و جماعت اور قوم کے لیے اٹل قانون ہے کہ جو لوگ بھی کسی ملک کسی دور کسی قبیلے کے گورے ہوں یا کالے عربی ہوں یا عجمی۔ رومی یا حبشی۔ جو بصورت یا بصورت اپنے رب کی بات مانیں گے اور اس کی دعوت عالمی کو قبول کریں گے ان کے لیے دنیا میں بھی اچھائی آخرت میں بھی۔ دنیا کا سکھ۔ عزت۔ سربلندی۔ سرفرازی۔ اچھی شہرت۔ ناموری۔ نام کام۔ عالمات اطہر کو بقاء دوامی۔ آخرت کا سکھ۔ معافی۔ بخشش۔ رحمت رفعت نور ظاہری شفاعت۔ عطاء الٰہی محبت مصطفائی۔ اور جنت کی ملکیت۔ اس میں داخلہ اور سب سے بڑھ کر جنت میں دیدار ذات پاک جل مجدہ۔ اللہ کی دعوت اور رب تعالیٰ کی بات لانے مصطفیٰ کے پاکیزہ الفاظ حیات مصطفیٰ کا اسوۂ حسنہ حیات الٰہیہ میں نمونہ حامد محمدی۔ و عالمات و خصائل محمد رسول اللہ ہی تو ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم حمد و ذات مصطفیٰ

پر آگ گھٹ فقط اُن ہی کے لیے حسنیٰ ہے۔ کیونکہ اہل حق ہیں۔ وہ عشق الٰہیہ کی آگ میں کُندن بن چکے ہیں۔ اُن کے وجود سے جہان مزین ہے اور اُن کی خوشبو سے فضا معطر ہے۔ ان ہی کے پاکیزہ اعمال سے چمن اسلام کے پودوں کی سیرابی ہے ان ہی کے اخلاق محمدی کے ارتعاش سے اقوام عالم کی زینت ہے ان ہی کی آتش ریمانی نے معاشرے کو جلا بخشی۔ ان کی بقا سے ہی باطل کے ہلاک کو فنا ہے۔ جن لوگوں نے تعلیم محمد مصطفیٰ سے اپنے وجود کو دنیا کے لیے نفع بخش بنایا اب رہتی دنیا کی طرح مشکل کشا بن گئے۔ جن کی موجودگی تو اقوام عالم کے لیے سونے چاندی اور دھاتوں سے زیادہ کارآمد اور فائدے مند ہے پس ان کے لیے ہی بقا ہے۔ یہ نماز۔ روزہ عبادت اخلاص۔ دیانت داری۔ ایمان و ایقان۔ تقویٰ و طہارت۔ اخلاق عادات۔ اور ہمہ وقت اکرنفی اور فکر ایمانی میں مسلمان کو مشغول رکھنا۔ نفع بخش بنانے کے لیے ہی تو ہے اولیاء اللہ کی تابناک زندگی آج تک دنیا کے لیے نفع بخش ہے۔ جب تک جو بندہ اپنے آپ کو کائنات کے لیے مفید بنائے رکھے گا دنیا کی عزتیں اُس کے سر کی زینت اور دنیا کی دولتیں اُس کے قدموں پر نثار ہوں گی ان کی عادت و شان میں کوئی تغیر نہ ہوگا لیکن جن لوگوں نے اس دعوت ربانی کو قبول نہ کیا۔ دنیا میں تو چند دن عیش و آرام کر لیں اور جھاگ کی طرح پھولے پھریں دولت دنیا کو اپنی خوش بختی سمجھ کر مغرور و مفرور بنے رہیں لیکن آخرت میں ایسا بھاری عذاب اور سخت کڑا حساب ہوگا کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی ڈگمی ہو کر اُن کو مل جائے تو فدیہ دے کر عذاب و حساب سے بچنے کی کوشش کریں۔ مگر قبول نہ ہو اور بچ نہ سکیں کیونکہ اُن ہی کے لیے تو برا حساب ہے۔ ان ہی کا ٹھکانہ دائمی جہنم ہے۔ بہت ہی بری جگہ ہے ان لوگوں نے حیات دنیا کا مقصد صرف خود نوازی نفع پرستی اور اپنے مفاد کو سمجھا۔ ان کا وجود دوسروں کے لیے سراسر نقصان دہ اور بیکار چیز تھی۔ دنیا سے ان کا نام نشان شہرت عزت وجود سب کچھ مٹا دیا گیا۔ علماء کرام فرماتے ہیں جنت رب کی بارگاہ میں حسنیٰ ہے اس لیے اس کی دعا اور تمنا کرنا چاہیں ایمان حضرت رابعہ بصریہ کے متعلق بہت غلط باتیں مشہور ہو گئی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں جنت کو آگ لگا دوں گی۔ مصنفین اور قصہ گو مورخین کا یہ بڑا جھوٹ ہے۔ بھلا رابعہ بصریہ ایسی گستاخی کیونکر کر سکتی ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ سوء الحساب وہ پوچھ گچھ اور تفتیش ہے جو خوب کرید کرید کر ہر چھوٹی بڑی چیز کا ہو۔ اس کے مقابل ہے یسیر الحساب یعنی معمولی پوچھ گچھ۔ دیکھتے چلتے تلاشی لینا سوء الحساب صرف کفار کا ہوگا۔ آٹھ شخصیات کا حساب قیامت میں نہیں ہوگا۔ ۱ انبیاء کرام۔ ۲ ملائکہ۔ ۳ مجذوب اولیاء اللہ۔ ۴ مجنون دیوانے۔ ۵ چھوٹے بچے۔ ۶ جو دنیا میں ہر روز اپنا حساب آخرت خود کر لیتا ہے۔ ۷ تارک دنیا سالک فقیر۔ ۸ شہید شرعی (جہاد میں مقتول) اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۔ پہلی جتنی بھی چیزیں مذکور ہوئیں ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے مثل نہیں اور اہل حزم نے

وضع طریقے سے اس کو سمجھ یا تواب یہ بھی سمجھ لو کہ جو شخص تنگ سمجھ برسے جانی لیتا ہے کہ جو بھی کلام قانون شریعت امر و نہی۔ عبادت۔ ریاضت۔ ایمان عرفان آپ کی طرف سے حبیب کریم نازل کیا گیا وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بالکل ہر طرف۔ قیامت درست۔ بنیاد مضبوط۔ مفید ہی ہے۔ ایسی سمجھ فہم علم والا شخص اس کی مثل ہو سکتا ہے جو ادراک شعور سے بالکل ہی اندھا ہو۔ سڑک پر تو سب ہی چل لیتے ہیں مگر فرق کا پتا اس وقت لگتا ہے جب راستے میں کنواں آجائے۔ اندھا گر جائے گا آنکھوں والا بچ جائے گا۔ جب پہلے واقعات مشاہدات میں ہابیل و قابیل۔ خلیل و نمرود۔ کلیم و فرعون یکجا ہیں۔ ہم مثل نہ تھے تو اب بھی صدیق و زندیق۔ حسین و یزید برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہاں پیاری طرز تعبیر اور آسان مثالوں سے فقط وہی خالص پاکیزہ عقل والے نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ کے ازلی ابدی وجدانی وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور جو عہد باندھ لیتے ہیں اس کو توڑنے کا خیال تک نہیں کرتے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ علم والے سے مراد حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مراد ابوجہل و ابولہب ہیں اور عہد سے عالم میثاق کا وعدہ و اقرار مراد ہے۔ وہ میثاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہوئے وعدے مراد یا عام بندوں سے لیے دین کے وعدے کیونکہ ہر وعدے کا پورا کرنا ہر ایمان پر واجب و فرض ہے۔ یہی تو اولوالالباب کی علامت قرآنی ہے۔ اور بدعہدی غداری منافقین کی نشانی ہے۔ علماء بیانی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی فصاحت بلاغت۔ صداقت۔ واقعات قانون میں ایسا مضبوط اور مکمل ہے کہ نقطہ نقطہ اور حرف حرف سے حقانیت جھلک رہی ہے اور اسی عقل والا بھی جان لیتا ہے اسی طرح احادیث پاک اپنی تشریح و فصاحت شریعت و طریقت میں اتنا کھلا بیان ہے کہ اور اسی فہم والے کو عملی انکار نہیں رہتا۔ جو ان جیسے صاف روشن کلاموں کا منکر جحود و قلبی اندھا ہی ہو سکتا ہے۔

فائدے | ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جس طرح قرآن کریم اسلام اور شریعت کا منکر اندھا ہے اگرچہ جسم کی آنکھیں بڑی تیز اور چست چالاک ہوں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شان کا منکر بھی اندھا ہے۔ اور احادیث کا منکر بھی کور چشم اور نابینا ہے یہ فائدہ کتاب و سنت کے عموم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ کے نزدیک صرف ایمان یقین تقویٰ فضائل عبادت ریاضت والے اور ہدایت والے ہی عقلمند اور دانشور ہیں۔ اور عقل وہی ہے جو سعادت مصطفیٰ تک لے جائے۔ جس کو ہدایت اور ایمان نہ مل سکا وہ کتنا ہی چالاک بنے احمق ہے۔ یہ فائدہ اولوالالباب کے علاوہ موصول و تعلق منفی سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ یہ آیت پاک آج کل کے ماحول کے سامنے اسلام کا بہترین اخلاقی خاکہ پیش کر رہی ہے کہ دین اسلام نام ہے بہت سے وہ اصول عہدوں کے

جھوٹے کا۔ اسلام قبول کرنا گویا کہ عبادات۔ معاملات۔ عملیات۔ عقائد۔ حقوق عباد۔ حقوق اللہ کی تمام باتوں کو قبول کرنا ہے۔ حقوق العبد میں ماں۔ باپ۔ شیخ مرشد۔ استاد بیوی۔ اولاد۔ اہل قرابت۔ آس پڑوس سب ہی شامل ہیں۔ ان سے بڑے حقوق نبی کریم۔ اور اسلام قرآن و حدیث کا ہے ان سب حقوں کو ادا کرنا ہی اسلام کہلاتا ہے۔ ایک مسلمان کا اسلام اخلاقی طور پر پورے معاشرے پر چھا جاتا ہے۔

چوتھا فائدہ۔ دنیا کے مال و دولت کی قدر و قیمت جنت صرف دنیوی زندگی تک ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کی تمام اشیاء کی محبت ختم ہو جائے گی تمام مخلوق کے تنکے کے برابر بھی اس کی قدر و منزلت نہ ہو گی۔ اس لیے آج ہی آخرت کی محبت والا ایمان عرفان قرآن۔ اور اعمال خیر حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ فائدہ لَا تَقْدِرُوْا ہے حاصل ہو۔ کہ یہی کافر مسافر جو یہاں دنیا میں پیسہ پیسہ پر جان دیتے ہیں۔ وہاں سب دولت فدیہ دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حرص دنیا سے بچائے۔ کہ یہ دنیا و آخرت کی مصیبتوں کی جڑ ہے۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جنت کی خواہش اور جنت کی طلب میں دعائیں مانگنا اچھے اعمال عبادت بلکہ افضل حصول جنت کے لیے کرنا بالکل جائز ہے۔ اللہ کو پسند ہے۔ بعض صوفیا جو منع کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی دعائیں اسی طرح کی منقول ہیں۔ جنت رب تعالیٰ کی پسندیدہ جگہ دیدار الٰہی کا مقام ہے۔ اس سے بیزاری کرنا گناہ عظیم ہے۔ یہ کیسا عشق ہے کہ معشوق کی پسند سے ہی نفرت ہو۔ اور نبی پاک سے زیادہ کون عاشق اللہ جل جلالہ ہے یہ مسئلہ لَمَثُوْبَةٌ کا ذکر فرمانے سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ اس چیز کو اللہ رسول کے نام پر دینا جس کی جہت ضرورت ہو افضل و اولیٰ ہو۔ مفید ہے۔ ناکارہ بیکار حاجت سے بچی ہوئی فضول۔ ردی خراب چیزوں کو خیرات کر دینا اور اچھی چیزیں خود اپنے لیے روک رکھنا جائز نہیں۔ دانا صاحب ثواب ہے یہ مسئلہ لَا تُفْسِدُوْا کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ آخرت میں یہ مال اُن کے کام آئے گا اس لیے وہ اسے دینے پر تیار ہوں گے۔ چاہیئے تو یہ کہ آج دنیا میں خیرات و صدقات کریں جب کہ مال کی اشد ضرورت ہے تیسرا مسئلہ۔ وہ اسلام کا ایسا سخت قانون ہے کہ کافر سے کیا ہوا بھی بدلا کرنا واجب ہے لیکن وعدے سے چیز متعلق نہیں ہو جاتی۔ لہٰذا خاوند کا جنت نکاح طلاق صرف وعدہ کر لینے سے منعقد نہ ہو گے۔ واجب ہونا اور چیز ہے منعقد ہونا اور چیز ہے مثلاً وعدۂ نکاح ہے نہ کہ نکاح۔ اسی طرح باقی بھی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں بھی اور سب جگہ بھی قرآن میں جب کفار اور دوزخ حشر نشر حساب کتاب کا ذکر کیا جاتا ہے تو مال کے ضیاع کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ کفار اگر ساری دولت دنیا یعنی ماں سونا چاندی بھی عذاب الٰہی کا فدیہ بنا دیں تب بھی قبول نہ ہوگا عذاب دور نہ ہوگا۔

جواب۔ اس کی تین وجہ ہیں ایک یہ کہ کفار کو دولت بہت پیاری حرام حلال جائز ناجائز کسی طرح سے بھی آئے۔ بہت اہم جگہ وہ مصیبت کے وقت ترجیح کرتے ہیں فرمایا جاتا ہے وہ مصیبت ایسی ہوگی کہ تمہاری دولت کام نہ آئے گی تم کو دولت نہ دینی پڑے گی بلکہ اس جگہ تمہارا وہ ایمان کام آئے گا وہ نیکیاں کام آئیں گی جو آج تمہاری نظروں میں بڑا آسان ہے ہر وقت ہے لہذا ایسے آسان کام کو اس مصیبت کے دن کے لیے حاصل کرلو۔ دوم یہ کہ مزاج مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا ہر کام ہم اپنے پیسے سے کرالیں گے وہ ہر چیز پیسوں سے خریدنا چاہتے ہیں یہاں تک کہ آج کل تو اُمرا لوگ جائیدادیں بھی دولت سے خریدنا چاہتے ہیں۔ بڑے بڑے کاروبار بن چکے ہیں۔ قرآن مجید کبھی خود بڑھا بس دو پیسے کر حدیثوں حدیث کے کتاب سے پڑھوایا۔ بانسے رکھوایا۔ ان کی اس بدمزاجی کو درست کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ آج دولت کے نشے میں محمو لوگو قیامت میں یہ دولت کام نہ آئے گی۔ سوم یہ کہ دولت کی محبت والوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے دنیا میں تم دولت سے محبت کرتے ہو آخرت میں محبت وہ ہوگی۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ نصیحت مانتے ہیں وہ عقل والے جو عہد پورا کرتے ہیں یعنی عہد پہلے پورا کرنے میں پھر نصیحت پکڑتے ہیں یہ ترتیب تو ٹھیک نہیں۔ یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ عہد پورا کرتے ہیں جو نصیحت مانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ عہد سے یہاں لازمی نصیحت پکڑیں گے تو ایمان لائیں گے۔

جواب۔ یہاں فضل کا ذکر نہیں بلکہ ارادہ قبلی کا ذکر ہے یعنی جس شخص کا ارادہ عہد پورا کرنے کا ہو وہ اگر قرآن حدیث پڑھے مطالعہ کرے علماء صوفیاء کی باتیں سنے تو واقعی اس سے نصیحت پکڑے گا۔ اور بعد میں عہد پورا کرنے کا عمل بھی کرے گا۔

تفسیر صوفیانہ

الذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنٰہم سرا وعلانیۃ ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ اولٰئک لہم عقبی الدار جنٰت عدن یدخلونہا ومن صلح من ابائہم وازواجہم وذریٰتہم والملٰئکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلٰم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

عذاب میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں مخلص اور دعویدار۔ صابر و جلد باز۔ محمود و مذموم۔ مسعود و محروم۔ مقبول و مردود۔ جن مردوں نے اپنے جوہر باطنی کو کدورت نفسانی سے پاک کر لیا اور اپنے رب کریم کی ہر دعوت کو صدق عجز و نیاز قبول کر لیا۔ اس طرح کہ نیند کو تھوڑا بیداری کو قبول کیا۔ آرام کو تھوڑا مشقت چاہا۔ سلامت جہالت کو قبول کیا

دنیا سے مراد خالق دنیا کو پسند کیا۔ ان ہی خوش بختوں کے لیے ابدی خوش بختیاں ہیں۔ دیدار و لقا کی جنت ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ شریعت کی حُسنیٰ جنت کی دعا ہے لیکن طریقت کی حُسنیٰ تمنا مومن ہے اس لیے کہ مقصد حُسنیٰ رویت الٰہی ہے۔ مومن متقی اور صاحب شریعت کو دیدار الٰہی جنت میں پہنچ کر ہوگا مگر مرد عارف کو مکاشفہ قلبی میں نور تجلیات کا دیدار ہوتا ہے۔ اللہ کی دعوت حق کو قبول کرنے والے چھ قسم کے ہیں۔ نمبر ۱۔ مومن نمبر ۲۔ مخلص نمبر ۳۔ کامل۔ نمبر ۴۔ عارف۔ نمبر ۵۔ بکر۔ نمبر ۶۔ ذاکر۔ ان کے لیے چھ ہی طرح کے حُسنیٰ ہیں۔ نمبر ۱۔ جنت۔ نمبر ۲۔ جنت۔ نمبر ۳۔ معرفت الٰہی۔ نمبر ۴۔ مشاہدۂ قرب۔ نمبر ۵۔ تجلیات انوار کا ورود۔ نمبر ۶۔ عرش بقا پر مقام محمود۔ اور کچھ وہ بدنصیب دانے بھی ہیں جو ازل کے پھٹکارے ہوئے ہیں انہوں نے اپنے رب کی کسی بھی دعوت کو قبول نہ کیا۔ نہ ظاہری یعنی نہ شریعت۔ نہ طریقہ۔ وہ رزق بشریہ اور کہ ورائت طبعیہ میں ہی پھنسے رہے ان کی عبادت اور ریاضت جو دنیا ہی حاصل کرنے کی تھی دنیا کی عرض اور اہل دنیا کی نمود۔ اور باطل کی خوشنودی کے لیے ہے۔ وہ اگر اپنی دانست میں دنیا کو بھی دین نظارۂ حسن جمال کی تمنا کریں تب بھی ان کے لیے جہاں، فرق الغاب اور بُرا حساب ہی ہے۔ اور ان کا ٹھکانہ نفسانیت کی آگ جس وہوس کا جہنم ہے۔ اور اللہ رسول کی ناراضی ان کا آخری ٹھکانہ ہے جو ہمیشہ ہی رہے گا۔ بندہ کے لیے دو چیزیں ازلی ابدی مصیبت کا باعث ہیں۔ نمبر ۱۔ شیطان اور برے آدمیوں کی خوشی و رضا۔ نمبر ۲۔ اللہ رسول اور نیک لوگوں کی ناراضی [illegible] معرفت کے مراتب چار قسم کے ہیں۔ نمبر ۱ میں کے پاس ذکر کا توشہ ہے۔ نمبر ۲ فکر کے زادے ہیں۔ نمبر ۳ صبر و تحمل کے قدم ہیں۔ نمبر ۴ عقل و تدبر کی پرکھ ہے۔ بیان السعود کے مطابق اشارت غیبیہ کو جان لیتے ہیں۔ اور رموز و دقائق کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ سب رحمت کائنات کی طرف سے حق ہے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں روشن قلب منور اور دماغ آفات حواس سے پاک رہتے ہیں۔ اسی راہ کے یعنی اندھے کشف و کرامات معجزات و شارات دیکھ کر بھی مقام معرفت کے حصول کی طرف رغبت نہیں ہوتے وہ اپنے نصب میں اور یہ دونوں کسی مقام پر برابر نہیں ہو سکتے عاقل عقل والے ہی ہدایت مرشد سے نصیحت لیتے۔ یہی اہل معرفت فکر کے ذریعے پورے کرتے ہیں۔ اور حسن ماسوائی کو مقام قرب تک پہنچا لیتے اور نہ ازل سے پہلے کے عہد کو۔ توڑتے ہیں نہ ٹوٹنے دیتے ہیں۔ بندۂ طالب کا پہلا مقام فکر ہے دوسرا ذکر۔ تیسرا صبر۔ چوتھا تفکر یا پانچواں قرب۔ چھٹا تحمل۔ ساتواں محویت آٹھواں مشاہدہ نواں لقاء ذات۔ دسواں۔ فنائی ذات۔ گیارھواں فضیل اور بارھواں مجویت ہے تیرھواں مقام ہے چودھواں مراد ہے۔ تصوف کے یہ ہی چودہ طبق ہیں جو مسافر معرفت کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ [illegible] منہ۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس کو حکم دیا اللہ نے کا جس یہ کہ

اور وہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور

يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ

ملایا جائے اور ڈرتے ہیں رب تعالیٰ سے اپنے اور خوف رکھتے ہیں

اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ

برے حساب سے ۔ اور وہ جنہوں نے صبر کیا تمنا میں

لگتے ہیں اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا

وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

ذات کے اپنے رب کی اور قائم رکھی انہوں نے نماز اور خرچ کیا

جانے کو اور قائم رکھی اور جانے دیا سے ہماری روزی میں دیے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ

انہوں نے سے جو کو دیا ہم نے ان کو پوشیدہ اور ظاہر اور دفع کرتے ہیں

اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

سے بھلائی ۔ بھلائی کا بدلہ وہ ہیں لیے جن کے آخرت کا

بدلے کے لیتے ہیں جن کے لیے پچھلا گھر ۔ نیچ سے ۔ سے کے باغ

الدَّارِ ﴿۲۳﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ

پھل کو ہمیشہ قائم رہنے والے باغ داخل ہوں گے وہ بھی اُس میں اور جو

بھی ہیں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ۔

صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

نیک کام کریں اپنے باپ دادا میں سے اور بیویوں میں سے وہ بھی

اُن کے باپ دادا بیبیوں اور اولاد میں ۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۴﴾

اور فرشتے داخل ہوں گے پاس خدمت اُن کی طرف سے ہر دروازے کی ۔

اور فرشتے ہر دروازے سے اُن پر یہ کہتے آئیں گے ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں نصیحت پکڑنے والوں عقلمندوں کا ذکر ہوا اور اُن کی یہ نشانی ملکر ہوئی تھی کہ وہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں توڑتے نہیں ۔ مگر چونکہ اہل ایمان کی آٹھ نشانیاں ہیں ۔ اس لیے ان آیات میں بقیہ سات نشانیاں ذکر ہوئیں ۔ گویا کہ یہ آیتیں پچھلی آیات کا تتمہ ہیں ۔ دوسرا تعلق ۔ دنیا میں دو ہی قسم کے بندے ہیں ایک وہ جو شیطان کے بندے ہیں ۔ اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ۔ دونوں کی نشانیاں اس طرح ہیں کہ شیطان کے دوست دوست کے بیمار ہیں ۔ وہ آخرت کی مصیبتیں دیکھ کر دنیا کی طرف کی تمنا کریں گے اچھی اچھی باتیں دنیا کی خیریت ہیں کرتے ۔ مگر اللہ کے بندے اچھائی ہی دنیا سے پیار نہیں کرتے بلکہ ہر طرح راستی پر رہتے ہیں ۔ پچھلی آیت کا آخری حصہ آیتوں میں جو اچھا ۔ ایمانی لوگوں کا ذکر بیان ہوا ہے ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں باغوں کے آخری بدلی ٹھکانے کا ذکر ہوا تھا اور اب یہاں نیک بخت صالحین کے آخری ٹھکانے کا تذکرہ ہے ۔

تفسیر نحوی وَالَّذِيْنَ ... وَسُوْءُ الدَّارِ ۔ وہ عاقلوں کا حق پچھلے حصے سے اوّل تا آخر موصول جمع مذکر ۔ جیشہ ہی ہوتا ہے ۔

یعملون فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب وصل سے مشتق ہے یعنی ملانا۔ باب ضرب سے ہے۔ اصل تھا یوصل واؤ ہمزہ تھی یو بہ ماقبل فتح کے لئے گر گئی۔ اس باب میں کثرۃ صل متعدی ہو گیا یعنی ملانا اس کا فاعل الذین کی ضمیر ہم ہے۔ اسم موصول مفرد مذکر ذوی العقول کے لیے بحالت زیر ہے مفعول ہے اَمَرَ فعل ماضی یہ جملہ فعلیہ صلہ سے موصول کا لہٰذا اس کا فاعل ہے یہ سب جارّ و ضمیر مجرور متصل واحد غائب متعلق ہے اَمَرَ متعدی بیک مفعول ہے اس کا مفعول ضمیر ہم پوشیدہ ہے در اصل یہ عبارت ایسی ہے مَا اَمَرَهُمْ اللّٰهُ بِهٖ۔ ان حرف نصب یُوصَلَ فعل مضارع مجہول وصل سے مشتق ہے معرب ہے بحالت نصب یہ جملہ فعلیہ بدل کل ہے ہا کی ضمیر کا و عائدہ ہے اسی پہلی عبارت سے واؤ عطفی ہے یُخْشَوْنَ باب فتح کا مضارع معروف ہے بعض لغات نے کہا کہ یہ سمع سے ہے خشی سے مشتق ہے یعنی قلبی ڈر۔ صیغہ جمع مذکر غائب اس کی ہم ضمیر پوشیدہ فاعل کا مرجع الذین ہے متعدی بیک مفعول ہے خیال ہے کہ مجرد مطرد کے مضمون باب متعدی ہوتے ہیں اس کا مفعول بہ سبب مضاف ہے ہم ضمیر مجرور متصل کا مرجع بھی وہی الذین ہے واؤ عاطفہ یَخَافُوْنَ۔ فعل مضارع معروف خوف سے مشتق ہے یعنی ظاہری ڈر باب فتح کا سمع سے اس کا مفعول یہ سُوْءَ مضاف ہے طرف الحساب کے اسم تفضیل مؤنث سے روان فعل یعنی سے مشتق ہے اجوف یائی اور مہموز اللام۔ یعنی بہت بری والی یا بہت ظلم دینے والی اس کا مذکر سے اشوء۔ میں کہتا ہوں کہ کسی بوجھ تعل واؤ سے بدل گیا بعض نے کہا کہ سُوْءَ مصدر ہے برا سا بالغ۔ ان کے رائے مؤنث تفضیل اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اس کا بیان یہ مضاف الیہ الحساب مذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ ضمیر ذوی العقول کے لیے مذکر کا مضاف مؤنث ہو سکتا ہے پھر یہ اضافت تو یعنی بیانیہ ہے۔ حساب۔ حاء لام مہموز آخر ہے حساب بروزن فعال صفت مشبہ ہے حسب سے مشتق ہے یعنی اندازہ لگانا۔ پہچان بین کرنا۔ تعلق ہونا۔ یہاں پہلے دو معنی بن سکتے ہیں۔ وَيَدْخُلُ صَدْرُ [illegible] وَهُمْ مُضْطَرُّوْنَ [illegible] وَاوْ عاطفہ معطوف علیہ کلام سابق ہے الذین سے ہی موصول جمع بحالت رفع تابع علطی سے صَبَرُوْا فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع صبر سے مشتق ہے الام ہے یعنی عقل کے دائرے اور تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو کسی کام سے جبر کرنے والا۔ اگر شریعت اسلامیہ کے لیے روکے تو باعث ثواب ہے بتقاد باب افتعال کا مصدر ابتغاء سے مشتق ہے یعنی بہت محنت سے چاہنا یا کسی کام کی کوشش کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اگر اس کے بعد علی آئے تو معنی ہوتا ہے کسی کے خلاف چاہنا یا کوشش کرنا۔ اسی سے ہے عداوت۔ بحالت زیر ہے یا بوجہ حال ہونے کے اور وہ الحال ضمیر واؤ کا فاعل ہے یا بوجہ مفعول لہ ہونے کے مضاف ہے وَجْهِ اسم مفرد مضاف صحیح ہے مکرہ ہے بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے تنوین۔ مانع اگلی اضافت مفعولی ہے یعنی ذات یا خوشنودی

یا چھوڑ دینا پہلے دو معنی ہو سکتے ہیں سبب اسم وصفی سے اللہ تعالیٰ کا حکم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ملائکہ واؤ عاطفہ قائمُوا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب قوم سے مشتق ہے بمعنی مضبوط ہونا۔ کھڑا ہونا۔ اصطلاح میں کسی کام کی طرف پوری توجہ اور پورے طاہری باطنی توجہ جم سے کوئی کام کرنا۔ صلوٰۃ اسم مؤنث ہے صلوٰۃ سے مشتق ہے جس کے بمعنی دعا صلوٰۃ خاصی نماز اسلامی سنّی کی عبادت مخصوصہ ہے وجہ مفعول یہ الی ثمود کا واؤ عاطفہ لطف ہے ضمیر واپر انفقا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب باب افتعال منفذی بیک مفعول۔ حق سے بنا ہے بمعنی زندگی کیا۔ حتا۔ حق جانا کی ہوں گرگئی ماموصولہ کی ہم کی وجہ سے کیونکہ دونوں کا مخرج ایک ہے۔ بمعنی بیانیہ تبعیضیہ ہے۔ رزقنا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم کا مرجع ذات باری تعالیٰ سے رزق سے مشتق ہے بمعنی نفع والی چیز دینا۔ حکم ضمیر کا مرجع الذین سے ہے۔ ہم اسم مکرم مفرد ہے جامد ہے کیفیت برہت حال ہے اس کا ذوالحال انفقوا کا فاعل حکم ضمیر مستتر ہے واؤ عاطفہ مکریہ تابع معطوف ہے مگر معطوف علیہ کا بھی ظاہر ظہور حیں کا دوسروں کو پتہ لگ جائے۔ واؤ عاطفہ یدخلون فعل مضارع معروف کا عطف ضمیر واپر ہے دخلٌ سے مشتق ہے بمعنی گھسنا۔ ہٹانا۔ مکانا۔ باب فتح سے ہے یا سمع سے الجنۃ سب ہیئۃ جامدہ بمعنی دریبے سے الف لام عہدی ہے جنۃ اسم جنس ہے بمعنی موتی اور فائدہ دینے والی چیز یا کام (فعل) جنّ سے مشتق ہے صفت مشبہ ہے۔ اسی جنّ سے جنّ وجنّی بنا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ جن مذکر حیوان سپیا اور عمل دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ وجنّی مذکر حال صرف عمل کے لیے۔ جنۃ جب کسی کی صفت بن کر آئے تو دونوں کے لیے واجب ہم مفرد ہو۔ مذکر تو بھی۔ مفرد تو صرف عمل صالحہ کے لیے ہوگی جیسا کہ یہاں ہے اجنّۃ۔ الف لام بھی تینۃ اسم مؤنث بھی بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یا رأوا کا سبب سے ہے بمعنی علم۔ فکر۔ پہچان۔ عنصان دینے والی چیز یا کام۔ صفت مشبہ ہے۔ اولئک اسم اشارہ جمع قریب کے لیے ہمیشہ بھی ہوتا ہے بحالت رفع خبر سے سابقہ پہلے کلام میں کی اور ہمزہ ہے دار۔ کلام کا اور گو تمام کلام اس کا مستدالیہ ہے حکم۔ لام جادہ جمع کا ہے حکم ضمیر جمع مذکر مخاطب فعل کا مرجع وہ تمام صالحین ہیں جن کا صفات صالحہ سے ذکر ہو رہا ہے۔ یہ جادہ مجرور متعلق ہے پوشیدہ کانت اسم فاعل کے معنی اسم تفضیل مؤنث یا مصدر ہے بروزن فعلیٰ عقبٰی سے بنا ہے بمعنی پیچھے ہونا۔ معنی تفضیل معنی سے بہت پیچھے ہونے والا آنے والا۔ رہنے والا۔ مراد ہے آخرت کا گھر بحالت رفع فاعل ہے کانت یا شبہ کا مضاف ہے الدار۔ الف لام عہدی ہے۔ دار اسم جامد مفرد ہے۔ اس کی جمع ہے دارات یا داران اس کا مترادف دیار بھی گھر۔ یا چار دیواری۔ یہاں مراد ہے جہان یہ عالم۔ بحالت نصب ہے بوجہ حالت کے بھی ہے۔ جنّٰت عدن یدخلونھا ومن صلح من ابائھم وازواجھم وذریّٰتھم والملٰئکۃ یدخلون علیھم من کل باب جنّٰت اسم جامد ہے جمع سے جنّت کی لغوی معنی

ہے چار دیواری سے چھپا ہوا باغ۔ اصطلاحی ترجمہ آخری نام صالحین۔ مصنف وہ جس کے قبضہ سے جمع فرمایا گیا ہو۔ رفع ہے اس لیے کہ بدل کل ہے مفعول کا تنوین سے مانع صرف سے علت اسم جامد مؤنث کرنا ہے۔ یعنی یہ جگہ ہر موسم میں رہنے کے قابل ہو کسی تعمیر کی ضرورت نہ پڑے۔ وہاں کبھی ہیجان نہ ہو ہی سے مفعول بھی پوشیدہ خود کان، بھاگنا کسوا ہے یہ مرکب اضافی واحد مذکر سے ماخوذ ہے۔ بدلوں میں صالح معروف بمعنی مستقبل فعیل۔ صلح ہی کی مضد سے، فعل سے مشتق ہے بمعنی واحد ذکر غائب ماضی معروف سے ہے صالحہ مؤنث کا مرجع ہے ضمیر منصوب متصل ہے مفعول نیز ہے دونوں جملہ و مضاف کی بمعنی مع من اسم موصول واحد مذکر سے ہے مفعول صلح فعل ماضی معروف سے ہے اس کا فاعل تو ضمیر مستتر کا مرجع من موصول ہے۔ من مادہ ضمیر سے آبا جمع سے سب کی مراد ہے باپ دادا سے تینوں ہم ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ کا مرجع فاعل سے واو عاطفہ ماضی معروف سے ازواج جمع ہے زوجہ کی بمعنی عورتیں یہ جمع بمعنی کی ہو سکتی ہے ہم ضمیر لیے کی واسطے رہی اس سب کی کہ ایک بیوی اور جمع تحقیق کی ہو سکتی ہیں ان سب کی پسند یہ یاں واو عاطفہ بمعنی اور ذریت بھی سے ذریات کی مکبر جمع بمعنی اولاد کے لیے۔ مشتق ہے۔ بمعنی چھوٹی پیدائش سے ارادہ ہے ذریت چھوٹی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ مگر مصنف نے سب چھوٹے بڑے نابالغ مراد ہوتے ہیں۔ یہ لڑکا یا لڑکی یا لڑکے بالے سے بھی ترجمہ کرنا چاہیے لڑکا لڑکی کہنا درست نہیں "ہوں مفعولہ" "ثلثۃ" ملت مشتہ بمعنی ہم مفعول ہے۔ یعنی پیدا کی ہوئی، واؤ مرفوعہ یا علیہ اللہ تکلیف الف لام عہدی ہے ملائکہ جمع ہے ملک کی بمعنی فرشتہ ملک سے مشتق ہے اصل تھا مالک بمعنی ظلم اہل بعض نے کہا یہ ملک سے ہے اور ہمزہ کو لام سے مبادلہ بمعنی پیغام رسانی یدخلون فعل مضارع جمع مذکر غائب ہے ملائکہ ہے اسی کی طرف ضمیر ہم راجع ہے۔ ہدایت کے لیے ہے ضمیر کا مرجع بھی وہی الذین ہے من حالیہ ابتدائیہ غایت کے لیے گی ہمارا کیونکہ یہ ہے باب ضرب سے ہے ہم ضمیر جمع مذکر غائب اس کی جمع ہے باب ضرب کی اوں والا دروازہ۔

تفسیر عالمانہ

والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃ سب کمال پہلے بندوں کی نشانیاں بیان ہوئیں جو وعدہ میں پہلے یہ کہ وہ لوگ جو ہر کسی تعلق رشتے عہد سے وہ معاملے کو ملا کر رکھتے ہیں جن کے ملانے کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ غایت سے کہ ثروت ملانے سے آٹھ تعلقات کو حرام ملانے کا بڑی شدت سے حکم دیا ہے۔

ف۔ صلہ رسول اپنے نبی علیہ السلام کی مراد انتہائی الٰہی سے باقی ہی تعلق نہ رکھو وجہ لہم وراثت کو نبی کے لوگوں میں قرآن کردہ۔ نمبر ۲۔ صلہ الاسلام کہ اسلام سے ٹوٹے رہو تعلق کرو۔ علماء حق اسلام کا مکمل نمونہ ہیں

جائے کہ مسلمان کے بچے میں حفظ قرآن ہو۔ ۴ ع میں احترام قرآن بیان پر اضافہ۔ قرآن، اس میں تحقیق قرآنی عقل میں فہم قرآن و فہم پر تعلیم قرآن، اور ساری زندگی معاشرے پر شریعت اسلام کی پابندی ہوئی ہو۔ نمبر ۳۔ صلۂ ایمان و اخلاق کہ آس پاس تمام پڑوس کے حقوق کا خیال رکھو۔ عیادت مریض، جنازہ شریف، اسلامی تعزیات کو پھیلانا، عالمگیر سے ہو۔ اسلامیت کے امتیازات کا رسموں کے دکھوں کا مداوا کرنا ان کو دنیا و آخرت کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرنا۔ نمبر ۴۔ صلۂ ارحام اپنے ذی محرم رشتے داروں کے ساتھ حقوق ادا کرنا ذی رحم وہ ہے جو مسلمان ہو دوستی کے لیے ان کی تعلق سے ہمیشہ میلہ کے بلکہ ہم ان کی مکمل تفصیل فہرست جائے شادی عطایا میں دیکھئے۔ نمبر ۵۔ صلۂ اقربا ہر رشتے دار خواہ دینی، دنیاوی، مالی نوازی۔ نسبی قریبی وارث غیر وارث سے اچھا برتاؤ کرنا۔ نمبر ۶۔ صلۂ انبیاء مسلمان کو ہر حال خلوت جلوت اضافی، شہوانی، کاروباری تجارت لین۔ اس میں دیانت ایمان داری فرض ہے۔ نمبر ۷۔ صلۂ مخلوق، اللہ کی تمام مخلوق پر رحم کرنا یہاں تک کہ کیڑے مکوڑے چرند و پرند ہر رحمی، رحم کھانے والے اسلامی طریقے سے ان کے حقوق ادا کرے۔ نمبر ۸۔ صلۂ المعرفت۔ شریعت و طریقت تمام انبیا کتب الٰہی پر ایمان لائے تمام کتب کو کلام الٰہی مانے۔ جو قرآن جانے ایک حرف کو صحف کرنے کی وجہ سے یا تحریف میں سالمۃً کتب آسمانی کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا اور ایک مناظرے میں اپنے اس مذہب میں بری طرح شکست کھائی جو مرنے کی کہ کفر تو بہ کفر سے پرانا ہوا ہے بھی چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے پہلے اس کو اس کفریہ عقیدے سے توبہ کی توفیق مل جائے۔ عشر عشر حساب کتاب جنت دوزخ ملائکہ کے وجود پر ایمان، ان تمام حقوق کو قائم کرنا ہی اعمال سے بہ سب دانا جب ہے ان کا تو نامہ اعمال کے دوسری جانب سے بھی ہیں دوسری بھی کرنا ہی اور فکر کی زیادتی ہوتی ہے معاشرہ کہ اسلام کی عزت بڑھتی ہے آپ کی محبت اور غیر علم اسلام قبول کرنے میں اسلامی قوت عزت مظلمت بڑھتی ہے دوسری شان یہ بھی ہے کہ ان کرنا ہے جو اللہ سے نسبت رکھتا ہے بعضہ دوسری شانی اور بہتے حساب سے ارحمہ ہے جنت اور خوف میں بعد طرح فرق ہے۔

۱۔ رحمت و جلال کو ڈر خشوع ہے یہ تک یہاں قرب الٰہی کی شان ہے جتنے قرب زیادہ اس کو نسبت زیادہ خشوع خوف ہے یہاں یہ دونوں عطاں ہی ہیں ہے۔ ۲۔ خشیت ڈر خشیت سے تھوڑا ڈر خوف ہے ۳۔ خائف کو خشیت ہے واقف کو خوف ۴۔ بھک خشیت ہے ناپسندیدگی خوف ہے ۵۔ جنت پڑنا خشیت ہے جنت رکنا خوف سے ۶۔ جنت میں اون نسبت ہے نظرت میں اوسا خوف ہے مومن دونوں حب تعالیٰ چاہتے ہوئے الہٰی کو ہی سب ۷۔ اس عادت۔ خلعت سے ڈرتے ہیں دنیا مت کی تعبیس چھاڑیں دھت حساب و کتاب سے خوف کھاتے ہیں ہیں دنیا میں ہی انا محاسبہ

کرتے ہیں اس طرح کہ شریعت میں علماء کے بیان سے ہیں اور حقیقت میں مشائخ کی باتیں برداشت کرتے ہیں چوتھی نشانی اور صرف اپنے رب کریم کی، کئی سال جاسے کے لیے گناہوں سے صبر کرتے ہیں کہ اس سے رکے رہتے ہیں اور عبادت پر صبر کرتے ہیں کہ عبادت خوب پیار سے ادا کرتے ہیں ۱۱ مصیبتوں میں سے صبر کرتے ہیں کہ بیماری برداشت کرتے ہیں اور یہ بلائیں عذاب میں کہ کافر ہیں بھی دیتے اور مصیبتوں سے صبر کرتے ہیں کہ اس سے بچے رہتے ہیں یہ سب صبر جمیل ہیں۔ وعدہ پر عمل کرتے ہیں کہ یا اختیاری قدرت کے صرف نفع کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ پانچویں نشانی۔ اور یہ موصوف نفس مانیں بھی نماز کہتے ہیں کہ ملائکہ بھی نماز کہتے ہیں۔ وقت ۱۱۱ واجبات۔ وہ جس واجبی طہارت نوشو ۔۔۔ صوح کا بیان رکھتے ہوئے عبادت میں اور نفس مستحبی قائم و دائم کرتے ہیں۔ چھٹی نشانی۔ جملے موصوف ۔۔۔ ادا کرکے عبادت، اخلاق، حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح جملے دیتے ہوئے ۔۔۔ عمل کمال سے ہی لوگوں نے ان دنیا کے لیے برتا کیا ہے علامہ بھی۔ ساتویں نشانی۔ اور پوشیدہ بھی اعلانیہ بھی بھلائی کرتے ہیں اور ۔۔۔ علانیہ نفقہ چار قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ واجبی فرضی خیرات علانیہ ہے۔ ۱۱ مستحبات صدقات میں دوم یہ کہ ۔۔۔ غریب کو یا مستحق جگہ خرچ کرنا ۔۔۔ اسے اور کسی شخص یا حکومت کو دے دینا وغیرہ کی خبر نہ کرے یہ علانیہ ہے سوم یہ کہ نیکی تاکہ غریب کو دینا شرم سے دینا کہ یہ رکوٰۃ وغیرہ ہے علانیہ چاہا ہے کہ اعلان عام میں اعلان کرکے دینا کہ دوسرے بھی تعاون کریں علانیہ ہے ورجیب کرکے ۔۔۔ دونوں طریقے نفل کو مجموعہ میں جب کہ بیت خیر ہو یا مسجد ہو۔ خیال رہے کہ ہر کام کی ۔۔۔ ہم ۔۔۔ ہیں وہ شیطانی علیحدہ سے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

خوشحالی اور رزق کے لیے یا ان کے حق میں قبولیت دعا اور ایصال ثواب کی برکت ان کی شفاعت کی وجہ سے ان کے نیک والدین ان کی نیک بیویاں (شوہر) نیک اولاد نیک رشتہ دار وغیرہ ان کی نیک یا بیگناہ چھوٹی اولاد بھی اسی جنت میں داخل ہو سکیں گے یعنی وہ نیک تو ہیں مگر اس آیہ کی نیکیوں کی حیثیت کے لائق نہ تھیں تو ان مستحقین، لائقین کی خاطر اللہ تعالیٰ محض بہت پر مست وحی دعوت کی برکت سے یہ بھی داخل ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے والدین یا اولاد کے ایصال ثواب کرتا ہوگا اس کی وجہ سے آج جنت میں ان کو بھی داخل کا اذن ملے گا۔ مزید انعام یہ کہ فرشتے ان بیماروں کی بہبودی کے لیے مردوں اور تحفوں کے ساتھ اسی جنت عدن کے ہر دروازے سے یا ان کے رہنے والے محلات کے ہر دروازے سے (یعنی جنتی ہر محل کے ہر دروازے سے ان کے پاس بھی بھی داخل ہوا کریں گے اور یہ سلسلہ دائمی ہمیشہ جاری رہے گا۔ ان جنتیوں کے محلات خیمہ کی شکل کے ہوں گے۔ جس کی لمبائی چوڑائی ایک ایک کوس ہے (یا تو ہے کا سا ہو ہے۔ ہر محل کا ہزار دروازہ ہے ہر طرف فرشتے داخل ہوا کریں گے جن کے ساتھ تحفے تحائف خوشبوؤں کے تحفے ہوا کریں گے۔ اے میرے کریموں کے کریم رب کہ کو اور تمام پنجے ہلست کو اس جنت کے لائق ضرور بنا دے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ دنیا میں ہر مسلمان کو چار شتے ہیں کچھ مشتے ہونے کے لائق کچھ ہونے کے لائق کچھ دوستی کے لائق کچھ حقوق کے مانگ کامیاب زندگی والا وہ مسلمان ہے جو ان چاروں شتوں سے شریعت کے مطابق سلوک کرے مثلاً والدین کی خدمت کرے ان کی رضا کے راستے تلاش کرتا رہے۔ مرشد و ولی۔ والدین جسمانی۔ روحانی۔ اور تمام حقوق کا مشترک بدعقیدہ بد عمل سے بچائے۔ کافر قرابتدار وغیرہ یہ فائدہ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اور يَدْخُلُوْنَ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیا میں وہی اعمال رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں جو رب تعالیٰ کہلے لیے جائیں خواہ اپنی ہوں یا بیوی بچوں یا بڑے ماں باپ جو کام بنی مجبوریوں مانوسیت کی بنا پر کیا جائے وہ نیکی اور عبادت نہیں بن سکتا یہ فائدہ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ الخ کی تہ لگانے سے حاصل ہوا۔ لہذا جو لوگ صرف مجبوری کی بنا پر صبر کر لیتے ہیں دل میں تمنائی عدم صبر کے تحت کڑھتے رہتے ہیں وہ حقیقی صابرین میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ایسا صبر تو کفار بھی کر لیتے ہیں۔ تیسرا فائدہ۔ جس شخص کے اعمال اور ایصال ثواب کی وجہ سے ان بندوں کے درجے بھی بلند ہو جاتے ہیں جن کے اعمال سے درجے بلند ہوئے ہوں۔ مثلاً باپ کے اعمال بیٹے کو اور بیٹے کے اعمال والدین وغیرہ کو مفید ہیں اسی طرح ایصال ثواب ختم شریف بھی فائدہ مند ہے بشرطیکہ لینے والی میت میں اپنی صلاحیت ہو۔ یہ فائدہ وَمَنْ صَلَحَ (۲۳) کے شاہد النص اور ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اس آیت پاک سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ اس سے اموال تجارت کا زکوٰۃ دینا جائز ہے جب کہ ان اموال کی قیمت کی زکوٰۃ دے اسی کے حقوق نہ دینے کے فتنے ہوں۔ مسئلہ مَا لَمْ يُعْطَ کی من تبعیضیہ سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ نفل عبادت کو ظاہر کرنا اور جائز ہے اور فرض عبادت کو چھپانا جائز ہے۔ مسئلہ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَلَهُمْ فقہی مذاہب والوں کی نشانی سے مستنبط ہوا۔ اسی لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نفل عبادت کا اظہار کرنا بھی مستحب ہے اور فرض عبادت کا چھپانا افضل ہے۔ **تیسرا مسئلہ** جس طرح نماز فرض واجب نفل سنت ہے اور کفر، فسق، ضلالت، بدمذہبی، حرام ہونا بھی ہے اسی طرح خیرات اور حرام و حلال بھی بہت قسم کا ہے۔ یہ مسئلہ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً کی واؤ عاطفہ اور ان کی ضمیر ہُمْ پر عطف فرمانے سے مستنبط ہوا۔

چوتھا مسئلہ اہل ایمان کو ہر مفید چیز میں سے کچھ کو اللہ کے نام لگا دینا چاہئے اور یہ واجب ہے کہ مال، اولاد، اوقات، صحت میں سے کچھ خدمت دینی کے لیے وقف کرے جس کے چار بیٹے ہوں تو ایک بیٹے کو عالم دین بنانا واجب ہے یہ مسئلہ ثَمَّ میں ما صولہ کے عموم سے مستنبط ہوا۔ حضرت حکیم الامت اللہ محترم سے اپنے ان ہی معنوں کو عالم دین بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم دونوں بھائی حاجیوں بہشتیوں سے علم دین کی نعمتوں سے مالا مال کریں اور ہر طرف سے علم میں گھرا ہوا ہوں میرے سسر مرحوم میرے ساتھ ہو۔ ہم رفقاء میرے سالے سب جید علماء اسلام ہیں۔ حضرت بریلوی بھی والدہ کی طرف سے ہمارے سلسلے میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا کہ اللہ کے راستے پر خرچ کرنے والے اور صدقہ دینے والے سود والے سے افضل ہیں۔ حالانکہ وہ سود سے حاصل کیا ہوا اپنی کوتاہیوں کی بنا پر مجرم ہو رہے ہیں بدلے کی وعدہ خلافی کے اندیشے سے یہاں پہلا فرد تو موجود نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو ایسے کام کر رہے ہیں۔ مخلص ہیں نہ کہ مجرم تو کیا دوسری قسم کا ہے اور رب تعالیٰ کی طرف اس وعدہ خلافی کا اندیشہ ہے یہ تو کفر ہے یا کہ خدا کے بھروسے کا احتمال ہے یہ تو ریا ہے۔

جواب۔ وعدہ خلافی کا ایسا اندیشہ بھروسے پر نہ ہونے کا کفریہ لفظ ہے یہ تو اپنی کمی عمل کی فکر میں خوف یا خوف بھی شرمندگی سے۔ **دوسرا اعتراض**۔ صبر کا معنی ہے بھوکا رہنا میں ہر شخص ہی ہے اس کو صبر کے سوا چارہ ہی نہیں تو ثواب کیسا ہوا اور پھر غیر مسلم بھی صبر کرتے ہیں تو ان کو بھی جزا ملنا چاہئے۔

جواب۔ کفار کا صبر ان کے عدم ایمان اور اسلام دشمنی کی وجہ سے بیکار ہے یہی حال ان کی ہر نیکی کا ہے۔ نیز کفار کی ہر نیکی بھی کم دنیاوی وجہ سے ہے کہ خالق دنیا کی وجہ سے مگر مومن کا صبر انتظار ثواب خدا سے

بعض نے یہ جواب دیا کہ یہاں اجر و ثواب کے بے حساب ہونے کی وجہ سے صبر کا ذکر کیا گیا بلکہ بغیر حساب ۔ ۲۔ صبر ۔ ۳۔ نماز ۴۔ خیرات مراد ہیں اور صبر بھی مجموعی کا مراد نہیں بلکہ فضیلت انتظام کے باوجود صبر ۔ ایک جواب یہ ہے کہ صبر ہر کام کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرتا ہے اس لیے اجر کا مستحق ہے ۔ **لیتسرا اعتراض** ۔ یہاں صبر کی فضیلت بتائی گئی کہ طاعت بھی صدقہ و خیرات کرتا ہے ۔ حالانکہ کسی میں بدکاری یا کفر کا پہلو ہے اور جس طرح ہر گناہ برا ہے اسی طرح ہر گناہ کی سزا بھی بڑا ہوتا ہے ۔

جواب ۱۔ تخصیص در عرف سے اعمال صالحہ کرنے والوں کے اعمال میں زیادتی ہو سکتی ہے عاصی نہیں ۔ ۲۔ یا تب ہو گی جب یا منہ سے کہیں یا دل سے یا ہم کہ ہماری مغفرت بننے سے پہلے عمل تو ظاہر کرنے ہی واجب ہیں ۔ ۳۔ یا دل کا وسوسہ تو وہ یا نہیں بلکہ اس پر پکڑ ہے ۔

تفسیر صوفیاء اولوالعزم عارفین جو روح جسمانی کے ساتھ اپنی معاہدوں کے مطابق پورا معاملہ طے کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق دلوں کو اس کی جنت سے جنت اسرار سے نظر کو مشاہدات انوار سے طاقت رکھتے ہیں ۔ یَشْهَدُونَ قُلُوبُهُمْ اور مقام قلب میں تجلیات صفات کی ہیبت سے خشیت ربانی سے کانپتے رہتے ہیں ۔ وَيُحَاسِبُونَ نُفُوسَهُمْ اور ہر وقت بطش و عقاب ۔ قبض و بسط ۔ نفی و اثبات ۔ بندگی حق ۔ فنا کے حساب سے خوف زدہ اور آہ و زاری میں رہتے ہیں ۔ ابن عطا نے فرمایا اولیاء کی خشیت ارتجاب علیا سے نیچے پھسلنا اور خوف غفلت بے وفائی میں گرنے کا ہے ۔ خشیت و خیر ابرار کے لیے اور خوف مخصوص ہے وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور کاملین ہیں وہ جنہوں نے ماسوا اللہ کو اللہ کی محبت و رضا کے لیے بالکل چھوڑ کر صبر مکمل کر لیا ۔ آلات کوم کے انوار کے مکاشفہ سے ایسا سرور پایا کہ ہر ملک سے منہ موڑ کر صبر کر لیا ۔ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ اور تزکیہ باطن کے لیے نماز مشاہدہ میں مشغول ہو گئے اور عبادات بدنیہ کو تجلیات قائم رکھ لیا اور نماز رفعت سے دائمی حضور حاصل کر لی وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً اور جو ہم نے احوال مکاشفات ۔ انوار تجلیات ۔ اسرار کے مکاشفات کا ذوق و فراوانی سے اس کو مستحق مریدین صالحین اور بھائے طالبین پر ظاہر کرتے ہیں اور ان کو عطاء کرامات سے لقاء یار کے فائدے پہنچاتے ہیں ۔ اولیاء اللہ کی خیرات اسرار نفحات سری اور نظارۂ مکاشفات نفحات علانیہ سے وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور مٹاتے ہیں محنت سے غفلت کو ۔ مشقت سے کسلمندی کو یا طاعت سے رذالت کو لقاء سے فاکو ۔ تجلیات سے ظلمات کو ۔ وفا سے جفا کو ۔ حمد سے گلہ کو ۔ تکبر نفس کو حسن اخلاق سے بداخلاقی کو ۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے مقام قرب الٰہی کا عمدہ گھر ہے اس کی دنیا بھی آخرت کی طرح دائمی ہے جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا جنات الٰہی کے ایسے پھول اور قرب کے ایسے پھل دائمی جنتیں دائمی رہنے کی ہیں جن میں یہ داخلہ ابدی مسرت و برکت پائیں گے ۔

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور صالحہ ہیں ان کے باپ دادا اور بیبیاں اور اولاد ان کی جنتوں میں آپہنچیں ان کے پاس فرشتے ہر دروازہ سے ان پر سلام کرتے ہوئے۔ یہ ہے ان کے اعمال صالحہ کی جزا۔ اور ان کے ماں باپ بیبیاں اولاد بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ ان کے لئے کوئی روک نہ ہوگی۔ داخل قرب اور مشاہدہ کے باغوں میں داخل ہوں گے۔ نہ صرف یہ کہ خود ہی جنت میں جائیں گے بلکہ اپنے اعزہ و اقارب کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ہر دروازہ سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے۔ سلام کریں گے اور ہر دروازے سے ہر ایک شخص حضرت والے خوشخبری تحائف اور ہدایات قدسی کے ساتھ آئے رہیں گے اللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

سلامتی ہو تم پر تمہارے اس کے کہ صبر کیا تم نے تو بہت اچھا آخرت

سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو اچھا گھر کا ہے

الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ

کا گھر اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں وعدہ اللہ کا سے

خوب ملا اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکا ہونے کے

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

بعد مضبوط باندھنے کے اس کو اور جدا کرتے ہیں اس کو حکم دیا اللہ نے باندھنے کا جس کے

بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا

اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ

کہ جوڑا جائے اور فساد ڈالتے ہیں زمین میں یہی لوگ ہیں

اسے قطع کرکے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

کے لیے اُن کے لعنت ہے اور لیے اُن کے برا گھر ہے ۔ اللہ کھلا کرتا ہے

لعنت ہی ہے اور اُن کا لیے بُرا گھر اللہ جس کے لیے چاہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ

روزی کشادہ دیتا ہے ۔ اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا

الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ

دنیوی حالانکہ نہیں ہے دنیوی زندگی مقابلے میں آخرت سے

گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر

اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

مگر تھوڑا سامان

کچھ دن برت لینا

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پہلی آیتوں میں نیک لوگوں کی آٹھ عملی اور قلبی خصلتوں کا ذکر ہوا ۔ اب یہاں اُن کی ایمانی گفتگو کا تذکرہ ہے کیونکہ تمام عبادات میں زبانی اچھی گفتگو کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے ۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آج دنیا میں ہر انسان جسے اللہ تعالیٰ ظاہر پر خواہش کرتا ہے کہ میرا تعلق بڑے لوگوں سے ہو اسے لیتے سے سلام و دعا کا سلسلہ جاری ہو جائے ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کائنات میں اللہ کے فرشتے اور انبیاء ہر لحاظ سے اونچے لیتے کے ہیں دامن مصطفےٰ سے رابطہ ہو جائے تو فرشتوں سے دنیوی اور اُخروی زندگی میں سلام و عافیت محبت و عزت کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے ۔ یہ کتنی بڑی کامیابی ہے ۔ **دوسرا تعلق** اوپر کفار دنیا کی کم مائیگی میں پڑنے اور کفار کے تنا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی شامت آتی تھی کہ کفار کو دنیا میں بڑی شان حاصل ہے اور مسلمان کیلئے مصائب کی تلوار ہر وقت ننگی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ۔ انجام اچھی حیثیت ہو۔

اور اب ان آیت میں سرسے ہوگوں کی خصلتوں کی تفصیل ہے۔ **تفسیر المفردات** ۔ پہلی آیت میں ایمان والوں کی ایک یہ خصلت بیان ہوئی کہ وہ دینوی دولت علمی و فرعی طریقے سے خیرات کرتے رہتے ہیں جس سے اس کی دنیا سے بے رغبتی کا پتہ لگتا رہتا ہے۔ اب یہاں کافروں کی دنیا سے محبت اور لگاؤ کا ذکر ہے۔ حالانکہ ملے گی اتنی ہی جتنی اللہ نے مقدر میں لکھ دی۔

تفسیر نوری سلامٌ علیکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ یہ سلام ہم تمہارا مفرد ہے صفت مشبہ ہے بروزن فعال باب سمع سے ہے سلم سے بھی بنتا ہے بمعنی بچنا۔ بچانا۔ رست رہنا۔ کسی سے سلامتی اور سالم کسی کو اپنے سے بچانا یعنی نقصان نہ دینا علم ہے کسی سے خود کو بچائے رکھنا سلامتی سے اللہ بگانہ یا دوگانہ سالم ہے۔ بمعنی رفع سے مبتدا ہے نون تنوین تعظیمی ہے معنی ہمیشگی یا بار بار۔ علیکُمْ جار مجرور متعلق دار دُ پوشیدہ اسم فاعل کے اور یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے مبتدا کی اور پھر مبتدا خبر مل کر دعائیہ ہے کیونکہ جملہ اسمیہ تکرار کا ثبوت ہے تکرار دعا کی ہوتی ہے مذکر خبر کی یہ ہی۔ حضرت کے ترجمے سے ظاہر۔ مگر حضرت حکیم الامت نے ایک مرتبہ عمل اس میں فرمایا تھا یہ خبر ہے۔ کیونکہ عورت زن دعا نہیں ہوگی اور جملہ اسمیہ میں تکرار شرط نہیں۔ بما صبرتم ما مصدریہ ہے با صلہ متعلق مقدم سے تُمْ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر باب نصر۔ جملہ فعلیہ خبر مقدم مبتدا مؤخر نعم کی ف تعقیبیہ یا سببیہ نِعْمَ فعل مدح کمالت کو دے کہا یہ اسم میں ہے اس کی تین قسمیں۔ عُقْبَى الدَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر مشہور ہے معنی عاقبت رفع مخصوص بالمدح مضاف ہے لام عہدی دار اسم جامد مکرہ تعلیمی معرف باللام بمعنی گھر عاقبت کسرہ مضاف الیہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۔ واؤ استیناف الذین اسم موصول جمع مذکر بمعنی رفع مبتدا ہے مابعد کا یَنْقُضُوْنَ۔ فعل مضارع معروف باب نصر صیغہ جمع مذکر غائب نقض سے مشتق ہے اسی سے بمعنی توڑنا۔ پھر جانا۔ انکار کرنا اقرار کے بعد۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں عَهْدَ اللّٰهِ مفرد جامد ہے خیال رہے کہ عربی میں جامد وہ ہوتا ہے جو مشتق نہ ہو یعنی نہ فعل ہو نہ اسم ہو۔ لیکن مصدر ہو مگر مصدری معنی میں نہ ہو بلکہ بمعنی حاصل مصدر ہو۔ فارسی میں جامد وہ ہوتا ہے جو مصدر بھی نہ ہو۔ عہد بمعنی ملاقات ہے کیونکہ معنوں ہے توں سے مالع ضافت ہے۔ اللہ لفظ کسرہ مضاف الیہ۔ مِنْ جارہ زائدہ ہے یا بیانیہ میثاق بروزن مفعال۔ مصدر میمی ہے اور مصدری معنی میں ہے وثق سے ثلاثی معنی مضبوط کرنا۔ پکا باندھنا۔ بھروسہ کرنا۔ یقین کرنا اپنی سوں سمجھ پر۔ اسی سے ہے وثق بمعنی بھروسہ۔ مضاف ہے ہ ضمیر مضاف الیہ راجع اللہ سے واؤ عاطفہ عطف سے يَنْقُضُوْنَ۔ يَقْطَعُوْنَ۔ فعل مضارع معروف بصیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ہم ضمیر جمع مستتر ہے اس کا مرجع الذین ہے۔ قطع سے مشتق ہے بمعنی جدا ہونا پھوڑنا۔ توڑنا کاٹنا

یہاں پہلے معنی مناسب ہیں۔ موصولہ فیہ ذوی العقول چیزوں کے لیے مخالف نصب معمول ہے اصل میں ماضی مطلق معروف باب نصر سے ہے مادہ سے مشتق ہے معنی حکم دینا فیصلہ کرنا۔ کسی سے معاملہ کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ ہدایت اعلیٰ دلوی ہیں۔ یہ سب جملہ معلومیت کے لیے ہے۔ ضمیر مستتر کا مرجع ماموصولہ ہے۔ ان مصدریہ پر ابتدا معمول ہے اس کا فاعل فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ھُو ضمیر اس میں مستتر ہے وہ اس کا نائب فاعل ہے۔ واؤ سے ساتھ معنی ہوتا ہے۔ لا۔ ملاقات کرنا یہاں پہلے معنی مناسب ہیں۔ اور تیسرے معنی ہیں۔ واؤ عاطفہ تُصْدَقُ۔ فعل مضارع۔ معروف باب افعال صیغہ جمع مذکر مادہ سے مشتق ہے معنی چیرنا۔ پھاڑنا۔ لگانا۔ نقصان کرنا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں فی حرف جر معنی میں۔ ہمدہ ظرفیت کے لیے الْاَرْضَ۔ الف لام جنسی یا عہدی۔ اَرْضٌ مؤنث سماعی ہے مادہ ا ر ض تھا اَرْضَةٌ۔ اس کا مصغر ہے اُرَیْضَةٌ مادہ سے ثلاثی مجرد۔ اسم اشارہ بعیدی معنی ہوتا ہے ہمیشہ۔ بمعنی ذلک۔ ہے۔ لام جارہ نفع کا ہے ھُمْ ضمیر محرور متصل کا مرجع الذین ہے متعلق ہے ثَابِتٌ یا اَتَانِیْ۔ مادہ ث و ب اسم فاعل یوشیدہ کے الفاظ ہیں۔ ف لام استغراقی لفظ اسم موصول۔ ل لام مصدر سے۔ اور آخر میں مصدریہ تٌ ہے۔ لعن سے مشتق ہے معنی پھٹکارنا۔ دھتکارنا۔ ذلیل کرنا۔ رحمت سے دور کرنا۔ مادہ ل ع ن۔ اس کے مشتقات باب نصر سے ہوتے ہیں۔ یہاں مراد رحمت سے دور کرنا ہے عادت دین سے لہٰذا فاعل ہونے کے ثَابِتٌ یوشیدہ کے۔ واؤ لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے کسی یوشیدہ اسم فاعل کے یا یہ اسم فاعل یوشیدہ سے۔ سُوْءُ۔ مادہ س و ء مصدری ہے۔ اضافت والی الدَّارِ۔ لام سے یہاں اسم عام ہے معنی۔ قبر کرنے والا۔ نقصان دینے والا۔ مصیبت میں ڈالنے والا۔ پریشان کرنے والا۔ مراد اسم سے النار۔ الف لام عہد ذہنی۔ آگ معنی چار دیواری والا گھر عادت کسو مضاف یہ ہے سُوْءُ کا سُوْءُ حالت رفع ہے۔ فاعل پہلے یوشیدہ اسم فاعل بذریعہ عطف یا یہ اسم فاعل ثَابِتٌ ہے یوشیدہ کے۔ یہ سب جملہ اسمیہ عائلہ خبر ہے ان الف جملہ کی۔ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے باری تعالیٰ کا یہ نیا جملہ ہے عادت رفع ہے بوجہ مبتدا۔ اگلی ساری عبارت اس کی خبر ہے یَبْسُطُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُو ضمیر مرفوع مستتر اس کا فاعل ہے اُس کا مرجع۔ اللّٰهُ ہے سلسلہ مشتق ہے بھی نیا کرنا۔ کھولنا۔ بڑھانا۔ وسیع کرنا۔ یہاں آخری دو معنی مناسب ہیں۔ باب نصر سے ہے۔ الرِّزْقَ الف لام جنسی یا عہدی مفعول اسم مفرد جامد ہے۔ بمعنی۔ ہے ہر نفع دینے والی چیز۔ خواہ اُخروی یا دنیوی ہے لفظ۔ ہے لفظ ہے خوراک ہے سامان زندگی۔ یہاں دنیوی معنی مراد ہیں۔ لام جارہ نفع کا من اسم موصول عمومیت کے لیے۔ ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ یَشَآءُ فعل مضارع معروف صیغہ

واحد مذکر غائب کا فاعل ھو ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ شیٔ سے مشتق ہے باب ضرب سے ہے یعنی چاہا پسند کرنا۔ مرضی کے مطابق کرنا یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ شیٔ اسم جامد بھی مشتق سے تب یہ منسوب لیکے مدرجہ میں ہوتا ہے اگر منسوب الیہ عام شخصیت ہے تو یہ عام اگر خاص ہے تو یہ خاص گر اخص ہے تو یہ اخص۔ مگر علماء دیوبند نے اس کو ہر حال عام سمجھا۔ اور کی جہالت کی بنا پر علی کُلِّ شَیْءٍ قدیر کے استدلال سے ذات باری تعالیٰ کے لیے امکان کذب کا کفریہ عقیدہ بنا ڈالا۔ وَ ذٰلِکَ یَعْقِدُ۔ فعل مضارع معروف قلب مہ ت سے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ہو مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ قُدْرَۃٌ سے مشتق ہے معنی تنگ کرنا۔ اندازہ کرنا۔ قُدرت رکھنا (طاقت رکھنا) یہاں پہلے دو معنی مراد ہیں۔ واؤ سر علہ۔ اگلی عبارت نیا جملہ ہے فرحُوا فعل ماضی۔ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل اور اس کا مرجع الَّذِیْنَ مُقَصَّرُوْن ہے فرحٌ سے مشتق ہے۔ معنی خوش ہونا۔ اترانا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ بِ حادہ بمعنی عَلٰی الحیٰوۃ الف لام سقراتی یا عہد خارجی۔ حیٰوۃ مصدر اسم جامد سے آخر میں تَ مصدریہ ہے معنی زندگی۔ حیٌّ سے مشتق ہے معنی زندہ ہونا زندہ رہنا۔ موجود ہونا۔ موجود رہنا۔ موصوف اس کی صفت سے الدُّنیا۔ الف لام عہدی۔ دُنیا اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر اَدْنٰی ہے۔ دُنُوٌّ باب نَصَرَ سے مشتق ہے معنی گھٹیا ہونا۔ قریب ہونا۔ یہاں دونوں معنی درست ہیں بحالت جر ہے صفت ہے حیٰوۃ موصوف کی واؤ حالیہ ما نافیہ الحیٰوۃُ۔ الف لام عہدی حیٰوۃ اسم جامد معنی زندگی الدنیا۔ اسم جامد عالم سفلی اور عالم ناسوت کا نام ہے یعنی یہ ظاہری جہان۔ فی جارہ ظرفیہ مگر اس کی ظرفیت کا تعلق زمانیات سے ہے نہ دنیا سے کیونکہ یہ زندگی اور یہ دنیا وہاں نہیں ہوگی الآخرۃ۔ الف لام عہد خارجی آخرت اسم جامد مصدر ہے اَخَرَ سے مشتق ہے معنی سب سے پیچھے ہونا۔ دیر میں ہونا۔ نتیجہ ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں آخر میں تَ مصدر کی ہے اس سے پہلے لفظ جَنْبٌ یا مقابل پوشیدہ ہے دراصل ہے فی جنب الآخرۃ مراد ہے آخری عالم حشر یا عالم ابدی الا عرف استعمال اس نے عالم کی نفی کو دنیوی مَتَاعٌ اسم مفرد نکرہ جامد ہے۔ بحالت رفع ہے بوجہ مشتق مرفوع ہونے کے۔ متعٌ سے بنا ہے۔ معنی سامان۔ نفع دینے والی چیز۔ کچھ دیر فائدہ اٹھانا۔ ظاہری زندگی کا سامان۔ تھوڑی مدت۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اس کی جمع امتعۃ ہے

تفسیر عالمانہ

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اے دنیا میں اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر کے تمام اہل دنیا سے منہ موڑنے والو۔ اب باجماعت دردازل سے اندر آنے والے فرشتے تم کو بشارت

دنیا میں کہ اے کافرو تم پر سلامتی ہے اس کی وجہ سے کہ تم نے اپنے نفوس کا محاسبہ مراقبہ کر کے شکر کیا ذکر سے دنیا کے مصائب و آلام برداشت کئے اور دشمنان خدا کے قتل سے۔ بھوک پیاس نفع کی عادت نفس کی خواہش میں تھیلی اور ایسا علیم پایا۔ وسعت کی کوس کی توشہ توں سے زمین و آسمان کی فضا معطر ہو گئیں۔ دنیا میں تم تو ہر دروازے سے در کھدے گئے مگر الی دنیا پر اللہ کی رحمت برکت امن و عافیت تمہارے ہی صدقے نازل ہوئی۔ اس لیے صبر کے بدلے میں تم کو آخرت کا اچھا گھر ملے گا۔ جو آخری آخرت ہے اللہ سے تمہاری میں جس کے معاملہ کوئی تبدیلی نہ ہوگی تم کو سلام ہوگا کہ دنیا کی فقیری آخرت کی امیری ہے دنیا کی لذت کی لذت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال دنیا میں فقیر بننے کی کوشش کرتا کہ جب تک پہنچ جائے کہ میری حضرت انس نے روایت کیا کہ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں فقیر کے لیے تین خصوصی رعایتیں ہوں گی تو کسی کی کو ملے گی۔

۲ جنت میں داخلہ سب سے پہلے پانچ سو سال قبل یہ قیامت کا آدھا دن ہوگا۔ ۳ فقیر کی بدنی عادات اور ذکر اذکار کا ثواب امیر کے ذکر عبادت سے دگنا ہوگا اگرچہ امیر ایک بار سبحان اللہ کہنے کے ساتھ اس ہزار درہم بھی خیرات کرے ۴ جنت میں صابر فقرا کے لیے آنی بلندی پر یاقوت احمر کے محلات ہوں گے کہ ان کی کھڑکیوں سے وہ جنت والوں کو اس طرح دیکھا کریں گے جس طرح اہل دنیا میں والے آج ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان محلات میں صرف فقرا امیر کرام۔ صبر شہدا اور فقرا مومنین کی بانٹی ہوگی روایات میں ہے کہ باری تعالیٰ سے عفو عافیت میں چیزوں کا وعدہ فرمایا۔ اول جنت دوم ان کو نشانیوں والے مومنین کے طفیل دیئے فرشتوں کو بھی ان کا ساتھ حاصل ہوا سوم ملائکہ کا آنا سلام کرنا یہ تو بارگاہ الٰہیہ میں مومنین کی شان ہے نیکی بدکاروں نے نشہ کے سامنے دھرنے لگے پچھ ایمان، طاعت، اخلاق تہذیب حرام حلال۔ مثل مروت درشت شرافت رواداری وغیرہ کے یک دم توڑ ڈالے میثاق کے بعد دنیا میں کہ عقل و حکمت سمجھداری شعور حیا نے حواسچی آئیں کرنا چاہیں ان کفار و منافقین نے اس کو چھوڑ کر نفس امارہ کے کہنے پر چلنا شروع کیا یا اللہ تعالیٰ کے لاکھ وعدہ بیشمار کرم علما سلفین سلام نے حوالہ کیا جس کو ان کی عقلوں نے تسلیم کیا مگر پھر کچھ دیر بعد فلک دیدہ حیرانی۔ تسلیم و رضا گویا ان کا عہد تھا اور پھر اس وعدہ سے پھنک دینا عہد کا توڑنا کسی طرح عادات کی بیماری وعظ و نصیحت سن کر دل نرم ہوا اور دل پھر جانا کہ عبادت ذکر اذکار میں بھی مصروف ہونے لگیں یہ وعدہ سے پھر خلوص اشرار میں محبت بدلے وہ عذبہ ختم ہو جانا اور کسی محبت کا کل پیدا ہونا یہ عہد شکنی ہے تو دی وعدہ خلاف رواج کا ہے۔ دنیا ہی کفار ظاہری مانعی مرض پیدا کو توڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اسلام نے حکم دیا۔ اور رحمیں میں طہارت کی عبادت کرکے اور دوسروں سے کرا کے ظلم۔ جھگڑا۔ جنگ جدال فتنہ۔ سرقت

جعل عبیت کے واسطے حاصل کرتے ہیں اور جاری رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اس طرح سے کہ دنیا میں دل میں خیر نہ ملنی۔ گناہ آسان ہو جاوے، اور نیکیاں مشکل ہو، الٰہی اللہ اور اللہ والوں سے دوری ہو، کوئی سمجھوتہ کرنے والا مرشد و رہبر نہ ملنا۔ اُخروی لعنت یہ ہے کہ معافی سخاوت، رحمت، محبت آسانی اور جنت نہ ملنی۔ بلکہ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ اور ان کے لیے انتہائی بُرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ یعنی جہنم۔ ایک قول ہے کہ دنیوی لعنت، ہمیشہ قحط سالی، بے برکتی، تنگدستی، بے غیرتی بے حیائی اور علماء و صلحاء کی گستاخیاں عام ہو جانا۔ جہالت بڑھنا علم گھٹنا۔ اور اُخروی لعنت قبر و حشر کے امتحان و حساب کی ناکامی اور دوزخ کا گھر گورستان سے اور اُخروی بُرا گھر کافر کی قبر اور جہنم کی دوزخ۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ۔ دنیا کے کافر، منافق اور بعض فاسق اپنی نادانی سے دنیوی سامان مال دولت و آبرو امارت و وزارت کو حق و باطل کا اختیاری نشان سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط اور بھول ہے اس بھول میں مت رہنا یہ تو دنیا ہے، ازل ہے اور امتحان گاہ ہے یہاں اللہ تعالیٰ مال کا سامان جس کو چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور تنگی رزق بھی وہی کرتا ہے باشروع سے غریب رکھ کر یا اس امیر کو غریب بنا کر۔ کہیں بڑے کو امیر بنا جاوے نیک کو غریب کہیں اس کا اُلٹ۔ اس جہان فانی میں صرف وعدہ وعید ہے یہاں نہ ثواب ہے نہ عقاب۔ جب کچھ سمجھا دیا بتا دیا اور بھلوں کے انجام تباہی دکھا کر سب کچھ سنا دیا گیا ہے مگر یہ کافر فاسق۔ اور نادان عاشق۔ اہل دنیا۔ دنیا کی زندگی اور اس کی سج دھج پر ہی خوشی سے پھولے پھرتے ہیں حصول دنیا میں سرمست ہیں نہ حلال نہ حرام نہ تہذیب و تمدن کی پروا، نہ شرعی سانسوں کا خیال نہ ہی عارضی موت کی قید۔ حالانکہ یہ تمام دنیوی زندگی اور اس کے عیش و آرام دنیوی سامان کھیل تماشے محنت میں برباد بیکار بلکہ دنیا کے بعض کام آخرت میں وبال اور مصیبت ہیں۔ یا دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں انتہائی تھوڑا معمولی اور نہایت مختصر سامان ہے۔ مقدر میں بھی۔ بقا میں بھی فائدے میں بھی۔ جس و جہاں میں بھی۔ لذت و فرحت میں بھی پائیداری میں بھی حلال سے دنیا کی فرحت ترک سے لیکن دنیا پر سرور جائز ہے فرحت دنیا کے چودہ نقصان۔

نمبر ۱۔ کفر۔ نمبر ۲۔ منافقت۔ نمبر ۳۔ اقوال جھوٹے۔ نمبر ۴۔ امانت میں خیانت۔ نمبر ۵۔ حرص ہوس لالچ۔ نمبر ۶۔ وعدہ خلافی۔ نمبر ۷۔ غرور و تکبر۔ نمبر ۸۔ کجوسی۔ نمبر ۹۔ قطع رحمی کی انتہائی بری لت۔ نمبر ۱۰۔ فساد۔ نمبر ۱۱۔ ظلم۔ نمبر ۱۲۔ جنگ و جدال۔ نمبر ۱۳۔ آخرت کی بربادی۔ نمبر ۱۴۔ حرام حلال سے بے پروائی۔ حیات دنیا پر سرور کے ۱۴ نقائص ہیں۔

نمبر ۱۔ ایمان کی توفیق۔ نمبر ۲۔ حلال کی رغبت نمبر ۳۔ سخاوت کی عادت۔ نمبر ۴۔ عبادت میں لذت نمبر ۵۔ حیات ابدی

نمبر۶۔ آخرت کی تیاری کا شوق۔ نمبر ۷۔ دنیا کی بے رغبتی۔ نمبر ۸۔ اصلاح کی طبیعت۔ نمبر ۹۔ نیک مخلوق کی طرف میلان قلبی۔ اہل دنیا حیوانات دنیا سے دنیا ہی سمجھتے سمجھاتے ہیں مگر اہل آخرت حیات دنیا میں حیات آخرت اعمال قیامت۔ اور خوشنودی رحمٰن کماتے ہیں اس لیے فرحت دنیا کفر پر عیب ہے اور سرور دنیا ایمانی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو فرحت دنیا سے بچائے اور ان چند گھڑیوں میں رضا الٰہیہ عشق خداوند محبت مصطفائی کی دولت ابدی سے مالا مال ہونے کی سعادت نصیب ہو۔

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بارگاہ الٰہیہ میں سلام سب سے اعلیٰ و اولیٰ علامت ہے اس لیے کہ دنیا کی تمام علامتیں صحت کے بعد ختم ہیں مگر سلام کا سلسلہ آخرت تک بلکہ جنت میں بھی ہوگا اور ابد الآباد تک جاری و ساری رہے گا کہ یہ سلام کرنا اور جواب دینا مومنین کی دائمی نشانی ہے۔ ہیلو گڈ مارننگ یا کسی اور غیر کی علامت سلامتی رکھا یا کسی مدد کے لفظ مقرر کرنا بالکل خلاف اسلام ہیں۔ **دوسرا فائدہ**۔ دنیا و آخرت میں ہر وہ صرف مسلمان اور عورتوں کا انسانوں سے ہے۔ جنات ملائکہ اور جانوروں سے پردہ نہیں ہوتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ یہ فائدہ صراحۃً جانب کفر اور دخول ملائکہ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ دنیا میں دنیا کے لیے خوش ہونا برا ہے کیونکہ تکبر پیدا ہوتا ہے مگر دنیا میں تکمیل الٰہی کے لیے خوش ہونا اچھا اور ثواب کا باعث۔ دنیا کے لیے غم ہونا مکروہ ہے، اللہ کے لیے خوش ہونا مسرور ہے۔ غم کفار کی نشانی ہے اور سرور مومن کی نشانی غم تکبر ہے۔ لیکن سرور سے تعزز حاصل ہوتا ہے یہ فائدہ دخولوا سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ دنیا میں دنیا کے لیے رہنا منع ہے اور دنیا میں اللہ رسول کے لیے رہنا نیابت طیبہ ہے۔ یہ فائدہ الا متاع سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ گناہگار مسلمان فاسق فاجر ہوگا مگر کافر یا مرتد نہیں ہو سکتا کسی کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا کیونکہ گناہ ترک عبادت ہے وہ کفر انکار عبادت۔ اللہ کا عہد توڑنا انکار ہے۔ صرف ترک سے عہد نہیں ٹوٹتا۔ اور عہد توڑنے کی سزا اخروی ہوئی۔ انذار فرمائی گئی لفظ دار نے ہمیشگی ثابت کی۔ عارضی رہائش کو تیل یا مسافر خانہ کہا جاتا ہے تیل یا سرائے کو گھر نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح حظ لعنت بھی ثابت کر رہا ہے کہ عہد توڑنا کفر ہے یہ مسئلہ۔ **لَهُمُ اللَّعْنَةُ** اور سوء الدار سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ چونکہ القضاء عہد یعنی وعدے کو توڑنا انکار کرنا ہے لہٰذا جو مسلمان بھی وعدہ کر کے پورا نہ کرے خواہ دنیوی وعدہ ہو یا دینی کسی بھی انسان سے کیا ہو۔ صرف پورا نہ کرنے سے **نَذِرُونَ بِمَفْعُولٍ** کے زمرے میں شامل نہ ہوگا۔ اگر مجبوری سے پورا نہ کر سکے یا بھلا دے سے یا کہے بھی وعدہ کر کے پچھتائے

تو اس کو معذور گنا جائے گا۔ اگر عمل کر پورا نہ کرے تو بے وفا اور جھوٹا کہا جائے گا۔ جیسی بھی کیفیت ہو اس کو ملحوظ رکھ کر بندگی کی جائے فرمایا پورا کرو اگرچہ وعدے پورا کرنے کا وقت گزر جائے ہاں اگر انکار کرے کہ میں نے وعدہ کیا ہی نہ تھا یا میں پورا نہ کروں گا بلا عذر تو یہ منافقوں میں شامل ہوگا خیال رہے صرف اللہ کا وعدہ توڑنا کفر ہے۔ دنیوی وعدہ توڑنا کفر نہیں۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کسی کافر سے کفر کی وجہ سے ہاں کسی عام رسے کام یا عام بری صفت کا ذکر کر کے لعنت کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ آیتوں کے عمومی الفاظ سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ دنیوی دولت و کمائی پر لعنت کرنا۔ کرنا اور سب اپنے لیے ہی سمجھ شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔ مسلمان کی دولت اپنی پیٹ پرستی کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اس میں زکوٰۃ و نفقات صدقات جیسے بہت سے حقوق ہوتے ہیں یہ مسئلہ فرخوار الخ کو علامت کفر بنانے سے مستنبط ہوا۔ فقہاء کرام کے ریٹ کھر کی ہر نشانی کو اپنانا حرام ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑھ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ بشر ملائکہ سے افضل ہیں۔ مگر اس آیت سے ثابت ہوا کہ ملائکہ بشر سے افضل ہیں کیونکہ ملائکہ سلامتی کی دعائیں کریں گے اور دعا کرنے والا بڑا ہوتا ہے۔ (معتزلہ)

جواب۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ خواص بشر عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور عام بشر سے عام ملائکہ افضل ہیں اور کل ملائکہ سے صدیق اکبر افضل۔ اور انبیاء کرام تمام ملائکہ بلکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ نیز دعا کرنا افضلیت کی دلیل نہیں نہ بڑائی کی دلیل ہے اور پھر جنت میں سلام دعا نہیں بلکہ مہر ہے لہٰذا یہ دلیل ہر طرح کمزور ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہ کیا وجہ ہے کہ پہلی آیت میں مومن کی نو نشانیاں بیان فرمائی گئیں۔ جن میں نماز۔ زکوٰۃ بھی شامل تھی مگر یہاں ملائکہ کے سلام و بشارتوں میں صرف صبر کو وجہ بتایا گیا نماز وغیرہ کو کیوں چھوڑ دیا گیا۔

جواب۔ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ صبر اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہر عبادت کو شامل ہے خاص کر عبادت دینے کو۔ کہ صبر کا معنی ہے رک جانا تو نماز اور دینے میں بھی اپنے آپ پر بہت بہت سی رکاوٹیں دور پابندیاں عائد کرتا ہے۔ دوم یہ کہ صبر تمام عبادت سے اس لیے اس کی حد بھی زیادہ ہے صبر میں بے بسی کے لیے بار و مددگار ہوتا ہے۔ اس لیے آخرت میں ملائکہ کی دوستی کا تذکرہ کر کے صابرین کو خوش فرمایا گیا ہے یہ نشانیاں نمازوں وغیرہ کی نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ یعنی عہد اور وعدہ مضبوط رکھنے کے بعد توڑتے ہیں حالانکہ یہاں کافروں کا ذکر ہے اور کافر نے تو عہد باندھا ہی نہیں۔ مسلمان ہوتے تو اسلامی شرعی باتوں کے پورا کرنے کا عہد ہوتا۔ پھر مرتد ہو جاتے تو توڑنا ہوتا یا کم از کم منافقوں کی طرح ظاہراً شریعت کے وعدے کرتے دل میں توڑتے رہتے مگر ابتدائی شروع کافروں نے تو نہ وعدہ کیا نہ توڑا۔

تو یہ قول مالی کو کر درست ہوا۔

جواب۔ اس کے چند جواب ہیں اوّل یہ کہ وعدے سے مراد عالم ارواح کا وعدہ الست ہے۔ جو سب سے لیا کفار سے یہاں تک بعد ہونا تو اس لیے کہ ان کا کفر متعدی نہیں دوسروں کو کافر بنا جائے گا۔ دوم یہ کہ میثاق یعنی وعدہ کتاب عقل سے ہے مگر عقل و ضمیر سلام اور شریعت کو اچھا سمجھتے ہے مگر نفس امارہ کے کہنے سے ان سے توڑ دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ اطلاقاً توڑتے ہیں مگر غلطاً توڑتے ہیں چہارم یہ کہ نفس سے کہا کہ یہاں مناقض و مخالف کفار مراد ہیں یہ کہ علماء کبار۔ مگر پہلے جوابات زیادہ درست ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

سلامٌ علیکُم بما صبرتُم فنعم عُقبی الدّار سے منزل عشق میں صبر سے ثابت رہنے والوں کو سلامتی صبر پر قائم رہنے کی وجہ سے تم پر دنیا سلامتی کی بشارت سے تمام صبر میں گزر گئیں یہ سلامتی کا آخری گھر ہے بہت ہی اچھا حوصلہ ہے اب اس کے بعد نہ کسی کی ضرورت۔ نہ ضرورت۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں صبر کے اٹھائیس مقام ہیں۔

۱ توبہ ۲ حال صالح۔ ۳ صدق و صفا۔ ۴ تقویٰ زہد و تقرب۔ ۵ تحقیق کرامات میں تعمّق ۶ متقی الذین نہیں ۷ ورع۔ ۸ محبت۔ ۹ توحید نمبر ۱۰۔ تجرید۔ نمبر ۱۱۔ معرفت۔ ۱۲ حکمت۔ ۱۳ ذکر نمبر ۱۴ شوق۔ ۱۵ توکل۔ ۱۶ تفویض۔ ۱۷ توجہ الی اللہ۔ ۱۸ توبہ۔ ۱۹ تقرب۔ ۲۰ شکر نمبر ۲۱ خوف اللہ۔ ۲۲ رجاء۔ ۲۳ صبر۔ ۲۴ رضا۔ ۲۵ یقین۔ ۲۶ مشاہدہ نمبر ۲۷۔ خوف۔ ۲۸ فقر۔ عرفاء کرام فرماتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جو پہلی ۱۴ کو ۱۴ کے تابع کر دے ترک دنیا کر کے صبر کی مواظبت کرے کہ اس وقت اس کا صبر کامل ہوگا اور قیامت سے قبل ہی اس کی موت ہو جائے گی اور اللہ کی طرف سے اس پر سلام آئے گا والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ وہ ہی عالم ناسوت کے دو دل بدنصیب موحد ہیں ہیں۔ کچھ تو عشق الٰہی کے صدمہ سے مضبوط ارادہ کر کے پھر کر ضعیفیت کے نرغے میں آکر کے عہد توڑ دیتے ہیں۔ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل۔ اس شریعت طریقت معرفت حقیقت کو جب تمہارے اندر تمام انسان نہ جوڑنے کا حکم فرمایا ہے اس کو یہ تینوں توڑتے کٹوتے کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ شریعت ہاں سے طریقت اس کی پاکیزگی معرفت اس کی چمک اور حقیقت اس کی مسہولی ہے ویفسدون فی الارض اور ان سے ان کو کرتے ہیں حیات ملاقہ حیاء اسلامی شرم ایمانی اور مدان تمام کی گاہوں بے پروں سے فساد پھیلاتے ہیں۔

اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار ان کی لوگوں پر مدی محرومی کی لعنت سے اندر کے لیے دل میں جلنے کا ٹرامہ جیسی کا گھر ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ کافر کی لعنت جنت سے دوری محرومی اور ناقص عاقل عاشق

لاحرکی سمت اصل کے دریا اور قرب کے ساحل سے ٹکرا۔ بتلایا گیا ہے اگرچہ کفر ہی فرائض و داخل پڑھے
اللہ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اللہ ہی مؤثر حقیقی ہے وہ اپنی حکمت سے جس کا چاہتا ہے رزق
وسیع فرماتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یہ تنگی و فراخی کسی پر عذاب ہے کسی پر آزمائش ہے
کی تکفیر ذنوب کسی کی تکثیر ذنوب۔ کسی کے لیے غنی مفید کسی کے لیے فقر کی مگر راہ معرفت کا مسافر دونوں سے
ہے پرواہ ہو کر قرب رزق کا متمنی ہے۔ فَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ کفار
نعمت دنیا میں کہ ان تقوے کا سے مگر محنت دنیوی مگی ہے حالانکہ آخرت کے مقابل عالمین کی
دنیوی مگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بے شمالی دنیا تو اُترتی چھاؤں ڈھلتی چاندی ہے یہ وہ کھوٹے ہیں کہ کھینچنے
والے پیچھے لوٹ کر اُٹھتے ہیں۔ عشق کی عقل اور محبت کے شعور والا کبھی ان میں دل نہیں لگتا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ شریعت
میں متاع دنیا سے عشق ہونا ہے دنیا کی زندگی درست ہے دنیوی مگی باطل ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ

اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے کیوں نہیں اتاری گئی یہ اس

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں

اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

کوئی نشانی طرف سے رب کے اس کے فرمائیے بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے

تو کہہ دو فرماؤ بیشک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے

وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اور ہدایت دیتا ہے طرف اپنی اس کو جو جھکے وہ لوگ جو ایمان لائے

اور اپنی راہ اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے وہ جو ایمان لائے

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ

اور تسکین پاتے دل اُن کے سے ذکر اللہ کے خبردار سے ذکر

اور اُن کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ سُن تو اللہ کی یاد میں ہی

اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اللہ کے تسکین پاتے ہیں دل ۔ وہ جو ایمان لائے اور

دلوں کا چین سے ۔ وہ جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ

عمل کئے اچھوں سے درجہ مبارک ہے اُن کے اور بھلا

پھل کام کے اُن کو ملتی ہے اور بھلا

مَاٰبٍ ۝ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ

ٹھکانا ۔ اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کو میں ایک بڑی اُمت بیشک

انجام اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ

گزری ہیں اس سے پہلے اس کے بہت میں کہ تلاوت کرو تم سامنے اُن کے

اُمتیں ہو گزریں کہ تم اُنہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم

الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ

وہ جو وحی کی ہم نے طرف آپ کی اور وہ منکر ہوتے ہیں ۔

سے بھیجا طرف وحی کی اور وہ اس کے منکر ہو ۔

بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

رحمٰن کے تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی۔

رہے میں تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

اسی پر میرا بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میری رجوع ہے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے تین طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی ظاہری عطا کا ذکر فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مال و دولت جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور جسے نہیں عطا فرماتا اس کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہدایت و ایمان بھی اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے کوئی شخص اپنے کسی ذاتی کمال سے ایمان نہیں پا سکتا نہ ہدایت حاصل کرنے والا کسی ذاتی کمال سے ہدایت پاتا ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں کفار کی جن نشانیوں کا ذکر کیا گیا تھا اب اس آیت میں ان نشانیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ کل کی عیسائی امت اور آج کی دنیا کی اکثریت سے ہے وہ نشانیوں کی طلب میں کوشاں نظر آتی ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں دنیوی زندگی کی مصروفیات گنائی گئی تھیں اور ان مصروفیات کا حل ان آیات میں اخروی زندگی کی تیاری بتایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔

شانِ نزول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے دن اس وقت نازل ہوئی جب سہیل بن عمرو کفار کے وفد کے ساتھ صلح کے لیے آیا اور معاہدہ صلح کا لکھا جانے لگا اور حضرت علی لکھنے لگے تو انہوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہ تو رحمٰن الرحیم کو جانتے ہیں نہ اس کو مانتے ہیں بلکہ لکھو باسمک اللھم جب آپ نے یہ فرمایا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ یہ جس کے مکہ ہو گئے ایک قول ہے کہ جب سورۂ رحمٰن کی آیت سجدہ نازل ہوئی تو صحابہ نے کفار سے کہا کہ جس کو سجدہ کرتا تو جانتے ہو پھر صرف مسلمان ہی کیوں کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں جانتے۔ مسجدات نازل ہوئی۔ اعراف۔ رعد۔ نحل۔ بنی اسرائیل۔ مریم۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ واذ سیر جملہ یہ کلام علیحدہ ہے یَقُوْلُ فعل مضارع معرف بمعنی حال صیغہ واحد مذکر غائب باب نصر سے ہے قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے اس کا فاعل اسم ظاہر الَّذِيْنَ جمع ہے اس لیے فعل عامل واحد آیا۔ کَفَرُوْا فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع مذکر فاعل اس کا ضمیر جمع مستتر کا مرجع الَّذِيْنَ یہ جملہ لفیہ ہو کر صلہ ہوا الَّذِيْنَ موصول کا۔ لَوْلَآ۔ دو حرف مل کر بنا۔ لو حرف شرط مذا لا حرف نفی ۔ لَوْلَا تعجب اور سوال کے لیے لایا جاتا ہے یہاں تنزیہ سوال کے لیے ہے اُنْزِلَ فعل ماضی مطلق مجہول نَزَلَ سے بنا ہے کل جارہ اپنے اصلی معنی توقیت کے لیے ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع ذات نبی کریم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اٰيَةٌ اسم جامد نکرہ مفردہ ہے۔ بمعنی۔ ظاہر نشانی۔ حکم الٰہی۔ دلیل۔ معجزہ۔ مجموعہ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مِنْ آخری ملنے کی یعنی اصلی ہے۔ وحدت یا تانیث کی نہیں مِن جارہ بتداء غایت کے لیے (یہی اس کے اصل معنی ہیں) رَبِّ اسم جامد ہے۔ یعنی مشتق نہیں۔ بطور مبالغہ مستعمل ہے بمعنی فاعلیت۔ اَوَّلاً یہ لفظ باب نَصَرَ يَرُبُّ رَبًّا مصدر تھا پھر بوزن علیٰ مبالغے کے لیے مستعمل ہوا اب معقول شرعی اسم صفاتی کے لیے فقط اللہ تعالیٰ نام ہے۔ صفت خصوصی کی وجہ سے کسی اور کو کہنا گناہ ہے ہ ضمیر کا مرجع ذات محمد مصطفی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سب عبارت مقولہ ہے يَقُوْلُ کا۔ قُلْ۔ فعل امر حاضر معروف قَوْلٌ سے بنا اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ یہ حروف چھ عدد ہیں اور عملاً فعل کی طرح ہیں ف معانی میں حرف کی مثل ہیں اس لیے ان کا نام حرف مشبہ بالفعل ہوا یہ سب عبارت مقولہ ہے قُلْ کا بدیں وجہ اِنَّ شروع کلام میں آیا اور بکسر الہمزہ ہوا۔ اللّٰهَ اسم معرفہ مفرد علم ذاتی ہے بحالت نصب اسم اِنَّ ہے۔ يُضِلُّ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے اصل تھا يُضْلِلُ۔ ضَلٌّ سے مشتق ہے بمعنی راستہ بھلانا۔ بھٹکانا۔ گمراہ کرنا۔ متعدی بیک مفعول ہے۔ یہ جملہ فعلیہ خبر ہے اِنَّ کی۔ مَنْ اسم موصول مبنی ہوتا ہے۔ خیال ہے کہ عربی میں اسماء موصولہ۔ اسماء اشارت اور ضمائر کو مبنیات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا اعراب پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ مَنْ بحالت نصب ہے بوجہ يُضِلُّ کا مفعول بہ ہونے کے۔ يَشَآءُ فعل مضارع معروف۔ شَیْءٌ سے بنا بمعنی چاہنا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر ہو شیدہ کا مرجع اللہ ہے واؤ عاطفہ عطف ہے يُضِلُّ پر يَهْدِيْ فعل مضارع معروف ھُدًی سے بنا ہے بمعنی۔ راستہ بتانا۔ راستہ دکھانا۔ ساتھ لے کر چل پڑنا۔ منزل تک پہنچانا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں اور اس معنی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے۔ باب ضَرَبَ ہے۔ اِلٰی حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ ہے جار مجرور متعلق ہے يَهْدِيْ کے مَنْ موصول محالت نصب ہے معمول ہو ہے يَهْدِيْ کا اَنَابَ فعل ماضی مطلق معروف باب افعال سے ہے۔ جملہ ہے من موصولہ

جمع مذکر غائب فعل سے ماضی اس کا فاعل ہم ضمیر مستتر کا مرجع الذین ہے الصالحات۔ الف لام استغراقی صالحات جمع ہے صالح کی اسم فاعل مؤنث ہے صلح سے مشتق ہے بمعنی صحیح ہونا، صحیح بنا صحیح رکھنا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں یعنی جنہوں نے کو صحیح رکھنے والے اعمال۔ طوبیٰ اسم معرفہ جامد ہے بمعنی خوشی۔ مبارک۔ لھم لام جارہ اضافت کے لیے۔ طوبی مبتدا طوبیٰ فعیلیٰ سے بنا ہے اس کی بحث میں تین قول ملا مؤنث ہے الطیب ۲۔ واؤ جمع سے قلبت کی تاء مصدر سے طاب کا ہمزہ سبزی ثابت پوشیدہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اور لھم ثابت ہم فاعل کے متعلق اور ہر جملہ یہ گی لیاقت علیحدہ مبتدا خبر ہے۔ حسنٰی اسم مفرد مؤنث اصل صفت مسبہ ہے بمعنی بہتر بھی بہتر ہی اچھا مآب۔ اسم ظرف ہے کسی زمانی ہوتا ہے کبھی مکانی یہاں مکانی ہے یعنی جنت۔ اوب سے بنا ہے بمعنی لوٹنا۔ رجوع بمعنی الارادہ لوٹنا باب نصر سے ہے۔ بحالت ترمصاف الیہ سے مُنْ کا اضافت لو بمعنی ہے اور تاء ثابت اس کی ہمزہ پوشیدہ ہے کذلک ارسلنک فی امۃ قد خلت من قبلھا امم لتتلو علیھم الذی اوحینا الیک وھم یکفرون بالرحمٰن قل ھو ربی لا الہ الا ھو علیہ توکلت والیہ متاب کذلک حرف تشبیہ کسی پوشیدہ کلام سے تشبیہ ہے یا اس کا تعلق تشبیہی لھذی من یشاء سے۔ اس میں اس طرح اتصال ہے کہ ذلک اسم اشارہ بعید کے لیے اور کاف تشبیہی اس کے ساتھ جوڑا گیا۔ ارسلنا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم رسل سے بنا ہے بمعنی بھیجنا ک ضمیر مخصوص متصل کا مرجع نبی پاک فی ظرفیہ حرف جر امۃ اسم نکرہ مفرد جامد مؤنث ہے لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے اس کا تعلق جمع امم سے اس کا ترجمہ ہے امتیں۔ قد تحقیق۔ خلت ماضی۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں قد حرف فعل ماضی قریب صیغہ واحد مؤنث غائب خلو۔ ناقص واوی سے بمعنی گزرنا۔ لازم ہوتا ہے من جارہ۔ قبل اسم ظرف بحالت جر۔ ھا ضمیر مصاف طاسرالیہ۔ جار مجرور متعلق ہے خلت کے امم جمع ہے امۃ کی بمعنی امتیں لتتلو۔ لام کے تعلیلیہ تتلو فعل مضارع بحالت نصب۔ لام کے نے مضارع کو نصب دیا۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تلو سے بنا ہے بمعنی پڑھنا تلاوت کرنا، علی جارہ بمعنی الذی ظرفیہ ھم ضمیر مذکر غائب کا مرجع امم ہے الذی اسم موصول واحد مذکر بحالت نصب ہے واحد مفعول ہے کے اس سے مراد قرآن وحدیث ہیں یہاں اس کا واحد ہونا وحی کے حکم کی وجہ سے ہے تاویل یہ تشبیہ ہے۔ اوحینا۔ فعل ماضی مطلق وحی سے بنا ہے ضمیر جمع متکلم کا مرجع واسطہ باری تعالیٰ ہے بھی خود کبھی فرشتہ بذریعہ الہام آہستہ کلام۔ کلام یہی بھی مفعول مطلق نوعی ہے تعالیٰ کا کلام بلا واسطہ یا بواسطہ۔ الی جارہ اپنے معنی انتہاء غایت کے لیے ہے یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے الذی کا واؤ حالیہ ھم ضمیر جمع کا مرجع معنوی عالما سے امۃ ہے۔ لفظی لحاظ سے امم ہے یکفرون فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھم ضمیر ظاہر مضاف ہے۔ ھم ضمیر مستتر فاعل ہے یکفرون

کفر سے بنا ہے بمعنی منکر ہونا۔ ناشکرا ہونا۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں کیونکہ لفظ رحمٰن میں معبودیت اور منعم دونوں طرف اشارہ ہے۔ ب حال ہے ضمیر سے مفعولت رسل۔ الف لام اسی معنی الذی رحمٰن بڑوں فعلان صفت مشبہ رسنے والا رحم شفقت سے معنی علامہ کرم کرنا محبت رکھنا کل کل مرجع ضمیر معروف حکم ہے ہی کریم ہو ھو ھو مرجع مفصل منفصل ہے۔ یہ سب جملہ اسمیہ مقولہ سے قل کا بتایا مرکب اضافی مضاف بیا مشکم یعنی مناب خبر ہے ماقبل ہندگی اور موصول سے ماعدہ صلہ کا۔ تاکرف نفی عنی الا اسم عائد کرہ معرفہ ہے بعض نے کہا یہ سے مشتق ہے الا حرف استثناء بمعنی غیر ضمیر کا مرجع رحمٰن ہے۔ علی جارہ تعلیقیہ بمعنی ان ماضیہ کا مرجع رحمٰن متعلق مقدم سے برائے حصر۔ توکلت فعل ماضی واحد متکلم باب تفعل وکل سے مادہ بھی بھروسہ کرنا۔ یہ کرنا اور سپرد کر لینا جاد مجرد منفی مقدم سے متاب مصدر میمی سے توب سے بنا ہے بمعنی واپسی اثار حق بکوان کا فاعل مضاف الیہ یاء متکلم پوشیدہ ہے واصل تھا متابی۔ سماعت نفع سے کیونکہ متذا مونیث سے ویسہ خبر تاء تانیث کی کا سلوا محذوف ہے۔

تفسیر عالمانہ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ آیت من ربہ قل ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن قلوبھم۔ کفار مکہ کہتے ہیں کہ ان معجزات دیکھنے کے باوجود وہ لوگ جو اب بھی کافر ہی رہے کہتے ہیں کہ ہم پر ان کے رب کی طرف سے ہماری مرضی اور تمنا کے مطابق کوئی نشانی کیوں نہیں اتری جیسے کہ پچھلی قوموں پر ان کے مطالبے کی نشانیاں دھمکی اور من وسلویٰ مائدہ کی شکل اتری تھیں۔ ان سے پیغمبر صلعم اس کے جواب میں آپ فرما دیں کہ معجزہ ہدایت دینے والا اللہ ہے۔ پچھلی کچھ قوموں نے تو معجزہ مانگا اور پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر ہلاکت کا ایسا عذاب آگیا کہ ان کو ایمان لانے توبہ کرنے کا وقت بھی نہ ملا۔ اور کچھ قوموں نے موں سے کے بعد پھر کچھ طلب کیا۔ ان تمام چیزوں سے پتہ لگا کہ معجزہ ہدایت دینے والا نہ ہدایت کا ذریعہ۔ ہدایت اگر کسی کے مقدر و قسمت میں ہے بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت عطا فرماتا ہے وہ وہی شخص بندہ ہوتا ہے جو تمام خواہشات مطالبات چھوڑ کر اسی کے لیے اسی کی طرف رجوع کرے۔ اور اپنے آپ کو سونپ دیا ہے اس کے سامنے وقف کر دے۔ یہ خوش نصیب لوگ وہی ہیں جو جمال مصطفیٰ کو دیکھتے ہی فوراً بلا جھجک بلا تامل وبخت ایمان لے آئے۔ انہوں نے کسی قسم کا معجزہ یا ثبوت کا امتحان نہ لیا۔ ان کے پاکیزہ دل تو ذات مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کو دیکھتے ہی مطمئن ہو گئے تھے ان لوگوں سے تو چہرۂ محمد رسول کو دیکھتے ہی کلمۂ توحید پڑھ لیا۔ اس لیے کہ سب سے بڑا معجزہ سارے ہی کی پاک ذات ہے کہ جس کی ہر ادا سے اللہ یاد آتا ہے۔ ہی کی ذات اور سر منور کر اللہ

ہے۔ ذکر کا معنی ہے یاد۔ تو جس چیز سے رب تعالیٰ کی یاد آجائے وہی ذکر اللہ ہے خیال رہے کہ سب سے پہلا ذکر اللہ چہرۂ مصطفیٰ ہے پھر قرآن مجید پھر حدیث پاک پھر نماز، پھر روزہ پھر ذکر تحمید و تسبیح پھر ہر قسم پھر مکاشفہ۔ حتیٰ عبادت میں رب تعالیٰ یاد آئے وہ عبادت بھی ذکر اللہ ہیں۔ محاسبہ، دیدار علماء۔ صالحین رہبر، عالمین بھی ذکر اللہ ہیں سے۔ دیدار الوہیت دار ہو جاؤ یا اسے دیکھ سے مدد حرر کھو کر دنیا۔ حضرت قرآن میں اللہ کے ذکر یعنی ذات مصطفیٰ اور تعلیم مصطفیٰ ہی سے لوگوں کا چین سے کہ دنیا میں اہل اللہ کو پریشانی و مصیبتوں کی پروا نہ آخرت میں عذاب و عتاب کی فکر۔ طمانیت کا دل دو چار کی آٹھ حالتوں کا نام ہے۔

مطمئن۔ اللہ پر مکمل بھروسہ۔ دنیا سے بے پروائی۔ رنج و سوال شیطان سے نجات۔ رب کا دیدار نصیب ہو۔ دنیا سے محبت نہ ہو پریشانیوں، غموں سے دور رہنا اس مصطفیٰ سے قرب۔ طمانیت رب کی طرف سے ہے اور بے طمانیتی شیطان کی طرف سے طمانیت کے چار عامدے۔ سر۔ یقین علم نہ ہو عمل پیہم سہ ۲۔ قوت برداشت۔ سر ۳ جرأت و ہمت۔ طمانیت دنیا کی کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا نہ دولت، عزت سے۔ نہ سلطنت دل اولاد سے لہٰذا معجزوں کے طالب، نہ ولایت کے طالب دنیا طمانیت کبھی کسی کو حاصل ہوا؟ اس لیے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَیْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بالترحمن وہ لوگ جو سچے پکے مومن ہو گئے ہیں اور نیکی ساری۔ بندگی میں نیکیوں والے ہی عمل کئے اور رسول کی رضا پر چل کر دنیا بھی دل بنائی اس کے لیے طوبیٰ ہے۔ یہ ایک درخت ہے جو آقا، عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن گھر میں اگا ہوا ہے اس کی شاخیں جنت البقیہ سے جنت کے ہر گھر میں پہنچی ہوئی ہیں اگر کوئی تیز رفتار گھوڑا اس کے سایہ میں ایک طرف سے دوڑے تو سو سال تک بھی دوسرے کنارے نہ پہنچ سکے۔ دیدار جنت کے تمام پھول پھل تمام خوشبوئیں تمام رنگ اس میں موجود ہیں سوائے کالے رنگ کے دانہ اس کے سایہ میں ہے اس کی جڑ سے کافور و سلسبیل اور تمام نہریں جاری ہیں اس کو رب تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور اپنی روح پھونکی اس میں سے حتیٰ کہ حرمت کی ڈھیت رہ ہو گی یہاں تک کہ ریشم اور کپڑے بھی اس کا پھل انگور کا ایک دانہ بڑے خچر کے برابر ہے دنیا کا کوئی درخت اس کے مشابہ نہیں اور جنت کا کوئی درخت اس سے برابر نہیں۔ طوبیٰ کے ہر پتے پر ایک فرشتہ سے حوریں بیٹھ ذکر الٰہی کرتا ہے طوبیٰ معنی سے جنت یا طوبیٰ کا معنی ہے ملک داری سلطنت۔ طوبیٰ کا معنی ہے دنیوں کی دولت دنیا ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ سب ہی ہیں جس کی نظر نعمتوں کو طمانیت اور دیدار سے۔ اور لطف کا ہے کی جگہ بھی ہمت ہی بھی حسین جمیل۔ خوبصورت پائیدار۔ بدی۔ مزین معین۔ سے صبر کریم تم پر کروڑوں

درود و سلام ہوں۔ جس طرح پہلے نبیاء کو ہم نے اُمتوں میں بھیجا اور سب کے سب جیسے بھی گذرے گزر گئیں۔ اسی طرح ہم نے آپ کو بھی ایک اُمت میں بھیجا حتیٰ کہ قیامت ساری کائنات میں عرش و فرش پر موجود ہے ہاں یہ بھیجا تاکہ ہماری وحی یعنی قرآن مجید وہ آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اس کے سامنے تلاوت فرمائیں اگرچہ آپ کا انکار اور آپ کی تعلیمات سے منحرف اور آپ کی صحبت پاک سے دور ہوتے بھریں۔ یہ بدعقل تو جانتے بوجھتے اور سمجھتے ہوئے بھی رحمٰن کے منکر ہیں۔ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ۔ اے رحمۃ للعالمین ان بوجہل اور بوجہلیوں سے فرما دیجئے کہ وہ رحمٰن جس کا تم کفر کر رہے ہو اور جس کی معرفت کے منکر رہے ہو۔ وہی تو میرا رب مربی خالق حامی ناصر اور مددگار ہے تمام کائنات میں سوائے کا اعتقادی معبود ہے وہی ذات و صفات کے اعتبار سے مستحق عبادت ہے۔ پوری دنیا میں میرا بھروسہ اسی ذات جل مجدہٗ پر ہے۔ تمہارے شر سے بچانے والا اور تمہارے مقابل بھی کو قوت نصرت دے کر مدد کرنے والا وہی اللہ اور رحمٰن ہے کو تم نے دو سمجھا وہ ایک ہی ذات ہے اور اسی کی طرف دنیا و آخرت میں میرا ہر معاملے میں لوٹنا ہے میری مدد فرمائے گا اور میرے دشمنوں مخالفوں۔ گستاخوں سے انتقام لے گا۔ اگر اس کے انتقام سے بچنا ہے تو میرے فاروق بلال و سلمان کی طرح میرے دین میں آجاؤ۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سچے دین کا استحقاق لعابدترین جرم در حالت ذلت و محرومی ہے۔ لہٰذا غیر علماء کرام سے معجزات کا مطالبہ اور اولیاء اللہ سے کرامات اور علماء اسلام سے مجادلہ مباحثہ گناہ کبیرہ ہے۔ یہ فائدہ لَوْ اَنْزَلْنَا (الخ) کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ روح کی غذا کر الٰہی اور یاد مصطفیٰ ہے۔ اسی لیے اس سے مرکز روح یعنی قلب کو سکون ملتا ہے۔ تیسرا فائدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کی اُمت قیامت تک کے مسلمان آخری اُمت ہے یہ فائدہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ سے حاصل ہوا کہ جتنی بھی اُمتیں ہیں وہ سب جیسے گزر چکیں سب صرف نبی اُمّی ہی باقی ہے۔ لہٰذا مرزا غلام قادیانی اپنے دعوئے نبوت اور دعوئے مسیحیت میں باطل اور کاذب ہے۔ کہیں اپنے نصیحت مندوں کو اپنا نبی کہتا ہے کہیں اپنے ہم زمانہ ساتھیوں کو بنا صحابی اور خلیفہ کہتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت پاک سے یہ مسلمان بھی نہیں اس لیے مسلمانوں کی کسی چیز کسی نام کو استعمال نہیں کر سکتا۔ چوتھا فائدہ۔ سابقہ تمام دین اور امت ہونا اب منسوخ ہوگیا۔ اب کوئی امت موسوی ہے نہ عیسوی روحی نہ ابراہیمی۔ علیہم السلام۔ نبی اکرم سے جدا ہو کر سب کفر ہی کفر ہے یہ فائدہ قَدْ خَلَتْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ جو بھی اُمتیں تھیں وہ گزر گئیں

احکام القرآن

ان آیت سے چند مسائل فقہیہ مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دولت دنیا۔ اور دنیا کی خاطر چلے، قیفے کرنے یا دینی علم پڑھا۔ یا اپنے تعارف اور نشان و شوکت کے لیے کلمے شریف کا ورد کرنا سخت حرام ہے جیسا کہ بعض دنیا پرست پیروں کا حال ہے کہ جب کسی محفل میں پہنچے تو اپنے ساتھیوں مریدوں سے کلمے یا اسم ذات کا ورد شروع کرا دیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ فلاں بڑے صاحب آ رہے ہیں اور کھڑے ہو جائیں یہ کلمے پاک کی گستاخی اور توہین ہے۔ مسئلہ یذکرون اللہ سے مستنبط ہوا کہ ذکر الٰہی محض اللہ کے لیے کرنا ہی مومن کی نشانی ہے۔ اسی طرح تلاوت و تقریر کو دنیا کا جال بنانا حرام ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اللہ تعالیٰ کے کسی ذکر یا کلمے یا اذان تکبیر کو اپنی مرضی سے بدلنا حرام اور کفر ہے۔ لہٰذا رفع کا دال تکبیر و سلام وغیرہ کے الفاظ میں برابر کی کمی اور تبدیلی قطعاً غیر اسلامی فعل اور علامت کفار ہے یہ مسئلہ یذکرون بالرحمٰن کے شان نزول سے مستنبط ہو کہ صلح حدیبیہ میں کفار نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس کو کفر قرار دیا گیا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ جب مسلمان کسی بات پر قسم کھائے یا کوئی پختہ وعدہ کرے تو اللہ کا نام لے کر کوئی بات کسی عنوان پر دوسرے مسلمانوں کو اطمینان دلانا چاہیئے۔ یہ مسئلہ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ قسم اور کلمہ قرآن مجید بھی ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ سے اطمینان ہونا مومنوں کی نشانی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑھتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا کہ کفار کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ الخ پھر اس کے جواب میں فرمایا گیا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ الخ۔ ان دونوں میں مطابقت کس طرح ہے اور یہ کفار کے قولی مطالبے کا جواب کیونکر ہوا۔

جواب۔ مطابقت اور جواب اس طرح ہے کہ کفار نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزارہا معجزات دیکھے تھے مگر ایمان نہیں لائے اور اب اپنے ایمان لانے کو معجزات لانے آیات کے نازل ہونے پر موقوف کر رہے ہیں تو فرمایا جا رہا ہے کہ اب بھی یہ جھوٹ ہی بک رہے ہیں۔ یہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے کہ ایمان کی ہدایت اور بے دینی کی گمراہی سب رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے جو صرف اس کو دی جاتی ہے جو اس کے لائق ہو معجزات اور مطالبات والے کو ہدایت نہیں ملتی اس مختصر اور جامع مانع جواب میں۔ وجہ علت اور سبب سب کچھ بیان فرما دیا گیا۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ ذکر الٰہی سے مومن کے دل کو تسلی و اطمینان ملتا ہے مگر سورۃ انفال آیت ۲ میں ہے کہ مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں مطابقت کیسے ہوگی۔

جو تب ان دونوں آیتوں میں مومن عبدوں کی دو دعاؤں کا ذکر ہے۔ جن کے دل ڈرتے ہیں اور مطمئن بھی ہوتے ہیں۔ یا اس طرح کہ جب خدا کا ذکر الٰہی تسبیح و تہلیل اور وظائف پڑھیں تو دل خوش یا جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے حدیث و قرآن پڑھ کر سنایا جائے وعید دل ہم کا کر ہماری قہاری کی شان دیکھے یا ہماری کی شان سنیں تو دل دہل جاتے ہیں یا اس طرح کہ جب کفار کی نافرمانیوں اور عذاب کا ذکر سنیں تو ڈر جاتے ہیں کھا جاتے ہیں ان کی طرف سے یا عافل مسلمانوں کی فکر میں اور جب رحمت و بخشش کے وعدے سنیں تو یکسوں کے ہم سے مطمئن ہو جاتے ہیں یا اس طرح کہ اپنے اعمال عبادت یا سنت کی کمزوری دیکھ کر ہیں ستے ہیں ڈر جاتے ہیں جب شفاعت رسول کے کرم عام کا ذکر سنتے وعدے سنتے ہیں تو چین پا جاتے ہیں۔ لہذا ایسے ایسے مقام پر دونوں صفت ہیں کہ بیم و امید دونوں کا ہم ہی احوال ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ اس مشاہدہ سے۔ بانی کے وجود اور کشف اسرار کے فہم پر کوئی ظاہر نشانی کرامت کیوں نہیں نازل ہوتی اس کے اس سب تعالے کی طرف سے جو اس کے قلب منور بھی پر جلوہ ریز ہے۔ نکار دعوے روایت کی دلیل ہتی۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ اے مقدہ شہود کے منادی عالم دھر میں منادی فرما دے کہ بیشک اللہ بے نیاز جس شقی کو چاہتا ہے بدبختی کے اندھیروں اور گمرہی کے کنوؤں میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے اس طرح کہ وہ ازلی گمراہ کوئی بھی ہیں انوار کی نشانی نہیں دیکھ سکتا اور مگر بھی اور سرمدی صورت ظلیہ نظارۂ فیضیہ کی لطف نظر بھی جائے تو اس کو باطل گمان کرتا ہے اور رب کائنات اپنی بارگاہ جلال کی طرف ان کو رشد و ہدایت مطافرماتا ہے جو قرب کا طالب قدس کے جہاں کا مشتاق ہو کیونکہ جو قلب میں صادق ہوتا ہے ہدایت کا اہل ہے اور وہ مشتاق مشاہدات ان میں سے ہے جس کی دل میں گہری پیاس ہوگی۔ کون ہیں یہ خوش بخت۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یہ وہ خوش بخت ہیں جو محمد مجتبیٰ کے ید بیضا دست قدس سے بیعت ہو کر دولت ایماں پا چکے اور دل کے باکیزہ رفیع الشان ان اللہ جل شانہ کے ذکر لسانی ذکر خفی ذکر سری ذکر اخفی سے ہیں پا گئے ہر دو ذکر صرف قلب وجدانی ہی ذکر ذات قدیم سے چین پاتے ہیں۔ دل یا پانچ قسم کے ہیں کافر کا دل قلب اسود ہے منافق کا دل قلب قاسی ہے فاسق کا دل قلب ناس ہے۔ ان میں دنیا دار شہوتیں مومن ہیں اولیاء اللہ کا دل قلب منشق ہے۔ ان میں بیت الہیٰ ہے انبیاء کرام کا دل قلب وجدانی ہے ان میں ذکر الٰہی کے خزانے ہیں اور ان کا ذکر یہ قلوب اولیاء اللہ پر ہے ذکر لسانی تشکر ہے۔ ذکر نفس تفکر ہے۔ ذکر قلب ملکوت میں تدبر ہے۔ ذکر عقل صفات جمال کا مطالعہ ہے

ذکر سے ہی مناجات سے ذکر روح مشاہدہ ہوا ہے ذکر حضرت مطلب ہے اللہ ذکر اعلیٰ عالی ذات سے
عالی وجہ ہوت کے ہوا ہے عاشقین کا اول قرار کرتا ہے اگر یک لحظہ غائب ہو جائے تو دل مثل طور پارہ پارہ
ہو جائے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ خوشیاں ہے ان کے حصول سے رب
تعالیٰ کی ہر نیکو کار کو اس لیے ماں لیا ہر قسم کی ظاہری باطنی خوشیاں، بھلائیں اور خلوت و صورت میں عمل صالح
کئے عمل کے لیے کہ یہ صفات کا طوبیٰ ہے وہ ہست مطلب ہے واسطے کا اس مآب سے یاں کے بے سایہ ہاں
لاہوت طوبیٰ ہے سایہ جناں کا اس مآب ٹھکانہ ہے یاں کے لیے یا نعت و عبادت ہر قدم مکاشفہ کا
طوبیٰ ہے در حضرت میں دیدار رحمان عارفوں کا ہی طوبیٰ انتہی اس ہے کَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْ
اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ
سے ہی رحمت ہم نے تم کو اسی طرح رسولوں کے ساتھ بھیجا تاکہ بھیجا تاکہ ان کے سامنے میں اس طرح بھیجنے لائق اور
ضرورت تھی اس سے پہلے تمام امتوں احوال مکشف ہو چکے ہیں اور سب آپ کو صحیفہ مشہور سے بچاتے
ہیں آپ کو صرف اس لیے بھیجا گیا کہ اسرار ہمیت کی وہ تمام رمز تھی جو ہم نے آپ کو فرمائی وہ طالبان معرفت
کے لیے ظاہر فرمادو اور قلبی کتابت وہبی ہے اللہ فرمان اور ہم کی مہربانی رحمان کے ساتھ سے ورنہ
ہیں کہ وہ اللہ کے سوا ہے ما نعت من دونہ متاب فرمادیجئے اللہ میرا رب ہے نہیں کوئی معبود
فرمادیجئے سے تمہاری رحمانیت عالی کے سوا وہی میرا ملجا و ماوی پناہ والا ہے ملک و ملکوت کا مالک
ہی جس سے رب و عمل کی مدد ہیں کی جاتی ہے بھروسہ کیا ہے دوسرا شوق میں میری تمنا نہیں ہے
ای ملک سے وہی امام کشف و شہود تمام نعمت و نعمت سب ای کی طلب و خواستہ کا نام ہے

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ

اگر بیشک کوئی ایسا قرآن بھیجا جائے جس سے پہاڑ چلا
دیے جائیں اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ چل جاتے

قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى

یا زمین پھٹ جاتی جس کے ساتھ کلام کیا جاتا مردہ جس کے ساتھ سے
یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے باتیں کرتے جب بھی یہ کافر نہ مانتے

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ

بلکہ سب اللہ کے ہے اختیار سب کام کا سب کیا پس نہ ناامید ہوئے وہ جو

بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے

اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ

ایمان لائے اس سے کہ اگر چاہتا اللہ تو البتہ ہدایت دیتا

کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا

جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ

سب لوگوں کو اور نہ ٹلے گی ان سے جو کافر ہوئے جو پہنچے گی اُن کو

اور کافروں کو ہمیشہ اُن کے کئے کی سخت دھمک

بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ

بدلہ اُن کا جو کیا انہوں نے دھمک یا حائل ہو تو قریب ہی سے

پہنچتی رہے گی یا اُن کے گھروں کے برابر اترے گی

دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

گھر اُن کے یہاں تک کہ آئے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ نہیں

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آئے بیشک اللہ وعدہ

يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ع ۴

خلاف کرے وعدہ۔

خلاف نہیں کرتا۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پہلی آیت میں کفار کے ایک مطالبے کا اجمالی ذکر کیا گیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی نئی آیت رب کی طرف سے اُترے تب وہ ایمان لائیں گے۔ اب ان آیتوں میں ارشاد ہو رہا ہے کہ قرآن مجید سے بڑی کونسی نشانی ہو سکتی ہے۔ ایسا قرآن بھی اگر آجائے جو ان کے مطالبوں کو پورا کر دے تب بھی یہ ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں مطالبوں کی تفصیل بیان ہوئی جو کفار مختلف محفلوں میں کرتے رہتے تھے۔ دوسرا تعلق۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہمارے حبیب ہم پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اے ایمان والو تم بھی رب تعالیٰ کے فیصلہ پر مطمئن ہو کر اُسی ذات پاک پر بھروسہ کرو اور کفار کے ایمان سے مایوس ہو جاؤ۔
تیسرا تعلق۔ پہلی آیات میں باری تعالیٰ کی طرف سے کچھ قانونی وعدوں کا ذکر ہوا کہ کافروں کا یہ انجام ہوگا اور مسلمانوں کا یہ انجام۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے میں تغیر و تبدل نہیں وہاں وعدہ خلافی کیسے ہے۔

شانِ نزول جب کفار نے معجزات کا مطالبہ کیا اور اپنے ایمان لانے کو مطالبے کے پورا ہونے پر موقوف کیا تب کچھ صحابہ نے کفار کے ایمان کی خواہش میں بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ضرور ایسا کر دیں تب یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کو اس خواہش سے روکا گیا۔

تفسیر نوری وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ ۔ واؤ سرِ جملہ کیونکہ گی علامت علیحدہ جملہ ہے عطف نہیں لو حرف شرط اس کا جواب (جزا) موتی کے بعد پوشیدہ ہے۔ وہ ہے لکان ھذا القرآن یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا تو البتہ یہی قرآن ہوتا۔ ایک قول میں واؤ حالیہ سے لو حرف شرط کا جواب پہلے گزرا۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ یعنی وہ کافر رحمٰن کا انکار کرتے رہتے اگرچہ (الخ) ہمارا ترجمہ اسی کی تائید میں ہے ان حرف تحقیق و تشبیہ قُرْاٰنًا اس کا اسم ہے بحالت نصب ہے قُرْاٰنٌ یَا قُرْءٌ سے مشتق۔ بمعنی ملانا۔ مضبوط ہونا۔ جوڑنا۔ اسی سے ہے قرن بمعنی زمانہ دونوں کو جوڑنے والا اور قَرْءٌ بمعنی پڑھنا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فُعْلَان۔ عُثْمَان قُطْبَان سے ماقبل سے نون ماقبل کا علیحدہ ہے دوسرے ماقبل سے الف نون زائدتان ہے۔ سُيِّرَتْ فعل ماضی مطلق مجہول سَيْرٌ سے بنا ہے بمعنی پیدل چلنا۔ اپنی جگہ سے ہٹنا۔ چلنا لگانا اصلاً لازم ہے مگر یہاں باب تفعیل سے متعدی کیا اس لیے مجہول یا باب جادہ سببیہ ہ ضمیر کا مرجع قرآن ابہیال الف لام استغراقی سم جامد ہے جَبَلٌ کی جمع مکسر ہے بمعنی پہاڑ بحالت رفع ہے نائب فاعل ہے۔

حرف عطف ہے۔ مَشِیَّتْ ۔ قُطِّعَتْ اب تعیل کا ماضی مطلق مجہول ہے صیغہ مؤنث غائب قطع سے مشتق ہے۔ بمعنی توڑنا، پھاڑنا، کاٹنا۔ متعدی ہونا سے تک مفعول ت جارہ سیتہ ہم واحد مذکر کا مرجع ہے ۔ ال ۔ اصل الف لام جنسی اَرْضُ اسم معرفہ جامد مؤنث لفظی بحالت رفع نائب فاعل ہے واو عاطفہ تردیدی عطف ہے سُیِّرَتْ پر کُلِّمَ فعل ماضی مطلق مجہول اب تعیل کلم سے ساتھ بھتے ہیں کہ ت جارہ سیتہ ہ صیغہ کا مرجع ہے قُرْاٰنًا فعولی الف لام جنسی یا عہد حا ت رفع نائب فاعل سے مؤلی ۔ اسم جمع جامد ہے۔ اس کی واحد ہے منتُ ۔ ت آخری تانیث کی نہیں بلکہ مادے کی اصلہ سے آخری الف مقصورہ ہے ۔ ل حرف جار استعانت کے لیے۔ لام جارہ ملکیت کا شرا اسم معرفہ جامد ہے علم، الٰہ ہے باری تعالیٰ کا۔ بحالت کسرہ جارہ مجرور متعلق سے ثابتؓ بوشیدہ اسم فاعل کے ضمیر ہ ہم ہ ہ ہ اسم معرفہ جامد بحالت رفع فاعل ہے ثابتؓ بوشیدہ کا ضمیر ہے جارہ کا۔ ۔ کلی ۔ جمع مکسر بحالت رفع فعل۔ فیصلہ، قدرت طاقت۔ یہاں آخری دو معنی ہو سکتے ہیں جمیعا ہر دو ل فعلاً معنی مجموعہ ہے صیغہ مبالغہ ہے بمعنی اسم مفعول جمیعٌ سے ساتھ لوی معنی کھنچا کرنا: اکھٹا و اصلاح میں کرا کم میں دا کو کہا جاتا ہے بحالت نصب ہے تمیز سے مزکی ۔ ہمزہ حرف سوالیہ سے ہ ہ ہ

لگایا انسان کی غیر نقلی جمع ہے ہر قسم کے انسان کو ناس کہہ دیا جاتا ہے عاقل بالغ بچہ حوان دیوانہ عورت و مرد۔ جیسے کہ لفظ آدمی بحالت نصب ہے بوجہ مفعول ہونے کے۔ جَمِیْعًا۔ اسم مفرد نقلی صفت مشبہ اسم مفعول کے معنی ہیں جمع کیا ہوا بحالت نصب ہے بوجہ حال ہونے کے الناس کا یا بوجہ تمیز ہونے کے۔ اور یہ سب جملہ جزا ہے شرط کی۔ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یا یہ سب جملہ حالیہ ہے ضمیر مفعول سے یعنی ان کو ڈرا اس حال میں کہ یہ سب کافر ہیں۔ اور یہ سب جملہ جزا ہے شرط کی۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ بَاْسُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ وَيَسْتَنْۢبِـــُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یا یہ سب جملہ حالیہ ہے ضمیر مفعول سے یعنی ان کو ڈرا اس حال میں کہ یہ سب کافر ہیں۔ اور یہ سب جملہ جزا ہے شرط کی۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ بَاْسُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ وَيَسْتَنْۢبِـــُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

مابعد ھم ضمیر مجرور متصل کا یہ عطف ہے نصیب پر۔ جار و مجرور متعلق ہے تحل کا۔ حتیٰ حرف عطف ہے نہ کہ جر حتیٰ جارہ مضارع پر نہیں آسکتا۔ حتیٰ عاطفہ کے تین معنی۔

۱، یہاں تک کہ ۲، تاکہ۔ ۳، مگر۔ یہاں پہلے معنی لیں سے اس میں اُن مصدریہ پوشیدہ ہوتا ہے اسی لیے اس کے بعد مضارع کو نصب سے بیانی فعل مضارع معروف بحالت نصب حتیٰ کی وجہ سے صیغہ واحد مذکر غائب یُؤْتِیَ سے مشتق ہے مصدر الف اور تاقص یائی۔ بمعنی دینا لینا۔ آنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں وَعْدٌ مصدر اسم جامد مفرد معرفہ مضاف ہے۔ بمعنی عہد نیصلہ۔ مدت۔ مقررہ وقت۔ یہاں مراد ہے فیصلہ۔ بحالت رفع ہے فاعل ہونے کا۔ اللہ اسم مفرد معرفہ جامد ہے بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے نصیب اور نحل کے عطف کے بعد یہ خدا اُن کی طرف معطوف ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اِنَّ حرف تحقیق اللہ بن ہوا اس لیے بکسر ہمزہ ہے لفظ اللہ اس کا اسم منصوب لَا یُخْلِفُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول ہے خُلْف سے بناسے بمعنی الٹ ہونا۔ پیچھے ہونا۔ خلاف ہونا۔ یہ لازم ہے مگر باب افعال نے متعدی بنادیا یعنی خلاف کرنا اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ ہے لِمِیْعَادِ۔ الف لام استغراقی ہے۔ مِیْعَادُ مصدر میمی ہے بروزن میلاد۔ مِیْثَاقٌ۔ وَعْدٌ سے مشتق ہے بمعنی کوئی پیمان عہد کرنا۔ مقرر کرنا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں بحالت نصب ہے مفعول نہ ہونے یہ جملہ فعلیہ خبر ہے اِنَّ کی۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا

اے ایمان والو کافروں کا علاج ان کے بیہودہ مطالبات کا پورا کر دینا نہیں۔ یہ تو اپنے بہانہ باز ہیں کہ اگر چہ بیشک یہی قرآن مجید کے ذریعے پہاڑ اسی طرح چلا دیئے جائیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے وقت اپنی ایک تجلی سے طور کو ٹکڑے کر دیا تھا یا زمین کو اسی طرح ٹکڑے کر کے چشمے جاری کر دیے جائیں جس طرح ایک خاص ضرورت کے وقت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر تورات کی آیتیں پڑھ کر اپنا عصا مارا اور بارہ چشمے جاری فرما دیے تھے یا اس قرآن مجید کی تلاوت سے پھر تک مار کر کسی پرانے مردے کو زندہ کر کے باتیں کر لی جائیں جس طرح حضرت مسیح انجیل کی آیات پڑھ کر مردے زندہ فرمایا کرتے تھے اور مردے سے کلام کر لیا جاتا تھا یہ سب کچھ کوئی اتنا مشکل نہیں جاہلین اور عالمین قرآن بندوں کے لیے دشوار نہیں یہ سب کچھ تو کلام الٰہی کی طاقت و برکت سے پہلے ہوتا ہی رہا ہے۔ مگر بات تو ان کہ کے ایمان کی ہے۔ وہ تو پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے قرآن مجید تو ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے نہ کہ حیران کُن قدرتیں دکھانے کیلئے یہ قرآن کریم پہاڑوں کو چلانے کے لیے نہیں بندوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لیے آیا ہے دیکھنے کے لیے نہیں قلب انسانیت پیدا کرنے کے لیے نہیں

کے چشمے جاری کرنا کہ جس سے اتنا مردہ جسم زندہ کرے کچھ نہیں مردہ دلوں کو جلا بخشنے کے لیے تنزل ہوا ہے اور بلکہ یہ تمام نبیوں معجزے، قدرتیں ہدایت اگر ہی سب مکمل اللہ کے قبضے میں ہے۔ جس کو چاہتا جہاں چاہے جب چاہے دے سکتا ہے رکھ سکتا ہے۔ لیکن کیا بھی تک ہمارے بیانے ایمان والے بندے جو کفار کی چکنی چپڑی مکالمہ بازیوں سن کر اُن کے ایمان کی امید لگا بیٹھے ہیں اسی بات سے مایوس نہیں ہوتے کہ یہ غریب کافر کا نہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ اس لیے کہ ہماری حالی دیوی زمانے کی زندگی میں اعمال کی آمائش ہے۔ اس لیے عارضی کو امتحان نسبت بنایا گیا ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ سرداران مکہ نے اپنے بھوٹے مطالبوں کی فہرست میں یہ مطالبہ بھی لکھا تھا کہ مکے کے پہاڑ ہٹا دیے جائیں تاکہ ہماری بستی کھلی ہو جائے اور ہم اپنی بڑی بڑی کھیتی کو نہیں مقامات بنائیں اور ان سے قدرتی نہریں نکالے جائیں تاکہ پانی کی قلت اور مہنگائی ختم ہو یا مردوں کو ہمارے قبضے میں کر دیا جائے تاکہ ہم منتوں میں زمین طے کریں کریں اور سفر و تجارت آسان ہو یا مردے زندہ کیے جائیں تاکہ ان سے جنت دوزخ قیامت کی باتیں پوچھ کر آپ کی تصدیق کریں۔ ان کا جواب فرمایا گیا کہ یہ سب کام ہمارے قرآن سے مشکل نہیں مگر پہلے ایمان لاکر ہمارے دوست ولی اللہ بنو، قلب صاف ہو جاؤ پھر سب کچھ تمہارے لیے آسان ہوگا۔ پہلے نبی پاک کی غلامی شرط ہے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ وَعِيدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اور لوگ جو مکے کے کافر ہیں یا پورے عرب کے کافر یا دنیا بھر کے کافر یا قیامت اسلام کے خلاف ہر طرح کے کافر ہیں یا عملی اعتقادی قولی عملی ظاہری اندرونی کافر ہوئے ان پر دنیا تو ان کی بدکرداری بددیانتی اور بُرے اعمال فسق و فجور ظلم بے انصافی۔ گستاخی کی وجہ سے رسوائیوں، لوٹوں، پریشانیوں، مالی مصیبتیں۔ بلائیں، جھگڑے تیز پہنچتی رہیں گی جو ان کو لرزا کر رکھ دیں گی۔ ہزار جتن کریں بچ نہ سکیں گے۔ کبھی شکست کی صورت میں کبھی مال نقصان تجارت میں ذلت آمیز گھاٹے کی صورت میں کبھی بیماری۔ کبھی ہماری کبھی دردِ جھگڑے کی صورت میں۔ کبھی غربت۔ کبھی ملک چھن جانا اور دشمنوں کا قتل و غارت کرنا یا مسلمانوں سے شکست کھانا یہ تمام مصائب و بلائیں اگرچہ سب کو دنیا میں آتی ہیں مگر کافر زیادہ محسوس کرتا ہے اس لیے کہ اس کے لیے یہ چیزیں موت نا گہانی اور ہلاکت بن جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی بھانک صدمے سے اس کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے دل پھٹ جاتا ہے۔ مگر مسلمان بحمدہ تعالیٰ ان مصائب کو امتحان دنیوی سمجھتے ہوئے توکل علی اللہ کی مضبوط بنیاد پر سب کچھ منجانب اللہ جانتا ہے اور برداشت کر جاتا ہے۔ صبر کافر حرام دنیا ہے۔ مومن حرام ہوں

قلب اور خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ کافر کا مقصود ہی دنیا ہے اس لیے یہ تکالیف اس کے لیے پہاڑ ہیں۔ مگر کوئی مومن ہو کر بھی کفار کی خصلتیں اپنے اندر پیدا کرے تو وہ بھی انہی باتوں سے دوچار ہو سکتا ہے۔ اگر یہ خطاب صرف کفار مکہ سے ہے تو جہاد کی وجہ امیر المومنین ہیں۔ مسلمان فوج کی ذات پر وارد ہوتی رہیں گی یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے ان کے گھروں کے قریب عذاب یا دشمن یا قحط یا بیماری حائل ہو جائے جس کا مال ان کے بے گناہ لوگوں پر بھی پڑ جائے۔ اور کرے کوئی بھرے سب کا مصداق ہو جائے یا اسے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ مکے سے ہجرت فرما رہے ہو مگر تھوڑے ہی دنوں بعد آپ لشکر جرار کے ساتھ ان کے گھروں کے قریب ان کی زمین سے تشریف لائیں گے کہ یہی کافر جو دشمن بن کر نکالنے پر آمادہ ہیں غلامانہ حاضر ہوں گے اور یہ مسلم آپ کی بادشاہی میں داخل ہوں گے۔ اور وہ وعدہ الٰہیہ یاں اُن پر تمام ہوں گی جب تک کہ وہ کافر ہیں۔ موت کا یا قیامت سے کا یا فتح مکہ کا یہ خصوصیات سلامیہ کا نہیں آیا۔ یہ سب وعدے سب تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کبھی کسی وعدے کے خلاف عمل نہیں فرماتا مگر یہ کافر بدعمل یا فاسق فاجر لوگ اپنی بری عادتوں سے باز آئے وہ ان کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ ابتدائی ملکی جھگڑی مصیبتیں تو عبرت کے لیے اور سبق کے لیے ہیں۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ہدایت اور ایمان صرف رب تعالیٰ کے فضل و کرم کی توفیق سے ملتے ہیں جس تک یہ نہ ہو ہدایت نصیب نہیں ہوتی اگرچہ کتنی ہی نشانیاں اور معجزات اور آیات بینات سامنے آئیں۔ یہ فائدہ اللہ اصدق حدیثا سے حاصل ہوا۔ دیکھو دلیل وغیرہ تقاضے ہر بات کے ہوتے ہیں کفر کے دلائل کے مقابلات سے زیادہ مشکل اور حیران کن تھے مگر یہاں والا نے ان مقابلات کی فہرست لے لیجئے چاند کا چرنا دیکھا سورج کہتے ہیں زمین کو چیرو۔ سورج کا مارنا دیکھا مگر مطالبہ ہے کہ پہاڑوں کو بھیڑ بکریوں اور فصل کی کھیتوں کو روتے دیکھا مگر کہتے ہیں مُردوں کو باتیں کرا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال با غرض ہیں۔ نمبر ۱۔ حکم سے۔ نمبر ۲۔ ارادے سے۔ نمبر ۳۔ رضا سے۔ نمبر ۴۔ چاہت اور پسندیدگی سے۔ ہدایت و فلاح ارادہ ہوتا ہے مگر رضا اور چاہت نہیں ہوتی اسی طرح معصیت مگر حکم ہوتا ہے مگر ارادہ و رضا اور چاہا نہیں ہوتا۔ باری تعالیٰ نے کفار کو ایمان کا حکم دیا۔ مگر ارادہ اور مشیت و چاہت نہ ہوئی۔ یہ فائدہ بھی یہاں سے حاصل فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ کافر کا کوئی عمل عند اللہ مقبول نہیں ہوتا وہ دنیا میں ہی ہو یا دنیوی اس لیے کہ عذاب سے دور کرنے والے اور مقبول اسی کا عمل

سے یہ فائدہ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ ... کے فضل عمومی سے حاصل ہوا۔ اسی طرح مومن متقی مخلص کا ہر عمل باعث ثواب ہے عبادت ہے خواہ سونا جاگنا اور دنیا کا ہی کام ہو۔ اس لیے کہ وہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے بوجہ رضاء خدا اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے **چوتھا فائدہ** ۔ کافر اور نافرمان فاسق و فاجر اور ظالم اپنے ظلم۔ جرم۔ اور سرکشی کی سزا سے بچ نہیں سکتا خواہ کسی جگہ چھپ جائے۔ یہ فائدہ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ دُوْنَ ذٰلِكَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو حرم شریف بیت اللہ کے حدود کتنے قابل احترام ہیں کہ وہاں جنگ و قتال منع ہے مگر اللہ کا عذاب وہاں کے چھپے یا موجود کافر پر وہاں بھی آگیا خواہ قتل و جہاد کی شکل میں یا قحط بیماری کی صورت میں۔

احکام القرآن

ان آیات مطہرات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ رسول کے گستاخ بے ادب اور کافر یا بدعقیدہ انسان پر رحم کھانا یا اس کے رحم کی دعا کرنا سخت ناجائز ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو کسی ظالم کافر و نبی پاک کے گستاخ پر ترس کھانا یا اس کی امید کو کر اس سے دوستی لگانا اس کے مطالبات ماننا منع ہے یہ مسئلہ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اور اس کے شان نزول سے بھی۔

دوسرا مسئلہ۔ جس طرح خدا تعالیٰ سے کچھ مانگنا اور سفارش شفاعت کرانا شرعاً جائز ہے بلکہ مفید اور واجب ہے اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس عالیہ میں بھی کچھ مانگنے اور کسی کی شفاعت و سفارش میں عرض و معروض کرنا بالکل جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے شان نزول سے مستنبط ہوا دیکھو کفار مکہ کے مذکورہ بالا تین مطالبات پر صحابہ کرام نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ان مطالبات پورے فرما دیجئے تو رب تعالیٰ نے اس بارگاہ نبوت میں سفارش کرنے کو رد نہ فرمایا۔ بلکہ بہت حسین انداز میں کفار کی سفارش سے منع فرمایا۔ کہ ارے بدبخت میں ان کے مطالبات پورے کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ لہٰذا اپنے لیے یا کسی گنہگار مسلمان کے لیے نبی پاک سے مانگنا ہر جگہ سے تا قیامت جائز ہے۔ نہ یہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ سنت صحابہ کرام ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ **تیسرا مسئلہ**۔ رب تعالیٰ کسی عیب پر قادر نہیں نہ جھوٹ پر۔ وعدہ خلافی پر جن خبیث اور شیطانی بندوں نے اللہ کو جھوٹ بولنے پر قادر مانا ہے وہ ابدی جہنم میں ہیں۔ یہ مسئلہ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ سے مستنبط ہوا۔ اس طرح سے کہ نحو کا مشہور قانون ہے کہ جب فقط جملہ اسمیہ ہو تو استمرار کو چاہتا ہے لیکن جب جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مضارع والا جمع ہو جائیں اور ان پر حرف تحقیق بھی ہو تو کلام میں استمرار۔ دوام اور عدم خلاف ثابت ہوتا ہے یہاں تو یہ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ میں یہ تمام باتیں پائی جا رہی ہیں۔

درآیت کا نحوی ترجمہ اس طرح ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرسکتا۔ کلام مشیت میں اس کی مثال اس طرح ہے۔ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ بیشک زید کھڑا رہنے والا ہے۔ اور اِنَّ زَیْدًا یَقُوْمُ۔ بیشک زید اب کھڑا ہی رہے گا۔ یا جس طرح ڈاکٹر کسی مریض کو اچھی طرح دیکھ کر کہدے کہ یہ اب اندھا ہی رہے گا یا بیمار ہی رہے گا یعنی اب دیکھ سکتا ہی نہیں وغیرہ اسی طرح یہاں بھی عدم قدرت ثابت ہو۔ اس لیے رب تعالیٰ کو کسی بھی عیب سے موصوف یا قادر ماننا گناہ بلکہ کفر ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ لَھَدٰی النَّاسَ جَمِیْعًا۔ یہ حرف لَوْ۔ ایک چیز کی بھی سے دوسری چیز کی نفی ثابت کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی ہدایت کو پسند نہیں فرماتا۔ کیونکہ مشیت کے معنی میں چاہنا پسند کرنا۔ اور جب ہدایت پسند نہیں تو ہدایت کے لوازمات ایمان یقان عبادات ریاضت بھی پسند نہ ہوئی۔ حالانکہ اچھی چیز کو پسند نہ کرنا بھی عیب ہے۔

جواب۔ مشیت اور پسند ایک نہیں۔ عربی زبان میں پسند کے لیے رضا کا لفظ ہے مشیت بھی قانون اور حکم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون میں یہ بات نہیں کہ سب کو ہدایت ملے۔ اس قانون میں کیا حکمت ہے یہ رب تعالیٰ جانے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ یعنی کافروں کو دنیا میں ان کے کیے کی سزائیں آفتیں ملتی ہی رہیں گی۔ حالانکہ دنیا میں تا قیامت بہت سے لوگ کافر ایسے ہیں جو مسلسل عیش میں ہیں۔ اور بہت سوں کو معافی بھی مل جاتی ہے۔ کفار مکہ کو فتح مکہ کے دن عام مکمل معافی آزادی مل گئی۔ تو یہ خبر کیونکر درست ہوئی۔

جواب۔ اس کی تفسیر العلماء میں دو طرح جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ یہاں کفار سے مراد کفار مکہ مدینہ اور اہل عرب ہیں اور سزا سے مراد جہاد کا قتال۔ قید و بند ہے اور فتح مکہ کی معافی ان کا آخری حال ہے جس کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گئے تھے کافر رہے ہی نہیں۔ یا اگر تا قیامت کفار ہی مراد ہوں تو سزا سے مراد غفلت ہدایت کی توفیق نہ ملنا اور قسم قسم کی مصیبتیں۔ یا گستاخوں کی شکلیں مل جانا مناظروں میں ذلت آمیز شکست کھا جانا۔ اور بھاگے بھاگے پھرنا۔ جیسا کہ باطل فرقوں کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ اور کفر سے مراد باطنی کفر ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ الْمِیْعَادَ یعنی اللہ کافروں کی سزا کے وعدے قارعۃ اور نَحُلُّ قَرِیْبًا والے خلاف نہیں فرماتا تو کیا مسلمانوں سے کیے ہوئے وعدے رحم کرم بخشش کے وعدے خلاف فرما دیتا ہے۔ یا گناہگار دل کی معافی کے وعدے خلاف ہو سکتے ہیں۔

جواب۔ معترض نے کچھ غور فکر سے کام نہیں لیا یہاں لَا یُخْلِفُ کا تعلق قارعہ اور تَحُلُّ سے نہیں

ہے بلکہ حتمی ماضی وعدہ اللہ سے ہے۔ اور لفظ وعدہ سے مراد قیامت یا موت ہے یعنی موت اور قیامت ضرور آئے گی یا لفظ وعدہ اپنے جنسی معنی میں ہے یعنی اللہ کبھی کوئی وعدہ خلاف نہیں فرماتا۔ عذاب کا ہو یا ثواب کا۔ اس طرح سے اعتراض بالکل ختم ہوگیا۔

تفسیر صوفیانہ وہ لوگ قرآن سے نصیحت نہ لیتے ہیں۔ وہ اگر عارفین کے حالات سے باخبر کسی ناسوتی میں پڑے ہوؤں کے لیے، اس قرآن مجید کے ذریعے نفس امارہ کے سخت پہاڑ دعوی شوق میں پلا دیے جائیں وَقُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ یا زمین قلب سورہ گداز قرآنی سے ٹکڑے کردی جائے وہ اس سے اور قدس کے چشمے بہہ نکلیں۔ وَكُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ یا اس قرآن معرفت سے روحانی مُردوں کو زندگی عطا ہو نفسوں کو زندہ کر کے صوت لاہوتی کی رہاں میں کلام صداقت سن لیا جائے۔ تب بھی تقدیر کے رسے پھیلے والے راہ حقیقت پر نہ آئیں گے بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا بلکہ یہ سب توفیقیں تو اللہ جل شانہ کے لیے ہیں۔ شقی و سعید، صدیق و زندیق بدنصیب و خوش نصیب سب کے ازلی فیصلے کے موافق ہیں۔ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا اوپری منزل شوق کی دری منزل تک پہنچ جانے والے مومنین مخلصین کیا ابھی تک نفس سرکش کی ہدایت اور نجات پانے سے مایوس نہیں ہوئے۔ ولایت الٰہیہ کا راستہ کوئی آسان نہیں یہ رب تعالیٰ ہی کی کرپا ہوتی ہے جو اس کی طرف طلب مولا کے قدم قدم اٹھتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہی بستی معرفت کی طرف چلنے کی توفیق عطا فرما دیتا۔ مگر ایسا اس نے نہیں ہونے دیا کہ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ راہ عشق کے منکروں کافروں پر ان کی سیاہ کاریوں کی سزا پر غضب الٰہی کی بجائیں ٹوٹتی ہی رہیں گی۔ اور محرومی کے پردے پڑتے ہی رہیں گے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ان کے جسموں پر نفلت سستی کسالت رذالت کے عذاب سقاوت آتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ نفس امارہ کی موت، نفس وحشت قلبی کی فنا اور روح پر مردہ کی ہلاکت کا وعدہ آجائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ مالک کل کا حکم ہے۔ علم رسل اور حساب علی اللہ ہے تعزت کوئی وعدہ۔ عذاب کا یا ثواب کا عطا کیا جزا کا۔ قرب کا یا بعد کا کشف کا ہو یا حجاب کا کبھی بھی خلاف نہیں فرما سکتا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں موجودات کائنات تین قسم کے ہیں۔

۱۔ فقط محض وجود۔ صرف اللہ تعالیٰ سے جس نے کہ سب کن فیکون وعدے کے مطابق تمام اشیاء کائنات میں خلقت، جبلت، سعادت، شقاوت، محدودیت، محبوبیت، تفاوت، تفاضل، رفعت و ذلت کے وعدے کے مطابق نشان کن کا اثر فرمایا۔ ۲۔ فقط متاثر۔ یہ تمام اجسام عالم میں جو اثر قبول کرتے ہیں اسی امر کا نام توفیق خیر و شر ہے نمبر ۳۔ صرف کبھی متاثر کبھی۔ یہ روحانیت کی نشان عظمت ہے ماسوی پر عذاب

ثواب اور سزا و انعام کا معاملہ ہے۔ اثر الٰہی تقدیر سے ثمرہ عالی تدبیر سے یا تاثیر الٰہی توفیق سے تاثیر روح توفیر ہے۔ اثر ہی کا نتیجہ فعل اور ثمرہ عالی کا نتیجہ کسب ہے اعمال، افعال کی خلقت رب کی طرف سے لیکن کسب فعل بندے کی طرف سے ہوتا ہے۔ کفر کی بابوی بھی کفر ہے مگر ایمان کی بابوی اہل ایمان کے دلوں میں کفر کی طرف سے ہوتی ہے جو ان میں نہاں ہے۔ ذٰلِكَ مُنْهُ وَ مَضْمُوْنٌ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور بیشک مذاق اڑایا گیا رسولوں کا سے پہلے آپ کے

اور بیشک تم سے پہلے رسولوں کی بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو

فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ

تو مہلت دیتا رہا میں لیے ان کے جو کافر ہوئے

پھر دنوں ڈھیل دی پھر نہیں پکڑ تو

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى

پھر پکڑ لیا میں نے تو دیکھا کیسا تھا عذاب میرا کیا پس وہ قائم ہے پر

میرا عذاب کیسا تھا۔ تو کیا وہ ہر جان پر اس کے

كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

ہر جان کے جو سے اس کے جو کیا اور بنائے ہیں کافروں نے لیے اللہ کے شریک کہہ سے

دل کی نگاہ۔ تشبیہ حکمت ہے کہ وہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ

کہو کہ نام تو لو ان شریکوں کا یا ایسی خبریں دیتے ہو اس کو جس کو وہ نہیں جانتا

تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو جو اس کے علم

فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ

رے میں ہیں یا ظاہر ہونے والی سے صرف ایک بات بناوٹی بات

ہیں ساری یہ ہیں نہیں یا باتی اوپری باتیں مگر

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ

زینت دیا گیا ہے ان کے جو کافر ہوئے کر ان کا اور روک گئے سے

کافروں کی نگاہ میں ان کا فریب اچھا نظر آیا اور راہ

السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

سچے راہ اور جس کو گمراہ کرتا ہے اللہ پس نہیں ہے اس کے

سے روک گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت

مِنْ هَادٍ ﴿۳۴﴾

کوئی ہدایت دینے والا

کرنے والا نہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں موجودہ کفار کی بدخصلتوں کا ذکر ہوا تھا جس کو سن کر انہوں نے بجائے عبرت حاصل کرنے ڈرنے کے ہنسی مذاق اڑانا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان اس کو پریشان ہوئے تب یہ مسلمانوں کی تسلی کے لیے آیت اتریں اور فرمایا کہ پچھلی قوموں نے بھی اپنے نبیوں کا مذاق ہی اڑایا تھا تو ان کا کیا سبب آیا۔ لہٰذا سمجھ جاؤ کہ انجام ان کا بھی خراب ہی ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں موجودہ کافروں کی سخت عذاب کا اندیشہ ذکر کیا گیا تھا کہ اس طرح ان کو عذاب پہنچ سکتا ہے۔ ان آیات میں سابقہ کفار کے ان عذابوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کو پہنچ چکا۔ یہ بھی خوف دلانے کا شاندار مفید طریقہ ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ اللہ کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ ان آیات میں اس بات کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ کہ جو وعدے انبیاء کرام

سے کی کہ عذاب ان پر آکر رہا۔

شانِ نزول۔ ایک دفعہ کفار مکہ نے نبی پاک صاحب لولاک کی بارگاہ میں آکر کہا کہ جس طرح سلیمان علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر اہی قوم کو معجزے دکھائے آپ بھی پہاڑ ہٹا دیں تاکہ یہ مکہ مبدل علاقہ بن جائے ہم خوب کھیتاں اگائیں دریں بہا کر چشمے جاری کردیں تب یہ چھ آیتیں اس پر ۳۱ سے ۳۷ نازل ہوئی تھیں۔ آیت مدنی نازل نہ ہوئی وہ مدنی ہے۔

تفسیر نعیمی وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ. اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۔ واؤ سرمہ لام کے یعنی البتہ فقد استُهْزِئَ ایک مدت میں فقد شُهْزِئَ دال کو ہمزہ ہمزہ کے صدمے کے مدے میں دراصل تھا فقد اُسْتُهْزِئَ باب استفعال سے ہے مگر صحیح پہلی قرأت ہے کیونکہ فقد اُسْتُهْزِئَ لازم پڑھی ہے۔ اور ساکن متحرک ہوتا ہے تو کسرے سے ہوتا ہے لفظ قدیمین طرح کا ہے رسل جمع۔ معنی حسب اس صورت میں مضاف ہو کر آتا ہے اور مضاف الیہ اسم ظاہر ہوگا۔ نمبر ۲۔ اسم فعل سی نکلی اس صورت میں حاصل ہو کر فاعل کا کوں اسم ظاہر یا اسم ضمیر ہوگا جیسے ہذا زید یعنی حسب زید اور زید کا کالی ہذا فقد فاعل کسی کی بنا ہوتی یعنی کفن کالی ہوتا ہے زید کریا مجھ کو نمبر ۳۔ حرف اس صورت میں ظاہر عمل پڑتا ہے وقت اس کے چار مدے سے ملا ہوا ہے قریب ملا ہوا ہے رسل کی طرف کیلئے معنی بلکہ تعلق فعل کے لیے یعنی کسی نمبر ۴۔ تکثیر فعل کے لیے یعنی اکثر دہبت دفعہ یہ اسم جامد سے غیر متصرف فعال پر داخل نہیں ہوتا۔ اگر ساتھ ہو جیسے فقد تو قلیل یا تکثیر کے لیے ہوگا اور اگر اس کے ساتھ لام تاکید معنی کے ہو تو تحقیق کے لیے ہی ہوگا۔ یہاں لام تاکید ساتھ ہے۔ اس لیے یہ فعل ماضی قریب ہیں ہے اُسْتُهْزِئَ ماضی مطلق مجہول۔ اس کا مصدر اِسْتِهْزَاءٌ یعنی ہنسی اڑانا۔ مذاق کرنا۔ مادہ ہے۔ ھ ز ی معنی نقصہ پیدا کرنا۔ ذلیل سمجھنا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ ب جارہ بمعنی کی رُسُلٍ جمع مذکر ہے رسول کی حالت جر مجرور ہے ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد کا۔ مِن جارہ زائدہ ہے یا ابتداء زمانہ کے لیے ہے قَبْلِ اسم ظرف ہے مضاف ہے کَ ضمیر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ یہ جار مجرور اور رُسُلٍ جارہ مجرور متعلق ہے بوجہ واسم مفعول مرحوف کا اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے رُسُلٍ موصوف کی۔ ف عاطفہ تعقیبیہ املَيْتُ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد متکلم باب افعال اس کا مصدر اِملَاءٌ ہے بمعنی ڈھیل دینا۔ مہلت دینا۔ لِ حرف جر الذین اسم موصول جمع مذکر بحالت جر اس کا صلہ ہے کَفَرُوا فعل ماضی۔ کفر سے بنا ہے معنی شرک کرنا ثُمَّ حرف عطف تعقیب تراخی کے لیے اَخَذْتُ فعل ماضی مطلق واحد متکلم ہیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ھُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اَخَذْ سے

ہے۔ سعی یسا یکسرا۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے بہرحال متعدی ہوتا ہے۔ ب زائد فاعلہ کے لیے اعلیٰ فاعل نمبر ۱ حرف زائد سرع کلام کے لیے۔ یہاں پر زیادہ ہے کیف اسم مبہم غیر متمکن مبنی ہے ہمیشہ ظرف مقدم ہوتا ہے مگر ظرف مجازی ہے مثل حارہ مجرد کے مذکر زمانی یا مکانی اس کا استعمال دو طرح پر ہے نمبر ۱۔ سوالیہ (استفہامیہ) سوالیہ تین طرح کا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ پوچھنے کے لیے۔ نمبر ۲۔ تعجب دلانے کے لیے۔ نمبر ۳ توبیخ کے لیے، جھڑکنے کے لیے، نمبر ۴۔ تنبیہ یعنی نقطہ سنانے کے لیے خبردار کرنے کے لیے۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں یہ ظرف مجازی کسی عمل ناقصہ کی خبر کبھی مفعول بہ دوم کبھی سوم کبھی مفعول مطلق کبھی حال ہوکر مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں خبر کان کی جگہ سے کان عمل ناقصہ ماضی مطلق۔ عقاب اس کا اسم مضاف سے سنا ہے بمعنی پیچھے ہونا آخر میں آنا۔ مراد ہے آخری سزا۔ خواہ دنیا میں ہی ہو مجرم یا ڈھیل کے آخر میں ہوئی خواہ قیامت میں جو اس دنیا کے آخر میں ہوئی۔ دراصل تھا عقابی میرا عذاب مرکب اضافی ئی ضمیر تصغیر کے لیے گر گئی اور کسرہ بطور نشانی رہ گیا ا ہمزہ سوالیہ انکاری ہے، لگی عبارت سوال ہے۔ اس کا جواب ہے لا۔ یعنی نہیں۔ بوشیدہ اس لیے ہے کہ بندۂ مومن سے یہ جواب اپنی زبان و تکلیف سے دینا ہے۔ ب حرف زائد۔ من موصولہ واحد مبنی ضمیر متکلم اسم ہے۔ بحالت رفع مبتدا ہے اپنے صلہ سے مل کر۔ ھو۔ ضمیر واحد مذکر مرجع منفصل موصوف سے قائم اسم فاعل ضمیر واحد مذکر اپنا جملہ اسمیہ اس کر صفت سے مل جانا بھی حذف فرینہ کی اہم تاکیدی معاہدہ کلیہ کا سود نفس یعنی فرد واحد۔ یعنی ایک جان ایک شخص۔ کل سے موجبت جزئیہ کی یعنی ہر جان ہر شخص۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ سے گل کا اور جار مجرور متعلق اول ہے قائم کا۔ ب جانا بھی مع قرینہ۔ نا اسم موصول بحالت کسرہ مجرور ب کا فیروز معقول کے لیے مرادیں اعمال ظاہری گیست فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ھی ضمیر مؤنث مستتر کا مرجع نفس ہے۔ نفس چونکہ موت نقلی ہے اس لیے یہ صیغہ مؤنث ہوا۔ کسبت سے ہماسے یعنی اعمال قلبی تصدیق قلبی باتیں کرنا۔ اقرار لسانی۔ نیکی سنا۔ گناہ کرنا۔ تجارت رہا بال کما ال اولاد۔ یہاں مراد ہیں اعمال بد۔ یعنی گناہ۔ باہر نمک مد اعمال۔ یہ جملہ فعلیہ موکر صلہ ہوا نا کا دوہ جار مجرور متعلق دوم ہے قائم کا اور قائم موصوف سے مل کر صلہ ہوا من کا۔ اور من مبتدا کی خبر پوشیدہ ہے۔ واؤ سر جملہ یعنی اپنے ذمہ ایہ۔ اس جملہ نعلیہ نے دلالت کی ہے من مبتدا کی پوشیدہ خبر پر۔ ایک قول میں واؤ حالیہ ہے اور اس کا تعلق پہلے کلام الم سے ہے۔ کہ قول میں واؤ عاطفہ ہے۔ اور عطف ہے خاسرون پر مگر پہلا قول درست ہے اعتبار کا ترجمہ اسی طرف راجع ہے حصدو۔ فعل ماضی مطلق جمع مذکر۔ اس کا فاعل ھم مستتر کا مرجع الذین کفروا سے جانا ہے یعنی۔ دسی بالد بھی بمعنی عقیدہ۔ ربانی بنانا۔ یعنی اگر

لسانی۔ یہاں ہمیں معنی نہ سکتے۔ لام جارہ مقابلے کے لیے یا معنی سو۔ عبادت کا مفعول محذوف معنی سے جعلوا للہ شرکاء کا صحیح مکمل معروف ہے تشریک کی شرک سے ملا ہے۔ معنی ماہی۔ ہم شکل۔ معاون۔ اللہ کا سی کا ماہی وغیرہ سمجھا شرک اکبر ہے۔ یہ کمالت رفع ہے۔ مفعول یہ ہے مُنْ سَمُّوْهُمْ سُمُّوْنَهُ بَلْ لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر مخاطب ہے ان کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باب نصر سے ہے۔ اگلی عبارت تو یہ تک اس کا مقولہ ہے سَمُّوْهُمْ۔ فعل مع ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مخاطب ہیں تم سب اور تم پرست کفار اس کا مصدر سے تَسْمِيَةٌ وَسِمَةٌ سُمُوٌّ سے مشتق ہے۔ معنی نام رکھا حقیقت سمان کرنا۔ نام لینا۔ ام حرف عطف۔ وہ اتم کا ہے ہمزہ۔ منقطعہ معنی اَوْ عاطفہ ترویدیہ (یا) بمعنی خواہ (چاہیے) اور معنی کیا سوالیہ اس میں شرط ہے کہ وہ ہمزہ حقیقت کی ہمزوں کے بیچ داخل ہوا اور ان سے پہلے ہمزہ سوالیہ ہو۔ نمبر ۱ ام منقطعہ معنی بل (بلکہ) یہ دو مختلف کلاموں کے بیچ آتا ہے۔ یہاں ام منقطعہ ہے۔ بل کے معنی میں تُنَبِّئُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر بمعنی حال۔ باب تفعیل ان کا مصدر تَنْفِيْعٌ سے۔ نبی سے بنا ہے معنی خبر دینا۔ آگاہ کرنا اطلاع کرنا سنانا۔ خبردار کرنا۔ بتانا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا فاعل تھو ضمیر مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ عَلِمَ سے بنا ہے متعدی ہے۔ بِ جارہ ظرفیہ مکانی کے لیے۔ الف لام استغراقی الارض سے مراد ظاہر الفن خشکی تری پہاڑ میدان بادی۔ میں مراد ہے۔ اَمْ۔ حرف عطف منقطعہ معنی ہے جائے اور حضرت کے ترجمہ میں اگرچہ اس کا ترجمہ یا کیا گیا ہے مگر مراد بلکہ ہی ہے۔ نہ کہ یا ترویدیہ کیونکہ اس میں تردد شک ہوتا ہے۔ اور شک میں دو لوگ ہیں مستوی (برابر) ہوتی ہیں یہاں یہ درست نہیں بلکہ اردو زبان میں توبیخ یا استفزاء کے لیے بلکہ کی جگہ یا بول دیا جاتا ہے مراد بلکہ ہی ہوتا ہے۔ بظاہر۔ ب جارہ معنی فی ظاہر اسم فاعل بحالت کسرہ جار مجرور متعلق سے مَظْنُوْنٌ اسم مفعول پوشیدہ کا من جانا معنی ب القول مصدر ہے بمعنی حاصل مصدر یعنی زبان باتیں جار مجرور متعلق ہے ظاہر کا۔ بَلْ حرف عطف۔ بکم پھیرنے کے لیے آتا ہے معطوف علیہ سے معطوف کی طرف۔ زُيِّنَ فعل ماضی مجہول باب تفعیل۔ زِيْنَةٌ بَازِيْنٌ سے مشتق ہے معنی خوبصورت بنانا۔ رونق دینا۔ سجانا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اس کا مصدر تَزْيِيْنٌ۔ اس کا نائب فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع جعلوا کا حاصل مصدر جعل ہے اور مَكْرُهُمْ اس کا بدل الکل۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نائب فاعل مَكْرُهُمْ ہے۔ الَّذِيْنَ لام جادہ مع کا الذین اسم موصول مجرور ہے اور متعلق ہے زُيِّنَ کے كَفَرُوْا فعل ماضی كُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ مَكْرُ اسم جامد نکرہ مفرد مضاف الضمیر ھُمْ۔ بمعنی ان کا فریب۔ داؤ سرجملہ۔ صُدُّوْا فعل ماضی مطلق

بمعنی صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر جمع مستتر کا مرجع الذین ہے۔ ایک قرأت میں صُدُّوا اصل معروف ہے۔ بہرحال متعدی ہے۔ صُدُّ سے ماضی معروف ثلاثی ہے۔ بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔ یہاں پہلے معنی ہیں ہے۔ مِنْ جَادَّہ مجاورت کے لیے ہے یعنی کسی طرف سے ہٹ کر دوسری طرف جانا۔ یا فقط ہٹنا۔ یا فقط جانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ یعنی ایک صراط مستقیم سے روکے گئے اور باطل راہ چلائے گئے السبل۔ الف لام عہد خارجی سبیل بروزن فیل صفت مشبہ ہے مبالغے کے لیے بھی بہت کھلا راستہ اس کی جمع مکسر ہے سُبُل واؤ ابتدائیہ ہے کلام کے اول ہوتی ہے۔ مَنْ اسم موصول بحالت نصب برائے شرط معمول یہ مقدم ہے یُضْلِلْ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ باب افعال اس کا مصدر ہے اِضْلَالٌ سے ماضی ہے۔ بمعنی معنی ہیں مستعمل ہے یہاں مراد ہے گمراہ کرنا لازم ہوتا ہے ملزم افعال سے متعدی ہوا اس کا فاعل ہے اللہ بحالت رفع ہے۔ فَ حرائیہ ما حرف نفی نام جادہ ہٗ ضمیر مجرور کا مرجع مَنْ ہے جارہ مجرور متعلق ہے مشعور پوشیدہ اسم مفعول کا مَنْ جادہ ہٗ صیغہ واحد مذکر اصل تھا حادہی ی الف کر حرف علت بوجہ نقل (بوجھل) گرائی تنوین تنکیری سے بھی کوئی۔ حاد صَدَرَ سے بنا ہے بمعنی راستہ دکھانا۔ لہٰذا یہ ہوکر مجرور ہوا۔ جارہ مجرور متعلق ورم ہے موجود پوشیدہ کا اور وہ خبر ہے مِنْ شرطیہ کی۔

تفسیر عالمانہ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ مَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ

اے پیارے نبی ان کے یہ مطالبے نقطہ ان کی ضد مذاق کے لیے ہیں نہ کہ حقیقت پسندی کے لیے اور یہ بے وقوف کفار کا پرانا طریقہ ہے آپ سے پہلے رسولوں سے بھی ہنسی مذاق کئے گئے اور بڑے عجیب عجیب مطالبے کئے گئے مجھے تو ان کافر قوموں کو بھی ڈھیل دی اور کافی مدت تک ان کو اسی سرکشی میں بھٹکنے دیا اس تمام عرصہ میں انبیاء کرام ان کو سمجھاتے بتاتے ملاتے ہی رہے۔ لیکن جب ان کی کفریات اور بیہودہ گستاخیاں بڑھتی ہی گئیں تو پھر میں نے اپنی قہاریت و متانیت کا ذرا سا اظہار فرماتے ہوئے ابابیل عظام کے ان بدنصیب گستاخوں کو ایسا پکڑا اور پکڑ کر عالم انوار سے اے نبی تم نے بھی دیکھا اور ایسے اپنے دشمنوں کے ایمان دالعلی تاریخ والوں سے بھی مشاہدہ کیا۔ اور کھا اور پڑھنے والوں نے پچھلے واقعات میں پڑھ لیا کہ کیسا عبرت انگیز ذلت آمیز تھا میرا عذاب جو دنیوی زندگی کی آخری ہی سزا تھی ماں دلعات ماضیہ سے بھی اگر یہ ابوجہل وغیرہ کافرین اور قیامت تک کے ابوجہلی گستاخ آستانہ محبوب کے بے ادب عبرت نہ پکڑیں تو حیات و موت کی ذلت والی حالت سے نہیں بچ سکتے۔ مگر یہ حبیب کریم رؤف رحیم صلی اللہ

علم و حلم کے سدفہ در تحمیل سے طبقہ مالقہ کی ناکمالی۔ طوفان آمالی مذہب تو نہ آئے مگر موت در زندگی
میں ان کی سلامت خوردہ حالت اندر سے پرسطلیں بگڑ جاتا۔ جسموں میں بدبو پڑ جانا۔ اور کسی کریہہ مسلط
ہو جانا کہ خرابی حالت بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں یہ تا قیامت موثر رہے گا۔ اس لیے ہر انسان کو گستاخی
حالت سے بچنا چاہیئے اور صالحین عابدین۔ زاہدین کو گستاخوں سے بہت ہی دور رہنا چاہیئے۔ ورنہ
برا انجام کچھ دور نہیں محققین فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کی بات نہ ماننا ان کے علم۔ تن۔ قوت۔ طاقت
و معجزات کا انکار کرنا ان کے علم لیس حاضر و ناظر ہونے کو نہ ماننا یہ سب استہزا ہے اسی طرح نبی علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو مجبور و بے بس۔ غیر مختار سمجھنا اور کہنا اور لکھنا یہ بھی استہزا ہے۔ ابتداء آفرینش سے آج
تک جتنے بھی کافر ہوئے وہ اس بنا پر ان پر طرح طرح کے عذاب آئے اس کی بنیادی وجہ یہ ہی باطل عقائد
تھے اسی بنا سے انبیاء کرام کی بات نہ مانتے تھے اور اظہار مجبوری کے لیے ہی وہ کافر اپنی مرضی کے معجزات
مانگتے تھے۔ اسے مقدس و باکمال نبی ان بے ادبوں کی نعمت کا تو اندازہ لگائیے کہ نبوت کے لیے اسی قدیر
کریم کردگار نے جو صفت چنی تمام صفات میں قوت و طاقت اور تسخیر کے لیے کوئی حد نہیں رکھتے۔ لکڑی
پتھر کے بتوں اور جانوروں انسانوں کو معبود مان لینے میں معبودیت تو بہر حال نبوت سے
بڑھ کر ہی ہوا جاتا ہے تو یہ کام ایسے ہوں سے وہ مطالبے کیوں نہیں کرتے جو آپ سے کرتے ہیں۔
وہ ہستی تو وہی ہو سکتا ہے جو ہر جان کے ہر فعل مرکب اور ہر حال پر مرقوم ہر بات جانتے ہیں اعلم،
یہ ہو بگہ قائم مذہب ہوں کا قیام بھی کاہ واسطے کسی سے دور نہ ہو۔ اور وہ تو فقط رب تعالیٰ
ہی ہے تو کیا اس ذات علیم کو حد محدود مانتے ہوئے جو ہر نفس کے ہر اس فعل پر خبیر ہے جو اس نے کمایا پھر
اس پر کچھ کاوش ہے جو انہوں نے اس خالق مالک کو چھوڑ کر اللہ کے شریک ٹھہرائے۔ اور شریک بھی
ایسے جس کا نہ سر نہ پیر بلکہ اپنا خود ہی ان بے بس پسند کے نام رکھ لیے اور خود ہی کانٹا چھری لے کر ہر شش
حرکت لیا۔ اسے ہی۔ قُلْ پوچھ کر دیکھ لیجئے۔ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ
مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ
اسے سب بر سبود را پنے ان۔ توں کا کچھ نام تو بیان کر دیا کوئی نام تجویز کر کے سوچ سمجھ کر ان کے مفہوم کر۔
ان لیے کہ نام بامعنی ہوتا ہے بامعنی ان کا ذاتی نام تو فقط لکڑی پتھر ہے۔ لیکن معانی نام کسی صفت کے اعتبار
سے ہوتے ہیں لہٰذا صفاتی نام رکھنے کے لیے وہ صفت ثابت کرنی پڑے گی خواہ خالق رازق
نفع دینے جیسے خالق ضار وغیرہ وگر یہ ثابت نہ کر سکیں۔ نقصان اس لیے ان کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا
اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے نہ ان کو کوئی نام دینے کی جرأت کر سکتے ہیں تو کیا رب تعالیٰ کے سامنے

جسے شرکین کو بیان کرتے پھرتے ہیں ان کے وجود کو وہ علیم و خبیر جو کائنات کے ذرے ذرے کو جانتا ہے، اس سے رمز پردہ بھی نہیں جاتا۔ اگر ہیں کے کسی بھی حصہ میں کوئی بھی کسی چیز میں بھی اس کا شریک ہوتا تو وہ جانتا یا لفظ ہی سادی مائوں سے اُن بتوں کے نام گھڑتے رہتے مگر یہ درست کی دیوی سے مانی کا دیوتا یہ کالی دیوی سے یعنی کال در قحط کو دور کرنے والی اور یہ شن کی دیوی یہ سب بیہودہ سازشیں ہیں تو سب یہ بت کسی صفت میں سب کائنات کے شریک نہیں تو استحقاق عبادت میں کس طرح شریک ہو سکتے ہیں اور سب ان کا کوئی مفاتی نام حقیقتاً نہیں ہو سکتا تو استحقاقی نام معبود کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب ان کے اپنے مکر و فریب ہیں جن کافروں کے دل دماغ عقل و فکر عقیدے ارادے میں جو بھوت نما دیے کے ہیں یا شیطان نے ہر ایک کے باپ دادا سے یا بیوقوف حکومتوں سے اور اوراق مقدسہ سے روکے گئے ہیں۔ یا قرآن ہی کے مکذبین سے رکھ دیا ہے۔ یا ان کی بدعملی نے ان کو فلاح و نجات سے روک دیا ہے۔ یا ان گندے پلیدوں کو خود رب تعالیٰ نے اس کی ازلی ابدی گندگی کی وجہ سے دامن مصطفیٰ سے قرآن و حدیث سے پاکیزہ راہوں سے روک دیا ہے۔ اور یہ قانونی فیصلہ مشاہدے تجربے کے اعتبار سے اٹل حقیقت ہے کہ جس کو رب العالمین گمراہی میں بھٹک چھوڑ دیتا ہے۔ اس کو کوئی بھی کبھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ تفسیر کبیر نے فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اے حبیب کریم ان کافروں مشرکوں سے فرما دو کہ جاؤ اپنے بتوں کے جو چاہو نام رکھتے پھرو۔ یا اللہ کے حضور ان کی سفاہت سے بچ کر گزرتے رہو یا لوگوں میں اپنی باتوں کو ظاہر کرتے ہو یہ تفسیر اس آیت کی اس طرح بھی ہے۔ کہ اے کافر دشت پر ستو تم ان مورتیوں کے کچھ نام رکھو یا نہ رکھو یہ کچھ نہ جانیں گے۔ ان کی حکومت لازوری۔ اور باطل بیکار و تمہاری باتوں سے تم ہو سکے۔ ان کے وسیلے سفارشیں اور تمام تر وردو وظیفے اُس ذات علیم و خبیر کے دربار گاہ میں کچھ فائدے دے سکیں گے اور رب تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ان دونوں دیوتاؤں کا نام و نشان بھی زمین پر نہیں ہے آسمانوں پر ہونے کے تو یہ کافر خود بھی قائل نہیں۔

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ ہدایت پر سب سے بڑا مذہب وصیل لقاء ہے دنیوی زندگی دو قسم پر منقسم ہے دار وصیل یہ کافر منافق اور فاسق کے لیے ہے یہ عصب الٰہی کی دلیل ہے نمبر ۱۔ مہلت یہ رحمت الٰہی ہے در مسلمانوں کے لیے ہے خوش قسمت بندہ وہ ہے جس پر یکیاں آسان ہوں اور گناہ مشکل بدنصیب ہے وہ شخص جو گناہوں کو آسان کرلے اور نیکیوں کو مشکل جانے۔ اور ان کی خیال زندگی فقط ایک وصیل بن جائے

یہ فائدہ فَاعْلَمْ (الخ) سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دین کے کام کرنے والے کو دنیا کی باتوں لعنے طعنوں اور دنیا پرستوں کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر گھبرانا نہیں چاہیئے نہ گھبرا کر دینی کام چھوڑے بلکہ رب کا حوالہ میں لگا رہے۔ اسی قلبی متعلقوں پریشانیوں کا ثواب ملتا ہے یہ مذاق اڑانے تو شروع سے پہلے آرہے ہیں انبیاء کرام سے باز نہیں آئے تو کوئی اور کس شمار میں ہے یہ فائدہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ (الخ) سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ ان آیات سے علماء مشائخ اور مسجدوں کے فی سبیل اللہ کام کرنے والوں اور تعمیری فنڈ جمع کرنے والوں کو مدد دل نہیں ہونا چاہیئے۔ چوتھا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف آسمان سے ہی نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف سے بھی آسکتا ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ استاد۔ مرشد کی بددعا علمی اور والدین کی بددعا یا سی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد۔ قتال غزوات یہ سب عذاب الٰہی ہے ان سب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

احکام القرآن

ان آیات تلاوت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کو کسی آن بے علم سمجھنا کفر ہے وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے۔ موجود کی موجودیت کو اور معدوم اشیاء کے عدم کو جانتا ہے۔ ایک وہابی صاحب نے بلغۃ الحیران کتاب کے تمام کسی صفحے پر رب تعالیٰ کی بے علمی لکھ ڈالی یہ ان کی کفریہ نادانی ہے ہاں اپنے وجود کے عدم کو یا عدم کے وجود کو وہ نہیں جانتا کیونکہ یہ سے ہی نہیں یہ مسئلہ لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ شریعت اور طریقت میں اپنی عقلیں دوڑانا حرام ہے اسی طرح اپنی فہم کے مطابق کسی کو اچھا سمجھ لینا یا اچھے کو برا کہہ دینا بھی شرعاً حرام ہے یہ مسئلہ بَلْ زُيِّنَ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ یہ جملہ سوالیہ ہے جس میں تقابل ہے در تقابل میں شرط ہے کہ اسی قسم کا ایک اور جملہ بھی حرف عطف تردیدی کے ساتھ ہو تاکہ برابری کا سوال مکمل ہو مگر یہاں کئی جملے وَجَعَلُوا لِلّٰهِ (الخ) کسی طرح پہلے جملے کے مطابق نہیں لگتی ایک یہ کہ واؤ عاطفہ لایا گیا حرف عطف او یا امّا آنا چاہیئے تھا۔ دوم یہ کہ جَعَلُوا۔ جملہ فعلیہ ہے جس سے کفار کا ایک فعل و عمل یا عقیدہ ثابت ہوتا ہے جب کہ پہلا جملہ اسمیہ ہے اور وہ دوام کے لیے دست ہے دوسرا جملہ اس کے مطابق نہیں ملتا۔

جواب۔ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ عبارت کیا ہے چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ كَمَنْ لَيْسَ كَذٰلِكَ پوشیدہ ہے۔ اور معنی ہے کہ جو ذات ہر نفس پر قائم ہے کیا اس کی مثل سے حوال طرح ہیں۔ اور اس کے باوجود انہوں نے اللہ کا شریک بنالیا۔ دوسرا قول ہے کہ یہاں

پوشیدہ مَنْ هُوَ قَائِمٌ ہے اور معنی ہے کہ کیا وہ ذات حق قائم ہے۔ اس کی توحید انہوں نے نہ مانی اور سایا ہوں نے اللہ کے لیے شریک بنیسرا قول ہے کہ بَعْلُوا۔ یعنی مصدر ہے اور معنی اس طرح ہے کہ کیا وہ ذات جو قائم ہے ہر نفس پر اس کے عمل سے اور ان کفار کے بنانے پر اللہ کے لیے شریک۔ یعنی اللہ ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور شریک بنانے کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اور سوال مقابل کا نہیں بلکہ اقراری ہے یعنی کیا ایسی وہ ذات ہر نفس اور ان کے شریک بنانے کو دیکھنے والی نہیں ہے۔ ان تینوں صورتوں میں مطابقت ہوگئی۔ وَوَضَعَ الْاِعْتِرَاضَ۔ یہاں فرمایا گیا۔ زُیِّنَ اور صُدَّ یہ دونوں فعل مجہول ہیں۔ اور برے عمل کا مزین ہونا بھی اللہ سے ہے اور مزین کرنا بھی اسی طرح حق راہ سے روکنا بھی اللہ سے ہے۔ تو یہاں مزین کرنے والا کون اور روکنے والا کون ہوا ہے۔ اگر کہو کہ شیطان یا شیطانی لوگ ہوئے تو ان کو کون روکتا ہے اور اس طرح تسلسل یا دور لازم آئے گا اور دونوں باطل اور اگر کہو کہ ہر شخص کا دل روکنے مزین کرنے والا ہے تو دل تو رب کے قابو میں ہے۔ اگر کہو کہ اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔

جواب۔ اس کے تین جواب ایک یہ کہ یہ دونوں مجہول نہیں ہیں بلکہ ایک قرأت میں زَیَّنَ اور صَدَّ معروف ہے کہ فعل خود صورت بگڑنے لگے اور وہ خود رک گئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس امارہ سے خود صورت بنائے اور نفس لوامہ سے ہی روکا اور نفس امارہ کو اغیار ملا ہے جیسا کہ شیطان کو۔

تفسیر صوفیانہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۔ اے نور مطلق سے چمکتے ہوئے قلب عرش اس عالم نفسانیت کو درست کرنے کے لیے جس ہادی و مرشد نے بھی رسالت عرفانی کا پیغام الٰہی سنایا تو وہ اہل تمسخر سے مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر اے نفس دنیا پرست میں نے اس خباثت نفسی کو گوارہ نہ کیا تو میں نے کفر و نفاق و عمل فریب کے مکاروں کو لباد بیئے ادبار صورت ملمع بنا لینے کی کچھ ہی دیر مہلت دی پھر دنیا و آخرت حشر کی رسوائیوں ذلتوں کے ساتھ میں نے پکڑا تو عرش و فرش نے دیکھا کہ کیسی تھی میری سزا۔ صوفیا فرماتے ہیں ربانی تعالیٰ ہزاروں گناہ بخش دیتا ہے مگر اپنے نبیوں ولیوں اور پیاروں کی گستاخی کبھی معاف نہیں فرماتا۔ مکار ان بوالعجبی جنگ دیتا ہے اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ کیا وہ ذات ازلی ابدی جو ہر نفس تمام مخلوق مرئی غیر مرئی۔ آسمانی زمینی کے سر بسر عمل کل ارادے عقیدے خیال و گمان ہر حرکت و ہر سانس پر ہمہ وقت قائم اور نگہبان ہے۔ ہر طریقے اور ہر زبان و لغت کے ذکر سے واقف جو کچھ کسی نے کبھی کیا اس سے باخبر۔ واردات احوال صفات کو جاننے والا وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ اور اہل باطل طالبان دنیا کے۔ شرک نفسانیت کو بھی جاننے والا ہے جس جس کو انہوں نے اللہ کا شریک مقصود و مطلوب بنایا۔ حالانکہ خود بھی یہ اہل نفس و شہوت حقیقت سے باخبر قُلْ۔ اے ضمیر باشعور اپنے قالب کے ان سرکشوں سے سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا

یعلم فی الارض ام بظاھر من القول ۔ اپنے مکر و فریب کا نام ایمان و اسلام کہہ دیا اپنی خواہشات رذیلہ کو کرامات کا نام دے دیا ہے۔ یا ہے جادو کے شعبدوں کو عملیات ولایت سمجھ لیا۔ یا کرب کی طرف ایسے فانی و معدوم چیزیں منسوب کرنے موجب کور مے ہیں پر کوئی نہیں جانتا یا بالکل ہٹ دھرمی اور ضد کی ناروا بات۔ صوفیاء کرام فرماتے کہ یہ آیت ظاہر میں کفار کے لیے ہیں مگر باطن میں منافق کے لیے کافروں نے بت سے کر اسلام کا مقابلہ کیا اور فاسقین نے شریعت و طریقت کے مقابل اپنی نفسانی خواہشات سے مقابلہ کیا۔ بل زین للذین کفروا مکرھم وصدوا عن السبیل ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد بلکہ ان ہی کافروں و فاسقین کے لیے ان کی اپنی بنائی ہوئی مکر کی دنیا خوبصورت کر دی گئی اور اس جنت و دستار سے ہی ریاضت و مشقت کے راہ سے ان کو روک دیا۔ یہ ان پر قہر ربانی ہے اور جس کو وہ بے نیاز ذات راہ حق اور وادی عرفان منزل قرب میں نہ آنے دے تو پھر کس مخلوق کو کبھی کوئی دور رہ یار کا راستہ نہیں دکھا سکتا۔ نہ پھر اس کی ریاضت عبادت مشقت اور ترک دنیا عبادی بارگاہ بن سکے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ تین قسم کی لوگ ہیں جو بغیر مرشد بغیر بیعت ہدایت راہ سلوک میں قدم رکھتے ہیں۔ اور جو وسیلہ نبوت سے خالی ہیں۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ تمام عبادات و اعمال کلی کی قفل ہے اور بیعت مرشد مبشر ہے جس نے مدینے سودہ کے کنجی گھر سے مرید کا تار جوڑ دیا ہے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ

ہے ان کے عذاب ہے دنیوی زندگی اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ

انہیں دنیا کے جینے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے

الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

ناگوار اور نہیں ہے لیے ان کے طرف سے اللہ کے کوئی

سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا

وَّاقٍ ۝۳۵ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

بچانے والا ۔ مثال اس جنت کی جس کا وعدہ کیے گئے متقی لوگ عاری ہیں سے

کوئی نہیں سوال اس جنت کا کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ

ہے اس کے نیچے نہریں میوے کھانے ہمیشہ اور

اس کے پھل ہمیشہ ہیں اس کے سایے ہمیشہ اور

ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّ عُقْبَى

سایہ بھی اس کا ۔ یہ بدلا انجام ہے ان کا جو متقی بنے ہیں ۔ اور برا انجام

اس کا سایہ ڈر والوں کا تو یہ تمام ہے اور کافروں کا انجام

الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝۳۶ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

کافروں کا آگ ہے اور وہ جن کو دی ہم نے کتاب ان کو

کل ۔ اور جن کو ہم نے کتاب دی

يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

خوش ہوتے ہیں سے اس جو نازل کیا گیا طرف آپ کے اور سے گروہوں کچھ

وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو تمہاری طرف اترا اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں کہ

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ

وہ ہیں جو منکر ہوتے ہیں بعض حصے سے اس کتاب کے تم فرما دو فقط حکم دیا گیا ہوں اس کا کہ عبادت کروں

ان کے بعض سے منکر ہیں تم فرما دیجے تو یہی حکم ہے کہ اللہ کی بندگی

اللّٰهُ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ

اللہ کی اور نہ شرک کروں اس کا کسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف

کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف

مَاٰبِ (۳۶)

سب کا لوٹنا ہے۔

بھے پھرنا ہے۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پہلی آیات میں کفار کی خرمستیوں کا ذکر ہوا۔ یہاں ان آیات میں ان کی سزا کا ذکر ہے جس سے یہ آیات کا تتمہ ہو گئیں۔ دوسرا تعلق۔ پہلی آیات میں بتایا گیا تھا کفار کو اپنی فریب کاریاں ہی زینت والی معلوم ہوتی ہیں اور ان کی نگاہوں میں ان کے کارنامے بداعمالیاں خوبصورت ہیں۔ اب ان آیتوں میں حقیقی اور دائمی زینت والی جنت کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اس شخص کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا جس کو رب تعالیٰ ہدایت نہ دے۔ اب ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے کہ رب کی ہدایت کہاں سے ملتی ہے۔ وہ آستانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے جو نبی کریم کی پکار پر لبیک کہہ دے گا وہ ہی ہدایت یافتہ ہوگا۔

تفسیر نحوی لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ لام جارہ تخصیص کے لیے مُم ضمیر جار مجرور مقدم متعلق ہے مَوْجُوْدٌ یا ثَابِتٌ پوشیدہ کا عذاب اس کا فاعل ہے یا مُنْ فاعل خیال رہے کہ لام جارہ جو وہ طرح استعمال ہوتا ہے ضمیر پر داخل ہو تو ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور اگر اسم ظاہر پر آئے تو ہمیشہ مجرور۔ بجز ضمیر متکلم ی کے کہ اس ضمیر کے ساتھ مجرور ہوگا۔ عَذَابٌ بروزن فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے معنی سخت تکلیف دہی مار۔ انیوی ہوا خروی۔ فِی جارہ ظرفیہ الْحَيٰوةِ۔ الف لام استغراقی یا عہد ذہنی بحالت کسرہ ماقبل سے مجرور ہے۔ جار مجرور متعلق دوم ہے ثابت کا۔ اسم جامد کے معنی میں مستعمل ہے یعنی زندگی مصدر بھی حَيَاةٌ ہے یعنی زندہ ہونا (لازم ہے یا زندہ کرنا۔ (متعدی ہے) حَيٌّ سے مشتق ہے بمعنی موجود ہونا۔ موجود رہنا۔ اصل زندگی تین قوتوں کا نام

ہے مبتدا۔ وقف لازمہ۔ نمبر ۲۔ وقف حسنہ۔ نمبر ۳۔ وقف مقبلہ فیہ۔ اس لیے حقیقی زندگی انسان کے پاس ہے۔ حیٰوۃ موصوف ہے الدنیا اسم تفضیل مؤنث صفت ہے جارو مجرور متعلق دوم۔ واؤ حالیہ لام تاکید زائدہ (بے عمل) اکثر مبتدا پر آتا ہے۔ مُعَذَّبٌ بمعنی ہلاکت دفع متکلم ہے نون سے مانع اضافت ہے الآخرۃ۔ الف لام عہدی آخرۃ اسم فاعل مؤنث ہے اَخَّرَ سے بنا ہے بمعنی بہت بعد میں ہونا۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اسنادی مبتدا ہے اشقّ اسم تفضیل اسنادی رفع خبر ہے مبتدا کی۔ شَقَّ مضاف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی بہت ہی سخت تکلیف دینا۔ مشقت ڈالنا۔ واؤ ابتدائیہ سر جملہ کا نافیہ لام جارہ نفع کا ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین سابقہ ہے متعلق ہے موجود پوشیدہ کا مِنْ جارہ چودہ معنی میں مستعمل ہے۔

سر۔ ابتداء غایت کے لیے یہ اصلی معنی ہے۔ نمبر ۱۔ بعضیہ۔ نمبر ۲۔ بیانیہ۔ نمبر ۳۔ تعلیلیہ۔ نمبر ۵۔ بدلیہ۔ نمبر ۶۔ بمعنی عن جارہ برائے مجاوزت۔ نمبر ۷۔ بمعنی ب جارہ۔ نمبر ۸۔ بمعنی فی جارہ۔ نمبر ۹۔ ضد ظرفیہ۔ نمبر ۱۰۔ بمعنی علی۔ نمبر ۱۱۔ افتراق کے لیے۔ نمبر ۱۲۔ زائدہ۔ نمبر ۱۳۔ بمعنی الی۔ نمبر ۱۴۔ بمعنی لجز کہا۔ یہ مِنْ بمعنی عن مجاوزت کا ہے۔ یا بمعنی ب ہے۔ اللہ مجرور جارو مجرور متعلق دوم مِنْ جارہ بعضیت کے لیے وَاقٍ اسم فاعل باب ضرب سے ہے وِقَایَۃٌ سے مشتق ہے لیف مفروق ہے بمعنی بچانا۔ حفاظت کرنا ہر صورت متعدی ہے یہ صیغہ واحد اصل تھا وَاقِیٌ۔ تنوین کے بوجھ کی وجہ سے ی حرف علت گر گئی۔ اسحاب کسرہ ہے متعلق سوم ہے ایک پوشیدہ موجود کا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ۔ مَثَلٌ اسم مفرد جامد بحالت رفع مبتدا ہے۔ تجری فعل اس کی خبر ہے۔ اِس کا معنی تشبیہ۔ برابر۔ کیفیت۔ حالت۔ صفت۔ یہاں بھی صفت ہے۔ اصلی حقیقی معنی تشبیہ ہے۔ تشبیہ پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ نمبر ۱۔ ذاتی جس کو نہ کہا جاتا۔ نمبر ۲۔ کیفیت جس کو منابہ کہا جاتا ہے۔ نمبر ۳۔ جسمانی جس کو مساوی کہا جاتا ہے۔ نمبر ۴۔ تعدادی اس کو ہم وزن کہا جاتا ہے نمبر ۵۔ صوری اس کو مشکل کہا جاتا ہے۔ لفظ مثل سب کے لیے مستعمل ہے الْجَنَّةِ۔ الف لام عہد خارجی جنۃ بمعنی پوشیدہ باغ۔ مراد ہے عالم آخرت بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے مثل۔ موصوف ہے الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث صفت ہے وُعِدَ فعل ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد مذکر غائب پورا جملہ فعلیہ صلہ ہے وعد سے بنا ہے بمعنی عہد کرنا۔ اقرار کرنا۔ معاہدہ کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ الْمُتَّقُونَ الف لام استغراقی۔ جمع مذکر سالم بحالت رفع نائب فاعل ہے وَعَدَ کا اِس کا واحد ہے مُتَّقِیٌ۔ دراصل تھا مُتَّقِیُوْنَ ی اپنے ضمہ اور ماقبل کے کسرے کی وجہ سے ثقیل ہوئی اِدغام گئی اور ضمہ ماقبل کو مل گیا بحالت وقف تَجْرِي فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب ضَرَبَ جنس ناقص یائی سے مشتق ہے

سعی ۔ چلنا مراد ۔ تیز چلنا ۔ تیزی سے گزرنا ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اس سے پہلے پوشیدہ ہے ان ۔ یا اللہ اس لیے کہ یہ خبر اور بیان سے مثل کامن جاءنا بھی فی الرفیہ تحت ہم طرف ہے بحالت کسرہ حالہ ضمیر واحد مؤنث کا مرجع جنۃ ہے مضاف الیہ ہے عدن فھرٌ الف لام عہد ذہنی یا استغراقی جمع مکسر ہے نھرٌ بمعنی وہ جگہ جس کو بہتے پانی کے لیے بنا جائے خواہ چھوٹا نالا سوا بڑا گہرا ہو یا نہ ہو بحر وہ راستہ جس کا پانی خود اپنے لیے بنائے ۔ یہاں جگہ مراد نہیں بلکہ وہ پانی یا بہنے والی چیز مراد ہے گویا سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے ۔ بحالت رفع فاعل سے تجری کا الف اسم حامد حاصل مصدر الف سے بنا ہے بروزن فعل واصلہ ہے بمعنی نفا ۔ کھانے (طعام) ۔ میوہ پھل ۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں ھا ضمیر مجرور متصل کا مرجع جنت ہے یہ جنت کی دوسری صفت ہے ۔ معطوف علیہ ہے ۔ دائمٌ اسم فاعل بمعنی ہمیشہ ہونے رہنے والے ۔ دوام سے مشتق ہے اسی سے ہے ۔ دوام ۔ دال عاطفہ ظلُّ اسم جامد ہے وحدہ مذکر ہے بمعنی سایہ بحالت رفع معطوف ہے ظل کا ھا ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا ۔ معطوف علیہ معطوف جز کر خبر ہوئی دائمٌ مبتدا اور بیانی کی ۔ تلک اسم اشارہ قریبی ہے لفظاً مؤنث ہے ۔ غیر متکثر معنی ہے بحالت رفع مبتدا ہے اس کا مشار الیہ محذوف معنوی ہے مراد ہے جنت اور اس کی نعمتیں تلک والا عقبی ہے اس کے ساتھ لام ملا کا لگایا اور کاف ضمیر حاضر کا لگایا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ی گر گئی عُقبیٰ اسم تفضیل مؤنث ہے بروزن دنیا اس کا مذکر ہے ۔ عقب بمعنی پیچھے آنے والا یعنی آخری انجام بحالت رفع خبر ہے تلک کی الذین اسم موصول مضاف الیہ عقبی کا ۔ بحالت جر ہے اتقوا اصل مانی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب باب افتعال سے ہے اس کا مصدر ہے اتقاءٌ اصل میں تھا اوتقاءٌ واو کو ت بدلا اور باب کی ت میں ادغام کر دیا وقی سے مشتق ہے بمعنی ڈرنا ۔ پرہیزگار ہونا ۔ گناہوں سے بچنا ۔ واؤ سر ملا عطفی مضارع مرفوع الف لام استغراقی کافرین جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے کافر اسم فاعل کفرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک کرنا مجرور کیونکہ مضاف الیہ ہے عقبی متقین کا ۔ النارُ ۔ الف لام عہد ذہنی نار اسم جامد ہے بمعنی آگ مراد ہے جہنم دوزخ کا نام ہے ۔ بحالت رفع خبر ہے مبتدا عقبی کی والذین اٰتینٰھُمُ الکتٰبَ یفرحون بما انزل الیک ومن الاحزاب من ینکر بعضہ قل انما امرت ان اعبد اللہ ولا اشرک بہ الیہ ادعو والیہ مآب والذین اتینٰھم الکتٰب ہم موصول اس مذکر ایتا فعل ماضی مطلق جمع متکلم کا فاعل اللہ تعالیٰ ھم ضمیر جمع مذکر کا مرجع الذین اتیتک الف لام عہدی ۔ خارجی یا ذہنی کتاب بروزن فعال صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول مکتوب ۔ بحالت نصب مفعول بہ ہے ۔ یہ اور جملہ موصول جملہ سے مل کر مبتدا ہے یفرحون فعل مضارع معروف باب فتح سے ہے فرحۃ یا مرح سے بنا ہے بمعنی بھی خوش ہونا ۔ خوش قسمت ہونا ۔

اس کا فاعل ضمیر جمع کا مرجع لوگ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر جملہ ہے مبتدا کی ث جارہ تعلیلیہ نا صولہ اُنزلَ فعل ماضی مطلق مجہول باب افعال سے ہے مصدر سے انزالٌ بمعنی اُتارنا۔ اوپر سے نیچے لانا۔ الی حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے ک ضمیر واحد مذکر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جارہ مجرور متعلق اُنزل کا ہوا وہ صلہ سے ما کا وہ معطوف سے یعنی ون کا واو سر عطف من جارہ تبعیضیہ الاحزاب الف لام استغراقی احزاب ی معنی گروہ۔ فرقہ۔ جماعتیں۔ احزاب یعنی فرقے جماعتیں جارہ مجرور متعلق ہے یوشیدہ اسم مفعول موجود کے یہ جملہ اسمیہ مبتدا سے۔ من اسم موصول۔ یُنکرُ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب باب افعال سے اس کا مصدر ہے انکار۔ نکرٌ سے مشتق ہے معنی نہ ماننا۔ علیحدہ ہونا۔ مخالفت کرنا بھی نہی ہے۔ اس کا فاعل ہ ضمیر کا مرجع من ہے بعضہ۔ اسم جامد معرفہ کرہ بمعنی ٹکڑا۔ حصہ۔ جزء۔ پھر غیر معین۔ سب معنی ان سکتے ہیں حالت نصب سے مفعول بہ سے ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع ما انزل ہے۔ قُل فعل امر حاضر خطاب ی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اگلی جملہ سابق سورت سے قُل کا۔ ان حرف مشبہ بالفعل ما کافہ۔ یہاں ما کی وجہ سے ان کا عمل نہ ہوا ہے۔ اُمرتُ فعل ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد متکلم باب نصر سے ہے امرٌ سے مشتق ہے یہاں معنی حکم دینا ہے۔ ان حرف مشبہ بالفعل مخففہ من الثقیلہ۔ اس کا اسم ضمیر ہ یوشیدہ ہے۔ انہ تھا۔ مگر ایک قول میں یہ ان ما صلہ سے اور ہی صحیح ہے اسی لیے قرأت مشہورہ میں اَنْ فعل مضارع معروف واحد متکلم منصوب ہے۔ یہاں کا معمول ہے۔ اَنْدُ باب نصر سے ہے بندگی سے مشتق ہے۔ لغوی معنی جھکنا۔ متقول شرعی معنی کسی کو معبود سمجھ کر اس کا حکم ماننا۔ واؤ عاطفہ سے عطف ہے لَا اُشْرِکَ فعل مضارع معروف واحد متکلم بحالت نصب عطف تالی کی وجہ سے ان ناصبہ کا عمل یہاں بھی پہنچ گیا۔ باب افعال ہے۔ مصدر ہے اِشْرَاکٌ شِرْکٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ شریک ساجھی ہم مثل سمجھنا۔ ساجھی ہم رتبہ بنانا۔ کفر کرنا یہاں پہلے معنی مراد ہیں ب جارہ بمعنی منع ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ لی جارہ انتہاء غایت کے لیے ہے ہ ضمیر مجرور کا مرجع اللہ تعالیٰ جارہ مجرور متعلق مقدم ہے۔ حس سے حصر کا فائدہ ہوا۔ اَدْعُوْ۔ فعل مضارع معروف واحد متکلم باب نصر سے مشتق ہے معنی پکارنا دعوت دینا۔ بلانا۔ یہاں اُدْعٰی معنی مادہ سے واؤ سر عطف الی جارہ اپنے ہی اصل معنی انتہاء غایت کے لیے ہے ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ تعالیٰ جارہ مجرور متعلق کا مرجع اللہ تعالیٰ جارہ مجرور متعلق ہے ثابت اسم پوشیدہ کا ہیت جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوگا۔ تاب اس کا فاعل ہوگا۔ ایک قول میں ثابت الیہ جملہ مبتدا ہوگا۔ اور تاب اس کی خبر ہو کر پھر جملہ اسمیہ۔ تاب۔ اسم ظرف ہے اوبٌ سے مشتق ہے باب نصر سے بمعنی لوٹنا۔ یہ تاب ظرف مکان بھی ہوتا ہے یعنی لوٹنے کا وقت اور ظرف مکان بھی یعنی لوٹنے کی جگہ یہاں ظرف مکان۔ ب

لام کلمے پر کسرہ ہے کیونکہ دراصل تھا مَآبِیْ یعنی میرے لوٹنے کی جگہ کی حکم محذوف موی سے دوسرا کسر کی علامت ہے۔ یہ مصدر میمی بھی ہوتا ہے مگر یہاں ظرف مکانی و حد مذکر کا صیغہ ہے

تفسیر عالمانہ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۔ رب تعالیٰ نے کفار کی دنیوی حالت کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے۔ یا تو اس طرح کہ اس زندگی میں حادی نہ ملنا یا ہدایت پانے کی توفیق نہ ملنا یہ بڑا عذاب ہے کیونکہ آخری عذاب کا سبب ہے یا دنیا کی تکالیف مصیبتیں ذلتیں قتل و غارت اور مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں قید و بند کی صعوبتیں یہ عذاب اگرچہ یہ تکلیفیں مسلمانوں کو بھی پہنچ سکتی ہیں مگر یہی چیزیں مسلمانوں کے لیے عبرت آزمائش اور ذریعہ نجات و ترقی درجات بن جاتا ہے۔ علماء کرام کا ارشاد ہے کہ دنیا کی ہر چیز دولت ثروت۔ عزت سلطنت تجارت۔ اور بیماری غربت۔ ذلت لڑائی جھگڑا فساد جنگ کافر کے لیے عذاب ہے اور مومن کے لیے عذاب نہیں بلکہ مومن کے لیے عبرت آزمائش اور ذریعہ نجات۔ کیونکہ کافر ان ہی اشیاء سے جہنم کما لیتا ہے اور مومن ان ہی چیزوں سے جنت پا جاتا ہے۔ یہ تو دنیا کے حالات ہیں لیکن آخرت کا دائمی عذاب بہت ہی زیادہ سخت ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس کی صرف اگ کی یہ کیفیت ہے کہ جب جہنم بنائی گئی تو ہزار سال تک آگ بڑھائی جاتی رہی یہاں تک کہ تاحد نگاہ آگ ہی آگ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک تیز کی گئی تو سیلی ہوئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکائی جاتی رہی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال تک دھکائی جاتی رہی تو نیلی ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک سخی کی جاتی رہی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار تک جلائی جاتی رہی تو سیاہ ہو گئی۔ سب کہ دنیا کی آگ صرف دو درجہ گرم ہے اور جہنم کی آگ ستر ہزار درجے زیادہ تپش اور تیزی والی ہے اس کیفیت والی دوزخ سے کافر کو کوئی بچانے والا نہیں نہ کوئی نکالنے والا۔ اللہ کی طرف سے کوئی محافظ مددگار مقرر نہیں۔ جس نے بچنا ہے دنیا میں ہی اپنا بندوبست کر کے آئے۔ اللہ کی طرف سے بچانے والا تو صرف پیارا محبوب ہی ہے وہی رات سے وہی محافظ وہی مشکلشا وہی حاجت روا۔ اسی کا دامن جہنم کی پناہ ہے۔ اسی کے قدموں میں جنت ہے اس کی شان کیفیت اس کی صفت نعت اور تعریف جس جنت کا وعدہ اللہ و قیامت سے ڈرنے والوں جہنم عذاب اور رب تعالیٰ کی نافرمانی ناراضگی سے بچنے والے پیارے بندوں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے محلوں مکانوں گھروں کھڑکیوں اور تمام کمروں کی دیواروں کے نیچے سے ہر طرح کی نہریں بہتی ہیں۔ شریعت والوں کے لیے دودھ کی نہر طریقت والوں کے لیے شہد کی اہل معرفت کے لیے شراب طہور کی اہل حقیقت کے لیے

انوار ذات کی نہر۔ اُس کا کھانا ابد الآباد تک ہے کہ جب سے پیدا ہوا ہے کبھی فنا نہیں یا اس طرح کہ اس کی لذت ہمیشہ بھوک میں بھی سیری میں بھی ہے بخلاف دنیوی کھانوں کے کہ بھوک میں اُن کی لذت ہوتی ہے مگر سیری میں کوئی لذت نہیں یا اس طرح کہ پہلے توڑتے ہی دوسرا موجود یا اس طرح کہ ہر وقت کھایا جا سکتا ہے دنیوی کھانے صرف بھوک پر کھائے جاتے ہیں۔ یا اس طرح کہ ہر موسم میں ہر کھانا موجود۔ یا اس طرح کہ ہر کھانے میں غذائیت لذت اور تروتازگی ہمیشہ موجود رہے گی جنت کی تیسری چیز اور بے مثال نعمت اُس کا سایہ ہے۔ یا درختوں کا سایہ یا محلات کی دیواروں کا سایہ۔ اور یا رحمت و عنایت کا سایہ۔ یا سایہ سے مراد آرام و عافیت ہے یا یہ سائے سایہ مراد ہیں بہرکیف اس کے سایہ بھی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گے دنیوی سایوں کی طرح ختم نہ ہوں گے اُس کے درختوں کا سایہ بھی دائمی کیونکہ وہ سورج سے نہیں ہے جو ختم ہو جاتا ہے اور اُس کا رحمت احسانات کا سایہ اور آرام و عافیت بھی دنیا کی مثل نہیں جو کبھی ہے کبھی نہیں۔ عافیت جنت کو ظل سے مشابہت دینے کی وجہ۔ یا اس لیے اہل عرب کے لیے سایہ بڑی نعمت ہے اسی طرح دنیا کے ہر گرم ملک کے لیے سایہ عظیم قدر و منزلت والی نعمت ہے۔ یا اس لیے کہ گرم اور سرد ہر ملک و علاقے کے لیے سایہ ضروری ہے۔ سایہ گرمی سردی، برسات۔ برف باری سے بھی بچاتا ہے۔ بلکہ عزت و آبرو کو بچانے والا بھی سایہ ہے۔ محققین فرماتے ہیں سایہ تین قسم کا ہے۔

نمبر۱۔ جسم کا سایہ۔ نمبر۲۔ پناہ کا سایہ۔ نمبر۳۔ رحمت کا سایہ۔ نمبر۴۔ حمایت کا سایہ۔ نمبر۵۔ عافیت کا سایہ۔ نمبر۶۔ مامتا کا سایہ۔ نمبر۷۔ شفقت اور محنت کا سایہ۔ نمبر۸۔ بھروسہ کا سایہ۔ نمبر۹۔ پرورش و تربیت کا سایہ۔ نمبر۱۰۔ ہیبت کا سایہ۔ نمبر۱۱۔ نسبت کا سایہ۔ نمبر۱۲۔ خاندانی سایہ۔ نمبر۱۳۔ وطنیت کا سایہ۔ ظل اور سایہ ہر وہ چیز ہے جو کسی کو کسی مصیبت سے بچائے۔ جنت کا سایہ عزت افزائی اور بلندی شان وغیرہ عمل کے لیے ہے تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۔ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ ۔ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ یہ جنت جس کا ذکر ابھی قریب ہی ہوا ہے اور ذکر کیا عقبیٰ سے قریب ہے۔ اہل ایمان صاحب عرفان کے مراقبے و مشاہدے کے قریب ہے ان بیانات مخلص بندوں کا آخری ٹھکانہ ہے جو متقی بن کر زندگی گزار گئے۔ اور منکروں منافقوں کافروں مشرکوں کا آخری ٹھکانہ آگ اور آگ کا علاقہ جہنم ہے۔ کیونکہ جنت کا راستہ تقویٰ ہے اور جہنم کا راستہ کفر و نفاق و مکر و غداری یہ تو ابتدائی مومنوں کافروں کا انجام ہے اور وہ نو مسلم لوگ جن کو ہم نے کتاب دی تھی یہودیوں میں تورات والے اور عیسائیوں میں انجیل والے اِن تینوں کتاب قرآن مجید سے بھی انتہائی مسرور اور شکر گزار ہیں جو اسے

پیارے نبی آپ ہی کی طرف آپ پر نازل کی گئی۔ یہاں فرحت سے مراد سرور کی خوشی ہے نہ کہ غرور کی۔ یہ بڑے مرد تھے وفد یہود و نصاریٰ میں سے ۶۰ ساٹھ صحابی ہے چالیس مرد نجران کے بارہ ہی عیسائیوں کے بہت بڑے بڑے عالم آنحضرت کے پاس آئے۔ ان میں سے راہب ان میں عبداللہ بن سلام بھی تھے۔ تیس راہب جتنے کے ان میں کعب عادی تھے۔ تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد توریت داخل ہے۔ روح البیان۔ معانی کبیر نے بھی یہ ہی فرمایا۔ اور کچھ منافقوں کے گروہ میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرے مکالمے جہاد لے کت مباحثے اور اسلام میں تخریب کاری کے لیے حرب بن گئے تھے اور اسلام کے خلاف جنگ چھوڑ کر چکے تھے ان میں کچھ جیسے کعب بن اشرف اور عبداللہ ابی منافق وہ ہیں جو قرآن مجید کی بعض آیتوں کا اور بعض قرآنی فیصلوں کا اس لیے انکار کرتے ہیں نہ اس میں ان کی مرضی کی رسم اور آسمان آداب علمی کے قانون نہیں یا اس لیے کہ توریت و انجیل میں وہ قانون نہیں تیرا۔ اسے پیارے نبی فرمائیے کہ۔ میں فقط اسی چیز کا حکم دیا گیا ہوں کہ ہر حال مروت میں نرمی گرمی میں آرام دے تری میں اسی اللہ کی عبادت کروں اور کسی بھی اس کے قانون اس کی عبادت اس کی شریعت موجودہ میں کسی اور قانون و شریعت کو شریک نہ کروں۔ اب نہ توریت نہ اس کی شریعت سے نہ زبور نہ انجیل اب تو اس اللہ وحدہ لاشریک کی شریعت طریقت عبادت ریاضت قانون اسکے سب کچھ صرف قرآن میں ہیں۔ اور میں تم کو اسی کی طرف بلا رہا ہوں۔ اب تو میری طرف اور قرآن کریم کی طرف آنا اسی رب تعالیٰ کی طرف آنا ہے کیونکہ میرا ہر معاملے میں دعوت عبادت آپ بلانے۔ چلنے چلانے۔ اطاعت کرنے کرانے میں اسی رب کریم کی طرف آخری رجوع ہے اور میرا حکم مان کر میرے پیچھے چل کر تمہارا رجوع بھی اور تا قیامت سب جن و انس ملوک و ملک کا رجوع بھی اسی کی طرف ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا کی مصیبتیں کافر کے لیے عذاب دنیوی ہے اور مومن کے لیے ترقی درجات کا باعث ہے یہ فائدہ لفظ عدد ات میں لفظ کی تخصیص اور تقدم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ کافر اور ہر بدعقیدہ سے بالکل دور رہے اس کے طور طریقے۔ محفل۔ صحبت۔ وعظ نصیحت اور کتابوں سے بچے۔ اسی طرح شکل و صورت لباس کلام سے نفرت کرے یہ فائدہ من ذیق فرمانے سے حاصل ہوا جس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے دشمنوں کافروں اور اللہ کے دشمنوں سے کوئی تعلق نہیں۔ تیسرا تعلق۔ ایمان کے بعد سب سے بڑی عبادت تقویٰ ہے۔ یہ فائدہ ذیق الموت سے حاصل ہوا جس سے ثابت ہوا کہ دنیا اصلاً متقیوں کے لیے ہے مالی کو ان کے طفیل یا ان کی معاونت سفارش اور وسیلہ سے ملے گی۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر عطا اور منزل نعمت کا شکریہ اور خوشی منانا فرض ہے۔ یہ مسئلہ یفرحون (۱) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ قرآن مجید بالوریت و زبور و انجیل تک یک حرف کا انکار کرنا بھی کسی طرح عقل سے میں طرح سب کا۔ لیکن توریت و زبور و انجیل کا یہ حکم اس وقت تھا جب یہ اپنی اصلی زبانوں میں تھیں آج یہ مصنوعی بائبل اور انجیلیں یہ حکم نہیں رکھتی۔ ہاں قرآن مجید کے یہ حکم قیامت تک ہے جو فرقہ صحابہ یا جبرئیل پر اتہام لگانے کہ انہوں نے بھول کر یا خیال کر انہیں مل دیں وہ مطلق بکا کافر ہے یہ مسئلہ من ینکر بعضہ سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ بی پسند کے مسئلہ بنانے یا نہ ماننے گمراہی ہے وہ یہ کام شرعاً حرام ہے۔ یہ مسئلہ بھی من ینکر (۱۲ ح) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ان کے لیے دنیوی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے۔ لیکن جن کفار مکہ کو یہ کہا جا رہا ہے ان میں سے تو بہت سے مسلمان ہو گئے پھر یہ خبر عذاب آخرت سب کے لیے بھی اور درست کیونکر ہوئی۔ اور سیاق کلام سے یہ محل قیامت کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر جھوٹی اور خلاف نہیں ہو سکتی۔

جواب۔ اس کے دو طرح جواب دیے گئے ہیں پہلا کہ یہ خبر صرف ان کے لیے ہے جو مسلمان نہ ہوئے ان کا ایمان مقطع تھا۔ تقدیر ہی میں ان کی موت بھی کفر پر تھی بلکہ دنیوی عذاب ہی ان کی موت تک تھا۔ یا یہ کہ آخرت کا عذاب اور اس کی سختی بتائی جا رہی ہے تاکہ اس سے بچیں نہ کہ کسی کے لیے خبر ہے کسی خاص کی طرف نسبت کر لیں کہ یہ اخروی عذاب ہوگا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کلمہا دآبۃ جس سے ثابت ہو کہ جمیع دنیا دآبات نہیں۔ اور دوسری آیت میں ہے کل من علیہا فان تیسری آیت میں ہے۔ کل شئی ہالک الا وجہہ ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنت بھی ہلاک ہیں ہوئی تاکہ آیات میں مطابقت ہو جائے۔ لیکن حدیث میں آتا ہے جنت پیدا ہو چکی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا ہے۔ تو یہ مطابقت کیسے ہو۔

جواب۔ جنت پیدا ہو چکی ہے احادیث کے علاوہ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ اعدت للمتقین و الارض تبقی و تفنی و کل من علیہا فان سے مراد صرف زمین کی چیزیں ہیں اور کل شئی ہالک (قصص) یہ عام مخصوص منہ بعض ہے۔ لہٰذا جنت اس میں داخل نہیں اسی طرح عرش لوح قلم حور و غلمان بھی ان میں شامل نہیں اور دوزخ بھی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا و من ذریتی ربنا و تقبل دعاء پھر فرمایا گیا ربنا اغفر لی و لوالدی ان دونوں میں تعارض کیا ہے۔ ظاہر ان کا ربط کلام معلوم نہ ہونے سے۔

جواب۔ اتصال اس طرح سے کرے کا نزدا اور منافقوں و بعض کو ماں لیتے ہو اور بعض قرآن کو نہیں مانتے مگر میں حکم دیا گیا ہوں کہ جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے اس سب کے مطابق عبادت کروں اور اسی قرآن میں یہ بھی حکم دیا گیا ہوں کہ کسی طرح کا شرک نہ کروں اور پورے قرآن کی طرف بلاتا ہوں یا یہ مطلب ہے کہ تم تو بعض قرآن مجید کو مانتے ہو بعض کا انکار کرتے ہو مگر مجھ کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور عبادت یہ ہے کہ سارے دین سارے قانون سارے قرآن پاک پر ایمان لاؤ۔ ایک حرف کا بھی انکار کیا تو کوئی کام عبادت نہ رہے گا۔

تفسیر صوفیانہ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ رہی وہ شقاوتیں جنانی و لسانی ہیں ان کے لیے بعد کا عذاب حجاب کی لعنت جہالت کی مار اور غفلت کی مزلہ ہے ان کی اسی خواہشات نفسانی کی دیوی رندگی میں۔ لیکن آخرت دنیا میں جسمانی بھوک پیاس اور دیماری سے تڑپتے پھڑکتے ہیں اور روح کی بھوک پیاس کی پروا نہیں کرتے مگر آخرت قبر حشر میں جب محسوس ہوگا تو بے حد شدید ہوگا اور وہاں عذاب الیم نظر آئے گا یہاں جسم کا غلبہ ہے وہاں روح کا غلبہ ہوگا۔ یہاں جسمانی بیماری تڑپاتی ہے وہاں روحانی بیماری والے تڑپیں گے۔ لیکن معالج دونوں بیماریوں کے نہیں ہیں اس لیے مُوْتُوْقَتْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ آج ہی رون کی فکر کرو اور روح کی بیماری سے بچو ورنہ کل قیامت میں ایسے برے دل والوں بیمار روح اور برے نفس والوں کے لیے دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا اسرار و انوار قدسیہ کے ان سدا بہار باغوں کی مثال جن کا وعدہ مسافرین راہ طریقت اور وادی عشق الٰہی میں قدم رکھنے والے متقیوں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے کرم فضل رحمت محبت کی جاری نہریں بہتی ہیں جن میں عنایت کا دودھ۔ توفیق کا شہد اور محبوبیت کا پانی اور دمدار حق کا شراب طہور ہے جس کے جلوات جمال کی ندائیں اور مکاشفات جلال کے میوے دنیا قبر حشر جنت میں ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں۔ اور اسی چمن توحید میں ان مقدس پاکیزہ روحوں کے لیے مقامات احوال واردات کے گچھے سجائے بھی ہوئے ہیں تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۔ یہ انوار کے پھولوں والے متقیوں کی ہواؤں سے لہلہاتے گلشن ان بندوں کا آخری دائمی انجام ہے جو دنیا اور اہل دنیا کے کانٹوں دلوں۔ طعنوں طرزوں مذاق دل لگی کے لگتے سے بچتے ہوئے۔ گناہوں کی تاریکیوں سے بچتے ہوئے اغیار کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے خوف الٰہی عشق معلمانی کا چراغ تقوے کے روغن سے روشن رکھتے رہے۔ دشمنی کی طوفانی ہواؤں سے بھی شمع عرفانی کو بجھنے نہ دیا۔ لیکن ان عشاق مخلصین کے مخالفین کافرین کا انجام محرومی کی جلن حجاب کی آگ اور حسد و بغض کے شعلے ہیں جن میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

وَمِنْ خَلْفِهٖ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ ۔ اور وہ روح اور قلب جن کو ہم نے اسرار حکام اور حقائق ربانیہ کی کتاب عشق اور خزانہ محبت عطا فرمائی وہ تواتر واردات کے نزول سے مشکور مسرور ہیں جو اے حبیب رحمت آپ کے روح وجسم کی طرف نازل ہوئے اور آپ کے آستانے سے ہی سارے انبیاء اولیاء کو ملے وَمِنْ خَلْفِهٖ حوادثات باطنی اور فاسدوں سے جہالت اور ان ریاضتوں عبادتوں کی مشقت کی وجہ سے مرتبے مکانیے کے ثبوت کے منکر ہیں قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ۔ اے عرش نشین فرشیوں کو معرفت الٰہی کی طرف بلانے جھانے والے صاحب اسرار راز دار خدا نبی الانبیاء طرح کرم مدد ہونی سے کہہ دیا گیا ہوں کہ میں شریعت طریقت حقیقت معرفت کے راہ حق میں اللہ کی عبادت ہر آن سر لمحہ کرتا ہی رہوں۔ صوفیاء کرام و عارفین اکمل فرماتے ہیں کہ سات آسمان سات زمینیں عرش و کرسی اقطار کائنات کے معلقے ہیں اور ملک و ملکوت میں ایک انچ بھی ایسی جگہ نہیں جہاں عبادت مطلق نہ ہوتی ہو وہ سراسر کہہ دیا گیا ہوں کہ کسی نفس خواہش ظاہر باطن۔ مقصد سے ارادے۔ خیال گمان چاہت پسند کو اپنے معبود حقیقی کے مقابل نہ لاؤں خلوت و جلوت میں اسی کی پسند میری پسند ہو۔ اے راہ سلوک پر چلنے کی خواہش والو! تو میری طرف میں ہی رب کی طرف تم کو بلا رہا ہوں میرے ہی قدم کا نام صراط مستقیم ہے اور میری زندگی ہی عبادت الٰہی کی روشن دلیل اور واضح آیت ہے مجھ سے ہٹنا ہی شرک عظیم ہے اسی قرب ذات کی طرف میرا چلنا میرا ٹھکانہ اور آخری منزل مقصود ہے حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کوئی عارف درجات محبوبیت میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت فرض و سنت نفل و ردو وظائف پر عامل کامل نہ بنے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ

اور اسی طرح ہم نے اتارا اس کو قانون بنا کر عربی میں اور اگر

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فیصلہ اتارا اور اگر سننے والے گر تو

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ

اب بھی تو نے پیروی کی ان کی خواہشات کی اس کے بعد اس کے کہ آگیا تجھ کو کچھ

ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم۔

الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

علم میں ہو تو اب تیرے باپ سے اللہ کے کوئی مددگار اور نہ بچانے والا

تجھ کو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

اور بیشک ہم نے بہت رسولوں کو تجھ سے پہلے آپ کے اور بنائیں بیبی

اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

بی بی کے بیویاں اور بچے اور نہیں بن پڑتی کسی رسول کے کہ

بیبیاں اور بچے کئے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ

لائے کوئی معجزہ مگر جب اللہ کی چاہے ہر مدت کے

لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدہ کی ایک

كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ

لکھت لکھائی ہے۔ مٹاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور ثابت رکھتا ہے

حکمت ہے اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے

وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ

اور پاس ہی کے ہے اصل کتابی اور اگر ہم دکھا دیں تم کو

اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے اور اگر ہم ہی دکھا دیں تمہیں

بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا

بعض وہ جو ہم وعدہ دیا ہم سے ان کو یا وفات دے تجھ کو ہم تو
ہی وعدہ جو انہیں دیا ہمارے ذمے ہی سے اس میں تو

عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

تو فقط پہنچا ہے اور ہم حساب ہے
تجھ حال تم پر تو صرف پہنچا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ ہمارے حبیب کی پکار اور دعوت اسلام ہی ہماری ہدایت ہے۔ اس کو ہم کر کر دکھائیں اس کو اسی ادا سے اور رکھتے ہیں اب فرمایا جا رہا ہے صرف ایک پکار اور ملا ہی نہیں بلکہ تمام محبوب کی ہر ادا ہماری ہر نعمت کا حکم ملنا بھی اٹل قانون ہے۔ اور ہر حکم علی الرغم دشمن کی مانوں کا نام ہی انکام قرآن ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں اہل کتاب کا ذکر کہ انہوں نے علوم جاودانی ترسے کے باوجود کیسی کچی باتوں سے منہ موڑ لیا بعض کو ماننا بعض کا انکار کیا اب مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنی مانوں سے ان کی اس طرح کی باتوں کو نہ سنو نہ ان کی رد چلنا اور نہ تمہارا بھی کوئی مددگار ہوگا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں سب اور اس کی نعمتوں کی عام اور دوام کا ذکر تھا اب ان آیتوں میں دنیا کی نعمتوں کا اسباد بقا اور ثبوت و محو ہونے کا بیان ہے کہ یہاں سب چیزیں فنا تو ہونا ہوا چلا آیا ہے اور رہے گا رہتی سنت اللہ ہے۔ لہذا یہاں دل نہ لگاؤ۔

شان نزول۔ کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وار اب کی وقت بدر الہ اس کیا تھا کہ سب لگڑی ہیں تو موسیٰ بچے گر ماریں سانپ ہی کو تو مارک الذ ہوا یا ہے۔ اصل دراصل بیہودوں کا بھانا نکلا ہے منہ کہیں مکہ کے ذریعہ کریا اس کے جواب میں یہ پانچ آیت اتریں۔ سورت سبز ۴۳ آیت ۴۳ اس کی آخری آیت نمبر ۴۳۔ مدنی ہے۔

تفسیر نعیمی [illegible] ما نسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ الم تعلم ان اللہ لہ ملک السمٰوٰت والارض وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔ اور سرکار نے کلام

کے لیے، کذلک حرف تشبیہ۔ اس کا مشبہ بہ سابقہ کلام اَنْتَ هُدًى لِكِتَابٍ ہے اور مُشَبَّہ اَرْسَلْنٰكَ ہے اس لفظ کی مناسبت اس طرح سے۔ کاف تشبیہ کا۔ اشارہ بعید کا۔ لام علامت بعدی۔ ک ضمیر مخاطب ہے مخاطب کی شاہدی کرنے کے لیے۔ اسی لیے مخاطب کے لحاظ سے بدلتی جاتی ہے مثلاً مخاطب واحد مذکر ہو تو ذٰلِكَ اسی طرح کَذٰلِكِ کَذٰلِكُمَا کَذٰلِكُنَّ کَذٰلِكُمْ اَرْسَلْنَا فعل ماضی صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ سے باب ضرب سے ہے ماخذ سے ہ ضمیر واحد غائب کا مرجع رَسُوْلٌ۔ لَتَتْلُوَا ہے تُلَا اسم جامد سے کلمات نصب حال سے ہ ضمیر کا۔ یعنی قانون مراد ہے قرآن مجید۔ مستقبل بول کر سب مواد لیا مبالغے کے لیے عَلَيْهِمُ جار مجرور سے یعنی الفاظ عربی محالات نصب ہے دوسرا حال ہے ہ ضمیر کا۔ واؤ سر جملہ لام مفتوح زائد ہے۔ ان حرف شرط ہے تبعت فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر حاضر ظاہراً خطاب نبی کریم سے ہے مگر حقیقتاً عام مسلمان سے ہے۔ ماضی باب افتعال سے ہے۔ تَبَعٌ سے مشتق ہے۔ یعنی پیروی کرنا۔ تابعداری کرنا۔ پیچھے پیچھے کسی کی بات ماننا۔ نقش قدم پر چلنا۔ اَهْوَاءَ اسم جامد سے جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے هَوًى یعنی سوائی مواہش۔ هَوًى سے بنا ہے یعنی خواہش کرنا محبت و عشق کرنا۔ کسی پر گر پڑنا۔ کسی طرف مائل ہونا۔ اصطلاحاً نفس امارہ کی شیطانی خواہش کو هَوًى کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے هُمْ ضمیر کا مرجع۔ مِنْ بَعْدِ کا مِنْ ہے یا لکافرین ہے بعد اسم ظرف ہے یعنی دور محالیت نصب سے ظرف زمانی ہے اتبعت مضاف ہے ما بعد ما موصولہ کا یا یہ ما مصدریہ ہے جاؤ فعل ماضی معروف واحد غائب جَاءَ سے بنا ہے یعنی آنا۔ لازم ہوتا ہے لَكَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع عام مخاطب مسلمان من جارہ بعضیہ کا ہے۔ اَلْعِلْمِ اسم جامد ہے یعنی معلوم یا علم صفت مشبہ ہے بمعنی علم دینے والا یعنی قرآن مجید۔ کلام فیہ پر سے حوالہ شرط کا۔ لام جارہ نفع کا جارہ مجرور متعلق ہے ما موصولہ یا موصوفہ کا لک ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مراد وہی عام مسلمان نہ کہ ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم من جارہ بدلیت کا یا بمعنی عند یعنی اللہ کے بدلے اللہ کے سوا یا اس دنیا۔ اللہ مجرور مخرف جر من جارہ بیانیہ یا زائدہ ولی۔ اسم مفرد جامد یا اسم مشتق صفت مشبہ بروزن فعیل۔ یعنی ہر وہ صورت) محافظ حامی۔ مددگار۔ دوست ساتھی۔ ولی وارث۔ یہاں پہلے دو معنی مراد ہیں واؤ عاطفہ مطلق ہے ولی پر۔ لا حرف نفی عاطفہ برائے عطف یا نفی جنس کے لیے واقی اسم فاعل وقی سے مشتق ہے یعنی بچانے والا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔ واؤ سر جملہ لام کے یعنی اللہ قد حرف تحقیق۔ ارسلنا فعل ماضی مطلق ایک قول میں قد برائے ماضی قریب ہے۔ صیغہ جمع متکلم۔ رسلا رُسُلٌ سے بنا ہے باب افعال سے ہے ارسال مصدر ہے رُسُلًا جمع مکسر ہے رسول بروزن فعول کی صاغہ ہے مُرْسَلٌ نبی رسول مرسل کا فرق تفسیر عاملہ میں بیان ہوگا۔ مِنْ جارہ بیانیہ یا زائدہ ہے قبل

ہم بحالت کسرہ مضاف ہے اسم ضمیر ن ضمیر واحد حاضر مجرور متصل کی طرف رؤ ۔ طفہ یا حالیہ ہے جملہ فعل ماضی مطلق لیغہ جمع متکلم۔ جعل سے ماضی ۔ پیدا کیا۔ ٹھہرایا۔ تجویز کیا۔ کام کیا۔ یہاں بھی تجویز کرنا ہے لام جارہ سبت کا ہم ضمیر ھم کا مرجع رُسُلاً ہے۔ زوجا جمع مکسر زوجۃ کی بھی رویاں واؤ عاطفہ رُ ۔ تہ۔ اسم مفرد جلد ہے ورّ سے مشتق ہے بمعنی بہت پھولی چیز مراد ہے اولاد۔ آخر میں تائے تانیث کی ہے۔ بحالت نصب ہے بوجہ معطوف ہونے کے۔ معطوف علیہ ازواجا اپنے معطوف سے مل کر معمول ہو کے جعلنا کا۔ وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ۔ لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب وان ما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فانما علیک البلغ وعلینا الحساب واؤ سر جملہ ماکان فعل ماضی مطلق منفی نامہ ہے۔ لام جارہ بمعنی مفعولیت رسول بروزن فعول مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بڑی شان سے بھیجا ہوا تنوین تنکیری ہے یعنی کسی رسول کو۔ یہ جارہ مجرور متعلق ہے ماکان کے ان تا بہ یاتی فعل مضارع مغرب منصوب صیغہ واحد مذکر غائب باب ضرب ی سے مشتق ہے بمعنی آنا۔ لام یہاں بھی لام ہے ب جارہ مفعولیت کے معنی میں آیۃ اسم مفرد مکرہ مونث تنوین تنکیری بھی کوئی جار مجرور متعلق ہے یاتی کا الا حرف استثنا منقطع نے سابقہ نفی ٹوڑ دی باجارہ اذن۔ مصدر بھی اور اسم جامد بھی یہاں اسم جامد ہے بمعنی حکم۔ ارادہ۔ مثبت احادیث یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ مجرور ہے ب کا۔ مضاف ہے اللہ کا۔ مرکب اضافی مجرور اپنے جار سے لگ کر یاتی یا شیدہ فعل تنتی کا متعلق ہوا۔ لام جارہ تاکید یہ سادہ کل اسم کلیہ اجل اسم جامد مکرہ معرف بھی مدت زمانہ۔ وقت۔ کتاب بروزن فعال مصدر ثلاثی بھی ہوتا ہے اور صفت مشبہ بھی مگر یہاں بمعنی مکتوب اسم مفعول ہے۔ یعنی لکھا ہوا۔ مضاف رفع ہے مبتدا مؤخر اس کی خبر موجود پوشیدہ جس کا متعلق ہے لکل یمحوا فعل مضارع معرف باب نصر سے ہے محو سے مشتق ہے۔ بمعنی مٹانا اس کا مصدر ہے اثبات اس کا فعل ھو ضمیر مستتر کا مرجع اللہ سبحانہ سے ماضی ہے بمعنی۔ قائم رکھنا۔ باقی رکھنا ثابت رکھنا۔ موجود رہنے دینا۔ واؤ ۔ عطف ھذا اسم ظرف بحالت نصب ہے مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے مجرور متصل ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے موجود کا اسم معمول پوشیدہ کا۔ اور موجود اپنے نائب فاعل ام الکتاب اور ظرف سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگا۔ ام اسم جامد ہے بمعنی اصل۔ جڑ۔ والدہ۔ ماں خواہ نسبی خواہ تبنی (سوتیلی وغیرہ) خواہ تعلیمی۔ یہاں بمعنی اصل ہے الکتاب۔ الف لام عہدی کتاب بمعنی مکتوب۔ ام کتاب سے مادہ لوح محفوظ یا قرآن مجید کی محکم اور متشابہ آیتیں۔ یا تقدیر الٰہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وان سر جملہ ان حرف شرط ما زائدہ نرینک فعل مضارع معروف صیغہ جمع

متکلم ۔ بالوں تاکید ثقیلہ معنی مستقبل بالشرط ۔ ایم تاکید قول میں شرط کی وجہ سے ہیں نیا مائدہ کی وجہ سے نہیں ون ثقیلہ لگی ورنہ ان شرطیہ کے بعد دون تاکید ہیں آسکتی ۔ نفقہ ۔ ثقیلہ ۔ کوئی بارائی سے بنا ہے بسنے دیکھنا دکھانا باب افعال ہے مصدر ہے ارادۃ ۔ اسی سے ہے دت مصدر ۔ ربط سے اگر ضرورتی ہم دکھ دیں ۔ ف ضمیر واحد حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ مصدر متعدی سے معمول ہوتا ہے پہلا مفعول یہ ک ضمیر حاضر اور دوسرا مفعول بہ بعض ہے اسم مفعول کردہ مرسین مادہ سے کبھی کچھ ۔ جزء ۔ مقابل ہے کل کا ۔ یعنی تھوڑا معاف ہے بحالت نصب ہے الذی اسم موصول واحد مذکر ۔ اس کا صلہ اگلی جملہ فعلیہ نعد ۔ فعل مضارع مفرد جمع متکلم ۔ عدد سے بنا ہے باب ضرب سے ہے ۔ کل تھا نعد ۔ ما قبل حج سے بوجہ (تعیین) ہونی تو گر گئی یہ مضارع معنی حال ہے یا ماضی ۔ یعنی جو وعدہ کیا ہم سے یا جو وعدہ کرتے ہیں ہم جملہ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے نعد کا اس کا فاعل ضمیر ہم متکلم پوشیدہ ہے ۔ یہ سارا جملہ موصول با صلہ معمول دوم ہے نرین ۔ ہمارا ضمیر مفعول جمع متکلم ۔ ف تیدہ ہے ۔ او حرف عطف ہے ترین پر ۔ نتوفین فعل مضارع معروف بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم باب تفعل ۔ یہاں بھی ایک نون کی وجہ سے نہیں آیا اور نون تاکید مادہ کی وجہ سے آگیا یہاں تاکید نہیں ہے ۔ مگر نون تاکید حرف تابع ظلی کی وجہ سے آگیا ۔ فعل متعدی بیک مفعول ہے ۔ وفی ۔ اصل مفروق سے ساسے معنی فوت کرنا پورا کرنا ۔ وعدہ بجانا ۔ اسی سے ہے ایفاء وعدہ ۔ یہاں معنی فوت کرنا ۔ نافذ دینا ۔ ک ضمیر حاضر مخاطب کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں منصوب ہے مفعول بہ ہے اسے فعل کا ۔ ف حرا یہ ۔ کل جملہ مجازاً حاضر ہے نہ کہ حقیقی جزا اس لیے کہ حقیقی جزا معلق ہو جو دشرط ہوتی ہے یہاں یہ بات نہیں کیونکہ تبلیغ ہر حال فرض ہے ۔ ملق حرف تحقیق لغو لہی عامل نہیں ۔ کیونکہ ساتھ ما کافہ صلہ ہے ۔ اب انما کا ترجمہ ہو انفقط ۔ علی حرف جر برائے وجوب ۔ و فیت ماضی کے معنی میں ک ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جار و مجرور متعلق ہے و جب پوشیدہ اسم فاعل کا ابلاغ ۔ الف تام متعدی ہے ۔ ما بارد ہے لعال مصدر ہے ۔ بلغ سے ماضی بھی ہے بھی ہے ۔ صلہ ما تبلیغ دین کرنا کمال رفع ہے فاعل سے ۔ ت پوشیدہ کا ۔ واو عاطفہ ۔ یا ضمیر ۔ علی جار و ہو کے سے ہے ضمیر کا مرجع نبی ہے ۔ جار و مجرور متعلق ہے واجب پوشیدہ کا ۔ یہ وجوب اختیاری سے ہے لام استحقاقی یا صلہ ذمی حساب بروز قیامت ۔ مصدر قیامی ہے ۔ جابد بھی مستعمل ہے مگر یہاں معنی مصدر ہے ۔ حسب یا حسب سے متعدی سے معنی کافی ہونا ۔ کافی دینا ۔ کافی لینا ۔ یہاں کوئی معنی مراد ہیں بھی ہو ابو ابو استعمال لینا پوچھ کچھ کرنا تفتیش حالات گرفت کرنا ۔ کحالت رفع ہے فاعل سے پوشیدہ واجب کا ۔

تفسیر عالیہ

وکذلک انزلناہ حکما عربیا ولئن اتبعت اھوآءھم بعد ما جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا واق ۔ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ ۔ اور جس طرح ہم نے ان خوش ہونے والوں کو توریت دی پھر انجیل ان کی اپنی زبانوں عبرانی ۔ سریانی ۔ یونانی میں نازل فرمائی ویں اسی طرح نازل کیا ہم نے اس قرآن مجید کو بہت محکم مضبوط کل نہ منسوخ ہونے والا قانون حکم بنا کر عربی زبان میں نازل فرمایا یعنی یہ قرآن مجید بروز آسمانی اور رمضان شریف کے مہینے میں اس کے نازل ہونے میں کلام لفظی معنوی ہونے میں سابقہ کتب الٰہیہ کے مشابہ سے لیکن زبان اور بہت مجملہ ہونے میں وہ سابقہ کتب وقتی اور غیر محکم ہونے میں اور یہ دائمی ہونے میں ان کے مشابہ نہیں ہے ۔ روح البیان ۔ روح المعانی ۔ کبیر فخر رازی یہ ہی ان تمام مضامین کو علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے تمام فرقوں کے دلائل سے ثابت فرمایا کہ توریت عبرانی میں نازل ہوئی اور سریانی میں کھل والی ۔ یونانی میں یکبارگی محض لکھی ہوئی نہیں ہوئی بلکہ بتدریج کئی سال میں نازل ہوئی اور عبرانی میں نازل ہوئی اور عبرانی مخلوط کرکے اسی کو دوسری زبان میں ترجمہ کرکے یہ تمام مفسرین سالوں کی تردید فرمائی کہ رسمان دیو کی امتزاج سے جاسے ایک ہوئی کا عبرت ڈھکوسلا چل گیا ۔ اس سے سابقہ کتب کے کلام الٰہی ہونے کا ہی انکار کردیا ۔ رب تعالیٰ اس کو ہدایت دے اور لیکن گمراہ مسلمان تو لے مدد ہوں ۔ لے دیوں ۔ گمراہوں ۔ لغو باتوں یہودیوں عیسائیوں کی اتباع کی ان کی ان خواہشوں میں کہ تم سب قرآن مجید کو چھوڑ کر توریت و انجیل کو مالو یا کہے کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھو یا نبی کریم کو چھوڑ کر موسے و عیسیٰ علیہم السلام کے امتی ہو جاؤ اس کے بعد کہ تجھ کو یہ معلوم ہو گیا تمام سابقہ دین اور کتابیں صرف وقتی اور بنی اسرائیل کی قوم کے لیے تھیں دین موسوی و عیسوی وغیرہ سب تمہارا منسوخ ہو چکے ہیں اسی طرح اب سب نماز ان کا قبلہ بعد میں نکلنے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا منسوخ اور حرام ہو چکا ہے ۔ ان سب باتوں کو جانتے ہوئے پھر بھی کسی یہودی عیسائی کی ان میں سے ایک بات بھی مانی تو اللہ کی طرف سے نہ کوئی مددگار سچا دوست خیر خواہ بھی نہ ہوگا اور محافظ معینوں و انبیاء علیہم السلام کے عذابوں سے بچانے والا بھی نہ ہوگا ۔ یہ سب اولیاء غوث و قطب تو اس کے مددگار مشکل کشا حاجت روا ہیں جو حبیب کریم کے امتی غلام ہوں اور اسے ہی کریم صرف کتابیں ہی نہیں ہم نے تو ستر ہزار رسول بھی تمام اسی آپ کی رہنمائی اور حیات طیبہ کی طرح بھیجے تمہوں سے بیوی بچے اختیار کئے اور ہم نے ان کے لیے بیوی اور آل اولاد بنائی یہ ہمارا قانون سے کوئی ماجائز حرام نہیں ابراہیم علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کی بیویاں اور داؤد علیہ السلام کی سو سے ایک سو بیویاں تھیں اور تین سو لونڈیاں تھیں ۔ سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو لونڈیاں تھیں ۔ موسیٰ علیہ السلام کی تین بیویاں رہیں بچے بھی ہوئے اسی طرح

اے نبی پاک آپ کی بھی نو ازواج پاک اور سات بیٹے بیٹیاں ہوئیں۔ اس ترتیب سے نمبر ۱۔ قاسم۔ نمبر ۲۔ زینب۔ نمبر ۳۔ رقیہ۔ نمبر ۴۔ اُم کلثوم۔ نمبر ۵۔ فاطمہ۔ نمبر ۶۔ عبداللہ۔ نمبر ۷۔ ابراہیم۔ پہلی اولاد حضرت خدیجہ سے ورسیدا ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ اور ان کے ان گھریلو حالات سے سب یہودی۔ عیسائی واقف ہیں پھر بھی ان پر ایمان لاتے ہیں تو آپ پر یہ یہود اعتراض کیوں کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لانے میں کیا تکلیف ہوتی ہے لہذا اول اولاد نبوت کے منافی ہے۔ تبلیغ میں رکاوٹ بلکہ کامل تبلیغ ہی ہے مشکوٰۃ شریف بروایت ابوذرؓ ہے کہ انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اور دیگر روایتوں میں ہے کہ ان میں رُسل عظام تین سو تیرہ ہیں اور مرسلین چار ہیں تفسیر روح البیان میں ہے ہر ایک نبی میں دنیوی مردوں کی ہر طرح کی قوت کے برابر ایک ہزار مردوں جتنی طاقت ہوتی ہے اور نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہر طرح کی چار ہزار مردوں کے برابر طاقت ہے اور جنتی مرد میں دنیوی مرد کے مقابل سو مردوں کے برابر طاقت ہوگی۔ ان قوتوں میں مردی قوت بھی شامل ہے اس لیے وہ اپنی ازواج کے حقوق پورے کرتے ہیں کوئی نبی مردی میں کمزور یا نامرد نہ ہو کیونکہ یہ بھی عیب ہے۔ مردی قوت بھی جوہر رسالت ہے و تکمیل شخصیت ہے۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ربط سے پیارے رسول ان مطالبہ کرنے والے کفار کو نگاہ کر دیکھئے کہ میں نے پہلے جتنے بھی رسول اور مرسل تشریف لائے کسی کو یہ جائز یا لائق یا قدرت ہمت طاقت اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی آیت قوم کے سامنے لے آئے یا عذاب وارد کر دے یا کوئی معجزہ ہی دکھا دیں انبیاء کرام کے قبضے اور اختیار میں جو کچھ ہوتا ہے وہ رب کی رضا اور اجازت سے ہوتا ہے اس لیے انبیاء کرام کی طاقت قوت ہمت اختیار ساری مخلوق سے زیادہ ہوتا ہے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر باذن اللہ۔ لہٰذا عذاب میں جلدی نہ کرو اللہ کے ہر قانون اور فیصلہ کے پیچھے ایک حکمت ہے یا کتاب بمعنی مکتوب یعنی لکھی ہوئی ہے لوح محفوظ میں خواہ تورات و انجیل کے قانون یا تقدیر سالانہ کے معین فیصلے۔ منسوخ فرماتا ہے جس قانون کو چاہتا ہے اپنی حکمت اور قوموں کے مفاد کی بنا پر اور باقی و ثابت رکھتا ہے جس حکم کو چاہتا ہے یا مٹا دیتا ہے جس تقدیر کو چاہتا ہے اور ثابت و موجود رکھتا ہے جس ازلی فیصلے کو چاہتا ہے۔ یا مٹاتا رہتا ہے رب تعالیٰ جس تقدیر معلق کو چاہتا ہے اور قائم رکھتا ہے تمام تقدیر مبرم کی اور اسی کے پاس اُمّ الکتاب ہے۔ یعنی تمام فیصلوں اور ان کی تبدیلی بقا و تنسیخ نفع و نقصان کی حکمت و دانائی علم اسی کے پاس ہے وہ جانتا ہے کہ کب تک تورات کو رکھنے میں فائدہ اور کب اس کا نقصان یہ اچھی بات نہیں کہ ایک حکم کو ہمیشہ رکھا جائے فائدہ دے یا نہ دے۔ دانائی یہ ہے کہ مزاج و حالات و وقت کے مطابق قانون بدلتے

ہیں۔ علماء اسلام فرماتے ہیں کہ تقدیر کائنات میں قسم کی ہے۔
نمبر ۱۔ تقدیر معلق جو اٹل فیصلہ کسی دوسری چیز سے منسوب ہو جائے جیسا گر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا۔ نمبر ۲ تقدیر مبرم منسوب نمبر ۲۔ تقدیر مبرم غیر منسوب (حکم) پہلی دو تقدیریں دعا التجا فریاد اور سفارش سے بدل جاتی ہیں تیسری نہیں بدلی جاتی نہ دعا سے نہ سفارش سے۔ اسے پیارے نبی آپ سے کفار کے ذلت آمیز عذابوں شکستوں تباہیوں کے جو وعدے کی گئی ہیں اور مسلمانوں کی عزت، شان فتح و نصرت کے جو وعدے کئے ہیں وہ یعنیا پورے کئے جائیں گے۔ بال التفتہ یہ ہماری حکمت دانائی صوابدید اور مشیت پر منحصر ہے کہ کچھ وعدے وعید آپ کو آپ کی ہی حیات طیبہ میں ہم دکھا دیں یا کچھ وعدے کفار کی شکست قتل و خجالت اور مسلمانوں کی شاندار عالمگیر فتوحات کی شکل میں اس وقت پورے کریں جب آپ کو ہم وفات دے دیں یعنی آپ کے بعد۔ لہٰذا آپ کی ذمہ داری تو فقط ہمارے تمام احکام کی تبلیغ بلیغ فرما دینا ہے۔ اور باقی سب حساب کتاب ہمارے ذمے ہے۔ آپ مطمئن رہو ہم جن جن کو حساب میں لیں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ بندوں کے اعمال نیک و بد سے باری تعالیٰ بندوں کی تقدیریں لوح محفوظ سے مٹاتا ہے اور ثبت فرماتا ہے چنانچہ گناہوں سے رزق اور عمر گھٹتی ہے۔ نعمتیں سلطنتیں چھن جاتی ہیں۔ اور صلہ رحمی۔ والدین کی خدمت سے برکت رزق و درازی عمر و صحت ملتی ہے۔ کثرت عبادت اور خدمت قرآن مقدس اور درود پاک ہر وقت پڑھنے سے مفلسی غربت بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ اللہ تعالیٰ بندوں کے معاملہ اعمال سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا۔ ثواب۔ عذاب کے عمل باقی رکھتا ہے اور بیکار عمل مٹا دیتا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ دینی دنیوی طور پر رب تعالیٰ نے جن بندوں کا درجہ اور مقام بلند فرمایا ہے ان کا ثواب و عذاب بھی زیادہ ہے لہٰذا علماء مشائخ مبلغین مقررین کا گناہ اور لغزشیں عام لوگوں کے گناہوں غلطیوں سے زیادہ سخت ہیں ان کا عذاب و سزا اوروں سے زیادہ ہے یہ فائدہ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ تمام انبیاء کرام انسان ہی ہوتے ہیں تکمیل انسانیت یہ ہے کہ انسانیت کے تمام حقوق پورے کئے جائیں ان ہی حقوق میں بیوی بچے بھی شامل ہیں گویا کہ انبیاء کرام کے گھر بار بیوی بچے اختیار فرمانا ان کی عملی تبلیغ نبوت ہے یہ برائی سمجھنا کفار کا کام ہے اسی طرح علماء اولیاء کی شان ہے یہ فائدہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ جس طرح تمام مخلوقات الٰہیہ کے لیے ایک مدت اور وقت مقرر ہے اسی طرح احکام اور قوانین الٰہیہ کے لیے بھی وقت معین اور جس طرح موت

ہے میں حکمت جاودانی کے تحت ہے اسی طرح آیات کا نزول اور تنسیخ بھی میں حکمت سے ہے اور اس طرح روز صرف زمانہ نزول میں ہی ہوتا ہے بعد میں اٹھا نہیں اسی طرح منسوخ آیات بھی صرف زمانہ نزول میں ہوگا۔ نسخ آیات کی پوری تفصیل ہمارے فتاوی العطایا جلد دوم میں دیکھئے جس طرح آیت قرآنیہ کی مکمل تفسیر حدیث پاک ہے باقی تمام تفسیریں اسی کے تحت میں اسی طرح آیات قرآنیہ کے حکم کا نسخ حدیث پاک سے بھی ثابت ہے گویا یہ نسخ بھی تفسیر ہی ہے یہ فائدہ اجل کتاب سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اس آیت پاک سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اسلامی فقہ کے مطابق ترک دینا مسلمان کے لیے حرام ہے۔ جو مسلمان بلا مجبوری نکاح شادی مذکرے اور نامحرمات کے ارد گرد سے نکل میں بیٹھ جائے اس کی عبادت بارگاہ میں منظور ہے۔ یہ مسئلہ وَرُهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا سے مستنبط ہوا اس لیے تمام اولیاء اللہ غوث و قطب سنت انبیاء علیہم السلام پر عمل کرتے ہوئے دنیاداری میں رہے اور بستیوں میں ہی عبادت و ریاضت فرماتے رہے جنگلوں میں جا کر عارضی چلہ کشی کے لیے ہوتا ہے۔ دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کرے اور دوسرا جس سے کیا ہے وہ فوت ہو جائے اور وعدہ ایسا ہو کہ بعد وفات بھی اس کے وارثوں سے پورا کیا جا سکتا ہے تو وہ پورا کرے اور یہ پورا کرنا شرعی دلیل سے یہ مسئلہ وَنَتَّخِذَ فَيَكُونَ فرمانے کی اندرۃ النفس سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ اگرچہ بندے کے افعال تقدیر کے پابند ہیں مگر مجرم کو سزا دینا ضرور ہوگی یہ مسئلہ وَيُثْبِتُ کی ایک قسم سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑھتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا نَزَّلَ وَحُكْمًا عَرَبِيًّا۔ قرآن مجید نازل کیا گیا وہ حکم نہیں۔ اس میں قصص خبریں حمد و ثنا اور امت کچھ ہے اس کو حکم کیوں کہا گیا اس میں تو حکم ہے مگر وہ خود نہیں جواب اس کا جواب تفسیر مالا بد میں دیا گیا کہ حکم بمعنی محکم، قابل نسخ۔ اس معنی میں سارا قرآن مجید حکم ہے اور محکم اپنے ہی معنی میں ہو تو پھر سبب کو مسبب کا نام دیا گیا ہے کثرت حکم اور مبالغے کی وجہ سے۔ **دوسرا اعتراض** یہاں قرآن میں ارشاد ہوا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ جو نازل کیا جائے وہ حادث ہے لہٰذا قرآن حادث اور یہ قرآن عربی میں ہے عربی زبان حادث تو قرآن حادث۔ رب تعالیٰ نے اس کو کلام عربیا بنایا اور جس کو بنایا جائے وہ حادث لہٰذا قرآن حادث ہے (معتزلہ)

جواب۔ نزول حادث پر دلالت نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے رب نزول فرماتا ہے ہمارے آسمان پر

وعربی ہو، حروف والفاظ کے لیے ہے مذکر معانی یا کلام نفسی کے لیے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حروف حادث ہیں۔ اور الفاظ و حروف کے حادث ہونے سے قرآن پاک کا حادث ہونا لازم نہیں اور محل سے بھی حدوث ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے لیے پوری وضاحت جائیے فتاوی العطایا جلد دوم میں دیکھئے۔

بیشمار اعتراض۔ یہاں رب تعالیٰ نے پانچ چیزیں ایسی بیان فرمائیں جن کا ظاہراً آپس میں کوئی رابطہ معلوم نہیں ہوتا۔

۱۔ پہلے فرمایا ولقد ارسلنا رسلا من قبلک ثم وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ ثم وما کان لرسول ان ثم فرمایا لکل اجل کتاب ثم فرمایا یمحو اللہ ما یشاء۔ اس کی مطابقت کیونکر ہو؟

جواب۔ یہ دراصل کفار مکہ کے ان پانچ سوالوں کا جواب دیا گیا جو نبوت کے انکار پر کرتے تھے۔

نمبر ۱۔ کفار نے کہا نبی فرشتہ ہونا چاہیئے رب تعالیٰ نے فرمایا ہم نے پہلے بھی انسان ہی رسول بھیجے ہیں۔

نمبر ۲۔ کفار نے کہا نبی کو تارک الدنیا ہونا چاہیئے یوی بچے نبوت کے خلاف ہیں۔ رب تعالیٰ نے جواباً فرمایا پہلے تمام انبیاء کی بیویاں و اولاد ہوئی۔ نمبر ۳۔ کفار نے کہا ہمارے مرضی کے معجزہ کیوں نہیں دکھاتے لہٰذا نبی نہیں۔ رب نے جواب دیا ما کان لرسول کسی بھی رسول اور نبی کو اپنی مرضی یا کفار کی مرضی کے معجزہ دکھانے کی اجازت نہیں نہ پہلے نہ اب۔ نمبر ۴۔ کفار نے کہا۔ جس عذاب کا وعدہ کرتے ہو وہ جلدی لاؤ۔ رب نے جواب دیا لکل اجل کتاب جلدی مت کرو ہر چیز اپنے وقت پر ہوگی نمبر ۵۔ کفار نے کہا اگر یہ سچے نبی ہیں تو پچھلی کتابوں دینوں اور اللہ کے سابقہ قانون کو منسوخ کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یمحو اللہ ما یشاء یعنی نبی منسوخ نہیں کرتے بلکہ خود قانون اور کتابوں والا اپنی حکمت کے مطابق منسوخ کرتا اور باقی رکھتا ہے۔ ہماری اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ کوئی آیت بے جوڑ نہیں۔

تفسیر صوفیانہ وکذلک انزلناہ حکما عربیا۔ اور اسی طرح ذہن و شعور والوں کے لیے ہم نے اپنے مضبوط حکم نافذ و نازل کئے ہیں تاکہ امت قرب الٰہی کا بس یہی طریقہ محمدیہ حکم مضبوط اور یقینی ہے ولئن اتبعت اھوآءھم بعد ما جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا واق۔ عقل خرد اور بصیرت کے علم و فہم کے بعد اگر اے وادی شوق میں قدم رکھنے والے تو نے تصوف کا لبادہ اوڑھ کر نفس و شیطان اور اپنے روحانی دشمنوں کی پیروی کی اور مولویانہ شکل و صورت کو دام تزویر بنایا تو پھر تیری عزت عظمت یا نصرت کا اللہ کی طرف سے کوئی رکھوالا اور ولی مرشد نہ ہوگا اور نہ ہی ذلت روسیاہی اور دنیوی و اخروی سزا سے بچانے والا کوئی ہو۔ عاقل کو چاہیئے کہ اسی حیات دنیوی کی مہلت کی گھڑیوں میں طلب ہدایت کے لیے عبودیت کے راستے پر چل کر عالم ربوبیت تک پہنچنے کی ہمت

کرے اور اپنی ساری انا کی پونجی کو اسی راہ میں خرچ اور فنا کر دے اور اگر یہ ساعتیں ضائع کر دیں تو پھر اعماق کی ظلمتوں سے اخلاص کی روشنیوں کی طرف نکال کر لانے والا کوئی بھی ولی و مددگار نہ ملے گا۔ اور نہ کوئی بُعد کے عذاب اور شرک خفی کے حجاب سے بچانے والا ہوگا۔ پس اخلاص کا راستہ عبادت ریاضت اور نفس کشی اور روح کی پاکیزگی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ عبودیت وہ عمل ہے کہ جس کی شرافت مقام نبوت سے متصل ہو جاتی ہے۔ حالت عبادت ہی وہ زمانہ ہے جس میں نبی اور امتی کا ایک نقشہ بن جاتا ہے۔ عارفین کاملین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی کی عبدیت کا مقام اعلیٰ ہے یا نبی کی رسالت کا۔ متقدمین صوفیا فرماتے ہیں کہ نبی کی عبودیت کا درجہ اُسی نبی علیہ السلام کی رسالت سے بلند و ارفع ہے۔ اُس کے دلائل حسب ذیل ہیں پہلی دلیل یہ کہ ہر نبی اپنی عبودیت کی وجہ سے مخلوق سے خالق تک بارگاہ قدس میں حاضر باش ہوتا ہے اور نبی اپنی رسالت کی بنا پر خالق تعالیٰ کے پاس سے مخلوق کے پاس آتا ہے۔ دوسری دلیل۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عبودیت باری تعالیٰ کی کمالات و قرب میں ہموتی ہے۔ عبدیت نبی خالصتاً بارگاہ صمدیت کی ساعتوں میں ہوتی ہے اس وقت نبی کا کسی مخلوق سے رابطہ نہیں ہوتا اسی لیے عبادت نبوت کا کفیل اور مقامات انبیاء کی اصلاح کی ذمہ داری رب تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہوتی ہے۔ مگر رسالت کا تعلق مخلوق کائنات سے ہوتا ہے۔ اور نبی اپنی تمام امت کے ہر فرد کے اصلاح حال کا کفیل ہوتا ہے۔ لہٰذا رسالت کا مقصد ہی مہمات کی مشکل کشائی و حاجت روائی ہے۔

تیسری دلیل۔ عبودیت مقام جمعیت ہے اور رسالت مقام تفریق ہے جب انبیاء کرام عبادت میں شامل ہوتے ہیں تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوتے ہیں اور اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ هُوَ يُطْعِمُنِیْ وَ يَسْقِيْنِیْ کا ظہور حال ہوتا ہے اور حالت رسالت میں مشغولیت خلق ہوتی ہے۔ چوتھی دلیل۔ کلمۂ شہادت میں عَبْدُهٗ پہلے ہے اور رَسُوْلُهٗ بعد میں ہے۔ پانچویں دلیل۔ عبدیت میں مقام کرامت و تشریف ہے کہ فرمایا گیا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں) اور رسالت میں مقام خلعت و تشریف ہے کہ فرمایا گیا۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (بے شک تو رسولوں سے ہے) پہلی دلیل رسالت کی دوسری دلیل عبدیت کی ہے۔ کہ اگر واسطۂ رسول نہ ہو تو کسی کی عبودیت بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہو۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں اتباع حق شہد سے زیادہ میٹھی نور سے زیادہ سفید اور سورج سے زیادہ روشن لیکن بال سے زیادہ نازک ہے۔

حکایت:۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی شیر خدا مشکل کشا بیمار ہو گئے تو صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی ان کی عیادت و بیمار پرسی کرنے کے لیے تشریف لے گئے دیکھا کہ اُن کے پاس ۔ یک نہایت سفید چمک دار طشتری میں خالص مصفا۔ منقا شہد تھوڑا سا رکھا ہے اور اس میں کسی کا ایک بال پڑا ہے

علی مرتضیٰ نے (یا) شہد کھانے پر تصدیق کرنے فرمایا۔ کھانے سے پہلے اس پر تبصرہ کیا جائے فاروق اعظم نے فرمایا کہ پہلے آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ آپ ہم سب میں مکرم ہیں۔ تو صدیق اکبر نے فرمایا (یہ) اسلام شہد کی سے زیادہ چمک دار اور سفید ہے اور لذت ذکر الٰہی شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اور شریعت زیادہ مائیک ہے بال سے۔ اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جنت زیادہ نور سے تشتری ہے اور اس کی نعمتیں زیادہ میٹھی ہیں شہد سے اور لیکن اس کا راستہ تو بروہت کی گھاٹیوں طریقت کی تنگ گھاٹیوں اور جلد جگہ پر شوں ماہوں کے کانٹوں کی نوک پر زیادہ باریک ہے بال سے پھر عثمان غنی نے فرمایا کہ اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ قرآن مجید زیادہ نورانی ہے تشتری سے اور معرفت قرآن زیادہ میٹھی ہے شہد سے اور اس کی تفسیر زیادہ باریک ہے بال سے۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا میرے مہمان زیادہ چمکدار ہیں اس تشتری سے اور آپ کی باتیں زیادہ میٹھی ہیں شہد سے۔ اور آپ کے پاکیزہ دل زیادہ باریک ہیں بال سے ما سے اللہ ہمارے دلوں کو نور عرفان سے منور فرما اور ہم کو اسرار قرآن تک پہنچا دیں ہے کہ جب تک سنت قرآنی کا فہم نہ ہو اتباع قرآن کریم ممکن ہی نہیں۔ بڑے بڑے علم کے دعویدار سرار قرآنی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے گمراہی کے اتھاہ ظلمتوں میں ڈوبتے چلے گئے۔ بعوت و رسالت کے سہارے کے بغیر قوانین الٰہی کی پیروی صعب مشکل ہے اسی لیے اے حبیب کریم وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ اور بیشک بھیجا آپ سے پہلے ہم نے بہت سے اپنے اہل قانون الٰہیہ کے پیام والوں کو۔ جن کو قلوب عارفین تک پہنچایا تاکہ وہ سر الٰہی مقصود تک پہنچنے کے لیے نیا دہ سیں کے نقش قدم کی پوری پوری اتباع کرتے ہوئے آستانہ جلال اور دروازۂ جمال تک بآسانی پہنچ سکیں۔ اور اپنے رسولوں کے لیے بذات خاص زوجی کی بیویاں تھیں اور ذریت اور ہم نے خود ہی نے سائیں اور نسل انسانیت کی تعلیم و تکمیل کے لیے ذریت بھی عطیہ فرمائی۔ انبیاء مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی زندگی تکمیل انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں انسانیت چار حصوں میں منقسم ہے۔ نمبر ۱۔ ابتدائے انسانیت۔ نمبر ۲۔ بلوغت انسانیت۔ نمبر ۳۔ شباب انسانیت۔ نمبر ۴۔ شیاب انسانیت۔ اسی طرح انسان پر چار دور گزرتے ہیں۔

نمبر ۱۔ شریعت کا دور۔ نمبر ۲۔ طریقت کا دور۔ نمبر ۳۔ دور مرید ی۔ نمبر ۴۔ دور ہادی۔ اور ان تمام رستوں پر چلانے کے لیے دہ ہر زمانے سے صدق و صفائی اور تزکیۂ نفس سے گزرنے کے لیے تعلیم نبوت اسد مرادی سے اسی تعلیم سے انسانیت کی معراج ہے۔ یہی تعلیم بندوں کو درستوں سے بڑھانے والی ہے قرب

انبیاء کرام علیہم السلام کا آستانہ، معرفت دامن نبوت ہی سے ملتا ہے۔ تکمیل بندگی کے لیے ہی انبیاء کرام مبعوث فرمائے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام کی عملی تبلیغ سے انسان کی حیوانی شہوانی قوتیں بادۂ ملکوتی اوڑھ کر ولایت کبریٰ اور وادی معرفت کی اونچی چوٹی پر پہنچ جاتی ہیں عالم بشر میں عنایات ربانی سے انبیاء کرام کو سرفراز فرمایا جاتا ہے اور ان کی قوت بشریت حیوانیت ترقی فرماتی ہوئی ولایت رعایت کے درجوں تک پہنچتی ہے۔ پھر وہاں ترقی کرتی ہوئی نبوت الٰہیہ اور سالبت ربانی تک مرفوع فرماتی ہیں۔ اس مقام قدس میں بشریت کے تمام تقاضے نفسانیت سے ہٹکر شریعت و معرفت کے انوار سے منور ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام محبوبیت ہے جہاں بندے کا ہر دینی دنیوی عمل عین منشاء قدرت بن جاتا ہے پھر اس کا شہوت طبیعت۔ نفسانیت۔ عادت سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ان ہی مخصوص بندوں کے لیے۔

وجعلنا لھم کا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام کی ترویج اور ذریت اولاد سب کچھ شریعت ربانی اور خلافت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ نبی کی ذات اور اولاد رب تعالیٰ کی صفت خالقیت کا حقیقی مظہر ہے یہ قانون فطرت ہے کہ جب باری تعالیٰ کسی شخصیت کاملہ کو اپنی شرافت خصوصیہ سے نوازتا ہے تو اس کے احکام شریعت کو مظہر صفات خالقیت بنا دیتا ہے جس کو اہل دنیا پیٹی کور باطنی اور کساوت قلبی کی بنا پر نہیں سمجھ سکتے اور زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر کام ہی منجانب اللہ اور حکم خداوندی اجازت الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ شریعت ہو یا طریقت معرفت ہو یا حقیقت عالم ناسوت ہو یا لاہوت۔ جبروت ہو یا ملکوت۔ ما کان لرسول کسی رسول کے لیے یہ جائز نہیں یا ہمت نہیں کہ بغیر اجازت رحمانی۔ و حکم ربانی کوئی معجزہ۔ مکاشفہ یا مشاہدہ ظاہر فرمائے۔ جب پیغمبران نبوت کی شان و کیفیت یہ ہے تو ولایت صغریٰ و کبریٰ غوثیت و قطبیت تو آستانہ نبوت کے ہمہ وقتی خدام و متبعین ہیں۔ ان کی کرامات اجازت نبوت کے بغیر کس طرح ظاہر ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اے راہ سلوک کے طالبو اگر منزل مراد تک پہنچنا چاہتے ہو تو شیخ و مرشد سے خرق عادات کرامات کی طلب مت کرو۔ کیونکہ جس طرح معجزے کے طالب کفر ناسوتی میں مرتے ہیں اسی طرح کرامات کے طالب وحرماں کفر محرومی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ بارگاہ بے نیاز سے بے طلب ہر مراد ملتی ہے لیکن لکل اجل کتاب ہر چیز کے لیے فیصلہ الٰہیہ میں لکھا ہوا ایک وقت ہے۔ اسی میں خیر ہوگا۔ کسی جلد بازی سے نہ آگے ہو نہ پیچھے۔ اے طالبان منزل یہ راستے بڑے دراز صبر آزما اور کٹھن ہیں۔ ہر امر ایک وقت میں رہن رکھا ہوا ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ کچھ چیزیں کچھ وقت اور زمانے اور کچھ شخصیتیں رب تعالیٰ نے خاص بنائی ہیں۔ جن کے لیے قانون نہیں بلکہ قدرت ہے ان کو اولوالعزم کہا جاتا ہے۔

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۴۰)

وہ قدرتوں طاقتوں والا ہے جس کو گرا جاتا ہے۔ باقی کھٹا سے رعب و شان لفاحلت والی سے اور سی کے قصہ و اختیار میں ہے کائنات عالم کی روح تھا۔ جو تحریر تقدیری ام کتاب ہے صوفیہ فرماتے ہیں کہ تحریر کی قسم کے ہیں۔

نمبر۱۔ حوام۔ نمبر۲۔ اہل مشیت نمبر۳۔ اہل ارادت نمبر۴۔ خواص۔ نمبر۵ اتقی الخواص۔ نمبر۶۔ اہل اللہ صوفیا کے مشرب میں اہل اللہ موحد کی کا ارفع مقام ہے یہ صرف مرسلین کو عطا ہوتا ہے لہذا اہل اللہ صرف مبلغ مرسلین ہی ہیں۔ باری تعالیٰ عوام میں سے جس کے چاہتا ہے اخلاق ذمیمہ مٹا دیتا ہے اور اخلاق حمیدہ باقی رکھتا ہے اہل مشیت الٰہیہ میں سے جس کے چاہتا ہے خلق ذمیمہ مٹا دیتا ہے اور خلق حمیدہ رکھتا ہے اہل ارادت میں سے جس کو چاہتا ہے اہل سعادت سے بنا دیتا ہے اور اس کے حرکات و سکنات عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اہل شقاوت سے بنا دیتا ہے اور نیکیاں ضائع کر دیتا ہے وہ صدہا برس عبادت تقویٰ کو سفید بنا دے تو اس کی عبادات ضائع کھتا ہے اور اگر سیہ کو شقی کر دے وہ صدہا برس تک عبادت کرے پھر بھی سیہ ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جس کے اخلاق رذیلہ کو مٹاتا ہے وہ اخلاق رذیلہ کو ثابت فرماتا ہے۔ لیکن جسے خواص خاص بندوں کے نفسانیت وجود کو ختم کر کے اپنا وجود کو ثابت فرماتا ہے اور اہل اللہ کے حظوظ نفسانیہ کو محو کرتا ہے اور حقوق زمانی کو ثابت کرتا ہے یہاں تک کہ مشاہدۂ خلق سے ہٹتا ہے اور شہود حق میں ثابت کر دیتا ہے۔ اور خالق تعالیٰ جس کے چاہتا ہے آثار شہادت فنا کر دیتا ہے اور انوار احدیت باقی رکھتا ہے۔ یہ جب ہے کہ بندہ خود کو مٹاتا ہے تو پرتو قدیر اس کو ثابت کرتا ہے۔ بندہ نماز مجرہ سے جھکتا ہے تو سورے نماز محبوبی میں قائم کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ سب تعلق بندے کے جلال کو مٹاتا ہے جمال کو ثابت رکھتا ہے مگر نکتہ کو نہ مٹاتا ہے کیونکہ اسی کے پاس ام کتاب یعنی تعلق اللہ کی تحریر ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ لوح تقدیر کی نمبر۱۔ لوح محو۔ نمبر۲۔ لوح اثبات۔ نمبر۳۔ لوح قدر۔ نمبر۴ لوح محفوظ۔ یہ سب تو عرش اعظم پر ہیں مگر قلب مومن سینہ رہ دیں سب تعالیٰ کے ام کتاب ہیں اہل ظاہر کا سینہ صفائے صوری سے اہل باطن کا سینہ مذکی نور معنوی سے۔ اس کے ارادات میں تغیر و تبدل کو محو و اثبات کہا جاتا ہے بعض نے فرمایا کہ لا یلزما محو سے اور الا ثبات سے اور محمد رسول اللہ۔ ام الکتاب ہے۔ بعض نے فرمایا کہ معلوم کی مدد سے رب محو فرماتا ہے اور معلوم کی دعا سے یثبت۔ اپنی بخشش ثابت فرماتا ہے۔ اسے معرفت الٰہیہ کے خزانے سنانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکاشفہ مشاہدہ اسرار کے وہ بعض نمونے ہم نے دکھا دیے۔ در آئندہ کے ہونے

ہے ۔ ۔ ۔ اب عقاب ۔ عقاب کا مطلب ہوا کرایا ۔ یا کچھ اور بھی دکھائیں گے جن کے بارے میں ہم نے ۔ ۔ ۔ اے اللہ حیات (دنیوی بھی) آپ کا بکا شفہ مشاہدہ ہوتا رکھیں اسے ہی اور یا قیامت ہی کے بعد ہوں (عقاب) کے کوڑے کوڑے میں ہمارے نام کے اور کے بعد اور شریعت کے میدانوں ٹریقت کے علیا اور معرفت کی چوٹیوں حقیقت کے مارد ہی ہیں اسم ہی کی تبلیغ تم پر ہے ۔ اور انکار و اقرار ۔ معاملات حساب ہم پر ہے ۔ کس نے اس عالم ماسوی میں کس طرح حیات بات گزارے اس کا ہونا حساب کتاب ہم نے لینا ہے ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ۔ ۔ ۔

تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ

عمل کرتا ہے ہر شخص اور عنقریب جان لیں گے کافر کہ لئے کس کے

وہی جہان کا ہے اور اب جاننا چاہتے ہیں کافر کہ کس کا ہے

عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ

نتیجہ انجام اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے ہیں میں آپ

پچھلی گھر اور کافر کہتے ہیں تم رسول

مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ

نہیں تم فرما دو کافی ہے اللہ کی گواہی درمیان میرے اور

نہیں تم فرماؤ اللہ کافی ہے جو میں اور

بَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

تمہارے اور جس کے پاس ہے علم کتاب کا

تم میں اور جسے کتاب کا علم ہے۔

تعلق

اس آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہم جب آپ کے دشمنوں کو سزا دینے کا وعدہ کرتے ہیں تو اس سے آپ کے دشمنوں کا عناد اور بڑھتا ہے اور وہ آپ کو طعنے دیتے ہیں کہ آپ کو اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ ہے اور ہمارے اوپر عذاب نہیں آتا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ہماری بارگاہ میں دیر تو ہے اندھیر نہیں کسی کا حساب پیچھے چھوڑ دینا ہماری سنت نہیں ہے کہ خواہ مخواہ دیر لگائیں بلکہ ہر ایک کا حساب لینے والا ہے وہ ہے تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہر چیز کے لیے ایک وقت مقدر ہے اپنے وقت پر وہ ضرور ہو جائے گی اس آیت پاک میں بتایا جا رہا ہے کہ ہم ان دنوں میں کی جانے والی اور آئندہ ہونے والی گفتگو سے بے خبر نہیں ہیں وہ وقت بھی آنے والا ہے جب ان سب کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کافر کون ہیں کہتے۔

تیسیر التعلق ۔ پہلی آیت میں باوجود کم عقل مومنوں کو کفار کی اتباع سے روکا گیا تھا کہ علم حاصل کر کے سمجھ سے پھر ۔ یہاں کفار کے مکر و فریب کا ذکر ہو رہا ہے کہ کفار کا پرانا طریقہ سے فریب کاری سے بھولے مسلمانوں کو خطا، مگر ہمارے سامنے سے سب جاتے ہیں کہ سب تعالیٰ ہی کے قبضے میں ان کے سارے فریب ہیں

تفسیر نحوی ولقد مکر الذین من قبلھم فللہ المکر جمیعا ۔ یعلم ما تکسب کل نفس ۔ وسیعلم الکفر لمن عقبی الدار ۔ وھو سریع الحساب ہمزہ حرف استفہام انکاری کے لیے اس کے بعد ایک مقدر کلام پر داخل ہوا ہے جو سیاق و شبدہ پر معطوف علیہ بن رہا ہے ۔ واؤ عاطفہ لقد حرف تحقیق فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب مکر سے جو باب نصر سے ہے ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب الذین اسم موصول ہے جو اپنے صلہ سمیت مکر کا فاعل ہے ۔ من حرف جر قبل اسم نکرہ مجرور ہے ہم ضمیر جمع مذکر غائب اس کا مضاف الیہ ہے جار مجرور سے مل کر متعلق ہے مکر کا ۔ فاء تعقیبیہ للہ جار مجرور المکر مبتدا مؤخر جمیعا حال ۔ یعلم فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھو ضمیر مستتر جو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے ۔ ما اسم موصول مفعول بہ ہے تکسب فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ھو ضمیر مستتر جو نفس کی طرف راجع ہے ۔ کل نفس مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا ہے ۔ یعلم فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھو ضمیر مستتر جو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے ۔ سین حرف استقبال ہے یعلم سے متصل ہو کر فعل مستقبل کا صیغہ بن گیا ۔ الکفر مبتدا مؤخر لمن جار مجرور عقبی مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر متعلق ہے محذوف کا ۔ الدار مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مقدم ہے ۔ وھو واؤ حالیہ ھو ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے سریع خبر ۔ الحساب مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر متعلق ہے سریع کا ۔ جملہ اسمیہ حالیہ ہو کر معطوف علیہ ہو گیا ۔ لم یروا کا درمیان کلام میں ہے اس لیے آیا ۔ تائی فعل مضارع معروف صیغہ جمع متکلم باب ضرب سے ہے ۔ ی مادہ سے بمعنی آنا ۔ لانا ۔ لاتے رہنا ۔ یہاں آخری معنی مراد ہے ۔ اور ارادہ میں لانے کے معنی ہیں ہے ۔ الارض الف لام عہد خارجی ارض سے مراد علاقہ بحالت زیر ہے مفعول بہ ہے نانی کا ننقصھا فعل مضارع صیغہ جمع متکلم نقص سے مشتق ہے ۔ بمعنی کم کرنا ۔ گھٹانا ۔ باب نصر سے ہے استمراری معنی میں ہے بھی گھٹاتے رہنا ۔ ھا ضمیر مؤنث غائب مفعول من جارہ ۔ طرفیہ اطراف جمع ہے طرف کی بمعنی حصہ جز ایک طرف ہوا ۔ کنارہ یہاں پر بھی آخری معنی مراد ہیں ھا ضمیر کا مرجع ارض ہے بحالت جر ہے ۔ واؤ سر جملہ ہے اللہ اسم معرفہ معرب بحالت رفع ہے مبتدا ہے یحکم فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھو ضمیر مستتر جو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے ۔ حکم سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا ۔ معطوف علیہ ہے ۔ لا حرف عطف یا لا نافیہ جنس معقب اسم فاعل باب تفعیل سے ہے اس کا مصدر سے تعقیب ۔ عقب سے ساتھ بھی پیچھے کرنا ۔ روکنا ہٹانا بدلہ ۔ مٹانا ۔ یہاں سب معنی لیے جا سکتے ہیں لام جارہ مفعولیت کا حکم اسم مؤخر کا مضاف بمعنی فیصلہ ۔ دوسرا مضاف ۔ ہ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر کا مرجع اللہ ہے ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے معقب کا ۔ اور معقب بحالت نصب نفی جنس ہو تو معقبَ اسم ہے اور خبر پر بنیدہ آخر میں موجود ۔ معقبٌ کی دوسری صورت سب کہ لا نفی جنس ہو تو معقبَ اسم ہے اور خبر پر بنیدہ آخر میں موجود ۔ معقبٌ کی دوسری صورت میں عطف کی وجہ سے بوجہ مشابہت فعل اور دوسری صورت میں ہم لا کی وجہ سے واؤ سر جملہ ھو ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے سریع اسم صفت مشبہ بر زن فیل بمعنی اسم فاعل ہے گزشتہ سے ہے سرعت متعلق ہے سریع کا ۔ بمعنی جلدی کرنا ۔ دوڑ کر ۔ یہاں سب معنی لیے جا سکتے ہیں

سے کیونکہ حسد سے محرومی کی ۔ عین سے ماخوذ مضاف ہونے سے الحساب ۔ الف لام جنسی یا استغراقی ہے حساب مقدر سے بروزن مثال اس سے مثلثی مجرد ثلاثہ کا پہلا باب حسب ماضی حسب یحسب اس کا مادہ ہے یعنی بدلا دینا ۔ بدلا لینا مذکر سے زندگی کی تفتیش کرنا ۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں کاسہ کسرہ مضاف لیت سریع کا وہ خبیثہ سے ہندگی ۔ وقد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال ۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام ۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموٰت وبرزوا للہ الواحد القھار ۔ وترک الکافرون یومئذ بعضھم یومئذ مقرنین فی الاصفاد ۔ سرابیلھم من قطران وتغشیٰ وجوھھم النار ۔ لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت ان اللہ سریع الحساب ۔ ھذا بلغ للناس ولینذروا بہ ولیعلموا انما ھو الہ واحد ولیذکر اولوا الالباب ۔ ابراہیم مکی ۔ ۵۲ رکوع ۔ ۱۲ آیات ۔ ۱۳۰۰ حروف ۔ ۲۵۰ کلمات ۔ ۷ ۔ ۱۰ ۔ ۱۱ ۔ ۱۲ ۔ ۱۳ ۔ ۱۴ ۔ ۱۵ ۔ ۱۶ ۔ ۱۷ ۔ ۱۸ ۔ ۱۹ ۔ ۲۰ ۔ ۲۱ ۔ ۲۲ ۔ ۲۳ ۔ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶ ۔ ۲۷ ۔ ۲۸ ۔ ۲۹ ۔ ۳۰ ۔ ۳۱ ۔ ۳۲ ۔ ۳۳ ۔ ۳۴ ۔ ۳۵ ۔ ۳۶ ۔ ۳۷ ۔ ۳۸ ۔ ۳۹ ۔ ۴۰ ۔ ۴۱ ۔ ۴۲ ۔ ۴۳ ۔ ۴۴ ۔ ۴۵ ۔ ۴۶ ۔ ۴۷ ۔ ۴۸ ۔ ۴۹ ۔ ۵۰ ۔ ۵۱ ۔ ۵۲

ربط آیات: سورۃ ابراہیم کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہوا ہے اس سورۃ کی ابتدا میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں قرآن مجید کی حقانیت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی قرآن مجید کی حقانیت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی رسالت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رسالت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی علم کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی علم کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی رسالت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رسالت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی علم کا ذکر ہے اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی علم کا ذکر ہے۔

ہونا چار قسم کا ہوتا ہے۔

قسم ۱ ۔ القدم ثانی واقعی سے ۲ ۔ قدم ۔ کمالی ۔ نمبر ۳ ۔ قدم رتبی یعنی درجے اور مرتبے کا تقدم ہے ۴ ۔ تقدم تعریفی ۔ یہاں عدم ثانی ہی مراد ہے ۔ لم نجعل مذکر غائب کا صیغہ جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے ۔ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے ۔ حرف تشبیہ ہے یا ارادہ ۔ لام جارہ ملکیت کا ان حرفی مشبہ بالفعل ہے بحالت کسرہ ہے جار و مجرور متعلق ثابت ہو شدہ اسم فاعل کا ۔ المکر ۔ الف لام استغراقی یعنی کفار ہونا ۔ مت ہونا ۔ مائے کا مادہ ۔ یہاں پر آخری معنی مراد ہیں ۔ یعلم ۔ فعل مضارع معروف اس کا فاعل ھو ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے علم سے مشتق ہے ۔ معنی جاننا ۔ واقف ہونا ۔ ما اسم موصول بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے کسبت فعل مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ کل اسم تاکیدی عامہ افعل جمع معنوی مذکر سے مشتق ہے مضاف ہے کل نفس اسم موصوف کا نفس اسم مؤنث ہے اس لیے کسبت مؤنث ہوا اب مذکر سے ہے اور کسبت ہے بھی کام کرنا ۔ اعمال نیکی یا بدی کا کرنا ۔ واؤ حرف عطف ہے تذکیب ہے صرف مضارع کے ساتھ نزل میں لگتا ہے اور مضارع کو مستقبل کے لیے معین کر دیتا ہے ۔ حال کا معنی نہیں دیتا ای لیے اس کو حرف توسیع و حرف تنویں بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ مضارع کو حال کی گنی سے ہٹا کر مستقبل کے وسیع زمانے سے حاصل کر دیتا ہے یہاں تاکید کے لیے ہے ۔ یعلم فعل مضارع واحد مذکر غائب علم سے مشتق ہے ما ما موصولہ کا تعلموں سے دیکھ لینا ۔ پتہ چل جانا ۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں ۔ ہیہ وعید کے لیے ہے اس کا فاعل ھم ضمیر کا مرجع الکفار ہے الف لام استغراقی کفار ہم تین مکہ سے اس کی واحد کا صیغہ ہے کفر سے بمعنی شرک کرنا ۔ من لام جارہ نفع کا جس کو سمجھ سے ملکت ما بھی من ہم موصولہ واحد مؤنث غائب کے لیے ہے کا سے یہاں سوا یہ شیری کوں اکس من ۔ یہ تو ہوا

ہے جو ما اور مخبر عنہ سے موجود یا ثابت پر دستیدہ کے بقی تم تفصیل موثث ہے اس کا مذکر اعف ہے۔ فی متصرف سے بنی بروزن دُنیا تم مقصور ہے نعت سے بنا ہے۔ بمعنی بہت پکے ہونے والی آنکھ والی مراد ہے آنکھ۔ اندر۔ ف لام تعریف ہے وار تم معرفہ نکرہ مخصوصہ مضاف بالام ہوا مراد ہے کو۔ بمعنی کہ۔ مضاف الیہ سے بنی موضوع مضاف کا اور مرکب اضافی فاعل بنے ہو شیدہ کا۔ خیال رہے کہ بمعنی ہے۔ عالمیت حسنت کا مرکب ہے اور بمعنی استار حجم کا مرکب سے ویلون ن ش ہوا لسنت ہُ سا فاعل ہے ہا ہ ہے بمعنی و یلسنہٗ ومن فلہ وعلم ہ ن ہوا و سے جملہ یقول فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ بمعنی حال قول سے بنا ہے بمعنی کہنا۔ زبان سے بولنا۔ باب نصر سے ہے اس کا فاعل ہ ضمیر موصول جمع مذکر عالمات رفع اسم ظاہر ہے اس لیے یقولُ واحد آیا۔ کفروا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب۔ کفر سے مشتق ہے بمعنی شرک کرنا۔ یہ کفروا اپنے فاعل ہم ضمیر متصلہ سے مل کر صلہ ہوا اور موصول صلہ فاعل بنے مقولُ کا۔ است فعل ناقصہ ماضی مطلق ہے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا اسم ت ضمیر مستتر اس کا پہلا صیغہ فاعل ہے فعل منی سے۔ مرسلا۔ اسم مفعول باب افعال سے ہے صیغہ واحد مذکر ہے بھیجا ہوا۔ رسل سے مشتق ہے۔ اس کا مصدر ہے ارسال۔ اصطلاح شریعت میں جانب کتاب نبی کو مرسل کہا جاتا ہے۔ بحالت نصب ہے جو ہے لست کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ مقولہ ہے یقولُ کا قل فعل امر حاضر واحد مذکر قول اجوف واوی سے بنا ہے خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ کفی فعل ماضی معروف یہ سب لگی عبارت مقولہ ہے قل کا باب ضرب سے ہے کفی سے بمعنی کافی ہونا والی ہوا اگر منی ہے معنی میں ہونے کے فاعل پر سب جارہ حرف مصدری اور اظہار عظمت کے لیے اضافی ہے کہ کلمات امر نظیم ہے۔ جیسے سبحان ہوا کہ کبھی فعل کا فاعل بنتا ہے سب جارہ تین کے لیے فائدہ ہے اور لفظ اللہ ظاہرا بحالت نصب ہے مگر اعراب کا کوئی دراصلی میں بحالت رفع اور گرمی بمعنی والی ہوا پر کرنا ہوا اس کے فاعل پر سب جارہ ہیں ملتی۔ یک قول میں فاعل پر کبھی سب جارہ نہیں آ سکتی۔ یہاں می کا فاعل ہ ضمیر ہیں مکر آگاہ مصدر ہے ہ بالتہ جارہ مجرور اس کا متعلق ہے۔ کتب ہ عہد والی کے تراشے ہوئے ہ بنا کی علامت کی ہ ضمیر ہے۔ شہید اسم صفت مشبہ بروزن فعیل بمعنی سماہ اسم فاعل ترکیب ہے گواہ شہد سے مشتق ہے بمعنی مشاہدہ کرنے والا بحالت نصب ہے کیونکہ یہ ہے عطف لہ فی بینی و بینکم شہیدا میں کم ضمیر مضاف ہے۔ بینی صیغہ متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہو کر مضاف ہوا فی فعل کا ہ ضمیر عائد۔ عطف ہے من اسم موصول کا بالتہ پر۔ عندہ اسم ظرف مکان ہ ضمیر عائد مجرور متصل مضاف اور مضاف الیہ ہے اس کا مرجع من ہے یہ مرکب اضافی ظرف

ہے نام یا وجود یا وجود شے کا۔ ثابت یا وجود ثابت ہو کر حاصل ہوا۔ اور وصول حاصل متدا ہوا علم۔ حاصل اور مآل حاصل متحد۔ کتاب نفع کیونکہ جو ہے، جدا کی الکتاب۔ اف تام محمد خارجی کتاب بمعنی مکتوب۔ مضاف الیہ ہے علم کا۔

تفسیر عالمانہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ بِمَا كَسَبَتْ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ سے پہلے نبی کیا ان کفار مکہ نے یہ محسوس نہیں کر لیا کہ ہم مالک کائنات کفر کی حکومتوں کو، اور ملائکہ و سلطنت کو اس طرح پامال رہے ہیں کہ ان بلاد کم کر رہے ہیں ان کے اطراف سے یا اس طرح کہ ان کے گرد اگرد زلزلہ وغیرہ سے مر رہے ہیں یا اس طرح کہ ان کی زمینیں مسلمان غازی مجاہد فتح کر رہے ہیں اسلامی سلطنت بڑھتی جا رہی ہے یا اس طرح کہ کافر عام اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں جس سے کفار روز ٹوٹتا جا رہا ہے اور مسلمانوں میں قوت آ رہی ہے۔ سردار ان کفر ذلیل ہو رہے ہیں مسلمانوں کی عزتیں بلند ہو رہی ہیں یا اس طرح کہ ان کے مال برباد ان کی کھیتیاں اجڑ اور ان کے باغ ویران ہو رہے ہیں برکتیں ختم ہو رہی ہے عزتیں اور سکہ سستیاں آ رہی ہیں کیا اب بھی کسی آیت آسمانی کا مطالبہ اور انتظار کریں گے کیا یہ ذلت آمیز زندگی ان کے لیے عبرت کا سامان نہیں۔ اور کیا ان ہی فتوحات اسلامیہ اور غلبہ صحابہ مومنین سے صداقت اسلام اور بطلان شرک و بت پرستی ثابت نہیں ہوتی اب مزید نشانی کی کیا حاجت ہے اطراف سے مراد زمین کے کنارے بھی ہیں۔ امیر لوگ علماء اور مذہبی رہنما بھی ہیں۔ اور مال و دولت بھی ہے۔ کیونکہ طرف کا ترجمہ ہے کنارہ اور کنارہ وہ ہوتا ہے کہ آنے جانے میں جس کی طرف رخ کیا جائے اس کی حالت ہو اسی طرح یہ بھی ہیں وہ بھی اقتدار سے امراء اور سرداروں کی طرف دینی مذہبی علماء میں علماء اور دنیوی چیزوں کی طرف مملکت میں مال و دولت کی طرف آنا جانا تو متوجہ ہوتا ہے اس لیے ان کو بھی اطراف کہا جاتا ہے۔ اس میں ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے ہی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانی نشانیوں اور عیب کی پیشگوئیوں کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ تم سے کہا گیا تھا کہ تم کو ذلت بربادی اور شکست نصیب ہوگی اور مسلمانوں کو عزت و فتح نصیب ہوگی ایسا ہی ہوا کہ نہیں کیا یہ غیبی خبر آسمانی آیت نہیں اللہ کے فیصلہ کو کوئی رد کرنے والا نہیں کرنے والا جسے مٹانے والا نہیں وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے وہی اس نے کفار کو ذلیل اور مسلمانوں کو عزت دینے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اس فیصلہ کو توڑنے کے لیے کفار نے ہر دور میں لشکر بنائے قتل و غارت کریں مال و دولت خرچ کریں پوری اپنی زور بیان و قلم و سیف استعمال کر کے قوموں میں انتقام کی آگ بھڑکا دیں مگر پھر بھی سب برباد و بیکار ہے اللہ کا فیصلہ ٹلنے والا ہے کیونکہ اللہ علی الجزاء سخت جلدی حساب لینے والا ہے دنیا میں ذریعہ ہمارا انتقام سے

اور آخرت میں بذریعہ ملائکہ حشر و نشر کے حساب اور عذاب۔ خیال رہے کہ چار قوموں سے دنیا آباد ہے اور انہی چار قوموں سے دنیا برباد اور ایران سے۔

نمبر ۱۔ عالم حق گو باعمل نمبر ۲۔ زاہد بے ریا۔ نمبر ۳۔ ایماندار تاجر۔ نمبر ۴۔ غازی مجاہد۔ عالم باعمل۔ وارث انبیاء ہیں۔ زاہد بے ریا اولیاء اللہ انہیں کے سلسلوں میں تاجر ایماندار۔ اللہ کے امین ہیں سپاہی مجاہد۔ لشکر کا لشکر ہیں۔ ان ہی کے دم سے دنیا آباد ہے۔ جب علماء اٹھ جائیں گے فوت ہو جائیں گے اور جاہل مقرر خطیب مفتی بن جائیں گے تو زمین کی بربادی اور فساد ظاہر ہے۔ اسی طرح بے عمل ابن الوقت عالم۔ یا کار زاہد بہت پرستی کے لیے مریدوں میں درسے کرنے والا پیر۔ بد دیانت تلاوت خور و حیرہ اندوز تاجر۔ ملک و مال گیری کے لیے جہاد کرنے والے مجاہد اور لشکری فوجی یہ لوگ دنیا کی بربادی اور ویرانی کا سبب ہیں وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ سے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کفار مکہ یا یہود مدینہ نے کوئی انوکھی یا زیادہ سخت مکاریاں فریب کاریاں نہیں کی ہیں ان سے پہلے زمانوں کے کافر بھی انبیاء کرام کے مقابلے میں بڑی بڑی مکاریاں کرتے رہے جب وہ جماعت انبیاء عظام رسولان کرام کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو یہ تو بالکل ہی کمزور ہیں ان کی مکاریاں اور ان کی مکاریاں بھی سب رب کے قبضے میں ہیں۔ ہزار تدبیریں کریں لاکھوں داؤں پھیلائیں۔ کتنی ہی خفیہ چالیں چلیں مگر سب کی سب کمزور ہیں۔ تدبیر کا نشانہ اور مخالفت کا تیر جب دشمن کو لگ جائے تو وہ تدبیر کامیاب کہلاتی ہے۔ اس کو کامیاب چال کہا جائے گا۔ لیکن جب مخالف کو وہ تیر نہ لگے اور چلانے والے کا تیر خطا جائے تو وہ مکر سے کافر فوراً مسلمانوں کے خلاف بہت چالیں بازیاں فریب کاریاں کرتے ہیں مگر اللہ جانتا ہے مرنس کو کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو آگاہ فرما دیتا ہے۔ مسلمانوں کو بچا لیتا ہے کفر ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے اس لیے ان کی ہر تدبیر کو مکر کہا گیا ہے۔ ہاں البتہ جب اللہ تعالیٰ کسی طریقے سے کافروں بے دینوں کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو کر ہی دیتا ہے کوئی کافر اس کے تیر قضا سے بچ نہیں سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مرضی کرنے کا معاملہ ہے۔ اور کافر کے ہر فعل کو مکر۔ نامعلوم یہی خفیہ طریقے سے کسی کو چھپا کر مار دینا۔ برائی یا بھلائی کی تدبیر کسے میں ظاہر نقصان دینا اس کو قانون کہتے ہیں۔ صرف دشمنی کی بنا پر تکلیف پہنچانے دینا اس کو ظلم کہتے ہیں۔ اور پہنچانے کی کوشش کرا پہنچا سکتا اس کو مکر کہتے ہیں۔ اللہ دنیا میں کسی کو لوگوں کی سزا ملنا قانون الٰہی ہے۔ آخرت کی سزا خالص ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو بندہ کا خالق اللہ ہی ہے تمام مکر بھی اسی کی مخلوق ہے جسے چاہے اس سے نقصان پہنچنے دے جسے چاہے نہ پہنچنے دے یہ کفار اور دیگر تمام مخلوق اس کی ہے۔ جسے کہ ان۔ اور مصداق صرف کوئی تیر کے مطلب و محتاج و مصداق ہیں گولی تیر

سنہ پر لگانا ان کا کام نہیں اسی طرح کفار مکہ کے لفظ محرف ہیں جبکہ چونکہ محرف بنے ہیں ان کو اختیار دیا گیا اور وہ کافر بنا دیا گیا ہو بھی گیا اس لیے اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ اس اختیار کے ماتحت استقبال پر کفر سے اور ایمان والوں کو بچائے۔ اس کا ثبوت اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذات پاک باری تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے تو بھی وہ پھر یا تو عمل کرے یہ تو دنیا چند روزہ زندگی ہے جس کو محسوس نہیں کرتے نیک و بد کی تمیز نہیں۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ مست و خوش و خرم پھر رہا ہے۔ اور معیار صداقت دنیوی جاہ و جلال کو سمجھے بیٹھے ہیں۔ مگر اس دنیا سے خاتمے پر میدان محشر میں کافر و مومن جان جائیں گے کہ کس کے لیے ہے آخرت کا اچھا گھر کفار کا حاصل کرنا اس لیے کہ گرچہ ظاہری آنکھوں سے تو سب ہی مومن و کافر دنیا میں دیکھیں گے لیکن عقیدے سے یقین و ایمان کے طریقے سے مومن مسلمان یہاں بھی جانتے ہیں کہ جنت کس کے لیے ہے۔ آخرت کا اچھا گھر اور یہاں کا فرق سمجھتے تو ہیں مگر عقل و شعور سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ سے پہلے نبی یہ کافر حسد و بغض کے پھرتے ہیں رسالت نبی کی خاص کتب یا رسول یعنی صاحب شریعت یا آپ کی نبوت کے منکر ہیں۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار یا قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا انکار ہے یا اسلامی قانون اور شریعت کے حقانی قانون ہونے کا انکار ہے یا سرے سے ہی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار ہے۔ مگر اپنے دلوں کی نگاہیں اس لیے نہیں کھولتے نہیں فرمایا۔ اللہ نے سلام فرمایا جو حاسدانہ طعنے دیتے ہیں ان آیات کے سب فعل مضارع اگر بھی حال ہوں تو ان کا قول دوست ہے جنہوں نے دنیا کو سمجھ رکھا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے مکی میں مانی جاتی ہیں۔ اور اگر یہ سب مضارع بھی مستقبل ہوں تو یہ آیات بھی تاباں پڑھنی پڑیں گی تو ان کا قول درست متصور ہوگا جنہوں نے کہا کہ سب سورت مکی ہے اور گویا یہ آیت بھی پڑھنی پڑی گی ہے۔ راجح پہلی بات کو ہے۔ اس قول کا قائل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اپنے حبیب ہی کی زبان سے کہلوایا کہ فرما دو کافی ہے گواہی دینا میرا اور تمہارا یا تمہارے دوست اللہ تعالیٰ کی شہادت کے طریقہ سے حبیب و صداقت درمیان کوئی چار قسم کی ہوتی ہے۔

میرا قول کہ کوئی کہے کہ شخص ایسا ہے۔ نمبر ۲۔ عملی گواہی۔ جو دعویٰ میں بسے کرامات و علامات ہوں یہ تائید کہ دعویٰ درست ہے جیسے انبیاء کرام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامات۔ یہ گواہی پہلی گواہی سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ نمبر ۳۔ دلوں کی گواہی۔ نمبر ۴۔ فیصلہ ان کی گواہی یہ گواہیوں کی گواہی سے مضبوط ہوتی ہے اس آیت کا ظرف بیان تمام سے کہ چاروں قسم کی گواہیاں حاصل ہو جاتی ہیں پہلی گواہی سب تعالیٰ کی قرآن کی دوسری گواہی اللہ تعالیٰ سے بیشمار معجزات عطا فرما کے

تیسری گروہی من عندہٗ سے ثابت ہوئی۔ اس میں مفسرین و راویان کا اسلاف سے کہ من سے کون لوگ مراد ہیں اور کتاب سے کونسی کتاب مراد ہے۔ پہلا قول۔ من سے مراد اللہ تعالیٰ اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ترجمہ اس طرح ہوگا کہ کافی ہے مجھ کو اللہ جیسا گواہ جس کے پاس لوح محفوظ کا علم ہے۔ مگر کوئی قانون سے یہ تفسیر درست نہیں کیونکہ اس معنی میں من موصولہ صفت ہوگی اللہ کی حالانکہ قانون نحو میں موصوف کا عطف صفت پر عام نہیں۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو وَ عالمہ ہوتی۔ دوسرا قول۔ من سے مراد علمائے مفسرین اور کتاب سے مراد قرآن مجید۔ تیسرا قول من سے مراد مسلم علماء یہود یعنی عبداللہ بن سلام۔ کعب تمیم داری۔ سلمان فارسی۔ اور کتاب سے مراد توریت و انجیل۔ مگر یہ تفسیر اسی صورت میں درست ہے جب ان آیات کو مدنی مانا جائے کیونکہ یہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد ہجرت مسلمان ہوئے۔ چوتھا قول۔ من سے مراد مسلم اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے۔ اور کتاب پاری مراد ہیں اور کتاب سے مراد توریت و انجیل سے اس لئے کہ قرآن کی طرح ہے۔ یہ ان کا قول ہے جو ان آیات کو بھی مکی مانتے ہیں۔ مگر صحیح اور پہلا قول یہ ہے کہ مکی مدنی ہونے میں اسلاف کی پیداوار ہے۔ کوئی روایت ایسی نہیں جو ان آیت کو مکی فرمائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ دنیا کی زندگی میں خوش ہونے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ فلاں مصطفےٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور میں غلامی کے طفیل دنیا و عقبیٰ میں مقام و مرتبہ بھی مل جائے قال محمد سے دیکھو ان آیات میں مسلمانوں کی فتوحات۔ اسلام کی ترقی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی بشارت ہے۔ حالانکہ یہی مال و دولت۔ عیش و عشرت جب کافروں ہی سے ہٹ کر ملتا ہے تو بہت کا سلطان اور آجیل بنایا جاتا ہے بلکہ مسلمانوں کو بھی پایا جاتا ہے کہ ان کے مال و دولت کی طرف مت دیکھو۔ ان کی حقارت کی دلیل نہیں ثابت ہوا کہ حقانیت و صداقت صرف صحت مصطفےٰ میں ہے۔ دوسرا فائدہ۔ دنیوی زندگی میں سب سے بڑی صحت علم ہی کا ملا ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے نبی کو اسی کے ساتھ علماء کی گود کی کو رکھا۔ دوسرے یہ کہ علم سے نبوت کو بھی علاقہ پہنچ جاتا ہے کہ نبی کو علم سے نبی کو فائدہ ہے حالانکہ نبی کوئی چیز نبوت کو عاریۃً نہیں پہنچا سکتی بلکہ نبی اور نبوت سے عالم کو فائدہ ہے۔ تیسرا فائدہ۔ نبی پاک و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مومن بھی قبر حشر نشر کے حالات اور سکتہ سے خبردار ہیں بے علم و بے خبر وہی ہے جو دولت مصطفےٰ سے دور ہے۔ دیکھو یہاں سیئۃ کا تعلق کفار سے ہے نہ کہ مسلمانوں سے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند مسئلے مستنبط ہوئے۔

پہلا مسئلہ۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہ کیا شان آپ کے معجزات کمالات۔ علم غیب۔ آپ کی نبوت و رسالت جو حضور اقدس کے معجزات و کمالات ہیں یہ سارے ان سے اور بڑھ چڑھ کے۔ دوسرا مسئلہ۔ یہ کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے نبی ہیں کیونکہ کسی اللہ و منجی اللہ سے گواہی اسی کو مل رہا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جب اللہ ہی کے قبضے میں سارے مکر ہیں تو کفار کو مکر کی سزا کیوں۔

جواب۔ اس کا جواب بعینہٖ یہی ہے کہ کفار کے اعمال سارے کو دیا گیا۔ اس عیار کو ناجائز استعمال کرنے پر سزا سے دوسرا اعتراض۔ علامہ صوفی فرماتے ہیں کہ ملی کرنا شیطان کا کام ہے مگر یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

جواب۔ وہاں تو یہ کہا گیا ہے کہ سرعت کے معنی جلدی کرنا ہے۔ کیونکہ لغوی لحاظ سے سرعت کے معنے یقینی ہونا بھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یقینی حساب لینے والا ہے۔ اور سرعت کے معنی قابو میں رکھنا بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ قابو میں رکھنے والا ہے۔ ان معنی کے اعتبار سے اعتراض باقی نہ رہا۔ تاہم بالفرض اگر جلدی کرنا ہی معنی کیے جائیں تو جلدی کی تین قسمیں ہیں ایک عجلت یہ منع ہے جس کو جلد بازی کہا جاتا ہے جس حصول طلب اور تعجیل کی جلدی یہ بھی منع ہے دوم سرعت جس جلدی منانا جائز ہے۔ تیسرا اعتراض۔ جب فرمایا ہے سر مکر اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہے پھر تم لوگ اولیاء اللہ کو نفع نقصان پہنچانے والا حاجت روا مشکل کشا کیوں مانتے ہو۔

جواب۔ یہاں نقصان دہی مکر کا ذکر ہے اور پھر کفار کا ذکر ہے۔ لیکن اسلامی عقیدہ اہلسنت کا اولیاء کے نفع کے متعلق ہے قرآن و حدیث میں بہت سے مقامات سے یہاں نقصان کی نفی کا شائبہ ہے لیکن ہم اولیاء اللہ کے نفع پہنچانے کے قائل ہیں۔ نہ کہ نقصان کے۔

تفسیر صوفیانہ

دنیا کے گرداب ہلاکت میں پھنسے ہوئے لوگوں نے کیا کبھی نہیں دیکھا کہ ہم خالق کائنات عالم دل بدن ان کی جمالی رعنائیوں یعنی قالب کی ظاہری بالغی قوتوں کو گھٹاتے ہیں۔ بچپن کے بعد جوانی تک عروج کی منازل ہیں یہ تو کوشش کا ثمرہ ہے۔ ۔۔۔ مصیبتوں میں گرفتار کیا۔ پھر ہر قوت کو ضعف ہر کمال کو زوال ہے۔ اور اے نفس نادان کیا تو نے نہ سنا کہ ہمارے سلوک کے مسافروں مجاہدوں کے دیئے تیری شیطانی نفسانیت کی طغیانی میں کمی کرتے جا رہے ہیں۔ در نفس ظلمانیہ کی سطوت کو وسعت بخش رہے ہیں

اور اللہ کا اٹل فیصلہ ہے وہ جیسا چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے کوئی سرکشی قوت اُس کے جبروتی حکم کو پھیر نہیں سکتی۔ جوانی کی جھوٹی لاابالی پہلے سے ہی کتنے مکر و فریب سے بڑھاپے کو دھوکہ دیتے چلے آرہے ہیں ہر بچھنے بھاگنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ بھی جوانی کی بہت وسیع سلطنت ہے۔ مگر یہ ساری باگ ڈور تو جملے قبضے میں ہے۔ نفس و شیطانی لوگ اپنے جسم و اعضا کے ساتھ جو کچھ مکاریاں کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ سب کو جانتا ہے۔ اور جب اچانک موت کا فرشتہ آ جائے گا۔ جو نہ بچے کو دیکھے نہ جوان و بوڑھے کو چھوڑے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ نفس مارہ کامیاب ہے یا نفس مطمئنہ۔ شیطانی بندے کامیاب ہیں یا رحمانی۔ شیطان کے پھندے میں جکڑے ہوئے قرین شیطانی تو اسے پیارے نبی آپ کی شان و قوت۔ سطوت و شوکت ہی کا انکار ہی کرتے رہتے ہیں وہ تو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے رہیں گے۔ اُن کو کیا معلوم کہ قلب مومن میں چمکنے دمکنے والا حامل نور یہی محمد مصطفیٰ ہے۔ آپ کو قوی طاقتیں خفیہ ذات دینے والا رب تعالیٰ آپ کو کافی ہے۔ اور وہ سینہ اولیا و قلوب اصفیا اور بقول علما آپ کے لیے کافی گواہ ہیں جن کے سینہ و قلب و دماغ میں نور معرفت اور اسرار الٰہیہ کی کتابوں کے علمی خزانے موجود ہیں۔

سورۃ رعد کے کچھ فضائل و فوائد:۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز رات کو ایک دفعہ سورت رعد کی تلاوت کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ دشمن اُس سے ڈرتے رہیں گے اور جو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا وہ خود نقصان اُٹھائے گا۔ اگر کوئی بیمار بہت رہتا ہو تو یہ سورت ۱۱ دفعہ پڑھ کر دم کرے اول آخر درود شریف ۳۱ دفعہ تو بہت فائدہ ہو اور بچہ خوش و خرم رہے۔ اگر کسی شخص کو جنات یا حاسد کا خطرہ ہو تو اس کا تعویذ لکھ کر بشرطیکہ زکوٰۃ تعویذ دا کردی ہو یا کسی عامل سے لکھوا کر گلے میں پہنے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔ اس کی زکوٰۃ علماء کرام یا صوفیاء تعویذات سے پوچھی جائے۔ یا چاہے سلسلہ قادری نعیمی رضوی عاملین سے پوچھ لی جائے۔ اُس کے عدد کل ۲۴۴۶۹۲ ہیں۔ تعویذ کا نقشہ لکھ دیا گیا ہے اگر کسی شہر یا ملک میں نظام حاکم افسر آگیا ہو جو ظلماً عاید عوام یا ماتحتوں کو ستاتا ہو تو گرجتے بادل برستے میں کاغذ پر یہ سورت رعد لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر وہ پانی اُس کے گھر میں ڈالدے انشاء اللہ حاکم

۷۸۶

۸۱۵۶۵	۸۱۵۶۰	۸۱۵۶۷
۸۱۵۶۶	۸۱۵۶۴	۸۱۵۶۲
۸۱۵۶۱	۸۱۵۶۸	۸۱۵۶۳

معزول ہو۔ اس کی ایک آیت مَا يُمْسِكُ نَزَغَهُ حَتَّى يَرُدَّهُ وَالسَّبَّاحَةُ مِنْ خَوْفِهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ یعنی آیت ۳۳ من حنفتہ تک پڑھ کر اور گی عبارت جوڑ کر۔ اس وقت پڑھے جب بادل گرجتا ہو تو جب پڑھنے لگے گا۔ بادل نہیں گرجے گا۔ بجلی نہیں گرے گی۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ عمل آسمانی بجلی سے بچنے کے لئے مجرب ہے۔ نیز یہی پوری آیت اگر ٹرین یا دشمن یا مخالف کے شور و غل کے وقت پڑھی جائے تو تو ٹرین کا شور بند ہو جائے۔ احادیث میں بھی اس کی تلاوت کا بہت ثواب لکھا ہے۔ جو شخص روزانہ اس کو ورد کرے گا کثرت ثواب قیامت میں پائے گا۔ جن سے رہائی کے لیے ایک دفعہ دوپہر کے وقت قبل الظہر۔ لیکن مکروہ وقت گزار کر پہلے تلاوت کرے۔ اور تحریر میں صرف ایک مرتبہ سجدہ تلاوت ادا کرے ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر اول آخر درود شریف ۱۱ دفعہ پڑھے۔ انشاء اللہ جلدی رہائی ہو۔ چلہ پورا کرنے سے اگرچہ رہائی پہلے ہو جائے (دفع طلاق) لیکن زیادہ بہتر ہے کہ مغرب و عشاء کے درمیان پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْرًا جَزِيْلًا وَّاِنْعَامًا كَثِيْرًا۔ کہ آج مورخہ ۲۳ شوال المکرم مطابق گیارہ جولائی بروز جمعرات بعد نماز عصر قبل نماز مغرب سیر حواں پارہ سورۂ رعد کی آخری آیت تک مکمل ہوئی اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ بروز دوشنبہ مبارک پندرہ جولائی ۱۹۸۵ء مطابق ۲۶ شوال ۱۴۰۵ھ تفسیر عالمانہ شروع کروں گا۔ اب تک جن عربی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ نمبر ۱۔ روح البیان۔ نمبر ۲۔ روح المعانی۔ نمبر ۳۔ مدارک نمبر ۴۔ خازن۔ نمبر ۵۔ جمل۔ نمبر ۶۔ صاوی۔ نمبر ۷۔ فخر الدین رازی۔ نمبر ۸۔ مظہری۔ نمبر ۹۔ ابن کثیر۔ نمبر ۱۰۔ عرائس البیان۔ نمبر ۱۱۔ تفسیر نسفی۔ نمبر ۱۲۔ تفسیر ابن عطاء۔ نمبر ۱۳۔ اسئلۃ الرازی۔ نمبر ۱۴۔ طبری۔ نمبر ۱۵۔ جلالین۔ نمبر ۱۶۔ بیضاوی۔ نمبر ۱۷۔ ابن حجر۔

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ

ایک کتاب ہے اتارا ہم نے جس کو تجھ پر تاکہ نکالیں تمام لوگوں کو سے

ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ

اندھیروں طرف نور کے سے حکم رب کے اپنے طرف رستے

اندھیروں سے اُجالے میں لاؤ اُن کے رب کے حکم سے اُس کی راہ کی طرف

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

عزت والے تعریف والے کے اللہ وہ ہے کہ کا اُس ہے جو میں آسمانوں

جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔ اللہ کہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

اور جو کچھ زمینوں کے ہے اور ہلاکت ہے کافروں کے سے عذاب

اور جو کچھ زمین میں ہے کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے

شَدِيْدٍ ۝٢ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

سخت وہ کافر جو محبت رکھتے ہیں زندگی دنیوی سے

عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

بدلے آخرت کے اور روکتے ہیں سے راستے اللہ کے اور

اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کی چاہتے

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝٣

منا کرتے ہیں اس کو ٹیڑھا بنانے کی۔ یہی لوگ ہیں گمراہی دور کی۔

وہ دور کی گمراہی میں ہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح ہے۔

پہلا تعلق۔ نو وجہ مناسبتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے سورت رعد کے بعد سورت ابراہیم کا آنا مناسب ضروری تھا۔ اس سورت کا پچھلی سورت سے معنوی تعلق کے علاوہ لفظی بھی بہت تعلق و ربط ہے۔ اس طرح کہ سورۂ رعد کی ابتدا الف سے اور اختتام ب سے اسی طرح سورۂ ابراہیم کی ابتدا بھی الف سے و اختتام ب سے۔ اس سورت کی آخری آیتوں کا مضمون اجمالی طریقے سے ذکر ہوا۔ اس سورت کی ابتدائی آیتوں کا وہی مضمون ذرا تفصیل سے ذکر ہوا۔ **دوسرا تعلق**۔ اس سورت کے ابتدا میں بھی کتاب اللہ کی شان بیان کی گئی تھی اس سورت کی ابتدا میں بھی کتاب اللہ کی شان بیان ہو رہی ہے اس سورت میں قرآن مجید کو حکم عربی فرمایا گیا تھا۔ اس سورت میں اس کی تصریح فرمائی جائے گی۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی سورت میں خود رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی کو ہمت نہیں کہ رب کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے۔ اس سورت میں خود انبیاء کرام کا ارشاد منقول ہوا کہ ہم کو یہ ہمت نہیں جو ہم کوئی سلطان یعنی معجزہ رب کی بلا اجازت لے آئیں۔ نیز پچھلی سورت میں جب ہاک کے توکل علی اللہ کا ذکر ہوا۔ اور اس سورت میں تمام انبیاء کرام کے توکل علی اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔

چوتھا تعلق۔ اس پچھلی سورت میں حق و باطل کی اجمالی تمثیل بیان ہوئی مگر یہاں کھلے طور پر فرما کر اس کی

تفصیل بیان ہوئی ہے۔ نیز اُس سورت میں پہلے نشانات قدرت یعنی آسمانوں کی بلندی زمین کا پھیلاؤ چاند سورج کی تسخیر ذکر ہوئی پھر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ لیکن اس سورت میں پہلے نعمتوں کا ذکر ہوا پھر آیات قدرت کا ذکر ہوا پانچواں تعلق۔ اُس سورت رعد میں کفار کا مکر و استہزاء کا ذکر بھالا ہوا۔ مگر اس سورت ابراہیم میں ان چیزوں کا ذکر تفصیل سے ہوا کر ارشاد ہو۔ اِنْ مَّا نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ (الآیۃ)

نزول۔ یہ پوری سورت مکی ہے۔ مگر دو آیتیں مدنی۔ آیت نمبر ۲۸ اور نمبر ۲۹۔ یہ دونوں مقتولین بدر کے متعلق نازل ہوئیں یہ سورت نصف نصف دو بار میں نازل ہوئی۔ خیال رہے کہ علماء مفسرین کے نزدیک سبب نزول بیان کرنا اُس وقت زیادہ ضروری ہوتا ہے جب یا تو اُس سورت میں شرعی احکام زیادہ ہوں۔ ناسخ منسوخ آیات ہوں۔ یا صرف واقعات۔ اور تشابہ لفظیہ یا وعدہ و وعید کی آیات ہیں کی مدنی ہونا برابر ہے (از روح المعانی)

تفسیر نحوی

الٓرٰ۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ الٓرٰ یہ حروف مقطعات ہیں۔ اس کی تحریر تو اس طرح ہی ہوتی ہے مگر ان کی ادائگی کا طریقہ یہ ہے۔ الف۔ لام۔ را۔ ان کا مفہوم ترجمہ معانی کسی شخص کسی مخلوق کو معلوم نہیں سوائے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہاں سب نحو و صرف لغت و قواعد فیل ہیں۔ ترکیب نحوی میں ایک قول کے مطابق اس کو اس طرح شامل کیا گیا ہے کہ الٓرٰ مبتدا اور كِتٰبٌ موصوف اپنی صفت اَنْزَلْنٰهُ جملہ فعلیہ سے مل کر خبر ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ قرآن مجید کا نام الٓرٰ نہیں ہے کسی بھی آیت و روایت میں واللہ و رسولہ اعلم بالصواب كِتٰبٌ اسم مؤصوف صفت مشبہ بمعنی مکتوب اسمائیہ رفع خبر ہے مبتدا محذوف ھٰذا یا ھٰذَا الْقُرْاٰنُ کی بکما مبین مخصوص ہے۔ موصوف ہے مابعد کا۔ اَنْزَلْنٰهُ فعل ماضی معلق صیغہ جمع متکلم باب افعال سے ہے مصدر ہے اِنْزَالٌ بمعنی اتارنا منتہی کی یک مفعول فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ هُ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مفعول بہ ہے۔ الیٰ جارہ انتہاء غایت کے لیے کاف ضمیر واحد مذکر حاضر کا مخاطب مجرور متصل ہے۔ متعلق ہے اَنْزَلْنَا کے اور یہ جملہ فعلیہ مفعول ہے مابعد ھٰذا ہدایت کا۔ لام کی سببیہ ناصبہ یہاں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ مگر مضارع منفی ہو تو اَنْ ناصبہ مصدریہ ظاہر ہوتا ہے۔ تُخْرِجَ فعل مضارع معروف واحد مذکر حاضر کا صیغہ باب افعال سے اخراج مصدر ہے اس کا فاعل انت ضمیر کا مرجع نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے النَّاسَ الف لام استغراقی ناس جمع غیر لفظی ہے انسان کی یا اسم جمع ہے بغیر واحد کے جامد ہے۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے تخریج کا خرج سے بنا ہے بمعنی نکلنا۔ باب افعال میں اگر متعدی ہو بمعنی نکالنا۔ مِنَ جارہ بمعنی فی ظرفیہ یعنی میں ہے الف لام استغراقی ظُلُمٰتِ جمع مؤنث مکسر ہے جمع کثرت کے لیے اس کا واحد ظُلْمَةٌ ہے بمعنی اندھیرا۔ اِلَى جارہ

انتہاء غایت کے لیے۔ النور۔ الف لام جنسی۔ اسم مفرد معرفہ باللام۔ جارہ مجرور متعلق ہے تخرج کا باذن رب جارہ۔ اذن اسم مفرد جامد مضاف ہے بمعنی اجازت رب اسم مفرد معرفہ۔ ربب سے بنا ہے بمعنی پالنا کمال کسرہ ہے مضاف الیہ ہے ماقبل کا اور مضاف ہے مابعد ہم ضمیر مجرور متصل جمع کا مرکب اضافی جارہ مجرور متعلق دوم ہے تخرج کا۔ الی حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے اس کی ترکیب میں دو قول ہیں یکدیہ کہ جارہ مجرور متعلق سوم ہے۔ تخرج کا۔ دوسرا یہ کہ یہ متعلق نور کا اس طرح کہ یا تفسیر ہے نور کی یا بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ اور پھر متعلق ہے نفل کا صراط اسم مفرد جامد ہے بمعنی کھلا راستہ۔ العزیز۔ الف لام اسمی بمعنی الذی ہے۔ عزیز۔ صفت مشبہ بروزن فعیل۔ بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول بھی۔ مضاف الیہ سے ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد کا عزۃ معاصف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی۔ غالب ہونا پیارا ہونا پیارا رکھنا۔ عزت دینا۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں۔ الحمید۔ الف لام اسمی بمعنی الذی۔ حمید اسم صفت مشبہ بمعنی محمود ترجمہ ہے تعریف کیا ہوا۔ حمد سے مشتق ہے۔ بمعنی ذاتی صفات کا بیان کرنا۔ اسم صفاتی ہے باری تعالیٰ کا بمعالت جر ہے ہے۔ کیونکہ صفت ماقبل مضاف الیہ ہے عزیز کی وہ مبدل منہ ہے مابعد۔ اللہ کا۔ اَللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ اللہ۔ اسم مفرد معرفہ علم ذاتی ہے پروردگار عالم کا۔ بدل الکل ہے عزیز کا موصوف ہے مابعد کا۔ الذی اسم موصول واحد مذکر صفت ہے۔ ماقبل کی اس لیے مجرور ہے بھی ہے بدل وجہ اعراب ظاہر نہیں حالت باطنی میں کسرہ ہے۔ لہ جارہ ملکیت کا ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع اللہ ہے۔ متعلق ہے۔ پوشیدہ اسم فاعل ثابت کا ما موصولہ بحالت رفع فاعل ہے پوشیدہ ثابت کا۔ فی حرف جر السمٰوٰت الف لام استغراقی۔ سموات جمع مکسر ہے سماء کا سما مذکر بھی جمع ہے۔ مگر اس میں علامت ہے کہ واحد اور جمع مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے سموات صرف مؤنث جمع کے لیے ہے واؤ عاطفہ کا موصولہ فی جارہ ارض الف لام استغراقی یعنی تمام زمین ارض اسم مفرد مؤنث معرف باللام بحالت جر یہ سب جارہ مجرور عطف وغیرہ متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کے۔ واؤ سیر عاطفہ ویل اسم مفرد نکرہ مذکر بمعنی ہلاکت۔ ذلت شدید عذاب۔ شرمندگی۔ حسرت۔ جہنم کا ایک علاقہ۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کا مؤنث لفظی ہوا ہے ویلۃ۔ بحالت رفع کیونکہ مبتدا ہے تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے۔ لام جارہ نفع کا۔ الف لام استغراقی کافرین۔ جمع ہے کافر کی کفر سے مشتق ہے۔ جارہ مجرور متعلق اول ہے ثابت پوشیدہ اسم فاعل کا اور پھر یہ جملہ اسمیہ خبر ہے ویل مبتدا کی۔ من جارہ بیانیہ یا تعلیلیہ عذاب اسم مفرد جامد ہے نکرہ مخصوصہ موصوف ہے شدید صفت کا۔ یک قول میں عذب صفت مشبہ بروزن فعال عذب سے بنا ہے بمعنی سزا۔ تکلیف۔ شدید بروزن فعیل صیغہ مبالغہ ہے شدۃ سے بنا ہے۔ بمعنی باندھنا۔ سخت کرنا۔ مضبوط ہونا۔ کرخت ہونا۔ یہاں بہ

آخری معنی مراد ہیں جار و مجرور متعلق ہے لَدُنْ سَنَحْسُنُ عَلَيْهِ کے۔ لَدُنْ سَنَحْسُنُ عَلَيْهِ الْآخِرَةَ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ لَدُنْ اسم موصول جمع مذکر بمعنی الذین جو۔ صفت ہے کفرین کی یا بدل ہے۔ عطف ہے ان سَنَحْسُنُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب استفعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِسْتِحْبَابٌ مضاف الیہ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ محبت کرنا۔ پسند کرنا۔ چاہنا۔ اس کا فاعل ضمیر جمع غائب مستتر (ی) میں پوشیدہ ہے کا مرجع کافرین ہے۔ متعدی بیک مفعول۔ اَلْحَيٰوةَ۔ الف۔ لام جنسی۔ مصدر ہے آخر میں ت مصدریہ لگی ہوئی ہے۔ ی کا مادہ ہے حیوٌ۔ یا حنوٌ۔ بمعنی قوت نشوونما دینا۔ نمبر ۲۔ قوت حسیہ یعنی جلا دینا۔ نمبر ۳۔ قوت احساس۔ نمبر ۴۔ قوت عقل، فہم دینا۔ دنیوی زندگی اسی کا نام ہے۔ بحالت زیر مفعول بہ ہے۔ اَلدُّنْيَا۔ الف لام جنسی ہے دُنیا ادنیٰ کم تفضیل مذکر کا مونث ہے علی ملازمۃ بدلیت کے لیے وَاٰثَرُوا الف لام عہدی آخرت کم فاعل صیغہ واحد مونث۔ اخرٌ سے جانے باب نصر سے ہے بمعنی پیچھے آنے والی۔ دوسری بار آنے والی باقی رہنے والی۔ دیر سے ہونے والی۔ اخیر میں آنے والی۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ واؤ عاطفہ عطف ہے یَسْتَحِبُّوْنَ کے صد یَصُدُّوْنَ وَيَصُدُّوْنَ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب کم ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع وہی کفرین ہے۔ باب نصر سے ہے صَدٌّ سے بنا ہے۔ بمعنی چپکا رہنا۔ آڑ لگانا۔ بند ہو یا بند رہنا روکنا۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں علی جادۃ معنی من ابتداء غایت کے لیے سبیل کم معرفہ کی مخصوصہ لفظاً مذکر ہے مگر مذکر مونث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع ہے سُبُلٌ بروزن سُنَنٌ۔ سَبِيْلٌ سے مشتق ہے بمعنی پہنچنا۔ کھلا راستہ بنانا یہ صفت مشبہ برائے مبالغہ ہے ترجمہ ہے بہت کھلا راستہ۔ سبیل اور صراط کا فرق ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر حامد میں کیا جائے گا۔ سبیل جب نکرہ مفرد ہو تو حق و باطل دونوں کے لیے مستعمل بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن جب معرف باللام ہو تو صرف راہ حق مراد ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مخصوصہ یعنی معرفہ کا مضاف ہو مرکب اضافی ہو مفرد نہ ہو تو مضاف الیہ کی نسبت سے ہوتا ہے۔ یہاں راہ حق یعنی دین اسلام مراد ہے۔ بحالت جر ہے۔ اللّٰهِ اسم معرفہ علم ذاتی ہے بحالت جر مضاف الیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ يَبْغُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب کم ضمیر۔ جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفرین ہے۔ باب نصر سے ہے۔ بَغْيٌ یا بَغْوٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی خواہش کرنا۔ چاہنا۔ حاکم مرجع سبیل ہے۔ اس ضمیر مونث سے ظاہر ہوا کہ یہاں لفظ سبیل مونث معنوی ہے۔ رہو جا۔ اسم مفرد نکرہ غیر معین بحالت نصب مفعول بہ ہے يَبْغُوْنَ کا عِوَجًا حامد ہے بمعنی ٹیڑھ۔ کجی سیدھے کے مقابل اور خلاف۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ ہے جمع اور بعید افراد کے لیے آتا ہے۔ اس کا مشار الیہ بعید ہوتا ہے۔ اور ان کا مذکرہ قریب ہوتا ہے۔ ی کا ترجمہ ہی

ہے کہ ان میں جو اس میں موصوفیت کے معنی شامل ہوتے ہیں۔ فی جارہ ظرفیہ ضلال۔ اسم مبالغہ ہے بروزن فعال بطور حاصل مصدر جامد استعمال ہوتا ہے۔ ترجمہ ہے گمراہی۔ ضلّ من عف ثلاثی سے بنا ہے معنی بھٹکنا بے راہ ہونا۔ عاجز ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ بعید ایت کسرہ مجرور ہے فی کا۔ موصوف ہے بعید اسم صفت مشتق بروزن فعیل فعل سے بنا ہے بمعنی دور ہونا۔ جمعاً۔ کلّ۔ ایماناً۔ یہاں ایمانی روحی مراد ہے بحالت کسرہ ہے کیونکہ صفت تاکیدی مثال کی اور جارہ مجرور متعلق ہے وقعوا فعل ماضی پر شبہ کا اور واو یاء ایک قول میں اس کا فاعل ہے۔

تفسیر عالمانہ

اس سورت ابراہیم میں سات رکوع ہیں۔ پہلے رکوع میں نزول قرآن حکمت ہدایت آسمانی کتابوں کی سابقہ امتوں موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا مختصر ذکر ہے دوسرے رکوع میں شکر و ناشکری کا مدار اہم سابقہ کے کرتوت کی یاد دہانی توکل علی اللہ کا ذکر ہے تیسرے رکوع میں۔ گستاخی انبیاء علیہم السلام کے برے نتائج کا ذکر اعمال کفرہ کی بے مثیل اور قدرت الٰہیہ کا ذکر ہے چوتھے رکوع میں۔ رسول محترم ابلیس کی بے بسی اپنے فرمانبرداروں کو ملامت کرنے۔ مومن کے اچھے انجام کلمات طیبہ اور کلمات خبیثہ کی تمثیل کا ذکر ہے۔ پانچویں رکوع میں۔ ناشکری اور کجروی کا وبال صدقات و خیرات کا فائدہ آسمانی نعمتوں کا ذکر اور انسانوں کے ظلم و جہالت کا ذکر ہے چھٹے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گیارہ دعاؤں۔ خدا کی تعالیٰ اور اولاد کے کا شکریہ مذکور ہے ساتویں رکوع میں قیامت کا ابتدائی نقشہ۔ قیامت کی دہشت ہولناکی۔ کفار کی التجائیں رب کی طرف سے تردیدی جواب محشر میں زمین و آسمان کی کیفیت مجرمین کی حالت وغیرہ کی پہلی آیت میں تعارف قرآنی ہے یہ سورت ابراہیم حیات مکی کے آخری ایام میں نازل ہوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ بخشنے والے آخرت میں رحمن اللہ کی خصوصی صفت اس لیے کہ اس کا ترجمہ بھی فعل خصوصی کا ہے رب تعالیٰ کی بخشش کوئی نہیں سکتا۔ نبی نہ ولی نہ عالم نہ پیشوا پاری نہ گرو یہاں تک انبیاء کرام اولیا علما بخشوا سکتے ہیں کیونکہ شفاعت کے معنوں میں رحم کرنے والے دنیا میں یہ غیر خصوصی صفت ہے کیونکہ دنیا میں رحم بہت کر سکتے ہیں جس سے رحمان کسی کو نہیں کہا جا سکتا اور رحیم ہر اچھے رحم دل کو کہا جا سکتا ہے۔ اللہ کے نام سے کائنات عالم کی ہر چیز کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ آیت پاک یعنی بسم اللہ شریف ہر چیز کی چابی ہے۔ ف۔ لام۔ ر۔ اس کے مطالب و معانی کو خلق میں بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ کتاب عظیم ہے۔ اس لیے کہ مخلوق و خالق کی ہر چیز کا سامان اس میں ہے بالفعل طور پر اس کی ایک ایک آیت زمین و آسمان سے بڑی ہے

حدیث پاک میں ہے آیت الکرسی سے بڑی چیز زمین و آسمان عرش و کرسی لوح قلم میں کوئی نہیں مگر ظاہرا بندہ کا عقل میں سما کر لیک ہاتھ میں آجاتی ہے یہ بھی عجیب قدرت کار ہے۔ اے اچھے حبیب ہم نے ہی اس کو آپ کی طرف نازل فرمایا تاکہ آپ اپنے وعظ اقدس سے یا تعلیم مقدس سے یا تبلیغ مکمل یا قول مؤثر سے یا اعمال جسمانی کے ذریعے کفر کی ظلمت سے اسلام کے نور کی طرف اور عقائد باطلہ کی ظلمت سے عقائد ایمانیہ کے نور کی طرف بہ گمراہی سے ایمان کی طرف اُن کے رب کریم کی اجازت سے تمام کائنات کو حق و انس کو نکال لائیں اس عزیز و حمید اللہ کے راستے کی طرف جس کا ہی ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں ملکیت خلقیت عبدیت بندگیت کے۔ علماء سے علماء مفسرین فرماتے ہیں یہاں بارہ چیزیں ارشاد ہوئیں۔

نمبر ۱۔ کتاب نمبر ۲۔ نزول۔ نمبر ۳۔ لتخرج نمبر ۴۔ ناس نمبر ۵۔ ظلمت۔ نمبر ۶۔ نور۔ نمبر ۷۔ صراط۔ نمبر ۸۔ عزیز۔ نمبر ۹۔ حمید۔ نمبر ۱۰۔ لہ۔ نمبر ۱۱ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ نمبر ۱۲۔ جو کچھ زمین میں ہے۔ کتاب شریعت ہے نازل مواصلت الٰہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینہ در سینہ سو سال میں جس کو کبھی فروغ نہیں۔ تا قیامت تمام انسان مراد ہیں۔ ظلمت آلودگی ہیں۔ کفر۔ نفاق۔ گمراہی۔ فسق۔ فضلت۔ تکبر۔ شرک۔ بدعت۔ نفسانیت۔ آلت مدغلی۔ عصیان طغیان۔ فجور۔ ظلم۔ ناشکری۔ بدعقیدگی۔ بدعملی۔ فحاشی۔ بے حیائی۔ طمع۔ دنیا پرستی تمام مکاریاں ان ہی سے ہیں اس لیے ان کو ظلمت یعنی اندھیرے کہا گیا۔ نور سے مراد حسیات مصطفوی گویا صفات عادات محمدی کا نام اسلام ہے۔ صراط سے مراد طریقت و معرفت ہے کہ تمام عبادات کا مقصد یہی راہ چلنا ہے عزیز یعنی جس کا مقابل کوئی نہ ہو سکے نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ حمید۔ جس کی ہر تدبیر ہی ستائش کے لائق ہو۔ لہ یعنی وہ مالک و خالق ہے۔ آسمان و زمین کی ہر چیز بھی شامل ہے۔ یہ آیت پاک عقائد اہلسنت کی جامع ہے۔ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ نِ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ اور ہلاکت ہے یا جہنم کا خاص سخت ہی مصیبت زدہ علاقہ ہے۔ یا کفار کا گڑھا بہت شور و غل والا ہے کافروں مشرکوں منافقوں کے لیے اشد سخت عذاب سے یہ وہ کافر ہیں سب ہی جو دنیوی زندگی کے ہی عاشق بنے رہتے آخرت کے مقابل آخرت کی پرواہ اور فکر تک نہ کی۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت بری نہیں مگر دنیا کا استحباب یعنی محبت کی طلب اور عشق حرام ہے علامت کفر اور باعث عذاب شدید کیونکہ محبت دنیا کی خواہش تمنا آخرت کو بھلا دینے سے ہی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے آخرت اُس کی نظر میں متروک اور ہیچ اور گھٹیا ہو جاتی ہے دنیا دنیا پر ہی فخر کرتا ہے اور دوسروں کو بھی وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اس طرح کافر ایمان سے منافق اخلاص سے اور فاسق عاجز اعمال صالحہ سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اور اپنے

باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لیے ٹیڑھے میڑھے دلائل دیتے ہوئے یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس کا سیدھا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ اسلام میں یا اپنی مذہبی باتوں میں غلط تاویلیں بیہودہ اقوال کہ لوگ اللہ رسول کی محبت سے رُک جائیں۔ لیکن ان کی چال بھی کارگر نہ ہوگی اس لیے کہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ یہ ہر قسم کے کافر و بدطینت فساق بہت ہی دور کی گمراہی بے راہ روی میں ہیں جن کا پلٹنا راہِ ہدایت پر آنا بڑا مشکل ہے۔ یہ ہدایت۔ ایمان۔ عرفان۔ رضاء رحمٰن۔ اور جنت سے بہت دور ہیں۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ۔ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور محبت کے بغیر قرآن مجید۔ دین اسلام عبادت یا صفت سجود کسی سے بھی ہدایت نہیں مل سکتی۔ پیارے آقا ہی ایک ایسی ہستی ہیں جو سب ظلمت سے نور کی طرف نکالنے والے ہیں یہ بات تو احادیث و واقعات سے ثابت ہے کہ بغیر نماز روزہ صرف چہرۂ معصیے در عشق مصطفیٰ کے ذریعہ مسلمان مومن متقی صالح شہید و جنتی ہونے کے تمام مدارج طے کر گیا مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ صرف قرآن مجید پڑھ کر نبی پاک سے کٹ کر نجات پائی ہو۔ لہٰذا یہ آیتیں سبق دیتی ہیں کہ نبی پاک کا دامن در چھوٹ بگڑنے میں ہی نجات ہے۔ یہ فائدہ اِلَى النُّوْرِ کے لفظ فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ قرآن کریم لوگوں کی ہدایت و فلاح۔ پڑھنے دین سمجھنے کے لیے نازل ہوا تا قیامت۔ نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبی کریم تو پہلے ہی سب کچھ سمجھے ہوئے تھے۔ یہ فائدہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہو کہ سب کی طرف سے قرآن اس لیے نازل ہوا تاکہ آپ نکالیں یہ نہ فرمایا گیا کہ آپ نکلیں یا ہدایت لیں۔ نہ یہ فرمایا کہ قرآن نکالے۔ تیسرا فائدہ۔ نبی کریم رؤف و رحیم کسی خاص قوم یا قبیلے کے نبی نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لیے زمین پر تشریف لائے۔ یہ فائدہ النَّاسَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور النَّاسَ میں نہ طائفے کی قید ہے نہ زمانے کی۔ یہ شان صرف نبی اکرم کو عطا ہوئی۔ آپ کے علاوہ کسی نبی رسول مرسل کو عطا نہ ہوئی۔ چوتھا فائدہ۔ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا ہی نور کے پاس آنا ہے اس لیے کہ نبی پاک نے سب کو کفر سے علیحدہ کر کے اپنے دامن کرم میں پناہ دی اور دوسری آیت وَنَوْا مَا هُمْ بِنَالِغِيْهِ سے بھی یہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ پانچواں فائدہ۔ آج دنیا میں سب کی طرف بلانے پکارنے والے بہت سے دعویدار ہیں۔ یہودی۔ عیسائی مرزائی ہندو سکھ وغیرہ مگر آقا دو عالم نور مجسم ہی محترم محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ملانا اور اس ہی بلانے پر چلنے والا لبیک کہنے والا باری تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ اب تا قیامت باذن الٰہی بلانا صرف نبی کریم کا ہی بنتا ہے۔ یہ فائدہ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اس آیت مطہرت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کوئی چیز بھی خدا تعالیٰ کا شریک یا بیوی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور ظاہر ہے کہ ملکیت اسی طرح زوجیت اور ملکیت جمع نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص کسی زمانے میں اپنے بیٹے کو یا کسی غلام کو خرید لے تو وہ فوراً آزاد ہو جائے گا اور ملکیت ختم ہو جائے گی یہ مسئلہ [illegible] سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ کفار کے راستے اور طریقے پر چل کر کوئی بھی بُرا کام کرنا حرام ہے۔ یہ مسئلہ [illegible] سے مستنبط ہوا کہ دنیوی کاروبار اگرچہ اچھے ہیں مگر کفار اس کو دنیوی محنت کے لیے کرتے ہیں اس لیے اس کی مذمت فرمائی گئی تو اگر کوئی مسلمان بھی محنت دنیا کا طلب گار ہو تو اس کا ہر دنیوی کام حرام ہوگا۔ تیسرا مسئلہ۔ اپنی رائے سے تفسیر قرآن یا شرح احادیث کرنا حرام ہے۔ غلط تاویلیں یا غلط مسئلے بتانا بھی حرام ہے۔ اسی طرح مقررین اور خطیبوں کا لوگوں کو یا محض پیسوں کو خوش کرنے کے لیے الٹا سیدھا اپنی بناوٹ سے وعظ کرنا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ۔ وعظ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں۔ بری اور دنیوی نیت سے تو اگر اچھا وعظ کہے تو بھی ناجائز اور گناہ کا باعث ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا نُزِّلَ۔ ہم نے اس کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل کیا اور جو چیز نازل یا منزل ہوتی ہے وہ قدیم نہیں ہو سکتی لہٰذا قرآن کریم حادث ہے اور مخلوق ہے کیونکہ ہر حادث مخلوق ہے۔ تم اہلسنت اس کو غیر مخلوق کیوں کہتے ہو؟

جواب۔ یہ اعتراض معتزلہ نے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا تھا اور ہمیشہ ہی جاہلانہ اعتراض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نازل شے حادث نہیں روایت میں آتا ہے شب کے آخری حصہ میں رب تعالیٰ نزول فرماتا ہے اب وہ نزول کیسا ہے اس کی کیفیت کیا ہے یہ سب جانے مگر نزول کا لفظ رب تعالیٰ کے لیے آگیا۔ تو اگر معتزلہ کا یہ قاعدہ کہ ہر نازل حادث اور حادث مخلوق ہے تو رب تعالیٰ کو بھی کیا مخلوق کہو گے معاذ اللہ۔ اور پھر ہر حادث مخلوق نہیں رب تعالیٰ کی تمام صفات فعلی حادث ہیں مگر مخلوق نہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ منزل اور نازل شدہ الفاظ و حروف ہیں وہ واقعی حادث ہیں مخلوق ہیں لیکن صفت قرآن اور مضمون قرآن کریم حادث اور مخلوق نہیں۔ یہ جواب کبیر نے دیا۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِتُخْرِجَ۔ لام تعلیل ہے اور تعلیل بتاتی ہے کہ نزول قرآن سے ہی رب نے لوگوں کو ظلمت سے نکالا۔ ذریعہ تو وہ استعمال کرتا ہے جو قادر ہو رب تعالیٰ نے یہ ذریعہ کیوں استعمال فرمایا

کیا رب تعالیٰ اس کے بغیر عاجز ہے۔ جواب۔ رشد و زیغ کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے نہیں بلکہ نبی پاک سے ہے یعنی اس وسیلے کی نبی پاک کو ضرورت ہے نہ کہ رب کو۔ تیسرا اعتراض۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ ظلم سے ہٹا کر نور کی طرف ثابت ہو ظلمت بری ہے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں۔ نیز اگر افعال بد کا خالق ہوتا تو نبی پاک کیوں ظلمت سے نکال کر نور میں لاتے۔ اور پھر بندے اچھے نورانی کام کرتے ہیں۔ نیز نبی کریم کا کام یہ ہے کہ قرآن و حدیث سنائیں دعوت فکر و عمل دیں وہ عمل کریں غور فکر اور اعمال صالحہ درست ہو جائیں ظلمت ختم ہو جائے تو ثابت ہوا کہ بندہ ہی کا سبب ہے خود خالق ہے۔ جواب۔ اس ہی آیت میں جواب فرما دیا گیا ہے کہ اذکرہم بایام اللہ یعنی اللہ کا اذن ہو تو نکالتے ہیں اور اذن کیا ہے۔ امر مشیت خلقت۔ نیز یہ دعوت عمل و فکر صرف بندے کے رجحان اور توجہ کے لیے ہے ورنہ خلقت کے لیے۔

تفسیر صوفیانہ الٓرٰ۔ یہ اسرار الٰہیہ ہیں جن کو بجز اللہ رسول کوئی نہیں جانتا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے بھید اور رازیہ حروف مقطعات ہیں۔ آسمانوں کے بھید فرشتے ہیں اور زمین کے بھید اولیاء اللہ ہیں کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اے رازدار قدرت ہم نے بسیلہ مومن کے معرفت والی کتاب تیرے سپرد کر دی تاکہ تو اسے محبوب کائنات سب انس کرنے والوں کو کثرت کی ظلمتوں سے نکال کر نور وحدت کی طرف لے آ یا صفات نشات کی ظلمتوں سے فطرت کے نور کی طرف یا اعمال و افعال کے حجاب سے نور ذات کی طرف یا ظلمات نفوس سے نور قلب کی طرف یا ہاویہ دنیا کے ظلمتوں سے نور ملوت کی طرف نکال لے اہل دنیا کی روشنی سورج کی دھوپ سے ہوتی ہے مگر عارفین کا نور ملوت کے اندھیروں میں جلوہ فرماتا ہے۔ دنیا کی بینائی ظلمات طبع ہے۔ مکاشفہ عرفانی کی بند آنکھوں میں حقیقت کا نور ہے۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ان کے ازلی ابدی پروردگار فرمانے والے اللہ تعالیٰ کی اجازت۔ امر اور مشیت سے۔ اعمال صالحہ کی توفیق جنت کی جنت اور اسباب کے مہیا فرما دینے سے۔ اس کی پہچان کے راستے کی طرف جو قسمت کے ہر ظلموں پر غلبہ فرمانے والا ہے۔ حمید ہے کمال ذات میں۔ اور حمد کے لائق ہے مردان شوق کو علم معرفت ذات کی نعمت بخشنے پر۔ یا فانی اجسام کو بقا عطا فرمانے پر۔ اَللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ کے معرفت کے طلب گار وادی عشق میں قدم رکھنے والے عزیز حمید وہ اللہ ہے۔ کہ آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔ ہر عقل ایک معرفت کا آسمان ہے اور ہر عاجزی پستی زمین نیاز ہے۔ عبادت کا قیام آسمان سے ریاضت کے سجدے زمین ہے دل میں جو کچھ ہے سب اللہ کے لیے۔ اسی کا ہے اسی کے لیے ہستی کسی

خیر کی ہے نہ بندی پستی کسی کی اپنی وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ عقیدت کے حجاب غالے منکروں
در معنویت کے وسوسوں ناشکروں کے لیے محرومی کی ہلاکت ہے۔ اور یہ محرومی سارے عذابوں سے شدید عذاب
ہے اَلَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۔ یہ بدنصیب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر دم
اجسام کی ظاہری دنیا کو پسند کرنے میں دنیوی زندگی کو قبول، در حقیقت کیا۔ باطنی اُخروی روحانی زندگی کے بدلے
وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا اور مزید سرکشی یہ کہ راہ سلوک کے مجذوبوں سالکوں
در راہ شریعت کے عالموں عابدوں زاہدوں کو طعنوں زبان درازیوں گستاخیوں اور غافلین کو وسوسوں کے
ذریعے کی راہ سعادت سے روکتے ہیں اور اذانِ دنیا اور حرام کھانے کے لیے ٹیڑھے راستے تلاش کرتے۔ اور
شریعت و طریقت میں دخل اندازی کرتے ہیں۔ تو نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍۢ بَعِيدٍ ایسے
تخریب کار لوگ خود ہی استقامت اور وصل الٰہی کے راستے سے منحرف کیا جاتے ہیں اور دور کی گمراہی
میں پھینک دیئے جاتے ہیں کہ نام و نشان بھی مٹ جاتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر سے زبان قوم کی اُس کی

اور ہم نے ہر رسول اُس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ

تاکہ تاکون ظاہر بتائے لیے اُن کے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے

وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے ۔

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَلَقَدْ

جس کو چاہے اور وہ عزت والا حکمت والا اور البتہ یقیناً

جسے چاہے ۔ اور وہی عزت حکمت والا ہے ۔ اور بیشک

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ

بھیجا ہم نے حضرت موسیٰ کو ساتھ نشانیوں اپنے کے یہ کہ نکالو قوم کو اپنی

ہم نے موسیٰ کو بھی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ

سے اندھیروں طرف نور کے اور یاد دلاؤ ان کو دنوں

اُجالے میں کہ اور انہیں اللہ کے دن یاد

اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

اللہ کے بیشک میں اس البتہ نشانیاں ہیں بڑے ہر بڑے صابر شکر والے کے۔

والا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

تعلق ان آیات کریم کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح سے ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا تھا کہ ہم نے یہ قرآن اس لیے اتارا کہ ہمارا حبیب سارے جہانوں اور زمانوں کے تمام انسانوں کو ہر طرح کے اندھیروں سے نکال کر ہر طرح کے نور میں لے آئے۔ ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے کہ ہر نبی اپنی امت کی زبان جانتا ہے جس سے اقتضاء یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی ساری زبانیں جانتا ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ ہمارا حبیب تو سب کو سمجھا بجھا رہا ہے مگر جو بدبخت اس دامن کرم کے سایہ عاطفت میں نہیں آتے اور دنیا کی عیاشیوں میں ہی پھنسے ہوئے ہیں وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے۔ اب ان آیات میں ان کی بدبختی کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اللہ غالب حکمت والا جس کو گمراہی پر ڈال دے تو وہ محمد مصطفےٰ جیسے پیار کرنے والے رسول محترم کے کہنے میں بھی نہیں آتا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ارشاد ہوا کہ وہ اندھیروں سے نکال کر نور میں لاتے ہیں اور اب ان آیتوں میں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ بھی اسی کام کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مگر دو طرح فرق ظاہر ہوا۔ ایک یہ کہ نبی کریم سارے زمانوں کے تمام انسانوں کے لیے تشریف لائے اور حضرت موسیٰ صرف اپنی قوم کے لیے۔ دوسرا یہ کہ نبی پاک کا کام

اللہ کے خصوصی قرب کے راستے پڑے ہیں اور یہ کہ حضرت موسیٰ کا کلام براہ راست اللہ اور بندہ کی طرف سے ہے یہ بات اس مرفوع اور ذکر ہم سے ظاہر ہوئی۔

شانِ نزول۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا کہ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے تو یہودیوں نے سن کر مشرکین مکہ سے کہا کہ بھی تک تو عربی میں کوئی کلام نہیں نازل ہوا نہیں نہ عربی میں کلام خدا کس طرح ہو سکتا ہے تب سورۂ ابراہیم کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

(از تفسیر حسینی و نعیمیہ)

تفسیر نجمی

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ واؤ عاطفہ ما نافیہ ارسلنا فعل ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم۔ فاعل اللہ تعالیٰ جمعیت متکلم مع الغیر حسن کلام کے لیے حقیقتاً متکلم واحد ہے۔ من زائدہ تاکید رسول اسم موصوف بحالت جر تنوین تنکیر کی بھی کوئی رسول الا حرف استثنا سے سابقہ نفی ٹوٹ گئی اور ما سابقہ ما ارسلنا جملہ حالیہ مستثنیٰ منہ ہو گیا اور ما بعد کلام مثبتی ہوا بلسان ب حارہ بھی مع اسا تھ لسان اسم معرفہ اس کی جمع ہے السنہ یہ جمع تذکیر ہے تانیث جمع لسنٌ ہے۔ لفظ لسان مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے اس کے چار معنی ہوتے ہیں۔ ۱۔ زبان عضو۔ ۲۔ بولی۔ ۳۔ قوت گویائی۔ ۴۔ لغت۔ نمبر ۵ مذکر یہاں بھی لغت اور بولی ہے۔ مضاف ہے ہاء ضمیر غائب جمع مذکر قوم سے جانہ کی وجہ سے۔ قوم اسم جامد ہے لفظاً واحد معنیً جمع ہے۔ مذکر گروہ کے لیے مستعمل ہے بمعنی خاندان۔ برادری۔ ہم دل۔ ہم نسل لوگ۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ ہے ماقبل کا۔ مضاف سے مابعد ہ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا۔ اس کا مرجع ہے رسول۔ لام کے بعد یہ اس لام سے پہلی سب علت سبب ہے اور یہ بعد والا جملہ فعلیہ مسبب ہے یُبَیِّنَ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع رسول ہے۔ باب تفعیل سے ہے۔ اس کا مصدر ہے تَبْیِیْنٌ سے یہ فعل مضارع بحالت فتح ہے کیونکہ لام کے بعد ان ناصبہ مصدریہ پوشیدہ ہوتا ہے وہ ان ہو دیتا ہے مضارع کو لَھُمْ لام جارہ نفع کا یا بھی صلہ ظرفیہ مکانیہ یا بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ ھُمْ ضمیر کا مرجع قوم ہے یُبَیِّنَ بَیَّنَ سے ماضی بمعنی ظاہر کرنا۔ بیان کرنا۔ پہچنانا یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ ف استیناقیہ۔ بعد کلام کے لیے۔ یُضِلُّ فعل مضارع باب افعال سے ہے ضلال مصدر ہے ضلّ سے ثلاثی۔ اضلال متعدی ہے بمعنے بھٹکانا بھٹکنے دینا پروا نہ کرنا یہاں یہی معنی مناسب ہیں۔ ی کا فاعل اسم ظاہر لفظ اللہ من اسم موصول واحد مذکر ذی عقل کے لیے ہوتا ہے۔ بحالت نصبی۔ مفعول بہ سے یُضِلُّ کا۔ یشاء فعل مضارع معروف زائدہ حال کے معنی میں ہے۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب فتح سے ہے متعدی ہے شیٔ سے مشتق ہے بمعنی چاہنا۔ پسند

کرنا۔ واؤ سر جملہ یضل مضارع معروف صیغہ واحد غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مذکر مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ باب ضرب سے ہے ضلّ سے مشتق ہے بمعنی ۔ ہدایت دینا۔ راستہ دکھانا۔ توفیق دینا۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں۔ من اسم موصول بحساب نصب ہے مفعول بہ ہے یضل کا یشاء فعل مضارع معروف جملہ خلیہ ہو کر صلہ ہے اس کا۔ واؤ سر جملہ یا حالیہ۔ ھُوَ۔ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ الف لام اسی بمعنے الذی ھَدٰی بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے برائے مبالغہ۔ عزّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی غالب ہونا بیاہ ہونا۔ عزت والا ہونا۔ قاہر ہونا اَلْعَلِیْمُ الف لام اسی بمعنی الذی حکیم بروزن فعیل صفت مشبہ کے لیے ہے۔ حکمٌ اور حکمتٌ بنا ہے۔ سمجھ۔ اچھی تدبیر والا۔ العزیز جبرائیل سے الحکیم خبردوم ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ واؤ سر جملہ لام ابتدائیہ بمعنی البتہ یہ صرف ماضی مثبت پر آتا ہے۔ اور مفتوح ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں چار قسم کے لام ہوتے ہیں دو مفتوح۔ نمبر ۱۔ لام تاکید۔ نمبر ۲۔ لام ابتدائیہ ایک اسم و فعل دونوں پر آتا ہے۔ دوسرا فقط فعل پر اور دو لام مکسور ہوتے ہیں۔ نمبر ۳۔ لام جارہ۔ نمبر ۴۔ لام امر۔ قد حرف تحقیق۔ ارسلنا۔ فعل ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم اس کا فاعل اللہ تعالیٰ۔ موسیٰ۔ اسم مفرد معرفہ علم ہے اسم مقصورہ سے ہر حال تقدیری اعراب ہوتا ہے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے ارسلنا کا۔ یہ لفظ عبرانی ہے۔ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ نمبر ۱۔ مُوْ۔ بمعنی پانی۔ نمبر ۲۔ شا یا شے بمعنی لکڑی یعنی لکڑی پانی والا۔ یہ نام فرعون نے حضرت موسیٰ کا رکھا تھا۔ نہر اور صندوق کی مناسبت سے۔ بِاٰیٰتِنَآ ب جارہ بمعنی مع (ساتھ) آیات جمع ہے اٰیَۃٌ کی بمعنی نشانی۔ معجزہ۔ علامت۔ کلام۔ یہاں مراد ہے معجزہ۔ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مجرور مشتمل کا۔ مرکب جار و مجرور متعلق ہے اَرْسَلْنَا فعل کا۔ اَنْ مفسّرہ تفسیریہ ہے۔ سابقہ ماقبل کی عبارت مفسّر ہے اور یہ مابعد کی عبارت مفسّر ہے بمعنی یعنی سبب یعنی علت و معلول۔ اَخْرِجْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ ضمیر مستتر فاعل ہے خطاب حضرت موسیٰ کو ہے۔ اس کو خطاب حکایت کہا جاتا ہے۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اِخْرَاجٌ بمعنی نکالنا خرجٌ سے بنا ہے۔ قَوْمَ اسم مفرد معنوی جمع بمعنی قبیلہ خاندان برادری۔ ہم وطن بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے اَخْرِجْ کا۔ ك ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور مشتمل مضاف الیہ ہے قوم کا۔ مِنَ جارہ ابتداء غایت کے لیے۔ الف لام استغراقی ظلمت جمع ہے ظلمٌ کی بمعنی اندھیرا۔ اِلَى جارہ انتہاء غایت کے لیے۔ النور۔ الف لام عہدی ذہنی یا خارجی۔ نور اسم مفرد جامد۔ اجوف واوی کا مادہ اشتقاق بھی ہوتا ہے مگر یہاں جامد ہے بمعنی مفید روشنی۔ بحالت کسرہ مجرور ہے متعلق دوم ہے اخرج کا۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے اخرج پر ذَكِّرْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ باب تفعیل سے

ہے اس کا مصدر ہے تذکیر۔ یعنی۔ دھیان رکھنا خیال رکھنا۔ ذکر کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔ یاد دلانا۔ یہاں یہ آخری معنی ہیں۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع غائب کا مرجع قوم بنی اسرائیل ہے۔ مفعول یہ ہے ذکّر کا۔ ت جارہ زائدہ تاکید تذکیر کے لیے اَیام۔ اسم جمع مکسر کثرت ہے یوم واحد کی اسم ظرف مطلق ہے۔ حقیقتاً زمانی ہے۔ یوم کے معنی ہر دن۔ جب معرفہ بادام ہو تو انتہائی مخصوص دن یعنی آج۔ اَیام یعنی بہت سے دن۔ زمانہ مدت۔ وقت۔ موقہ۔ مضاف ہے۔ اللہ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی سے مراد واقعاتی زمانہ جس میں اللہ کی طرف سے کچھ ہوا ہو۔ جارہ مجرور متعلق ہے ذکّرْ کا۔ اِنَّ۔ حرف تحقیق شروع کلام میں ہے اس لیے مکسر ہمزہ ہے۔ فی جارہ ظرفیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی مبنی ہے بحالت جر ہے۔ یہ جارہ مجرور متعلق مَوْجُوْدٌ اسم مفعول پوشیدہ کا وہ مرفوع ہے کیونکہ اسم ہے اِنَّ کا۔ لام تاکیدیہ۔ آیٰتٍ جمع مؤنث سالم ہے آیۃٌ کا۔ بمعنی نشان قدرت محالت نصب ہے کیونکہ خبر ہے اِنَّ کی لِکُلِّ۔ لام جارہ نفع کا۔ کُلِّ اسم تاکیدی جمعیت کے لیے مجرور ہے لام سے۔ صَبَّارٍ اسم مبالغہ بروزن فعّال جواد۔ غفار۔ وغیرہ صبر سے بنا ہے۔ بمعنی بہت صبر کرنے والا۔ شَکُوْرٍ صفت مشبہ بمعنی شاکر۔ بروزن غفور فعول۔ بمعنی ہر وقت شکر کرنے والے بذریعہ عبادت الٰہیہ۔ قدردان احسان مند۔ لفظ صبار اور شکور صفات الٰہیہ بھی ہیں مگر وہ بمعنی صبر قبول کرنے والا اور شکر قبول و منظور فرمانے والا۔ یہاں یہ دونوں بندے کی صفت ہیں۔

تفسیر عالمانہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ سلوے کا بیان

واو۔ اور نہیں بھیجا ہم نے از اول تا آخر کوئی رسول بھی مگر ہی رسول علیہ السلام کی قومی علاقائی زبان میں اس طرح کہ اُن نبی کی اپنی ایک لغت بھی ان ہی قوم والوں سے تھی اور جو وحی الٰہی کتاب الٰہی نازل ہوئی وہ بھی اسی علاقائی زبان میں ہی نازل ہوئی مثلاً تورات عبرانی میں زبور یونانی میں اور انجیل سریانی میں۔ تمام مفسرین یہی معنی بیان فرماتے ہیں سوائے ایک شخص امام سفیان ثوری کے کہ انہوں نے یہ اختراع کرلی کہ تمام آسمانی کتابیں عربی میں نازل ہوئیں پھر انبیاء نے معاذ اللہ قوم کو ترجمہ پیش کیا۔ کسی نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام نے ہی ترجمہ کرکے انبیاء کو سنایا۔ (تفسیر روح المعانی و قادری) حالانکہ یہ اتنا غلط عقیدہ ہے کہ اس سے سینکڑوں باطل نظریات پیدا ہوگئے۔ معتزلہ فرقہ ایسے ہی بد نظریاتی کی پیداوار ہے ہمارے دور کے بعض جہلاء نے اسی بطلان کا سہارا لے کر سابقہ کتب الٰہیہ کے کلام الٰہی ہونے کا ہی انکار کردیا مگر خدا تعالیٰ نے جلد ہی ان کو ذلیل و رسوا کیا۔ ہر قوم کی زبان میں وحی اور نبوت آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تاکہ وہ نبی اپنی اس برادری اور قوم کو اللہ تعالیٰ کا وہ کلام کھول کھول کر بیان فرمادیں اور قوم اہل زبان ہونے کی بناء پر جلدی سمجھ لے

آگے رب تعالیٰ کی مشیت حکمت سے کہ جس کو چاہے گمراہ کردے یعنی اس کو کھلا چھوڑ دے کہ بھٹکتا پھرے یا اس کے جبلت پیدائشی میں گمراہی پیدا کردے یا اس کو توفیق ہی نہ دے کہ بھلائی کی طرف جانے اس کا دل ہی نہ چاہے۔ یہ سب صورتیں رب کی طرف سے گمراہی ملنے کی ہیں۔ اور جس کو چاہے ہدایت دے دے یا اس طرح کہ اس کو شریعت طریقت حقیقت معرفت کی محبت جمائے یا اس طرح کہ دل بھلائی کی طرف ہی مائل رہے یا اس طرح کہ اس کی نفسانیت تو ہر وقت گناہ تلاش کرتی رہے مگر رب تعالیٰ اس کو ہر طرف سے گناہ سے دور رکھے اور گناہ اس سے نفرت کریں اور بھاگیں یا بندے کو ایسی کیفیت اور مقام و معاشرے میں رکھ دے کہ بندہ اپنے لباس و مرتبے کے لحاظ سے گناہ سے بچے مثلاً عالم خطیب امام۔ پیر۔ اپنی عالمیت اور قوم کے طعنوں سے بچنے کے لیے بھی بیشمار گناہوں سے بچا رہتا ہے یا رب تعالیٰ بندے کو ایسی کمزوری بزدلی۔ یا بیماری میں پکڑ دے کہ وہ گناہ نہ کرسکے یہ سب رب تعالیٰ کی مختلف شکلوں کی ہدایتیں ہیں۔ بندے کو ان سب حالات میں اس ہدایت پر شکر الٰہی بجالانا چاہیئے۔ دنیوی زندگی میں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہونا بھی عذاب ہے۔ وہ وہ اللہ اپنے ہر کام میں عزیز یعنی غالب ہے کہ اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں اور حکیم یعنی حکمت والا ہے کہ کوئی کام بے کار بے وقت بے فائدہ نہیں اس کا ہر عمل ہر شخص کے ساتھ بالکل حکمت مصلحت بروقت اور فائدے مند ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ اور البتہ بیشک کبھی کسی زمانے میں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنی کتاب کی آیتوں کے ساتھ یا نو معجزات کے ساتھ ہی بھیجا تھا کہ وہ صرف اپنی قوم برادری کو ظلمات اندھیریوں سے نکال کر نور روشنی کی طرف لے جائیں یہ ظلمات سے مراد فرعون کے ظلم ہیں اور نور سے مراد صحبت پاک موسیٰ کا آرام و عافیت ہے یا ظلمت سے مراد بے علمی کی جہالت ہے اور نور سے مراد حضرت موسیٰ کے وعظ اور توریت کی تعلیم کی روشنی ہے کیونکہ یہی اسرائیل سینکڑوں سال سے فرعونیوں میں پھنس کر مذہبی اور غیر مذہبی سب علم بھول چکے تھے۔ یا نور سے مراد ایمان ہے اور ظلمات سے مراد کفر ہے یا نور سے مراد عبادت و تقویٰ ہے اور ظلمات سے بدعملی فسق و فجور مراد ہے یا نور سے مراد نیک صفتیں ہیں اور ظلمات سے مراد فرعون کی بری مجلسیں صحبتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سب کچھ ہی مراد ہے۔ حادیث معراج میں ہے کہ اللہ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں ملیں۔

نمبر ۱۔ ید۔ نمبر ۲۔ ید بیضا یہ دونوں معجزے ہدایت کے لیے تھے۔ نمبر ۳۔ لکڑی کا پھل جانا۔ نمبر ۴۔ مینڈکوں کی کثرت۔ نمبر ۵۔ ہر چیز کا خون بن جانا۔ نمبر ۶۔ جوؤں کی کثرت۔ نمبر ۷۔ بارشوں کا بند ہونا قحط سالی غربت۔ نمبر ۸۔ ہر چیز کا خون ہو جانا۔ نمبر ۹۔ طوفان دریائی غرقابی یہ عذاب بددعاء موسیٰ علیہ السلام سے

سے۔ دریا بست نہ لینے کا نتیجہ ان کے علاوہ حضرت موسیٰ کے معجزات بھی ہیں۔
نمبر ۱۔ پہاڑ کا تو مہ کو چاہ دینا۔ نمبر ۲۔ من وسلویٰ نمبر ۳۔ بادل کا سایہ کرنا۔ نمبر ۴۔ مقام تیہ میں کپڑوں کا میلا نہ ہونا، قتل کی حاجت نہ ہونا۔ نمبر ۵۔ پتھر سے چشمہ جاری ہونا۔ نمبر ۶۔ کوہ طور پر حاضری فہم کر کر زندہ ہونا۔ وسبب تلی کا دوسرا حکم موسیٰ علیہ السلام کو یہ تھا کہ وذکرھم بایام اللہ ان میں سرمایہ سے اللہ کے دنوں کی یادگار مقرر کریں خود بھی ان کی آئندہ نسلیں بھی دنوں کی یاد مناتے رہیں کہ جب وہ دن تاریخ میز سال بعد ہوئے کرنے تو یہ سب کی نعمتوں کو جو اُس دن میں تھیں یاد کر کے شکر کے سجدے جائیں کریں ہاں دن منانے کا طریقہ کیا ہے یا اس طرح کہ ہر فرد کو علیحدہ علیحدہ بتادیں مگر یہ تو بہت مشکل ہے اور وقت بھی بہت خرچ ہو گا۔ تو بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہوار یا سالانہ تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے بڑا اجتماع کرو بڑی محفل سجاؤ۔ اور اس میں بطور وعظ تقریر حمد وثنا کرتے ہوئے بتاؤ کہ لوگو تم پر اللہ کی یہ نعمتیں ہر کیں رحم وکرم ہوئے۔ نمبر ۱۔ تم کو انبیاء کرام کی نسل وصل عطا۔ نمبر ۲۔ تم کو تمام جہانوں پر جن وملک پر فضیلت دی نمبر ۳۔ شریعت کے نور طریقت کے پھول دیے۔ نمبر ۴۔ تم کو دنیا پر بادشاہتیں دیں۔ نمبر ۵۔ تم کو اپنے کلام کی دی اور بھیجے اور تورات دی۔ نمبر ۶۔ اس کے باوجود کے تم نے نافرمانیاں کر کے اپنے پر عذاب نازل کرائے اور فرعون کی غلامی اور ذلت مصیبت میں جا پڑے مگر رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے بار بار تم کو عزت رحمت برکت سے نوازا۔ اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل وخوار کر کے غرق کر دیا اور تمہاری شان بڑھادی بنی اسرائیل یہ سب باتیں دریاں بھول چکے مجھے اے کلیم محترم نبیاے موسیٰ ان کو یاد دلاؤ۔ اور تو بیت پڑھاؤ سابقہ عذاب سناؤ ہم نے انسان بنایا۔ ندہ تم ہاؤ رشک اسے آگ کی نسلو۔ مومنو۔ کافرو۔ لیکن پہلی نشانیوں میں انبیاء کی تسلیوں میں قوموں کے عذابوں میں۔ عبرت معلمت بخشنے کے لیے البتہ بڑی کھلی واضح آیتیں ہیں۔ ہر صابر کے لیے۔ جو ہر وقت ہر حالت میں صبر کرے اور ہر شکور کے لیے جو ہر وقت ہر حالت میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر سانس جو اندر جاتی ہے وہ اس میں مومن شکر کرتا ہے اور جو سانس باہر آتی ہے وہ مومن کے صبر کی ہوتی ہے حدیث پاک میں ہے۔ کہ ایمان نیک درخت ہے جس کا آدھا باطن یعنی جڑیں ہیں اور آدھا ظاہر یعنی شاخیں ہیں۔ باطنی درخت صبر مومن ہے اور ظاہری درخت شکر مومن ہے اور پورے درخت کا نام ایمان ہے۔ گویا کہ صبر بھی آدھا ایمان شکر بھی آدھا ایمان کامل مومن وہ ہے جس کے یقین کا پورا درخت سرسبز تروتازہ اور پُر بہار ہو۔ صبر کی بھی پانچ قسمیں۔
نمبر ۱۔ صبر علی۔ نمبر ۲۔ صبر قولی۔ نمبر ۳۔ صبر لسانی۔ نمبر ۴۔ صبر قلبی۔ نمبر ۵۔ صبر وجودی اور شکر کی بھی پانچ قسمیں۔ نمبر ۱۔ شکر علی۔ نمبر ۲۔ قولی۔ نمبر ۳۔ لسانی۔ نمبر ۴۔ شکر قلبی۔ نمبر ۵۔ شکر وجودی۔ انعام سے رکنا صبر علی ہے۔

بدزبانی سے رکنا صبر قولی ہے شکوہ شکایت سے کہ کسی صبر لسانی ہے علم کو بھول جانا اور تکالیف کو حکمت نہی جاننا صبر جہوری ہے اسی طرح احسان و عبادت کرنا شکر عملی ہے۔ نعمتوں کا چرچا کرنا شکر قولی ہے۔ نعمتوں کا کتمان شکر لسانی ہے اپنے گناہوں خطاؤں غرشوں اور کمیوں کا معترف ہونا رب تعالیٰ کے کرم و فضل پر نگاہ رکھنی شکر عملی ہے۔ نفس وزار۔ اور غوری کو مٹانا شکر وجودی ہے۔ جو ایک قسم کا شکر صبر کرے کبھی نہ کرے وہ صابر شاکر ہے جو پانچوں قسم کے صبر و شکر کرے وہ صابر و شکور ہے۔ فقیر کل داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن عجب خوش قسمت ہے کہ اس کا ہر کام خیر ہی خیر ہے۔ وہ دکھ میں صبر کرکے ثواب پالیتا ہے اور سکھ میں شکر کرکے رضاء الٰہی پالیتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں

نمبر ۱۔ عقل۔ نمبر ۲۔ علم۔ عقل سے صبر ملا علم سے شکر ملا۔ عقل کی کثرت نے مومن کو صابر بنایا اور علم کی کثرت نے شکور بنایا اور یہ دونوں انعام فضل ربی ہیں۔

فائدے ان آیات مطہرات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ آقا و مولیٰ عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی زبانیں جانتے ہیں یہاں تک کہ پتھروں لکڑیوں اور جانوروں کی زبانیں بھی جانتے سمجھتے ہیں۔ یہ فائدہ بلسان فوجہ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا اور نیز کثیر احادیث سے یہ حقیقت ثابت ہے۔ تمام مخلوق عرشی و فرشی نبی پاک کی قوم ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام اور خاص کر رحمۃ للعالمین علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا والوں کو ہر عیب ہر برائی سے پاک کرنے والے اور بچانے والے ہیں اس لیے ان کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ یہ فائدہ من الظلمٰت الی النور فرمانے سے حاصل ہوا۔ کفر۔ گمراہی۔ منافقت۔ لالچ۔ بددیانتی۔ بدعملی۔ خیانت۔ بھوٹ فریب۔ غداری وغیرہ سب ظلمت میں داخل ہیں۔ لہٰذا اب جو شخص کسی بھی صحابی پاک کو ذرہ برابر کسی قسم کی برائی کی تہمت لگائے تو وہ قرآن کریم کا منکر ہے۔

تیسرا فائدہ۔ نبی کی ذات نور ہے اسی طرح انبیاء کرام کا وعظ۔ کلام۔ اور کتاب۔ وحی بھی نور ہے۔ مگر ذات اور جسم حقیقتاً نور ہونا نبی علیہم السلام کی شان ہے باقی اسلام کی چیزوں کا نور ہونا صفتاً یعنی ہدایت کی روشنی۔ یہ فائدہ نور کو واحد فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ رب تعالیٰ کو وہ بندہ بہت پسند ہے جو صابر رہے شکور رہے۔ اگرچہ صابر شاکر عابد زاہد ہونا بھی ایمان کی نشانی ہے مگر صبر اور شکر کی زیادہ فضیلت ہے اور یہ ہمہ وقتی صفت ہے۔ پانچواں فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر خصوصی صفات بھی ہوتی ہے اور عمومی صفات بھی۔ غیر خصوصی صفات غیر اللہ کے لیے استعمال کرنی جائز ہیں۔ یہ فائدہ صبار اور شکور فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بھی نام ہیں اور یہاں بندوں کو انہی صفاتی ناموں سے ذکر کیا گیا۔ لہٰذا نبی پاک کو۔

رحیم کریم اور غفور وان۔ حاضروناظر ہونے والا کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چوبیس تقریباً صفاتی نام نبی پاک کو بھی عطا فرمائے۔

چھٹا فائدہ۔ آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی اپنی مخصوص قوم وقبیلے کی طرف ہی مبعوث ہوئے۔ یہ فائدہ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ابراہیم) فرمانے سے حاصل ہوا۔ جب کہ بھی پہلی آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لِتُخْرِجَ النَّاسَ ارشاد ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اچھے دنوں کی یادگاریں قائم کرنا جائز بلکہ واجب ہیں اس سے دینی دنیوی بہت فوائد ہیں۔ یہ مسئلہ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ ذکر امر ہے اور ہر امر میں وجوب کے لیے ہوتا۔ لہٰذا محفل میلاد شب معراج۔ اور گیارھویں۔ بارھویں پاکستان کی یادگار وغیرہ سب جائز ہیں۔ محفل میلاد کے مکمل ثبوت کے لیے جاء فتوئے میلاد کا مطالعہ فرمایا جائے۔

دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کی چیزوں کو بیان کرنا اور نیک متقی بندوں کی چیزیں کہنا جائز ہے اور بندوں کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی چیزیں کہنا جائز ہے خاص کر انبیاء کرام کی طرف اس طرح کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ یہ مسئلہ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ سے مستنبط ہوا۔ دیکھو۔ چند مخصوص دنوں کو اللہ کے پیاروں۔ اور نبیوں۔ اور کچھ نعمتوں سے نسبت ہو گئی تھی تو رب تعالیٰ نے ان کو نام اللہ۔ اللہ کے دن فرمایا۔ پس اسی طرح۔ نیکوں کی بات کو اللہ کی بات کہہ سکتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کہنا بھی ٹھیک ہے۔ اسی طرح اللہ کی مسجدوں کو مسجد نبوی۔ مسجد غوثیہ کہنا بھی جائز ہے

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑھ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِيُبَيِّنَ لَهُمْ حالانکہ متقوں کے لیے تو یہ درست ہے کہ ایک قوم اور ایک زبان کے لیے ایک نبی ہوتے تھے علیہ السلام لیکن نبی کریم تو ایک قوم کے لیے تشریف نہیں لائے آپ تو كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہیں جب عربی قرآن مجید تمام تو عربوں کے لیے کافی ہو گیا ان کا عذر ختم ہو گیا لیکن تا قیامت دوسروں کے لیے ہر زبان میں قرآن مجید کیوں نہیں نازل ہوا۔

جواب۔ تین وجہ سے۔ ۱۔ قرآن مجید کی بھی اپنی انتہائی بلاغت وفصاحت کی وجہ سے صرف عربی دانی سے ہیں۔ سکتی اس کے لیے بہت بھانے تفسیر کرنے کی ضرورت ہے دریہ کام تا قیامت علما۔ صوفیا۔

مفسرین کے ذمہ لگا ہی تھا اس لیے ویسے ہی ایک زبان میں آیا تاکہ دوسروں کو تفسیر کے ساتھ ساتھ اُن کے ترجمے بھی کرکے پڑھا کر مفسرین سکھائیں تاکہ زیادہ محنت سے زیادہ ثواب بھی ملے اور علماء فضلا کا ایک طبقہ پیدا ہو اور دنیا کے ہر کونے میں ہر شکل میں پہنچ بھی جائے اور پھر ایک بھی رہے۔ اتحاد کی کیسی بہترین عالمگیر شکل پیدا ہو گئی۔ اگر ہر زبان میں علیحدہ قرآن نازل ہوتا تو اپنا اپنا کلام لے کر ہر شخص علیحدہ ہو جاتا کوئی کسی دوسرے سے تعلق نہ رکھتا یہاں تک کہ عربی بھی کو بھول جاتے۔ نمبر ۲۔ عربی دنیا کے علاوہ قبر و حشر اور جنت کی زبان ہے۔ نمبر ۳۔ ایک زبان میں ہونے کی وجہ سے تبادلی تحریف اور تبدیلی سے بچ گیا۔ اور پھر تشہیر میں بہت فائدہ کہ ساری دنیا میں منزل قرآن پہنچ گیا۔ نمبر ۴۔ دوسری زبانوں میں اتنا اختصار۔ اتنی فصاحت بلاغت نہیں جو عربی میں ہے۔ دوسرا اعتراض۔ ایسا قوم سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم بھی صرف عرب قوم کے لیے ہوں نہ کہ ساری اقوام کے لیے۔ اور یہی قرآن اگر معجزہ اپنی فصاحت و بلاغت کی بنا پر ہے تو وہ بھی صرف اہل عرب کے لیے ہوا دوسرے لوگوں کو اس کی فصاحت کی کیا سمجھ لہٰذا نہ قرآن ساری دنیا کے لیے نہ محمد رسول اللہ دنیا کے لیے (فسد قہ یاسوادیہ عیسوی)

جواب۔ صرف قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت ہی معجزہ نہیں بلکہ کسی کے لیے بلاغت کسی کے لیے تلاوت کسی کے لیے اس کی حفظ اور ساری کتاب کو بہت آسانی سے یاد کر لینا۔ کسی کے لیے اس کی لذت سمجھ آنے یا نہ آنے بے سمجھ لذت ہونا بھی شاہد ہے کہ ساری کائنات کے لیے ہے کسی کے لیے اس کی تفسیر اس کے اسرار رموز کے مسائل فرض کہ اس کی ہر چیز معجزہ ہے اس لیے یہ ہر ایک کے لیے معجزہ ہے اور نبی کریم کا ہونا تو ہی کریم بھی ساری کائنات کے لیے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ اور ہم نے بھیجا نہ کوئی رسول مگر اسی پیغام کے ساتھ بھیجا جس کی طالب حقیقت کو ضرورت تھی تاکہ ہی سنوہ۔ تاکہ ان کو طاقت ادراک کے مطابق جائے کلام اور کلام کے لانے والے کا قبیح پورا حاصل کرے اور بیان سہل کا فائدہ ہو۔ اہل شریعت کے لیے شریعت کی بیان کی جائیں طریقت کے دقائق علماء کے جائیں اور طلباء طریقت کے سامنے مرقعے اور مکاشفے کے دقائق سنائے اور سمجھ کھولے جائیں۔ عربی عربیین کی کلام معرفت اور طریق تصوف میں اصطلاحات علیحدہ ہے۔ عوام کے سامنے اصطلاحات صوفیہ بیان کرنا حرام ہے۔ ورنہ گمراہ ہو جائیں گے یا بد دل۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے صوفی طلباء کو بھی فی الدین اور عربی اور دعوت الجوزاء اور ہدایت کی کتابیں نہ پڑھنے دیتے تھے۔ بعض صوفیاء اپنے مریدین کو نقشبندیوں سے دور رکھتے ہیں اس لیے کہ یہ راستے کٹھن ہیں مگر یہ باتیں پہلوں کی ہیں آج تو نہ کسی کو ریاضت کا پتہ ہے نہ نقشبندیت و سہروردیت کا صرف جنہ دوستاری باقی رہ گئی ہے۔

فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ جس مزدور کو مایوسی کی تاریکی میں پاتا ہے اور جس عاجز مسکین شخص کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی آسانیوں سے روشناس کر دیتا ہے۔ اور وہی رب کائنات جلال پر عزیز ہے اور اپنے کمال میں حکمت والا ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے محبوبیت سے سرفراز کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محبوبیت سے محرومیت دے کر ذلت و رسوائی عطا فرماتا ہے۔ اللہ جس کو عزت دیتا ہے کوئی اس کی عزت نہیں چھین سکتا۔ اللہ جس کو ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا۔ اللہ کو ہر کام میں حکمت و مصلحت والا ہے۔ اس لیے کہ ہر کام کی اصل حکمت کے تابع ہے۔ عاشق جو شراب محبت کا نشہ میں مدہوش ہوتا ہے اور شراب محبت کے نشہ میں سرگرداں ہوتا ہے لیکن محروم وہ شخص ہے جو اس شراب سے حیرت میں اور کبھی حیرت سے کام لیتا ہے اس کی ضلالت ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ ۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ یہ واقعات یقینی ہے کہ ہم نے واصل الٰہی کے جام پینے والے موسیٰ و عیسیٰ کو اپنے مشاہدات کی بہت نشانیاں دیں تاکہ اپنی خصائل حمیدہ دے کر قوم کو ظلمتوں کے ظلمات سے احوال صالحہ محبت شاقہ کے نور کی طرف نکالے اور صراطِ مستقیم کے مکاشفے والے ایام اللہ کے دنوں کی یاد رکھے۔ اسرار کے مکاشفے کو انتہا ہے کچھ ابتدا تھی۔ بیشک اس قرب ابعد، وصل و عجاب، اسرار و انوار میں شاہکار قدرت کی بیشمار نشانیاں ہیں۔ ہر تقدیر پر صبر کرنے والے۔ اور عالم بالا کی تمنا میں پانے والے شکر گزار کے لیے صوفیا فرماتے ہیں کہ صابر وہ ہے جو اپنے نفس سے غم دنیا کو نکال چکے اور مبتلا رہے جو قضاء قدر کے فیصلوں پر ہمیں نادم کرے۔ کم کھانے کم سونے۔ شاکر وہ ہے جو اخلاق کو فراموش کیے اپنے سب کرم کے مراقبے میں رہے۔ اور شکوہ وہ ہے جو اپنے صبر کو چھپائے اللہ سے ہمیشہ خائف رہے۔ صبر پر صبر و صبر کرے مصائب پر شکر ادا کرے عابد وہ ہے جو زہری کرے ما سوا کو سپرد خدا کرے۔ زاہد وہ ہے جو راحت و لذت کو ترک کرے۔ شہوات نفسانی سے باز رہے۔ نفس کو شریعت کے شکنجے میں کسے۔ مجاہد وہ ہے جو تدبر تفکر میں غفلت نہ برتے۔ یہ منزلیں ہیں جن سے لگے مقام صبر و شکر ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

اور یاد کرو جب فرمایا موسیٰ نے کو قوم اپنی کو پر یاد کرو نعمت کا اللہ کی

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان

عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ

تم جب کہ بچایا تم کو سے فرعون کے لوگ دکھ دیتے تھے تم کو

سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ

بری تکلیفوں سے وہ قتل کرتے تھے بیٹوں کو تمہارے اور وہ رکھتے تھے بیٹیوں کو تمہاری

اور تمہارے بدنوں کو ذبح کرتے تھے تمہاری بیٹیوں کو اور رکھتے تھے ان کو تمہارے واسطے اور اس میں

وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ

اور اس میں تمہارے امتحان تھا طرف سے رب کے تمہارے بڑا

بڑا فضل ہوا۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اور یاد کرو جب کہ اعلان فرمادیا رب نے تمہارے بیشک اگر تم شکر کرو گے البتہ زیادہ دوں گا میں تم کو

اور البتہ اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب

وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَقَالَ

اور سخت ہے۔ اگر ناشکری کرو گے تم بیشک عذاب میرا یقیناً سخت ہے اور فرمایا

سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور جو

مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ

حضرت موسیٰ اگر کفر کرو تم اور وہ جو ہیں زمین میں

ہیں تم سب کا فر ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ

جَمِيعًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

سب پس بیشک اللہ البتہ بے نیاز ہے محمد والا ہے

سب خوبیوں والا ہے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے حسب ذیل تعلق ہے

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے حضرت موسیٰ کو اس لیے بھیجا کہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاؤ۔ اب ان آیات میں حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو اظہار تے ہوئے قومی تبلیغ کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان آیات میں ان نعمتوں کی کچھ تفصیلی فہرست بتائی گئی۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں صابر و شاکر بندوں کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیات میں صبر و شکر کرنے کا فائدہ بیان ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق** - پچھلی آیات میں حضرت موسیٰ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد بیان ہوا کہ حضرت موسیٰ نے اپنا مقصد بعثت پورا فرمایا۔ اب ان آیات میں قوم کی بعثت کا مقصد بیان ہوا کہ اگر تم پر مقصد خلقت یعنی ایمان، عبادت سے پورا کرو گے تو کسی کو بھی تمہاری پروا نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ غنی اور حمید ہے۔

تفسیر نوری وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۔ واؤ سر جملہ اذ اسم ظرفیہ زمانیہ بمعنی جب۔ جب کہ جس اکثر۔ یہ اصلاً تو زمان ماضی کے لیے ہوتا ہے مگر کبھی زمان مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح اصلاً تو ظرف زمانی ہے مگر کبھی مکانی کے لیے بھی آتا ہے بھی جس جگہ۔ اذ ظرفیہ کے بعد ہمیشہ اذکر امر واحد حاضر یا اذکروا امر جمع حاضر پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ حرف اکثر پوشیدہ کا اکثر ظرف (مفعول فیہ) ہوتا ہے مگر کبھی مفعول بہ کبھی بدل۔ اور کبھی مبتدا کی خبر ہوتا ہے۔ یہاں ظرف زمان اور مفعول فیہ ہے پوشیدہ کا۔ کبھی اذ ظرفیہ کا نہیں ہوتا بلکہ مفاجائیہ ہوتا ہے بمعنی اچانک۔ اور کبھی تعلیلیہ قَالَ فعل ماضی موسیٰ، ہم مفعول اس کا فاعل ہے۔ یہ بھی عبرانی لفظ ہے مگر بھی غیر منصرف نہیں۔ کیونکہ سب بھی عجمی سے عربی لفظ نہیں بنا۔ سماعت، رفع ہے۔ لام زائدہ مفعولیت کا ہ ضمیر کا مرجع موسیٰ ہے جارہ مجرور متعلق ہے قال کا۔ گی عباسیہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہے قال کا۔ اور یہ قول اپنے مقولے سے مل کر اذکر کا مظروف مفعول بہ ہوا اذکروا فعل مرجع حاضر مذکر ذکر سے بمعنی یاد کرنا

باب نصر سے ہے اس کا فاعل ہم ضمیر مستتر کا مرجع قوم ہے۔ نعمۃ اسم مفرد جامد بمعنی انعام احسان۔ نفع دینے والی چیز بلا معاوضہ ملنے والی چیز۔ اس کی جمع سے ہم سماعت فتح مفعول بہ ہے۔ لا اسم مفرد محرور علی جاء بمعنی توقیت اسی لام نفع کا۔ کم ضمیر جمع مذکر مخاطب محرور متعلق کا مرجع قوم ہے متعلق ہے اذکروا کا ذا اسم بھی ظرفیہ زمانیہ یا تعلیلیہ۔ نجی۔ اصل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب افعال۔ نجی سے مشتق ہے بمعنی سماعت دینا سچا۔ رکھنا۔ چھکارا دینا۔ دلانا۔ یہاں شب معنی ان سکتے ہیں باب افعال سے ہے۔ اصل تھا انجی کی کو الف سے بدلا گیا ماقبل مکسور کی وجہ سے۔ اس کا فاعل خو ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے کم ضمیر کا مرجع قوم مخاطبہ ہے۔ من جارہ بمعنی عن ہاء ضمیر واحد غائب مذکر آل اسم مفرد جامد ہے مگر اس کی اصلیت میں تین قول ہیں نمبر ۱۔ اصل میں اہل تھا اول سے بدلا۔ اصل تھا اول بمعنی قریب۔ والا بمعنی قریبی لوگ۔ پہلا قول چند وجہ سے صحیح نہیں۔ پاس یہ کہ اہل ہر یک کے لیے مستعمل ہے۔ خواہ اس کا مضاف الیہ عقل والا ہو یا غیر عقل جانور عمارت وغیرہ مگر آل کا مضاف الیہ عقل اور گھٹیا انسان کے لیے نہیں بنتا۔ دوسری لحاظ سے بڑے آدمی کی نسبت آل کی طرف ہوتی ہے یا اس لیے کہ آل کا مضاف الیہ جب ظاہر بھی آئے تو آل مضاف الیہ میں شامل نہیں ہوگا۔ جیسے علی محمد و علی محمد اور جب ظاہر ہو تو آل میں مضاف الیہ بھی شامل ہوگا۔ جیسے یہاں آل فرعون یہ مات اہل میں نہیں۔ اسی اختلاف سے اس کی تصغیر ہے۔ اصیل یا اویل۔ سماعت جو ہے فرعون اسم جامد عجمی لعلط ہے۔ شاہ مصر کا لقب ہوتا تھا جیسے آجکل صدر۔ پریذیڈنٹ وغیرہ بنتا ہے۔

یسومونکم اصل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ہم ضمیر جمع غائب مستتر اس کا فاعل مرجع آل اور فرعون دونوں سوم سے مشتق ہے بمعنی مجبور کرنا۔ ذلیل کرنا۔ تکلیف دینا یہاں سب معنی بن سکتے ہیں باب نصر سے ہے کم اس کا مفعول بہ مرجع قوم اسم مفرد جامد بمعنی بُرا۔ ذلیل۔ آفت۔ گناہ۔ تکلیف کرنے والا یہاں ہر معنی ہو سکتا ہے۔ مذمت پیدا کرنے کے لیے آتا ہے سماعت نصب ہے مفعول بہ دوم۔ العذاب اس لام العہد کا ہے غائب صفت معتبہ کا صیغہ ہے معنی سزا عقاب دینی ہے سماعت کسرہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے یسومونکم پر یذبحون فعل مضارع باب تفعیل مصدر تذبیح یا تذبیحۃ سے صیغہ جمع مذکر غائب فاعل ہم ضمیر کا مرجع وہی فرعون و فرعونی ذبح سے ہے معنی گلا کاٹنا۔ قتل کرنا۔ ان ان۔ مار ڈالنا۔ خون بہانا۔ یہاں مراد ہے۔ مار ڈالنا۔ ہم ضمیر فاعل کا مرجع وہی فرعون و فرعونی ہیں۔ جمع سے اس کی بھی نسل چلی۔ جو دو پیدا ہوا پوتا۔ غیرہ۔ نواسی بھی۔ والا کے بھی آتے ہیں۔ جیسے ابن تسہیل مانتے والا (مسلم) سماعت فتح مفعول بہ ہے یذبحون کا۔ کم ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع قوم ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے یذبحون پر یستحیون فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ہم ضمیر کا مرجع فرعون و فرعونی

باب استفعال سے ہے مصدر ہے اِسْتِحْیَاءٌ حَیِیٌّ یَا حَیِیَ سے ماخوذ ہے یعنی زندگی میں رکھنا۔ زندگی پھیلانا۔ زندہ چھوڑنا۔ زندگی کو چھپانا۔ حیا کرنا۔ یہاں پہلے تین معنی مراد ہیں۔ نِسَاءٌ۔ اسم جمع جامد ہے اِنْسَان کا تعلق واحد کوئی نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا غیر تعلق واحد امرۃ ہے۔ واللہ اعلم۔ بمعنی۔ رعویاں۔ عورتیں۔ یہاں مؤنث کے معنی میں ہے۔ مراد ہے بچیاں۔ نساء کی یہ لیے فرمایا گیا کہ بڑھاپے تک ان کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ بحالت نصب اس لیے ہے کہ مفعول بہ ہے۔ کُمْ ضمیر کا مرجع قوم بنی اسرائیل ہے۔ واؤ حالیہ لی جاءَتْکُمْ فعل۔ رُسُلُ۔ اسم اشارہ بعیدی ہے۔ یعنی اُس میں۔ خطاب چونکہ مخاطبین کثیرہ کو ہے اس لیے اشارہ میں کُمْ ضمیر جمع حاضر آئی۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے مُؤْمِنُوْنَ پر مشدد ہے مبتدا کا بِاٰیٰتِنَا۔ اسم مصدر ہے بمعنی حاصل مصدر۔ یہ باب ضرب سے آتا ہے بمعنی۔ آزمائش۔ امتحان۔ کبھی بمعنی آتا ہے بمعنی۔ غم۔ پریشانی۔ یہاں دونوں طرح معنی ان سکتے ہیں۔ بحالت رفع خبر ہے پر مشدد ہے مبتدا کی مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے ہے۔ اسم مضاف ہے بحالت کسرہ مجرور ہے۔ جار و مجرور ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے بلاءٌ مصدر کے۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل مضاف الیہ۔ عظیم صفت مشبہ بروزن کریم فَعِیْلٌ۔ بمعنی بہت بڑی بمعنی اسم فاعل ہے۔ عظمٌ سے مشتق ہے۔ معنی ہے مضبوط۔ محکم۔ دراز۔ یہاں معنی صفت ہے۔ بحالت رفع ہے کیونکہ صفت سے بلاءٌ کی۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ واذ اذکر یہ سرقطرا عاطفہ۔ پہلی صورت میں اذ ظرفیہ زمانہ کے حذف کر کے پر مشدد ہے اور خطاب نبی کریم سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور تذکرہ تمام تا قیامت مسلمانوں کا ہے۔ عبارت بنی ہے۔ دوسری صورت میں عطف ہے سابقہ مقولے پر یہ کلام موسیٰ علیہ السلام کا اور اذکروا امر جمع پر مشدد اسی کا مرجع قوم موسیٰ بنی اسرائیل ہیں۔ تاذّن۔ فعل ماضی مطلق معروف باب تفعل صیغہ واحد مذکر غائب اَذَانٌ سے بنا ہے بمعنی بات کو کان تک پہنچانا۔ خبر کرنا۔ سنانا۔ اسی سے ہے اسم جامد اَذَانٌ بمعنی کان اور اسی سے ہے اذان مصدر معنی کانوں میں ہاتھ رکھ کر پکار دینا جیسے نمازوں کی اذان۔ ربُّ اسم جامد مضاف سے مضاف الیہ بحالت رفع فاعل ہے تاذّن کا۔ تینوں سے مانع مضاف ہوا ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل کا مرجع قوم موسیٰ علیہ السلام یا تا قیامت مسلمان۔ لئن۔ لَامٌ زائدہ برائے تاکید۔ اِنْ حرف شرط شکرتم۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ شکرٌ سے ماخوذ ہے بمعنی احسان ماننا۔ اظہار نعمت کرنا۔ قدر پہچاننا۔ اسی کے ہم معنی ایک مصدر کفرٌ ہے ان دونوں کا مقابل کُفْرٌ و کُفْرَانٌ باب نصر سے ہے۔ لام جزائیہ معنی ف جزائیہ برائے جواب شرط سے تاکید کے لیے آتا ہے جیسے یہاں۔ اور دونوں لام مفتوح ہوتے ہیں اَزِیْدَنَّ فعل مضارع معروف صیغہ واحد متکلم۔ مرجع ذات باری تعالیٰ۔ کُمْ لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ فعل مستقبل معروف زِیْدٌ سے بنا

ہے یا زائد سے باب ضرب سے بھی زیادہ دینا۔ زیادہ کرنا۔ بڑھانا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مخصوب متصل مفعول لہ ہے یا مفعول بہ۔ واؤ عاطفہ۔ لطف ہے لئن شکرتم پر لام تاکید یہ۔ ان حرف شرط لئن شکرتم اصل ماضی مطلق جمع مذکر حاضر یہ جملہ شرط ہے باب نصر سے ہے کُفْرٌ بمعنی کُفْرَانٌ سے ہے۔ ترجمہ ہے ناشکری کرنا۔ ان حرف تحقیق اس سے پہلے ف جزائیہ پوشیدہ ہے۔ در اصل تعاقاب۔ ف جزائیہ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب شرط میں تاکید یا قسم سے شدت پیدا ہو جائے۔ یہاں بھی لئن کے لام تاکید یہ سے شدت پیدا ہوئی۔ عذاب اسم جامد بھی ہے۔ مضاف بطرف یا متکلم۔ مرکب اضافی بحالت نصب ہے اسم ہے ان کا لام تذیر سے برائے تاکید ہے شدید اسم صفت مشبہ ہے۔ بمعنی اسم مفعول بھی مشدود یا اسم فاعل بھی مشدد اس کی جمع ہے شدد یا شداد۔ شدٌ مضاف تلائی ہے بنا ہے۔ بمعنی۔ مضبوط۔ سخت۔ پکا۔ سدھا ہوا۔ کرا۔ پھینکنے والا۔ یہاں آخری معنی مراد ہے۔ بحالت رفع خبر ان ہے۔ اور یہ سب عطف معطوف مل کر مقول ہے تاذن کا۔ واؤ عاطفہ ہے یا مستانفہ۔ پہلی صورت میں عطف پہلے قال پر اور پہلے کی عبارت یا جملہ مقدرہ یا پہلے قال کا مقول۔ دوسری صورت میں یہ جملہ جملہ سے قال فعل ماضی مطلق کا فاعل لھا موسیٰ ہے۔ دوسری عبارت اس کا مقول ہے۔ ان حرف شرط مجرد ہے شدت سے اس لیے اس کی جزا میں ف جزائیہ آگئی تکفروا۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک کرنا۔ کُفْرَانٌ سے بنائے بھی ناشکری کرنا۔ باب نصر سے ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع قوم موسیٰ علیہ السلام ثم ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل برائے عطف لائی گئی۔ قانون نحویہ کلیہ ہے کہ جب ضمیر متصل یا مستتر پر کسی ظاہر اسم کو عطف کیا جائے گا تو اسی جیسے کی ضمیر منفصل لائی جائے گی۔ واؤ عاطفہ۔ من اسم موصول واؤ معطوف ہے انتم پر۔ فی جارہ بمعنی علی۔ یا اپنے ہی ظرفیت کے معنی میں ہے۔ الف لام استغراقی۔ بمعنی تمام۔ الارض۔ یعنی روئے زمین جار مجرور متعلق ہے موجود پوشیدہ کا۔ جمیعا۔ کم تاکیدی ہے بروزن فعیل بمعنی اسم مفعول مجموعا۔ بحالت نصب حال ہے من کا۔ یہ موجود پوشیدہ جملہ اسمیہ ل کر صلہ ہوا من موصولہ کا۔ ف جزائیہ جواب شرط ہے ان حرف تحقیق۔ اللہ اس کا اسم ہے۔ لام تاکید ابتدیہ برائے تاکید۔ غنی۔ بروزن فعیل صفت مشبہ۔ بمعنی۔ بے نیاز۔ یہ صفت خصوصی ہے باری تعالیٰ کی اور بمعنی بے غرض۔ تارک حاجت۔ غیر محتاج۔ یہ غیر خصوصی صفت ہے۔ اس کی جمع ہے اغنیا۔ غنیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہر چیز کا مالک یا کسی کا محتاج نہ ہونا۔ کسی چیز کی اس کو ضرورت نہ ہونا۔ حمید بروزن فعیل یہ بھی صفت مشبہ ہے۔ حمدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی تعریف کرنا۔ تعریف کرنا۔ حمید بھی محمود ہے۔ الذی تعریف کیا۔ یا مستحق ثنا۔ یا قابل ثنا۔ پہلے دو معنی میں صفت خصوصی ہے باری تعالیٰ کی۔ تیسرے معنی میں بندے کی صفت ہے۔ وہ بھی صرف نبی پاک کی یہ دونوں اسم نکرہ مرفوع ہیں

کیونکہ خبریں ان کی یہ تھا۔ اھیر جزا ہے۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ اعادہ یعنی سے پہلے جب

اس کھوں دیکھے واقعے کو جب حضرت موسیٰ نے سنایا تھا اپنی قوم کی امریل کو کر یاد دلاتے ہوئے تم اللہ کی اس نعمت کی قدر کرو ہوں ۔ اس تاریخ سناد کہ خود بھی یاد کرو اور آئندہ نسلوں کو بھی سے تعالیٰ کی نعمتوں احسانات کے سلسلہ سے لمبے سلسلے رہو اگر تم سب شکر گزار بندے بنے رہو۔ کیونکہ یاد گاریں منانے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ کرام کا ایک تاریخ ساں کی وقت ہو تھا جب کسی علاقے تم کو فرعون اور اس کی ظالم حکومت اور اس کے ہندوں حاکموں درباری قبطی قوم سے سابقہ ہی تھی۔ اور وہ ظالم لوگ تم کو ذلت والی سزائیں تکلیف دہ کام اور بہت زیادہ محنت دیتے تھے مشقتی اور بلا قصور سزائیں دیتے رہتے تھے۔ تاریخوں و کتابوں میں ہے۔ قبطی لوگ بنی اسرائیل و فرعون کے ظالمانہ قانون کے مطابق سات قسم کے ظلم اور ذلت والے سلوک سے بنی اسرائیل کے ساتھ کرتے تھے۔ نمبر ۱۔ تمام عورت و مرد کو نذری غلام بنایا ہوا تھا اور یہ غلامیت نسلوں سے چلی آرہی تھی۔ نمبر ۲۔ بھٹیوں والے غلیظ کام اور شدید مشکل کام لیے جاتے تھے۔ نمبر ۳۔ جھوٹا موٹا بچا ہوا کھانا اور پرانے ان کو دیے جاتے تھے۔ نمبر ۴ کوئی بھی اسرائیلی قبطی سے اونچی بات یا نگاہ اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا نہ براہ مانگ سکتا تھا۔ نمبر ۵ جھوٹی شکایت پر بھی بغیر تحقیق جیل وغیرہ کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ نمبر ۶۔ نوجوان لڑکوں کو نسل کشی کرنے سے ملا وجہ روکا جاتا تھا۔ نمبر ۷۔ قبطی کا جرم کالعدم سمجھا جاتا تھا اور اس کے بدلے اسرائیلی کو سزا ملتی تھی ایک خود فرعون سے خواب دیکھا کہ آگ لگی ہے جس نے قبطیوں کے تمام گھر جلا دیے مگر اسرائیلیوں کا کوئی گھر نہ جلا صبح اس کی تعبیر کاہنوں سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر تیرا اور تیری ساری قوم کا بری طرح ذلیل و خوار کرے گا اور تیری سلطنت کو تباہ و برباد کرے گا خیال ہے اور یونانی قبطی اللہ والے یہی قسم کے ہیں۔

نمبر ۱ غرض تو ماسی کی بیٹی بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی قبطی غلامانہ حالت دیکھ کر موجودہ کی تمنا کیں۔ نمبر ۲۔ کا آن۔ جو اپنے سفلی علم سے مستقبل کی باتیں بتاتے یہ جیسوں قسم کی باتیں غلط بھی ہوتی ہیں اور صحیح بھی مگر اکثر غلط ہوتی ہیں کاہنوں نے تعبیر کر فرعون سے کہا اور حکم دے اگر کے بعد جو بچہ بنی اسرائیل میں پیدا ہو وہ مارا جائے پہلے سال ای فرعونی درباری نے کہا کہ اگر ہی ہوئے ۔ کے قتل کر دیئے گئے تو ہماری خدمت کون کرے گا تو کہا کہ ایک سال کے بچے کھو اور ایک سال کے مارو ۔ یہاں اسی کا اختصار

اگر ہے کہ وہ فرعونی تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے تاکہ لونڈیاں بن کر خدمت گذاری کریں۔ اور ان عام پیمانوں میں تمہارے لیے بہت بڑی بلا تھی۔ یہاں ذلتوں عذابوں اور قتل فرزندان میں بڑی مصیبت اور آزمائش تھی۔ مصیبت رسوائی اور غم کی آزمائش اس طرح کہ مرد ختم ہوتے گئے عورتیں بڑھتی گئیں شادی بیاہ کی عجیب مصیبتیں پریشانیاں ہوئیں۔ اس نجات اور گزشتہ سابقہ اور بعد والی رب کی نعمتوں میں تمہارے لیے بڑی آزمائش تھی کہ اگر تم شکر کرتے ہو تو یہ سب کچھ نعمت ہے اور ناشکری کرتے ہو تو یہی عیش و عشرت وبال دنیا و آخرت ہے۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور اے بنی اسرائیل فرعون سے نجات پانے والو! اس وقت کو بھی اور اس دن کو بھی یاد رکھو جب غرق فرعون و فرعونیوں کے بعد تمہاری نجات کے لیے تمہارے رب تعالیٰ نے تم کو بھی طرح یاد بنا سمجھا دی تھی یا تو ان اپنے دفتر کرم پر یہ الام فرمائی تھی کہ اگر تم نے نعمتوں کا شکر ادا کیا تو شکر قائم رکھنے سے تم پر نعمت زیادہ نعمتیں دوں گا۔ اور اگر ناشکری کی علامت مثل تم تو عذاب ہوگا کم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یا لفظ نعمت ہیں۔ بیشک میرا عذاب یقیناً سخت ہے تفسیر صاحبی و کبیر نے فرمایا کہ شکر کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو پہچانے۔ نعمت کو پہچانے ملنے کا اقرار کرے دل سے تعظیم کرے اور نعمت کو ضرور استعمال کرے اس سے فائدہ حاصل کرے اور نعمت کو اس کی صحیح جگہ خرچ کرے۔ ان میں سے کوئی کام نہ کرنا ناشکری اور کفران نعمت سے معنوی نعمتیں پانچ ہیں۔ ہر ظاہری جسم اور ہر جسم کے لوازمات اور ہر جسم کے پرورش کرنے والے۔ ہر ہر روحانی نعمتیں معنویوں۔ ساروں سے پہلی اور ہر نعمت سب سے بڑی نعمت وہ ہے جو جسم و روح کو عذاب جہنم سے بچائے۔ اور رب تعالیٰ کی دلوائی نعمتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے اور ناشکری سے بچنے کے لیے عقل۔ علم۔ فکر اور انبیاء کرام علماء اسلام۔ یا اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کتب سماوی بندوں کے پاس بھیجے تاکہ تعلیم انبیاء تبلیغ علماء اور تربیت والدین کے ذریعے شکر و ناشکری کا علم کر پتہ لگے اور جان جائیں کہ شکر کا فائدہ اور ناشکری کا نقصان خود بندوں کی ہے۔ اس تمام وعظ و نصیحت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اب بھی کفر یا ناشکری تم کرو اور اگر تمام زمین والے بھی تمہاری طرح ناشکری کریں۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں ہے کیونکہ جس طرح شکر کا فائدہ تم کو ہی پہنچے گا۔ اسی طرح ناشکری کا وبال بھی بندوں کو ہی پہنچے گا۔ بہرکیف اللہ تعالیٰ ابتدا سے غنی بے پروا ہے اور ہی ذات صفات کمالات۔ قول قابل۔ قول قابل عبادت میں عبد سے تعریف کے لائق ہونے کے لحاظ سے بھی بندے اور اللہ کی شان میں فرق نہیں پڑتا۔

حکایت ایک عابد زاہد نوجوان صالح غریب فقیر کے پاس درستہ یا اکہ کہ اے لوحوں تیری قسمت میں ایک وقت روٹی ہے۔ یہ اس کو ابھی جوانی میں سے لے یا بڑھاپے میں لے لے ابھی لے کا تو بڑھاپے میں دے لے گی۔ جوں عابد نے سوچا کہ ابھی تو جیسے ویسے وقت محنت مزدوری کر کے گزر ہی جائے گا بڑھاپے میں مانگنی چاہیئے۔ لیکن اس نے کہا کہ اے (تیتے) مجھ کو مہلت دے کہ میں اپنی بیوی سے مشورہ کروں مہلت مل گئی بیوی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی لیلی ہے۔ عابد نے پوچھا کیوں۔ اس نے کہا کہ بڑھاپے کی فرصت تو بڑی کٹھن ہے بیوی نے عرض کیا کہ ہم جوانی میں دعاؤں سے لقمے لیں گے اور شکر سے بڑھاپے تک باقی رکھیں گے اور ایسی آیت پڑھی چنانچہ دعا قبول ہوئی تو بیوی نے اتنا شکر اور صدقہ وخیرات فرمایا کہ قسمت ہی بدل گئی۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ ہر وہ چیز جس سے مسلمانوں کو نفع اور بھلائی پہنچے وہ اللہ کی نعمت ہے خواہ وہ چیز دنیوی ہو یا دینی۔ اس لیے اس دن کو منانے کے لیے اللہ کا ہی شکریہ سجدے عبادت اور کھانے پکا کر فقراء کے نام پاک پر غریبوں بچوں میں تقسیم خیرات کرنی چاہیئے۔ دنیوی اور شیطانی کھیل تماشے نہ کرنے چاہیئے۔ جیسے کہ پاکستان کا یادگاری دن اس طرح منایا جائے کہ رب تعالیٰ نے اس دن ہم کو انگریزوں اور ظالم ہندوؤں سے نجات دی اور نئی پاک کا صدقہ ہم کو آزاد ملک عطا فرمایا۔ اس دن حکومت اور عوام کو چاہیئے کہ سارا دن عبادت اور شکرانہ میں مشغول رہیں اور قانوناً تماشے بند کئے جائیں اور بجائے محسن قائد اعظم بیرسٹر علی بیرسٹر عبدالرب نشتر اور ہیرو ملت علی۔ مولانا فاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے ختم شریف اور تذکرے کئے جائیں کیونکہ انہوں نے ہی اور ان کے ساتھی لیڈروں، مشائخ، علماء نے پاکستان کی بنیادوں میں عظیم کام کیا۔ اور یہ بھی رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے اس نازک وقت میں دیوبندیوں حزبوں کے جتنے سے مسلمانوں کو بچایا کیونکہ سب وہابی دیوبندی پاکستان کے سخت مخالف تھے۔ اس کے مکمل ثبوت کے لیے ہمارا فتاویٰ لعطایا دوم ملاحظہ کیا جائے۔ یہ فائدہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ ۔ دنیا میں کافروں کے ہاتھوں جو تکالیف مسلمانوں کو پہنچتی ہیں وہ دراصل مسلمانوں کی غفلت گناہ فسق و فجور نافرمانی، غرور، تکبر کی وجہ پر رب کی طرف سے ہی نازل ہوتی ہے صرف ذریعہ کفار بنتے ہیں مگر ان تکلیف سے بھی کچھ مسلمان مر جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کفارۂ جنت ہوگا۔ مزید مصیبت میں مبتلا مسلمانوں کو ہر دم معافی مانگنی اور فسق و فجور کو یکسر ختم کر دینا چاہیئے تاکہ کفار کا تسلط ٹوٹے۔ یہ عابد سوء العذاب فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ اصطلاحی طور پر عذاب صرف جہنم کو کہتے ہیں خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔

کیسا فائدہ۔ دینی دشمن کا ہر۔ مسلمان۔ عقیدہ۔ ہر ظالم کی موت پر خوشی منانا چاہیئے۔ اللہ کے دشمن کی موت پر غم کرنا کفر ہے۔ یہ فائدہ۔ غرق فرعون کے دن منانے کے ذکر کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ بعض مسلمان لیڈروں نے ملکہ وکٹوریہ کی گاندھی۔ نہرو کے مرنے پر غم اور سوگ منایا تھا یہ ان کی جہالت یا سیاست تھی۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ پچھلی امتوں کی وہ اچھی باتیں اور عبادتیں جن کو قرآن مجید نے بغیر خصوصیت اور غیر تردید کے ذکر فرمادیا۔ وہ سب کام مسلمانوں پر کرنے بھی لازم ہیں۔ اسی لیے اذقاً عاشورے کا روزہ فرعون کی خوشی میں مسلمانوں پر فرض ہوا تھا پھر تاقیامت نفلی مستحب اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ مسئلہ ان آیات پاک کے اشارۃ النص اور حدیث پاک کے عمل سے مستنبط ہوا یہ بھی ایک حکمت ہے ان واقعات کے جگہ جگہ ذکر کرنے کی۔ دوسرا مسئلہ۔ ویسے تو ہر وقت ہی مسلمانوں کو کھیل تماشے حرام ہیں لیکن خاص طور پر کسی یادگاری دن میں کھیل تماشے کرنا زیادہ حرام ہیں کیونکہ وہ ناشکری اور کفران نعمت میں شامل ہوں گے یادگاری دنوں میں کھیل تماشے کفر کی نشانی ہے دیکھو ہولی دیوالی۔ کرسمس۔ گرو دن میں کھیل۔ ناچ گانے ہوتے ہیں یہ سب ہندو کے تہوار ہیں اور قربانی نذرانے ہوتے ہیں۔ اسی طرح میلاد۔ معراج کی یادگاروں میں قرآن خوانی نعت خوانی ہوتی ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ مسلمانوں پر ہر حال میں صبر و شکر فرض ہے کیونکہ شکر سے نعمت اور صبر سے خالق نعمت ملتا ہے۔ اور بے صبری بے شکری حرام ہے۔ یہ مسئلہ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ عذاب تکلیف واجب اور ارتکاب حرام سے آتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا تعلق۔ یہاں فرمایا گیا وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ اور سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا بغیر واؤ کے یُذَبِّحُوْنَ اور اعراف میں فرمایا گیا یَقْتُلُوْنَ بغیر واؤ کے تو یہاں واؤ کیوں لائی گئی؟

جواب۔ ان دو سورتوں میں یذبحون و یقتلون کو عذاب کی تفسیر بنایا گیا کہ فرعون کیا عذاب دیتا تھا ذبح اور قتل۔ اور چونکہ واؤ تفسیری قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوئی۔ صرف یہی یہاں واؤ عاطفہ آسکتی تھی اس لیے غیر واؤ دونوں جگہ لایا۔ اور یہاں عذاب سے مراد قتل اولاد نہیں بلکہ عذاب وہ ہے جس کی تفسیر ہم نے بیان کردی۔ اس لیے یہاں واؤ عاطفہ لائی گئی۔ جو نحوی یہ کہتے ہیں کہ واؤ تفسیر پر ہوتی ہی نہیں ان کی دلیل یہ آیت بن سکتی ہے۔ ایک دفعہ ایک وہابی دیوبندی نے نبی پاک کے نور ہونے کا انکار کرتے ہوئے من اللہ نور کہا کہ واؤ تفسیر پر ہے اور نور سے مراد کتاب ہے تو حضرت قبلہ مفتی امین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفسرین کا یہ قول

بھی پیش کر کے فرمایا کہ اگر وہ تمہیں کوئی چیز ہوتی تو ہماں سب تمہاری ضرور فرماتا۔ وہ بھی اس جواب سے غائب حاضر ہوا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرعون اور آل فرعون کی بیٹیاں ظلموں کو ملا ما قص ما بکم کیوں فرمایا گیا۔ جواب۔ اس لیے کہ یہ جو کچھ انہیں ان کو اٹھانی پڑی تھیں ان کی بھی فرمانیوں گستاخیوں بدعملیوں کی وجہ سے عذابی قوم کے ساتھ ملے تھا گویا یہ بھی عذاب ہی تھا۔ تیسرا اعتراض یہ کہ وجہ ہے کہ شکر کے بدلے میں لازید نکم فرمایا گیا۔ لیکن ناشکری کے بدلے میں لاعذبنکم نہیں فرمایا گیا۔

جواب۔ یہ کریم رب تعالیٰ کا احسان پر انتہائی فضل و کرم ہے کہ شکر کا بدلہ صاف صاف بیان فرمایا لیکن ناشکری کی سزا کا صرف اشارہ فرمایا۔

تفسیر صوفیاء واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجاکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ سینہ مومن تجلیات الٰہی کا مثل طور ہے۔ قلب مومن سر و کلام الٰہی کا مثل موسیٰ ہے اور اعضاء ظاہری و باطنی مثل قوم موسیٰ ہے۔ نفس امارہ مثل فرعون ہے نفسانیات مثل آل فرعون ہے۔ وسوس شیطانی مثل سوء عذاب ہے ارادت مجاہدات ریاضت و محنت مثل ذبح ابناء غفلت سستی کاہلی و کسل مندی سوء بیان مثل استحیاء نساء ہے جسم انسان میں ان سب کی موجودگی اور مقابلہ بلاء من ربکم ہے نفسانیت کا غلبہ اس کی بڑی ہے۔ اور اتنی کشمکش کے باوجود بندہ مومن کا حقیقی قرب کو حاصل کرنا۔ تمام شریعت و طائق طریقت و حقائق معرفت پیچھے چلا جانا اس گھوڑا نشین میں دل کا سلامتی سے ساتھ اجتماعی کو غلامت رذائل سے پاک کر دینا اور اطمینان میں لے جانا نعمت الٰہی ہے۔ اسے مصر جسمانی کی غلامیوں میں جن کی زندگی گزارنے والے اس وقت کو یاد کرنا جب تیرے رب نے ہر سانس کے ساتھ تجھ کو فرمایا تھا کہ اللہ کی اس نعمت کو یاد کر جب تم سب کو نفس و نفسانیت کے جہنم سے تم کو چھڑایا تھا وہ سوال کے بعد سے تمام برائیوں کی جڑ ہوس ہے کہ نفسانی بر کمی شہوت، محبت، عقیدگی۔ ساری سب کی کی شامیں ہیں عادات کو ترک کر دینا۔ غفلتوں کے پردوں کو اٹھانا سے ان سے بچ کر نکل جانا کا بڑا امتحان ہے واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اے بندے اس احسان، اعلان، وعدہ، عنایت کو کبھی یاد کر جو فرمایا تمہارے رب نے پرورش کرنے والے معبود قدوس نے کہ اگر شکر کرو گے تم تو ہمیشہ ہی زیادتیاں دیں گا تم پر شکر لازم ہے جیسے کہ نعمت کی ادائیگی شکر حسن ہوگا نعمت مزید کی ہوگی اگر شکر معرفت کا ہوگا تو نعمت وصل کی ہوگی اور شکر وصل کا ہوگا تو نعمت قرب کی ہوگی اگر شکر قرب کا ہوگا نعمت انس کی ہوگی اگر شکر انس کا ہوگا تو نعمت عشق الٰہی کی ہوگی۔ اگر شکر عشق کا ہوگا تو نعمت محبت کی ہوگی اگر شکر حب کا

ہوگا تو مست بقا کی جو نگ شکر کے بہت مرتبے ہیں سب سے اعلیٰ خلائق بندگی اور اقرار محمد ہے۔ خلائق بندگی اہل شریعت کا شکر ہے اور اقرار محمد اہل معرفت و طریقت کا شکر ہے۔ اور اگر کسی بھی مقام پر کسی شکر کو چھوڑ دیا تو یہی محرومی کا حجاب مردودی کا عذاب بڑی سخت ہے ترک شکر ہی ناشکری اور کفران ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ قلب کریم کی تو سند ہی پکار ہے کہ سے سیارالت صرف خالق تعالیٰ ہی ہے اگر ساری کائنات ہی اُس کے شکر سے سر موڑ لے تو اللہ سر موڑ سے بھی بے نیاز ہے اسی کی سے شکر و ناشکری میں بندوں کا ہی نفع نقصان ہے شکر سے اہل ظاہر کو ظاہری دنیوی مال و دولت ملتا ہے اور اہل باطن عارفین سالکین کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں جس فرع دنیا والے کی دنیوی دولت ختم ہو جائے تو اس کو پریشانی ہوتی ہے صوفیا کو قلق و پریشانی تب ہوتی جب اُن سے واصل بحق ہونے میں حائل دنیا محبت میں گرفتار ہوتے ہیں اہل شریعت بندگی کی مخلصت سے اہل طریقت عذاب انوار سے اہل دنیا کے لیے طرح عذاب اہل عشق کے لیے فرقت عذاب شدید ہے فنا و دولت دنیا محبوں پر عذاب شدید ہے۔ لیکن واصل ذات کے انعام کا فوت ہو جانا اور فنا کشف پر عذاب شدید ہے حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ چور دو قسم ہیں چھ شکر ہیں چھ زیادہ تیاں ہیں۔

نمبر ۱ توفیق ہی کا شکر عبادت میں طاری اُس کی زیادتی نعمت ہے نمبر ۲ صبر کا شکر استقامت اس کی زیادتی ثواب نمبر ۳ غنا کا شکر حلوص اس کی زیادتی فضیلت نمبر ۴ سلطنت اُس کا شکر اقرار گاہ اس کی زیادتی معرفت نمبر ۵ دعا اس کا شکر قبول ہے اس کی زیادتی اجابت ہے۔ نمبر ۶ صدقہ۔ اُس کا شکر حسن نیت اس کی زیادتی مضاعف ہے۔ ثواب ہے جو شکر وصیت کرے ۱۲ منہ

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ

کیا نہ آئی پاس تمہارے خبر اُن کی جو تم سے پہلے تھیں کی قوم

کی تمہیں اُن کی خبر کیا نہ آئی جو تم سے پہلے تھیں نوح کی قوم

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ

حضرت نوح اور عاد اور ثمود اور وہ جو ان سے بعد اُن کے

اور عاد اور ثمود اور وہ جو اُن کے بعد ہوئے انہیں

لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

نہیں جانتا اُن کی صحیح گنتی کو مگر اللہ۔ آئے اُن کے پاس رسول اُن کے ساتھ ظاہر معجزوں کے

اللہ ہی جانے اُن کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ

فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا

تو پھیرا انہوں نے ہاتھوں کو اپنے منہوں پر اور بولے ضرور ہم نے

اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور بولے ہم منکر ہیں

كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

انکار کیا اُس کا جو بھیجے گئے ساتھ جس کے اور ضرور ہم البتہ ہیں شک میں اُس

اُس کے جو تمہارے ساتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اُس میں ہمیں وہ شک ہے

تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

بلاتے ہو تم طرف جس کی لمبی میں ڈالنے پر

کہ بات کھٹکے نہیں دیتا

تعلق ان آیات کریمہ کا پہلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پہلی آیتوں میں حضرت موسیٰ اور اُن کی قوم کا ذکر ہوا۔ اب ان آیتوں میں دوسری قوموں اور دیگر انبیاء کرام کا ذکر ہوا جس سے موجودہ کفار کو متنبہ کیا گیا گویا کہ ان سب تذکرہ کا مقصد ایک ہی ہے **دوسرا تعلق**۔ پہلی آیات میں بتایا گیا کہ اگر ساری زمین کے انسان بھی کافر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ان آیات میں اس دعوے کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں کہ پہلی کتنی ہی قوموں نے کفر کیا اور جا بجا انبیاء کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ کافر ہی مرے مگر اللہ کی سلطنت و حکومت یا انبیاء کرام کی شانوں میں کچھ فرق نہ آیا۔ **تیسرا تعلق**۔ پہلی آیت میں اُس قوم کا ذکر ہوا تھا جس پر سب تعالیٰ نے بہت انعامات کئے مگر وہ بجائے شکر گزار بننے کے کافر بن گئے اب ان آیتوں میں اُن قوموں کا ذکر ہوا جن کے پاس بہت کھلی اور صاف

عقل میں آنیوالی نشانیاں، اور قانونِ الٰہی کی آئیں، مگر وہ لوگ بے عقل بن کر کافر ہوئے گویا کہ پہلے ناشکری کے کافروں کا ذکر ہوا۔ اور اب بے عقلی کے کافروں کا ذکر ہے۔

تفسیر نوری اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اِجْرَاءِ مَفْهَامِ تَقْرِیْرِی کے لیے لَمْ یَاْتِ۔ فعل نفی جحد لم مضارع بمعنی ماضی مطلق منفی۔ صیغہ واحد مذکر غائب اتی سے بنایا ہے بمعنی آنا۔ اصل تھا یَاْتِیَ لم جازمہ کے آنے کا لام کلمہ کی حرف علت گر دیا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مخاطب مفعول بہ یا یہاں عنہ یا شبیہ ہے تب یہ بحالت کسرہ محکی ہے۔ نَبَؤُا۔ اسم مفرد جامد بمعنی خبر، اطلاع۔ فتحہ۔ بحالت رفع فاعل ہے لَمْ یَاْتِ کا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر مضاف الیہ ہے بحالت کسرہ ہے۔ مِنْ جارہ لاحقہ ہے قبل اسم ظرف زمانی بحالت جر مِنْ جارہ کی وجہ سے اور مضاف ہے مابعد کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا۔ قَوْمِ اسم مفرد لفظاً واحد ہے معنی جمع۔ بحالت رفع ہے کیونکہ یہ سب صفات و عطف وغیرہ کل کا بدل کُل یا بعض ہے۔ نُوْحٍ عَلَم ہے بحالت کسرہ مضاف الیہ و عاطفہ عَادٍ اَب لقب ہے ایک قوم کا لیکن پیشتر یہ نام تھا ایک آدمی کا جو بعد میں اس قوم کا بحالت کسرہ ہے عطف تابع کی وجہ سے۔ وعاطفہ ثَمُوْدَ اسم غیر منصرف ہے بوجہ عَلَم اور مؤنث ہونے کے۔ یعنی ہے فتح پر بحالت جر ہے عطف کی وجہ سے۔ یہ بھی علم ہے ایک آدمی کا اُس کے نام پر قبیلہ کا نام ہوا نوح علیہ السلام کا تیسری نسل کا پوتا تھا۔ یہ نام مؤنث قبیلہ کا بھی تھا ثمود پانی۔ اس نام پر اس قوم کا نام ہوا۔ لفظ عبرانی سے عربی میں منتقل ہے۔ کیونکہ یہ قوم عربی النسل نہیں مانا عاطفہ ہے۔ عطف ہے پہلے اَلَّذِیْنَ پر اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالت جر ہے۔ مِنْ حرف جر زائدہ بَعْدِ اسم ظرف زمانی ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل اُوْتِیَ کا۔ صلہ موصول سے مل کر ذُوْ الحال ہوا۔ لَا یَعْلَمُ فعل مضارع منفی معروف ھُوَ ضمیر واحد مذکر مستتر لفی مطلق۔ ترجمہ ہے کوئی نہیں جانتا۔ باب نصر سے ہے عِلْمٌ سے مشتق ہے بمعنی جاننا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل۔ مفعول بہ ہے۔ اِلَّا حرف استثناء متصل یا منقطع ماقبل عبارت مستثنیٰ ہے۔ اور مابعد لفظ اللہ مستثنیٰ ہے۔ یا الفاظ کہ سمجھ میں نہیں آتے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ صحیح ہے اللّٰهُ اسم جامد مفرد معرفہ بحالت رفع ہے۔ یا استثناء مفرغ ہے اور اللہ فاعل ہے لَا یَعْلَمُ کا۔ پہلی صورت میں ایک فعل یَعْلَمُ پوشیدہ کا فاعل ہے۔ یہ جملہ استثنائیہ حال ہے ماقبل ذوالحال کا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۔ جَآءَتْ فعل ماضی مطلق بمعنی فعل بعید۔ معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ہم ظاہر مذکر جمع۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مفعول لہٗ ہے یا یہ عَائِشَۃٌ کا باب ضرب سے ہے جیاء سے تلبیہ بمعنی آنا۔ اِیَّا اگرچہ

ہم معنی ہیں یہ چار الفاظ قرآن میں ۔ اتیٰ ۔ یاسوف آتا ہوا ظاہر ظہور آتا یاتیہٗ عام سے سر فراز سے آنے کہاں کا مصدر بھی ہی آسے ۔ رُسُلُ ۔ جمع مکسر منصرف ہے رسُوْل کی بحالت رفع فاعل ہے جالف کا ۔ بقانون نحو ۔ عامل ہم کلام جس مکسر و مونث لفظی کے لیے واحد مؤنث اور واحد مذکر دونوں طرح فعل عامل آسکتا ہے ۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع ماد ثمود ، عیرہ کی قوموں میں سب عادہ بھی ہے ۔ الف الم استغراقی ہیں ہے ۔ جمع ہے بینۃٌ بھی ظاہر ظہور ۔ کھلی ہوئی روشن نشانیاں ۔ بَیِّنٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے ۔ ظاہر ہوا ۔ بیان کرنا ۔ کھول کر سامنے لانا پردہ اٹھانا ۔ ف حرف تعقیب ۔ رَدُّوْا ۔ اصل ماضی معلق معروف جمع مذکر غائب ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر اس کا فاعل ۔ مرجع وہی قومیں باب تفعیل سے ہے ۔ حاصل مصدر رَدُّوْا ۔ رَدُّوْا سے بنا مضاعف ثلاثی ہے ۔ اس کا مصدر ہے تردید بمعنی لوٹانا ۔ واپس کرنا ۔ لے جانا ۔ ایدی ۔ جمع ہے یدٌ کی بمعنی ہاتھ بحالت فتح ہے کیونکہ مفعول بہ ہے رَدُّوْا ۔ ایک قول ہے رد باب نصر سے ہے ھُمْ ضمیر کا مرجع اقوام مذکورہ بالا ہیں ۔ فی حالت ظرفیہ اپنے ہی معنی میں ہے افواہ جمع ہے فُوْہٌ کی بمعنی منہ (دھن) اس کو مذکر کرکے لفظ بھی پڑھا بولا جاتا ہے ۔ بحالت جر ہے ۔ ہی کی وجہ سے ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع اقوام ہے یا رُسُل ہے واؤ عاطفہ ۔ عطف رَدُّوْا پر ۔ قَالُوْا اصل ماضی معلق صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع اقوام سابقہ ہیں ۔ اگلی ساری جملہ مقولہ اس قالوا کا ۔ اِنَّا یہ رَدُّوْ لفظاً ہیں ۔ اِنَّ ناصبہ ان حرف مشبہ بالفعل فی الاصل ۔ نا ضمیر جمع متکلم ۔ کَفَرْنَا باب نصر کا ماضی معلق بصیغہ جمع متکلم کفر سے جانا ہے بمعنی انکار کرنا بنا ۔ بِ جارہ زائدہ تاکید ۔ مَا اسم موصول ۔ بحالت جر ۔ اُرْسِلْتُمْ فعل ماضی مطلق مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ اس کا نائب فاعل تُمْ ضمیر جمع حاضر مذکر ۔ اس کا مرجع رُسُلٌ ہے ۔ بِ جارہ مفعولیت کے لیے یا زائدہ ہے ۔ ضمیر کا مرجع ما ہے ۔ ما سے مراد نبوت ہے ۔ جار مجرور کا مرجع مُرْسَلٌ ہے ۔ واؤ ۔ عاطفہ عطف پہلے اثر پر ۔ لام زائدہ تاکید یہ حرف جر پر داخل ہوا تو ہو کر ۔ فی جارہ ظرف مکانی کے لیے ثابت اسم مفعول ہے ۔ شَكٍّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے ۔ اس کی صیغہ ہے شَكَّكَ ۔ شک کی پوری تشریح علماء تفسیر نے بیان ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ من ابتداء غایت کے لیے ہے ۔ مِمَّا اسم موصول ۔ تَدْعُوْنَ ۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر باب نصر سے ہے ۔ اَنْ ۔ ضمیر جمع حاضر مستتر اس کا فاعل ۔ مرجع رُسُل ہیں ۔ دَعْوٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی پکارنا ۔ بلانا ۔ اسی کا مصدر ہے دُعَاءٌ ۔ نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع مخاطب لوگ کفار قومیں مذکورہ بالا ۔ لِ حرف جر بمعنی انتہاء غایت کے لیے ہے ۔ ہ ضمیر کا مرجع مَا ہے جار مجرور متعلق ہے تَدْعُوْنَ کے مُرِیْبٍ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ۔ باب افعال سے ہے اس کا مصدر اِرْیَابٌ یا رِیْبٌ ۔ بمعنی ایسے شک میں ڈالنا یا جو یقین کرنے میں مزاحم ہو ۔ مُرِیْبٍ حروف ہجائی سے بنا ہے ۔ بحالت جر ہے صفت ہے شک کی ۔

تفسیر عالمانہ

الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ جاءتھم رسلھم بالبینت

اے میری قوم نجات یافتہ اسرائیلو تم نے فرعون والوں کی تکلیفیں بھی دیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ کے کرم و محبت بھی اس لئے شکر گزار بندہ پیارا ہے ناشکرا بندہ ناپسند ہے مگر اس کی محبت عظیم ہے تو اس کا عذاب بھی شدید ہے وہ غنی ہے تمہارے کردار سے تو حید سے ساری کائنات سے اگر تم نے اس بات پر غور نہیں کیا یا تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو کیا تمہارے سامنے تمہارے پاس میرے وعظ و تقریری جلسوں میں یا توریت میں یا سفر میں آتے جاتے یا سناتے سنتے یا تاریخوں میں ان قوموں کے واقعات ان لوگوں کی خبریں نہ ہیں جو تم سے پہلے گزریں نوح علیہ السلام کی قوم عاد قوم ثمود ان کا کچھ تفصیلی بیان سورۂ ھود میں گزر گیا۔ اور وہ لوگ وہ بیشمار قومیں جو ان کے بعد ہوئیں جن کے پورے تاریخی حقائق حالات و عادات کو اللہ کے سوا آج کوئی نہیں جانتا جب بھی کبھی ان کے پاس ان کے رسول مکرم کھلی نشانیوں معجزوں کے ساتھ تشریف لائے۔ بعض مفسرین نے فرمایا یہ کلام موسیٰ علیہ السلام کا نہیں اس لیے کہ سابقہ امتوں کا ذکر اور قوم نوح و ہود ثمود کے قصے توریت میں نہیں۔ بلکہ یہ کلام نیا جملہ ہے اور رب تعالیٰ کا خطاب ہے کفار مکہ کو۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ دسویں دادا عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان میں والدوں اور ماؤں کے نام نایاب ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آقا رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نسبت جوڑنے والے نسّاب لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو ہر ایک کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک جوڑتے چلے جاتے ہیں حالانکہ قرآن مجید کی یہ آیت بتاتی ہے کہ بہت سی قومیں ایسی گزریں جن کو رب تعالیٰ کے سوا جاننا ہی کوئی نہیں (از تفسیر خزائن) جب درمیان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شجرۂ نسب نامعلوم ہے تو نسّاب یقیناً غلط بیانی کرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ من بعدھم سے مراد قوم ایکہ قوم لوط قوم مدین قوم تبع والے اور لا یعلمھم سے مراد ان کی گنتی ہے کہ کتنے نافرمان تھے جن پر عذاب آیا اور کتنے فرمانبردار۔ لیکن پہلا قول درست ہے اسی لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے چند ہی کا ذکر ملتا ہے۔ وہ انبیا علیہم السلام کا بھی ذکر نہ ان کی قوموں کا کہیں تذکرہ ہے ان کی ذات صفات آثار اور جو کتابیں مٹ چکیں نبی کریم کے دسویں دادا عدنان سے علیہ السلام کے صحابی تھے۔ وہاں تک نسب درست ہے بعد کی تاریخ مضطرب ہے۔ تفسیر روح البیان نے اس جگہ فرمایا کہ لا یعلمھم کی نفی میں نبی اکرم و غنی نہیں کیونکہ اللہ نے اپنے حبیب کو سب کچھ بتادیا خود ہی اکرم فرماتے ہیں کہ ہم سا کا سایکوں کو جانتے ہیں۔ قوم نوح طوفان سے قوم عاد طوفانی آندھی سے قوم ثمود چیخ سے ہلاک ہوئی۔ بتایا یہ جارہا ہے کہ آثار و نشانات ظاہر ہوں یا پوشیدہ تذکرے موجود ہوں یا معدوم تاریخ کسی قوم کا ذکر کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کو اور ان کی قوموں کے خاندانوں کو جانتا نہیں جانتا مگر نوح علیہ السلام سے لے کر کفار مکہ تک جس قوم کے پاس بھی کوئی

نبی بھی مثل شاہ کی کھلی نشانیاں لے کے کر تشریف لایا تو۔ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ پس ان کافروں نے پھیر لیے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر یا اپنے منہ میں۔ اس جملے کی تفسیر میں چھ قول ہیں۔

نمبر ۱۔ ان کافروں نے اپنے نبی کی بات اور پیغام الٰہی سن کر بہت شدید غصہ میں آکر اپنے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیے اپنے منہ سے۔ نمبر ۲۔ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر دبی ہنسی ہنسنے لگے مذاق کرتے ہوئے۔ نمبر ۳۔ اپنے ہاتھ کی انگلی اپنے منہ پر رکھ دی کہ خاموش رہو تم کو اپنے خدا کی باتیں نہ سناؤ۔ نمبر ۴۔ اپنے ہاتھ ان کے منہ کی طرف لیجا کر اس کو منع کیا کہ خاموش ہو جاؤ تبلیغ بند کر دو۔ نمبر ۵۔ اپنے ہاتھ ان کے منہ پر رکھ دیے کہ بس بس زیادہ مت بولو تقریر یہ ختم کرو۔ نمبر ۶۔ اپنے ہاتھ سے اشارہ ان کے منہ کی طرف کیا کہ لیجا اپنی جہالت اور لغتیں رکیکیں اور دنی پیغام ہیں نہیں چاہیئے۔ غرض کہ ان کفار نے ہر طریقے سے انبیاء کرام کو ستایا اور باوجود سمجھدار ہونے کے رب کا ایسا شاندار فائدوں عزتوں والا پیغام دعوت ایمان کے ساتھ رضاء پروردگار سن کر بھی یہی بولے کہ بیشک جو تم پیغام سناتے ہو جس کے ساتھ تمہارے قول کے مطابق تم بھیجے گئے ہو ہم سب پچھلے بڑے صاف صاف کفر کے منکر ہیں۔ اور ہم تمہاری باتوں کے کافر ہیں لہٰذا ہمارے پاس ایسی باتیں لے کر نہ آیا کرو۔ کیونکہ ہم تمہاری حقانیت صداقت کے منکر ہیں ہم اس بات کو نہیں سمجھتے کہ تم لوگ اللہ کے رسول ہو اور اس نے تم کو پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اور بیشک ہم سب بڑے بڑے شکوک میں پڑے ہوئے ہیں تمہاری ان باتوں قول اقرار سے اور جن کی طرف تم ہم کو بلاتے رہتے ہو جس کو تم نے توحید۔ وحی قانون لغو۔ ایمان۔ اخلاص۔ عبادت۔ پاکدامنی۔ دیانت داری۔ خلوص نیت خوش خلقی۔ حلال کمائی کا نام دیا ہے۔ ان سب کو سمجھنے پرکھنے سے بہت ہی بڑے شک میں ہیں۔ ایسا شک جس نے ہم کو پریشان ہمارے دلوں کو بے آرام عقل کو ماؤف دماغ کو حیران فہم کو مضطرب کر دیا اور نفسوں کو بے اطمینانی میں ڈال دیا۔ ہم کو تمہاری اور اپنی حالت پر بڑا قلق ہے۔ گھر گھر میں بحث تکرار و لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا کوئی تم کو اچھا نہیں کہتا ہے کوئی برا خطاب کہتا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہم کو اسی طرح پہلے کی طرح اطمینان سے رہنے دو۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ تاریخی واقعات کی معلومات تاریخی علم پڑھنا۔ سننا اور تاریخ پر یقین رکھنا اسلام اور شریعت پاک میں معتبر اور قابل قبول ہے بلکہ تاریخ لکھنا اور پڑھنا ضروری ہے۔ یہ فائدہ اَمْ یَاْتِكُمْ (۱۰) سے حاصل ہوا۔ ہاں اگر کوئی تاریخ حدیث و قرآن کے خلاف ہو تو نہ مانی جائے گی کیونکہ متون کی مدد دی جاتی مقصود ہوگی

دوسرا فائدہ۔ جو واقعہ یا بیان یا گناہ عوام میں مشہور ہو جائے وہ درست مانا جائے گا اور دیانتاً وہ آدمی جس کے بارے میں کوئی کام مشہور ہو جائے اس کا فاعل اور مرتکب یا ملوث تسلیم کیا جائے گا۔ اگرچہ عدالتی حد ثبوت تک نہ پہنچے۔

مثلاً جو بیل تقدے میں مطعون ہو جائے یا گواہ بدکاری فحاشی میں مشہور ہو جائے اس کو اسی جیسا مانا جائے گا گرچہ یا تو ہری سزا نہ ہے گی۔ تیسرا فائدہ۔ کوئی شخص بھی سارے انبیا کو نام بنام نہیں جانتا بجز ان تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی کریم کے پیچھے تمام انبیاء کرام نے معراج میں نماز پڑھی اس لیے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخلوق میں سارے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر طرح جانتے ہیں۔ چوتھا فائدہ۔ جس طرح ہم تمام انسان بحز چند پیغمبروں کرام کے اسماء پاک اور مختصر حالات زندگی کے اور کچھ نہیں جانتے مگر ایمان تمام انبیاء پر ہے۔ علی ہذا علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اسی طرح ہم کو یہی عقیدہ اور یقین رکھنا چاہیئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا میں سے ہر ایک پر وحی بھی نازل ہوئی رسی اور ہر ایک کو معجزہ بھی عطا ہوا خواہ ایک یا دو یا زیادہ۔ ہاں صحیفہ یا کتاب ہر ایک کو ملی یا شریعت ہر ایک کی علیحدہ ہوئی یہ دعویٰ صرف ربانی یا وحی عارضی قانون الٰہی کے لیے ہوتی تھی۔ یہ فائدہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جب تک کسی شخص کو اپنا خاندانی نسب نامہ ولایت یقینی طریقہ سے معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اپنا شجرۂ نسب نہ کسی کو بتائے نہ رکھے تاکہ جھوٹ اور کذب ہو اور نہ غیر کی طرف نسبت ہو جائے جیسے ماں کی گالی ہے۔ فقہاء کرام نے خود ساختہ نسب نامے کو حرام لکھا ہے۔ نسب میں سناوٹ حرام ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ کسی شخص کا بھی نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے نسب کے شجرے کو حضرت آدم تک لے جانا گناہ و ناجائز ہے۔ یہ دونوں مسئلے لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ سے مستنبط ہوئے۔ خاص کر آقا دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شجرۂ پاک تو بالکل زیادتی سے بیان نہ کرے۔ کہ اس میں سخت گستاخی کا اندیشہ ہے۔ ہاں جہاں تک خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا بس اس سے آگے نہ بڑھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نسب جھوٹے ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ دنیا میں ذلیل ہی رہتے ہیں ہماری زبان میں ان کو مراثی کہتے ہیں۔ البتہ اگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو تمام آدم علیہ السلام اپنا شجرہ بیان فرما دیتے کہ آپ عالم ما کان و ما یکون ہیں۔ دوسرا کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ تیسرا مسئلہ۔ قرآن و حدیث کا کوئی حکم قانون سن کر یا کسی عالم دین کے بھالے مسئلہ بتانے سے حقہ۔ نفرت یا غرور و تکبر یا کسی کرنا سخت ناجائز اور حرام ہے رب تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اس بیہودہ عادت کو علامت کفر و کفار قرار دیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ سے مستنبط ہوا۔ آج کل جہلا اور شیطانی لوگوں نے علماء دشمنی کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کے صاف صاف واضح احکام و قوانین کی جو مخالفت شروع کر رکھی ہے وہ سر مسئلہ پر اخبار و رسائل کے ذریعے عورتوں مردوں کا احتجاج شروع ہو جاتا ہے۔ اور سڑکوں پر برملا اللہ کے دین کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کبھی عورتوں کی گواہی کا مسئلہ کبھی دیت کا رد کر دیا جاتا ہے۔ کبھی پڑوسی کی بیٹی کبھی نامحرم کے

[illegible] یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

اعتراضات

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ یعنی قوم نوح۔ عاد۔ ثمود کے بعد۔ کیونکہ ہم ضمیر کا مرجع یہی تین قومیں ہیں پھر فرمایا لَا يَعْلَمُهُمْ یعنی ان تین کے علاوہ قوموں کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ وہاں رسولوں کو دوسرے بھی جانتے ہیں۔ حالانکہ ان قوموں کو بھی اللہ کے بتانے سے جانا۔ ان کے علاوہ چند قومیں ہیں جن کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے قرآن کو بھی لوگوں نے جان لیا۔ تو پھر یہ لَا يَعْلَمُهُ کی نفی اور اِلَّا اللہ کا استثنا کیونکر درست ہوا؟

جواب۔ مِنْ بَعْدِهِمْ میں ہم ضمیر کا مرجع صرف ان تین کی طرف نہیں بلکہ قرآن مجید کی بیان کردہ تمام قوموں کی طرف ہے۔ اور بعد بمعنی درمیان ہے۔ یعنی تمام قوموں کے درمیان کچھ قوموں کا ذکر نہیں لیکن یہ تین قومیں سب میں پہلے ہیں۔ اس لیے یہاں ان کی وضاحت ہوئی۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ حالانکہ معراج کی رات سارے انبیاء کرام نے آقا و دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نیز بہت انبیاء کرام کا نام اور حالات نبی کریم نے احادیث میں بیان فرمائے اسی طرح بہت سے بنی اسرائیل اور سابقہ امتوں کے واقعات صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنے گئے جن کا ذکر قرآن مجید میں قطعاً نہیں رب تعالیٰ نے کسی کو بتایا۔ تو پھر بھی یہ الا اللہ کا استثنا کس طرح ٹھیک ہوا۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں دے دیا گیا کہ لَا يَعْلَمُهُ کی نفی میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں۔ بلکہ عام انسان ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے نازل ہوئی بعد میں نبی کریم کو سب کا علم آگیا۔ ایک جواب یہ ہے کہ نبی کریم تمام انبیاء کرام کو جانتے ہیں یہاں اس کی نفی نہیں بلکہ یہاں تو قوموں کے حالات کا ذکر ہے۔ مگر پہلا جواب زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم کی ہر چیز کو شاہراہ آفرینش سے جانتے ہیں۔ تیسرا اعتراض یہاں لَا يَعْلَمُهُ فرما کر عوام کے علم کی نفی کی گئی۔ حالانکہ پرانی کتابوں اور تاریخوں میں ایسی قوموں کے حالات ملتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اسی طرح بعض علاقوں میں انبیاء کرام کے مزارات ہیں جن کو وہاں کے علاقے والے جانتے ہیں۔ ہمارے ضلع گجرات کے علاقے جلالپور جٹاں سے آگے دو میلوں کے مزار مقدس میں ایک کا نام حضرت نوح علیہ السلام اور ایک کا نام حضرت موسیٰ جاڑی علیہ السلام۔ ان کے مزارات بارہ فٹ تقریباً لمبے ہیں۔ یہ مزار تو پہلے سے ہیں مگر جب مزار کا نیا ہونا حضرت سائیں گوہر رحمۃ اللہ علیہ بندیالہ شریف والے۔ ان کے مکاشفے سے معلوم ہوا۔ تو یہ نفی کیونکر درست ہوئی۔

جواب۔ اس کے چند جواب ہیں۔ اوّلاً یہ کہ کسی تاریخ یا کتاب میں کسی مستقل قوم کی تاریخ کا موجود نہیں جو کچھ ہے سب افسانہ یا

ثابت ہے اسی طرح انبیاء کرام کے حالات بھی جو اللہ رسول نے بتا دئے بس وہی حتمی یقینی ہیں اس کے علاوہ کسی کو یقینی نہیں کہا جا سکتا اگر کوئی کہے کہ ان حضرات کے بعد جو ہے میں ان کو نبی نہیں مانتا تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔ دوسرا کہ اس سے نبوت کا پتہ لگا، اگرچہ یقینی نہیں ہو سکتا مگر یقین ہو بھی جائے تو صرف نام کا ہی پتہ لگے گا پوری تاریخ حالات زندگی تو پھر بھی کسی سے نہ جائے۔ سوم یہ کہ یہاں قوموں کے حالات کی بحث ہے نہ کہ فقط ناموں کے علم کی۔ نام کے علم ہو جانے سے قوم کی تاریخ تو پھر بھی مجہول ہی رہی صرف نام سے کوئی فائدہ نہیں عبرت یا نصیحت تو واقعات سے ملتی ہے۔ ہدایہ نحو اور استثناء سب کچھ بالکل درست ہے

تفسیر صوفیانہ

الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ الخ سلوک میں شیخ کامل کا مرید ناقص کے لیے مطابق۔ عبرت ہے۔ جس میں مقہوریں و مجبوریں کا حال و انجام سنایا سنایا بلکہ دکھایا جاتا ہے۔ بلکہ پچھلوں کے انجام دیکھ کر آئندہ والوں کی حیرت کی لغزشوں سے بچیں۔ قرآن مجید کے یہ تمام واقعات مذاہب و قوموں عبرت کی ست سے زیادہ ضرورت ل طریقت کرتے کیونکہ اس کا ہر قدم وادی خطرناک پر ہے۔ لغزش کھا جانے والے آئندہ آنے والوں کے لیے عبرت کی نشانیاں چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ وادی خاموشی ہو جاتے ہیں کہ لا یعلمھم الا اللہ ان کو اللہ خالق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عبرت کے لیے حکمت کے قدم چاہیئے جس سے وادی شوق میں چلا جائے حدیث صدق چاہیئے جو عارفین کے دلوں پر اثر کرے۔ ان قول تفصیل ضروری جو زاہدوں پر اثر ڈالے حکمت یہ ہے کہ لقاء الٰہی کے وقت آداب واحترام بھی رہے اور جذبہ عبادت بھی صوفی وہ ہے مقہور کے واقعات سے عبرت لے مجبورین کے لیے دعا کرتے عاجز سے نیفل سے جہلا سے اور رہے۔ غیر اللہ کو چھوڑ کر رب سے وابستہ رہے۔ مشائخ وہ ہے جس پر معارف منکشف کئے جائیں اور عجب والوں کے قصے سنا کر خوف دہلا کی طرف لایا جائے تاکہ کبر و حسد کا جذبہ مٹایا جائے۔ تکبر ہی ایسا مہلک مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں اسی سے سابقہ قوموں کو تباہ برباد کیا۔ تقرب الی اللہ کے لیے قریبی راستہ اولیاء کی محبت ہے۔ اس راستے میں تین گھاٹے ہیں۔

نمبر ۱۔ تکبر۔ نمبر ۲۔ دنیا۔ نمبر ۳۔ نفسانیت۔ ان کو توڑ جانے سے شوق کے پودے لگتے ہیں جن میں مشاہدات کے پھول کھلتے ہیں۔ یہ پھول دکھانے بتانے میں کہ ہر شے حادث ہے وہ حادث قدیم کا ادراک نہیں کر سکتی جب حادث کا وصل قدیم سے ہوتا ہے تو عاشقین ذات کے دل معرفت کے پروں سے پرواز کرتے ہیں اور شوق و محبت۔ عطا اور تمنا۔ جذبہ لقاء اور انس کی منزل پر چلے جاتے ہیں مگر یہ ترقی نفس اور روح کی پاکیزگی سے حاصل ہوتا ہے۔ آج ہر شخص پیر اور شیخ ہونے کا دعویدار ہے۔ مگر کاملین کے نزدیک وہ چیز پیر و مرشد ہے جو مرید کو عالم حضوری میں پہنچا کر فنا فی اللہ حاصل کرے، اخلاق سوائے عالی اس طرح منش کر دے کہ صحبت دائمہ بھی متاثر ہو جائیں مقام محبت

صحبت و ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں مذکورہ کھانے پینے سے۔ خیال رہے کہ شریعت طریقت کی مانند ہے اور طریقت شریعت کی کیونکہ شریعت مکلف بناتی ہے اور طریقت معرفت عطا کرتی ہے۔ اور یہ دونوں [illegible] سے ملتی ہیں جیسی مثل دل کے ہیں وہ نبوت کے پاس تحریف دیتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا [illegible] [illegible] [illegible]

نمبر۱۔ صداقت۔ نمبر۲۔ عدالت۔ نمبر۳۔ عفت۔ نمبر۴۔ شجاعت وغیرہ علم۔ نمبر۶۔ عمل۔ نمبر۷۔ اجتہاد نمبر۸۔ فراست نمبر۹ تدبر نمبر۱۰۔ شکر نمبر۱۱۔ تقویٰ نمبر۱۲۔ ولایت نمبر۱۳۔ تصوف۔ نمبر۱۴۔ روحانیت نمبر۱۵ عبودیت نمبر۱۶ خلیفت نمبر۱۷۔ ہدایت نمبر۱۸۔ ولایت۔ ولایت الٰہی کی تمام منزلیں، عبادت نبوت ہی میں طے کی جاسکتی ہیں علوم و تاثیر کیا جائیں کہ شان نبوت کیا ہے اور ان کا آنا کتنا مفید اور مشکل کشا یہ قوانین الٰہی جان سکتے ہیں یہ کہ نبوت کا اصل فائدہ نبوت و نبی کو ہے جو علماء دین عابدین کو نبوت مثل بارکشش نہیں محسوس ہوتی ہے۔ اور طلب استفادہ شیخ پیر مرشد مثل کوں و بیشتر نہیں دیتے ہیں نبوت خود تشریف لاتی ہے مگر مرشد کے پاس چل کر جانا ہے لطیفہ ۱۲ فاضلہ

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

فرمایا رسولوں نے ان کے کیا اللہ میں شک ہے آسمان اور زمین

اُن کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمان اور زمین

وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اور زمین کو بلاتا ہے تم کو تاکہ بخش دے تمہارے کو گناہوں تمہارے

کو سنانے والا نہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقرر

وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ

اور مہلت دے تم کو تک مدت مقرر بولے نہیں ہو تم

وقت تک تمہاری زندگی ہے مدت کہ دے ہوئے تم تو ہمیں جیسے کبھی تم

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا

مگر بشر مثل ہمارے تم ارادہ کرتے ہو کہ روک دو تم ہم کو سے اس سے

چاہتے ہو کہ اس سے ہمیں باز رکھو جو ہمارے باپ دادا

كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ

کہ پوجتے تھے باپ دادا ہمارے تو لاؤ تم ہمارے پاس کوئی دلیل روشن

پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ اس کی

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

فرمایا ان کو رسولوں نے ان کے نہیں ہم مگر بشر مثل تمہارے

رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

اور لیکن اللہ احسان فرماتا ہے پر جس پر چاہتا ہے میں سے بندوں اپنے

اللہ ہے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے

وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ

اور نہیں ہے ہمارے لیے کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی دلیل مگر ساتھ اجازت

اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے

اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

اللہ کی اور پر اللہ ہی چاہیئے بھروسہ کریں مومن

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں انبیاء کرام کی بعثت آمیز تبلیغوں کا ذکر ہے **دوسرا تعلق**۔ اسی طرح پچھلی آیات میں قوموں کے کفر کا ذکر ہوا۔ اب

آیتوں میں اُن کے نہ ماننے اور کفر کرنے کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ اُن کے پاس دلائل کا عذر کیا ہے۔
تیسرا تعلق ۔ پہلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ انبیاء کرام اللہ کی طرف سے بہت سی آیتیں اور نشانیاں لے کر آئے تھے یہاں ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے۔ کفار بجائے ان کو ماننے کے اور نئے مطالبے کرتے رہے کہ اور کوئی سلطان یعنی اپنی نبوت پر نشانی لاؤ۔ یہی حال موجودہ کافروں کا ہے یہی بات سمجھانے کے لیے اگلی اور پچھلی آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر نوری وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ قالت فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مؤنث غائب قَوْلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل رُسُلُ جمع مکسر مصرف۔ بقاعدہ نحو جمع مکسر اور مؤنث لفظی کے لیے فعل کی مطابقت شرط نہیں بلکہ مذکر مؤنث سر دست جائز ہے کیونکہ جس طرح تذکیر میں مقابلہ ہے تانیث و استمرار سے اسی طرح مذکر میں وسعت نہیں جو مؤنث میں ہے۔ ثم ضمیر جمع مذکر غائب ہیں۔ اُجمِلَ استعمال الکری سے فی جملہ فرمایا اس کے لحاظ توحید و یا تان۔ یا لحاظ وجود پوشیدہ ہے۔ انتم۔ اسم ظرف معرفہ بحالت کسرہ مجرور اور حادث ہے کیونکہ فعل ناقص پوشیدہ کے شکنت اس پوشیدہ کا فاعل ہے۔ بعض نے کہا یہ فاعل سے مادر کیوں جملہ فعلیہ تامہ ہو کر ہر حکم گرفتہ نہیں اس لیے کہ کان جملہ ظرفیہ خاطر اس لفظ اللہ کی صفت ہے یا بدل ہے کہ موصوف صفت و بدل وغیرہ میں جنسی کا فاصلہ جائز نہیں۔ ھذا اضافی ہوتا ہے فاعل وجہ بلے کی نیز موصوف کے اضافی نہیں ہوتا۔ شئت اسم موصول حاصل مصدر ہے فاعل ہم فاعل ہے مفعول سے بنا ہے بھی ایجاد کرنا۔ پھاڑنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ باب نصر یا ضرب سے ہے۔ بحالت جزم۔ یا صفت ہے اشر موصوف کی یا بدل الکل ہے اللہ کا اعراب باشبع ہے۔ الف لام استغراقی ہے تمام جمع مکسر ہے معاذ کا نشوء سے مشتق بمعنی بلند ہونا۔ ماخذ جمع کے لیے بالتقسیم ترانی۔ الف لام استغراقی۔ معطوف علیہ محذوف کا ہے بوجہ معطوف لیہ۔ یذر واحد فعل مضارع بمعنی حال معروف صیغہ واحد مذکر غائب ذرٌ سے مشتق ہے بمعنی بلانا۔ پکارنا۔ باب ضرب سے ہے اس کا فاعل ھُو ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے کم صیغہ طا۔ منصوب متصل کا مرجع کفار قومیں ہیں۔ مفعول۔ سے یذر کو۔ لام کے اس میں ان ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے یعنی تاکہ یغفر فعل مضارع معروف باب ضرب سے ہے مغفرت سے ہے۔ معاف کرنا۔ بخشنا۔ ڈھانپنا۔ چھپانا۔ روکنا یہاں پہلے دو معنی ان یکتے ہیں۔ حالت فتح ہے۔ لام نے رد دیا۔ الکم ضمیر ہوا اس کا فاعل ہے اسی لیے مجرور ہے۔ لکم جار و مجرور اس کا متعلق ہے۔ ام علامہ تعلیلیہ۔ بعد۔ یا بینہ تاکید ہے۔ من جملہ بیانیہ ذنوب جمع مکسر ہے مؤنث لغوی ترشہ ہے جانور کی دم پکڑنا میں تو ہوتا ہے کہ پیشاب دیرہ بھی طرف ہوتا ہے۔ جانور لات بھی مار سکتا ہے۔ مگر عادۃ ولی نہیں اسی معنی میں گناہ کو۔ سب کہتے ہیں۔ بعد سے اولاد کو بھی سب کہا جاتا ہے۔ ان کی ذنبہ۔ ذنائب اور

ذکاب جمع بھی آئی ہے۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے وَ عاطفہ یُؤَخِّرْ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع مصدر سے ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے حالت نصب ہے کیونکہ عطف ہے یغفر پر۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ اِلٰی حارہ انتہا کے لیے ہے۔ اَجَلٍ۔ اسم مفرد نکرہ جامد بمعنی مدت مُسَمًّی۔ اسم مفعول باب تفعیل سے سَمٌّ یا سِمٌ سے بنا ہے۔ دراصل تھا مُسَمَّیٌ ی کو الف سے بدلا حرف علت بوجہ سوں تحریک سو لوگر گیا ماقبل کا فتح سوں سے بدل گیا۔ کسرہ نہیں آسکتا اگرچہ حالت کسرہ سے ہو بہ صفت اجل کی اس لیے کہ اسم مفعول کی ں دوسری م کا فتح علامت ہے۔ جو گرائی نہیں جاسکتی۔ ترجمہ ہے مقدر کی ہوئی مدت یا فیصلہ کی ہوئی قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ پہلی ساری عبارت مُسمّٰی تک حالت کا مقولہ تھا۔ باقی عبارت جواب ہے قالوا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ف عاطفہ جملہ کا حکم ضمیر کا مرجع وہی مذکورہ بالا قومیں ہیں۔ اِنْ حرف شرط ہے مگر یہاں نافیہ ہے اِلّا کی وجہ سے۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر مرجوع مفصل فاعل ہے کُمْ ضمیر فعل تمامہ پوشیدہ کا۔ دراصل تھا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ حرف استثناء لغو بمعنی سوا یا۔ اِلّا متصل ہے اور بَشَرٌ مستثنیٰ منہٗ سے اور یہ مستثنیٰ منہٗ دونوں مل کر فاعل ہوئے۔ بَشَرٌ۔ اسم جامد نکرہ ہے۔ یعنی ظاہر کھلی ہوئی کھال۔ سی لیے جانوروں کو بشر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کی کھال بالوں سے ڈھکی ہوتی ہے خواہ امتداد زمانہ عمر۔ بحر انسان کے۔ اسی لیے اصطلاح میں اب صرف انسان کو بشر کہا جاتا ہے کیونکہ بدن کی کھال پر شروع سے خرنک بال نہیں ہوتے۔ مِثْلُ۔ اسم جنس ہے مفرد ہے نکرہ مخصوصہ بحالت رفع صفت ہے بَشَرٌ کی مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ مجرور متصل کا تُرِيْدُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ باب فعال سے ہے مصدر ہے اِرَادَۃٌ وَدٌّ باب نَصَرَ سے۔ یعنی چاہنا۔ پسند۔ ارادہ کرنا۔ یہاں پہلا معنی مروی ہے۔ اس کا فاعل تُمْ ضمیر پوشیدہ ہے اس کا مرجع رُسُلٌ ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ پورا جملہ فعلیہ مفعول بہ ہے۔ تُرِیدون کا۔ تَصُدُّوْنَا۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تُمْ ضمیر فاعل کا مرجع بھی رُسُلٌ ہے۔ دراصل تھا تَصُدُّوْنَنَا نون اعرابی حذف ان ناصبہ کی وجہ سے گرگئی۔ صَدٌّ سے مشتق ہے بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔ باب نصر سے ہے۔ اَنْ مصدر مستتر کا مرجع رسل ہیں یہ فاعل ہے نا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ عَمَّا۔ دراصل تھا عَنْ مَا۔ عَنْ حرف جر بمعنی سے جارہ یا اَنْ ابتدیہ۔ مَا موصولہ بحالت جر۔ اور جار و مجرور متعلق ہے تصدونا کا کَانَ يَعْبُدُ فعل ماضی استمراری معروف۔ صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسم ظاہر جمع ہے۔ باب نصر سے ہے عَبْدٌ سے مشتق ہے بمعنی پوجا کرنا۔ عبادت کرنا۔ معبود بمعنی۔ آباؤ۔ اَبٌ جمع مکسر۔ اس کا واحد سے لُغَۃً بمعنی باپ۔ باؤ کا معنی باپ دادے۔ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرجع کفار قومیں۔ ف جزائیہ ما بعد کا جملہ جزا ہے۔ اس کی شرط مقدر ہے۔ دراصل تھا اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ فِیْ دَعْوٰکُمْ فَاْتُوْا۔ اْتُوْ۔ فعل امر حاضر معروف۔ صیغہ جمع مذکر۔ باب ضرب سے ہے۔ اِتْیٌ۔ معنوی حالت اور ناقص یائی سے مشتق ہے۔

بھی۔ لانا دینا۔ یہاں بھی وہاں سے کا صیغہ جمع متکلم مصدر متصل کا مرجع کفار قومیں ہیں مفعول بہ ہے اَنْ کا۔ ب جارہ بھی من نیچے یہ۔ یعنی کوئی سلطنی روزن غلبہ عثمان سلطٌ سے مشتق ہے بھی قوت۔ طاقت۔ زور۔ حجت۔ سند۔ بادشاہ۔ حکومت۔ روشنی دینے والا دلیل۔ اسی سے ہے سلیط بھی بتی کا تیل جو چراغ میں ڈالا جاتا ہے دلیل کو سلطان بھی اسی معنی سے کہا جاتا ہے یعنی روشن دلیل۔ اور وہ جو سے کو کھانے والی۔ اس کا بھی معنی ہے۔ دلیل اور حجت اور طاقت کے معنی میں ہو تو اس کی جمع سلطین ہوتی کیونکہ مصدر کی مثل ہوتی ہے۔ جب بھی بادشاہ یا حکومت ہو تو اس کی جمع ہے سلاطین۔ یہاں بھی معنی حجت سے ہے دلیل یا سند۔ الف ون زائدتان۔ مصرف بوجہ ایک سبب۔

باب فعال اسم فاعل ہے بَیَّنَ سے سامنے لانے۔ ظاہر کرنے والا۔ ثابت ہونے والا۔ یہاں دوسرا معنی مراد۔ بحالت جر بھی صفت ہے سلطین کی اور جارہ ومجرور متعلق ہے تَاْتِیَ کا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ قالت فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مؤنث۔ یہ عبارت بوجہ محبوب ہے۔ لام عاقبت بھی مفعولیت بھی ان کو۔ ضمیر کا مرجع ہر نبی کی قوم ہے رُسُلُ جمع مکسر ہے رَسُوْلٌ کی۔ ہم ہے بحالت رفع سے قال سے تاء تانیث ضمیر جمع کا مرجع سابقہ قومیں۔ یہ سب جملہ فعلیہ قول ہے۔ ان حرف چار طرح کا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ ان شرطیہ یہی کل اور جملہ ہے نمبر ۲۔ ان مؤکدہ نمبر ۳ ان مخففہ۔ یہاں سے ہلکا کرآتا ہے۔ نمبر ۴ ان نافیہ یہ اکثر اِلَّا سے پہلے آتا ہے۔ نحن واقعہ اِنْ سے پہلے بھی۔ اور بہت کم اِلَّا ان کے بغیر آتا ہے یہاں ان نافیہ ہے یہ سب عبارت مقولہ ہے قول کا۔ نحنُ۔ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل بحالت رفع مبتدا ہے۔ اِلَّا حرف استثناء۔ لغو ہے زائد ہے بَشَرٌ ہم کمرا مفرد بمعنی صاف کھال والا جاندار بھی انسان بحالت رفع خبر ہے مبتدا کی۔ موصوف ہے مابعد کا مِثْلُ۔ ہم ہے مثیل مفرد معرفہ مصنوعی ہے (یعنی بنایا ہوا معرفہ) بحالت ضمیر نے اس کو معرفہ بنالیا۔ ہر وہ نکرہ جو معرفہ کا مضاف بن جائے وہ معرفہ بن جاتا ہے یہ صفت ہے۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل مضاف الیہ۔ واؤ عاطفہ لٰکِنَّ حرف مشبہ بالفعل کے لیے ہے اللہ اسم مفرد معرفہ بحالت نصب ہے کیونکہ اسم ہے اِنَّ کا یَمُنُّ فعل مضارع معروف باب نصر سے صیغہ واحد مذکر غائب رہی کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ مَنَّ مصدر مضاف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی احسان کرنا۔ علی جارہ بھی فرقیت ہے ہرا بمعنی مَنْ (جو) مَنْ اسم موصول مفرد مذکر کے لیے آتا ہے۔ یَشَآءُ۔ فعل مضارع معروف۔ باب فتح سے ہے۔ شَیْءٌ سے مشتق ہے بھی۔ چاہنا۔ پسند کرنا۔ من جارہ بھی مِنْ جانا باب جانا۔ عباد۔ جمع مکسر ہے عَبْدٌ کا۔ اسم جامد بھی اسم فاعل عَابِدٌ۔ یہ بعد صالح کے لیے جامد بنایا گیا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے یہ جارہ ومجرور متعلق ہے یَمُنُّ کے اور وہ جملہ فعلیہ مَنَّ سے متعلق ہو کر خبر ہے لٰکِنَّ کی واؤ۔ سر فقہ

کان فعل تامہ ماضی معلی صیغہ واحد غائب اس کا فاعل قدرت پوشیدہ ہے۔ لنا جار و مجرور اس کا متعلق ہے لام عاقبہ بھی ہے یا بھی سنہ۔ ان ناصبہ مصدریہ یہ جملہ فعلیہ معمول ہے کان کا ایک قول میں کان ناقصہ ہے اور تاکید فعل پوشیدہ وتسلطنی کے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے۔ اور ان ناصبی جملہ فعلیہ اسم مؤخر ہے الی فعل مضارع معروف منصوب ہے۔ ف ناصبہ ہے الی سے ماسبق بھی لانا۔ کم ضمیر جمع حاضر منصوب متصل معمول ہے سے اور اگر الی کا معنی دینا ہو تو متعلق ہے بھی سنہ کے سبب عاقبہ زائدہ تاکید یہ۔ تملکم اسم موصول بمعنی دلیل۔ معجزہ یا سند۔ تنوین وتربیل تنکیری ہے بھی کوئی۔ الا نافیہ بمعنی ۔ ذا عالیہ سبب عاقبہ سیئہ اذن۔ اسم مفرد جامد بمعنی عبادت مجرور ہے سب عاقبہ سے۔ اور مضاف ہے۔ اللہ اسم مفرد معرفہ مضاف الیہ ہے۔ یہ عاقبہ مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل ناقص کا۔ یہ جملہ فعلیہ حال سے پہلے ناقص کا۔ واؤ سر جملہ علی عاقبہ برائے توقیت یا بمعنی ب عاقبہ یا الی عاقبہ۔ اللہ مجرور متعلق مقدم ہے اس تقدیم سے حصر کا فائدہ ہوا۔ ف حرف عطف زائدہ فاصلہ کے ہے لیتوکل فعل امر غائب صیغہ واحد مذکر باب تفعل وکل مثال واوی سے متعلق ہے بھی بھروسہ کرنا۔ المؤمنون الف لام۔ استغراق مؤمنون جمع مذکر سالم ہے مؤمن کی باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اس کا مصدر ہے ایمان امن سے متعلق ہے بھی ماننا۔ اسلام قبول کرنا۔ دل قبول کرنا۔ یہاں تینوں معنی مراد ہیں۔ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے امر کا۔

تفسیر عالمانہ

قالت رسلھم افی اللہ شک فاطر السموٰت والارض یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم ویؤخرکم الی اجل مسمی قالوا ہم انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے دور کے کفار سے یہ مشترک باتیں فرمائیں جو ہمارے ماربان سن کر فرمایا کہ اسے کم عقلو! تو کیا اللہ میں شک کرتے ہو۔ یا اس لیے کہ تم دھریہ ہو چکے ہو اور وجود باری تعالیٰ کے ہی منکر ہو سنہ کے ہونے میں ہی شک میں پڑ گئے ہو یا مشرک ہونے کی بنا پر رب تعالیٰ کی توحید میں شک کرتے ہو یا اس کی صفات خالقیت میں شاکی ہو۔ حالانکہ اس کا وجود اس کا ہونا اس کی توحید اس کی صفت خالقیت کروڑوں دلیلوں کے علاوہ ایک یہ ہی کتنی عظیم ظاہر سامنے موجود اور تمہارے سامنے آفتاب داد دل کو تسلیم کرو تو اللہ ہی صرف ایک۔ فاطر السموات والارض آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور پھر رحیم کریم اتنا کہ تمہاری اسی سرکشی کفر شرک سنہ۔ فساد کے باوجود۔ ہم کو بھیجا اور ہمارے قول کلام پیغام کے ذریعے تم کو دعوت دیتا ہے۔ ایمان کی۔ معرفت کی جنت کی تاکہ تمہارے سابقہ صغیرہ کبیرہ حقوق اللہ حقوق سے جو بھی تم سے گناہ ہو چکے یا تمام گناہ حقوق العباد بھی معاف کر دے۔ ایک حدیث کا مضمون ہے۔ یا صرف کبیرہ گناہ معاف کر دے یہ بعض کا قول ہے یا بعض گناہ معاف کر دے۔ یہ مختلف اقوال ہیں کی وجہ سے ہیں۔ اخفش نحوی نے فرمایا یہ من زائدہ ہے۔ جمہور نحات بصری کہتے ہیں کلام موجب میں من زائدہ نہیں آسکتا۔ لہذا من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ۔ اعلیٰ حضرت نے ایک روایت کے مطابق تبعیضیہ مانا ہے ہم نے متعدد بار روایت کی بنا پر بیانیہ تسلیم کیا

کیا ہے اور دعوت انبیاء کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تاکہ تم کو آخیر تک مہلت دے مقرر شدہ موت کی آخری گھڑی تک۔ اور ایمان لانے کی بدولت تم پر اس دار عمر میں عذاب سے ہمیشہ ایک کام کرسکو۔ کافروں کی طرح گھناؤنے کام کر عذاب دنیوی سے ہلاک کردیا جاتا تھا۔ اور مومن دار زندگی پاکر بھی لمبی موت سے دعامانگتے تھے۔ کیونکہ کافر کی زندگی بیکار بلکہ نقصان دہ اور مومن کی زندگی دنیا جہان کے لیے فائدہ مند۔ نیکیوں بھلائیوں سے بھرپور۔ یک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ علاوہ اس کے ایک ایمان کا دوسرا ایمان لانے کی درازمدت کا۔ ایمان لانے سے تو سابقہ تمام گناہ دفعہ معاف اور درازمدت سے ایمان اور توبہ کی مہلت بہت دی کہ آخری سانس پر بھی ایمان اور توبہ قبول ہے سکرات موت سے پہلے پہلے۔ کافروں کے صغیرہ بھی کفریات سے اندر شامل ہیں قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ تمام نے پیغمبرانہ پیغام وعظ سننے کے بعد بھی کافروں نے کہا۔ تم تو ہم جیسے ہی بشر ہو۔ تمہارا ہر کام تمہاری ہر عادت ہمارا مشکل صورت طالب ہمت چال احوال کھانا پینا شادی ساد نکاح اولاد کاروبار غرض کہ ہر بات میں تم ہم جیسے ہی ہو بہت رسالت دلی تم میں کوئی بات خلاف نہیں آئی۔ کیا تم ہی رہ گئے تھے پیغمبر بننے کے لیے کیا اللہ کو تمہارے سوا کوئی اچھا نظر نہیں آیا۔ اگر اللہ نے تم جیسے کمزور انسانوں کو ہی نبی بنانا تھا تو ہم کو کیوں نبی نہ بنادیا۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم ہمیں ہم کو ہماری اُن بہترین عبادت سے روکنا چاہتے ہو جس کو ہمارے باپ دادے کرتے چلے آئے ہیں اور تمہارا مقصد محض اپنی سرداری چمکانا ہے۔ لیکن تم اگر واقعی اپنی بات میں اپنے دعوئے پیغمبری میں سچے ہو تو وہ معجزے ہم نہیں مانگتے ہم نے دکھائے نہ تو ہو سکتا ہے تم نے جادو سیکھا ہو ہم تو خود ہی اپنی مرضی کے معجزے مانگتے ہیں ہمارے پاس تمہاری سچائی بیان کرنے والی کھلی دلیل لاؤ۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کا یہ عامیانہ احمقانہ جواب سن کر جواب فرمایا کہ اس سے ہم کو انکار نہیں کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں۔ واقعی ہم ظاہری بشریت کھانے پینے میں اور دنیوی زندگی کے تمام تقاضے پورے کرنے میں تم جیسے ہی بشر ہیں نہ جن ہیں۔ نہ فرشتے نہ آسمانی مخلوق۔ لیکن ہماری ظاہری بشریت اور تم نے جو ہماری صفات۔ روحانی طاقت اور قربت خداوندی اور نورانیت کا انکار کرکے ہم کو اپنی طرح کمزور اور ضعیف سمجھ لیا یہ تمہاری نادانی اور کوتہ بینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر وہ احسان کیا ہے اور وہ طاقتیں دی ہیں۔ صلاحیتیں عملی مزاولے روحانی انوار عطا فرمائے جو زمین و آسمان عرش و فرش پر کسی مخلوق کو عطا نہ فرمائے ہم کو ساری مخلوق میں عملی ساری ساری مخلوق کو ہمارا محتاج کردیا ہم کو دینے والا رسب کو ہمارے آستانوں سے مانگنے والا بنادیا۔ ہماری سب طاقتیں قوتیں عیب و حاضر کا علم سب رب تعالیٰ کی عطا ہے۔ ہم کو بھی کسی دعا دینے کے لیے محمد رہنے کی

ضرورت نہیں۔ ہماری کوئی چیز ذاتی نہیں سب عطائی ہے۔ کائنات کے کسب وعمل محنت ریاضت عبادت مشقت سے وہ حاصل نہیں ہوسکتا جو ہم کو اُس کی عطا سے مل گیا یہ سب محض اُس پروردگار عالم کا احسان ہے۔ اور مٹھ پنے خدا ان میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے تم نے ہماری نبوت کے ثبوت یقینی قطعی کے لیے معجزہ طلب کیا تو اور کھو کر حقیقتاً معجزات بھی ہمارے پاس ہیں ہم کو ان پر اعتقاد بھی ہے مگر اللہ کی اجازت کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ تمہارے سامنے تمہارے مطلوبہ معجزات ہم ظاہر کریں۔ نہ ہم کو تمہاری بیہودہ مرضی کے پیش نظر اجازت مانگنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ہمارا اصل کام تو رب تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اور تمہاری عقل دل دماغ کو اس طرف لگانا ہے کہ بھلے معجزوں کے پیچھے پڑنے کے خود سوچو سمجھو غور کرو کہ آسمان وزمین کی خلقت کے علاوہ خود تمہارے جسم تمہارا وجود ہی تو بہترین خالق کی سب سے بڑی مخلوق نہیں ہے۔ تمہارا ظاہر و باطن قدرت کا کتنا بڑا شاہکار ہے ہم تو تم کو دعوت فکر دے کر سوچنا چاہتے ہیں اور مومن کی پہلی عبادت پہلی سوچ یہ ہے کہ وہ اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کریں۔ لہٰذا جو شخص یہ سبق سیکھنے کی اس میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤ باپ دادوں کی حماقتوں پر جمود نہ پکڑو۔ کیونکہ سنت سکہ یہ اسباق نظرت کے عین مطابق ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا و کائنات میں تمام اسلامیات کا دارومدار نبی کی ذات مقدس پر ہے۔ نبی میں نبی کی کسی بات میں شک کرنا سب سے بڑا کفر ہے۔ یہ فائدہ "ان نحن الا بشر مثلکم" فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ نے کفار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور شان ونبوت عقائد میں شک کیا تھا جس کو ذات ہی میں شک کرنا قرار دیا گیا۔ اس سے دانیوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو شان نبی میں شک وانکار کرتے ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام علماء اسلام اور دیگر اللہ کی طاعت ہر انسان پر فرض ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے اور علماء دین کی تبلیغ و دعوت بلانا انبیاء عظام ہی کا بلانا ہے یہ فائدہ "ندعوکم" فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ انبیاء کے بلانے کو اللہ کا بلانا کہا گیا۔ **تیسرا فائدہ**۔ انبیاء کرام کو اپنے جیسا بشر سمجھنا شیطان اور کفار کا طریقہ و عادت ہے۔ اور یہ عقیدہ سب کفریات کی جڑ ہے۔ یہ فائدہ "ان نحن الا بشر مثلکم" فرمانے سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے بھی کسی نبی مکرم کو بشر کہہ کر خطاب نہ فرمایا۔ انبیاء کرام کا خود اپنے آپ کو بشر کہنا عجز وانکسار کے لیے ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نبی ہرگز ہم جیسے بشر نہیں بلکہ ہم سے کروڑوں درجے بلند مرتبے والے نوری بشر ہیں۔

چوتھا فائدہ۔ انبیاء کرام اپنے معجزات دکھانے میں بااختیار ہوتے ہیں جب چاہیں جس کو چاہیں مکہ میں جو معجزے عطا ہوتے ہیں ان کی اجازت مل چکی ہوتی ہے۔ ہاں کفار کے مطالبے والے معجزات کی اجازت لینی پڑتی ہے۔ بقضے میں وہ کبھی ہوتے ہیں بغیر بشریت صفت ہونے کے ذات انبیاء وصفات میں ہم مثل ہوتے ہیں نہ کہ ذات میں۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اسلام میں قوم یا وطن پرستی حرام ہے۔ قوم پرستی وغیرہ یہ ہے کہ حدیث و قرآن کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا یا رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ یہ مسئلہ اَنْ نَّعْبُدَ مِنْ سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ کوئی کافر مسلمان ہو جانے تو اس کے صرف حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے کسی طرح جرح کرے یا شہید ہو جائے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ مسئلہ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ میں مِنْ تبعیضیہ سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ حرام و حلال ہونا میں قانون شریعت ہے اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کر سکتا۔ یہ مسئلہ سُلْطٰن کی ایک تفسیر برہان سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں

پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّاْتِيَكُمْ الخ یہاں لَكُمْ نہیں ہے پھر دوسری آیت میں فرمایا گیا وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ یہاں لَنَا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ مفسر جلال الدین نے فرمایا کہ لَكُمْ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات جو یہاں بتائی جا رہی ہے وہ خاص موحد مخلصین کو بتائی گئی ہے کیونکہ ہر کسی کو نشر کرنے والے یہ کہیں گے لوگ مجھے اس لیے لَكُمْ یعنی خاص ان کو کہا۔ پہلی جگہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمام کافروں کی گفتگو ہے اس کو ہر چھوٹے بڑے سب کو بتلانے کا ارادہ کلام عام تھا اس لیے لَكُمْ نہ فرمایا گیا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہاں فرمایا گیا مِنْ ذُنُوْبِكُمْ تمہارے کچھ گناہ معاف کئے جائیں گے یہاں کوئی قائل سے مِنْ زائدہ ہو سکتا ہی نہیں کیونکہ سیبویہ کوفی فرماتے ہیں کہ کلام مثبت میں مِنْ زائد نہیں ہو سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب گناہ معاف نہ ہوں گے مگر دوسری آیت میں فرمایا گیا يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی تمہارے سب گناہ معاف ہوں گے اس میں مطابقت کیونکر ہو۔

جواب۔ مفسر سیرے اس کے چند جواب فرمائے ہیں یہاں کفار سے خطاب ہے اور دوسری آیت میں مومنوں سے خطاب ہے اس لیے یہ فرق ہے نمبر ۲۔ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ کا معنی ہے تمہارے کچھ گناہ معاف ہوں گے اور ذُنُوْبَكُمْ کا معنی ہے تو بہ کرو گے تو سب گناہ معاف ہو جائیں گے نمبر ۳۔ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ میں تبعیضیہ مِنْ نہیں ہے۔ اور اگر یاد دلانے کے لیے ملنے کا ہو تو پوچھا جائے کہ مِنْ میں بھی بعض گناہ مراد ہیں اور ذُنُوْبَكُمْ سے بھی کچھ گناہ مراد ہیں کہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ نمبر ۴ سے کہ یہ دونوں ہیں تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَيُؤَخِّرْكُمْ اگر یہاں رہو گے تو تمہاری مدت تک موخر کر دیا جائے گا۔ حالانکہ دوسری آیت میں ہے کہ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ایک منٹ آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ اس کی مطابقت کس طرح ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ وَيُؤَخِّرْكُمْ کا مقصد موت آگے پیچھے کرنا نہیں موت تو اجل مُسَمّٰی ہی رہے گی تاخیر عمل صالح کرنے کے لیے ہوئی اور توبہ و مغفرت ملنے سے دنیوی آلام و مصائب میں مبتلا نہ کرنا ہے یا سابقہ مثل کا عذاب نہ آنا ہے۔ جواب دوم یہ

[illegible] وقیوم ہے۔ دوسری آیت میں آ سنا حروف کافر خود آگے پیچھے موت کو نہیں کر سکتے۔ پہلا جواب علی حضرت کے ترجمہ کا ان نے حل فرما دیا۔ دوسرا جواب میری طرف سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تو بھی اور اپنے ولیوں کو بھی موت کو آگے پیچھے کرنے کی قوت عطا فرمائے ہوئے ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قالت رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ ہمارے ان کی ہی ضمیروں میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ کیا آسمان عقل اور زمین عجز کے پیدا کرنے والے فرشتے سکھ دینے والے ہیرا اور ہیروں میں پھنسے ہوئے کو مقام سلامت پر لاتا ہے تاکہ دھوکہ دے یا مثالیے تمہارے ظلمتوں کے حجاب کو اپنے نور کی تجلیات سے اس سے یقین کی جلا پیدا ہو تاکہ استعداد سلامت کی توفیق دے کر فیصلہ تقدیر تک مہلت فکر عطا فرمائے قالوا ان نحن الا بشر مثلکم تریدون ان تصدونا عما کان یعبد آباؤنا فاتونا بسلطن مبین قرب مکانی نے ان کو اتباع ہدایت سے اک دیا بولے سب اشیاء تم تو ہماری مثل ہی واردات نفسی ہو۔ تم نفس و عقل اور ذاتی فکر و تدبر سے روکنے والے ہو خودی و تکبر سے ہٹا کر بندگی کی طرف لے جانے والے۔ دنیوی ترقی سے دور کر کے راہ سلوک پر چلانا چاہتے ہو اگر تمہاری روبی ہے تو کوئی تابناک مثال یا عقلی معقول دلیل پیش کرو۔ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ وما کان لنا ان ناتیکم بسلطن الا باذن اللہ۔ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون اللہ علیہ السلام سرمدی نے خطاب فرمایا بیشک ظاہر میں ہم تمہاری ہی مثل ہیں۔ تم نے آواز کی یکسانیت کو دیکھا مگر یہ نہ جانا ہم صوت الٰہیہ کے پڑتو ہیں ہی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے خاص حسانات ازلیہ سے نواز دیتا ہے۔ ہمارے یہ انوار اسی کی جانب سے ہیں ہم اپنی رضی سے بغیر اس کی اجازت تم کو کچھ نہیں دے سکتے۔ کافر انبیاء کے گستاخ منکر ہوئے اور مدباطن اولیاء اللہ کے منکر حالانکہ ولی کی کرامات معلم معجزات اور انبیاء کا صدقہ ہے۔ نبی کی نگاہ سے ولی کی محنت سے ایمان ملتا ہے۔ اور مومن کا دل ربوبیت میں وحم معبودیت میں ہوتا ہے اس لیے مومن ہی متوکل ہے اور متوکل نہیں چاہتا مگر وہی جو اس کا اللہ چاہے کامل نہیں پسند کرتا اظہار کرامت کو سال پانچ قسم کے ہیں

نمبر ۱ کامل بہ نشان موت سے نبی کامل گزرے۔ نمبر ۲ کامل بہ نشان ولایت ہے نور کامل مگر کسی کو کامل کر سکتا نہیں۔ نمبر ۳ ناقص۔ یہ کامل ہے نمبر ۴ ذلیل۔ گمراہ ہے نمبر ۵ شیطان۔ گمراہی اور گمراہ گری ہے۔ قوم کے بڑے لکھوں۔ علمائے سوء دو چیزوں سے ہوتی۔ نمبر ۱ علم پر عمل نہ ہو۔ مناوٹی مسئلوں پر عمل کیا جانے لگے۔ نمبر ۲۔ دوسروں کو امر دہی جو اور کرا دیکھا جائے پہلے لوگ اول شریعت پھر طریقت پر چلتے اور عمل کرتے روح کو پاک کرنے کا حکم پہلے تھا اس وقت دلوں خانوں میں وسعت تھا لیکن آج کل طریقت پہلے رکھی جاتی ہے تاکہ شریعت پر عمل کیا جائے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ

اور کیا ہے ہم کو کہ نہ بھروسہ کریں ہم پر اللہ حالانکہ یقیناً ہدایت دی اس نے ہم کو ہماری طریقوں کی

اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں جس نے تو ہماری ہمیں ضرور کھا دیں

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

اور البتہ ضرور صبر کریں گے پر اس جو تکلیفیں دیتے ہو تم ہم کو اور اللہ پر ہی

اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ

پس چاہیئے کہ بھروسہ کریں تمام بھروسہ کرنے والے اور کہا انہوں نے جو کافر

اللہ پر ہی بھروسہ چاہیئے ۔ اور کافروں نے اپنے رسولوں

كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ

سے کفر کیا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے

لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

یا تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ ۔ تو وحی کی ان کے رب نے ان کی طرف

یا تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ ۔ تو وحی کی ان کے رب نے ان کی طرف

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ

کہ ضرور ہلاک کریں گے ہم ظالموں کو اور ضرور آباد کریں گے ہم تم کو زمین میں

ہم ضرور ان ظالموں کو ہلاک کریں گے اور ضرور ہم تم کو ان کے بعد زمین

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ

سے بعد ان کے دوسرا جماعت جس کے خوف سے ڈرتا کھڑے ہونے سے حاضر ہونے سے ڈرا

اس سے بعد ان کے یہ اس کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں سے جو عذاب کا ڈر رکھتا ہے

وَعِيْدِ ۝۱۴

عذاب سے میرے

اس سے خوف کرے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

تعلق ۔ پچھلی آیات میں ہدایت کرم کی تبلیغ کا کچھ حصہ مذکور ہوا اور کچھ گمگشتگان آیات میں ذکر ہوئی۔ تو ان میں پچھلی آیات کا تتمہ ہیں۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں انبیاء کرام کی اس گمگشتہ کا تذکرہ ہوا جو ہدایت ہی سمجھے ہوئے پیارے ماریں۔ انہوں نے اپنی قوم سے فرمائی ہیں ان آیتوں میں قوم کے متکبرانہ جواب کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں قوم کے کفر، ناشکری و گمراہی کا ذکر ہوا ہے ان آیات میں انبیاء کرام کے رکیل سے تذکرہ و تحمل کا تذکرہ ہے۔

تفسیر وما لنا ألا نتوكل على الله وقد هدانا سبلنا۔ وبصبرنا على ما وعلى الله فليتوكل المتوكلون و ما فعلوا یا جملہ زائدہ۔ ما حرف نفی جس کے بعد بھی فعل پوشیدہ ہے یا ما نافیہ اسم فاعل پوشیدہ ہے۔ لنا۔ لام جارہ معہ ضمیر کا۔ نا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل متعلق پوشیدہ فعل کا۔ الا۔ دو حرف جزمہ ہوئے ہیں۔ در اصل ہے ان لا۔ ان حرف ناصبہ مصدریہ مضارع کو نصب دیتا ہے۔ لا حرف جحد نفی کا فعل مضارع پوشیدہ کا نتوکل فعل مضارع معنی صیغہ جمع متکلم باب تفعل سے ہے وکل سے متعلق ہے معنی بھروسہ کرنا۔ بھروسہ کرنا۔ یقین کرنا۔ اصل بیٹھ معنی مزدوں اس کا فاعل نحن ضمیر جمع متکلم مستتر تقدیری جارہ توفیت محذوف ہے معہ مجرور جارہ مجرور متعلق ہے (متوکل) کے وہ جارہ قد ھدا۔ فعل ماضی ذوات صیغہ مذکر غائب اس کا فاعل ھو ضمیر مستتر ہے جس میں ضمیر جمع متکلم مفعول بہ ہے۔ اس سے مفعول ہے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوئی ہے یہ جملہ متصل ہے۔ سبل۔ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے سبیل بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے قد ھدا کا۔ ما ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع نحن ہے۔ واؤ استدراکیہ ہے

لنصلنہ ۔ لام تاکید ۔ نون تاکید ثقیلہ مضارع معروف صیغہ جمع متکلم باب فتح سے ہے مصدر سے مشتق ہے بمعنی روکنا ۔ مگر اس کے بعد من جارہ ہو تو معنی سے روک دو کہ کسی کو اگر اس کے ساتھ جارہ ہو تو معنی ہے رکنا ۔ صبر چار قسم کا ہے ۔

نمبر ۱ ۔ فریاد اور شکوہ شکایت وکراہ اس کا مقابل جزع فزع ۔ نمبر ۲ ۔ بردل نہ ہونا اس کا مقابل جزع ۔ نمبر ۳ ۔ حوصلہ نہ ہارنا ۔ اس کا مقابل ہے ضجر ۔ نمبر ۴ ۔ خاموش رہنا ۔ اس کا مقابل ہے مدح ۔ صبر کے معنی لغت میں روکنا ۔ سے باز رکھنا ۔ ہلکا ہونا اور سہار لینا بھی ہے کوئی کام کرتا رہنا بھی صبر ہے ۔ یہاں صبر تمام معنی کے اعتبار سے ہے ۔ علی حالت فوقت کے لیے عام موصول بمعنی الذی ہے ۔ یسومونکم فعل ۔ ضمیر مفعول صیغہ جمع مذکر غائب ۔ باب افعال سے اذی سے مشتق ہے ۔ بمعنی جاندار کو تکلیف دینا حسی یا روحانی دنیوی یا اخروی ۔ اس کا فاعل کم ضمیر جمع مذکر مستتر بعض نحوی کہتے ہیں کہ کم ضمیر مستتر ہوتی ہے ضمیر متصل مستتر نہیں ہوتی ۔ و ستر علم بالنصب ۔ جملہ جمع متکلم معطوف متصل اس کا معمول ہے ۔ دوسرا جملہ ۔ علی حرف جر اپنے ہی فوقیت کے معنی میں ۔ سوء اسم معرفہ ۔ مضاف ہے ۔ العذاب مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ سے تعین پا کر مجرور متعلق مقدم ہے یسومونکم سے ۔ یسومونکم فعل ۔ ضمیر مفعول صیغہ واحد مذکر غائب ۔ الذین موصول ۔ ف لام تعریف ۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر ۔ یذبحون فعل ۔ ضمیر فاعل صیغہ جمع مذکر غائب ۔ ذبح سے ماقبل فعل کا ۔ یہ دونوں فعل فاعل باب تفعل سے ہیں ۔ ذبح کل سے مشتق ہے بمعنی پھیرنا ۔ کاٹنا ۔ ابناء مضاف ہے ۔ ابنائکم مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ سے یذبحون کا مفعول بہ ہے ۔ و یستحیون فعل ۔ ضمیر فاعل صیغہ جمع مذکر غائب ۔ نساء مضاف ہے ۔ کم ضمیر جمع مذکر مخاطب مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ سے یستحیون کا مفعول بہ ہے ۔ و فی جارہ ۔ ذلکم اسم اشارہ صیغہ جمع مذکر مخاطب ۔ کاف حرف خطاب ۔ میم علامت جمع ۔ ذلکم مجرور فی سے ۔ فی متعلق فعل ۔ بلاء مضاف ہے ۔ من ربکم جار مجرور مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ سے بلاء کا فاعل ہے ۔ بلاء فعل ۔ بمعنی مطلق آزمائش سے جملہ ان الذین موصول جمع اسم ظاہر ہے کا فاعل ہے ۔ کفروا فعل ۔ بمعنی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ۔ کفر سے جنسے بمعنی شرک کرنا ۔ لام عاقبت برائے معروضت ۔ رسل اس کا مجرور ہے رسول کی جمع مکسر حرف صلہ کا مرجع الذین سے ۔ لام تاکید ۔ نصرن فعل مضارع ۔ م تاکید نون تاکید ثقیلہ بمعنی مستقبل ۔ نحن ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع الذین ہے کم ضمیر جمع حاضر منصوب متصل معمول ہے کا مرجع رسل ہیں ۔ ان حرف مشبہ بالفعل ۔ ما اسم جامد موصول ہے علاقہ کا ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے او حرف عطف ترادیدی ۔ لتعودن فعل مضارع لام تاکید نون تاکید ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر بمعنی تشیبی امر ۔ باب نصر سے ہے ۔ عود مصدر سے ہے ۔ بمعنی لوٹنا ۔ پھر جانا ۔ پھرنا ۔ یہاں پہلے بھی مراد نہیں ہے بلکہ بمعنی ہونا ہے ۔ اگر خطاب عام مومنین سے ہو تو پہلے یا آخری بھی ہیں ہے ۔ فی جارہ ۔ بمعنی فی ملتنا ۔ اسم مضاف حامد سے ۔ اس کی جمع ہے ملۃ ۔ ملل سے متغیر ہے ۔ لغوی ترجمہ ہے گرم رکھنا ۔ بخار کی گرمی ۔ قانون بھی سخت اور گرم ہوتے ہیں اس لیے اصطلاحاً قانون کا نام ملت ہے ۔ معقول عربی میں ہر اس دین کو ملت کہا جاتا ہے جس میں قانون اصول موضوعہ خود ساختہ الٰہی ہو یا غیر دیان ۔ یہاں باطل دین ہی مراد ہے ۔ بمعنی کسوۃ مائل ہے اور مضاف ہے

ما عدد کا۔ ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ اس کا مرجع اس سے یہ ساری صفت مقررہ ہے اس کا ... وَمَا ... حالت مفعولی ... وَحَدَ ... وحید ... صفت مشبہ ... فعل ماضی معلوم ... مصدر کرنا ... باب ... سے ... ہے ... معنی ... ہے ... حکم دینا ... کرنا ... وہ کھانا ... دلیل ... مدعا ... ہر ... بات ... سمجھانا ... یہاں ... آدمی ... کر سکتے ہیں ... کا ... سے ... نفع ... حاصل ... ہدایت ... کیے ... کلام ... رسول ... سے ... ہے ... معدود ... ہونے ... جب ... صفت ... کی ... معجزہ ... ہے ... بڑے ... سے ... بڑا ... کام ... سے ... ذلت ... کا ... صفت ... مبالغہ ... معنی ... کام ... والا ... خوب ... بھی ... پانے ... والا ... ترتیب ... دینے ... والا ... مجازی ... ترجمہ ... رسول ... سے ... ہر ... مخلوق ... کو ... روشناس ... کرنے ... والا ... ہم ... ضمیر ... جمع ... مجرور ... متصل ... مضاف ... ہے ... ... فعل ... ماضی ... یا ... تاکید ... ثقیلہ ... بھی ... مستقبل ... صیغہ ... جمع ... متکلم ... باب ... افعال ... سے ... مصدر ... ہے ... ... سے ... معنی ... کرنا ... ن ... کرنا ... باب ... افعال ... میں ... متعدی ... ہونا ... مادہ ... مصدر ... ہے ... معنی ... ہونا ... ظاہر ہونا ... اس ... کا ... فاعل ... ضمیر ... جمع ... متکلم ... کا ... مرجع ... واحد ... ہے ... معنی ... ...

عام نفع کا ہے اور دوسری صورت میں لام تملیک ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جیسے وہ ان ک

ہو یا نفع پہنچائے گا۔ دوسرا شخص جو اپنے توکل کو دنیا چاہتا ہے اور توکل سے کام لیتا ہے تو اس کو اس پر حریص کرنا اور ثابت قدم رہنا چاہیے۔ کیونکہ شکر کی دست پر ہی بھروسہ توکل ہے۔ مالی سب دیرکا کامل توکل چار چیزوں کا نام ہے۔

نمبر ۱۔ جسم بلا ریت میں رہے۔ نمبر ۲۔ دل روایت سے لگے۔ نمبر ۳۔ نعمت پر شکر ہو۔ نمبر ۴۔ بلا پر صبر ہو۔ وہی شخص ایسے مدد کی مستحق ہوتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ اور کفر کی نعمت تحت نعمت در نعمت پھانی بھلوں کی باتیں سنے کے باوجود ان جوت کافروں نے کہے بہت کے پورے کسی چیز کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ انبیاء کرام کی ہر قوم نے عموماً اور دل کتابیوں نے اپنے شرک سے وجہت تعجب نہیں سمجھا کی قوموں نے صاف صاف صاف قل کا اعلان کیا اپنے مفکر ہو ان رہ کر تم کو ضرور تم سے نکال دیں گے اپنے علاقے سے تمہاری حد تک بہت ہو گئے ہیں۔ ورنہ تم کو ضرور ہی ہیست۔ اب گر سے پھر تم کو اپنے دل کی تسلی دو کچھ تم کو ہمت دیں گے یہ بات ہوت ہے کہ تم لوگ جادو ہاتھ سے نکل چکے ہی پیچھے ہٹتے ہیں کہ تم سے کوئی پیچھا خلاصی کر لو تم کو کچھ نہیں جس طرح پہلے تم خاموشی سے وقت گذارتے تھے اب بھی اسی طرح بیٹھے۔ لوگوں کی طرح چپ رہو ہم کو نہ کہو ہمارے دین کو گرم برے دین پر ہیں تو ہت دیا یہ کہ تم ہمارے دین پر آجاؤ یا ہمارے قوم والا تم ہیں جو ہمیں ہتی ہیں چکے ہو پھر ہے پہلے دین پر آجاؤ اور ہم کو چھوڑ دے تب تم رہ سکتے ہو۔ ورنہ تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیں گے پھر نہ سنا ہیں خبر ہوئی یہ آخری حتی تھا سن کر انبیاء کرام اصحاب اعمال کفار کے ایمان سے مایوس ہو گئے تب رب تعالیٰ نے ایمان والوں کی تسلی کے لیے اپنے مخلصین کی طرف وحی فرمائی۔ کہ ہے محض ہمدرد ہم کر دیا ہم کو نکال سکتے ہیں۔ البتہ ہم ہی ان کو خوش کر سکتا ہے اور ہی امید رسالی کے بدتریں خاتم ان پکے ہیں عرب آسمانی سے ہلاک۔ تباہ و برباد کر دیں گے۔ کران کی خرچی ہوئی بستیاں رہیں گی اور خود ان کے وجود کا نام و نشان بھی۔ رہے گا وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ اسے رہتے ہیں۔ اور ان کے مخلص متقی علماء البتہ بیشک مدد تم ہی لوگوں کو کس ہی علاقے میں ان ظالموں مشرکوں مفسدوں کے ہلاکت تباہ برباد ہو جانے کے بعد نہایت شان و شوکت عزت و وقار، آرام و آسایش کے ساتھ مقرر آباد کریں گے۔ یہ خوشحالی آبادی نامبارکت ہر اس خوش قسمت شخص کے لیے ہے جس نے اپنے دل میں میرے جلال کی ہیبت رکھی۔ دنیا میں حضور عرب میں ہونے سے اور آخرت میں حالت حالیہ میں پیش ہونے سے اور جو شخص اس مقام پر آخری سانس تک میری پکڑ کا

شیطان اور مذہب کی عالیشان عمارت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص بے ضرورتی کو بے فائدہ تکلیف دے گا اللہ تعالیٰ اس کو ناراضگی کی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا۔ اور عادت سے ہی دیکھتا رہا جائے گا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ خوف پانچ قسم کا ہے۔

نمبر ۱۔ خوف عذاب یہ عوام کو ہونا چاہیئے۔ نمبر ۲۔ خوف ہیبت یہ علماء کو ہوتا ہے۔ دیکھئے ایک بچہ سانپ جیسی مکروہ چیز کے پاس خطرناک کیڑا کا تماشا دیکھ لے جائیگا تو بچہ کو ذرا خوف نہ ہوگا مگر ماں جو اس سے واقف ہے اس کو بھی تکلیف دہ کیڑا جس کا یہ تماشا دیکھ رہا ہے اس کی جگہ درگزر ہیبت اسی سے ہوتا ہے جو سمجھ سکتے ہیں۔ نمبر ۳۔ خوف جلال یہ خاص خواص کو ہوتا ہے۔ نمبر ۴۔ خوف عتاب یہ محبوبین الٰہیہ کو ہوتا ہے۔ نمبر ۵۔ خوف انتظار یہ اہل کرامت کو ہوتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا کہ تین باتوں کو نور بخشتا ہے اور نظارہ جمال الٰہی کا عطا کرتا ہے تو خوف عشق سے میرا طلب عشق ہو جائے۔ عاشق کو بے معشوق کا کتنا ہی قرب اور وصل میسر ہو مگر فراق و ہجر کا چٹکا ہی نگار رہتا ہے۔ ان ہی تمام حرفوں کا نام درجہ عدم امان سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر وعدہ کی ایک وعید ہے اور ہر انعامی ایک وعید ہے۔ جس طرح ہر ایک وعید سے ایک وعدہ لگا ہوا ہے اسی طرح ہر ایک وعدہ کے ساتھ ایک وعید ہے۔ ان کی حیثیت کے مطابق ایک وعید ہے۔ ہر شخص ہی اپنی وعید سے ڈرتا ہے لیکن کامل عاشق اور عالم بے خوف رہتا ہے اس سے محروم رہتا ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سب سے بڑی عبادت اللہ و رسول پر بھروسہ کرنا ہے۔ خیال رہے کہ انبیاء کرام کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے مگر امت کا بھروسہ اللہ و رسول پر ہونا چاہیئے اس لیے کہ انبیاء پر اعتماد کے بغیر نہ تو ایمان ہو سکتا ہے نہیں۔ یہ فائدہ وَمَا نَقَمُوْٓا (الخ) کی یک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ بہ عمالی اور علم سے دنیوی زندگی بھی تنگ ہو جاتی ہے۔ محنت کا غصب اور تکالیف قوانین کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح یک حصوں سے حیات دنیوی بھی خوشگوار ہوتی ہے۔ یہ فائدہ اُغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ خوف نبی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے۔ مگر عام خوف نہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا خوف بھی بے مثل ہے۔ اس کی تفصیل تفسیر میں بیان کر دی گئی ہے۔ یہ فائدہ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا کے عموم سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن اس آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ شہر کا مشورہ دیہات کے لوگوں کا مشورہ دیہاتی گواہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی عورت کو طلاق دینے کے پہلے سے چھوٹنے کے لیے مذہب تبدیل کرے اور کہے

دل ملنے کا مشورہ دے تو وہ خود مرتد ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اس کا پانی نکاح ٹوٹ جائے گا یہ مسئلہ وَلَا تَعْتَدُوْا سے مستنبط ہوا۔ نورالعرفان۔ کسی طرح یا جبراً کسی کا مسروقہ دینا۔ کسی قسم کے اذ کسی وجہ کے گناہ ہیں حدیث پاک، دوسرا مسئلہ۔ یعنی قانونی یا شرعی جرم کے کسی شخص کو اس کے مکتبی گھر سے بیدخل کرنا حرام شرعی ہے یہ مسئلہ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ سے مستنبط ہوا کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ اور اس بے دخلی سے مالک کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔ اور یہ عمل بدستور قائم ہے اسی طرح جو شخص صاف لفظوں میں نہ نکالے مگر ایسے حالات پیدا کر دے کہ وہ مجبور ہو جائے یا قرض لینے پڑیں کو ایذا رسانی کرے اور اس کا قبیح اور دوبھر ہو کر وہ پریشان بھاگ جائے یہ سب کا مسئلہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے جو شخص پڑوسی کو بلاوجہ ستانے تو قدسیت الٰہیہ علیہ السلام سے گھر چھین کر مقدمہ کو دیتی ہے۔

چھبیسواں مسئلہ۔ کفار کی ان کے مکانات ان کے عبادت گاہوں میں رہائش کرنا ان کی عبادت گاہوں کو اپنی سکونت گاہوں میں تبدیل کرنا جائز ہے۔ صرف ان کو کفریہ شعائر اور دیگر ظاہری گندگی سے پاک کرنا فرض ہے یہ مسئلہ۔ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً سے مستنبط ہوا۔ ہاں جو کفار کی اس بستی میں رہنا صفائی کو حرام ہے جس میں مذہب تبدیل کرنا ہو۔ فَاخْرُجْ کا معنی ہے ان کو وہاں بستی سے نکال دیا یا حکم دیا مالک

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ پہلا اعتراض۔ اس کی وضاحت کہ پہلے فرمایا فَتَوَكَّلُوْا اور پھر ساتھ دوسری آیت میں فرمایا گیا فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ تو اللہ کیوں فرمایا گیا اور اختلاف کیوں کھایا گیا۔

ب۔ اور پہلے جملے کا معنی ہے توکل کرنا چاہیئے۔ دوسرے جملے کا معنی ہے توکل پر ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اس لیے دونوں وضع بھی درست ہے یعنی اختلاف بھی میں مناسب ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار نے پیغمبروں سے گستاخانہ طریقے سے کہا لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ اور لوٹنا وہاں ہوا جاتا ہے جہاں پہلے بھی ہو۔ تو کیا یہ انبیاء کرام پہلے کفر ہی کے دین میں تھے؟

جواب۔ تفسیر کبیر اور مسلم الثبوت نے بھی اس کے چار جواب دیئے ہیں صدر۔ یہ انبیاء کرام سے بھی ابتداءً جہالت پذیر تھے مگر بھی تبلیغ نبوت کی جہالت امید۔ تھی اس لیے خاموشی سے وقت گذر رہے تھے تو کفار یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ بھی ہمارے دین میں ہیں اسی سے وہ ایسے کلمات کہہ دیتے ۲۔ یا صنعت سے مراد طریقہ ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ جس طرح تم ہمیں خاموش تھے اب بھی تم شرکی کا طریقہ ہمارے ساتھ رکھو ہمارے ہوں کو نہ کہو۔ نمبر ۳۔ یا یہ خطاب یہاں والے نئے مومنوں سے ہے۔ نمبر ۴۔ یا لوٹنے کا معنی بدل جانا بھی آتا ہے

[illegible] کر جاتے ہیں [illegible] مدت مستقل سے تیسرا اعتراض [illegible] گیا ہے [illegible] کے ہلاک کرنے کے بعد تو وہیں حکومت دنیا کے [illegible] ہی وہاں رہا کرتے تھے۔

جواب: یہ ہے کہ مذہب کے وقت میں یہ مقام ہوتا ہے کہ ان سے نکال دیا جائے گا جب وہ سب سے کام ہلاک ہو جائیں تو پھر تم کو ان ہی مکانات میں آباد کیا جائے گا۔ مگر یہ جواب اس لیے درست نہیں کہ یہ حالت سے بہت کم ہوتا ہے کہ اس جگہ کوئی مذہب تا قیامت جاری نہیں ہوتا۔ اور اس [illegible] جائز ہے۔ اور اگر جب یہ جنگ میں ان کفار کو مدینہ قتل ہلاک کر کر تم کو ان شہروں کا قبضہ دیا جائے گا تب جواب یہ کہ ان کو ہلاک کیے کے بعد تم کو عزت قرب، وشامت حکومت اور ہیں کی رہائش و حکومت ہی ملے گی جو اسی جگہ یا کسی دوسری جگہ میں پر یہ جواب شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر صوفیانہ [illegible] علی اللہ وقد ھدٰنا سبلنا ولنصبرن علی ما اٰذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اے جماعت زمانی سے سچے گروہ دنیا کی طرف دیکھنے والو اور اہل دنیا پر بھروسہ کرنے والو تم تو بنے ہوئی پر ہی بھروسہ کریں گے۔ صوفی کا ایسا قدم توکل ہے اس واسطے لئی کا فائدہ بندوں کو ہے ہم کو سب کی حاجت ہے کہ سب کو ہماری ہم ہمت ہو کر اس پر بھروسہ کریں کہ اس ذات واحد لاشریک سے تعالیٰ اور نبی کی خلقوں کے پردوں سے ہی صفت حاجت کی طرف ملاحظہ کرتے رہتی کیونکہ وہ رفاہ نے والے کو اپنے راستوں کی ہدایت اس لیے کرتا ہے تم کو تو بیشک خاص رہتے جائے ہیں صورت دنیا کی مجبت دل کے اسنوں پر پیدا ہے ہی اصل ہی وہ ہم عشق کے ہیں سے علامت قدس سے تمکر تمہاری یہ ان پر۔ جو دعوہ نفسانی۔ صاحب نفسانی کی صورت ہی قلب پر دعوہ ہوتی ہیں ہم ہمیشہ رہا شت کریں گے ایک وقت آئے جب ہم مقام تمکر کو پالیں گے۔ اس وقت تک۔ ہل اور مشکل بزرگ کر اپنے خالق ملک اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرا چاہیئے۔ صوفیا کرام دیتے ہیں کہ توکل کے تین مقام ہیں۔ پہلا توکل تمدنی یہ ہے جس مقاصد میں سب سے مٹ کر مسبب پر بھروسہ۔ دوسرا توکل دینی۔ مسبب ہی کی طلب ہو جائے مقاصد کو بھی طرح کر دیا جائے تیسرا توکل تمدنی ہے جس کو بھی کر دیا جائے مقصد یہ ہو یا ہیں خود ہی کی بندگی کا ثبات ہو دونوں میں ہے۔ صاحب معرفت پر اس لیے توکل فرض ہے کہ کوئی کام بے سوچ حال واردی حساب میں سے وہ حال صحت ہی ہیں تمہ حال خلق سمجھا ہیں ہے صاحب کے لیے ہو سکتا ہیں پر ہے کہیں یہ وہ نسان سے تعالیٰ سے کسی نے مدت مقصد ملاج سے پوچھا جب کہ ان کے ہاتھ میں کانٹے مارے تھے کہ اے مقصد بتا کیا۔ دنیا علاج تو ہے جو تو دیکھ رہا ہے اور یہ طبیب ہے راست

ہے۔ عاشق صادق ہر چیز سے نفرت کرتا ہے اور واصل باللہ کا ہر حصہ نیب پر جنت ہے۔ کیونکہ ہر چیز سے محبت کرنا بدبختی اور شقی کی نشانی ہے۔ نفاست کی تین شاخیں ہیں۔

نمبر ۱۔ علم ہو تو عمل ہو۔ نمبر ۲۔ عمل ہو مگر خلوص ہو۔ نمبر ۳۔ مصیبت صابرین ہو مگر احترام اور ادب ہو۔ عارفین دیتے ہیں علم حفاظت سے بعمل نزدیک سے۔ سخی ذات اور وقت ہے۔ صابر بھی بقاہے قلیل بھی مصیبت ہے۔ صبر شجاعتیں ہے۔ کہ ہر وہ صورت کہ وہ ہدایت دار وہ ہے جس کا معاملہ دار طرد صاف ہو۔ خود بھی شریعت سے باخبر ہو دوسری قوم کو باخبر رکھے غفلت دوروں کی مخالفت کرے ان کی بیماریوں کو برداشت کرے یہی صابرین نے طالب معرفت کو سکھایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا ۝ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْن

تیز گزرو۔ سورہ ۷۔ طریقت کی رہ مراد ہو۔ اس طرح کہ تمام دنیوں کو ماسوا شہ سے منقطع کر دے۔
لَنَهْتَدِيَنَّ سُبُلَنَا۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ مِّنْ

اور کشادگی چاہی ان کفار نے حالانکہ ناامید ہوا ہر سرکش ضدی ۔ سے

اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا !

وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ

پیچھے اس کے دوزخ ہے اور پلایا جائے گا وہاں پیپ کا جھٹے گھونٹ سے گا

جو اس کے پیچھے گی اور سے پیپ کا پانی بدبودار سے کا

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

اس کے اور نہیں قریب ہے کہ نگلے اس کو اور آئے گی موت کی مصیبت

مشکل اس کو تھوڑا تھوڑا گھونٹ سے گا اور نگلے سے بچے گا اسے کی مصیبت ہوگی اور موت

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ

ہر طرف سے اور نہیں وہ مرا ہوا اور سے پیچھے اس کے

ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے

عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۭ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ

بڑا عذاب سخت ۔ مثال ان کی جو منکر ہوئے اپنے رب سے

اور بڑا عذاب ہے سخت ۔ مثل ان کی جو منکر ہوئے اپنے رب سے

أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي

اعمال اُن کے جیسے کہ راکھ سخت چلی پر اس پر سوا اس

اُن کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہو کا سخت تھوکا اُڑا دی

يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ

دن آندھی کے کہ نہ قادر رہے وہ اس چیز کو کہ کمایا تھا انہوں نے پر

دن ہیں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا۔

شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ.

کسی چیز وہی ہے گمراہی دور کی

یہی ہے راہ کی گمراہی

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں کافروں کی دو گمراہ کن باتیں نقل ہوئی ہیں جو انہوں نے اپنے رسولوں کو کہی تھیں کہ ہم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے جب تک تم ہمارے دین میں واپس نہ آؤ۔ اس آیت میں اللہ کی طرف سے انبیاء کرام کو تسلی دی گئی ہے کہ تم ان کافروں کی دھمکیوں سے نہ گھبراؤ۔ کہ یہ کافر تمہیں کبھی اپنے ملک سے نہیں نکال سکتے۔ بلکہ یہ کافر خود ہی اس علاقہ سے نکل کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں کفار کی ان مشرکانہ باتوں کا ذکر ہوا جس میں انہوں نے اپنی قوت و طاقت کا اظہار کیا تھا جب یہاں رب تعالیٰ کی طرف سے ان کی ان کے اعمال کی کمزوری کا نقشہ کھینچا گیا کہ وہ اعمال راکھ کے ڈھیر جیسے ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں انبیاء و مومنین کا ذکر ہوا کہ وہ ہمیشہ تقویٰ رکھتے ہیں اس کو دنیا کی بادشاہت اور عزت بھی ملے گی اور اخروی عزت بھی ملے گی۔ اب یہاں کافروں کی رائیگاں محنت اور اعمال کے حالات کی خبریں سنائی جا رہی ہیں۔

تفسیر نحوی وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ مِنْ وَّرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ۔ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ۔ وَمِنْ وَّرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ۔ واؤ عاطفہ اور عطف ہے اتق پر۔ استفتحوا بھی

مطلق معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب استفعال سے ہے طلب کے لیے۔ "فتح" سے ماضی۔ فیصلہ کرنا۔ کھولنا۔ ظاہر ہونا۔ فتح حاصل کرنا اور ظاہر ہونا۔ یہاں مراد فیصلہ چاہنا ہے۔ یا فیصلہ چاہنا۔ اس کا فاعل ضمیر ہی میں مستتر ہے اُن کا رسول یا کافر قومیں ہیں۔ یا قریش مکہ کفار ہیں۔ اور یا بیاء کرم اس تیسری صورت میں ترجمہ فیصلہ چاہنا فتح چاہنا۔ یک قول میں یہ فعل امر ہے حاضر معروف جمع مذکر۔ یعنی کہ تم کو خبر ہوگا۔ اس قول میں "تم" ضمیر جمع حاضر مستتر کا مرجع شمل ہوگا واؤ سر فعلہ یا حالیہ غائب فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد غائب باب مفاعلہ سے ہے خیبٹ سے مشتق ہے۔ ضمی تباہ ہونا۔ ذلیل و رسوا ہونا۔ ناامید ہونا۔ خراب ہونا۔ کل اسم بایدن معرفہ بحالت رفع فاعل ہے خاب کا۔ مضاف ہے۔ لفظاً واحد معنیً جمع ہے اس لیے یہ مذکر مؤنث واحد اور جمع سب کے لیے مستعمل ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ سہ ارکل مجموعہ۔ نمبر ۲۔ کل افرادی۔ اکثر مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ۔ ظاہر۔ اور ضمیر ہر قسم کا اسم ہو سکتا ہے۔ اگر مضاف الیہ معرف باللام ہو تو کل مجموعہ ہوگا اور ترجمہ ہوگا تمام اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو معنی ہوگا ہر۔ یا ہر ایک یہاں اس کا ترجمہ ہے ہر۔ جبار۔ اسم نکرہ مفرد مضاف الیہ ہے۔ ظالم فراوانی کا۔ جبائے کا صیغہ ہے جبر سے بنا ہے معنی فندی۔ اڑیل۔ سرکش۔ زبردست۔ خود مختار۔ عاجز کرنے والا۔ یہاں پہلے تین معنی میں سے ایک ہے۔ یہ کفار و گنہگار کی حالت و کیفیت کا ذکر ہے۔ دوسرے تین معنی کے لحاظ سے رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے۔ عاقل کا اور موصوف ہے مابعد عنید کا۔ عنید اسم نکرہ مفرد بروزن فعیل صفت مشبہ معنی اسم فاعل بحالت جر صفت ہے عند سے بنا ہے۔ معنی۔ ضد رکھنے والا۔ کینہ اور بغض رکھنے والا۔ کجی رکھنے والا۔ کجی رہنے والا یہاں مرکبی۔ سرکشی ہیں معنی جادہ راہ بایہ وراء۔ اسم ظرف ہے مؤنث ہوتا ہے۔ اکثر مضاف ہوتا ہے مضاف الیہ موجود اسم ظاہر یا ضمیر ہوتا ہے۔ مضاف الیہ یا فاعل ہوتا ہے یا مفعول ہے۔ اصل مصدر ہے وَرْیٌ سے بنا ہے معنی آڑ۔ پردہ۔ حفاظ۔ حلاوہ۔ پس پشت۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اس کا ترجمہ ہوگا آگے۔ اور آخری معنی کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا پیچھے وہی یہاں مراد ہے۔ بحالت کسرہ من جارہ ہے وضمیر مجرور متصل مضاف الیہ کا مرجع خبثاء ہے۔ جارہ مجرور متعلق ہے موجود یا پوست بدہ کا اور یہ جملہ حالیہ حال ہے ماء جملہ فعلیہ کا یا خبثاء کا جہنم۔ اسم علم فارسی ہے جس کی صیت ہے جہنام معرب و منصرف ہوگا و جہنم عربی میں مستعمل ہو۔ لغوی معنی ہے آگ کی تہ۔ گہرائی اصطلاح میں مراد ہے دوزخ۔ بحالت رفع ہے نائب فاعل ہے موجود یا پوست بدہ اسم مفعول کا۔ دلو مرحلہ۔ تیقی۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب باب تفعال سے ہے۔ مصدر ہے سقوٌ سقاءٌ سقیٌ سے ساسے بھی پانی پلانا۔ سیراب کرنا۔ پانی پینا۔ یہاں یہ معنی مراد ہیں۔ ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع خبثاء ہے من جارہ تبعیضیہ۔ ماء اسم مفرد نکرہ معنی پانی بحالت کسرہ من جارہ سے موصوف ہے صدید صفت کا بروزن فعیل صدٌ سے بنا ہے۔ معنی پیپ۔ تم۔ کچلہ۔ بحالت کسرہ۔ یتجرعہٗ فعل مضارع معنی مستقبل صیغہ

جائے گا اللہ اللہ بحالت رفع اس لیے کہ فاعل کی خبر بلند ہے اور مابعد کا مبتدا سے اور مابعد کا مبتدا سے ضمیر کا مرجع مبتدا ہے۔ کاف حرف تمثیل و تشبیہ جارہ ہے رماد اسم مجرور جاء نکرہ اس کی جمع ہے ۔۔۔ بھی مکڑی یا کرے کی راکھ۔ تنوین تنوین جر کی ہے۔ اشتداد کے لیے لائی گئی اشتدت فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مؤنث غائب باب افتعال سے ہے مصدر اشتداد شدۃ مصدر ثلاثی سے بمعنی سخت ہونا۔ تیز ہونا۔ یہاں یہ آندھی مراد ہیں ب جارہ بمعنی علی ہ ضمیر واحد مجرور متصل کا مرجع رمادہ ہے الریح الف لام عہدی ریح اسم مفرد معرف ہے اس کی تصغیر رویحۃ ہے دراصل تھا رویح۔ واؤ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یا سے بدلا گیا ہوا۔ آندھی۔ لو۔ ماں یہاں مراد آندھی ہے۔ فی جارہ ظرفیہ یوم اسم مفرد نکرہ بمعنی دن۔ زمانہ۔ وقت۔ روشنی۔ یہاں مراد زمانہ ہے۔ عاصف اسم مفرد اسم فاعل ہے باب نصر یا سمع سے ہے۔ عصف سے بنا ہے بمعنی ہوا کا تیز چلنا۔ بحالت جر صفت ہے یوم کی یہ مرکب توصیفی مضاف کے لیے ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے اشتدت کا یہ پورا جملہ فعلیہ صفت ہے رماد کی ورہ مجرور ہو کر متعلق ہے فعل یقدرون کا اور جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی لا یقدرون فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر جمع مذکر غائب ہم ضمیر منفصل کا مرجع الذین ہے۔ من جارہ بمعنی علی ما موصولہ مجرور متعلق ہے ماقبل کا۔ کسبوا فعل ماضی مطلق معروف جمع مذکر غائب ہم ضمیر منفصل کا فاعل۔ کسب سے متعلق ہے بمعنی۔ نفع اور فائدے کی نیت سے کوئی کام محنت مشقت بمحنت طاقت اور عقل سے کیا جائے خواہ اخروی یا دنیوی یہاں مراد دنیوی اعمال صالحہ ہیں۔ لفظی معنی ہیں کی تا۔ حاصل کرنا۔ علی جارہ اپنے معنی میں ہے یعنی فوقیت۔ شی ہ اسم مفرد نکرہ مجرور ہے اس کی جمع مکسر ہے اسفیاء بحالت کسرہ ہے جار و مجرور متعلق ہو رہے لا یقدرون کا دلالت اسم اشارہ بعیدی۔ بحالت رفع کیونکہ مبتدا ہے ھو ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل تاکید اور حصر کے لیے ہے الضلال الف لام عہدی ضلال اسم مصدر بمعنی گمراہی۔ بحالت رفع خبر ہے مبتدا کی۔ الف لام توصیفی بمعنی الذی۔ اسی بعید صفت مشبہ۔ بروزن فعیل۔ یا مصدر بمعنی تباعد کا۔ بعد سے ماخوذ ہے بمعنی بہت دور رہنے والا۔ بحالت رفع ہے صفت ہے ضلال کی۔ اور یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا کی۔

تفسیر عالمانہ

واستفتحوا وخاب کل جبار عنید من ورائہ جہنم ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت ومن ورائہ عذاب غلیظ۔ اور فتح مانگی رسولوں نے یہاں مفسرین کے پانچ اقوال ہیں۔

نمبر ۱۔ فتح مانگی انبیاء کرام نے کہ یا اللہ ہم اپنی اپنی ان کافر قوموں کے ایمان سے مایوس ہو گئے ہیں اب ہم کو ان کے مقابلے میں غلبہ عطا فرما۔ اس طرح کہ ان کو عذاب آسمانی سے ہلاک فرما دے یا اس طرح سے کہ ہم کو اجازت

حاد اور قوت عطا فرما۔

نمبر ۲۔ فتح مانگی کافروں نے اپنے منہ سے یا اپنی بد دعاؤں سے کہ یا اللہ یا۔ سے جو۔ ان پر کوئی کر دو یا ہم سے دور کر دو۔ یا ما علیے سے کہ گرد ہی پتھر ہیں تو ہم پر عذاب نہ نازل کر گرم پتھر ہیں تو یہ ہی نوت ہو جائیں۔

نمبر ۳۔ فتح مانگی نبی کریم اور مومنوں نے اللہ سے کہ اُن پر عذاب مانگا کافروں نے۔

نمبر ۴۔ فتح مانگی قاضی نے علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کہ اللہ سے مقابل۔

نمبر ۵۔ فتح مانگی حاجت مکہ سے اس طرح کہ گرمی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پتھر ہیں تو ہم پر پتھر برسا دے تاکہ ہم پر یہ بات فتح ہو جائے کھل جائے کہ کون سچا۔ پہلا قول اصح ہے اس سے زیادہ مناسب ہے۔ مگر ہر قول کی تائید مختلف آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے حضرت علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے بد دعائیہ قول سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے اور ہم ہو گی ہر ہر مکمل پر اس طرح کہ اُن پر عذاب آسمانی آئے۔ یا اس طرح کہ وہ نیچے اور موجیں کچھ نہ بگاڑ سکے یا اس طرح کہ اُن کے جسموں کا کچھ نہ بنا سکے۔ یا اس طرح کہ وہ لوگوں کو ایمان سے روکتے اور موسیٰ کو مایوس مرتد ہونے کی ترغیب دیتے تھے مگر لوگ رکے اور دل ایمان مرتد ہوئے۔ غرض کے تمام حتی اور عینی کی قسم تفسیر نحوی نے بیان کر دی گئیں۔ یہ تو ان بد نصیبوں کی دنیوی ذلت و خواری مگر ان کی سزا سے ہی بچ نہیں بلکہ اس زندگی یا اس ذلت والے عذاب آسمانی یا جسموں پر نازل ہونے کے اور بعد تو ہی یا بعد حشر بڑا جہنم کا عذاب ہے۔ یا یہ کہ کافروں کی ہوس زندگی ایک لمحہ بھی ایک آزمائے کہ ہر لمحہ میں اور ہر جہنم کی کھڑکی کھل گئی۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنم میں چودہ قسم کا عذاب ہے سمور۔ گرمی۔ نمبر ۲۔ گ۔ نمبر ۳۔ ٹھنڈک۔ نمبر ۴۔ بھوک۔ نمبر ۵۔ پیاس۔ نمبر ۶۔ بد بو۔ نمبر ۷۔ برا کھانا۔ نمبر ۸۔ برائی۔ نمبر ۹۔ گرہ کھسا دینے والی جوانیں۔ نمبر ۱۰۔ فرشتوں کی مار۔ نمبر ۱۱۔ زہریلے عالو۔ نمبر ۱۲۔ گرم پتھر کوئلے کے کانٹے۔ نمبر ۱۳۔ پیپ اور موروں کی زبانی۔ نمبر ۱۴۔ تورد عل پیپ و نکہ۔ ان میں سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ وہ پلایا جائے گا۔ یا اس طرح کہ شدت پیاس سے خود پانی کو تلاش کریں گے تو یک نہر بڑی گندی میں ہر آئے گی جس کی طرف لپکیں گے۔ اس میں جو پانی ہو گا وہ پیپ کی طرح گاڑھا لیس دار جس کی طرف سر بڑھائیں گے۔ تمہاری بدبو دار سخت ترین گرم۔ بہت ہی کڑوا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دوزخیوں کے زخموں سے پیپ لہو کی ہی ہو گا۔ اس پانی کو خود پئیں گے وہ اس طرح کہ جیسے جیسے اُن کے منہ میں اندھیں گے۔ پیپ والے پانی کو شدت پیاس یا فرشتوں کے حکم کی بنا پر متعدد گھونٹ تو اُن کا بھر جائیں گے۔ یہ گھونٹ اُن کے منہ کی مقدار کی مناسبت سے ہر ایک یا بیس حصوں کا ہو گا۔ لیکن نگل نہ سکیں گے جلدی۔ یعنی جس طرح پیاسا آدمی مصائب شدید

پیشے والی کو دولت سے کیا فائدہ جو کہ مرنے کے بعد اس کے کام نہ آئے۔ یہ آیت اس عورت کے حق میں نازل ہوئی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتی تھی۔ اس کا نام ام جمیل تھا۔ اس نے اپنے شوہر کی طرح اس سے بھی کئی دفعہ تکلیف دہ باتیں کیں۔ ایک دفعہ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیئے۔ ایک دفعہ گلے میں رسی ڈال کر کھینچی۔ یہ عورت بڑی مالدار تھی۔ اس کے پاس بہت سا مال تھا۔ اس کا شوہر بھی بڑا مالدار تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کی کنیت ابولہب تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی بڑے دولت مند تھے۔ ان کے پاس بہت سا مال تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا سونا چاندی تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا غلہ تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا کپڑا تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا مویشی تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا نوکر چاکر تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا مکان تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا باغ تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا کھیت تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا تجارت کا مال تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا روپیہ پیسہ تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا سونا چاندی تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا غلہ تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا کپڑا تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا مویشی تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا نوکر چاکر تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا مکان تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا باغ تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا کھیت تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا تجارت کا مال تھا۔ ان کے گھر میں بہت سا روپیہ پیسہ تھا۔

ہمزہ کے معنی عیب نکالنا۔ لمزہ کے معنی طعنہ دینا۔ ہمزہ کے معنی پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔ لمزہ کے معنی منہ پر برائی کرنا۔ ہمزہ کے معنی آنکھ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی زبان سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہاتھ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی پاؤں سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی سر سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی کندھے سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی کمر سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی پیٹ سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی سینہ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی دل سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی روح سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی جان سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر عضو سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر بال سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر رگ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر ہڈی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر گوشت سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر خون سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر پانی سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر ہوا سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر آگ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر مٹی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر پتھر سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر درخت سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر جانور سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر پرندہ سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر کیڑے سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر مکھی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر مچھر سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر چیونٹی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر سانپ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر بچھو سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر آگ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر پانی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر ہوا سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر مٹی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر پتھر سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر درخت سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر جانور سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر پرندہ سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر کیڑے سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر مکھی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر مچھر سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر چیونٹی سے اشارہ کرنا۔ ہمزہ کے معنی ہر سانپ سے اشارہ کرنا۔ لمزہ کے معنی ہر بچھو سے اشارہ کرنا۔

دیں گے نہ اُس کا ذہن بتا سکے گا۔ مجھول اس لیے ہوگی کہ وہ دن خاص رب تعالیٰ کا ہے، اس دن صرف وہی بھلائی رہے گی جو رب کے لیے کی جائے گی۔ جو کام دنیا کے لیے کئے تھے اُس کی جزا حسب حوصلہ عزت دولت مرتبہ۔ سلطنت وزارت، وکالت کی شکل میں دے دیا گیا تھا۔ اور جو کام جنتوں کے لیے کئے تھے ان کی جزائیں سے مانگنی چاہیئے۔ یہاں اعمال کو اکل سے مثال دی مگر اعمال کو۔ اس لیے کہ افعال و اعمال میں پانچ فرق ہے ہیں۔ ۱۔ افعال کا تعلق صرف دنیا سے ہے پچھلے ہوں یا بعد کے مگر عمل کا تعلق آخرت سے ہے۔ ۲۔ افعال ظاہری اعضائے کاموں کا نام ہے مگر اعمال ظاہری اور باطنی دونوں کے کاموں کا نام ہے۔ ۳۔ افعال وہ کرنے والے کاموں کا نام ہے مگر اعمال کرنے والے کے سب کو شامل مثلاً نماز پڑھنا بھی عمل ہے اور نہ پڑھنا بھی عمل ہے۔ پہلا نیک عمل دوسرا گناہ اور بد عمل۔ مگر نماز پڑھنا فاعل ہے نہ پڑھنا فعل نہیں۔ ۴۔ فعل ارادے سے ہوتے ہیں مگر ارادے کو عمل کہا جائے گا۔ نمبر ۵۔ فعل ہر کام کو کہہ دیتے ہیں خواہ بیکار ہو یا مفید ہو یا نقصان دہ لیکن عمل صرف کار آمد کو کہا جاتا ہے جو نفع والا یا نقصان والا۔ بیکار کام عمل نہیں۔ کافر کے اچھے کام منشاء پر مبنی ہیں۔ علم، گرانا یا قیدی چھڑانا سینے بنانا۔ صدر حجی۔ مہمان نوازی۔ مظلوموں کی دادرسی سکول شفاخانہ عوام کے لیے کام کرنے۔ مسافروں کی امداد، رفاہ عامہ وغیرہ فعل تو ہیں مگر عمل نہیں کیونکہ کفر ہو گئے ان کا نسب بد عملیاں باقی ہیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کفار کی ہلاکت کی دعا مانگنی اور فسادیوں کے مرنے کی دعا کرنی چاہیئے۔ ہاں ذاتی یا خاندانی یا سیاسی دشمنوں کی ہلاکت کی دعا نہ مانگنی چاہیئے۔ یہ فائدہ وَاسْتَحْوَذَ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اعمال کا دارومدار عقائد پر ہے عقائد مثل جڑ کے ہیں اور اعمال مثل پھول و پھل کے۔ حدیث لیس مثل پانی کے ہے۔ جب تک عقائد درست نہ ہوں کوئی نیکی پھلدار شاخ نہیں بن سکتی یہ فائدہ وَيَحْسَبُونَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ گناہگار مومن مثل ہے اور کافر مثل بعید کے دراصل کمزور زمین کی طرح جس پر کتنی ہی محنت سے عمارت کھڑی کی جائے مگر ٹھیر نہ سکے۔ گناہگار مومن وہ کمزور مکان ہے جس پر عمارت کھڑی رہنے کی صلاحیت تو ہے مگر غفلت سے بیکار چھوڑی ہوئی ہو۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق حلال جانور اور ہر وہ پانی یا پتلا مادہ جو جسم جاندار سے زخم کے ذریعہ نکلے وہ پلید اور حرام ہے۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ یہ مسئلہ حضور علیہ السلام کے ارشاد الفتن سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ کافر کے کسی اچھے کام کو نیکی نہیں کہنا چاہیئے خواہ اس کے کسی کام سے

عوام کو کتنا ہی فائدہ پہنچتا ہو۔ اسی طرح کسی کافر و فاسق کا بھی نہ کہنا چاہیئے۔ ضرورت کے موقعہ پر اس کو چھپایا عقلمند نرم دل کہہ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا سے مستنبط ہوا۔ بہت جزا داں مسلمان تاریا سی سی پندر کافروں کو بڑے اسلامی القاب سے نواز دیتے ہیں وہ عبرت پکڑیں۔ ہمارے ایک اسی قسم کے شاعر گذرے ہیں۔ ڈاکٹر یہ رُوْ نام کو گذاشت۔ یہ سب گمراہیت اور شاعر کی جہالت اور کم فہمی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جہنم میں عذاب تو بہت سی قسم کے ہوں گے لیکن یہاں بڑے اہتمام سے پانی دینے کا ذکر کیوں فرمایا گیا۔ دوسرے عذاب کا ذکر کیوں نہ کیا گیا (تفسیر کبیر)

جواب ۱۔ اس لیے کہ سب سے زیادہ عذاب شدید پیاس اور تپش والا بھی ہے۔ اس ظاہر و باطن میں عذاب الیم سے گویا کہ پانی بہت سے عذابوں کا مجموعہ ہے اور پھر یہ کفار پینے ہاتھوں سے خود لیں گے۔ دوسرے عذاب دوسری طرف سے آئیں گے پھر پانی کا عذاب ہمیشہ طاری ہی رہے گا۔ دوسرا اعتراض۔ کفار کے اعمال کو رماد بھی کہا کیوں فرمایا گیا۔

جواب ۱۔ تین وجہ سے یعنی یہ کہ کافروں کی اچھی باتیں پچھلے گناہوں کو نام و نمود و ریاکاری کی آگ میں جلا دیتا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسری وجہ یہ کہ شرک کی گرمی سے وہ خشک ہو جاتی ہے۔ نمبر ۳۔ اور کفر کی مہر ہیں اس کو اڑا دیتی ہیں۔ راکھ کی پانچ حالتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ نہایت ہلکی۔ نمبر ۲۔ سیاہ۔ نمبر ۳۔ بیکار۔ نمبر ۴۔ ملکی سی سوائے اڑ جانے کے نمبر ۵۔ کوئی چیز اس کو فائدہ مند نہ ہو سکے۔ اسی طرح کفر کی پانچ حالتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ لاجھوٹ۔ نمبر ۲۔ غرور و تکبر کی بیماری۔ نمبر ۳۔ سب نسیانی۔ نمبر ۴۔ مدھی عقل۔ نمبر ۵۔ بے اصولی لاقانونیت۔ اس لیے کفر کو راکھ سے تشبیہ دی گئی۔

تفسیر صوفیاء

[illegible] ہر نیا دن اس دنیا میں عیش و عشرت کی فتح یعنی کامیابی طلب کی حالانکہ اس جہان اور اس جہان میں ہر نفسانی خواہشات۔ لالچ یعنی معرفت اور ہدایت کی بڑی شدت سے دشمنی رکھنے والا ذلیل و رسوا ہے اس دنیا کے علاوہ محرومی کی نار دوزخ ہے۔ غم کا مارا صدیہ ہے جس میں گناہوں کی وجہ حرام خوری کی کراہت ہے۔ پرشانیوں کے گھونٹ بھرتے ہے لیکن حرام مال سے تھوڑے ہوئے صبر کے نیچے نہیں اتر سکتا۔ ایسے بدنصیب کو اخروی زندگی اور قیامت کی رسوائیوں کی موت ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے مگر پھنکارتی ہوئی موت کی کراہت باسہ نہیں سے۔ مردوداری تو چاہتا ہے کہ اس کو فلتوں کی موت ہی آ جائے مگر

یہ آمد دیوری نہ ہوگی۔ بلکہ یہی دنیا اُس پر مذہب شدید اور سزا غلیظ بن کر پے در پے نازل ہوگی۔ کوئی بھی دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کرنے والا نہیں۔ سب غافل دنیا ہی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ جب کہ دنیا ... ایک ایسی منزل ہے ... مرنے کے بعد ... زندگی ... آخرت ... ہے ... دنیا ... آخرت ... ہے ... ہے ... ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ

کیا تو نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ وَّمَا

اگر چاہے تو ختم کردے تم کو اور لے آئے مخلوق نئی اور نہیں

اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۙ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ

اور تعجب اللہ پر نہیں غالب اور حاضر ہوں گے قیامت میں سب اللہ کے سامنے تو کہیں گے

اللہ پر کچھ دشوار نہیں اور سب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

کمزوروں نے کہا ان بڑائی والوں سے بیشک ہم تھے تمہارے تابع

کمزور تھے بڑائی والوں سے کہیں گے ہم تمہارے تابع تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ

تو کیا تم بچانے والے ہو ہم کو کچھ عذاب سے اللہ کے کچھ

کیا تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم

شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

تھوڑا سا جواب دیں قیامت میں اگر ہدایت دیتا ہم کو اللہ تو ہدایت دیتے ہم تم کو برابر ہے

ہم سے ٹال دو۔ کہیں گے اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے۔ ہم پر تک ہے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ ع ۲۱

برابر ہے ہم پر گھبراہٹ کریں ہم یا صبر کریں ہم نہیں ہے ہمارے لئے کوئی بچنے کی جگہ

یا سے یقینی کریں یا صبر سے ہیں ہیں کہیں پناہ نہیں

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے تین طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں کفار کے جہنم کے عذاب مانگنے کا ذکر ہوا تھا جس سے تباہی اور فنا ہی ہوتا تھا اب اس آیت میں اللہ کی اس قدرت کا ذکر ہے کہ اللہ جب چاہے کسی بھی قوم کو فنا کر کے اس کی جگہ دوسری نئی نسل لے آئے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں کفار کے اعمال کی حالت کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں ان ہی اعمال کے سبب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں گمراہوں کی علامت کا ذکر ہوا کہ کل قیامت میں اپنے مذہب کے باعث موت کی حالت طاری ہوگی مگر مریں گے نہیں۔ اب ان آیات میں گمراہوں کے پیشواؤں اور ان کے حامیوں کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔ ہمزہ استفہام تقریری کے لیے۔ یعنی دیکھ لے۔ لم تری فعل نفی جحد جزم صیغہ واحد مذکر حاضر ناصب ضمیر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع عام نسل مخاطب ہے۔ ان حرف تحقیق عمل میں مشابہ فعل ہے۔ جملہ منتخبہ ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ مفعول ہے اللہ اس کا اسم منصوب خلق۔ فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے ان کی۔ الف لام استغراق سموت جمع ہے سماء سے جا ہے یہاں حسی مراد ہیں سات آسمان جمع مؤنث سالم ہے بحالت نصب سے مجرور ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے ارض پر الف لام استغراقی ارض اسم معرفہ مؤنث حقیقی بحالت نصب معطوف ہے جانہ یعنی ہیں۔ یا مصاحبت و ملابست کی ہے یہ جملہ ہے یعنی حق کے ساتھ یا حق کے سبب یا بالکل حق اور درست۔ ان۔ جازمہ مجرد متعلق ہے عمل سے ان حرف شرط یشا فعل مضارع معروف مات تحتیہ سے۔ صیغہ واحد مذکر غائب ھو ضمیر واحد مذکر فاعل مرجع اللہ تعالیٰ ہے مشیت مصدر سے جا ہے یعنی چاہا یہ جملہ فعلیہ شرط ہے۔ یذھبکم جواب عمل مضارع معروف باب افعال صیغہ واحد مذکر غائب ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع اللہ وکم ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول بہ ہے واؤ عاطفہ۔ عطف ہے یذھبکم پر

پر یائے۔ فعل مضارع معروف۔ ہیں کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر جس کا مرجع ہے شعر۔ باب ضرب سے ہے۔ لَیٌّ سے مشتق ہے۔ بمعنی لانا، مشتق ہے۔ یہ تینوں مضارع۔ ہیئت۔ مذہب۔ ہیات۔ مجرور ہیں کی وجہ سے۔ پہلا فعل شرط ہو۔ دوسرا جزا۔ تیسرا معطوف۔ ب زائدہ معروفیت کے لیے ہیں۔ اسم مصدر مبالغہ کے لیے بمعنی مخلوق بحالت جر ہے موصوف ہے جدید۔ اسم صفت مشبہ بر وزن فعیل بمعنی سیاہ۔ یعنی نئی مخلوق داؤ عالیہ ہے یا سر جملہ مستانفہ بیانیہ ہیں۔ ذالک اسم شارہ جدی اس کا مشار الیہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی پوشیدہ ہے۔ بحالت رفع ہے کیونکہ اسم ہے ما کی جازہ وقیت کے لیے ہے۔ اسم معرفہ مجرور متعلق اول سے کائن پوشیدہ اسم فاعل کے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ما نافیہ کی۔ ب زائدہ ہے معنی خبر کی وجہ سے۔ عزیز۔ اسم صفت مشبہ بمعنی مشکل۔ بوجھل۔ سخت۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ بحالت کسرہ ہے متعلق مذکور ہے پوشیدہ اسم فاعل۔ ایک قول ہے کہ ما نافیہ کے بعد گمان نفی تاثیر پوشیدہ ہے۔ اصل میں ہے مَا کَانَ ذٰلِکَ اب ترکیب آسان ہے وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ دوسرا جملہ بَرَزُوْا فعل ماضی مطلق معروف صیغہ مذکر غائب بھی مستقبل۔ برز سے مشتق ہے بمعنی کھلنا۔ کھلے ظاہر ظہور۔ میدان میں آنا۔ یہاں نکلنا مراد ہے۔ لِلّٰہِ۔ لام جارہ اسم معرفہ معبود علم ذاتی ہے۔ جار ومجرور متعلق ہے بَرَزُوْا کا جمیعًا۔ اسم تاکیدی ہے بحالت نصب ہے حال سے بَرَزُوْا کے فاعل ھُمْ ضمیر کا۔ ف عاطفہ بھی ثمہ۔ قال فعل ماضی مطلق قول سے ہے اس کا فاعل اسم ظاہر جمع ہے اس لیے یہ واحد آیا۔ ف لام استغراقی۔ ضُعَفٰٓؤُا اسم جمع مکسر ہے ضعیف کا بھی کمزور۔ ناتواں۔ نوکر غلام۔ غریب۔ یہاں سب کو شامل ہے بحالت رفع ہے فاعل سے قال کا۔ لام جارہ معطوفیت کا الذین اسم موصول جمع مذکر مجرور متعلق ہے قال کا۔ اسْتَکْبَرُوْٓا فعل ماضی مطلق معروف صیغہ مذکر جمع۔ باب استفعال سے ہے مصدر ہے استکبار بھی خود کو بڑا سمجھنا۔ بڑا بننا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جملہ سب جملہ قول ہے۔ اِنَّا حرف تحقیق عمل میں ہے ان۔ نا ضمیر متکلم مع الغیر اس کا مقہور ہے۔ کُنَّا فعل ماضی مطلق بھی بمعنی ہونا صیغہ جمع متکلم اس کا واحد کان ہے یہاں تامہ ہے ایک قول میں ناقصہ ہے فاعل ہے۔ لَکُمْ جار مجرور بھی ہے۔ لام جارہ بھی ہے۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع قول ہے جار ومجرور متعلق ہے کُنَّا کا تَبَعًا اسم جمع مکسر ہے تابع جیسے صاحب کی جمع بھی ہیروی کرنے والے ہر اچھی بری بات ماننے والے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول ہے یا حال ہے کُنَّا کا۔ ف عاطفہ۔ ھَلْ سببی کے لیے بھی وجہ سے۔ ھَلْ حرف سوال و استفہام ہمیشہ جملہ موجبہ پر داخل ہوتا ہے جب مضارع پر داخل ہوتا ہے مستقبل کے لیے معین ہوتا ہے۔ ماضی پر بھی ہو۔ ھم ضمیر اسم جامد اسم مشتق پر بھی آجاتا ہے۔ تصدیق یعنی ہمارا کہنا سچ ہے۔ یعنی کیا ایسا ہوگا۔ ھم ضمیر بھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہے مگر وہ موجبہ حالیہ رہتا ہے منفی ہے آتا ہے۔ حل اور

ہمزہ سوالیہ ہیں دل فرق ہے۔ علم کے سوال میں صرف تحقیق حال مطلب ہوتی ہے تعریف نہیں ہوتی۔ اصل معنی کیا۔ تُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مروبا مفصل۔ مشتق ہے۔ مُفْتُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل ہے صیغہ جمع مذکر معنی سے مشتق ہے بمعنی فنی کرنا۔ بدلہ پردا کرنا۔ بچانا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ فی حالہ معنی معمولیت۔ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل۔ مِنْ جارہ یا۔ تَعَاب اسم مفرد جامد بھی مشتق۔ لگیف۔ نداعی۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں مجرور ہی سے متعلق ہے بلکہ کا متعلق اسم مفرد مذکر یہ ہے۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ شَیْءٍ اسم مفرد مذکر بھی کچھ۔ کسی چیز سے۔ یہ تینوں جارہ مجرور متعلق ہیں متعلق کے اندر۔ محل۔ ہمیشہ ہو کر خبر ہے مبتدا تم کی اور جملہ اسمیہ معطوف ہے تا تُنَا کا۔ دوسرا جملہ ہے قول کا۔ تا تُوْ۔ تَوْهُدُوْ نَا سَبِيْلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ قَالُوْا فعل ماضی مطلق بمعنی مستقبل صیغہ جمع مذکر غائب ہم ضمیر مبنی مرفوع محلا فاعل۔ لَوْ حرف شرط۔ هٰدٰى فعل ماضی معلوم بمعنی مستقبل شرطی صیغہ واحد مذکر غائب ہاضمیر جمع متکلم منصوب متصل ہا مفعول بہ ہے شرط ہے مفرد مرفوع ہے فاعل ہے هٰدٰى کا۔ یہ جملہ فعلیہ شرط ہے حرف شرط جملہ فعلیہ ماضیہ پر داخل ہے آتا ہے بلا بدلہ جب یعنی شرط ہوتا ہے دوسرا جملہ مستقبل ہی ہوا کرتا ہے۔ مصدع حال یا مستقبل پر نہیں آتا۔ لام جوابیہ زائدہ لَهَدَيْنٰكُمْ فعل ماضی مطلق بمعنی ثانی جزائی۔ صیغہ جمع متکلم ہیں ہا مفعول بہ ہے کم ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوا اور پورا جملہ شرطیہ مقولہ ان ہے۔ تقولوا کا۔ دونوں فعل هٰذٰى سے مشتق ہیں بمعنی راہ دکھانا۔ دین الٰہی کی توفیق و تعلیم دینا۔ سَوَاءٌ اسم جامد بمعنی مساوی سواء یعنی برابر ہونا ایک قول میں سواء بھی مستعمل ہے اسم فاعل کے بھی برابر ہونے والا اس کا تثنیہ جمع نہیں ہوتا۔ عَلَيْنَا جار مجرور متعلق ہے متساوی کے بھی لام تعلیلیہ۔ ماضیہ جمع متکلم۔ جار و مجرور متعلق ہے صبرنا مصدر سوء سے یا معنی اسم فاعل کے بمعنی صابرین اَمْ حرف عطف۔ جَزِعْنَا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم فاعل ضمیر نا جمع متکلم تینوں صیغے جمع متکلم میں یہ قول میں سب کفار ہیں سب سے ہے جزع سے مشتق ہے۔ معنی بیقراری سے تو ہیں۔ مَحِيْصٍ عطف تفسیری بھی سوال کے ہے بمعنی کیا یہ کیا۔ کبھی شک کے لیے بھی خواہ یہ۔ کبھی جھگڑے ہے بھی یا یہ یا یہ۔ یہاں ام خبریہ ہے کبھی زائد بھی ہوتا ہے اور بھی بمعنی بل ہوتا ہے۔ مِنْ۔ محل۔ بھی مطلق صیغہ جمع متکلم۔ باب عفو سے ہے مغفرت سے مشتق ہے بمعنی چھپا دینا۔ برداشت کرنا۔ درگزری کرنا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں۔ سب میری مراد ہے کوئی بھی ایک معنی کر لیا جا سکتا ہے۔ مقدم ہیں مبتدا یہ جملہ اسمیہ معطوف علیہ معطوف فاعل سے مل کر بھی مشتق اسم فاعل کا یا بمعنی مصدر کا۔ ذَنْبِكُمْ۔ ذنب۔ جرف جی مشتق ہے۔ لَكُمْ۔ ہا ضمیر جمع کا ناضمیر متکلم اس کا مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے یَغْفِرْ کا۔ مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ زائدہ ہیں۔ عَذَابٍ یہاں بھی وہی معنی ہے۔ باب ضرب سے ہے جوش یا خیز سے ہے بھی بنا دینا۔ کھانا یا کپڑا پہنا۔ پردہ ڈالنا۔ یہی معنی ہیں پہلے

ملے ہوئے جیسے کوئی کہتے ہیں بھی بت جرے ہیں جمع جاثیہ ہے۔ اس لیے صرف خلا جیسی حرکت مخالفہ کی۔ اور بابت بحالت نصب ہے۔ کلمہ ظاہراً کسر ہے جس کی وجہ سے تعلق ہے کہ مخالفہ کے صدر کلام آمنہ پوشیدہ ہے، وہ یہ دونوں جملہ مجرد اُمس کے متعلق ہیں۔ اور یہ جملہ خبر ہے۔ سو آگے۔ واللہ علم بالصواب۔

تفسیر عثمانی

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝

اس سورت کو نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے سب آسمانوں کو اور زمین کو، مگر حق درست ٹھیک کام ہر طرح سے درست مفید۔ وہ اللہ اگر چاہے تو تم سب سرکشی، نافرمانی، مکاروں کو کسی طرح ان میں سے جانے کہاں نام و نشان بھی نہ رہے۔ یعنی اس باغ و بہار دنیا کو آباد کرنے کے لیے نئی مخلوق پیدا فرما کر دے تمہارے جو ساری زندگی اس کی نعمتیں استعمال کر کے تسبیحیں پڑھیں تکبیریں اس کے لیے بھول جاویں۔ اور وہ سب پیدائش زمین و آسمان اور ان میں کی مخلوقات موجودہ اس نیت کو ایک آن میں فنا کر دے۔ مخلوق کو ایک دم سے نابود کر دینا اللہ تعالیٰ جبار و قہار پر کچھ مشکل نہیں۔ ان آیتوں میں یہ بات واضح فرمائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب کام حکمت پر مبنی اور قائم ہیں۔ لیکن بندے کے کسی کام کی کوئی ذرا حکمت اور سمجھ بوجھ نہیں۔ بڑے بڑے ذی عقل کافر فاسق بالکل بیکار فضول بے مقصد و عارضی کام کر دیتے ہیں جو کہ کے ذرہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور نہ ہی ضروریات میں ساری عمریں گزر جاتے ہیں۔ اور ایک ذرہ بھی اہل ایمان متقی ایمان کے ایسے جوہر کھو دیتا ہے کہ ایک ایک عمل متقی کی قیمت دنیا جہان نہیں بن سکتا۔ اللہ کو خبر ہے اور ہر کو بتلاتے۔ یہی رب تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ مومن کی ہر چیز کو بقا ہے۔ دنیا کے اعمال انسانی تین قسم کے ہیں۔

نمبر ۱۔ اعمال زیانی۔ نمبر ۲۔ اعمال کفریہ۔ پہلے عمل مفید ہیں۔ دوسرے عمل نقصان دہ۔ نمبر ۳۔ اعمال فضولیات یہ عمل بیکار۔ ثواب نہ عذاب۔ مثلاً مومن کی بیکار مفید کافر کی بیکار بیکار اور کافر کی کفریہ بیکار نقصان والی سب تعالیٰ نے یہاں تین چیزوں کا ذکر فرمایا۔ نمبر ۱۔ آسمان و زمین کی پیدائش یہ گویا مومن کی نیکیاں ہیں۔ نمبر ۲۔ فی خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ یہ گویا زمینی اور اخلاقی اعتبار سے کافر کے اچھے کام ہیں۔ نمبر ۳۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ یہ کویا کافروں کی برائیوں کی جگہ مومن کی نیکیاں قائم فرماتا ہے۔ سب تعالیٰ بندے کے کسی بھی اچھے عمل کو ضائع نہیں فرماتا خواہ وہ اس لائق ہو جائے کہ اس کی اچھائیوں کو فانی یا باقی کر دیا جائے۔ مومن اپنے ایمان کے طفیل میں اپنی برائیوں کو بھی لیتا ہے اور کافر کی اچھائیاں اس شرک میں بھی کر کے بھی باقی میں اور اس پر کفر کی مہر لگی ہے جس کو ڈھانک رکھ دیتی ہے۔ وَلَوْ اَنَّ لِلّٰهِ حَسَنَاتٍ لَّضَعَّفَهَا یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاِنْ كُنْتُمْ تَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ تَسْتَوْفُوْا مُحْسِنُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ صاحبے ہی جن والس ہیں وہ مومن کافر

محشر و صراط ایک دم سب مل کر ہی ہر فرد کی قبروں اور عالم برزخ سے نکل پڑیں گے یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق والے رحم و فضل رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے، کوئی نہ رک سکتا ہے، کسی کو روک سکتا ہے، کوئی بھاگ کر چھپ سکتا ہے، دامن بچا کر گزر سکتا ہے سب ہی کو حاضر ہونے اس حاضری سے کسی کو مفر نہیں، جو کا یقینی ہوتا ہے جن کو راضی بھی مشقتیں سے دکر کیا جاتا ہے گویا ہو گیا۔ جب یہاں خوشیاں سب تیار ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک کو پورا مکمل حساب کتاب ہو جائے گا۔ ہر جنس سے متعلق فیصلہ ہو جائے گا تو تمام کارکردگی کی نشانیوں یا فرد فرد ہے پتے سرداروں سے کہیں گے۔ ان کو مقدمات کے وقت سے بچایا دنیا کی مست میں یہ سب ہی ضعیف حسنہ حال مرنے والے چھوٹے ہوں گے۔ دنیا کے مقدمے یہ ورثاء یا معتقدین ہوں گے اور غریب حال بیچارے کمزور بھی ہی تو شامل ہوں گے۔ دنیا میں تو بہت سے آقاؤں سرداروں سے ان کا واسطہ پڑتا تھا مگر وہاں مشکل انتہا درجہ کی ہوگا۔ ہوگا یہ کہ یہ ضعیف بھی ان کی بے بسی کی حالت دیکھ رہے ہوں گے مگر یہ علیحدہ علیحدہ ان کو چھوڑ دیتے ہوں گے اس وقت ہوگا سب سے کمزور اور بے بس کو ایک طرف بھاگ کر اپنے پیچھے چلاتے ہوئے وہ اس سے کہ جاتے ہوں گے یک قول ہے کہ یہ کلام اس وقت ہوگا جب ہی جہنم میں سب کافر گروہوں کی صورت میں بھرے بیٹھے ہوں گے۔ دوزخ ہی زیادہ تر سب سے بڑی کمی کی جگہ ہے۔ ان لوگوں سے جن لوگوں سے ایسا تعلق بنے کی بہت رسمی شرکیہ نہیں سے کہتے ہیں کہ بڑا بھی خوری اور تکبر و غلامانہ کہتے۔ وہ کی کافی تر ان کا بہ تعلق سب ہوں گے۔ ان کو یہ کہتے ہیں کہ ان کی تابعداری میں کوئی کمی نہ کی ہوتی تو تم ہم کو عذاب سے بچا لیتے کہ یہاں سے کوئی کمی نہ ہوتی ہے وہاں حاضر ہونا پڑتا ہے اگر کوئی بدبخت وہاں بھی حاضر ہو تو وہ مستحق عذاب دوسوئی ہے۔ متعلقین میدان معتقدین کو جواب دیں گے کہ ہم نے تو تمہیں ہدایت کی تھی تم نے ہماری ہدایت کی پیروی نہ کی تم خود ہی قصوروار تھے ہم نے تو تمہیں کفر سے روکا تھا تم نے ہماری بات نہ مانی تھی اور ہم نے تمہیں کفر کی سزا سے منع کیا تھا تم نے ہماری بات نہ مانی تھی ہم نے تو تمہیں کہا تھا کہ ہم تمہارے پاس کچھ نہیں ہیں ہم تو تمہیں یہ کہتے ہیں

کردی کیا تم بھی ہم کو اللہ تعالیٰ کے بھروسے دے دو عذاب جہنم سے ہم بھی تو تھوڑا سا بچ سکتے ہو۔ ہم سے تو
سے ہی کہا ہے ہم ان کے پاس کس منہ سے جائیں ہم تو [illegible] گے وہ ہمارا کیا کر لیں گے۔ گناہ بڑھ جائیں گے
[illegible] ہم تو قصور ہی کر رہے ہیں۔ [illegible] ہمارا حصہ حلال کھیتے
[illegible] دنیا کی زندگی سے کہ یہ سب [illegible] دنیا کی تھوڑی سی متاع ہے۔ دنیا بہت کم ہے کے تھے [illegible] کہاں کہاں ہو سکتی
دنیا میں اگر اللہ نے ہم کو ہدایت پر چلنے کی توفیق سعید عطا فرمائی ہوتی یا ہم کو ہدایت کا خزانہ دیا ہوتا تو ہم بھی تم کو
دنیا میں بہت سے کار سزا دلا دیتے اور ہدایت کی روشنی سے تم کو کچھ فائدہ دیتے۔ ہمارے دنیا میں پہنچنے
بھی غریبی کو پسند کیا تھا اور تمہارے لیے بھی دنیا کی تنگدستی کو اختیار کیا۔ دنیا کے گناہ سے اللہ کو بھی
بچانے سے رہا تو پھر ان پر بھی حجت ہو گئی۔ ایک قصہ اس طرح ہے کہ اگر ہم دنیا میں ہونے کی ہدایت
دے تو البتہ یقیناً ہم تم کو بھی ہدایت دیں گے۔ ایک قول ہے کہ اگر تمہارے ہماری نیتیں درست کی ہوتیں تو ہم تم کو
بھی حق سیدھی بات بتلاتے بھی تم سے پوچھ ہو سکتا تھا تو ہم سب عذاب سے روئیں پیٹیں یا صبر اور تحمل سے
چپکے دبا رہیں۔ ہماری طرح تم کو آج کام دے گی۔ یا ہم خاموشی سے صبر کریں اور ہنستے رہیں جیسے دنیا میں بدلا
تھا یہ تمام عذاب مصیبتیں ذلتیں۔ خیال رہے کہ کفار کو تو حشر و نشر میں پہلے کام تو سب بھول جائیں گے
کیونکہ کھو بیٹھا کر دیے گئے ہیں پہلے کفریات اور زیادتی بد خصلتیں۔ پہلے مسلمانوں کی جان پہچان اور مسلمانوں کو
پہلے معتقدین کی پہچان میدان محشر میں بھی ہوگی بلکہ حشر میں بھی۔ اور یک دوسرے کو پہچان کر یہ سب گفتگو ہو
گی۔ سے پہلے ان پر مصیبت تو آج تو صبر بھی ہماری مجبوری سے ہے ہمارا کوئی بس نہیں۔ اس سے کہ ہم رحمت سے کل جائے
کا تو اب خیال و تصور بھی نہیں ہو سکتا ہے فرد کا کوئی رسہ نہیں۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ:۔ آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے پیدا ہونے سے پہلے محمدی مع
روح اور جسم کائنات میں محقق ہو چکے تھے اور تمام واقعات عالم ملاحظہ فرما رہے تھے۔ یہ [illegible] فرمانے سے حاصل ہوا۔ اسی لیے جگہ جگہ تقریباً ہر قصے کے ساتھ [illegible] دلیل یہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ دنیا دوسری چیز کرنی جاتی ہے جو پڑھی ہو سنی ہو یا دیکھی ہو آقا کائنات نے نہ کسی کتاب کو پڑھا۔
کسی یہودی عیسائی پادری راہب سے سنا۔ کیونکہ مکہ میں کوئی توریت و انجیل کا جاننے والا نہ تھا۔ نہ بہت سے
پچے و حقیقی واقعے توریت انجیل وغیرہ میں ہیں جیسے فرعون موسیٰ کی [illegible] تک مفصل موجود
ہونا وغیرہ۔ پس ان کا بیان کرنا کرنے کا مقصد یہی ہے کہ وہ آنکھوں دیکھا واقعہ یاد کیجئے۔ خلاف ہی مسائل
وغیرہ کو یاد کرتا کہ اس کے پڑھنے کو یاد کرنا ہے نہ کہ دیکھنے کو۔

دوسرا فائدہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان کی ہر چیز جمادات نباتات حیوانات۔ جنات سر سر جہیر کی مکلف۔ تاثیر۔ اور تو اور تمام نقصانات سے پوری طرح واقف ہیں۔ یہ فائدہ ملحق فرمانے سے حاصل ہوا۔ دنیا کے حکماء حکیم ڈاکٹر۔ فلاسفر سائنسدان کثیر محنت کر کے آج جن چیزوں کو معلوم کر رہے ہیں حضور آقا نے وہ سب کچھ چودہ سو سال پہلے بتا دیں تھیں۔ تیسرا فائدہ۔ قیامت میں نبی ولی۔ اہل علما کا وسیلہ مفید ہوگا۔ کافر کا بیکار۔ یہ کفر کے سردار بے بس اور مجبور ہوں گے مومنوں کے سردار با اختیار۔ قوت اور شفاعت والے ہوں گے۔ یہ فائدہ مذکورہ لِیَضِلُّوا کی پوری گفتگو بیان کرنے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ ضعیف کفر دل ایمان کی شفاعت دیکھ کر ہی بڑے سرداروں سے بھی فریاد کریں گے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا دار العمل ہے آخرت دار الجزا۔ اس لیے قانون شریعت۔ فقہی اصول و فروع۔ عبادات۔ معاملات۔ حرام و حلال سب اس زندگی کے فرائض و واجبات میں یہاں کے ہر عمل ہر عقیدے سے اچھے برے کا آخرت میں فائدہ و نقصان ہے۔ مگر آخرت میں کسی بھی عمل کا فائدہ ہے نہ نقصان یہ مسئلہ جو مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ دنیا میں اللہ والوں کا وسیلہ۔ طریقہ۔ اور سہارا پکڑنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اہل ہوا فاسقوں۔ بدکاروں۔ بے عقیدوں۔ منافقوں۔ کافروں۔ بے عمل سے دور بھاگنا اشد واجب ہے۔ یہ مسئلہ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ سے مستنبط ہوا۔ کافروں کا ساتھ دینا ہمیشہ ہلاکت آخرت میں بیکار۔ تیسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی طرف بری اور غلط بات منسوب کرنی حرام ہے۔ کیونکہ یہ ادبی و گستاخی ہے طریقہ کفار ہے۔ یہ مسئلہ لَوْ هَدَانَا اللّٰهُ لَهَدَيْنَاكُمْ سے مستنبط ہوا۔ کہ کفار نے انتہائی جھوٹ بولتے ہوئے قیامت میں اپنے مریدین سے بچھا چھڑاتے ہوئے کہا کہ اگر ہم کو خدا نے ہدایت دی ہوتی تو ہم تم کو بھی دیتے یہ بڑا جھوٹ ہے کہ رب تعالیٰ نے انبیاء کرام۔ اولیاء اللہ۔ قرآن و حدیث علماء اسلام کے ذریعے شریعت و طریقت معرفت حقیقت ہر طرح کی ہدایت بھی مگر ان بدبختوں نے خود ہی قبول نہ کرنے کی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر سے اس سے پہلی آیت میں کافروں کے محل کے رکھ ہونے کا ذکر ہے ان میں کوئی ربط کوئی جوڑ کوئی تعلق نہیں یہی نہیں بلکہ مکڑ جگہ یہ علی ہے۔ للہ ثابت ہوا کہ یہ کلام نہیں محمد صاحب نے اپنے پاس سے بنایا ہے (اگر یہ پنڈت دیانند سرسوتی اور عزیر کے جسمانی اور یہودی)

جواب۔ ستیارتھ پرکاش میں اس طرح کے تعصب بہت سے اعتراض قرآن پاک پر کئے گئے ہیں جس کے

جواب صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مطبوعہ کتاب میں دیتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت مولانا نے بھی اپنی تصنیفات میں دیا ہے کہ جو کہ ہر مسلمان سے طریقے سے پتا ہی رہا ہے میدان سے بھاگتا ہے مگر میں اس پر گلہ عتراض کا جواب اس طرح عرض کرتا ہوں کہ اولاً تو ہم نے پہلے حوالے پارے تک ہر ہر آیت کا ربط اور تعلق ثابت کر دیا ہے ان آیت کا بھی کسی طرح تعلق ثابت کر دیا گیا۔ لیکن ان کے وجود میں کتابوں کا ربط ہو جائے ضروری ہے۔ ہر کسی نے کہا ہے کہ کلام ہی کے لیے ربط ہوتا ہے تو دنیا میں بہت سے مصنفین اول لگا کر اسے نہیں بنتے ربط سے اپنے مضامین لکھتے ہیں تو کیا وہ سب رب تعالیٰ کے کلام ہو جائیں گے۔ ہر ایک کو پتا ہے کہ انسانی ترتیب سے پورے گا۔ ہے۔ لیکن اللہ کے کلمات بالکل بے ترتیب آگے ہوتے ہیں اور ان کا اللہ کی صفت وقدرت اور علم کی چیز میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حکومت شہروں کو فصیل ترتیب سے بناتی ہے۔ مگر سب کے دیہات بالکل بے ترتیب ہیں۔ مگر ہے چون وچرا ہر شخص ان کو سب کا شاہکار مانتا ہے۔ اللہ صرف بلاغت کا یہ موہوم بہانہ بنا کر کلام ہی ہونے کا انکار کر دینا بالکل ہی جہالت ہے۔ دوسرا اعتراض۔ پہلا پہلے ہے۔ [illegible] کے سامنے جمع ہوں گے پھر ہے۔ اللہ اللہ کافر ہر دروں سے کہیں گے کہ ہم کو پکارو دنیا میں ہم سے ہی تمہاری سرداری چمکائی تھی۔ پھر ہے سردار کہیں گے کہ اگر ہم کو ہدایت ملتی تو ہم تم کو بھی دیتے۔ ان آیتوں کی مطابقت کیونکر ہے۔

جواب۔ بتایا یہ جاتا ہے کہ دوزخ کے عذاب حساب اور زیادہ سرکشی کی وجہ سے جمع کئے جائیں گے تو وہ ہی محمدی ظاہر کرتے ہوئے سرداروں کی طرف دیکھ کر ان سے فرمائش کریں گے تو وہ ایک ذرہ کا بھی بار پڑی کا جواب ہے سردار تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم محمدی نہیں کہ تمہارے بار پڑی کو کوشش کریں گے۔ دوسرا جواب یہ کہ ہر گروہ کا علیحدہ علیحدہ ہے دوسری جماعت حشر میں پہنچ کر سے۔ اس تفسیری جواب سے اعتراض پڑتا ہی نہیں۔ تیسرا اعتراض۔ پہلے سے تو ہمارے اللہ [illegible] یہ معلوم کس طرح ہے۔

جواب۔ چھوٹے کافر دوستوں کو پیٹھ پیچھے ہوئے بڑوں کو لعن کریں گے۔ تب وہاں کو طعنے مارتے کہ تم ہی ہوئے یہ بات کہیں گے کہ کچھ بھی کر دو ہمارا بس پڑے گا۔

تفسیر صوفیانہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ سے رفع کائنات کی تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ نے ٹھیک ٹھاک ظاہر و باطن سے پیدا فرمایا آسمان حیات کو اور زمین جمادات کو بالکل درست اپنے اپنے مقام و صفات سے۔ ان آسمانوں زمین کی نسبت کبریٰ کے خواہ قائم فرمائے ہیں

ہیں پس سلف و خلف تو کو قبول کرنے والی مختلف منفرد شخصیتیں ہیں۔ اگر تم چاہتے تو ان تمام واردات محسوسہ کو ایک دم ختم کر کے ایک دم دوسری واردات کی جلوہ گری فرما دے کیونکہ جو خالق تعالیٰ جواہر خمسہ نسانیہ میں پیدا کرنے پر قادر مطلق ہے۔ اس کے لیے واردات قلبیہ کو تبدیل کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ پس عاقل پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کی پناہ طلب کرتا رہے کیونکہ وہ قہر و جلال اور کبریائی والا ہے وہ رؤف رحیم۔ سب کہری سی تمام کی مسلم جلال پر حاضری دی ہے۔ خیال رہے کہ حاضری بارگاہ تین قسم کی ہے۔ نمبر ۱۔ موت ارادی سے وہ صفات نفس کے حجاب سے نکل کر میدان قلب میں حاضر ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ موت جسمانی سے یعنی قبر کی پہلی رات۔ نمبر ۳۔ قیامت کبریٰ کی حاضری وہ ہے کہ حجاب سے نکل کر حقیقت وحدت کی فضاؤں میں پہنچ جائے۔ پہلی حاضری ہر متقی و سعید کو دنیا میں ہی میسر ہو جاتی ہے اور خیر ہی بتا دیتا ہے کہ بندہ کس زمرے میں ہے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ۔ عقلاء بالغین کو (بالطبع قلبی کے وقت پتہ لگتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا اس وقت کوئی بہانہ بنانے کے لیے تیار نہیں۔ نفس امارہ ہی کی طرف توجہ باطنی ہوتی ہے اور اس سے التجا۔ لیکن واردات قلبیہ کے وقت وہ بھی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے جواب دیتا ہے کہ ہم نے توفیق الٰہی کو حاصل کیا نہ تم نے۔ اب جو اعمال کر لیے گئے ان کا بدلہ تو ضرور ملے گا خواہ فریاد کریں یا صبر۔ اب پہلے جیسی معافی نہیں مل سکتی نہ سکون ملتا ہے تو محض بھوک پیاس کی آگ میں جلنا ہی پڑے گا۔ اب مرشد برحق کی لگام میں مکڑا ہی ہاتھ سے۔ کوئی فرار یا بچاؤ نہیں ہے نجات کا ذریعہ صداقت تو ہم نے خود ہی ضائع کر دیا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ

اور بولا شیطان جب کہ فیصلہ کر دیا گیا حساب کتاب کا۔ بیشک اللہ نے وعدہ کیا تھا تم سے

اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا۔ بیشک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا

وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ

وعدہ سچا اور جو وعدہ میں نے کیا تھا تم سے تو خلاف کیا میں نے تم سے اور نہیں تھی میرے

وعدہ میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور نہیں

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ

پر تم کچھ زبردستی تمہیں کر بلایا میں نے مگر تو بات ان کی تم نے میری۔ تو نہ ملامت کرو تم

تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تو تم نے میری مان لی سو اب

لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ

مجھ کو نہ ملامت کرو تم اپنے آپ کو نہیں میں مدد کر سکتا تمہاری

مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ

اور نہ تم کچھ مدد کر سکتے ہو میری میں نے انکار کر دیا اس کا جو شریک ٹھہرایا تھا تم نے

نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا

مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

مجھ کو سے پہلے بیشک ظالم لوگ ہیں ان کے لیے عذاب دردناک

میں اس سے سخت بیزار ہوں بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے بہت طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں ان باتوں کا ذکر ہوا جو قیامت میں کافر کہ اپنے پیشواؤں سے کہیں گے اب ان آیتوں میں ان باتوں کا ذکر ہے جو شیطان قیامت میں کافروں کا فیصلہ ہو جانے پر مردوں سے کہے گا۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیات میں دوست گمراہوں کافروں کی ان باتوں کا ذکر ہوا جو وہ اپنے کافر مددوں سے کہیں گے۔ اب ان آیات میں کفار کے ان مددوں کا ذکر ہوا جن پر یہ لوگ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔

تیسرا تعلق - پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی ایک قدرت کا ذکر ہوا کہ وہ مخلوق کے بقا اور فنا پر قادر ہے۔ اب کفار کی زبان سے رب تعالیٰ کے دوسری قدرت کی شان بیان ہو رہی ہے۔

تفسیر نوری

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ واؤ ابتدائیہ قال فعل ماضی مطلق معروف واحد غائب مستتر ہیٰ اس کا فاعل اسم ظاہر شیطٰن ہے۔ الف لام۔ عہدی یا اسمی بھی لَوْمِی شیطٰن بر وزن فَیْعَالٌ یا بروزن فَعْلَانٌ۔ یہ شَطَنٌ یا شَیْطٌ سے مشتق ہے دوسری صورت میں الف نون زائدتان ہے۔ بمعنی سرکشی کرنے والا ہمیشہ کا صیغہ سے بحالت رفع فاعل سے قَالَ کا لَمَّا اسم ظرف۔ قُضِيَ فعل ماضی مطلق مجہول بمعنی قریب لَمَّا کی وجہ سے باب ضَرَبَ سے ہے قَضْیٌ سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ الف لام عہدِ خارجی اَمْرُ اسم جامد حاصل مصدر بمعنی حکم۔ معاملہ۔ قانون۔ یہاں ہر معنی درست ہے بحالت رفع نائب فاعل ہے قُضِيَ کا یہ جملہ فعلیہ مظروف ہے لَمَّا ظرف کا۔ اِنَّ حرف تحقیق یہ پوری عبارت مقولہ ہے قَالَ کا۔ اللّٰهَ بحالت نصب اسم ہے اِنَّ کا۔ وَعَدَ فعل ماضی بمعنی بعید وحد غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ ہے کُمْ ضمیر مخاطب مجتمع اس کا مفعول بہ ہے۔ وَعْدَ اسم مصدر بحالت نصب مفعول مطلق ہے وعد فعل کا حَقِّ۔ الف لام عہدی حَقِّ اسم جامد حاصل مصدر بمعنی مطابق۔ مناسب۔ صحیح۔ موافق۔ خبر یہاں بھی صحیح ہے بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے وَعْدَ کا۔ وَ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے وعدہ پر۔ وَعَدْتُّ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد متکلم مرجع شیطٰن ہے۔ وَعْدٌ سے مشتق ہے بمعنی معاہدہ کرنا۔ عہد کرنا۔ مقرر کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ یہاں بمعنی مناسب ہے کُمْ ضمیر مفعول بہ۔ ف تعقیبیہ اَخْلَفْتُ۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد متکلم۔ باب افعال سے ہے مصدر اِخْلَافٌ بھی ہے وعدہ خلافی کرنا۔ اُلٹ کرنا۔ وعدہ توڑنا۔ نافرمانی کرنا۔ یہاں مراد وعدہ توڑنا ہے۔ ضمیر متکلم کا مرجع شیطٰن ہے۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل جمع مذکر حاضر مفعول بہ کا مرجع شیطانی لوگ ہیں۔ دوزخی۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ۔ واؤ سر جملہ یا حالیہ مَا کان فعل ماضی منفی بحد صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسم ظاہر ہے۔ لام جارہ زائدہ تاکیدیہ یا بیانیہ ی ضمیر واحد متکلم مجرور متصل کا مرجع شیطٰن۔ جارہ مجرور متعلق اول ہے مَا کان کا عَلَيْكُمْ جارہ مجرور متعلق دوم ہے علی جارہ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل۔ مِنْ حرف جر۔ زائدہ ہے خبر ہے۔ لا عمل پر داخل ہے۔ سُلْطٰنٍ۔ ہم الف نون زائدتان روزن فَعْلَانٌ غَلَبَانٌ۔ ہم مبالغہ سے بمعنی۔ طاقت۔ حکومت۔ حجت۔ دلیل بادشاہ۔ یہاں مراد۔ طاقت ہے۔ ظاہر یہ بحالت کسرہ ہے مِنْ کی وجہ سے باطناً بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے مَا کان کا اِلَّآ حرف استثناء منقطع کے لیے ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہیں اور سلطان دعا کا مستثنیٰ منہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے کہ سلطان قوی چیز ہے اور دعا کمزوری کی علامت استثناء کی کیفیت کا تعارض ہے۔ ایک قول میں استثناء متصل ہے کیونکہ [illegible] کی ملک ہے۔ سلطان کی دعوت وسوسہ ہے اور وسوسہ بھی قالو یا ہے۔ اگرچہ قہر بھی مگر منقطع ہونا بھی بہتر ہے متصل ہو تو اِلَّآ بمعنی لٰکِنْ۔ مُصْرِخِكُمْ اصل تھا اَنَا۔ دَعَوْتُ فعل، ماضی مطلق

معروف مثبت واحد متکلم۔ باب نصر سے ہے۔ متکلم وہی تیطن ہے دنوں ناقص واوی سے بنا ہے بمعنی دینا پکارنا کم ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول ہے واؤ کا ف تعقیب جاتا ہی۔ اَسْتَجَبْتُمْ فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انتم ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع وہی کم۔ باب استفعال سے ہے مصدر۔ اسْتِجَابَةٌ اصل تھا اِسْتِجْوَابٌ جَوْبٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی جواب دینا۔ مان لینا۔ قبول کرنا دوسرے لفظوں میں قبولیت۔ لام جارہ نفع کا ہی ضمیر واحد متکلم۔ مجرور متعلق ہے اِسْتَجَبْتُمْ کے۔ ف سببیہ تعقیبیہ یا محض ہی ظاہر مگر صحیح ترجمہ ہے کہ ہے لہٰذا ہے لَا تَلُوْمُوْنِیْ فعل نہی حاضر معروف باب نصر سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر تم ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع سب دعوتی ہیں۔ لوم سے بنا ہے بمعنی۔ ملامت کرنا۔ الزام دینا۔ مجرم بنانا۔ برا بھلا کہنا۔ گمراہ دینا۔ یہاں ہر معنی درست ہے نی نون وقایہ اعراب بچانے والا۔ ی ضمیر متکلم۔ مفعول مقدم۔ لتصال در فعل کو بچانے کے لیے۔ نون ئی وقایہ ملحقہ۔ ملحق ہے تَلُوْمُوْنَ پر لُوْمُوْنَ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر باب نصر سے لُوْمٌ بمعنی برا بھلا کہنا ضمیر ہے نَفْسٌ سے مشتق ہے نَفْسٌ جمع مکسر ہے نفوس کی۔ سمجھ۔ سمجھ داری۔ خود۔ اپنا۔ اپنا آپ بحالت نصب مفعول ہے۔ کم ضمیر جمع مذکر بمعنے تاکید۔ صاف الیہ ہے یہ اس کو اصالت بھی کہتے ہیں محض تاکید کرتی ہے۔ ما حرف نفی مشبہ بلیس۔ انا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے ما کا۔ ب جارہ مُصْرِخِیْ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر مضاف ہے ی ضمیر متکلم کی طرف۔ فریاد کرنا۔ مدد کرنا۔ باب افعال میں متعدی ہو بھی فریاد رس ہونا۔ مشکل کشا ہونا۔ بحالت جر ہے ب جارہ کی وجہ سے کم ضمیر مضاف الیہ جارہ مجرور متعلق ہے مُصْرِخِیْ کے یا شبیہ اسم فاعل کے اضافت لفظیہ ہو کر نہیں نافیہ کی۔ دوسرا جملہ مانافیہ مشبہ بلیس (لیس فعل ناقص کے مشابہ عمل اور معنی میں) انتم ضمیر مرفوع منفصل اسم ہے اس کا۔ ب جارہ مُصْرِخِیَّ اسم فاعل صیغہ واحد مذکر مضاف ہے ی ضمیر متکلم کی طرف کیونکہ اس کا منسوب انتم ضمیر جمع ہے۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ جارہ مجرور متعلق ہے مُصْرِخِیَّ کے یا شبیہ اسم فاعل کے۔ اور جملہ یہ مقولہ نہ ہے اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ۔ مِنْ قَبْلُ۔ ان الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ ان حرف تحقیق مشبہ بفعل۔ یا متکلم بحالت نصب۔ الی اسم ان ہے کَفَرْتُ فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ واحد متکلم جمع تیطان سے۔ باب نصر سے۔ کُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ کفر کرنا۔ نہ ماننا۔ انکار کرنا۔ رد کرنا۔ یہاں آخری معنی ہیں ہے۔ ب جارہ معرفت کے ہے ما اسم موصول بحالت جر۔ جار و مجرور پوری عبارت متعلق ہے کَفَرْتُ کے اَشْرَكْتُمُوْنِ فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ جمع مذکر حاضر تم ضمیر مستتر اس کا مرجع وہی اہل جہنم ہیں۔ واؤ زائدہ نون وقایہ کے اتصال کے لیے۔ نی نون وقایہ ضمیر۔ کم و ملامت یا متکلم ہے۔ مِنْ قَبْلُ جار مجرور جملہ یا یہ قبل کم ظرف بمعنی ہے سابقہ پر۔ کیونکہ اس کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے اَشْرَكْتُمُوْنِ کے۔ ان حرف تحقیق۔ الف۔ م معرفی۔ ظالمین جمع مذکر سالم ہے ظالم کا۔ بحالت نصب

تفسیر عالمانہ

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ

ترجمہ: اور برابر نہیں ہیں زندے اور مردے بیشک اللہ سنواتا ہے جسے چاہے اور تو نہیں سنوانے والا ان کو جو قبروں میں ہیں تو نہیں ہے مگر ڈر سنانے والا ہم نے بھیجا تجھ کو سچا دینے والا خوشی کا اور ڈر کا اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں گزرا ہے ڈر سنانے والا اور اگر یہ لوگ تجھ کو جھٹلاتے ہیں تو جھٹلا چکے ہیں ان سے اگلے جو آئے تھے ان کے پاس رسول ان کے ساتھ نشانیاں لے کر اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر پھر پکڑا میں نے منکروں کو سو کیسا ہوا میرا انکار۔

تفسیر

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تمام فیصلے ہو چکیں گے گنہگار تو نیکی کرنے والوں کے آگے آگے ہی جنت کی طرف چلے جائیں گے اور وہاں جا کر وہ اپنی شفاعت کے لیے کسی کی تلاش کا شور و غل نہیں کریں گے کیونکہ وہاں تو سب کے سب ہی شفاعت کے لیے کسی خوشنودی کے سب ہی تو جنت میں آ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ اور جب شفاعت منظور ہو گی کروڑوں کو اس شفاعت عظمیٰ کے صدقے جہنم سے نہیں نکال دیا جائے گا۔ پھر غوث قطب ابدال اولیاء اور تمام مقبول پیر شہید حافظ قاری چھوٹے اور بڑے کروڑوں شفاعت والے کروڑوں کو بخشوائیں گے یہ لوگ بھی کچھ کم نہ ہوں گے جو اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑیں گے میدان محشر میں ہی یہ حال کہیں جی۔ ان سے جو جواب بن پڑے گا وہ پہلی زیت میں گر گیا وہاں سے منہ لٹکائے ہوئے جب جہنم میں جائیں گے تو ایک طرف بیٹھ کر آگ کی چنگاریوں سے جلکر پڑ سسک رہے ہوں گے۔ جہنم میں سب سے پہلے ابلیس لایا جائے گا اور صرف ایک جہنم کا داروغہ اس کو گھسیٹتا ہوا جہنم میں دھکے سے پھینک دے گا۔ ایک عام فرشتے کی طاقت تو یہ ہے کہ شہر بھر کے لوگوں کے سامنے رسی باندھ کر جنت میں لے جائے۔ جنت میں جا کر پہلے تو ماں باپ گے بیسیار حوت معاف کرا لیں گے جب جہنمی کا ابلیس کو دیکھیں گے تو اس کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ تو ہماری شفاعت کر کیونکہ دنیا میں ہم سے تیرا کہا نہ ماننے کو حق کہا تھا۔ تو شیطان جواب دے گا میں تمہاری کیا شفاعت کر سکتا ہوں تو بھی ان کو یاد دلا کر بھڑکائیں گے تو وہ ان کے ایک تھپڑ مار کر یہ خطاب کرے گا کہ اے دور ہو۔ دنیا میں تم سے اللہ تعالیٰ نے کچھ وعدے کیے تھے میں نے بھی کچھ وعدے کیے تھے تم نے تو وعدے بالکل رد کر دیے۔ میرے وعدے بھی ہی آنکھوں دیکھ لیا کہ سب جھوٹے نکلے۔ اب تم ہی سے تمہارا گلہ کر کے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ آج

تو میں تم سے زیادہ ذلیل اور تم مجھ سے زیادہ ذلیل۔ جی اللہ کے دربار میں میری شفاعت کی حیثیت بھی کیا ہے۔ آج تو اللہ کے دربار میں انبیاء اولیاء کی ہی شان بلند ہے۔ رہا یہ کہنا کہ تم نے میری پیروی دنیا میں کی تھی۔ تو یہ تمہاری صاف بدبختی۔ یعنی تمہیں میری کوئی حیثیت طاقت قدرت حکومت تم پر مسلط نہ تھی نہ میں تم کو جبراً پکڑتا ڈراتا تھا۔ تم نے تو دنیا میں مجھ کو دیکھا تک نہ تھا۔ میں تو خود تم سے چھپتا پھرتا تھا۔ مجھ کو تمہارے محافظ فرشتوں کا اور بیسیوں دیوں کا ڈر لگا رہتا تھا۔ میں اللہ میں صرف تمہارا کہتا تھا کہ تمہارے رب نے اپنے وعدوں کے موت ذاتہ تعالیٰ بھی میری ایک دعوت تھی جس کے دینے میں نے تم کو بلایا۔ تم نے میری دعوت کو تنی جلدی قبول کر لیا حالانکہ پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ تم کو تمہارے نبی دین خوش و تقلب پیر و مرشد علماء و ائمہ صحابہ بل بیت پکارتے بلاتے ہی رہ گئے مگر تم تھے کہ ہر آواز کان لپیٹ کر میری طرف میرے راستے پر دوڑتے ہی چلے گئے۔ میں تو تمہارے ان پسندیدہ لمحوں سے خوش ہو گیا تو مجھ پر کیا احسان۔ تم نے تو خود ہی اپنی عاقبت خراب کر لی لہٰذا آج مجھ کو من لعن ملامت اور برا بھلا۔ کہو مگر پہلے اپنے کو کر برا بھلا اور ملامتیں کرو اپنے ہاتھ کاٹو۔ اپنے منہ پیٹو۔ یہ خجالت آج کی ذلت میں کیسا صاف سچا جواب دے جائے گا۔ قربان جائیں ہم اپنے قرآن مجید کی عظمت پر کہ اس نے ساری کائنات کو پہلے سے کیسا صاف صاف اس کی ساری باتیں سب کر بتائیں کوئی سب بھی۔ بھیں تو کیسی بدبختی مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس وعدے فرمانے خود دنیا میں مشاہدے تجربے سے سب سچے ثابت ہوچکے ہیں قیامت کے دن مزید ثابت ہو جائیں گے۔

نمبر۱۔ عام روح کا وعدہ میں تمہارے ہوں ہر جہاں میں تم کو پرورش فرماؤں گا۔ نمبر۲۔ میرے نبی تشریف لائیں گے۔ نمبر۳۔ وہ صاحب حیثیت کر دعوتوں کے جواب سے کر منہ پھیر گئے۔ نمبر۴۔ نبی کا قرب سب سے کا قرب والوں سے دوری ہوگی۔ نمبر۵۔ میرا کلام بھی نازل ہوگا۔ نمبر۶۔ میری طرف سے ہدایت و ایمان بھی آئے گا۔ نمبر۷۔ جو نبی ظلمت سے نکالیں گے وہ میں پہچانیں گے۔ نمبر۸۔ میرے ہی ہو جاتے ہیں تک بھائی کے لیے آتے ہیں گے اور میری قوت کے مظہر ہوں گے۔ نمبر۹۔ شکر کا ثواب بھی ہے کا اور زبوں نعمتیں عزتیں بھی بڑھوں کی۔ نمبر۱۰۔ ناشکری کا عذاب بھی ضرور ہوگا اور دنیا میں خیر ہے دنیا بھی۔ نمبر۱۱۔ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں یہ قبلہ قبر کو تعظیمی سجدہ حرام مجوسی سجدہ کفر ہے۔ خود سجدہ خود ہی میں ہوا یہودی میں۔ نمبر۱۲۔ شیطان نفس امارہ کو تمہارا دشمن بتایا جائے گا۔ نمبر۱۳۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو تمہارا خیر خواہ و ہادی بتایا جائے گا۔ لہٰذا دوست دشمن کو پہچانا۔ دوست کی مانا دشمن کی نہ مانا۔ نمبر۱۴۔ تم کو دنیا میں بے خبر رکھا جائے گا شریعت طریقت دنیا پر حشر عذاب ثواب سب کی پوری جزا دی جائے گی۔ نمبر۱۵۔ شریعت کے تمام قانون برحق ہے حرام بھی ہے حلال بھی۔ عبادت بھی امر بھی نہی بھی اس پر عمل میں امن ہے بے عملی و انکار میں مصیبت ہے۔ نمبر۱۶۔ اللہ

رسول کے حکم سے روشنی کرنے صدقہ خیرات سے پیدا ہو جاؤ گے۔ نمبر ۱۱۔ کھجور کھیل سے عجیب دلیل۔ نمبر ۱۲۔ موت کے بعد زندگی ہوگی۔ نمبر ۹۔ قبر کا حساب عذاب ثواب بھی ضرور ہوگا قیامت کا حساب عذاب ثواب بھی ضرور ہوگا کیونکہ یہ امت اور جنت دوزخ برحق ہے۔ نمبر ۱۰۔ مومن متقی کو جنت۔ فاسق فاجر کو سزا یا شفاعت درکار ورنہ جہنم سہنے گی یہ سب وعدے قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ شیطان سے جو وعدے اپنے معتقدوں فاسقوں کافروں سے کئے وہ سب جھوٹے۔

۱۔ میرے علاوہ میں کسی دن کچھ نہیں دے سکتے۔ نمبر ۲۔ کسی دن کی عزت مت کرو ان کی مالو نمبر ۳۔ نبی ولی کی گستاخی کو جہنم سے ان کی عظمت اور نعت حوالی شرک ہے۔ نمبر ۴۔ نبی ولی دن کی ملت کے دربار میں کوئی عزت و شان نہیں اس کے پاس مت جاؤ ان کو کوئی اختیار کوئی قوت نہیں۔ نمبر ۵۔ حرام کچھ نہیں سب حلال ہے سب کچھ کھاؤ کھاؤ۔ نمبر ۶۔ جہالت شہوت سب بیکار ہے فائدہ میں۔ نمبر ۷۔ قبر میں کوئی عذاب ثواب نہیں۔ نمبر ۸۔ قیامت کوئی نہیں یہاں ہوتی رہے گا۔ نمبر ۹۔ کو آصدقہ خیرات مت دو غریب ہو جاؤ گے۔ نمبر ۱۰۔ غیر اللہ کو پیر پیغمبر قبر کو سجدہ جائز ہے۔ نمبر ۱۱۔ حاضر ناظر ہونے سے علم غیب میں نمبر ۱۲۔ بت پرستی جائز ہے۔ نمبر ۱۳۔ طریقت وتصوف علوم نمبر ۱۴۔ موں دیوں کی چیزیں چڑھاوے جائز ہیں۔ گیارہویں بارھویں اور محرم کی نیاز حرام ہے۔ نمبر ۱۵۔ شریعت کی مت مانو۔ نمبر ۱۶۔ صاف کام کوئی نہیں سب کچھ خود ہی بگڑ رہا ہے۔ نمبر ۱۷۔ بس یہ دنیا کی زندگی ہی ہے بس خوب فتی شی عیاشی کرو۔ پھر وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ ہیں شیطانی وعدے جو اس نے اپنے چیلوں کے ذریعے سب کو سنائے پہنچائے۔ قیامت میں الٰہی کا ذکر کرکے کہے گا میرے سب وعدے جھوٹے تھے مجھ کو پتہ تھا کہ میں جھوٹے وعدے کر رہا ہوں۔ تم نے اس وقت میری کیوں مانی ؟ لہٰذا آج۔ مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ نہ میں تمہارا شکل کش حاجت روا ہو سکتا ہوں اور نہ تم میرے حاجت روا مشکل کشا ہو سکتے ہو یہ شان تو اللہ کے پیاروں کی ہے اور پھر اب میں تو کہتا ہوں نے صرف دوسرے دیے تم کو یہ تو نہیں کہا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ۔ اس طرح کہ میری پوجا کرنے لگ جاؤ جیسا کہ بعض ہندو شیطان دیوتا کے پجاری ہیں یا اس طرح کہ اللہ کی بات چھوڑ کر میری بات اس طرح عقیدت سے ماننے لگ جاؤ جس طرح کہ اللہ کی بات ماننی چاہیئے۔ یا جیسوں دلوں کو چھوڑ کر مجھ کو حاجت روا سمجھ لو۔ یا یہ معنی ہے کہ دنیا میں میری وجہ سے تم نے بتوں وغیرہ کو شرک کیا۔ میں تمہارے اس سب حرکتوں سے اس وقت بھی راضی نہ تھا مگر آج تو سخت بیزار ہوں بالکل صاف مکر ہوں۔ اور تم سے سخت متنفر ہوں۔ بیشک تم ہی جان پر ظلم کرنے والے ہو۔ تم نے تو ایسی چالیں چلے کہ کہنے لگے ہے کہ بات ایسی کر جیسے تجھے جو میری سوتن تھی زندہ تھے تمہارے چلے فریب میری استادی

سے بڑھ گئے تھے۔ اور طاعوں کے لیے آج تک بہت بڑا درد ناک عذاب ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں نیکی کے کام آسان ہیں اکثر گناہ کے کام مشکل ہیں مگر کار دنیا تو آسان کام سے سر ہوتے ہیں اور مشکل کاموں کو خوشی سے کر جاتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی عبادت یا نعمت تسلیم سے بیش بہا رجوگیوں، سنیاسیوں کی ریاضتیں تک اپنا وغیرہ سخت مشکل مگر شیطان کے جال میں پھنسے ہونے کی وجہ سے سلامتی سے روگردانی اور دوری۔ عامل دن میں دو قدم چل کر مسجد تک جانے میں مصیبت سمجھتا ہے مگر تماشے کے لیے سفر وقت اور دولت خرچ کرنے پر خوشی سے تیار ہو جاتا ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ شیطان کے دھوکے دینے کے بہت طریقے ہیں بہت سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ جس بات کا چھوڑنا شیطان کو مقصود ہے کہ بیچ نفس امارہ کے وقت پر مینگنی کی طرح شعور بلاتا ہے تو قلب گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی جگہ بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ دنیا کی توجیہوں کا اثر انسانی دل پر دلدوز ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان ایجاد پر بنا ہے۔

ربط۔ محض جس نے کلام پاک کتاب و تحریری صفت میں۔ ربط ۲ محنت و عشق۔ ربط ۵ جس واد ربط ۶ اور سرخی۔ ربط ۷ اور تفسیر ۸ نماز سب تعلق ہے لفظ کلام کے لیے ہیا۔ ربط ۹ سلام کر موت فرمایا محض جس سے ہوں، اللہ کو پیدا فرمایا کلام کے بیت کتابوں کو نازل فرمایا محنت و عشق کے لیے اپنی ذات کا تعارف کرایا جس دن کے لیے موت بھی کو جیسے آدم کے لیے تمام کلام کا حکم دیا۔ نماز کے لیے عشق پیدا فرمایا اور نور کے لیے آنکھ میں تشریف لائے

اس آیت کریمہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ میدان محشر میں کفار کو اپنے سب اعمال یاد ہوں گے اور بنے گمراہ کرنے والوں کو بھی پہچانیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو بھی پہچانیں گے حالانکہ دنیا میں صرف ماں ہی سے بہت کچھ کلمہ نہیں سب کا دل کی رسی سے بندھا ہوا تو ہوں کی تماں تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ مومنین بھی سب کو پہچانتے ہوں گے کفار صرف اپنے اپنے قبیلے ہی پہچانیں گے جو ہوں نے انسانی عداوتیں کی ہوں گی۔ کفار کے سیاہ منہ بھی کام صرف دنیا میں تو ہوں سے روزہ دار کے لیے کتنے جیسے غروب کی دیکھ بھال سڑکیں۔ ہسپتال وغیرہ وہ سب چوبدار وغیرہ یہاں مشقتیں۔ ہتوں کی عیش مدرسے تو بالکل ہی بیکار ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ جس نے تمام عمر کفر شرک میں ڈالی ہے گا اگرچہ یہ تک کے ہوئے ہیں مگر آگ کا عذاب ان کو نہ ہوگا۔ اسی طرح مومن جس کو کسی کے گناہ سے عذاب نہ ہوگا اگرچہ وہ خود گنہگار ہو۔ ہتوں میں آتا ہے کہ دوزخ حواسے، تمہتوں سے اپنی عبادت پر راضی ہوں گے بھی جنت میں ان کی سابر بھی رہ جائیں گے دیدار کے علاوہ ہوں کے فائدہ [illegible]

فرمانے سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ۔ تمام ایمان کی اصل ایمان رسالت ہے۔ دیکھو شیطان ابلیس۔ نبوت کے علاوہ سب کچھ مانتا تھا۔ توحید کا قائل جنت و دوزخ قبر حشر کا قائل۔ عذاب ثواب پر ایمان تھا۔ صرف نبوت پر ایمان نہ تھا لہذا سب کچھ بیکار ہوگیا اور جہنم میں ڈال دیا گیا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جسے متعلق ایسی بات کہنی یا لوگوں مردوں شاگرد وں عیبت ضرور سے کھڑی جائے میں جو کل میں نہ ہو یا شریعت خلاف ہو۔ اسی طرح حاکم کا رعایا کو خطاب یا عہدہ وغیرہ دیتے میں نہ ہو دینا کبھی کھڑا کھڑا کہ جائے کل قیامت میں ذلیل نہ ہونا پڑے یہ مسئلہ لَا تَلُوْمُوْنِیْ کی تفسیر سے مستنبط ہوا کہ شیطان قیامت کے دن اپنے پر الزام تراشی اور ملامت سے سکے ہوگا۔ حالانکہ شیطان کی ان ہی حرکتوں اور پیدیدگیوں نے اس کو جہنم میں ڈالا ہوگا۔ لہذا حوبہ خود کو سمجھے کرنے۔ یا خود پیدہ خود کو سیدا شاہ جی کہنے سے خوش ہونا جاہل شخص ملا کا دل سے یا اپنے آپ کو مفتی وغیرہ کہلوانے حالانکہ نہ تو ہی۔ لکھتا ہو وہ سب ایسا انجام سوچ لیں۔ اس زمانے میں یہ چیزیں فیشن بن چکی ہیں۔ ہم کتنے ہی پڑھے ہوں مگر جو دکوڈاکٹر۔ حج۔ اور کشمر ہی وغیرہ نہیں کہلوا سکتے کیونکہ یہ کہنے سے حکومت سخت سزا دیتی ہے تو اسلامی خطابات بھی نااہل کے لیے استعمال کرنا حرام ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ دنیوی زندگی میں ایسے کام کرنا جو قرآن و حدیث کی رو سے قابل ملامت ہوں حرام ہے۔ کل قیامت میں ایسے کاموں سے نری دنت درسوائی ہوگی۔ لہذا موجودہ زمانے میں ملامتیہ فرقہ گمراہ ہے۔ ملامتی جہالت کی بنا پر کفرتک پہنچ جاتے ہیں۔ گویا کہ دنیوی ملامت حرام ہے دنیوی ملامت جائز ہے یہ مسئلہ لَا تَلُوْمُوْنِیْ سے مستنبط ہو جہنم میں کفار و شیطان کی ایک دوسرے کو ملامت اسی دنیوی ملامت کی بنا پر ہوگی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ شیطان نے کہا لَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ دنیوی گناہوں پر اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بندہ اپنے عمل کا خود خالق ہے۔ نہ کہ باری تعالیٰ گویا باری تعالیٰ خالق گناہ ہوا تو شیطان کہہ سکتا کہ لَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ (معتزلی فرقہ)

جواب۔ مفسرین نے دو جواب دیے ہیں نمبر ۱۔ یہ شیطان کا کلام ہے اس سے دلیل پکڑنا بھی شیطانی ہے۔ نمبر ۲۔ مسلک اہلسنت ہے کہ خالق گناہ رب تعالیٰ ہے مگر کاسب گناہ بندہ ہے۔ اور ملامت و عذاب کسب پر سے کہ متعلق ہے۔ لہذا جواب زیادہ صحیح ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَقَالَ الشَّيْطٰنُ قال فعل ماضی ہے تو گذشتہ کی خبر دینا ہے حالانکہ یہ قول تو قیامت میں ہوگا۔ جواب۔ یہ کا مشہور قاعدہ کلیہ ہے کہ جہاں کوئی

یہ شان و قرینہ موجود ہو جو فعل کو التباس در فعل یا شبہ ہونے سے پہلے تو وہاں مضارع کی جگہ ماضی کی ماضی کی جگہ مضارع استعمال کرنا جائز ہے اور اس استعمال کا فائدہ یقین دلانا ہے۔ ماضی کی جگہ مضارع بولنا یہ بتاتا ہے کہ یہ گزشتہ کا اتنا یقینی ہے کہ گویا ابھی ہو رہا ہے اور مضارع مستقبل کی جگہ ماضی بولنا یہ بتاتا ہے کہ یہ کام ہونے والا ہوگا اتنا یقینی ہے گویا ہو چکا۔ یہاں لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ وہ قرینہ ہے جو قال ماضی سے، ماضی کا صیغہ دور کر کے مستقبل کو ثابت کر رہا ہے۔ لہذا بالکل درست ہے شبہ بھی دور ہوگیا اور یقین کا فائدہ بھی ہوگیا

تفسیر اعتراض ۔ شیطان نے کہا، شک کہتے ہیں تمہارے اس شرک سے انکاری ہوں تم مجھے کیوں شیطان کو تو کوئی نہیں پوجتا۔ ہم بھی شیطان کو برا سمجھتے ہیں تو یہ بات کیونکر درست ہوئی۔؟

جواب ۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ ہر مشرک کا ایک فرقہ تشنو ہی شیطان ابلیس کو معبود کہتا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ۔ شرک بھی خدا تعالیٰ کے مقابل کسی کی بات مانی۔ اس بات سے اللہ رسول کا ہر نافرمان خدا کا دشمن اور اسلام کا مخالف شیطان کا پجاری ہے چوتھا اعتراض۔ شیطان نے یہ کیوں کہا کہ مجھ کو ملامت مت کرو۔ حالانکہ اس کے سب کام لائق ملامت و قابل عذاب ہے۔

جواب ۔ اس لیے کہ تم نے مجھ پر تو ملامت نہیں کرنی تھی جو بد عملی کی اپنی حوتی سے کی رہی میری بات تو میں خود اپنے کو ملامت کروں گا یا ملائکہ کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے یا مومنین کی طرف سے مجھ پر ملامت نہ پھٹکار پڑے گی۔ اور عذاب تو آ ہی گیا۔ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ لطیفہ۔ ایک دفعہ بھوکل جنگ جمل میں مرزئی شاہ نے دو بیویوں کو ہی ہات پر شکست دیدی تھی کہ تم سے مرد کی جوتی پر مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے قائم مقام تو رہنے خود جنگ جوتی کا سکہ کیے ہیں ہم سے مقابلہ عورت پر ہی کر سکتے ہیں یا تیسرا لوگ۔

تفسیر صوفیانہ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ یعنی جب وہ رات مقدر کا فیصلہ سنایا گیا۔ بیشک رب کائنات نے تم و دجال کے جو وعدے کئے وہ بالکل برحق ہیں اور اس کے مقابل جو تکبر و وعدے میں نے کئے تو میں سب غلط تھے محض ظاہری دکھاوا دھوکہ اور فریب تھا میں باطل میرے سب کام باطل اور باطل میں کچھ زور و سچائی نہیں ہوتی اسے اعضاء تناسب تم پر میرا کچھ زور نہ تھا صرف غیر مرئی وسوسہ اور رہزنی ہدایت سے ہٹ جانے کا مشورہ باطنی ہی تھا جس کو تم نے قبول کیا۔ اب مجھ کو ہی ضربات قہر کے وقت مجھ کو برا کہہ کر مت کوسو یہ سب تمہاری ہی میں میرا تو صرف بہانہ ڈھونڈ اور تمہارے حسوں نے خود تم کو خود ہی کے بیگانے بھیجا لہذا مجھ کی مذمت کرو۔ اور اب ملامت سے بھی کچھ

فرماتے ہیں محبت زندگی دو طرح نفسانی میں شہوت جسمانی میں پھنسنے کے لیے ہیں یہ تو معرفت صفات کمالیہ کے لیے دی گئی ہیں۔ اور معرفت صفات کے لیے فکر قلب ضروری۔ تفکر کے لیے عقل اور عقل کے لیے تزکیہ نفس ضروری۔ حکمت ہی خزینہ قلب ہے اور ہدایۃ المومن کا انعام ہے۔ شقیا تابع حرص و ہوس ہو کر روگردانی کرتے ہیں۔ حالانکہ فرش سے عرش تک تمام مخلوق اور اس کے ذرے ذرے کی منہ بولتی کتابیں اور دلیلیں ہیں۔ ساری کائنات ظاہری اور جسمانیات باطنی کل بصیرت کے لیے کتاب مبین ہے۔ حیات دنیوی ہی فکر آخرت کے لیے دی گئی ہے مگر ہیں سے پی رفاقت سے ترنے پی حماقت ان پیے اجات کو گنوا دیا۔ اس لیے ج مَا آنَا بِمُغِيثِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُغِيثِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ۔ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ میں تم کو سزا دینے سے پہلے کر تمہاری فریاد رسی اور مشکلات کر سکتا ہوں نہ تمہیں مشکل کشا۔ تو اہل دل ہوتے ہیں تم سب نفس پرست ہو آج میں تمہاری اس پرستش اور عبادت سے بیزار ہوں جو تم نے مغرورین کے ساتھ دنیا میں تم نے عرد نفس کے سامنے سجدہ سے کی طرح سرنگوں کیا جس طرح اہل ایمان معبود حقیقی رب کائنات کے سامنے کرتے تھے موس کی سارا توفیق و عبادت کی نیاز مندی سکھاتی ہے علمائے ربانیین عابدین کا ادب سکھاتی ہے کیں جس نے نمازیں پڑھیں روزے رکھ کر حج کئے مگر عقل میں فتور رکھ کر۔ یہ عبادت نہیں بلکہ شریعت و طریقت کے ساتھ جفا و ظلم ہے درپیش طاعت کے لیے ہے در ذلک عذاب ہے دنیا میں محرومی نور کا۔ در آخرت میں ناقابل ثواب کا خیال رہے کہ شیطان و نفس کی محبت ہی اس کی پوجا ہے اور اس کو سب شان کا شریک بنانے سے۔ محبت کا دوسرا نام ایمان ہے مگر حقیقی محبت صرف رب تعالیٰ سے ہے۔ یعنی محبت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ صبر۔ وفا۔ ادب۔ صبر۔ قوت۔ محبت عدو کی شان قل شکر کی حرمت ہے۔ اور محبت مصطفیٰ کا پہلا نام شاہد الہ میں تمامت قدمی ہے۔ وفا اطاعت اور رضی سے موانست پیدا کرنا ہے۔ جس بندے کو یہ تینوں مل جاتی ہیں وہ دنیا سے پار جاتا ہے اور اصل الاصل الحق سے ملا ہوتا ہے اور اپنے باطن میں عشق جمال کی آگ فروزاں رکھتا ہے مگر ما کمالات کہتے ہیں اس محبتی کو ہر مقام پر شیطانی وسوسے سے اور درد سے کی سمت غرور شیطان و نفس امارہ سے بچا سکتی ہے۔ عارفین روز صدق و خیانت کی پہچان تو فقط آستانہ مصطفیٰ تک ہے درود الہیہ تک ہم کسی بھی عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے تمام اولیاء علی ظاہری باطنی درجات پہلے عرب آستانہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچ سکتے ہیں۔ پہلے ہی کی توجہ ہے کہ ہر کس و ناکس کو کھینچ کر آستانہ کمالات میں مل کر دیں۔ دین حنیف کو ہر عصر ہر گھڑ فتنہ عالمین کی فتنہ کی حالت سے خلق کے لیے ہی شہ کی عزت حاصل رہ مشکل کشا۔ فرمایا اس سے کر لیا گیا اس سے سنا ہے۔ دنیا عالم کا تجھے معلوم کر لیا ہے۔ تو کس کا دین تمام ہے جس کا تجھ سے

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

اور داخل کر دی دیے گئے وہ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے باغوں میں

اور وہ جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ

جاری ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں ساتھ حکم

داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں رب کے حکم

رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

رب اپنے کی طرف سے ملاقات ان کی میں ان سلام کرنا ہے کیا تم نے نہ دیکھا

رب اپنے کی طرف سے ملاقات کا کرنا سلام ہے کیا تم نے نہ دیکھا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

کیسی بیان فرمائی اللہ نے مثال کلام پاکیزہ کی

اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی کلمہ پاکیزہ بات کی

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ

جیسے کہ درخت اچھا جڑ اس کی قائم اور شاخیں اس کی ہیں آسمان میں

جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں درخت بہا پھل

اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

پھل اپنے ہر وقت سے جانب رب کی اپنے اور بیان فرماتا ہے اللہ

دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ

تمام مثلیں ہیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ۔ اور مثال

مثلیں بیان فرمانے سے کہ کہیں وہ سمجھیں اچھی بات کی مثال

كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِ اجْتُثَّتْ مِنْ

کلمہ برے کی جیسے کہ درخت بُرا جو کہ اکھیڑ لیا گیا

جیسے ایک گندا پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا

فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

اوپر زمین کے نہیں ہے اس کے کچھ ٹھیرنا

اب اسے کوئی دم نہیں

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حسنی نعمتوں کے دعووں کا ذکر ہوا تھا۔ اب یہاں حسنی لوگوں اور کلمہ والوں کا ذکر ہوا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں کفار کی ناشکری میں نعمت طاعت کا ذکر ہوا اب ان آیات میں مومن متقی کو ثابت کے پیارے معنوں کے علاوہ اس کی عظمت کا تذکرہ ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں تنبیہ کی تھی کہ قیامت میں کفار کے سامنے سامنے فوت ہو جائیں گے اور سب کو ذکر کرنے والے ان کو ہوں و چھوڑ جائیں گے مومنوں کی یہ حالت نہ ہوگی مومن مصیبت میں ہوں گے۔ موت قلب کو پکارتے ہوں گے اور محشر میں بھی اُن کی مدد کریں گے۔ اب ان آیات میں یہ مثال بیان ہو رہی ہے کہ مومن کلمہ طیبہ کی مثل ہے۔ اور کافر کلمہ خبیثہ کی مثل کہ اوپر اوپر سے اکھیڑ لینے والے ہے۔

تفسیر نحوی اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔ اَلَمْ تَرَ ہمزہ استفہام تقریری تَرَ مضارع مجزوم بلم واحد مذکر مخاطب رَاَیٌ مصدر کَیْفَ اسم استفہام ضَرَبَ فعل ماضی معلوم اللّٰهُ لفظ جلالت فاعل ضَرَبَ کا مَثَلًا مفعول ضَرَبَ کا کَلِمَةً طَيِّبَةً مضاف مضاف الیہ مل کر بدل مثلاً سے کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مثلاً سے بدل اَصْلُهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ثَابِتٌ فعل ماضی معلوم اسم فاعل واحد مؤنث غائب اَصْلُهَا کا وَّفَرْعُهَا واؤ عاطفہ فَرْعُ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ مل کر مبتدا فِي السَّمَآءِ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ سے اسم مجرور کی خبر ہے مبتدا کی تُؤْتِيْٓ فعل مضارع معلوم واحد مؤنث غائب اُكُلَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ تُؤْتِيْٓ کا كُلَّ حِيْنٍ مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف زمان تُؤْتِيْٓ سے بِاِذْنِ رَبِّهَا جار مجرور مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق ہے تُؤْتِيْٓ سے

فاعل ہے۔ واؤ ضمیر جمع۔ ظلموا فعل ماضی مثبت معروف صیغہ جمع غائب مُعْم صیغہ جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے۔ الف لام۔ استغراقی حرفی یا بمعنی الذی صحت جمع مؤنث سالم و عدمے ضابطہ بمعنی درستی والے کام یکیاں۔ یہ سب مل کر نیچے عطف معطوف کے ملے ہوئے لڑیں کے اور صحت مع جمع مؤنث سالم و عدمے جنۃ بمعنی چھپا ہوا باغ چاردیواری وغیرہ میں۔ بحالت نصب مفعول بہ ہونے کی وجہ سے زبر۔ معطوف علیہ اپنے فاعل کا موصوف سے تجرّی فعل مضارع بمعنی حال معروف صیغہ واحد مؤنث غائب جزمی سے نا سے بمعنی بہا۔ من جارہ بیانیہ تحت ہمزہ سے۔ عذاب سے مگر تنوین یہی دور کر دیا۔ پیش نہیں سکتی ح صیغہ واحد مؤنث غائب مجرور متصل جارہ مجرور متعلق سے تجرّی کے "تعذ" ف لام علہ ذہنی تعذ جمع مکسر سے عذ بمعنی ہلاکت ہوا نی۔ دراصل نہر اس جگہ کا نام ہے پل پہنچنے کے لیے بنایا جائے لیکن مجازاً اس میں بہتے پانی کو بھی نہر کہدیا جاتا ہے۔ گویا سب مل کر مضاف مرد یا گیا۔ بحالت رفع ہے۔ فاعل ہے تجرّی کا۔ تحتہا میں ہم فاعل سے اب نصر کا صیغہ جمع مذکر۔ واحد ہے حائد "حندٌ" سے بنا ہے بمعنی ہمیشہ رہنا۔ نی جارہ ظرفیہ ہا صیغہ واحد مؤنث غائب کا مرجع جنت ہے۔ کیونکہ یہ ذوی العقول جمع کے لیے واحد مؤنث کی ضمیر آتی ہے۔ ب جارہ بمعنی مَعْ (ساتھ) اپ اسم مجرور جارہ۔ بمعنی۔ مشیت چاہت۔ پسند۔ حکم۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب جارہ۔ مجرور سے ب جارہ سے متعلق دوم ہے حائد ن کا۔ متعلق اوّل صاحب ہے۔ مضاف سے رب ل کا مضاف الیہ سے مضاف مجرور صیغہ جمع مذکر مجرور متصل کا۔ تحیّتُ اسم مصدر حاصل مصدر سے۔ اب تحیۃ" سے ہے دراصل تھا تحیُّیٌ۔ حیّ" سے مشتق ہے۔ بمعنی زندگی ملنا۔ زندگی دینا۔ دعا دینا۔ وہ تی کہ ہ ہے ہوئیں تو دعا دی کی لام کلمہ کو ت مصدریہ سے مدغم ہو گیا ہے حیوۃ بھی زندگی۔ یہاں ہم جملہ سے بھی زندگی سلامتی کی دعا۔ قائمہ مقام سلامت۔ یا بمعنی مبارک باد ی۔ بحالت رفع مبتدا ہے۔ مُعْم صیغہ جمع مذکر مجرور متصل اس مصدر کا فاعل مضاف الیہ ہے گر اس کا سلام دعا مراد ہو اور گر مبارک باد ی مراد ہو تو مفعول ضمیر مفعول مضاف الیہ۔ مرجع ہم لوگ ہیں۔ فی جارہ ظرفیہ ہا ضمیر مؤنث کا مرجع جنت ہے۔ جارہ مجرور متعلق سے تحیت مصدر کا۔ سلم اسم مفرد نکرہ۔ یا صفت مشبہ ہے سَلِمَ سے بمعنی ظاہری باطنی آفتوں بیماریوں سے بچنا۔ بچا ہوا رہنا۔ یہ بھی دعائیہ فقرہ ہے بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے مبتدا کی۔ لفظ حدیث کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء ہمزہ استفہام تقریری کیف۔ ف فعل نفی جحد لم مضارع معروف بمعنی ماضی مطلق اختیاری۔ صیغہ واحد مذکر حاضر ت صیغہ ناقص کا ع ی کر ف لم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عام انسان یا مسلمان۔ ب حرف سے ہے ر ئی۔ مضمر یعنی ہو۔ نقص ہی سے بنا ہے یعنی۔ غور کرنا۔ تدبر کرنا۔ سمجھنا۔ دیکھنا۔ فکر کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے کیف ہم سوالی نصب

جنی غیر متمکن ہوا۔ مہملات میں سے ہے کیف کی تین حالتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ ظرف زمانی۔ نمبر ۲۔ ظرف مکانی۔ نمبر ۳۔ ظرف عاری۔ یہاں ہی حالت میں ہے ظرف ہے ہم تری کا لہذا بحالت نصب ہے۔ ضرب۔ فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب فاعل ہم ظاہر ہے۔ اب ضرب سے بنا ہے۔ بمعنی ۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ یہاں مراد ہے بیان کرنا۔ مثلاً۔ اسم تشبیہ ہے۔ اوکھی جگہوں کی تشبیہ کے لیے بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے ضرب کا۔ مبتدل مؤنث کلمۃ کا کلمۃ اسم مفرد مؤنث ہے اصل ہے کلم سے تاہیث آئی ہے۔ کلم سے بنا ہے بمعنی زخم لگانا۔ ۔ کرنا کوئی اچھی کام کرنا۔ کلمۃ مذکر ہے جمع ہے کلمۃ یا الکلام کی۔ اور کلمۃ مؤنث کی جمع کلمات یہاں کلمۃ سے مراد قول الٰہی یا فیصلہ الٰہیہ۔ بحالت نصب ہے بدل تابع ہے طیبۃ تشبیہ کے لیے شجرۃ اسم مفرد نکرہ۔ بحالت جر۔ موصوف ہے طیبۃ صفت کا۔ اس کی جمع مؤنث سالم ہے شجرات۔ مذکر ہے شجر مذکر مکسر جمع ہے اشجار۔ شجر سے بنا ہے بمعنی گھنا درخت۔ لمبی شاخیں۔ لڑیں دی چیز۔ اسی معنی میں سلسلہ نسب و شریعت و طریقت کو شجرہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد درخت ہے یہ مرکب توصیفی جار و مجرور ہو کر متعلق مضاف کا۔ اصل۔ اسم مفرد معرفہ بحالت جر۔ فرع بلند ہے۔ تنوین سے مانع اضافت ہے اس کی جمع ہے اصول۔ اصل کا معنی جڑ۔ قاعدہ۔ ضابطہ۔ یہاں بھی جڑ ہے۔ ھا ضمیر مضاف الیہ ہے لہذا مجرور متصل ہے ثابت اسم فاعل۔ واحد مذکر کا صیغہ باب نصر سے ثبوت سے مشتق ہے بمعنی۔ قائم رہنے والا۔ موجود ہونا۔ ظاہر ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ واؤ۔ عاطفہ یا مستانفہ۔ فرع۔ اسم مفرد معرفہ اس کی جمع ہے فروع۔ فرع کا لغوی ترجمہ ہے ہر چیز کا اوپر والا ظاہری حصہ جو اصل سے بلند ہو۔ سردار کو بھی فرع کہتے ہیں۔ اولاد کو فرع اسی معنی سے کہتے ہیں کہ ماں باپ دنیا سے چھپ جاتے ہیں۔ اور نسل باقی و ظاہر رہتی ہے۔ یہاں مراد ہے درخت کی شاخیں یہ واحد جنسی ہے جو سب شاخوں کو شامل ہوتی یا مراد ہے درخت کا تنا جو واحد ہی ہوتا ہے۔ تب یہ فرع واحد حقیقی ہے یعنی ایک فرع۔ بحالت رفع ہے بلند سے تنوین سے مانع صرف ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کی طرف۔ بی جارہ للظرفیہ الشاء۔ الف لام عہد ذہنی سماء اسم مفرد مؤنث بالذات۔ سمو سے بنا ہے بمعنی بلندی۔ آسمان۔ یہاں مراد آسمان حقیقی ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے موجود یا مرفوع پوشیدہ اسم معنی کے واحد مذکر غائب ہو کر۔ خبر سے مبتدا فرعہا کی۔ تؤتی فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب باب افعال سے۔ اس کا مصدر ایتاء ہے ی سے مشتق ہے۔ بمعنی دینا۔ لانا۔ دینا۔ یہاں مراد ہے دینا۔ جی ضمیر مرفوع مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع شجرۃ طیبۃ ہے کل اسم جامد حاصل مصدر بمعنی خوراک مقدار۔ طعام مراد ہیں۔ اکل بحالت فتحہ ہے معمول بہ ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث مجرور متصل یہ مرکب اضافی نصبی ہے۔ کل اسم تاکیدی

بمعنی فوق ظرف ہے تو فی کا۔ مضاف ہے جنۃ کا جمع ہم معرف بلام معرب ہم مثنی۔ جب مضاف ہو تو فتحہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی جمع ثمانیات۔ بمعنی۔ مطلق وقت۔ سال۔ مدت۔ ساعت۔ یہاں مراد مطلق وقت ہے یعنی ہر وقت۔ بعض نے کہا بمعنی سال ہے یعنی ہر سال۔ ب جارہ بمعنی۔ دن ہم معرف بمعنی عبارت مضاف ہے رب ہم مادہ صفاتی نام ہے۔ ھا ضمیر کا مرجع شَجَرَةً خَبِيثَةً واحد مذکر غائب مجرد سے ماضی بھی بیان کیا۔ الثمر ہم معرف معرفہ بحالت۔ فی سے قائل ہے۔ الف لام استغراقی مثل جمع ہے مثل کی بھی تشبیہ کا وجہ۔ بحالت نصب سے مفعول بہ ہے۔ لام جارہ بمعنی جنس۔ ن من الف لام استغراقی ناس ہم معرف بلام۔ مضاف ناس ان لوگوں کو شامل ہے۔ لعل حرف مکہ مؤنث بحرف۔ عاقل۔ غیر عاقل سب کو۔ لوٹ سے مشتق ہے۔ بمعنی بھولنا۔ عبرت کرنا۔ اس کی تصغیر ہو یہ ہے يَتَذَكَّرُونَ فعل مضارع معلوم صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب تفعل سے ہے۔ ذکر سے مشتق ہے۔ بمعنی یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔ چربہ کرنا۔ واؤ عاطفہ عطف ہے کشجرۃ پر مثلاً پر تقدیر مضاف ہے شَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ کی وَيَضْرِبُ علیحدہ جملہ فعیہ معطوف ہے۔ مثل۔ اسم معرف جامد تشبیہ ہے۔ بحالت رفع مبتدا ہے۔ تنوین سے مانع اضافت ہے کلمۃ۔ مؤنث لفظی ہے کاف جر مضاف ہے مثل کا۔ موصوف ہے مابعد کا۔ خَبِيثَةٍ اسم مؤنث واحد ہے اس کی جمع ہے خَبِيثَاتٌ اس کا مذکر ہے خبیث جمع ہے خَبِيثُونَ صفت مشبہ ہے خبث سے مشتق ہے بمعنی۔ کمزور۔ بے فائدہ۔ بے پھل۔ بانجھ۔ خراب۔ گندہ۔ ناپاک۔ بدعقیدہ۔ بے دین۔ بددیانت۔ گناہ۔ نقصان دہ۔ یہاں مراد کڑوے پھل سے بحالت کسرہ ہے صفت کلمہ کی۔ ک حرف جر تشبیہ ہے ہم ہی مثل کلمہ شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ میں بھی ایسا ہی ہے۔ شَجَرَةٍ اسم معرف نکرہ مجرورہ موصوف بت خَبِيثَةٍ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مجرور ہے مابعد کے۔ اور جار و مجرور متعلق ہے يُؤْتِي فعل کا۔ وہ جملہ فعلیہ تامہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی تحریر کی عرض سے۔ اُجْتُثَّتْ فعل ماضی مبنی مجہول بمعنی صیغہ واحد مؤنث غائب۔ باب افتعال سے ہے مصدر ہے اجتثاث مضاف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی۔ جڑ سے کھینچ لینا۔ کاٹنا۔ زمین کے ساتھ ملا ہوا کاٹنا۔ یہاں یہی آخری معنی مناسب ہے۔ من جارہ بمعنی ب جارہ یا اپنے ہی معنی غایت کے معنی میں ہے۔ فوق ہم ظرف مکان ہے کیونکہ مضاف لیکن ظاہر موجود ہے بحالت جر ہے من جارہ سے۔ ظرف مکانی ہے اوپر۔ بلند۔ الف لام جنسی۔ ارض اسم معرف بالام بمعنی سطح زمین۔ بحالت جر ہے مضاف الیہ ہے فوق کا۔ یہ مرکب اضافی جار و مجرور ہو کر متعلق اُجْتُثَّتْ کا اس کا نائب فاعل بھی ضمیر مستتر کا مرجع شَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ہے۔ ذو المال ہے۔ ما کا اعادہ ہے کا۔ ما نافیہ مشبہ بلیس لھا۔ لام جارہ ہوئے مفعولیت ھا ضمیر مجرور متصل۔ مستقر۔ ث پر شیدہ واؤ دریہ جملہ اسمیہ مرکر ہم سے ما کا حال جملہ رائحہ ذیہ ہم معرف نکرہ۔ بروزن فعال ثلاثی مجرد سے۔ اور یہاں معنی ہی ہے۔

کبھی ظرف بھی ہو جاتا ہے یعنی ٹھیرنے کی جگہ۔ مگر یہاں یہی معنی نہیں ہے۔ قرینہ بتا رہا ہے۔ بحالت کسرہ ظاہر ہیں بلکہ بحالت فتحہ ہے کیونکہ خبر ہے مافیہ کی۔ مافیہ کا پورا مجموعہ ہو کر حال اُخْتُمْ کے نائب فاعل ہی ضمیر مؤنث کا۔

تفسیر عالمانہ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ۔ اور داخل کئے جائیں گے۔ یک قرأت سے داخل متکلم بھی ہیں داخل کروں گا۔ ان لوگوں کو جو ایمان سے تمام شریعت فرقت صرف حقیقت پر و ظاہر و غائب پر حدیث و قرآن پر۔ اور تمام زندگی بھلے اور اللہ رسول کی خوشنودی طلب کام کئے ہیں پشت و بائیں ڈھکے چھپے ہوں ہیں جن کے۔ اور خوبصورت سُتھری میٹھی نہریں جاری ہیں۔ وہ اپنے رب عالی کی جانب سے اُنہیں ہمیشہ ہی رہیں گے کبھی بھی کہیں سے نکلنا نہ ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کے فرشتے ذوالی تسلوں میں ہدایت اللہ کے ساتھ روزخیوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں لے جا کر پھینک دیں گے دوزخیوں کے جسموں سے سخت بدبو نکلتی ہوگی جس سے ملائکہ نفرت سے جلدی ہٹ کر باہر نکل جائیں گے۔ مگر سعادت خوصورت فرشتے بہت شان و شوکت حوت کے ساتھ جلوس کی شکل میں نور کے جھنڈوں کے ساتھ جنتیوں کو بہشت بریں میں لے کر جائیں گے۔ دل الہی ہوگا کہ اے میرے بندو یہ جنت تمہاری ہمیشہ کی ملکیت ہے۔ تنی خوشی ہوگی بس کر کہ گرموت ہوتی تو خوشی سے دل لبریز ہو کر پھٹ جاتے۔ اس جنت میں ہمیشہ تک آنے جانے ملنے ملانے کے وقت اُن کی آپس کی مبارکباد یا ملائکہ کا استقبال یا باری تعالیٰ کی طرف سے تحیت یعنی پیغام سلام ہوگا۔ قرآن مجید کی آیتوں سے تینوں سلام ثابت ہیں۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ نمبر۲۔ ملائکہ کی طرف سے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ نمبر۳۔ جنتیوں کی آپس کی ملاقات میں وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۔ یہاں رب تعالیٰ نے بندوں کی عبادتیں بیان فرما کر اُن کے تین ثواب کا ذکر فرمایا۔ نمبر۱۔ ایمان نمبر۲۔ عملوں۔ نمبر۳۔ عمل کے بعد اس کے بدلے میں جنت تحیہ و سلامتی گویا بندے کی طرف سے نیکی مکمل ہوگی ثواب کی طرف سے ثواب مکمل ہوگا۔ عمل صالح کی تین علامتیں ہیں نمبر۱۔ جنت محل۔ نمبر۲۔ صحیح طریقہ۔ نمبر۳۔ دخول۔ اللہ ہم کو توفیق عطا فرمائے۔ چونکہ پہلے ذکر ہوا۔ ہیں سب ہی یک وجہ حاصل تھے اس لیے سب کی عاقبت کی جانب انتقال و انتقال بیان فرمائی۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ سے عیش و رحمت کی چاشنی چکھنے والے بیانے بندے کیا تم نے

نہیں دیکھ کہ اللہ کس کس پیرایہ سے مثالیں بیان فرماتا ہے کلمہ طیبہ کی مفسرین نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ میں سات قول ہیں یا اس سے مراد کلمہ قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یا اس سے مراد قرآن مجید ہے یا اس سے مراد اسلام ہے یا سیرت یا سیرت النبی ہے صلی اللہ علیہ وسلم یا ہر نیک بندۂ مومن مگر عرفا فرماتے ہیں اس سے مراد ذات مصطفی ہے۔ اور سیرت مصطفی کے پندرہ اسباق ہیں اس لیے ہمدۂ کامل کی پندرہ علامتیں ہیں۔

نمبر۱۔ علم میں مضبوطی۔ نمبر۲۔ طبیعت میں خوشگواری نمبر۳۔ سیرت و عادت میں پائیندگی۔ نمبر۴۔ فکر کی بلندی نمبر۵۔ روح میں سلامتی۔ نمبر۶۔ اخلاق میں نظافت نمبر۷۔ جسم میں پاکیزگی۔ نمبر۸۔ معاشرت میں عدل و انصاف۔ نمبر۹۔ معاملات میں حسن سلوک۔ نمبر۱۰۔ سیاست میں دیانت۔ نمبر۱۱۔ قتال میں شرافت۔ نمبر۱۲ تعلیم میں سخت۔ نمبر۱۳۔ مزاح میں ذوق۔ نمبر۱۴۔ عبادت میں خلوص۔ نمبر۱۵۔ ظاہر عجز باطن عشق۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کی مثال ایسے درخت کی ہے جو خوبیوں یعنی مبسوط جیسے پھلوں والا خوشبو والا مفید ہر بھرا گھنا۔ گہرا ہے اس کی جڑ ثابت یعنی نیچے زمین کی گہرائیوں تک جس کو کوئی طاقت کوئی طوفان نہ ہلا سکے اور اس کی شاخیں آسمانوں میں پہنچی ہوئیں۔ اپنے پھل ہر موسم میں ہر آن ہر زمانہ ہر گھڑی۔ مرد و عورت دیتا ہے۔ اپنے پروردگار کے حکم اور اجازت سے۔ سیرت ذات پاک احمد مصطفےٰ کا مکمل نقشہ کھینچا گیا ہے مومن کی بھی زندگی ہے۔ شجرہ نبوی شجرہ طیبہ ہے رواج اولیا اللہ اس کی شاخیں ہیں پھول، احادیث مبارکہ ہیں پھل آیات قرآنیہ ہیں اور اس کی جڑیں سینہ مومن تک پہنچی ہوئی ہیں یعنی اولیا اللہ اس کے ثمر ہیں۔ بعض تفسیر فرماتے ہیں کہ حین کم سے کم ایک سنت سے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا بتاؤ شجرہ طیبہ سے کونسا درخت مراد ہے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں چھوٹا تھا بول نہ سکا پھر بیان فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے بعد میں مجھ کر اپنے نہ بولنے پر افسوس بھی ہوا میں نے اپنے والد پاک حضرت عمر سے یہ بیان کیا تو اپنے فرمایا کہ اگر تم اس وقت بیان کر دیتے تو مجھ کو سرخ اونٹ ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی۔ یہ عجیب حکمت کی مثالیں ہیں جس کو اللہ قدرت والا بیان فرماتا ہے۔ اپنے پاکیزہ عقل و دماغ والے متفکر مدعوں والے انسانوں کے لیے تاکہ عبرت و بصیرت حاصل کریں۔ ایک قول ہے کہ شجرۂ طیبہ سے مراد حنظل کا درخت ہے۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ جس طرح کلمہ طیبہ ایمان و عرفان کی اور شجرۂ طیبہ مومن و عارف کی مثال ہے اس طرح کفر و کافر کی مثال فرمائی جا رہی کہ خبیث اور ناپاک بات کی مشابہت اس کمزور بیکار پھل رکھنے والے خبیث درخت کی طرح ہے جو اکھاڑ پھینکا گیا ہو زمین کے اوپر سے۔ یا اس لیے کہ اس کی جڑ اتنی چھوٹی تھی کہ درخت کا بوجھ نہ سہار سکے اور درخت اکھڑ کر خود گر گیا۔ یا اس لیے کہ ہوائے عنیف کر پھینک

دیا یا اس لیے کہ ماننے کے بعد اس نے دیکھا کہ نقصان دہ پودے کو کھیت بھیجا۔ بہر حال جب زمین پر ہر قسم کے پودے موجود ہیں اب اس کو میں ہر اس جگہ کوئی ٹھیرے نہ رہے گا جانوروں انسانوں کی ٹھوکروں سے نہ جانے کہاں کہاں روند جائے گا۔ اس کے لیے کہیں قرار نہ ہوگا شجر خبیث کے بارے میں محققین کے دس قول ہیں۔ نمبر ۱۔ امام ضحاک کا قول ہے کفر و شرک ہر وہ درخت نمبر ۲۔ زجاج کہتے ہیں ہنس مزدہ ہے۔ نمبر ۳۔ اکثر کا قول ہے حنظل (تمبہ) ہر وہ درخت نمبر ۴۔ ہر کانٹے والا درخت۔ نمبر ۵۔ پانی کے اوپر کا جھاگ۔ نمبر ۶۔ بدھیہ۔ ۷۔ رسالی ۸۔ سدی کہتے ہیں والا سعید بود۔ نمبر ۹۔ بے پھول پھل کا ہر درخت ۱۰ جھاڑی۔ نمبر ۱۱۔ دودھ والا ہر وہ درخت جو ہوا سے گر جائے۔ ابن عباس فرماتے ہیں پیدا ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح ہر وہ شجر طیبہ ہے کافر شجر خبیث عام عامل شجر خبیث ہے بے عمل جاہل شجر خبیث عشق دنیا شجر خبیث ہے نکتہ چین شجر خبیث۔ نگاہ مطلب سے نور جلنے والا شجر خبیث ہے۔ پیارے آقا کی نگاہ کرم سے گر جانے والا شجر خبیث ہے۔

ہاتھ سے گا قیامت تک صدی کی قسم
رحم کو تو نے ظلم سے گرا کے پھینک دیا

جو درخت زمین پر قائم ہوا وہ شجر طیبہ بن گیا جو ہوا میں ہو بے قرار ہوا۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے لوٹ کر در پر نہ آؤ
قافلہ والے رضا اقبال گیا تم رہ گیا

اس آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے پہلا فائدہ۔ کافروں کی زبان پہلے عربی ہوگی کافی دن بعد میں مل دی جائے گی اور گدھوں کتوں بلوں جیسی ہو جائے گی جب کہ پہلے بیان ہوا مگر جنتیوں کی زبان قیامت سے ہمیشہ ہمیشہ تک عربی ہی رہے گی۔ اسی لیے ان کو عربی زبان میں ہی سلام کیا جائے گا اس سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ کو عربی زبان بہت پسند ہے۔ یہ فائدہ يُحَيَّوْنَ فِيهَا سَلٰمًا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر دل عمل و خصلت استقامت فی الدین ہے اسی لیے باری تعالیٰ ہر نماز میں ہمیں استقامت دیتا ہے۔ استقامت کی مختصر و جامع تعریف یہ ہے کہ جو بھی کام جیسے شروع کیا ہوئے اس پر ہمیشگی ہو پھر نہ چھوٹے گرچہ تھوڑا ہو۔ یہ فائدہ كُلَّمَا دَخَلَ سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ۔ سائل کی سب سے آسان اور بہترین پہچان یہ ہے کہ اس کو اپنی کسی بات میں ٹھیراؤ و قرار نہیں ہوتا۔ جو کچھ شام کچھ باتیں کچھ تحریر کچھ کرتے کچھ ہیں کہتے کچھ ہیں تمام اہل اہواء و بدمذہبوں کا یہی حال ہے۔ یہی کیفیت ان کی کتابوں کی ہے۔ کہ پہلے کچھ لکھ دیا بعد میں وہ عبارتیں کاٹ کر دوسری عبارت لکھ دی یہ فائدہ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ سے حاصل ہوا سب تعالیٰ نے ملحد فرقوں کی خوب اچھی نشاندہی

فرمادی ہے۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر اپنے دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کرنا ضروری سنت ہے۔ اور جواب دینا فرض ہے مگر زیادہ ثواب اور درجہ سلام کرنے کا ہے اور یہ سلامی عبادت ہے جو جنت میں بھی جاری رہے گی۔ یہ مسئلہ منہ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ سلام کرتے وقت وہی لفظ استعمال کرے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں منقول ہے۔ السلام علیکم۔ وعلیکم السلام میں تبدیل کرنا۔ یا سلام و جواب میں ایک ہی لفظ بولنا۔ یا کفار کے الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں کافروں کے لیے اُن کے لفظ استعمال کرسکتے ہے تیسرا مسئلہ۔ دین کے لیے ذلیل چیز کا استعمال کرنا استعمال کرنا مثال دینے کے لیے جائز ہے۔ اس میں دین کی بے ادبی نہیں ہوتی۔ اسی طرح کسی بھی نباتات جمادات حیوانات کی رسّی کو کافر کی مثال بنانا جائز ہے یہ مسئلہ۔ وَلَهُمْ حَسِيسَةٌ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ چوتھا مسئلہ۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے یہ مسئلہ سلام کو تحیت بمعنے سے مستنبط ہوا اس لیے تحیۃ نوتی کی بیماری اور فرض ایک لازمی نسخہ دی ان جاتی ہے حوثی کو اس میں دخل نہیں رہتا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب سلام حضرت آدم نے نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اس لیے سلام کرنا سنت ہوگیا اور جواب رب تعالیٰ نے دیا تھا اس لیے جواب دینا فرض بنادیا گیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ سلام تو سلامتی کی دعا ہے جنت میں تو ہر تکلیف و مصیبت سے دائمی سلامتی ہے پھر یہ دعا کیوں؟

جواب مفسرین فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی سلام صرف دعا ہی نہیں بلکہ بہت مقاصد کے لیے جاری فرمایا۔ جن میں سے میل محبت اور ملاقات کی جانب بھی شامل ہے۔ جنت میں یہ سلام صرف مبارکبادی کے طور پر ہوا جائے گا۔ اسی لیے اس کو تحیہ فرمایا۔ یعنی دائمی زندگی مبارک ہو۔ جس نے فرمایا یہ سلام جنت ہے کہ تم کو دائمی سلامتی ہے جب کہ دعا کا معنی ہوتا ہے تم کو دائمی سلامتی ہو۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا اَلَمْ تَرَ۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی۔ دیکھا تو وقوعہ ہے۔ مثال وہاں ہوتی ہے جہاں واقعہ نہ ہو۔ یہاں چاہیئے تھا اَلَمْ تَسْمَعْ کیا تم نے نہ سنی وہ مثال۔ جواب۔ یہ رَاٰی سے بنا ہے۔ جس کا اصلی معنی ہے غور کرنا۔ اس کا معنی دیکھا جو کیا جاتا ہے وہ بھی تو دیکھنے کے معنی میں ہے۔ لہٰذا اب اعتراض کوئی نہ رہا۔ کیونکہ غور و فکر ہر جگہ مستقل بلکہ ضروری ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تُؤْتِي اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ دنیا میں

تو کوئی ایسا درخت نہیں جو ہر وقت پھل دے تو یہ کس درخت سے تشبیہ دیئے گئی ہے۔
جواب یہاں درخت کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اول۔ جڑ مضبوط۔ دوم۔ بلند۔ سوم۔ ہر وقت اس کا پھل ملتا ہے۔ یہ تینوں صفتیں صرف کھجور کے درخت میں پائی جاتی ہیں ہر وقت پھل ملنے کا مطلب یا یہ ہے کہ بازار میں ہر وقت پھل ملتا ہے یہ کھجور ہی کی شان ہے کہ پھل بھی ہے اور غلہ بھی اور خشک و خوراک کی پھل ہے۔ اور بقا کے اعتبار سے تو کوئی پھل بھی اصلی حالت میں تغیر و تبدل کھائے بغیر سال بھر تک نہیں رہ سکتا۔ یا ہر وقت کا معنی یہ ہے کہ بعض کھجوریں سال میں دو دفعہ لگتی ہیں۔ اور ہر وقت ان پر مختلف حالتوں میں پھل لگے رہتے ہیں ایک موسم تمام کہ دوسرا شروع ہو گیا۔

تفسیر صوفیانہ وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ اور داخل کئے جائیں گے وہ لوگ جو سعادت ازلیہ سے مشرف ہو چکے اور وادی سلوک کو عشق و شوق کے قدموں سے طے کر کے عمل صالح کی مشغولیاں کیں۔ رضائے الٰہی کے باغوں میں جن کے نیچے انوار تجلیات کی شفاف نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں مرقبۂ باطنی سے لذت وصل میں رہنے والے ہیں۔ پیغمبر کی اذل توفیق سے۔ ان کے استقبال ان چمن انوار میں ملائکہ کے سے ہار گل لئے جس پر وہ شاداں و فرحاں ہیں۔ اگرچہ ان کا حاضر ہونا گو حال ہو۔ لیکن وہ چیز ہے کہ رحمت حق ہوتے ہیں کہ سوائی کی جنت محبت اور محبت محبت والے کے درمیان تعلق کرتا ہے۔ مگر محبت کی سے گے سے کی علامت یہ ہے کہ تعلق محبوب اور طالب مطلوب عقل خاص پر اس طرح غالب آجائے کہ محبت تیز ہو جائے یہی مقام جنت عاشقین ہے اسی منزل پر حق کا ظہور ہوتا ہے بندہ کیا ہے؟ بات خود کچھ بھی نہیں ہے۔ جنتی جنتی ہے۔ جہنمی جہنمی پوست بے مغز ہے مغز بے پوست۔ لیکن کسی سے لگ کر پھل مغز ہے اس لیے کہ چھلکوں کی قیمت مغز سے ہوتی ہے۔ مکان کی مکین سے اور لوگوں کی قیمت عقل سے ہوتی ہے۔ بندے کی قیمت بندگی سے ہوتی ہے۔ محبت کی آگ شرار کہ خاکستر کر دیتی ہے وہ اسرار کو باقی رکھتی ہے یہی حاذق طبیب کا نقش کامل ہے۔ توفیق مدعی اذل اسی ہے۔ شریعت کے عمال صالحہ نماز روزہ ہے مگر طریقت کے اعمال صالحہ یہ ہے کہ بندۂ صادق سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور عالم بالعقید بنائے اور شیخ کے افعال و حرکات پر بلا اعتراض تعمیل حکم کرے اپنے ہر عمل کو حقیر جانے مرشد کا سہارا ہی اصل اذل لغو ہے لذت خلوص کے دستے کو مضبوطی سے تھامے۔ یہ کام بندگی مرحلہ ہیں اور ماحیٔ محبت ہیں۔ وادی سلوک کی مسافرت کا پہلا قدم تو گلے عمل ہیں۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

سے روح کائنات کی توسے ختم نعمت، اور اور محمدیت سے مشاہدہ فرمایا کہ کس شان کبریائی اور صفت بے نیازی سے شان بیان فرمائی ہے موس مخلص کی کہ جس کے سینے میں کلمۂ توحید اور خلص طینت سے رحمت حق کی طرح طیب ہے، روح مقدسہ کے جس عرفانی میں اُس کی عبودیت جڑ ہے۔ اور توفیق کامل سے ثابت ہے اُس کی عمل مخلصہ کی شاخیں آسمان قرب حق میں ہیں جو سحاب رحمانی کے پانی سے سیراب ہیں۔ اس کا شاخ معرفت اور اُس کے پھول محبت ہے اُس کے پتے شوق دیدار سے اُس کی پاکیزہ صفات مدد دیتی ہے تمام نفوس قدسیہ میں طائف عبودیت کے پھیل دینے دلالت اور معرفت اور روایت کی مدد میں پہنچاتے ہیں۔ کہ یہ مومن کامل ہمیشہ روزوں بادل کی بہار رہتی ہے۔ موس وہ درخت کریمہ ہے جس کی جڑ ایمان اور کلمہ سے ثابت ہے اور جس کی شاخیں رحمان حق کے آسمان عقائد میں حکمت دقائق و معارف کے پھل ہمیشہ ہی اُس کی پیشانی کی ہال سے بانٹتے جاتے ہیں۔ وَمَثَلُ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا اور مثال حیات کی جو حیات مذکورہ کے بعد، سالقت میں کھولے۔ اس حیات مذمومہ کو اور بودے کی مثل ہے جو زمین خشک سے پیدا کر دیا اور جو صفت کی جڑوں سے کاٹ دیا گیا۔ جس کو کبھی حال سکون قبی حاصل نہیں ہوسکتا۔ امام جعفر صادقؒ سے فرمایا وہ شخص کافر جس کے اس کی نعمت سے اس کی نافرمانی ہی دنیوی امیدیں ہیں اس کے پیچھے سفت دستی سے اس سے چھن جائیں گی دنیا اس کا خواہاں ہے اور اس کا سرمایہ ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي

ثابت رکھتا ہے اللہ ان کو جو مومن ہے رہے پر بات مضبوط کے ہیں

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

زندگی دنیا کی اور میں آخرت اور گمراہ کرتا ہے اللہ

کی زندگی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتا ہے اللہ ظالموں کو

الظّٰلِمِیْنَ ۱۰ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ۱۰ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى

ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے ۔ کیا نہیں دیکھا تو نے طرف

کرنا ہے اور اللہ جو چاہے کرے کیا تم نے انہیں ۱۰

الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ

ان کے جنہوں نے بدل ڈالا نعمت کو اللہ کی ناشکری کرکے اور اتارا قوم کو

دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر

دَارَ الْبَوَارِ ۱۰ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۱۰

گھر میں ہلاکت کے دوزخ ہے گھس جائیں گے اس میں اور برا ہے ٹھہرنے کی جگہ

ہلاکت کا گھر یعنی دوزخ ہے اس کے اندر جائیں گے اور کیا ہی برے ٹھہرنے کی جگہ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ

اور ٹھہرائے ان کافروں نے اللہ کے برابر شریک گمراہ کرنے لوگوں کو اس کی راہ سے تم فرماؤ

اور ٹھہرائے ہیں اللہ کے برابر والے تاکہ بہکائے لوگوں کو اس کی راہ سے تم فرماؤ

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۔

کچھ فائدہ لے لو کہ تمہارا پھرنا ہے آگ کی طرف

کچھ برت لو کہ تمہارا پھرنا آگ ہے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند وجہ تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں شجرہ طیبہ اور اس کے ثابت اور مضبوط ہونے کا ذکر ہوا تھا ۔ لیکن واضح نہیں ہوا تھا کہ شجرہ طیبہ کون ہے اب ان آیات میں شجرہ طیبہ کی صفات یعنی ثابت ہونا باقی ہونا مومن میں بیان فرما کر

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا شجرِ خلیفہ ہونے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق یہ ہے کہ ان آیات میں شجرِ خلیفہ اور اس کی صفات حمیدہ کا ذکر ہے اور شجرِ خبیثہ کا ذکر نہیں ہے۔ اب اس طرح کفار کے جہنم میں رہنے کا ذکر کرنا اور دنیا میں کفار کا شجرِ خبیثہ کو ختم کرنا ہے۔ تیسرا تعلق یہ ہے کہ پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کی نبوت کی صداقت و کامیابی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی ترکتوں کی طرف توجہ نہ کرنے کا اور پروردگار کی نعمتوں میں سے ہر نعمت کی تکذیب کرنے کی قدغن لگائی ہے۔

تفسیر نحوی

[illegible] علی مصدر [illegible] مصدر [illegible] ذات [illegible] ذات [illegible] ذات

تفسیر عالمانہ

کی طرح بلند و بالا سرسبز و شاداب ہمیشہ بہار ہے اس کے ذریعے ثابت و قائم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ قادر و قیوم اس خوش نصیب لوگوں کو جو اپنے اندر موں کی ہر ہر بات پر نہایت صدق دل سچی زبان سے ایمان لے آئے ثابت مضبوط دل نشین جاں گزیں بنا دے قرآنی قول ثابت کو زبان مومن پر جاری کرکے اور قلب مومن میں ثابت کرکے دنیا کی زندگی میں اس طرح کرتی کلمہ ایمان قلب حرکتی اور کلام ربانی کے ذریعہ بندہ مخلص دل کی حوث قلب بن جاتا ہے۔ دراصل محبت مضبوط ہو جاتا ہے۔ صاحب ایمان مدل جاتا ہے مشکل پر مشکل آسان ہو جاتا ہے ہر بلا مصائب کو دل و جان سے برداشت کر لیتا ہے۔ کلمہ کے علم کے سامنے بردباری کا پہاڑ بن جاتا ہے شیطانی فریب کاریوں سے دھوکا نہیں کھاتا۔ معاملات میں پختہ صلح وقت اور دانش شعور بن جاتا ہے یعنی کلمہ طیبہ پر ایمان کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کی تکلیف کی گمراہیوں سے بچاتا ہے۔ موت مسلمان کی کلمہ طیبہ کی وجہ سے ورد ذکر اللہ کرتے کرتے ان کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ کلمہ ایمانی کا نعرہ مستانہ لگا کر کتنی مشکلات مصائب اور تکالیف سامنے پڑ گئیں تھی رستہ تنگ ہو گیا ہمت کمزور ہو گئی قدموں اور راہوں میں رکاوٹیں پیدا ہوئے یا مقدر میں حکمت یہی ذکریا علیہا السلام در حرمیں شوہر۔ صاحب صدق و صفا صاحب کشف بچہ صاحب کرم حکمت ملی مصیبت غیب مصاحبین مصدقیات رسی نہ تھا ان سب تعلیمات کے کتنے ہی پڑھے ہوئے عالموں کاروں سے ان کا تو کون علم جھٹلا اسی کلمے کو چھڑانے کے لیے ہر دور میں علم حدیث سازشیں دعائیں ہوئی گئی کھوٹا تبدیل ہونے کی کتنیاں ان کے جسموں پر آرائی گئیں پہاڑوں سے گرایا گیا۔ بچوں کو ماؤں کے سامنے ذبح کیا گیا جلایا گیا تپتے ریت پتھر پر لٹایا گیا اونٹ گھوڑے سے باندھ کر دوڑایا گیا پھر اوپر سے سر کٹوں لٹکوں۔ شیطانوں ابلیسوں نے کیا کچھ نہ کیا۔ کتنے ہی دلوں بدل گئے علم حیوں جیسی پاکباز ہستی کو دھوکہ دے کی کوشش کی پھر شہادت میں ان کی کلمہ گو مسلمانوں کو ہمیشہ ذلت و مرت سے کس بے دردی سے قتل کیا گیا آج صلیبی جہاد تشدد کیسے میں مسلمان بچوں عورتوں مردوں نوجوانوں بوڑھوں پر کتنے ہی علم کے ساتھ میں پیسے کتنی بیسیں قریہ غزہ میں نہتے لوگوں پر بیسیوں سے حملہ تک کی بمباری کرتے ہوئے کتنے مریضوں کو ہلاک کیا اور ہر ایک علم ڈھائے یہ سب کچھ بدقسمتی مسلمانوں سے ہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ توحید الٰہی کی سپاری گئی مگر کسی بھی مسلمان کا دل نہ گھبرایا کلمہ چھوڑا۔ اس لیے کہ یہ ثابت ہے قرآنی وعدہ پر مومن کے قلب و مگر میں نور ایمانی کی روشنی ہے یہ کلمہ پاک محبت میں بھی مومن کا دل کو معیت سے چنانچہ محبت کی پہلی منزل قبر میں جب منکر نکیر آتے ہیں تو سوال کرتے ہیں یہ صورت آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے شروع ہوئے۔ عذاب قبر تو پہلے سے تھا مگر سوالات قبر قرآن کی آیات کی صحت سے ثابت ہوئے یہ محبت رکھنے سے کہ پہلے سوال کے

جاتے ہیں پھر ناکامی یا کامیابی کے حد ثوب و عذاب شروع ہوتا ہے مگر پہلے مرتے ہی عذاب یا ثواب شروع ہو جاتا تھا منکر نکیر کے دو سوال پہلے ہیں۔ سوال ۱ من ربک تیرا رب کون ہے۔ یعنی سوال جواب دیتا ہے۔ سوال ۲ ما دینک تیرا دین کیا ہے دیتی ہے۔ سوال ۳ ما کنت تعبد کہتا ہے تیرا دین اسلام ہے۔ سوال ۳ تیسرا سوال محب نبی کا ہوتا ہے۔ مست تو دنیا میں ہی نبی کی پہچان سے تعلق ہوں میں خدا کا تو دوست ہیں گے۔ باوجود بھی منظر موت ہوں کہ سوائے عدالت کی طرف ہی سے مگر دیدار جمال تک تو نصیب ہو جائے گا۔ ان دو سوالوں کے جواب ترک سے آواز آتی ہے اور دوستوں کی قبریں پھوٹ پڑتی ہیں۔ سورہ مجادلہ حمل مجادلہ ہے ما تقول وحق قد نطق (ترمذی شریف) اس وقت حال جس کا دوسرے چہرہ نور سے ہوتا ہے دنیا میں یہ کہتا تھا۔ سنی تو تڑپ کر دوست گا یہ میرے مولا ہے حق تو دنیا محبت میں ان لوگوں سے کہیے ہے کہ جن کے۔ ہے میں ارشاد ہوا۔ حسن اللہ نظر لین اللہ کرتا ہے غلاموں کو دنیا میں اس طرح کہ ہوں سے دور دلیوں سے بعد محبس علما سے فرار دنیا میں مت رو دوست کہتا ہے فیضان پرستی۔ تفکرات دنیا کا ہجوم۔ شعر

اہل دنیا کہ دران معلق اند
بفلک رزق و دریک مک اند

توفیق خیر دعوت جو عبرت میں کہ ہیں ہے جیر میں تک مرگانی۔ دنیا میں ان کو نیا مصنب۔ یہی غلاموں کی زندگی کہ ہے بھٹکنے ٹھوکریں کھانے کی۔ رہی ہے پھر جب تو ان محبت میں پہنچ کر کانوں بھری تربت کی پہل سیر قبر میں آتے ہیں تو وہاں پریشانی حیرانی کی نئی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جب میں ناکامی امتحان قبر میں لاجواب۔ حدیث پاک میں ہے کہ بدکار فاسق۔ کافر سوال کے جواب میں کہتا ہے ہا ہا لا ادری فاسد میں جانا۔ جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہدیتا تھا یہ حیرو شر۔ توفیق دے توفیق ہدایت دیگری اللہ تعالیٰ کے حکمت کے فیصلے ہیں اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا و احلوا قومھم دار البوار جھنم یصلونھا (ابراہیم) اس آیت میں ان غلاموں کی شدید بری حالت ہے کہ اے پیارے نبی کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا۔ یا اس طرح کہ ان کو فائدہ پہنچیں تو ان تجلیات حاصل کرنے کے لیے ہمیں ہر طرح کی چیزیں عطا فرمائیں مگر انہوں نے اپنی بدنصیبی سرکشی سے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا یا اس طرح کہ نا جائز فائدہ اٹھایا۔ یا اس طرح کہ کھیل کرتے ہوئے فائدہ اٹھانے نہ اٹھانے دیا اس طرح کہ جن کو نعمت ملی اس نے تو اپنی جہالت، دنیا کی بے پرواہ نہ اٹھائی دوسروں سے اس کی چیزوں سے دنیا آخرت کا فائدہ اٹھایا یا اس طرح کہ تکبری سرداری کی وجہ سے نعمت لینے کی خیال رہے کہ دنیا میں جس کی کو جو بھی دولت عزت

حضرت داؤد علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سے یہاں تک کہ مدینہ منورہ کی بستی بھی آپ کی برکت حاصل کرنے کے لیے طیبہ کہلائی جاتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی فضیلت مقدس بیت المقدس وغیرہا میں فضیلت صالحین خاص اللہ تعالیٰ کی نعمت سے ہوتی ہے کہ ان کی محبت پہچانتے ہوئے معصیت فرمستی کو ترک کرکے اب احترام و تعظیم سے ان سنت زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی پاک زندگی بھی قرآن کریم و حدیث پاک کی تعلیم کی روشنی میں گزر جاتے ہیں۔ اور بھی ملک ہوتے ہیں اور بے ہودہ خرافات میں اپنی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان پر پڑے جاتے ہیں ان جیسے ان میں اور وہ ہندی محبت کہ صید بر فگنہ سے در کی مشق دائمی کل میں کبھی ہوسکے لیے تمام ہو۔ کیسی ہی عقل سے گندگی کہ تنگ بھی سے باوجود ہیرو کی ورثہ سے پہلے ان کو کوشش نہیں کرتے۔ خیال رہے کہ کوئی زندگی ایسی حصوں میں اس قسم تقسیم ہے کہ بھی ہستی ہیں جو ہی معصیت و فسق میں ہو زندگی گزارتے ہیں۔ آخرت کا خیال بھی نہیں کرتے۔ کہ ہر ہر کی زندگی کس طرح سے گزرتی ہے کہ بھی عمل کوشش ہیں جو ہی معاصیت کے ہوں ہیں زندگی کے لوٹ ہیں کر کہتے ہیں [illegible] ان ظالموں، فاسقوں کافروں سے ہمیں کیا تعلق ہم ان کی تقلید نہ بھت داروں اور معیشت سے بچے کے لیے ایک معاہدہ ہوتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کی کوئی پیچھوتے کہ ایک سے دو ہوتیاں کریں اور جو ان کی صلاحیت تعلیم کریں۔ حق سمجھے۔

ع ۔ صدر مسلم یا دہلی کرن

دنیا کی موج سے ہی اللہ کے ہاں کا دے سے مشکل ۔ بلکہ دنیا دیہ کیوں کیا ۔ صرف اس لیے تاکہ مسلمانوں سے شریعت اسلامیہ کے بنائے قانون بیار کے اعلیٰ معیشت سے ان کو بھائے دوسروں سے اور دوسروں کو ہمراہ کرنے کا موقع ہاتھ لگ جائے بہادر مل جائے ۔ دنیا کے ساتھ بات کریں کہ بھائے بلندت پاری گزارنے کا ہوتو

تمام تر توجہ دنیا کی طرف ہی ہے۔ آج دنیا پر ستوں کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔ دین کی حرمت ان کی نیاشی اور حرمت نفسانیہ میں رکاوٹ بنتی ہوئی کی محبت کے لیے اپنے دین کے جملے ترشے جاتے ہیں علماء کو تنگ نظر کہا جاتا ہے۔ ہمہ وقتی علماء کا پیچھا جاتا ہے تاکہ محبت علوم قرآن و حدیث پاک کی بات ہے ان سب کی تفریق مسلمانوں میں ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہر کسی پر نوازش سے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے بھی مومن جیسے چور ڈاکو، اور پاک کپڑوں میں رہنا یہ فائدہ [illegible] صفت کی ایک قسم سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ اگرچہ رزق کا حاصل کرنا خلق ہی سے مگر سب بندے کی کوشش سے ہی ہوتا ہے۔ یہ فائدہ یُصْلِحْ بَالَهُمْ کرنے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ تجارت میں اصل علامت کاری ہے۔ اور محنت کو چھوڑنا استعمال کرنا یہ نقطہ استعمال کرنا سب تجارت میں داخل ہیں۔ اور یہ سب ترکیبیں محنت بدلنے کے معنی میں ہے یہ فائدہ۔ بنتا ہے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ جسم تجارت کا محکمہ ذریعہ آمدنی گاہے مگر گنہگار مسلمان کی نقطہ گزرگاہ کی مثل ہے۔ یہ فائدہ۔ نفس نفوذ کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن اس آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر تمام علی شاہد وسم کی مروج دولت دشمنان دین سے اس لیے کہ یہ علی شاہد وسم شاہد نافی کی سبب ہے۔ اسی لئے ہم فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جس زمین کی کسی چیز کی فروختین کا تکفر ہے یہ مسئلہ بنا تو [illegible] سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ یہ مسلمان پر فرض عینی ہے کہ دنیوی نعمتوں کو اس طرح استعمال کرے کہ وہ نعمتیں اُخروی کامیابی میں حائل نہ ہوں بلکہ صرف تبلیغ ہی نہ ہوں بلکہ حلال دائمی ہوں یعنی حلال طریقے سے استعمال میں لائے۔ جس سے کہ کار۔ ان نعمتوں کو برتنا ہے تو اس کا رتبہ اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ فَلْيَعْبُدُوا سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ حقوق اللہ کو حقوق العباد پر حقوق نفس کو حقوق اللہ پر مقدم کرنا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی کرتا ہے۔ حالانکہ محبت سے غلام بنک غیب منتقی بلکہ ولی اللہ بن جاتے ہیں۔ غوث اعظم کی کرامت بھی مشہور ہے کہ آپ نے [illegible] کو تلب ماہیت کر کے مچھلیوں کو کوئی بنا دیا۔ پس معلوم ہوا کہ

جواب۔ ظاہر ہے تک علم پر قادر ہے اس کی مشیت ترکیبیں اور حلال کو ہی ہوں گے اور نفس ناپاک ہیں

ہو سکتا کہ کفار عام بھی رہے اور مشرکین بالکل مستثنیٰ کر دیا جائے۔ اس صورت میں حق پر رحم ہوگا تو توفیق حق سے دستگیری بھی ہوگی۔ اور یہ جو کہا کہ کفار عام ہوا مقدر تسلیم کر چکا ہے وہ مگر ہی میں کی جائیں گے۔ جسر جو کہ یہ قیامت میں اللہ تعالیٰ جنت کے رستے سے دور رہے گا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار کے لئے کا شریک بنایا تاکہ اس کے رستے سے گمراہ ہو جائیں۔ حالانکہ مشرکین کا مقصود تو یہ نہیں ہوتا وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم بتوں کے ذریعے اللہ تک قریب ہو رہے ہیں خود قرآن فرماتا ہے دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہے [illegible] تو یہ مطابقت کس طرح ہوگی؟

جواب۔ یُضِلُّوا میں لام عاقبت کا ہے کہ عرض کا۔ یعنی بت پرستی و شرک سے کفار کی غرض خواہ کچھ ہو مگر گمراہی انہی یعنی اور قریب سے کہ گویا شرک کی غرض یہی ہے۔ اور یہ بھی تو عام محاوروں میں مستعمل ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو بار بار منع کیا جاتا ہو کہ ماہر نہ نکلا پھر بھی نکل جائے اور کسی کو کہیں گر جانے تک جاتا ہے کہ یہ محنت نکلا ہی گرنے کے لیے تھا اسی طرح یہاں سے تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تُمَتَّعُوا تم فرماؤ کہ نفع حاصل کرو۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کفار نے یہی تجارت کی ہیں کا نفع بالکل نہیں ہے دونوں آیتیں تضاد بیانی بتاری ہیں مطابقت کس طرح ہوگی۔

جواب۔ حضرت کے ترجمے سے اس کا جواب دے دیا کہ مَتَّعُوا کا معنی برتنا ہے۔ خیال رہے کہ متاع اور نفع میں چار طرح فرق ہے۔ نمبر۱۔ متاع وہ نفع ہے جو اپنی ذات کے لیے ہو۔ ربح وہ نفع جو مال کے لیے ہو۔ نمبر۲۔ متاع سے مال کم ہوتا ہے ربح سے مال بڑھتا ہے۔ نمبر۳۔ متاع کا ثمر فانی ہے ربح کا تر باقی ہے۔ نمبر۴۔ متاع باطنی نفع ہے۔ اور ربح ظاہری نفع۔ اس سب کی مثال یوں سمجھ کہ ایک شخص پی دکان کی چیز یں جھل غلہ وغیرہ خود کھا رہا ہے بیچتا نہیں ہے اور دوسرا دکاندار اپنا مال دھڑا دھڑ بیچ رہا ہے۔ پہلے سے جو فائدہ حاصل کیا وہ متاع ہے چند دن میں دکان ختم ہو جائے گی۔ یہ نہ دوں کی تباہی ہے۔ دوسرے دکاندار کا نفع ربح ہے اس کا مال ختم نہ ہوگا سود بھی بڑھتا جائے گا اور گھر دولت بھی ڈھیر لگ جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اس دنیا میں ماسوا میں اہل یہاں دو قسم کے ہیں کچھ صاحب حال ہیں کچھ صاحب حوال۔ صاحب حال کی سیر عالم شریعت میں ہے اور صاحب حال کی سیر ملکوت یزدانی میں ہے۔ عمل دلوں کا تعلق قبر میں شروع ہوتا ہے لیکن صاحب حال کا تعلق دار البقاء تک ثابت رہتا ہے اس طرح کہ شہادت فرماتا ہے ربانی جواہروں کو معبود قول یعنی علم سے کہ ان کے سینہ منور میں کلمہ قائم ہو جاتا ہے۔ دنیوی زندگی یعنی حس ظاہری پر اور آخری زندگی بھی قالب مثالی میں ثابت فرماتا ہے

شدائد کی روحوں کو درگاہ کے نور عارفی رحمت سے کُل کی سیر کو حکومت تمامی میں درخواری رکھتے ان کی پرورش کو ماہ جبروت میں۔ نکلے کے پرواز سے۔ دنیا کی تجلی تاریک فرماتے ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ عارف قدم پر چلتے ہے اور عامد قدم پر چلتا ہے۔ وزیر مدتوں سال تاشقند کے اوپروں پر ٹوٹتا ہے۔ جواس دنیا جدید میں دنیا کا غالب منادی ظالم جہالت ظالموں کو دیر مدت دوری گمراہ کرتا ہے۔ وہ نعمت بے بیان ہے جو اللہ فرماتا ہے اور کہ ہے وہ شوق زیادہ مقام ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۔ سے ارشاد کیا تو نے اُن کو بدبختوں کی طرف توجہ فرمائی ہوئی سے مدت سیہ دروغ کی نعمت کو بدل دیا جہنم کے کفار اور بجلی کی گرمی سے دوزخ ظاہر کے تمام اعضا کو جلوں سے ان کو ہلاکت ہوں کے کہ بڑے نعل کے ہلاکت فلک کے گھر ہر وادی محرومی کی جہنم میں پھینک دیا۔ اور ہمیشہ دیا۔ خیالی شہوت عقل مرض کو اللہ کا شریک اُن کے مقابل سازش کرو جو نعمت ہیں ان کو شکر کرنی چاہئے تھی وہ دنیا کی ہے کرنے لگے۔ حالانکہ یہ دنیا وہ ہے کہ جس نے اُن کی طرف نگاہ کی یا توجہ پھیری اسی کو اُس سے نعمانی خوبیت میں گمراہ کیا۔ اور دنیا سازی وسامان فانی میں اس طرح پھنسا کہ یک لمحہ بھی خدا کی یاد نہ آئی۔ اے نفاست سیمہ دل نفس کو کہتے ہے جسم دن کی بیش عشرت سے چوپدی عمر فانی کی شب میں اپنی ٹھکانہ ہے۔ تنقیاتے تین نعمتوں کو بدلا تین حسنوں سے ۱۔ نعمت معبودیت کو بدلا کفر سے۔ ۲۔ نعمت خلافت کو بدلا حریت اور وجود صالح کے نکالنے سے ۳۔ رفاقت کو بدلا شقاوت اور عداوت سے۔ اور روح بدن کی حسن کو دنیا کی بارگاہ کی گرمی اور رضا طبعی کی محرومی میں تباہ کر دیا۔ یہی وہ بدنصیب ہیں جن کے دن بدھے اور ضائع ہو گئے ہوگئے۔ تم فرماؤ کہ شہوات کی لذتوں کا کچھ نفسے و آخری انجام حسرت کی شب ہی ٹھکانا ہے۔ نفس کو محرومی ہے وہ قلب کو حسرت ہے۔ شریعت میں یہ خطاب کافروں سے مگر طریقت میں یہ خطاب غافل سے ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

فرما دیجئے کو عبدوں میرے وہ جو یماں لائے کہ قائم کریں نماز کو اور

میرے ان بندوں سے فرما دو جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور

يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ

خیرات کریں ہے اُس جو رزق دیا ہم نے اُن کو پوشیدہ بھی اور ظاہر مرضی سے

ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اس ان

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ اَللّٰهُ

پہلے اس کے کہ آئے وہ دن جس میں نہ خرید ہے نہ دوستانہ ۔ اللہ

کے آنے سے پہلے جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ اللہ سے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ

وہ ہے کہ پیدا کیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُتارا طرف سے

جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اُتارا تو اُس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا

آسمان کے پانی تو نکالا ذریعہ اُس کے سے پھلوں رزق بنا کر

بھیجا گئے

لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ

لیے تمہارے اور عاجز کیا لیے تمہارے کشتی کو تاکہ تیرے میں دریا

اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اُس کے حکم سے دریا

بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ

سے حکم اُس کے اور عاجز کیا لیے تمہارے نہروں کو ۔ اور عاجز کیا لیے تمہارے

یں لیے اور تمہارے لیے نہریں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

سورج کو اور چاند کو کہ مسلسل چلنے والے تمہارے

چاند سورج کو جو برابر چل رہے ہیں اللہ نے تمہارے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾

رات اور دن کو

رات اور دن مسخر کئے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب فرمایا۔ اب اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں سے مخاطب ہونے کا درس ہے۔ گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب ہماری قدرتوں کو دیکھتے رہو اور کافروں پر کوئی نگاہ نہ رکھو اور باتیں صرف مومنوں سے کرو۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں کفار کی حالت کو مدنظر رکھ کر ہوتی کہ وہ آخرت کے کامیابی کے ساتھ جنت میں جانے والے ہیں جس کو اختیار کرنے سے زندگی تبدیل ہو جاتی ہے یعنی ایمان کی دعوت دی گئی اب یہاں دلائل بیان ہو رہ

ماضی بعید کا صیغہ جمع مذکر غائب نصب سے مفعول ہو کر ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے یُنْفِقُوْا۔ یُنْفِقُوْا فعل امر غائب معرف لام جمع مذکر غائب۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر سے تعلق خرچ سے بنا ہے یعنی۔ خرچ کرنا۔ خیرات کرنا۔ ممکنہ دو مفعول ہیں۔ من جارہ۔ تبعیضیہ۔ ہ ضمیر ما موصولہ۔ جار و مجرور کا پورا جملہ متعلق ہے یُنْفِقُوْا کے۔ فعل ماضی معلق علت معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ ضمیر جمع مذکر مستتر کا فاعل سے مرجع ذات باری تعالیٰ۔ سے ہے رزق سے بنا ہے یعنی نعمت۔ نفع والی چیز۔ ضمیر جمع غائب کا مرجع جانداروں سے۔ ہم موصولہ کی ضمیر جمع سے اللہ کی بھیجی ہوئی کارآمد چیزیں۔ یہاں یہ تحری معنی مراد ہیں۔ بحالت فتح ہے حال یُنْفِقُوْا کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے سر پر۔ عَلَانِیَۃً اسم مفرد حامد معطوف ہے اس پر بحالت فتح سے معنی ظاہر طور پر۔ من جارہ زائدہ۔ قبل اسم ظرف سے معنی پہلے جار طرح مستعمل ہے۔

قبل۔ قبل ان ہی یہاں مو دے سے سر ہ۔ قبل مکالی۔ سر ہ۔ قبل آتی ہو دے اور ہے ہ ت ہ ہ قبل آتی ہیں حیثیت حروف ہوتی ہے جب معاف یہ ظاہر ہو تو ہم متمن ہوتا ہے یعنی عامل کے مطابق ربر ہ ہر آتا ہے۔ قبل۔ قبل اور جب معاف یہ خذاف ہوتی ہو تو جبنی ہوتا ہے مثلہ پر یہاں بحالت کسرہ ہے جس سے گی بات ں کی معاف ایسے ہے۔ ں حرف ناصبہ مصدریہ بیانی۔ فعل مضارع مبنی معروف صیغہ واحد مذکر غائب یَ سے بنا ہے معنی آنا۔ ہی ہے نصب سے ان ناصبہ سے۔ یوْ۔ اسم معرفہ جامد معنی ں۔ ات ہ یہاں ہوں معنی بن سکتے ہیں۔ ات ہے رفع فاعل سے یاتی کا۔ موصوف سے ماحد عبارت کا آنا۔ حرف جر۔ فعل میں لیس کے مشابہ ہونا ہے۔ یَ اسم نکرہ مفرد مصدر مادہ حروف یائی ہے۔ یعنی یَ اسم سے آنا۔ فیہ۔ جار و مجرور متعلق ہے ہ شہ موجود کا دوسرا جملہ ہو کر ہے سے ناصبہ کی۔ واؤ عاطفہ عطف ہے یَ پر۔ لَا نافیہ۔ دوسرا فعل ہے ناصبہ کا ہ ہ ہ

معنوں سے آتا ہے۔ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنہار۔ دو عاطفہ عطف سے پہلے سخر پر ہے۔ فعل ماضی تسخیر مصدر سے ہے۔ کاہم میں لگانا۔ رام کرنا۔ ضمیر کا مرجع تمام بندے (انسان) مادہ مجرد متعلق سے سخر۔ کاف لام ہم ضمیر جمع مذکر مخاطب۔ اس کی تصغیر سُمَیْسَۃ ہے اس کی جمع شموس آتی ہے کیونکہ حقیقۃ شمس کا لفظ میں ایک ہی ہے اس کو صفت ہی کی تانیث لاحق ہوتی ہے۔ جمع کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ترجمہ سورج آفتاب۔ جب چمک کی بنا پر آفتاب کو بھی شمس کہہ دیتے ہیں تو اس سے بھی جمع شموس آتی ہے۔ دائبین۔ دائب سے تثنیہ۔ دائب مادہ ہمزہ ب ب۔ ہم مفرد جامد ہے اس کی جمع دُؤُب آتی ہے کیونکہ دابۃ ایک ہی چلنے والے کو کہتے ہیں۔ قمر ہم جنسی سے ہم صفاتی میں ہے۔ قمر۔ مفرد۔ تثنیہ۔ مفرد۔ تثنیہ۔ مہالک سے ہے۔ ہم مفرد جامد۔ دائبین تثنیہ فاعل سے اس کا واحد ہے اس سے دائب مصدر بھی ہے۔ اسم فاعل بھی۔ اسم فاعل سب سے کیونکہ عمل سے شمس و قمر کو یا صفت سے اس کی ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف سے پہلے سخر پر لکم اس کا متعلق ہے۔ لام ہم متعلق ہے۔ ہم مفرد جامد اس کی جمع مکسر سے آتی ہے۔ لیل مذکر ہے۔ یعنی رات سورج سے مفقود ہونے کے سخر کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف سے لیل پر۔ لام ہم۔ نہار۔ ہم مفرد جامد ہے بھی۔ دن۔ اس کی جمع اور جمع کثرت کا وزن گریہ ہوں مادہ سے پرشید ہو یعنی اس اعتبار سے بعض لوگوں نے کہا ہم جنس ہے۔ اس کے واحد کی جمع کوئی نہیں۔ حالانکہ اس کی جمع تکسیر نہار آتی ہے۔ نہر۔ نہار۔ نہر۔ نہار۔ بہت لغت سے آتا ہے۔ عطف سے لیل پر۔

تفسیر عالمانہ

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ

اس آیت دنیوی میں کافر کو بھی کل سے خطاب ہے دعوت کو بھی۔ مگر کافر کو تہدید سے مومن کو تنبیہ ہے۔ کافر کو مہلت ہے مومن کو مہلت نہیں۔ کافر کو بیزاری ہے مومن کو تقرب ہے اسی لیے کافر کو تمتعوا فرمایا جا رہا ہے اور مومن کو تمتعوا نہیں فرمایا۔ تمتع کا اصل پیالے سے کھانا ہے۔ کہ پیالے ہی کو دیکھ کر بھوکے کو کھانے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ نفس جو کہ شہوتوں کی تدبیر بدن سے کرتا ہے۔ وہ وقت عبادت کو بھی دل اعضاء جسم و زبان سے قائم رہیں اس وقت کہ نفس لذت لیں کا بھی پورا انتظام ہو۔ دعوت کا جی پورا۔ قانون ہو دلیل منطق کی موجود پر ترجمہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو دلیل عقلی ہو۔ پوری عبارت بتاتے ہے۔ ضمیر تحریمہ صدقے کے حوالے سے قیامت تک۔ کوئی لاکھ سے سجدہ ملت کے ذریعہ تکبیر سلام وقت سے۔ اور یہ ساری عبادت نفس کے ہاتھ سے ہو کر نفس سے ہو کر نفس سے ہو کر نفس کی عادتیں جاتے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر نفس کے ذریعہ ہم سے ان کو ذلت دلیلت کرتے کریں۔ پیسے پر۔ ہوں۔ ہو جاتے ہیں پر دے پر شیطان کے دلوں پر۔ مسجد کی مدرس

والد سے ادا شدہ یا تیسرا بھی یہی عمل صدقہ و خیرات ختم بعد ثواب ان بھی دی و ساتی عادتی ہیں
دین کریں۔ علم بھی اور علانیہ طاہر کرکے بھی دی و خیرات قرآن مدہ ہوتا ہے۔ اعلانیہ کرنے
والے نہ جیسے فرماتے ہیں کہ خاموشی سے دینا افضل ہے۔

نمبر ۱۔ ہمیں عمل دیا ہیں۔ علم۔ مال۔ جسم۔ نمبر ۲۔ ہمیں سے ہی۔ نمبر ۳۔ حقوق ہیں کہ ہمارے ماتحتی۔ کاروبار میں پھر
دنیاوی دینے اکرے۔ نمبر ۴۔ حقوق ہیں ہمارے ماجری و ہمیت سے صدقہ خیرات سے۔ نمبر ۵۔ ہمارے
کا اہتمام کرے۔ نمبر ۶۔ ہمارے حق سے پہلے نمبر ۷۔ وقت پر پہلے۔ نمبر ۸۔ ہمارے ہمارے میں رہنے نمبر ۹
میں کی کمی پیدا کرے۔ نمبر ۱۰۔ علاوہ ہماری ذلیل و طرفہ ہمارے حقت کا ہمت سال رکھنے نمبر ۱۱
کرے عامل دینی کو ہمارے کے مدد پر دی جائے گی۔ نمبر ۱۲۔ نمبر ۱۳۔ نمبر ۱۴۔ نمبر ۱۵۔ نمبر ۱۶۔ نمبر ۱۷۔ نمبر ۱۸۔ نمبر ۱۹۔ نمبر ۲۰۔
بتانے تو عاجزی سے سے دل کا خیال رکھتے عمل کرے دور رہی ہماری عمل ہمارے برباد کرنے سے نمبر ۲۱۔ نمبر ۲۲۔
بھی ہمارے یا کاری کا ہمارے کرے خود ظاہر کرکے رہے یا پوشیدہ حال ہے کہ عملی حالت ظاہر یا ہمارے کی
بتانا سخت گناہ ہے۔ اور فرمی و دینی عبادت چھپا کر کرنے سے۔ دل نرمی نظر پر مکمل عمل کرنا ہمارے کا قائم کرنا ہے ہمارے
دینی ارشاد فرماتے ہیں دل کی مہربانی و خوف اللہ کی۔ دین صدقہ سے یہاں تک کہ ہمارے مال کچھ دکھلاوے بھی ہے
جس کے پاس خوبی ہو وہ خرچ کرے۔ امیر کا ہمارے مال دولت سے اور ہر ہمدکار ہمارے صدقے ہمارے کا ہمارے کی قسم
ہے۔ اور پڑھنے والے ہمارے کی خیرات صدقات ہیں۔ مثل طریقت کا ہمارے کی وہ ہمایت ہے۔ جس کا فیض پہنچنا
ہمارے کی خیرات سے یہ جو سلطان العارفین حضرت باہو نے فرمایا۔ ع۔ صدقہ شہ سے تین کڑے مگن ہمارے ہمارے
صاحب عزی شریف والوں نے فرمایا۔ ع۔ یاد کرے ہمارے گوڑا۔ یہاں ہمارے کی کتنے مرد ہیں صدقہ ہمارے
ہمارے۔ کی بہت مل دل فرماتے ہیں کہ ہمارے بدین ہمارے کے پاس زیارت کے لیے جاؤ تو ہمارے خالی ہاتھ نہ جاؤ
دو دھی کی آدھ دے کر مت جاؤ اور ظاہر دی کرنے پر گھر نسبت بھی مت کرو۔ بلکہ طلب ہمارے کی نیت سے
کر جاؤ اسی پیسے ہی ان یہاں والوں سے فرمایئے کہ یہ حلال خرچ ہمارے کرو صدقہ خیرات۔ ان ہمارے سے
پہلے کہ اس دن ہمارے کوئی تجارت برباد و خیرات ہوگی نہ کوئی دوستی رشتہ دی یعنی نہ ہوگی کہ دولت پاس ہو
دوستی ہوگی کہ اس پر خرچ کیا جائے۔ علاوہ اس کے ہمارے کا ہمارے کا۔ ہمارے ہمارے ہمارے سے سال تک تک یہ
تفسیر بہت کہ ہمارے ہوگی کہ ان مرضی کے خلاف خریدیت جائیں نہ دوستی ہوگی کہ مددگاروں کی کوئی مدد کرسکے نہ کوئی ہمارے
پر۔ غلوص دل تری کوشش بدن کا ہوش نہ ہوگا ہمارے صداقت کس کو یاد ہوگی عرض کہ ہمارے کوشش دی گئی۔

نمبر ۱۔ جسم۔ نمبر ۲۔ دولت۔ نمبر ۳۔ وقت۔ ان تینوں کو کسی کی راہ میں مصروف کردو۔ اسی زندگی میں حد میں نہ جسم
قوی میں دولت ہوگی نہ ہمارے کا وقت ہوگا [illegible]

ٹھنڈی کبھی گرم کبھی اندھیرا کبھی اجالا، کبھی دھوپ کبھی چھاؤں کا سایہ، کبھی بڑے کبھی چھوٹے مگر ہر حال میں خدا پر بندگی کے ہر مورچے میں ہر نعمت سے ہر طرح کا آرام حاصل کریں۔ ہر سانس میں شکر ادا کریں۔ ہر سجدوں کر بندگی کریں۔ یہ ہے کہ جب تم چیزیں ان کے لیے اللہ نے مسخر فرمادیں تو یہ تقاضا ہے آپ کہ نہایت تھوڑی مدت کے لیے تم دنیا الٰہی کے لیے مسخر کردیں۔ یہی انصاف و دیانت کی واقعہ ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ساری مخلوق میں انسان شرف اور نعمتوں میں سب سے زیادہ شرف یہاں دلوں کو یہ فائدہ عطا فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنی طرف نسبت فرمایا۔ ایمان کی ساری نعمتوں سے یہ نسبت سب سے بڑی نعمت ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ مومن جنہم سے آزاد ہیں یہ فائدہ کی سابق فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ نسبت الی حق کو لازم ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو کہدے میرا بیٹا ہے میرے بیٹے تو وہ غلامیت سے آزاد ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کسی خوش قسمت کو عبادی کہدینا کس سے کہیں زیادہ اہم اور قیمتی و مفید ہے کیونکہ اللہ کا عبد ہونا عظیم خوش بختی ہے۔ **تیسرا فائدہ**۔ مدنی نعمتوں میں سے پانی انسانی جون زندگی کے لیے بہت ہی شدید ضروری اور بہت بڑی نعمت ہے۔ جی نیسکئی مقام پر رب تعالیٰ نے بہت اہتمام سے اس کا ذکر فرمایا نیز تمام پانی آسمان کی طرف سے ہے خواہ کنویں کا پانی چشموں کا ہو اس کا ذکر فرما کر رب تعالیٰ نے شکر کی طرف بندوں کی توجہ کو مبذول فرمایا۔ لہذا ہم بندوں کو ہر وقت ہر جگہ اس کے حضور حاضری لازم ہے۔

احکام القرآن اس آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ حیات دنیوی میں کافر صرف ایمان کا مکلف ہے اور مومن سارے اسلامیہ نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا مکلف۔ لہذا کافر کو صرف ایمان کی تبلیغ کی جائے اور مومن کو صرف عمل صالحہ کی یہ مسئلہ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ مدنی حیات جیسے نماز روزہ وغیرہ دولت کا ذریعہ ہر شخص کو پتا چاہی کرنا لازم ہے۔ کوئی دوسرا کسی کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا۔ لیکن مالی عبادت کی ادائیگی کے لیے کسی دوسرے کو مختار بنایا جاسکتا ہے جب کہ خود کچھ مجبور ہو۔ مثلاً قربانی حج بدل وغیرہ۔ اس بنا پر سے نماز کی مثل ہے کہ صاحب مال کی دولت میں سے ہی ادا کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ حساب کتاب کوئی دوسرا شخص لگادے اور اس کا ادائی خزانچی کردے۔ یہ مسئلہ يُعِيْدُكُمْ۔ وَيُعِيْدُهٗ کے لفظی حکم سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ مومن پر پانچ طرح کی عبادتیں ہیں۔

نمبر ۱۔ سمندر کے دریتے یعنی جج۔ نمبر ۲۔ شمسی مہینوں سے پانچ وقت نمازیں۔ نمبر ۳۔ قمری مہینوں یعنی روزے و عیدیں نمبر ۴۔ دن کی عبادت یعنی حج و ۵۔ نمبر ۵۔ رات کی عبادت یعنی عشاء اور دیگر تراویح تہجد وغیرہ۔ یہ مسئلہ حضرت کے اشارۂ نفس سے مستنبط ہو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ نماز و عبادت کے دن سے پہلے کہ جس دن بیع یعنی تجارت نہ ہوگی اور دوستی بھی نہ ہوگی۔ تو تمام عبادت کا تجارت و دوستی سے کیا تعلق ہے۔

جواب۔ دنیا میں دو طرح نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱۔ تجارت۔ نمبر ۲۔ بدلیوں۔ تحفوں سے۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ اس دن نہ تجارت کا نفع ہوگا نہ دوستی ہو کہ دوسرے تحفے ہدیئے ملیں۔ حالانکہ اس دن نفع کی شدید ضرورت ہوگی۔ وہ ضرورت بیوی زندگی کی سازعشرت سے پوری ہوگی **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ قیامت میں دوستی نہ ہوگی مگر دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ کہ متقین اس میں دوست ہوں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ شخص جیسے دنیوی محبوب کے ساتھ ہوگا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب۔ یہاں کافروں کی دوستی کی نفی ہے۔ حدیث پاک میں دوستی کا ذکر ہے صرف ساتھ رکھے جانے کا ذکر ہے اور اپنی خوشی سے ساتھ نہ ہوں گے بلکہ رب تعالیٰ کے حکم سے ساتھ رکھ جانے کا بلکہ بدکاروں کو بدکاروں کے ساتھ جکڑا جانے کا ذکر ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ اللہ نے تمہارے لیے چاند سورج رات دن کو مسخر کیا حالانکہ مسخر تو وہ ہوتا ہے جو مطیع و فرمانبردار ہو۔ جیسے غلام۔ یا مجبور۔ مثل کارخانہ مزدور۔ کشتی جہاز۔ حالانکہ یہ چیزیں تو مطیع ہیں نہ مجبور کو۔

جواب۔ چاند سورج رات دن کے مسخر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی مرضی سے رک نہیں سکتے۔ اور تمہارے لیے مسخر ہونے کا معنی ہے کہ ان کے سب لوگ اور نفع تمہارے لیے ہیں۔ تسخیر کے لیے مسخر ہونے کا مطلب ہے کہ وہ رک بھی سکتا ہے الٹا پلٹا بھی چلا سکتا ہے اور تمہارا بگ ڈور بنانے والے کے ہاتھوں میں ہے بھی سکتے ہے **چوتھا اعتراض**۔ کہ یہاں فرمایا کہ آسمان کا ذکر پہلے۔ میں کو بعد میں زمین کا ذکر پہلے زمین کا بعد میں آسمان کا ذکر کیا گیا۔

جواب۔ آسمان نفس دیکھنے والے کے لحاظ سے ہیں نفس پہلے دن کو دیکھتا ہے پھر رات کو اور آسمان کا ذکر پہلے ہوا اور آسمانوں کو پہلے پیدا کیا گیا زمین کو بعد میں۔ دن کو مقدم کیا ہیں وجہ سے۔

نمبر ۱۔ رات رب کے لیے سجدے کی ہے دن بندوں کے لیے۔ نمبر ۲۔ رات معرفت عشق و محبت کے لیے۔ دن حقوق میں مشغولیت کے لیے۔ نمبر ۳۔ رات ذات کے لیے ہے دن ظہور صفات کے لیے ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اے محبوب فرما دیجئے میرے ان بندوں سے جو مومن ہیں کہ صرف میرے بندے نہ بنے بلکہ ہر مصیبت و آلام میں میرے در پر آئے میرے ہی بنے جو تو عنایت پر ایمان لائے اور عبدیت الوہیت کی معرفت حاصل کرلی وہ گھر سے نکل جائے کردہ نماز عشق و عبادت قریب قائم رکھیں اور سجادۂ عبودیت پر سجدہ ریز رہیں بستر قرب پر عشاق بیٹھیں اور مناجات کے ذریعہ اپنے اللہ سے ہمکلام ہوں۔ در پیشاں محفلیں کو جورق۔ اسرار الوہیت و حکمت معبودیت کا ہمدم ان کو دیا۔ ان کو مریدین طالبین پر نثار کریں۔ اسرار کو شرا فروخ کریں در اسکام کو طریقہ، ربوبیت میں علانیہ ظاہر فرمائیں خرچ کریں۔ اس سے پہلے کہ میدان معرفت در گلزار قبر، تنہائی اور خلوت قرب میں روح و دل کی عدالت کا وقت جائے جس دن نہ بیعت ہو سکے نہ تعلق نہ طریق نہ پیری مریدی کا موقع۔ اور نہ ہی بجز پروردگار کے کسی کی دوستی کام آسکتی ہو موقع ہو۔ یہ مریدوں کی قسمت میں ملاقات کی خوشی یہ تحفہ دوستدار کی تمنا اسی وقت تک ہے جب تک کہ اس کی زیارت بلا نصیب نہیں ہوئی۔ مسافر سفر کا یہاں، اماں باطنی کعبہ میں در خیالات یار و تصور دوست نماز تصوف سے اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض و انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرٰت رزقا لکم و سخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ و سخر لکم الانہٰر جس نے آسمان و زمین انسانی کو اور بین قلب انسانی کو پیدا فرمایا۔ اور آسمان ولایت کی طرف سے عشق و معرفت کا نورانی پانی بھیجا جس قلب سے اس پانی کے ذریعے علم شریعت و طریقت کے ہر دل میں مختلف قسم کی لذت ایمانی و عطاء روحانی سے بھرے ہوئے نکلے تم سب اہل ایمان کے لیے دنیا میں رزق۔ اور عقبیٰ قدسیہ کی کشتی سوز میں قلب منور میں حریہ انوار سے بھری ہوئی بہت تمہارے ہی جیسے اہل سعادت کے لیے مسخر فرمادی جو دریاء معرفت میں قرب لقاء کے کنارے کی طرف سیر چلی جارہی ہے اسی خالق تعالیٰ کے حکم و رضا سے دنیا کی تمام نعمتیں تمہارے لیے اسی ایک تخم مسخر کردیا یعنی آسمان کو دیا اور دوست کی محبت کو در محبت ہی کی مدد تم کو عرش عافیت ثابت کیا یہ سب مسخر ہیں بھی ہوئی ہیں۔ مسافر شرب لقاء و قلبی کھوٹ سے بچتے ہوئے معرفت کی کشتی میں سوار ہو جاؤ و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم الیل و النہار تمہارے لیے ہی سورج کو مسخر کردیا جو ہمیشہ سلام کا سورج بھی اس مصطفےٰ سے در محبت و باطنی دریت کو چاند ہمیشہ ہی ایمان کے لیے بھیجا۔ اور سب مدد تمہاری تزکیہ نفس کے لیے ہی شریعت کا دن و طریقت کی رات کو تمہارے پاس ہزار نعمتوں کے ساتھ مسخر کیا۔ تاکہ اپنی حیات دنیوی میں دنیا کو بھی دین کے سانچے میں ڈھال کر دونوں جہاں کی نعمتوں سے شادان فرحاں رہو۔

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا

اور دیا تمہیں جو کچھ تم نے اس سے مانگا تمہیں اس کو اور اگر تم گنو

اور تمہیں بہت کچھ جو تم نے مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو

نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ

نعمتیں اللہ کی تو نہیں گن سکتے اس کو بیشک انسان بڑا ظالم

تمہارا نہ کر سکو گے شمار بڑی بڑا ظالم بڑا

كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

ناشکرا ہے اور اے نبی یاد کرو جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب میرے تو اس

ناشکرا ہے اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب تو اس شہر کو

الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

شہر کو امن والا اور بچا لے تو مجھ کو اور میرے خاندان کو اس سے کہ پوجیں ہم بتوں کو

امن والا کر دے اور بچا لے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ

اے میرے رب بیشک ان بتوں نے گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں میں سے تو جس نے

اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیے تو جس نے

تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ

پیروی کی میری تو مسلک وہ میرا ہے اور جس نے نافرمانی کی میری تو بخشنا تو بخشنے والا

میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا

رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

رحم والا ہے

مہربان ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند وجوہ تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں باری تعالیٰ نے پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ ہم نے تمام پھل درخت دریا، سورج چاند سے پیدا کیں اب ان آیات میں دو نعمتیں بندوں کو دینے کا ذکر ہوا۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں ایمان والے مومنوں کے دینے کا ذکر ہوا کہ وہ طاہر پر سعید۔ علی فرقی مرادِ غرضوں کو دیتے ہیں اب یہاں سب حال کی مثال کا ذکر ہو کہ اس کی دین سب محنت پر ہے اور اتنی کثرت ہے کہ کوئی شمار کر نہیں سکتا۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات سے ثابت ہوا تھا کہ آسمان و زمین اور ان کی ساری چھوٹی بڑی چیزیں سب خدا کے قبضے میں ہیں۔ اب ان آیات میں حضرت ابراہیم کی دعا سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ سب انسان بھی خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

تفسیر نحوی وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۔ دو سرا جملہ۔ اٰتٰى۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے ایتاء مصدر ہے ای سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے دینا۔ كُمْ ضمیر کا مفعول بہ ہے اور اس میں جو شیدہ ضمیر ھُوَ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے وہ ضمیر واحد مذکر غائب کا فاعل ہے۔ مِنْ حرف جر زیادہ ہے کُلِّ اسم موصول مضاف الیہ سے اس پر داخل ہے۔ مَا

مجرور سے مضاف الیہ لَا تُحْصُوْ۔ فعل مضارع منفی۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر سے احصاء بمعنی مستقبل ہے۔ حصیٰ سے بنا ہے بمعنی پورا نہ مکمل گننا۔ شمار کرنا۔ گھیرنا۔ دراصل تھا تُحْصُوْنَ نِ عمل اِنْ شرطیہ نے گرا دیا۔ کیونکہ یہ جملہ فعلیہ اس کی جزا ہے۔ ھَا ضمیر اس کا مفعول بہ ہے واو اس کا مرجع ہے لِلْاِنْسَانَ۔ لام حرف تحقیق۔ الف لام جنسی اِنْسَانَ۔ اسم معرفہ جامد ہے۔ اُنْسٌ سے بنا ہے بمعنی میل جول۔ محبت۔ تعلق۔ رشتوں برادریوں والا ہونا۔ واحد جمع۔ مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے۔ محل نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ یہ عبارت علیحدہ ہے اس لیے اِنَّ یا بکسر ہمزہ تام ابتدا ہے یا لام تاکید۔ لَظَلُوْمٌ۔ بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی ظالم یعنی بہت زیادہ ظالم۔ واحد مذکر ہے کَفَّارٌ۔ صفت مشبہ ہے جانے کے لیے بروزن فعال۔ کُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنی ناشکری کرنا۔ اسی سے ہے کُفْرَان۔ یہ دونوں صیغہ دو خبریں ہیں اِنَّ کی۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ واو مرتبہ ذ اسم ہے۔ اس کے ماتحت میں چار قول ہیں۔ نمبر ۱۔ یہ ظرف زمان ہے اور یہی حقیقی ہے۔ نمبر ۲۔ ظرف مکان۔ نمبر ۳۔ حرف مؤکد۔ نمبر ۴۔ مفاجاتیہ ہے۔ اس طرح بھی مستقبل ہے مگر قلیل۔ کثر بھی مستقبل ہوتا ہے لیکن کبھی زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے یہاں ماضی کے لیے ہے ظرف زمان ہے معنی اِذَا۔ قَالَ فعل ماضی مطلق معروف مثبت ابراہیم اسم علم غیر منصرف ہے علم ہے عربی لفظ ہے پہلے عبرانی یا سُریانی لفظ تھا اس لیے عجمی کہلایا مرفوع کیونکہ قال کا فاعل ہے۔ رَبِّ۔ دراصل تھا رَبِّیْ ضمیر ہے رب، ب کا کسرہ علامت یاء متکلم نے مذکر عرب۔ یہاں حرف ندا پوشیدہ ہے یہ اس کا منادی ہے۔ اصل میں یَا رَبِّ یاء متکلم اور گی ہمزہ وصل اس لیے حذف ہوئی کہ ب کو ج سے جوڑنا تھا۔ رَبِّ منادی مفرد محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا کیونکہ ندا کے معنی میں ہوتا ہے۔ اِجْعَلْ۔ فعل امر باب فتح سے جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بنانا۔ بنانا متعدی ہے مفعول ہوتا ہے انت ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے۔ ھٰذَا اسم اشارہ قریب کے لیے یعنی یہ بھی اصل ہے باطنی عرب جس کو مصطلح نحات میں عرب حکائی بھی کہا جاتا ہے اس کا عرب حکائی فتحہ ہے مفعول بہ اوّل ہے اجْعَلْ کا۔ اَلْبَلَدَ۔ الف لام عہد خارجی ہے مذ اسم مفرد جامد ہے اس کی جمع ہے بِلَادٌ۔ ترجمہ ہے شہر۔ بڑی آبادی۔ وہ قطعہ زمین جگہ۔ مشہد یہ ہے حد کا اس لیے مفتوح ہے۔ اٰمِنًا۔ اسم فاعل ہے واحد مذکر کا صیغہ امْنٌ سے مشتق ہے بمعنی امن دینا۔ امن لینا۔ یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں مفتوح نکرہ ہے مفعول بہ دوم ہے یا حال ہے بلد کا۔ وَاو عاطفہ ہے عطف ہے اجْعَلْ پر۔ اجْنُبْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر مرفوع منفصل اس کا فاعل ہے مرجع ہے رَبِّ۔ اب صرف ہے جُنُبٌ سے ماضی بمعنی بچانا۔ دور رکھنا۔ صرف حال مستقبل ہے۔ نون وقایہ عربی بچانے والی ی ضمیر متکلم۔ منصوب متصل مفعول بہ ہے واو عاطفہ عطف ہے یاء متکلم پر۔ بَنِيَّ۔ دراصل ہے بَنِیْنَ ی بَنِیْنَ جمع مذکر سالم ہے اِبْن کی۔ یا بَنٌ کی مضاف ہوا یاء متکلم کی طرف تو دونوں جمع عربی گرگئی ورنی کا ی میں ادغام ہوگیا۔ منصوب ہے کیونکہ عطف تابع ہے معطی

یاء متکلم مفعول بہ کا۔ ان مصدریہ اضارع کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے۔ لَيُبَدُ۔ اصل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ نحن ضمیر جمع متکلم مشترکین کا فاعل ہے مرجع ابراہیم اور نبی ہے۔ باب نصر سے ہے عبد سے ثابت بھی عبادت کرنا۔ متقدمی سے ایک معنوں۔ منصوب ہے ان ناصبہ سے۔ الف لام استغراقی۔ اصنام جمع مکسر صنم کی اسم جامد ہے بھی مجسمہ معبودی۔ بت۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے لَيُبَدُ کا یہ جملہ فعلیہ مفعول سے اُجیب کا رت مطلق فصاس کثیر قص بن ص فصن سعی فاتہ متی وصن عصانی د بن مغفور رحیم ہے۔ اصل تحایا رنی۔ یا حرف مد کو تخفیف کے لیے حذف کیا قریب ہے تقدم اور علامت یاء متکلم یاء متکلم محذوف موی بوئی بوجہ (ثقیل) ہونے کے کیونکہ کی کے بعد ہمزہ مکسورا ہے جس سے ی کو ثقیل کر دیا لہذا گر گئی اور اس کی نشانی ت کا کسرہ ہے ان حرف تحقیق حق۔ ضمیر منصوب متصل جمع مونث غائب ہم ہے ان کا مرجع سے ضمام۔ بقاعدہ نحویہ غیر عقل والی چیزوں کے لیے مونث کی ضمیر آتی ہے اضللن اصل۔ ضل مطلق معروف مثبت صیغہ جمع مونث غائب۔ کثیر ضمیر مونث ہم کا فاعل ہے۔ جس کا مرجع اصنام ہے چونکہ فاعل ہم ظاہر نہیں اس لیے ہم جمع لایا۔ باب افعال سے ہے مصدر سے ضلالٌ مبتدا مضاف ثلاثی مجرد سے۔ اصل متعدی ہونے کے بھی گمراہ کرنا۔ ضل ہم ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ کثیر اسم صفت مشبہ اسم فاعل کی فرع عامل متعلق سے۔ من حرف جر بعضیت کے لیے۔ الف لام استغراقی ہے یا جنسی ہے۔ ماں اسم جمع مذکر ہے اس کی واحد کوئی نہیں۔ تثنیہ ضلالتان ہے مونث کے لیے بھی مستعمل ہے۔ مجرور ہے من جارہ سے۔ جارہ مجرور متعلق ہے۔ کثیر کا۔ اور وہ جملہ صیغہ ہو کر مفعول ہے صللن کا۔ ف حرف عطف تعقیب بیانیہ۔ من اسم موصول شرطیہ۔ تبع۔ فعل ماضی مطلق معروف باب سمع سے صیغہ واحد مذکر غائب۔ تبع سے مشتق ہے بمعنی۔ پیچھے قدم پر چلنا۔ پیچھے چلنا۔ فرمانبرداری کرنا۔ مانند۔ زیادہ استعمال مرسی مناسب ہے۔ عطف صیغہ واحد مذکر غائب مشترکہ ہے جس کا مرجع من ہے۔ فان انتایہ ہی ضمیر واحد متکلم کا مرجع پر ہیز ہے۔ ف جزائیہ ان حرف مشبہ بالفعل کی ضمیر واحد مذکر غائب اس کا اسم ہے ل یہ منصوب ہونا عامل سے بڑی ہے اس لیے متصل ہے۔ من حرف جر تبعیض کے لیے ہے نون وقایہ ہے من کی نون سے در اصل تحا من نی۔ یاء متکلم مجرور متصل۔ جارہ مجرور متعلق سے مشتق یوسف ہم معنوں کا اور وہ جملہ صیغہ ہو کر جملہ شرطیہ کی۔ ان اسم جملہ سے مل کر جملہ شرطیہ ہے من جمع شرطی۔ و واو عاطفہ عطف ہے ملنے کا ہے پر۔ من موصولہ شرطیہ۔ عصا۔ فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ واحد مذکر غائب عصی سے۔ عفو جوف واوی بمعنی جوف یائی سے ہے۔ بمعنی نافرمانی کرنا۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم کا فاعل فو مفعول بہ ہے ف زائدہ ان حرف مشبہ بالفعل ک ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رب ہے۔ منصوب ہے کیونکہ اسم ہے غفورٌ۔ رحیمٌ اسم کرہ مبالغہ کے لیے بمعنی رفع حزانوں بنے رحیم صفت مشبہ کا صیغہ مرفوع ہے جو دو ہے رب کی۔

تفسیر عالمانہ

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝

ماسألتموہ ۔ سابقہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے اور وہ جس کو جو چاہے دے سکتا ہے اور جس سے چاہے لے سکتا ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار نعمتیں ہیں جو ہمیں اس نے عطا فرمائی ہیں ان

ے ی کہ کو دے یا کھٹ بیٹھ ۔ کھا ۔ کیلا ۔ تنے قدرتی ذخیروں نے پاس کیا تب رب رحیم نے بندے کے پیٹ میں ایک لقمہ پہنچایا ۔ پھر سر سے پاؤں تک ہر مسام یک نعمت ہے ۔ جسمانی کے علاوہ روح میں کروڑوں نعمتیں ہیں ۔ اللہ کبیر کون شمار کر سکتا ہے ۔ بس اعتراف ہی اس کی بارگاہ میں سطور مقبول ہے اس سے بھی ساں نعمت کرا ہے ۔ بیشک انسان بہت ظلم کرنے والا ہے ۔ اور رب سے دور بھاگتا ہے کیونکہ ناشکرا ہے ایک روایت میں ہے ۔ کہ علوم سے مراد بوجہل اور اس کی قوم نبی میرہ ہیں اور کفار سے مراد نبی امۃ قرشی ہیں ۔ علماء فرماتے ہیں انسان کی دو عادتیں جبلی بھی پیدا شدی ہیں ۔ ہیرا ۔ نسیان ۔ ہیرا ۔ اور نعمت کرنا ہے اور دو عادتیں نفسانی ہیں یعنی خود ساختہ ۔ ہیرا ۔ انکار ہیرا ۔ جہالت ۔ نعمت و نسیان کی بنا پر انسان ظلوم ہے اور انکار و جہالت کی بنا پر انسان کفار ہے انسان سے نقصان کی بھاری نعمت سے پریشانی و نعمت سے بیماری ۔ انکار سے دوری کی اور جہالت سے تکوسے کی بیماری پیدا ہوتی ہے رب تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا ۔ تاکہ دو عادتوں کا رخ موڑ دیں کہ نسیان و نعمت دل سے ہٹ کر دنیا کی طرف ہو جائیں ۔ اور دو عادتوں کو مٹا دیں ۔ شریعت نے نسیان کو طریقت نے نعمت کو حقیقت نے انکار کو معرفت نے جہالت کو ختم فرمایا ۔ ان سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بارگاہ ربوبیت احدیت میں عرض کیا ۔ سے پیارے نبی آپ بھی یاد کیجئے اس وقت کو جب کہا ابراہیم خلیل نے سے میرے کبیر بالغیں دیے اللہ رب اور چاند سورج رات دن کو مسخر بنا دے معبود اس شہر مکہ کو بھی تا قیامت اس وادی سے اور سر تمام مسلمانوں بھیجنا ہے والے جد کار ۔ تجربہ پسند دشت گرد کو یہاں سے بیسے یا مسخر کر دے کہ کسی جانور کا دل وگھا ۔ تو در کنار یہاں کو گھاس تنکا بھی نہ اگا سکے ۔ اور اگر کوئی کرے تو خود ہی تباہی ہو جائے یہاں تک کہ جب ہوا میں فضا میں اور موسم بھی یہاں کوئی موذی امراض نہ رہ سکے ۔ نہ کبھی قحط سالی آئے ۔ غرض کہ چاروں طرف سے طرح کا امن و اماں رہے ۔ اور دور دور تک یہ علاقہ حرم شریف ہو جائے ۔ اور مجھ کو بھی دور رکھ اس طرح کہ میری نعمت قائم رہے اور کسی گمراہی کی قدرت ہی نہ رہے جیسا کہ نعمت کی نسیان سے دنیا عمر باقی رہے ملیا کی طلب میں ماوۂ کا پیدا ہی نہ کیا گیا ۔ مگر نعمت ختم کرے رب تعالیٰ دنیا سے کل یہ طلب کی گئی ۔ سے کہ ہمیں بیٹوں کو بھی دور رکھ اس بات سے کہ ہم میں سے کوئی بھی پتھر لکڑی و سورج چاند مورتی ستاروں یا گائے کے تو پوجیں ۔ اور اس دور کرنے کے دل میں بھی خیال نہ آئے ۔ ی کی محنت پیدا ہو ۔ ان کی تعلیم ہی ہم کر سکیں اس لیے کہ ۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۔ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے میرے رحیم کریم ہماری رب بیشک ان بتوں نے بہت سے وجود کے سبب یا ہی نیک و بد بصورتی سے متاثر کیا یا بنی تمہری ۔ کری باد ضلال سے مرعوب کرنے نعمت سے حق سے موقوف عالم جاہل لوگوں کو گمراہ کر دیا ۔ ہے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیا ۔ سے اللہ نے حکم کے مطابق ان تمام

اپنی قوم کو یہ ہی شریعت بتاتا۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہوگا جس میری تبلیغ و دین کی وجہ سے ہوئی شروع فرمانبرداری سے ہوئے دینے کو اپنا دشمن ہمیشہ کے لیے دشمن ہوگیا۔ تو بیشک وہ مجھے بھی ان سے ہے اور جس شخص نے میری ہر طرح فرمانی مخالفت اور مخاصمت کی۔ اس طرح کہ۔ شریعت پر عمل کرنے والوں کو ستایا۔ منتقی نے۔ مخلص یا بدعمل ہونے یا منکر تو بیشک تُو ہے وہ غفور۔ شریک بیٹے معبود تو ہی توفیق دے کر بخشنے والا معاف فرمانے والا ہے تو ایمان کو توفیق دے کر زیادہ مغفرت میں رحم فرمانے والا ہے میں نافرمانوں کا معاملہ برتاؤ تیرے سپرد کرتا ہوں کیونکہ تو مجھ سے زیادہ رحم والا ہے۔ یہ کیف جب تک نافرمانی کرتے رہیں گے میزان سے کوئی بدلہ تعلق اور قوی سلسلے داری نہ ہوگی میں ہزاروں ایسے شخص کو تیرے سپرد کردوں گا۔ اس لیے کہ میری نافرمانی دراصل تیری ہی نافرمانی ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ تیرا ہی ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ تاجدار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ذکر کرکے فرمایا کہ میں اپنی امت کی بخشش کا بڑا طالب ہوں اور کافی دیر تک گڑگڑا کے ساتھ رب کی بارگاہ میں عرض کرتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَسَاَلَهُ فَاَخْبَرَهُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کیا اے محبوب کیا چاہتے ہیں فرمایا کہ امت کی بخشش کے بذریعہ جبریل پیغام بھیجا کہ اے میرے حبیب ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

فائدے

اس آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا بارگاہ الٰہیہ میں بہت پسندیدہ عبادت ہے۔ اس لیے دعا کا کوئی وقت معین نہیں۔ مگر بعض اوقات بھی دعا جاری اور قائم رکھنے کے لیے فرض فرمائی گئی ہیں۔ جیسے نماز میں دعائیں شامل فرمائی گئی ہیں کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں۔ لہٰذا جو دعاؤں کی محافظت کرے یا اپنے پاس سے وقت کی قیدیں لگا پھرے وہ گویا وہابی ہے۔ یہ فائدہ مَا سَاَلْتُمُوْهُ کے عموم سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ قرآن مجید کے طریقہ بیان اور طرز ذکر کے مطابق۔ ضمنی مطلب یا عام مطلوں میں جس کو تاحاصل میں کیا جاتا۔ لہٰذا جب کسی خط انسان مکرم ہو یا اس کو خطاب ہو تو مراد کرم اور اس کے تابعین میں شامل ہوں گے۔ جو شخص عام خطابات میں بیدار کرم علیہ السلام کو شامل مانے یا سمجھے وہ بدترین جاہل اُستاذ ہے یہ فائدہ وَاٰتٰىكُمْ کے بعد مَا سَاَلْتُمُوْهُ کے فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ تمام کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور صفات تمام دنیا و ما فیہا سے زیادہ ہیں۔ یہ فائدہ اَحْصَوْهَا کے فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ دیکھو رب تعالیٰ نے تمام جہان کو قلیل فرمایا۔ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ تو جو قلیل ہے اس کو تو تمام

انسان وہ صفات کہاں سے لائے۔ بس جس کو رب تعالیٰ عظیم فرمائے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اس کو کس درجہ شمار کیا جاسکتا ہے۔ کتنے بدنصیب اور احمق ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کی تعریف سے جلے مرتے ہیں اور جلسہ پر طعن کرتے ہیں کہ تم ایسے آقا کی شان کو حد سے بڑھا دیتے ہو۔ ایک دفعہ جامعہ نعیمیہ کے اعظم چشتی نعت خوان نے ایک مست بڑے بن کے مذہبی لیڈر خطیب پاکستان سے ان کے اسی طرح کے اعتراض پر فرمایا کہ حضرت جی تم سب مل کر آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی حد بتادو۔ حضرت جی ایسے چپ ہوئے کہ منہ چھپاتے ہی۔ یہ حال تو ان کے بڑوں کے علم کا ہے۔ اور ہاتھ کہاں ڈستے ہیں۔ بیشک آقا! تجھ پر میرے ماں باپ قربان مولیٰ کی شان کی حد بھی کسی کو معلوم نہیں تو حد سے بڑھے گا کیسے۔

احکام القرآن

اس آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ قانونِ شریعت کے مطابق کسی شخص کا دلی نام سے کر اس کی جنس یا نسبت یا بڑائی کرنا منع ہے۔ جب کہ برائی میں مشہور نہ ہو۔ لیکن عام نام سے کر برائی بیان کرنا جائز ہے۔ جیسے کہ کوئی یہ کہے لوگ برے کام کرتے ہیں۔ یا نبی کریم کے گستاخ گروہ میں صحابہ کرام کو برا کہنے والے عام ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ مسئلہ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ جو بیرِ گمراہ کا سبب ہو اس کو مجرم قرار دینا یا ایسے شخص کو سزاء شرعی کا مستوجب گردانا جائز ہے۔ یہ مسئلہ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سے مستنبط ہوا کہ دیکھو حضرت خلیل علیہ السلام نے گمراہی کا مجرم بتوں کو قرار دیا۔ حالانکہ پتھر کے بت تو کسی کو گمراہ ہونے کا حکم یا مشورہ نہیں دیتے نبی کی زبان قائد الی اللہ کی زبان ہوتی ہے۔ لہٰذا والد اگر اولاد کو عالم استاد اپنے شاگردوں کو خطیب امام اپنے مقتدیوں کو پیر اپنے مریدوں کو والدہ اپنی بیٹیوں کو۔ بادشاہِ اسلام اپنی رعایا کو نیک تربیت نہ دے تو شرعی مجرم ہے کہ وہ ضلالت کا راستہ بتا رہا ہے ان (بتوں) انسانوں کی بے راہ روی کو تیسرا مسئلہ۔ کافر کو اپنا سمجھنا شرعاً حرام ہے۔ اگرچہ اپنا قرابت دار یا ہم قوم یا اولاد ہو۔ یہ مسئلہ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سے مستنبط ہوا کہ نافرمانوں اور بے دینوں کو اپنا نہ فرمایا گیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں فرمایا گیا۔ هٰذَا الْبَلَدَ۔ اَلْبَلَدَ کا معرفہ اور سورۂ بقرہ میں ہے هٰذَا بَلَدًا آمِنًا۔ جواب۔ سورۂ بقرہ شریف میں اس وقت کی دعا کا ذکر ہے جب ابھی یہ جگہ جنگل بیابان تھی اس کو شہر بھی بنانا ہے اور امن والا بھی۔ اس لیے هٰذَا علیحدہ ہے اِجْعَلْ کا مفعول اوّل بَلَدًا آمِنًا یہ مرکب توصیفی علیحدہ ہے مفعول بہ دوم۔ لیکن یہاں اس وقت کی دعا کا ذکر ہے جب کہ مکہ شہر بن چکا ہے اب صرف امن والا ہونے کی دعا ہے۔ اس لیے هٰذَا بَلَدًا بغیر مفعول بہ اوّل ہے اور آمِنًا علیحدہ ہے مفعول بہ

دوم اور دونوں کا ترجمہ اس طرح ہے۔ سورۃ بقرہ سے جب اس جگہ کو گزرے۔ شہر بنا دے۔ سورۃ ابراہیم یہی ہے جب اس شہر کو امن والا بنا دے۔ اس چیز کو بنانے کے لیے اس طرح سوال ہوا اور اسی طرح حضرت ابراہیم سے اس وقت دعا مانگی تھی۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام چیزیں دیں جو تم نے مانگیں۔ حالانکہ سب تعالیٰ نے ہم سب کو وہ چیزیں دیں جو ہم نے مانگیں۔ ہم میں سے بعض کو وہ سب دیں جو انہوں نے مانگیں۔ اور کسی کو پوری چیز عطا فرمائی اور نہ کسی کو تھوڑی تھوڑی عطا فرمائی تو پھر اس آیت کا معنی کیا ہے۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عزیزی میں گزر گیا کہ ہمارا مانگنا صرف زبان قال ہی سے نہیں ہے بلکہ زبان حال اور زبان فرضیت سے بھی ہم مانگتے ہیں اور رب تعالیٰ نے ہماری ساری ہی ضرورتیں پوری فرما دیں۔ اگر ایک ضرورت بھی پوری نہ ہو تو بندہ مر جائے۔ ہم زبان قال سے مانگتے ہیں تو اس لیے تمام نہیں دی جاتیں کہ ہم بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ یا اکثر بہنے لیے نقصان دہ چیز مانگ لیتے ہیں اپنی کم عقلی سے۔ اس لیے رب حکمت والا ہم کو نہیں دیتا۔ بعض نے جواب اس طرح دیا کہ اصل عبارت اس طرح ہے۔ وَاٰتَاكُمْ بَعْضَ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ۔ اور دیا تم کو ان تمام میں سے بعض جو تم نے مانگا۔ مگر یہ جواب خواہ مخواہ تکلف ہے۔ جہاں تک ہو سکے پوشیدہ عبارت بنانے سے بچنا چاہیئے۔ تیسرا اعتراض۔ ہمنت کہتے ہیں کہ نبی کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے مگر یہاں یہ دعا کہ اس شہر کو امن والا بنا قبول نہ ہوئی کیونکہ کعبہ پر اور مکہ پر بہت دفعہ حملہ کیا گیا۔ اور کعبہ شہید کیا گیا۔ یہ موجودہ کعبہ تعمیر خلیل نہیں ہے بلکہ تعمیر قریش اور نبی پاک ہے (وہابی دیوبندی وہابی)

جواب۔ امن سے مراد کفایت تمامیہ ہماری فقط اور آپس کی خانہ جنگی ہے اس سے واقعی مکہ تک بلکہ تا قیامت محفوظ ہے۔ اور دعا حقیقتاً قبول ہے۔ بعض نے کہا یہ دعا اور سے شہر کے لیے ہے کہ یہ ویران و برباد نہ ہو۔ اس لاسے بھی قبول ہے چوتھا اعتراض۔ انبیاء تو معصوم ہوتے ہیں گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے پھر یہ دعا کہ وَاجْنُبْنِيْ بچا کو بت پرستی سے ہمیں۔ کیوں مانگی؟

جواب۔ اس کے بارے مفسرین کے تین قول ہیں۔ بعض نے کہا کو معصومیت پر قائم رکھ۔ بعض نے کہا اس لیے کہ بت پرستی کے موجب ہے بچپن کی بھی خیال سے یہ کہا۔ کہ یہ شر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس لیے کہ خانہ بندگی بھر اللہ دعا میں معصومیت ہے پانچواں اعتراض۔ حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا وَبَنِيَّ۔ اور میرے بیٹوں کو بھی بت پرستی سے بچا۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے حقیقی صرف دو تھے حضرت اسماعیل اور اسحاق۔ اور نبی جو چاہے نسلاً کی ہیں سے مراد آپ کی اولاد نسل سے اور وہ قبیلہ قریش ہے۔ وہ بت پرست ہوئے۔ تو ثابت ہوا کہ دعا بھی قبول نہیں ہوئی۔ (وہابی دیوبندی)

جواب۔ تفسیر میں اس کا جواب دیا گیا ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ یہ دعا اس وقت موجودہ اولاد بیٹوں پوتوں کے لیے تھی اور اس وقت وہ سب مومن و صحابی ہی رہے۔ لہٰذا دعا قبول ہوئی۔ بعد میں قبیلہ قریش والے اگر گمراہ ہو جائیں تو دعا کی قبولیت میں فرق نہیں آتا اور قریش بھی ملک کے کافر ہونے تھے جس سے ثابت ہوا کہ دعاء خلیل بعض کے لیے قیامت تک قبول ہوئی۔ چھٹا اعتراض۔ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ کا معنی من بعضیہ کی وجہ سے یہ کیا جائے کہ اس کو یا بعض کو نہ دیا۔ یا ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا دیا کیا جائے تو یہ معنی تین وجہ سے غلط ہوتا ہے نمبر۔ آگے ارشاد ہے لَا تُحْصُوْهَا تم اللہ نعمتوں کو گن نہیں سکو گے اور نہ گن سکنا کثرت کو ثابت کرتا ہے جب کہ بعضیت کثرت کے خلاف ہے۔ آپ کے تفسیری معنی سے تعارض آیات ہو گیا۔ نمبر ۲۔ لَا تُحْصُوْهَا فرمانا اقتضاء احسان جتلانا ہے اور بعض پر احسان نہیں مناسب ہوتا۔ لَا تُحْصُوْهَا میں تو سب کو شامل کیا گیا لیکن دینے میں بعض کو دیا۔ تو لَا تُحْصُوْهَا کی عمومیت کیونکر درست ہوگی۔

جواب۔ سابقہ حوالجات میں ہمارا جواب تو یہی ہے کہ اللہ نے سب بندوں کو سب ہی نعمتیں عطا فرمائیں صرف مانگنے والی زبانوں کا فرق ہے زبان قال زبان حال اور زبان مقال درست۔ اس جواب پر تو کوئی اعتراض نہیں پڑتا آپ کا یہ اعتراض جواب دوم پر ہے اور ان کی طرف سے جواب اس طرح ہے کہ سب تعالیٰ کی بعض نعمتیں بھی اتنی کثیر ہیں کہ لَا تُحْصُوْهَا گنی نہیں جا سکتیں نیز یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ بعض دیں بعض نہ دیں اور جو بعض دیں وہ ان بعض سے زیادہ ہوں جو نہ دیں۔ اور رہا یہ کہنا کہ جس بعض افراد کو بالکل نہ دیں وہ کیا گنیں گے لہٰذا لَا تُحْصُوْهَا میں یہ کیوں شامل کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ ان نعمتوں کو گن چکے جو ان مانگیں دی گئیں لَا تُحْصُوْهَا میں یہ قید تو نہیں ہے کہ کونسی نعمتیں گنو۔ جن مانگے تو ہر شخص کو ہی دی گئیں اور کثیر دی گئیں۔ بعضیت کا احتمال تو فقط سَاَلْتُمُوْهُ دینی نعمتوں میں ہے۔ ساتواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا تعدادوا اور عربی لغت میں عادف یعنی ہم معنی ہے تو نعمتی کیونکر درست ہوئی۔ ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو نہ گن پاؤ گے سکو۔ یہ تو عجیب فقرہ (جملہ) بن گیا۔

جواب۔ یہ دونوں ہم معنی نہیں ہیں بلکہ تَعُدُّوْا کا معنی ہے گنے لگو یعنی گننا شروع کرو۔ یہ ابتداء تو ہر انسان کے لیے ممکن ہے۔ آگے نفی ہے وہاں دوسرے مادہ مصدر کا فعل استعمال فرمایا کہ لَا تُحْصُوْهَا اس کا معنی ہے گنتی کی صحیح تکمیل کرنی۔ یہ انسانی جنانی اور ملکوتی طاقت و علم سے ناممکن ہے۔ اپنی مثال آگے تحدیث اعتراض جواب میں عرض کی گئی۔ آٹھواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا تُحْصُوْهَا گن نہیں سکتے۔ جس سے ثابت ہوا کہ نعمتیں غیر متناہی ہیں حالانکہ نعمتیں مخلوق ہیں اور مخلوق غیر متناہی نہیں ہو سکتی۔

جواب۔ لَا تُحْصُوْهَا سے ہر گز غیر متناہی ہونا ثابت نہیں ہوتا نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہاں کثرت مدت کی تعبیر

گننے کی طاقت درخت کی نہیں ہے۔ اور انسانی طاقت بہت سی غیر متناہی چیزوں کو شمار کرنے کی بھی نہیں ہے۔ دیکھو ایک بڑے درخت کے پتے بہت متناہی اور تھوڑے ہیں مگر انسان گن نہیں سکتا اور اسی طرح دریا کے قطرے اللہ کی نعمتیں تو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ اگلی آیت ۳۷ آیت ۴۱ کے ساتھ کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ

اے رب ہمارے بیشک میں نے آباد کیا کچھ اولاد اپنی میں جنگل بے کھیتی

اے میرے رب میں نے بسائی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی

زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

والی تیرے عزت والے ہونے کے ۔ اے رب ہمارے چاہیئے کہ قائم رکھیں

نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ

وہ نماز کو پس بنا دے تو دلوں کو طرف سے لوگوں کے کہ جھک جائیں

قائم رکھیں تو کر لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل

اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

طرف ان کی اور روزی عطا فرما تو ان کو کچھ پھلوں کا تاکہ شکر کرتے رہیں

کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی

اے رب ہمارے بیشک تو ہی جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور نہیں چھپ سکتی

اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

پر اللہ کے کوئی چیز میں زمین اور نہ میں آسمان

کہ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ

کروں حمد میں لیے اللہ کے وہ جس نے عطا کیا مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل

سب خوبیاں ہے اللہ کے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل و

وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

اور اسحاق ۔ بیشک رب میرا البتہ سننے والا ہے دعا کا۔

اسحٰق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کی دعا کا ذکر ہوا جس کے تین پہلو تھے ۔ نمبر ۱۔ عقلاء نمبر ۲۔ اعمال ۔ نمبر ۳۔ رزق حلال ۔ پہلے ایک حصہ نقل فرمایا گیا ۔ اب ان آیات میں دوسرے دو حصے نقل فرمائے گئے ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی عطاء و کثرت نعمت کا ذکر ہوا ۔ ان آیات میں حضرت ابراہیم کی دعا قبول فرما کر اس کا عملی ثبوت پیش فرمایا جا رہا ہے ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں انسان کو ظالم اور کافر ارشاد ہوا ۔ ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے کہ جیسا اور دیا ، اللہ والوں کے اہل مجلس اللہ تعالیٰ کے شاکر بندے ہیں ۔ اور یہ معلوم ہوا کہ عام الفاظ و القاب خطابات میں خواص شامل نہیں ہوتے ۔

تفسیر نحوی رَبَّنَا اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔ ربنا ۔ دراصل تھا یا ربنا ۔ یہ مضاف تا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۔ بنی مبنی نحو منادی مضاف ہو کر منصوب ہوتا ہے یہاں بسبب ی یائے متکلم کے ماقبل حرف تحقیق کی ضمیر واحد متکلم اسم ہے ان سے مل کر اسکنت فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد متکلم باب افعال

سے ہے۔ مصدر ہے "سکون"۔ متعدی یک مفعول ہے بمعنی ٹھیرانا "سکن" سے مشتق ہے لازم سے بمعنی ٹھیرنا۔ رہائش رکھنا۔ سکونت غیر رکھنا۔ مِنْ بعد تبعیضیہ ذریت ہم مفرد جامد مؤنث ہے ذُرُوْ یا ذرِیَ سے بنا ہے۔ بمعنی چھوٹی اولاد۔ بکھرے ذرات سے پیدا کی ہوئی چیزیں۔ یہاں پہلے معنی ہیں۔ اصطلاح میں ہر بڑی چھوٹی اولاد کو ذریت کہتے ہیں۔ مضاف ہے محذوف سے جس سے ی ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ ب جارہ بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ واد۔ ہم فاعل سے در اصل تھا وادی تخفیف کے لیے ی ہم کلمہ کو گرایا۔ در عربی میں تنوین لگا وادی سے خارج بمعنی جنگل بیابان۔ یہاں۔ جب اس کے آخر میں ت تانیث ہو تو معنی ہوتے ہیں پہاڑی نالہ۔ پہاڑوں کے درمیان لمبا تنگ رستہ۔ یہاں مراد مکہ مکرمہ کا اس زمانے کا بیگیانی لق ودق بیابان ہے۔ مجرور ہے ب جارہ سے تنوین عوضی ہے موصوف ہے سابقہ کا۔ غیر ذی ستن ثانی ہے مجرور ہے مضاف الیہ قبل کا اور مضاف سے مابعد کا اس پر کسرہ بنائیوں ہے۔ ذی بمعنی والا سے مکتسبی ہے سے۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے ہم ظاہری اسم۔ سماعت کمزوری ہوتی ہے۔ مضاف الیہ ہے غیر کا اس پر ہے مجرور ہے ز ر ع۔ مصدر بمعنی ہم معروف بمعنی بونا ترجمہ کھیتی۔ ہم نکرہ سے تنوین تنکیری ہے یعنی بالکل کھیتی نہیں۔ عِنْدَ اسم ظرف مکانی ہے بمعنی قریب پاس ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ ظاہر بھی ہوتا ہے ضمیر بھی۔ بیت۔ ہم مفرد جامد اس کی جمع مکسر بُیُوْتٌ بیتٌ مصدر ماضی کا حاصل مصدر ہے باب سمع میں جاری ہوتا ہے۔ بمعنی رہنے گزارنے ہے۔ صلحاء میں کوٹھری کو یا کمرے کو بیت کہتے ہیں۔ مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے عِنْدَ کا۔ تنوین نہ آئی کیونکہ مضاف ہے ک ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل کا اس کا مرجع رب ہے۔ مرکب اضافی موصوف ہے۔ الف لام جنسی بمعنی الذی۔ مُحَرَّم ہم مفعول واحد مذکر باب تفعیل سے ہے مصدر یہ ہے تحریم سے بابِ سمع سے بھی عزت کرنا اسی سے ہے احترام اللہ بمعنی منع کرنا۔ ی سے ہے حرم ہ بمعنی روکنا۔ اسی سے ہے محروم۔ مُحَرَّم بمعنی عزت کیا ہوا ب صفت مفعولی ہے یعنی لوگ اس کی عزت کریں محرم بمعنی حرام کیا ہوا ب یہ صفت فاعلی ہے یعنی اس کی ہیبت سے لوگ یہاں حرام کر دیتے۔ بمعنی رسوخ صفت سے ست کی۔ رَبَّنَا۔ ہم منادی مضاف برائے تاکید دعا یُقِیْمُوْا فعل امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر ہم صیغہ فاعل مسئلہ کا مرجع ذریت ہے۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اقامت۔ الف لام عہد خارجی صلوٰۃ ہم معرفہ لغوی ترجمہ دعا سے مفعول منہ ی حذف ہے۔ مستقر ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ ف تعلیلیہ بمعنی اس لیے اجْعَلْ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ ت ضمیر واحد اس میں مستتر ہے فاعل ہے اس کا مرجع رَبَّنَا سے باب فتح سے جعل سے نتیجہ بھی بنانا۔ بہر حال متعدی ہوتا ہے۔ فِئْدَۃٌ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد فُؤَادٌ ہے ترجمہ دل ہاء مدنی ظلی تفخیم کسرہ ما قبل سے مناسبت نصب ہے مفعول ہونے سے جعل کا مِنَ جارہ مادہ یا تبعیضیہ مضاف الیہ پر داخل ہو کر صاحت در بیان کے لیے۔ الف لام استغراقی۔ ناس ہر قسم معنوی جامد در نتیجہ ہوتا ہے جامد مجرور متعلق ہے اجعل کا تَهْوِیْ

اصل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب۔ عزیٰ سے بنا ہے باب ضرب سے ہے بمعنی خوش کرنا۔ مائل ہونا۔ لھکنا۔ تیزی سے گر جانا۔ پھینک دینا۔ گر پڑنا۔ یہاں پہلے دو معنی مراد ہیں بھی ضمیر واحد مؤنث اس کا فاعل ہے جس کا مرجع لمۃ ہے فاعل بھی ضمیر ہے لیکن صیغہ واحد آیا اس لیے کہ غیر ذوی العقول ہے۔ یہ جملہ حال ہے لمۃ کا ان حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے ہم ضمیر کا مرجع مؤنث ہے۔ واو عاطفہ۔ معطف ہے اجعل پر لُزُقٌ۔ باب نصر کا امر حاضر معروف واحد مذکر ہے ضمیر اس میں مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اس کا مرجع رب تعالیٰ ہے۔ لزق سے بنا ہے۔ لزوق دینا حکم ضمیر مستتر مفعول کا مرجع مؤنث ہے معمول یہ ہے۔ من جارہ تبعیضیہ اسم بمعنی اعزاق تمرت۔ ہم جامد بھی مؤنث عام اس کا واحد ہے ثمرۃ۔ اس کا مذکر ثمر ہے جمع مکسر مذکر ثمار یا ثمر ہے۔ ترجمہ سے پہلے ہوا۔ ہوا سے قسم کی مدرسل میں تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ باب نصر سے ہے متعدی بیک مفعول ہے۔ اس کا مفعول بہ لفظ ستر پوشیدہ ہے۔ تکثر سے بنا ہے بھی احسان صد ہوا۔ اس کا فاعل حکم ضمیر جمع کا مرجع مؤنث ہے۔ یہ جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہے ماقبل فعال کا۔ رتکثر تَعْلَمُ مَا يَخْفَى وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ سب ثلاثی مجرد سے اس لیے مفتوح ہے ضمیر جمع متکلم مع الغیر ہے صادی کا یا حرف مدیہ پوشیدہ ہے۔ ان حرف تحقیق۔ ہمزہ امیہ مکسورہ ہے یا اس لیے ہوا کہ قال کے جملہ گرچہ دو ہے مقولہ سب ایک ہی ہے۔ یا اس لیے ہوا کہ یہاں سے علیحدہ عبارت ہے جدید مدرج کلام ہیں وقع ہوا۔ لک ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل جار مجرور ہے۔ اور اس کا مرجع رب ہے۔ گو تعلمات کی جمع ہے۔ تعلم۔ باب سمع کا فعل مضارع بھی حال صیغہ واحد مذکر غائب۔ ہے ضمیر حاضر مستتر اس کا فاعل اور مرجع رب ہے۔ علم سے مشتق ہے بمعنی جاننا متعدی مذ مفعول ہوتا ہے۔ یہاں یک مفعول ہے یا تم موصول۔ جملہ تعلم سے کیونکہ مفعول ہے تعلم کا لیے حق کے لیے متصل ہے مریم قوم کے لیے ہے۔ یکفی فعل مضارع معروف مفعت باب ضرب سے ہے مصدر ہے کفاءۃ۔ بمعنی پھیلانا۔ باب فعل جیسے متعدی ہوتا ہے۔ معنی۔ قص یائی سے مشتق ہے بمعنی قصص۔ صیغہ جمع متکلم نحن ضمیر جمع متکلم اس کا فاعل اس کا جمع تمام احوال خطاب حضرت کریم مرجع ہے۔ واو عاطفہ معطف ہے تعلم پر ما موصول حال نصب میں ہونے معطوف سے پتہ چلتا ہے۔ نعلن۔ باب ضرب کا فعل مضارع معروف مفعت صیغہ جمع متکلم۔ مصدر سے علانیۃ بمعنی ظاہر کرنا۔ علن سے مشتق ہے۔ بمعنی جہر کرنا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ صلہ ہوا ما کا۔ اسی طرح دوسرا موصول صلہ ہو۔ اور یہ تمام صلہ عائد معمول ہے تعلم کا۔ واؤ حالیہ یا عاطفہ ما یخفی باب ضرب کا مضارع معنی معروف ما یخفی کا بھی کرسکتے ہیں مرکب مضاف ہے مضاف الیہ ہوا اس کا نام ہے معنی بھا۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر مستتر کا مرجع ما موصولہ جانتے ہیں ظاہر ہے من شیء فاعل ہے۔ اور من زائدہ

تشریح: داخل ہوسکے۔ فی حرف جر بمعنی علیٰ ظرفیہ ہے۔ یعنی نظر کے نزدیک۔ الشہر اسم معرفہ ذہنی علم ہے۔ عاد و محمود متعلق ہے عاد کی۔ من جادہ مادہ لغوی۔ شتی، ظاہراً مجرد ہے بئر سے نہ کہ ثلاثی مزید فیہ سے۔ ورنہ تیسرا کون سا عل سے عاد بمعنی کل۔ جس کے نزدیک یہاں کُلٌّ یا جَمِیْعٌ پر شیدہ ہے اور جس شتی یا اس کے متعلق درود عل سے متعلق فعل کا۔ شتی، مرصرف ہے فی جادہ ظرفیہ۔ ف علاء استمراری ارض اسم مفرد مؤنث عقلی عاد و محمود معروف ید۔ واؤ عاطفہ لیکن کیلئے آیا عاطفہ تاکید کے لیے فی جادہ ظرفیہ۔ الف لام استمراری نماء اسم مفرد مذکر عاد و صفاتی سے یہاں حسی کا عاد و محمود معروف ہے۔ یہ دونوں متعلق ہیں موجود پوشیدہ کا اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت سے شتی ہو کر۔ یک ترکیب میں۔ صرف پہلا عاد و محمود متعلق سے موجود پوشیدہ صفت کا۔ دوسرا عاد کا عطف عاد کی پر ہے۔ دریہاں یک فعل یعنی پوشیدہ پہلے فعل عاد کی کے قرینے سے۔ نُعْمِدُ یقینی ذی وقف فی علی لکھ۔ یُعْمِدُ و خلق اذ فی سَمْکَ ذ الف لام استمراری سمی تمام ذ اسم مفرد حاصل مصدر عاد۔ یعنی ذی صفات کی ثبات و لصیقت میں کرنا۔ قد۔ مدح تحقیق و تکثیر کا فرق استاد استمراری نفیہ ماضی میں کیا جائے گا۔ ما جادہ ملکیت کا۔ اللہ کی صفت کرنا ہے۔ ما جادی وجہ سے تذ کیر صفت۔ یہ مبتدا ہے۔ اللہ سے پہلے تک جملہ اسمیہ ہو کر پوشیدہ ہے عاد و محمود کا یہ جملہ صفات کے متعلق ہے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ خلقہ مذکر کی۔ ہ ضمیر موصوف ہے۔ الذی اسم موصول واحد مذکر۔ رب۔ فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب ہو کر صیغہ پوشیدہ ان کا فاعل ہے اور اس کا مرجع اللہ ہے۔ رب عرب۔ بی۔ ام جادہ مفعولیت کا بی صیغہ واحد مذکر متکلم کا۔ مع اسم ہے مجاد و معی اسم کا۔ و عطف خلق سے معنی نے بمعنی بخشنا عطا کرنا۔ فہم طلب کے دیا۔ بی کا عطف خ کی ف اف رہا۔ ف لام استمراری یا ضی۔ ہمیں۔ ہم ضمیر حاصل مصدر عاد ہے۔ ملک قرآن میں ملکے کا صیغہ ہے یہی ترجمایا ہوا ہے فعل عاد و محمود متعلق دوم سے ذنب ۲ ضمیل۔ اسم فعل ہے۔ عمرانی یا سریانی علاقہ عاب عربی ہوا۔ اس لیے غیر منصرف ہے۔ حالت نصبی ہے مفعول بہ ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے ضمیل پر۔ حق۔ اسم مفرد فعل علم سے عبرانی یا سریانی عطا ہے اب عربی ہے لہٰذا غیر منصرف ہے تنوین سے مانع بھی غیر منصرف ہونے سے حالت نصبی عطف تابع ہے ضمیل پر۔ حق۔ حرف تحقیق بمعنی بیشک۔ یقیناً۔ یہ کلام ہے۔ ربی۔ مرکب اضافی بھی میرا رب ہمیشہ ہے۔ لام کے لو ہا ہے۔ تاکید خبر ہونے کے لیے ہے۔ سَمِیْعُ۔ اسم صفت مشبہ سننے کے لیے۔ بمعنی سمت اور ہمیشہ سریک کی۔ سننے والا۔ رب کرم سے ہے۔ سمع سے ماضی بھی سنا۔ حکایت رفع سے کیونکہ خبر سے مضاف ہے۔ دُعَا۔ الف لام استمراری۔ دُعا مصدر بھی طلب کرنا۔ مانگنا۔ دعا کرنا۔ شکایت کرنا۔ یہاں ہر معنی ہو سکتا ہے۔ یہاں حاصل مصدر اسم عاد بھی ہو سکتا ہے۔ حالت کسرہ سے مضاف ایدی سے صیغہ کا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ بمعنی ملانا۔ پکڑنا۔

مانگنا۔ دعا کی جمع ادعیہ۔ اسی سے دعوات جس کی جمع ہے دعوات۔

تفسیر عالمانہ

رَبَّنَا اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ۔ اے ہمارے پالنے والے میں نے صرف تیری رضا کی خاطر چھوڑی ہے اپنی کچھ اولاد اور ذریت اہل عائلہ یعنی حاجرہ اور ان کی نسل بیت تیرے کی سی میدانی جنگل میں جو بنجر خشک پتھریلی چٹیل بے کھیتی والی زمین ہے تیرے عزت محترم والے اور طغیان نوح سے بچائے ہوئے مکرم گھر کے پاس۔ یہاں کی سکونت اس لیے ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں نمازی بنیں۔ اے ہم سب کے رب کریم یہاں کی سکونت میں بجز تیری عبادت کے اور کوئی غرض دنیوی نہیں کیونکہ یہاں تو دنیوی کوئی چیز ساز و سامان سے ہی نہیں کھیتی باڑی تک نہیں۔ مقصود تیری شریعت ہے نماز ان میں سب سے بڑا رکن ہے۔ نماز سارے ایمانیات کی اصل ہے۔ اور تیرا یہ گھر کعبہ معظمہ مرکز اسلام و قرآن و حدیث ہے۔ خیال رہے کہ حضرت ابراہیم کا غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ کہنے سے تین مقصد ہیں ایک یہ کہ یہاں کوئی دنیوی غرض کے لیے نہ رہے آئے۔ دوم یہ کہ یہاں کے رہنے والے اپنے آپ کو محض رب تعالیٰ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ تمام ظاہری دنیوی اسباب سے یکسر منہ موڑ لیں۔ سوم یہ کہ حضرت ابراہیم بھی ساری زندگی وہاں رہے اور یہاں رہنے والے بھی اپنی ہر ضرورت کے لیے ہمیشہ سب کے آگے ہاتھ پھیلائے رہیں بس اے کریم جل جلالک۔ کچھ لوگوں کے دلوں کو محبت سے بھر کر ان کی طرف جھکا لے مائل کر دے کہ دور دراز سے ان کی محفلوں مجلسوں سے شریعت طریقت اور معرفت ہی کے درس لیں موتمر عوں محفل میں خالی جھولی آئیں مرادوں سے بھری جھولی لے کر جائیں۔ تجلیات کعبہ سے نور کی جلا پائیں۔ ان کے بلانے میں بھی کوئی دنیوی غرض نہیں ہے۔ اے رازق مالک انسان کی دنیوی اغراض ضروریات تو ہی پوری فرما دے رزق عطا فرما ان کو ہر موسم میں ہر قسم کے پھلوں کا۔ تیری غرض ان عادلوں سے یہ ہے تاکہ وہ شکر گزار عبادت واحسان و عافیت کا رزق پاکر ہر وقت تیری بارگاہ میں نمازوں نیازوں سے سجدہ ریز رہیں۔ اور شاید تیری توفیق ان کی دستگیری فرمائے تو واقعی وہ شاکر بندے بنے رہیں۔ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُ وَ مَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ اے ہمارے رب کریم بیشک تو وحدہٗ لاشریک یقیناً ان تمام باتوں رازوں بھیدوں کو جانتا ہے جو ہم تمام تا قیامت انسان اپنے دل دماغ اور سینوں میں۔ قلبی ارادوں عقل نکتوں اور سینے کے غم و فراق کو چھپائے رہیں گے اور اس کو بھی تو جانتا ہے جو ہم اپنی زبانوں دعاؤں بنی حاجتوں۔ باوجود

ہیرے کے محل سے تشبیہ کہتے ہیں یہ قرآن کی بلیغ فصاحت و بلاغت کی علامت ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ تو نے زمین پر نہ آسمان میں۔ ہر ہر ذرہ اس پر عیاں ہے خود انسان کو اپنے اندر کا بھی پوشیدہ نہیں بلکہ مگر نہ ان تمام کو بھی جانتا ہے اس کی سب سے بڑی دلیل تو خود حضور علیہ السلام کی دعائیں ہیں کہ ان کا علم علم الٰہی سے بیان علم الٰہی ہی ہیں۔ جو حاجت دے قلبی ارادوں کو دعاؤں کو سننے والے اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے۔ اسی لیے سب تقریروں میں جس نے عطا فرمایا تجھ کو اسمٰعیل و اسحاق جو میری بیکسوں دعاؤں کی شان ہے اب سے بیت پہلے ہے کا اضافہ بھی ہے دعائیں یاد کراتے ہوئے اسمٰعیل کہ جس کا تعلق ہے زیادہ تر اس سے ہے اول نام لیتے ہیں۔ عطا فرمائیں ان کو اسحاق بھی اس سے یاد آیا کہ بھی سے بہت ہی زمانہ بعد اسحاق پیدا ہوئے۔ جس وقت اسمٰعیل پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر شریف چھیاسی سال تھی روایتوں میں چھیاسی سال تھی۔ مجھ کو دوسری جگہ سے ملا ہے یہ بھی ممکن ہے تو ان کی تصدیق کے ساتھ دو اصل تھا صحیح۔ جس وقت حضرت اسحاق پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر شریف سو برس کی تھی اور حضرت اسمٰعیل تیرہ سال کے تھے یہ روایت کے مطابق ہے کہ واقعہ ولادت اسحاق سے تقریباً دو سال پہلے ہو چکا تھا تو یہ کہنا کہ واقعہ چار سال بعد ہوا۔ اس اعتبار سے یہ دعا گویا عین عالم جوانی میں حضرت ابراہیم کی زبان سے حالت کبر سنی میں دعا کرنے والے میری دعا کو۔ ایک قول میں عالم کبھی سے شروع ہوا ہے حضرت حق تعالیٰ کا قول ہے یہاں تک یہ قول ہے یہاں بھی حضرت ابراہیم کا ہی مسلسل قول ہے

ان دعاؤں کا تاریخی اور تفسیری اقوال سے مختصر واقعہ اور پس منظر

یہاں سورۃ ابراہیم میں آیت ۳۵ سے آیت ۴۱ تک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چار دعائیں مذکور ہیں۔ ایک قول میں ہے کہ یہ سب دعائیں آپ نے ایک ہی دفعہ ایک محل میں ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سب دعائیں جدا جدا مختلف وقتوں میں مانگی تھیں۔ پہلے قول سے کہ یہ سب دعائیں ایک دم ہی مانگیں مگر اس وقت جب کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل آپ جو کہ پہلی دفعہ ملک شام سے ان بیابان جنگل بیگانستان میں چھوڑ کر گئے تو کعبہ معظمہ سے تقریباً ایک میل دور ثنیہ پہاڑی جانب شام کے رخ طرف کعبہ ہو کر یہ دعائیں مانگیں مگر پہلا قول زیادہ درست ہے

مختصر قصہ سنو ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً بیس ہزار سال قبل حضرت اسمٰعیل دو خدا نے

بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت پاک ہوئی ہوسکتے آپ کے والدین کے باقی سب اہل قرابت بت پرست تھے آپ کا چچا آذر بت پرستوں کا سردار تھا۔ یہ زمانہ نمرود بن کوش بن حام بن نوح علیہ السلام کا تھا۔ یہ اپنے ایک زمانہ میں کچھ نصف ساری دنیا کا بادشاہ گزرا ہے اس نے خدائی کا دعوی کیا تھا حضرت ابراہیم سے پہلے تیس سلہ عمر سے نمرود کا مقابلہ فرمایا آپ کی عمر تقریباً کہ ان سال تھی جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالا آپ بحکم پروردگار چالیس دن آگ میں رہے۔ تمام کافروں نے دیکھا مگر آذر اور نمرود اور اس قوم کے تمام فرد کافری سے صرف یک مرد مومن تھے آپ کی کل عمر پانچ سو سال کے قریب تھی جب کہ آپ کی پوری قوم چھ لاکھ تھی۔ جب قوم و نمرود کی سختیاں حد سے بڑھیں تو آپ اپنے والد تارخ اور اپنے دو بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے شام چلے گئے وہاں آپ کی پہلی شادی نکاح بی بی ساروں زاد حضرت سارہ سے ہوئی۔ آپ کافی زمانہ شام میں رہے پھر جب وہاں قحط کے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت ابراہیم بی بی سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ شام سے ہجرت کر کے مصر کی طرف روانہ ہوئے حضرت سارہ کی عمر حضرت ابراہیم سے دس سال چھوٹی تھی آپ خوبصورت تھیں۔ مصر کی ہجرت قبل مسیح میں سرچوتھی سال ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر چھہتر سال اور سارہ کی عمر چھیاسٹھ سال ہوتی ہے۔ اس وقت مصر کا پہلا بادشاہ فرعون اول ملوان بن سال بن نحوران سروج بن رعوان فلج بن عود علیہ السلام بن سیح بن ارفکسد بن سام بن نوح علیہ السلام بن ملک بن متوسیخ بن ادریس علیہ السلام بن محلیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام بقول اصح انبیاء قرآن بر سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلسل ہے۔ یہ سب سوں موحد ہوتے ہیں۔ فرعون اول ملوان بہت زبردست سوی بادشاہ گزرے ہے قوم عاد علیہ السلام میں سے تھا اور جسمت عاد کا اسی تھا مکہ بہت عاشق مسلمان حسن پرست تھا شہر میں جو خوبصورت عورت آتی اس کو جبراً ظلماً حاصل کر کے پی بیوی بنالیتا تھا۔ گرفاند کے ساتھ ہوتی تو حاکم کو قتل کر کے بیوہ بنا کر حاصل کر لیتا اور اگر کنواری ہوتی حاکم والد یا بھائی کے ساتھ ہوتی تو بہت سا مال و زر دے کر حاصل کر لیتا۔ حضرت ابراہیم کو اپنے علم غیب کے ذریعہ اس کی اس عادت کا پتہ چل گیا۔ آپ نے سارا سے فرمایا کہ جب تم سے بادشاہ کے لوگ یا بادشاہ پوچھے کہ تم کس کے ساتھ ہو تو کہنا کہ اپنے بھائی کے ساتھ ہوں اور دل میں دینی بھائی ہونے کا ارادہ کرنا۔ اور جب تم سے نکاح کرے تو تم زبان سے کچھ بھی نہ بولنا دل میں نکاح کرنا۔ پھر آگے اللہ حفاظت فرمانے والا ہے چنانچہ اسی کے مطابق بادشاہ کو خبر دی اور آپ کو پکڑوا کر محل میں بلوایا گیا۔ پہلے سارا سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ ابراہیم تمہارا کیا ہے آپ نے فرمایا میرے بھائی۔ پھر خود ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا آپ نے بھی فرمایا میری بہن ہے تب اس نے حضرت ابراہیم کو بہت سا مال دیا اور رخصت کر دیا اور جب جب بہت سارا کام سلوت میں لا کر ہاتھ لگانے لگا تو ہاتھ خشک ہو گیا بہت گھبرایا اور دعا کی درخواست آپ سے کی آپ نے دعا

کی تو ٹھیک ہوگئی پھر ہاتھ لگانے لگا تو پھر فالج زدہ ہوگیا پھر دعا کی تو پھر ٹھیک ہوگیا۔ اس طرح سات مرتبہ ہوا تو وہ بہت گھبرایا اور کہا تو جادوگرنی ہے جا چل جا ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ کہتے ہوئے کہ میرے پاس ایک اور بھی جادوگرنی ہے وہ بھی تو اپنے ساتھ لیجا اور حضرت ہاجرہ کو پکڑ کر حضرت سارہ کے حوالے کیا اور سارہ ہاجرہ کرنے کہ حضرت ابراہیم کے پاس گئیں اور تمام واقعہ سنایا اور کہا کہ یہ ہاجرہ میری لونڈی ہے کر خدمت کرے گی اس روایت کے مطابق حضرت ہاجرہ سلطان مغرب کی شہزادی تھیں کسی جنگ میں شکست ہوئی اور ظالم نے ہاجرہ کو قیدی بنالیا اور بادشاہ کو قتل کر دیا ان کا والد بادشاہ مصر ہی تھا ظالم بادشاہ نے شکست دی اور ہاجرہ کی خوبصورتی کی بنا پر ان کو اپنی بیوی بنالیا مگر ہاجرہ راضی نہ تھیں آپ بچپن سے بہت ہی عابدہ زاہدہ اور دیندار تھیں جب ظالم بادشاہ نے ان کو ہاتھ لگانے لگا تو اس وقت بھی اس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا ان پر بھی کسی طرح قابو نہ پا سکا تھا اس لیے تاج اس نے دونوں عورتوں کو جادوگرنی کا لقب دیا دوسری روایت اس طرح ہے کہ جب ظالم نے کہا کہ جادوگرنی کہا تو آپ نے سب حقیقت حال بیان فرمادی کہ میں جادوگرنی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ظلم سے مجھ کو بچایا ہے۔ اس نے کہا تو میری جائز بیوی ہے تم کب سے تو آپ نے فرمایا ابراہیم میرے عابد ہیں اور میں تیرے ظلم سے بچنے کے لیے بھاگ آئی ہوں آپ کو دیکھ کر ظالم نے کہا ہے وہ ابراہیم اللہ کے نبی ہیں ان کی بیوی کہلانا تو بڑے فخر کی بات ہے مگر ہے حسب نسب پوچھا تو بی قرات نکلی اس لیے اور بھی بہت متاثر ہوا اور بی بی ہاجرہ خدمت گزاری کے لیے حضرت سارہ کو سونپ دی۔ اس طرح حضرت ہاجرہ ابراہیم علیہ السلام کے اہل خانہ میں شامل ہوئیں۔ آپ سب کرکے کرنی علاقوں میں پھرے مگر آپ کا دل نہ لگا تو آپ چھ سال کی سیاحت کے بعد پھر مستقل طور پر شام میں سکونت پذیر ہوگئے۔ اس رہائش کے تقریباً سات سال بعد حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم سے عرض کیا کہ آپ اس تنہائی سے نکاح فرمالیں شاید اللہ تعالیٰ ہم کو کوئی اولاد عطا فرمائے آپ نے نکاح فرمایا اس وقت آپ کی عمر شریف پچاسی سال تھی۔ اس ترتیب سے وہ قول غلط ہو جاتا ہے کہ چوراسی سال کی عمر میں تھے تو حضرت اسماعیل پیدا ہوئے یہ روایت سے حضرت سارہ نے ہاجرہ کے ملنے کے بعد دس سال بعد جب آپ کی عمر شریف ستر سال تھی تب نکاح کیا اور ایک سال بعد جب خلیل علیہ السلام کی عمر سو سال تھی تب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے اور یہ روایت سے۔ حضرت ہاجرہ سارہ سے دس سال تقریباً چھوٹی تھیں یہ دوسری شادی ایک روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ سے تین سو پچھتر سال پہلے ہوئی۔ اور مکہ مکرمہ خانہ کعبہ کے پاس ہجرت تیس سال بعد ہوئی مگر صحیح یہ ہے تین سو ستر کسر تقریباً دو سال بعد ہوئی۔ جب کہ حضرت اسماعیل کی عمر تقریباً گیارہ سال تھی۔

جب فرمایا ہاجرہ وفات ہوا تو حضرت سارہ کو غیرت آئی وہ عہد کر لیں کہ ہاجرہ کے ناک کاٹ کر ان کو بدصورت کر دوں گی اور اس پر آپ نے قسم کھائی۔ حضرت ابراہیم کو پتہ لگا تو آپ نے فرمایا یہ تو حرام ہے۔ اور قسم اس طرح پوری کر

لکھ دونوں کان اور ناک کے رم گوشت میں سوراخ کر دو اور ایک مگدا ایک بکری حضرت سارہ نے اس طرح کے بی قسم پوری کی حضرت ہاجرہ کو کان کاٹنے اور کانوں میں سوراخ کرنے کی تکلیف بڑی تو اپنے زرگر سے کیل منگوا کر کان ناک میں سوراخ کیے سارے دیکھا کہ یہ تو بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے اب اپنے قسم کھالی کے اس کو وہاں نکلوا دینگی جہاں بھوک پیاس سے مر جائے۔ اس حضرت ابراہیم سے عرض کیا کہ ہاجرہ اور اس کے شیر خوار بچے کو جنگل میں چھوڑ آؤ اب یہ میرے پاس نہیں رہ سکتی۔ حضرت ابراہیم نے استخارہ کیا تو رب کی طرف سے جواب آیا اے ابراہیم جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کرو اور ان کو فاران کی پہاڑیوں میں مروہ کے پاس چھوڑ آؤ۔ چنانچہ عاشورہ کے دن حضرت ابراہیم گھر سے نکلے اور جبریل ایک پر حور بیٹھے ایک پر حضرت ہاجرہ اپنے بچے کے ساتھ بیٹھیں بوقت عصر شام کے علاقے سے نکلے کعبہ کے پاس پہنچنے لگے ایک روایت میں ہے کہ تین دن کے سفر کے بعد پہنچے آپ نے حضرت ہاجرہ کو وہاں اتارا ایک مشکیزہ پانی کا ایک تھیلی کھجوروں کی دی۔ اور واپس چل پڑے ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیچھے دوڑ پڑیں اور پکاریں کہ اے میرے خلیل اس سنسان ویران بیابان ریگستان بے پانی نہ سایہ نہ کوئی مکان۔ وہ کہیں ہاں نہ پہچان۔ کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا آپ نے گیارہ دفعہ یہ کلمات عرض کئے اور گیارہ بار یہی کہا آپ کو رب تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا ہے تب آپ نے صرف اشارے سے فرمایا ہاں تو آپ واپس پلٹ آئیں اور عرض کیا کہ اب ہم کو کوئی فکر نہیں۔ اللہ ہم کو ضائع فرمائے گا حضرت ابراہیم دونوں پر سے گئے ایک روایت میں ہے کہ ایک ہی چھر تھا جس پر دونوں بیٹھے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب کتنے دن اس کھجور اور پانی پر گزارہ فرمایا جب ختم ہو گیا تو آپ فکرمند ہوئیں ادھر اسماعیل علیہ السلام شدت گرمی اور بھوک پیاس سے بیحال ہو رہے تھے۔ آپ نے یہ دیکھا دیکھا دیکھا۔ آپ بچے کو اسی طرح اپنے دوپٹے پر لٹا کر کوہ صفا کی طرف دوڑیں اور اوپر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کہیں کوئی آدمی کوئی دوکان کہیں گھر نظر آئے۔ مگر ہر طرف ویران بیابان تھا۔ پھر وہاں سے اتر کر نیچے آئیں اور مروہ پر چڑھیں اس طرح سات چکر لگائے اور ہر چکر میں اپنے لخت جگر کو دیکھتی جاتی تھیں جب نیچی ہوتیں اور بچہ نظر نہ آتا تو پریشانی میں دوڑ پڑتی تھیں۔ آج یہی سنت باہم ہے حج کی یا عمرہ وقت سعی سے ادا کی جاتی ہے۔ جب ساتویں چکر پر اچانک آواز سنائی دی آپ نے اپنے سے فرمایا صہ یعنی چپ اور سانس روک کر آواز سنی پھر آپ بچے کی طرف دوڑ پڑیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل کے قدموں کی جگہ سے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ آپ انتہائی خوش ہوئیں اور ریت کی دیوار بنا کر چاروں طرف پانی کو حکم دیا زم۔ زم۔ ٹھیر جا ٹھیر جا۔ یعنی پھیلنے سے رک جا۔ حدیث پاک میں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت ہاجرہ۔ زم۔ زم۔ نہ فرماتیں تو یہ پانی ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا ہم ہر اکثر جگہ پانی دیکھتے ہیں وہ اسی پانی کے تابع ہونے سے ہے پھر آپ نے مشکیزہ بھرا اور کھجوریں کھائیں۔ حضرت جبریل نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں یہ اللہ کا گھر ہے یہ بچہ اور اس کا باپ اسے بنائیں گے اللہ اپنے گھر والوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ ایک قول ہے کہ حضرت جبریل نے پر مار کر پانی نکالا۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت اسماعیل کی ایڑی رگڑنے سے پانی نکلا۔ تیسرا قول ہے کہ حضرت اسماعیل کے قدموں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ واللہ اعلم کونسی صورت صحیح تھی۔ میرے نزدیک یہ قول قوی ہے اس

ہے کہ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تو اس چشمہ کو بھی لکھ گیا نہ جبرئیل کا نام لیا گیا نہ حضرت ہاجرہ کے خود دیکھنے کا کسی روایت میں ذکر ہے۔ جبرئیل ہو کوئی اور فرشتہ۔ بس البتہ نبی کے قدموں کی ٹھوکر اور پاؤں مارنے کی رگڑ سے چشمہ جاری ہونے کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم فرمایا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (ص ۴۲) ترجمہ۔ اے ایوب اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار یہ ہے جب آپ نے پاؤں سے ٹھوکر ماری تو چشمہ جاری ہو گیا۔ اور فرمایا گیا یہ ہے چشمہ نہانے اور پینے کو۔ جب یہاں بھی کی ٹھوکر سے اللہ تعالیٰ چشمے جاری کر سکتا ہے تو حضرت اسماعیل کے چھوٹے چھوٹے پاؤں کی رگڑ سے بھی چشمہ جاری ہو سکتا ہے۔ اس طرح کہ آپ خاموشی سے ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے اور بچوں کی فرح پاؤں چلا رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہاں اپنے گھر والوں کو یہاں چھوڑا تو اس وقت جو دعائیں مانگی جو پہلے سپارے میں رکوع سے سورۃ البقرہ آیت ۱۲۶ یوم الآخر تک۔ لیکن سورۃ ابراہیم والی دعائیں اس وقت مانگی جب حضرت اسمٰعیل تقریباً ستّرہ یا اٹھارہ سال کے تھے اور کعبہ معظمہ کی تعمیر سے فارغ ہوتے تھے کعبہ شریف کی تعمیر ابراہیمی حضرت مسیح سے دو ہزار چونسٹھ سال پہلے ہوئی۔ جس وقت نے یہ کہا ہے کہ جنگل میں چھوڑنے کے وقت ہی یہ سب دعائیں مانگیں ان پر یہ سوال پڑتا ہے کہ ان دعاؤں میں تو بیت اللہ سے عالم جس وقت حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گئے اس وقت تو بیت اللہ تعمیر ہی نہ ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو غیب سے پتہ تھا کہ یہاں پہلے بیت اللہ تھا میں اسی کے پاس چھوڑ رہا ہوں۔ مگر یہ جواب کمزور ہے اس لئے کہ بیت کا پتہ تھا مگر حرم نہ تھا حرم تو ابراہیم علیہ السلام نے ہی بنایا حضرت ابراہیم نے تین وقت دعائیں مانگیں۔ ایک جنگل میں چھوڑتے وقت۔ دوسرا تعمیر کعبہ کے وقت۔ تیسرا تعمیر سے فارغ ہو کر۔ خانہ کعبہ کے بارے میں تین قول ہیں ایک یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بنایا ہوا کعبہ طوفان نوح میں آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ دوم یہ کہ کعبہ وہیں سلامت رہا تھا مگر طوفان ہل کے اس پاس مگر کعبہ سے دس دس میل دور ہٹا تھا یہ بعد میں شہید ہو سوم یہ کہ طوفان سے ہی کعبہ شہید ہوا تھا طوفان نے تمام پتھر بہا دیئے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ حضرت ابراہیم کی کل عمر ایک سو پچھتر ۱۷۵ سال ہوئی حضرت سارہ ایک سو ستائیس ۱۲۷ سال اور حضرت ہاجرہ کی نوّے ۹۰ سال عمر ہوئی حضرت سارہ کے انتقال کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر شریف ایک سو پینتیس سال تھی احادیث مشہورہ معتبرہ سے تو آپ کی صرف دو بیویاں مذکور ہیں مگر بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت سارہ کے انتقال کے بعد آپ نے ایک عورت قطورہ سے شادی کی جس سے چھ بیٹے ہوئے حضرت شعیب کا نسب نبی سے ملتا ہے، نجل پیدائش میں بھی یہ لکھا ہے مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ حضرت شعیب بنی اسرائیل سے تھے اور سب بنی اسرائیل اسحاق سے ہیں نہ کہ کسی قطورہ کی اولاد سے۔ حضرت اسمٰعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال ہے وفات خلیل علیہ السلام کے وقت آپ کی عمر شریف ستائیس ۲۷ سال تھی۔ حضرت اسحاق آپ سے تیرہ ۱۳ سال چھوٹے تھے اسحاق کی کل عمر ایک سو اسی ۱۸۰ سال ہے۔ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے وقت آپ کی عمر شریف چھیاسی ۸۶ سال تھی۔ حضرت ہاجرہ قطعی نسل

تھیں۔ مفسرین تخفی اور تحفن میں چند اقوال فرماتے ہیں۔ نمبر ۱۔ تخفی یعنی چھپانے سے مراد وہ محبت ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں حضرت ہاجرہ کی تھی اور وہ تعشق و پیار جو حضرت اسماعیل کا تھا اور تحفن سے مراد حضرت سارہ کی وہ زیادتی جو لونڈ کے گھر بڑکا اور داماد ہونے کی وجہ سے کی اور حضرت اسمٰعیل کا ان کو جنگل بیابان میں چھوڑ جانا۔ یہ ظاہراً یہ ظلم تھا مگر ہیں حکمت باری تھی اس لیے کوئی قصور دار نہیں نمبر ۲۔ تخفی سے مراد دلی دعا اور تعلن سے مراد زبانی دعا۔ نمبر ۳۔ تخفی سے مراد مذامت خود، ہاجرہ اور اولاد سے جن کو جنگل میں بیابان سے دور چھوڑ دیا اور تعلن سے مراد حوالہ ہیں جن کو پاس رکھ لیا۔ ظاہراً یہ ہاجرہ و اسمٰعیل کی حق تھی سے مگر حکم ربی تھا اس لیے دعاؤں میں اس کا ذکر کیا۔ بہرحال رب تعالیٰ سے ابراہیم علیہ السلام کی ساری دعائیں قبول فرمائیں۔ زمزم تمام دنیا کے لیے نہایت ہی سرسبز پھلدار علاقہ ملک شام سے بذریعہ جبرئیل اٹھوا کر۔ مکہ مکرمہ سے قریب رکھ دیا اس کا نام طائف رکھ دیا گیا اس لیے کہ شام سے اٹھا کر لایا گیا اور اس طرح لائے جانے کو عربی میں طوف کہتے ہیں۔ یا اس لیے کہ حضرت جبرئیل نے اس پورے پہاڑ کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر کعبہ کے سات چکر لگوائے۔ جس کو آج بھی طواف کہا جاتا ہے مطاف میں حضرت ہاجرہ و اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ تقریباً ستر انبیاء کرام کے مزارات ہیں جن میں آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ حضرت سارہ، اسحاق، ابراہیم علیہما السلام کے مزارات شام کی ایک مسجد میں ہیں ان کاؤں کا نام آج کل خلیل ہے۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے۔

پہلا فائدہ۔ بارگاہ صمدانیت میں صرف رب تعالیٰ کے لیے وہ نشان رکھتے ہیں کہ جس کی ہر ادا قبول ہوتی ہے اور یہ محبوبیت کی اعلیٰ نشانی ہے۔ جی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی محبوب نہیں۔ دھرتو دیو مدی دیوی اس پیر کے سنگریں اور ادھر بعض پیر پرست جاہلوں نے۔ بیماری توں کے لیے ایسی گستاخانہ کہانیاں بنا ڈالی ہیں خدا ان کو ہلاک کرے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے بارے یہ کہانی بنا ڈالی کہ۔ ایک عورت نے بچے کے لیے دعا کرائی موسیٰ علیہ السلام نے اشارے سے ذکر کو بتایا فرمایا اس کی قسمت میں اولاد نہیں پھر یک دن اللہ جو گدگر بھاد (بھیک مانگنے والا) اس نے گلی میں آواز لگائی کہ جو مجھ کو روٹی کھلائے گا اس کو ولد (بیٹا) ہوگا۔ ایک عورت کا ایک بچہ۔ دو روٹی کے بدلے دو۔ اس عورت نے دو روٹیاں کھلائیں تو وہ بیٹے نے واپس آکے موسیٰ علیہ السلام کو کھانے لائی تو موسیٰ علیہ السلام پریشان ہو گئے اصب تعالیٰ سے طور پر جا کر عرض کیا موسیٰ یہ کیا مجھ سے فرمایا کہ اس کی قسمت میں نہیں تھا اب اس کو دے دیے سب نے کہ ہمارے ایک مجرد نے دعا کرایا تھا۔ جو تم سے زیادہ محبوب ہے کہ تم ہمارے کام پر اپنا سر نہیں دے سکتے مگر وہ دیتا ہے۔ (استغفراللہ) یہ کسی خبیث آدمی کی بنا دی کہانی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بھی گستاخی ہے کہ گویا معاذاللہ پہلے سب نے بھی غلط بیانی کی۔ پھر ہمارے احباری عقل سوچتے سمجھتے نہیں ندھے ان کو

لکھ دیتے ہیں بیان کر دیتے ہیں یہ کہانی کئی مرتبہ اخبار عنقا لندن میں چھپ چکی ہے یہ سراسر کفر ہے۔ ولی تو درکنار غوث و قطب بلکہ صحابی بھی انبیاء کرام کے آستانوں کے بھاڑہ کش ہیں۔ اور یہی خدمت ان کی ملہ شان کی وجہ سے یہ تو بھلا اللہ تعالیٰ کی خود ساختہ بیہودہ باتیں ہیں مگر بارگاہ الٰہیہ میں ان کی بہت شانیں ہیں یہ فائدہ۔ فَسَنِیْعُ اِسْتِجَابَۃ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ جس طرح تمام عبادات میں ثواب کے اعتبار سے روزہ سب سے افضل اسی طرح قرب الٰہی کے اعتبار سے نماز سب عبادات سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اسی لیے حضرت خلیل علیہ السلام نے وادی مکہ کو نماز کا سبب قرار دیا یعنی یہ شہر مکرم نماز کے لیے آباد کرتا ہوں۔ تیسرا فائدہ۔ نیک متقی لوگ خاص کر نمازیوں کی عزت اور حرام کے دلوں میں ان کی الفت و محبت ہونا یہ سب تعالیٰ کا کرم اور دعاء خلیل کا اثر ہے کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا تو صرف اہل مکہ کے لیے مانگی تھی مگر دیگر نیکوں کی بھی بات بن گئی اور ان سب کے لیے بھی اس دعا کا اثر ہو گیا۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند مہتم مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر صاحب اولاد مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی کچھ اولاد کو مکمل طور پر دینی تعلیم دینی خدمات کی طرف لگائے اور کچھ اولاد دنیوی ضروریات کی طرف مائل کرنا مستحب ہے یہ مسئلہ۔ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ میں من تبعیضیہ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ انبیاء کرام کے متعلق یہ بدگمانی کرنی کہ ان کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں سخت حرام ہے۔ یہ مسئلہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً (الخ) اور حضرت ابراہیم کی ان تمام دعاؤں کے موجودہ مشاہداتی نتائج سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ سے دینی دنیوی دونوں دعائیں مانگنی جائز ہیں۔ مسئلہ تَعْلَمُ وَمَا نُعْلِنُ اور وَارْزُقْ اَهْلَهٗ سے مستنبط ہوا۔ کہ پہلی دعا تَعْلَمُ (الخ) دینی دعا ہے کہ حج اور عمرے اور حاضری کعبہ کی دعا ہے۔ اور دوسری وَارْزُقْ (الخ) دنیوی دعا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اتنی کثیر دعائیں مانگیں مگر جس وقت نار نمرود میں جا رہے تھے تو کوئی دعا نہ مانگی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ تین وجہ سے۔ پہلا۔ اس لیے کہ وہاں امتحان اور ابتلا تھا آج التجا ہے۔ نمبر ۲۔ اس لیے کہ وہاں اپنا معاملہ تھا یہاں غیروں کا معاملہ ہے یعنی تا قیامت اولاد مومنین کی فلاح و نجات کی دعا۔ نمبر ۳۔ وہاں صرف نار نمرود تھی جس کا تعلق صرف ذات خلیل سے تھا۔ اور امتحان رب جلیل کا تھا۔ جہاں جانا ضروری تھا۔ جانے میں محبت اور قوت محبت اور خود سپردگی کا ثبوت دینا تھا اور جانے میں اور بچنے کی دعائیں مانگنے میں بندگی کا اعتراض ہوتا تھا۔ اور جا کر نار نمرود کو گلزار ہونا قدرت الٰہیہ کی مثال دکھانا اور یہ نکتہ نمرودیوں کو سمجھانا تھا۔ یہاں نور مصطفیٰ سے کہنے کو بجھانا

تھا اہل معاصی کی چیزوں سے حرم پاک کر لیا تھا اور تا قیامت کر دیں۔ بل ان کا کام سا تھا۔ اس دعا کا تعلق بہت سے لوگوں کے بہت سے معاملات سے تھا۔ اس لیے اب دعاؤں کا وقت ہے۔ کرب بیل سے کہا تو خلیل ہے تو اب خلیل کی مدد سے جیل مانے گا۔ دوسرا اعتراض۔ حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا تھا کہ ان کی اولاد نماز قائم کرے یہ نہیں فرمایا تھا کہ نماز پڑھنے والے بنا دے۔ جواب۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہر چیز کا دعا میں تذکرہ کیا جاتا تو دوسرے دن والے بھی حج کرنے آجاتے اور کفار کر دکا نہ جا سکتا یہ حضرت ابراہیم کی اپنی خواہش بھی تھی کہ نہ حدود کعبہ میں مشرکین داخل ہوں نہ تنگی کعبہ کی وجہ عام حرم یہاں کے باشندوں کو بار خاطر ہو اور کفار و مشرکین کو حج و عمرہ کرنے کی فضول بھی ہے کہ جب یہاں رہو تو حاضری میسر ہو سکے۔ بعض نے کہا کہ بیت کا ترجمہ گرو ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ معنی وہی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ جب رب تعالیٰ نے سب ہی سے سب کا رزق مقسوم فرما دیا تو دعا رزق کیوں مانگی۔ جواب۔ دعا رزق کی نہیں بلکہ رزق کی اقسام کی ہے یعنی پھل بھی صاف ہوں اور اسی شہر میں بھی۔ یہاں کے لوگوں کو پھل کمانے کے لیے کہیں جانا پڑے۔ چوتھا اعتراض۔ تُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ میں تو تیرے۔ پھر رَبَّنَا تَقَبَّلْ دُعَاءِ کیوں عرض کیا؟

جواب۔ یہ شاہ کو شاہ کی طرف نہیں بلکہ بندے کی طرف سے جو عرض معروض ہے وہ ہے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي سے میرے رب بیشک میں نے سکونت دی اپنی کچھ ذریت کو بغیر کھیتی والی جگہ میں۔ اب کی تفسیر عالمانہ سے معلوم ہوا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دعا اس وقت مانگی جس وقت حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر گئے بعض بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دعا سو سال بعد اس وقت مانگی جب تعمیر کعبہ مکمل ہو چکی۔ یعنی دونوں تفسیروں پر اس فرع اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر پہلے وقت کی دعا مراد لی جائے جب ابھی چھوڑ کر گئے ہیں تو اسْكَنْتُ فرمانا ٹھیک نہیں کیونکہ اسْكَنْتُ کا معنی ہے نماز تہاری گھر میں رہائش دینا۔ سی سے ہے تسکین۔ سکینہ۔ اس کا مادہ اشتقاق ہے سُكُوْنٌ سَكَنٌ جس کا معنی ہے آرام دینا۔ تو جب ابھی نہ گھر نہ در نہ کوئی ساز و سامان نہ خیمہ نہ بستر۔ تو پھر یہ سکونت کیونکر ہوئی یہاں بجائے اَسْكَنْتُ کے اَنْزَلْتُ۔ تَرَكْتُ یا اَتْرَكْتُ ہونا چاہیئے۔ تھا بھی میں نے چھوڑ دیا میں نے اتار۔ اور گرفتہ کر چکنے کے بعد یہ دعا مانگی کنی تو پھر بوجہ کنا صلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وادی کا معنی ترجمہ ہے بیابان اور ویرانہ جنگل۔ حالانکہ تعمیر کعبہ کے وقت یہ جگہ ٹیلہ تھی حرم کی زمین سے ایک چھوٹا شہر بن چکا تھا اب یہ وادی نہ رہی تھی۔ اس کا ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ جواب۔ ہم نے اپنی تفسیر عالمانہ میں اگرچہ یہ دونوں قول نقل کئے ہیں مگر ترجیح ہم نے اس بات کو دی ہے کہ یہ دعا تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد مانگی تھی۔ اور اس وقت حضرت ہاجرہ و اسماعیل علیہ السلام بہت پہلے مکمل طریقہ سے آبادی اور سکونت اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے اسْكَنْتُ فرمانا اس وقت سے

بالکل دست ہوا۔ رہا اس شہر کو وادی فرمانا تو حیران رہے کہ وادی صرف جنگل بیابان کو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ ہر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس کو چھوٹے یا بڑے پہاڑوں نے گھیرا ہو۔ وہ جگہ خواہ بہت بڑا میدان ہو، جنگل ہو یا چھوٹی جگہ۔ اور لمبائی میں اسے کئی کئی ہزار میل کہا جاتا ہے۔ لیکن لمبائی اور چوڑائی والے میدان کو وادی کہا جاتا ہے۔ اگر یہ دال شہ سے ہو تو اس معنی کے لحاظ سے آج بھی مکہ مکرمہ کو وادی مکہ کہا جاتا ہے۔ دیکھو مقام نیز جس تقریباً پانچ کلو میٹر کا فاصلہ ہے اس کو وادی کہا گیا صرف اس کی پہاڑوں کی وجہ سے۔ لہذا اس سنی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادی کہا درست ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں

تفسیر صوفیانہ

وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ اے عام، سہت کہ باسدہ تمہاری ربین نفس پر تعب کا سمان پیدا فرمایا اور حکمت کا پانی نازل کیا اصلاحتوں کے پیل تمہارے ارواح کا رزق لذات تقویت ساکر شریعت کی کشتی کو طریقت کے لیے میں تمسکے لیے سوزہ ہادی و دیا عق اور حقانیت کے راہوں فنی سے نہ کر حوصلات و لیعت کے حکم سے۔ اس لیے تا قیامت یہ کشتی لاموتی دریا، معرفت میں سیر و لیعت کی سمت ہ طلاد کے دال ڈوال رہے گی کروڑ ہا عالموں سے بھی نہ رک سکے گی جو کشتی ہوا ہوس کی سیل پر خواہشات کے سر سے چلتی ہے وہ جلدی ڈوبتی ہے اور ساحل حقیقت پر نہیں پہنچتی حالانکہ محنت و مشقت اور عاصلہ سفر دونوں کا برابر ہوتا ہے یہی فرق دنیا میں دیا دار اور دین دار کا ہے اسے فضائل ہم نے تمہاری طلب تمنا کے بغیر ملکے اپنے رحم سے تمہارے بغیر مانگے اپنے کرم سے تمہارے کھوں فاضل کے لیے علوم و فنون کی نہریں سفر کر دیں۔ اس لیے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی تم پر آسان ہو گیا۔ اور مکاشفے کے سورج اور مشاہدات کے چاند کو تا قیامت سفر فرما دیا جو دن قادریت چشتیت نقشبندیت سہروردیت کے حالوں میں ہمیشہ دانتین میں کشف و مشاہدے سے چمکتے رہیں گے۔ اسی سے یہ بشریت بشریت۔ انسانیت کمال کی بات اور روحانیت کا دن سفر کیا تاکہ فیض الٰہی کی قبولیت کی استعداد ہر ایک کو نصیب ہو یہ نزل کا حسن استعداد تھا۔ لیکن عالم وجود نور جسم اسرار عطائیں تفویضیہ کا ہاں خاص تم کو ہی اللہ نے یہ سعادت میں تم کو نازل فرما کر تمہاری حواجات طبیعات۔ ضروریات کے مطالبہ پر تم کو بے تمار توفیق ابدی کی نعمتیں اور سہاب دیے تاکہ تم پر منعم حقیقی میں سے علی لعلمین کی طرف معراج صعود اور تاج معرفت حاصل کر لو۔ یہ تمام اتنی کثیر نعمتیں ہیں کہ اگر تم گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔ کچھ نعمتیں خلق سے متعلق ہیں اور کچھ نعمتیں معارف ربوبیت اور الطاف الوہیت سے متعلق ہیں اور ان تمام کا فائدہ خلق کو ہی ہے یہ سیدی غیر متناہی دے انعام ہیں اور انسان کامل شجر کائنات کا وہ پھل ہے جس نے مقصد کائنات کو ظاہر کر دیا لیکن ناقص انسان ہے کیونکہ اس نے اپنی خداداد استعداد اور صلاحیت کو حق تعالیٰ سے دوری اور باطل سے نزدیکی کے لیے استعمال کیا۔ اور محنت مانگنے سے

کر مخلوقات الٰہیہ کی قدر کی معرفت انوار حاصل نہ کی۔ اور خزانہ اسرار سے منہ پھیرا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۚ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھ کو اور میرے بیٹوں کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ اے میرے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو میرے طریقہ پر چلا وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو (پھر بھی) تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اے میرے اللہ میرے خلیل کو اس کے اخلاق حمیدہ کی پرورش فرمانے والے اس شہر مکہ کو قحط وارزاں رزق اور مصائب عجائب سے امن والا بنا۔ اور میرے بیٹے اسمٰعیل کو اپنے انوار کے یقین سے اس کی رزق وار بنا۔ مجھ کو بھی سابق اور میری مدح وحمد کو بھی جن سے میرے اعمال کی نسل چلتی ہے دنیوی خواہشات، نفسانی شہوات کے بتوں کی عبادت واطاعت دور رکھ۔ اور مجھ کو مشاہدۂ خلیلی اور میرے نسل کو مشاہدات ہوت کے آستانے سے دور نہ فرما۔ اے کریم مالک توفیق۔ جاری محبت الٰہیہ کے لیے سیدہ میں عظمت کے لیے خلوات بھی۔ مگر میں جس سے ہم میں کوئی نفرت کے بتوں کی طرف مائل ہوں۔ کیونکہ عالم جسمانی میں خواہشات نفس وشیطان کے کئی بت موجود ہیں اے عیب پوشی مکمل ہم کو شرک خفی سے کہ ہم اپنی ذات کو تیرے سوا کے میرا نہیں کے لیے رسیلہ عظمیٰ ذات مصطفیٰ ہے کہ انہی کے صدقہ سے تمام مذنبین کو یہاں سے اور سیدہ دل کا تکلف ہو ظاہر و باطن کا سنوارے۔ جب کہ نفس نمازہ ہو۔ اے میرے محبوبیت کو بروز فرمانے والے میرے اللہ۔ ان خواہشات دنیا اور لالچ دولت نے تجھ سے دور حجاب باطل میں پھنسا کر اور دنیا پرستی میں محب کر کے بہت سوں کو گمراہ کر دیا اور تجلیات انوار کی لذت سے محروم فرما دیا۔ مجاہدے شوق اور طلب دل سے میرے کیے اور نفس قدم پر چلے گا۔ اور جس نے قوت وحدانیہ کو تیری بارگاہ میں حاضر کیا تو وہ مجھ سے ہے۔ کہ اس کا قلب میرا محب ہے اس کی نیت اخلاص میری نیت سے اور اس کی روح میری روح اس کا سر بھی بھید میرا بھید ہے۔ اس کا مشرب میرا مشرب ہے۔ اس کا قرب میرا قرب ہے۔ وہ میرا پیارا اور میں تیرا پیارا۔ اور جس برے نصیب والے نے میری نافرمانی کی تیرے حجاب اور دوری والا راستہ اختیار کیا تو ہر مقام میں وہ تیرے سپرد ہے خواہ اس کی ظلمت کفر کو رحیم سے مدارا ہے۔ اور مغفرت بخشش سے نوازے یا فضائل کمال سے رحمت فرمائے مالک رب خلق میں تیری نافرمانی کی جرأت کون کر سکتا ہے کہ تو سب کی پیشانی پر قبضۂ قدرت فرمانے والا ہے سب اہل غضب وعذاب جرأت کے تیری مار میں جس کی مار پر کسی پر غضب کسی پر عذاب کسی پر عتاب نازل ہوتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کافر کا صنم۔ لکڑی پتھر ہے۔ پیتل کاغذ اور رنگ کی تصویریں ہوتے ہیں۔ نفس کا صنم دینار ہے۔ دل کا صنم عیش کی لذتیں ہیں۔ روح کا صنم۔ قوت روحانی کی خواہش پرواز ہے اور صفات کی تمنا ہے۔ سر کا صنم۔ عرفان قرب ہے۔ ضمیر باطنی کا صنم مکاشفات ومشاہدات کی چاہت ہے۔ دماغ خاص کا صنم کرامات ہیں۔ لیکن سالک راہ ان تمام صنموں بتوں سے دور اور ان تمام سے فنا اور فنا فی اللہ کے بقا کے جلوۂ استکمال میں مستغرق ہے۔ خیال ہے کہ میری مریدی کی چاہت بھی دنیا پرستی کا ایک روپ

ہے وہ تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ اہل دنیا ۲۔ اہل عقبیٰ ۳۔ اہل مولیٰ۔ مولیٰ مثل ملک سے اہل دنیا مثل بادشاہوں کے بہت ہی تھوڑے ہیں اہل عقبیٰ مثل وزراء مملکت ہیں اور اہل دنیا مثل رعایا بہت زیادہ ہیں۔ نفس تبع سے اہل مولیٰ مراد ہیں۔ نفس امارہ سے اہل عقبیٰ اور نفس لوامہ سے اہل دنیا مراد ہیں۔ روح انسانی روح حیوانی صوفیا فرماتے ہیں کہ باوجود جسم ہونے کے روح جسمانی گرمی سے۔ روح کا نشاۃ کی گرمش کا ثواب مقبلین کے لیے ہے اور راحت کی تمہید ہر نیک و بد مکلفوں کے لیے ہیں اور عذاب کا پیام کافروں کے لیے ہے۔ اہل دنیا کہتے ہیں ان کی نشانی یہ ہے کہ قلب گریہ زاری کی طرف نہیں جاتا۔ اہل عقبیٰ راہ میں ہیں ان کا پہلا قدم اہل دنیا کا آخری ہوتا ہے۔ اہل مولیٰ متوکلین ہیں ان کا پہلا قدم زاہدین کا آخری قدم ہوتا ہے جو شخص اپنے نفس کی مخالفت کرکے قلب کی تمام کرے رب تعالیٰ اپنی عبودیت اور محبت سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ متقین کے تین عمل ہیں

سر ۱۔ نفس کی مخالفت۔ سر ۲۔ تقدیر پر راضی رہنا۔ سر ۳۔ قلب میں راسخ و مضبوط خوف خدا۔ یہ اعمال جو بہت سے نفس کو جلا دیتے ہیں نور شکمی نور قلب کی آنکھ سے سبحانی کا وسیلہ ہی رب تعالیٰ کی رضا سے لَمَّا شہر معرفت سے اس کا دروازہ یقین کامل سے یقین کا تخلص خوف صادق ہے۔ اس میں داخلہ مراقبہ ذات ہے۔ پس مراقبہ یہ ہے کہ۔ علم الیقین۔ دنیا اور دنیا کی خواہشات کا ہوش اڑ جائے۔ وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۔ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۔ اے ہم سب کی طرف سے اور تمام مخلوق کے خالق تعالیٰ بیشک میں نے اپنے عضو ظاہری دماغی میں کچھ اعضا یعنی قلب دماغ اور مضغہ کو اور ہاتھ پیر وجہ اعضاء ظاہری کو شوق باطنی اور عمل ظاہری کے سہارے وادی سلوک کے تنگ و تاریک بیابان جنگل میں ٹھیرایا کہ جہاں حیات دنیوی کی کوئی کھیتی نہیں۔ لذت نہ عیش نہ عشرت۔ نہ نصرت نہ نعمت دنیا کا سایہ نہ دولت کا پانی ہو۔ اے کاش تیرے سترکی حرمت والے مقدس گھر کے پاس کہ جہاں سوا تیری ذات کے کسی پر بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ اس وادی حیرت میں سب سہارے ٹوٹ جاتے ہیں خود اپنا وجود بھی ناموجودگی کی آغوش میں جا پڑتا ہے۔ وادی عشق میں سوائے دنیا سے ہجرت کرنی پڑتی ہے کہ تیری عزت کرمت میں تیرے الطاف نامحدود کے لیے نماز صدق دے۔ محرم قائم رکھیں اور عہد کا وصل معرفت سے ہو جائے اور کعبہ مراد تجلیات سرمدی کا آئینہ بن جائے۔ پس اے رب کعبہ دل کے مقفلین کو صفت ارادہ اور محبت سے اپنی طرف پھیر دے۔ اور نفس و نفسانیات کے قلوب اجنبیہ کو ادھر مائل فرما دے۔ ابن عطا نے فرمایا کہ جو بندہ مخلوق سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے باری تعالیٰ مخلوق کو اس کی طرف جھکاتا ہے اور اس کی مودت ان کے سینوں میں اور محبت ان کے دلوں میں جلوہ فگن ہوتی ہے اور اسے عائشہ کی محبت کی چاشنی سے محروم فرما دیتے کریم ان طالبان حقیقت کو طاعت الٰہیہ کے پھل مقامات رفیعہ کے رزق اور درجات شریفہ کی تمنا میں عطا فرما۔ قلب کے پھل حکمت

اور علم کی سب اور نوعیں ہیں جیسا کہ لکمت سے ظاہر ہے۔ اسی فرماتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔
نمبر ۱۔ علم جس سے دنیا علم دین سیکھتے ہیں۔ اسی کو علم ظاہری کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ علم جو اللہ سے وابستگی ہی سے اسی کو علم باطنی کہتے ہیں۔
نمبر ۳۔ علم باللہ یعنی اللہ کے لیے۔ علم حکمت اسی کو کہا جاتا ہے پہلے دو علم پڑھنے سے پڑھتے ہیں یہ علم خاموشی سے بڑھتا ہے۔ اسی لیے بڑی عبادت خاموشی ہے کہ اس سے بڑا علم اور حکمت بھی حاصل ہوتی ہے۔ خاموشی عقل کی حفاظت نفس کی
ہے علم عقل کا پردہ خواہشات ہیں۔ تکمیل خواہشات عقل کی فنا اور نفس کی جلا ہے۔ دنیا پرستوں کے میاں میں خوش
بخت وہ ہے جس کی خواہشات نفسیت کی تکمیل ہوتی ہے اہل دل فرماتے ہیں جس کی خواہشات نفسیت کی تکمیل ہو جائے
وہ بڑا بدقسمت ہے یہاں جس کی خواہشات نفسیہ کو مکمل کیا جائے اور صلے خالق تعالیٰ کے چھوڑ کا مستحق حاصل ہو ہے
وہ بڑا خوش بخت ہے۔ دنیا پرست یہاں پر دنیا و نعمت کا مستحق ہے۔ جس کو یہ ملے اس پر شکر واجب ہے۔ ورنہ سب سے
بڑی ناشکرا حرکت ہے۔ بندوں کو معرفت ہی کا دارالعمل مستحق ہی لیے دیا جاتا ہے۔ لعلکم تشکرون تاکہ وہ شکر کریں
اللہ جان لیں کہ کوئی سب کاموں سے کوئی مستحق شکر نہیں۔ شاکرین فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا کا پیل امراض جسمانیہ کو
دور کرتے ہیں اسی سے کہیں بڑھ کر حکمت کے پھل امراض قلب کو ختم کر دیتے ہیں۔ سے رب کریم محبت ذات کو عشق
مصطفیٰ کی دولت کے پھل سے مالا مال کرے یعنی شجر بر سیم کا پھل اور وعاد خلیل کے تمر کی کی ہے۔ یہی معنی
[illegible] سے اسی کتاب سے نفس معرفت پاتے ہے وہ بعید ذی العظمت و الکبریاء
ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسی و شخصیت سے مثل ہے جس کی نعمت عظمیٰ تعالیٰ سے اور جس کی تا شکرائی سے
اور جس کا ذکر لعلکم تشکرون کی مکمل جامع مانع تفسیر ہے۔ [illegible] ما لم یعلم و کان فضل
اللہ علیک عظیما و [illegible] و لقد [illegible] و علی [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ظاہر و باطن خفی و جلی کی کمالات کا مالک بنانے والے مشکل
کشا سے بعد ابتدا سے انتہا تک جو نعمتیں اس نعمت کو حواس قلوب عشق کی گہرائیوں میں چھپاتے ہیں۔ اس شکر کو ہم
ظاہر کرتے ہیں یا ہو فکر و تدبر ہم چھپاتے ہیں اور عمل جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ یا اس احوال کو جو ہم چھپا کرتے ہیں اور اس ادب
کو جو ہم ظاہر کرتے ہیں یا اس فرح و سرور کو جو ہم تبرک سنوار کے میں چھپاتے ہیں اور اس ظاہر اطاعت فریضت کو جو
ہم ظاہر کرتے ہیں یا جو معرفت ہم چھپاتے ہیں اور لطائف عبادت ہم ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کو تو حاضرات جو
ہم اپنے دل میں حدیث شوق کی چھپاتے ہیں اور غلبہ ذوق قلب ہم ظاہر کرتے ہیں۔ اور شدت وجد و اضطراب کے
سامنے کوئی چیز بھی نہیں رہ سکتی مدرکین اجسام میں نہ سمان روح میں تمام کائنات اس کی تعریف اور جو میاں ارشادیاں
سرمل شاہد کے لیے تی ہیں۔ کیفیت سر ہیں ہر حال میں۔ اور تیم جس سے محمد کو کمزور ضعیف کو صبر کا سہیل اور شکر کا مستحق
عطا فرمایا۔ قلب سے نعمت دل اور نے قلب کے نعمت عطا فرمائی اور جس سے محمد کو مسلسل شریعت اور صحیح طریقت

مطلب یہ ہے کہ میرے جسم و روح عقل و حواس کا سب میرے تمام اعمال و کردار کا سب میرے افکار و اشغال کا سب میری محبت کی قوت و الفت کا سبب ہے وہ جو میری دعا کو۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ راہ ولایت میں سب سے بڑی آفت یہ حالات ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سوء الخاتمہ چھ قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) کفر۔ (۲) شرک۔ (۳) بدعت سیئہ۔ (۴) فسق۔ (۵) ظلم۔ (۶) معاصی۔ ان میں سے پہلے پانچ تو ایسے ہیں کہ ان پر موت آنے سے آدمی ہمیشہ کے لئے دوزخی ہو جاتا ہے۔ آخری قسم کا سوء الخاتمہ ایسا ہے کہ اس پر موت آنے سے آدمی ہمیشہ کے لئے دوزخی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اب کوئی کلمہ گو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ ضرور نکالا جائے گا۔ ہاں جو شخص کفر و شرک پر مرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی عالم کو کسی عالم کو کسی عالم کو صرف اپنی یا کسی کی نیکی پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ نیکی صرف اسی کا حصول ہے کہ انسان پہلے نیکیوں کی حرص کرے۔ پھر ان کے حاصل ہونے پر خدا کا شکر ادا کرے۔ پھر خاتمہ بالخیر کی دعا مانگے۔ پھر خاتمہ بالخیر کا یقین نہ کرے۔ بلکہ خوف و رجاء کے درمیان رہے۔ یہ ہے عقیدہ اہل حق کا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر قائم رکھے۔ آمین۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ

اے میرے رب مجھ کو نماز قائم رکھنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی نماز قائم رکھنے والے بنا

اے میرے رب مجھ کو نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور میری اولاد کو

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ

اے ہمارے رب اور قبول فرما میری دعا ﴿۴۰﴾ اے رب ہمارے بخش دے مجھ کو اور میرے

اے ہمارے رب اور قبول فرما میری دعا ﴿۴۰﴾ اے رب ہمارے بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ

اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا ﴿۴۱﴾ اور تو ہرگز نہ سمجھ

اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا ﴿۴۱﴾ اور تو ہرگز نہ سمجھ

اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

اللہ کو بے خبر سے کہ ظالم لوگ کرتے ہیں بلکہ مہلت دیتا ہے ان کو

اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جانو ظالموں کے کام سے نہیں وہ غافل نہیں دیر کرتا ہے ان

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

پر کہ ان کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی ٹکٹکی باندھے اوپر اٹھائے ہوئے اپنے سر سے

کے دن کہ ان میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی ٹکٹکی باندھے اوپر اٹھائے ہوئے

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ

اپنے سروں کو نہ پھریں ان کی طرف ان کے پلکیں ان کی اور دل ان کے

اوپر ہوتے کہ ان کی طرف ان کی پلک نہیں اور ان کے دل ہوا ہیں

هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

اڑتے ہوئے

بگڑے ہوئے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے دو طرح تعلق ہے

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کی دعا کا ایک حصہ مذکور ہوا جس میں رزق حلال کی طلب تھی اس آیتوں میں دعا کا دوسرا حصہ بھلا کر ہو جس میں عمل کی قبولیت کی دعا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم کے دو بیٹے ہونے کے شکریہ کا ذکر تھا اب ان آیتوں میں باقی اولاد و نسل کے دائمی قائم رہنے کی دعا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ رب تعالیٰ دعاؤں سے غافل نہیں مگر کب ان آیت میں بتایا گیا کہ صرف دعا ہی نہیں بلکہ تو تمام جہان کا جاننے والا ہے کسی سے غافل نہیں نہ دعا میں نہ نیت میں۔

تفسیر نحوی۔ ۔۔۔ خفض مضاف ۔۔۔ وصل وقف ۔۔۔ فعل دعا ۔۔۔ ربنا اغفر لی

[illegible] صرف کیا ہے اور یا متکلم عام کے لیے ہے، صرف کیا ہے کا کسی ضمیر متکلم کی نسبت ہے۔ خلق [illegible] کا ہمزہ حروف سے صیغہ واحد مذکر۔ اسم ضمیر اس میں مشترک جس کا مرجع رب ہے نون وقایہ ی ضمیر متکلم جس کو مفعول سے حل سے بہت سی تعدد، متعدی مدد معلوم ہوتے۔ مُقِیْم اسم فاعل کا، اسم فاعل صفت سے [illegible] صحیح اور یا معدی سے کوئی کام کرنا۔ لغوی ترجمہ سے خوش دل سے کھڑا ہوا اس کا ماده [illegible] صیغہ واحد مذکر [illegible] سے ہے مفعول بہ ہوا ہے اجعل کا مفعول ہے اس لیے تنوین نہیں۔ الف لام جنسی ہے صلوٰۃ بھی مادہ محذوف سے، ہ عائد ظرف ستی ضمیر مجرور متعلق پر۔ اس عائد ضمیر مجرور متعلق سے حل سے ظرف یا متکلم پر [illegible] ہے۔ عائد

[illegible] وقت۔ یہاں مراد وقت ہے۔ مجازاً حالت کو بھی ظرف بنا لیتے ہیں۔ یہ مصدر ہے [illegible] سے۔ اس کا مادہ [illegible] اصل معنی ہیں متقبل۔ یوم۔ فہم سے مشتق ہے۔ سمجھ ہونا۔ شروع ہونا۔ جاری ہونا۔ یہاں عادت شروع ہونا۔ لام۔ لام جری۔ سبب بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔ سبب سے مراد یہاں کرنا نتیجہ بتانا۔ جو سبب کرنا بھی سبب بنا یہاں ہر معنی مراد ہے۔ مجازات۔ جمع ہے کیونکہ دال ہے متعدد کلمات پر۔ یہ جملہ تعلیل مضاف ہے یوم کا۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ [illegible] وَلَئِنْ [illegible] [illegible] [illegible]

متصل ہے۔ اس جار و مجرور کا تعلق تشخص سے ہے۔ الف لام استغراقی ہے۔ بصائر جمع مکسر مصدر سے بصر کا معنی ہے کیونکہ فاعل اعم ظاہر سے تشخص کا اسم بامعنی ہے۔ اس کا مصدر ماوہ سے بھی دیکھنا آنکھ کی بینائی یا خود آنکھ۔ تشخص کے پہلے فاعل کے اعتبار سے یہاں بصائر نہیں بلکہ ابصار مصدر ہے باب افعال کا۔ وہ بھی آنکھ سے۔ دوسرے جار و مجرور متعلق مقدم بصائر کا دوسرا صلہ ہے مصدر مصدر سے۔ بینائی کی روشنی ابھرنا کا ترجمہ اس طرح ہوگا پھر جائے وہ آنکھ یا کھلی کی کھلی رہ جائے گی وہ آنکھ جس میں دیکھنا ہے۔ یہ سب نکلمات میں شامل ہیں ایک دوسرے سے۔ مُهْطِعِينَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر باب افعال سے ہے کا واحد ہے مُهْطِعٌ ہے مادہ ھ ط ع سے ہے۔ بمعنی تیز دوڑنا۔ گردن اٹھا کر تیز دوڑنا۔ جلدی کرنا۔ گھبرا کر تیز ہو جانا۔ یہاں معنی دوسرے سے صفت دوم سے یوم کی۔ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ اسم فاعل سے صیغہ جمع مذکر باب افعال سے ہے مصدر ہے قناعٌ ہے مادہ ق ن ع سے۔ بمعنی سر اٹھانا آسمان کی طرف دیکھنا گردن اونچی کرنا۔ مضاف سے مل کر نون اعرابی گر گئی کیونکہ تنوین کے قائم مقام ہوتی ہے اور تنوین مضاف پر نہیں آسکتی۔ دراصل تھا مُقْنِعِينَ۔ ہی سن کسرہ ہے۔ علامت سوم شخص یوم کی۔ یہ بحالت نصب ہے حال سے ضمیر ہم کی سے مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ کا ترجمہ مُقنعی سر ہوگا سر اٹھائے گردن بلند کرکے دوڑنے والے۔ یہاں دوڑنا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سر کی بھی سر ہو۔ حصہ وہ فیہ گردن کے اوپر والا حصہ بحالت جر ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے مقنعی کا اور تنوین سے یہ مضاف ہوا ہے۔ بعد عم ضمیر جمع مذکر مجرور متصل مضاف الیہ کا لَا يَرْتَدُّ فعل مضارع منفی معنی مستقبل۔ باب افتعال سے ہے۔ دراصل ہے لَا يَرْتَدِدُ دونوں دال کا ادغام کر دیا گیا کیونکہ ہم جنس ہونے کی وجہ سے قریب ہونے کی وجہ سے تھا مصدر ہے رَدٌّ سے بمعنی پھیرنا۔ لوٹنا۔ یہاں لوٹنا مراد ہے۔ لن حرف جر بمعنی سُوْءٌ یعنی طرف یا جانب کی معنی میں ہے تنہا یا عین کے لیے ہم ضمیر کا مرجع ظالموں سے جار و مجرور متعلق ہے لا یرتد کا طرف اسم مضاف ہے بمعنی کنارہ آنکھ کا کنارہ یعنی پلک دوسرا دہ جسم۔ اس کی جمع مکسر ہے اَطْرَافٌ تثنیہ ہے طَرِيفٌ ہے۔ ہم ضمیر مجرور متصل کا مرجع ظالموں سے۔ مضاف الیہ کا مرجع مضاف الیہ کا مرجع فاعل سے لَا يَرْتَدُّ کا ضمیر ظالموں سے۔ عطف سے تشخص پر یا جملہ اسمیہ اور گی عبارت حال ہے ظالموں کا۔ وَأَفْئِدَتُهُمْ ہوا مکسر مضاف ہے ہم ضمیر مجرور مضاف الیہ سے۔ ان کا دل ہے۔ ہَوَاءٌ بمعنی دل کا اندرونی حصہ۔ بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے تنوین سے مانع مضاف ہوئے ہم ضمیر مجرور مضاف الیہ سے۔ هَوِيٌّ اسم مفرد مذکر سالم سے بمعنی خالی جگہ۔ خلا کو ہوا اور خالی جگہ کو ہوی اسی لیے کہتے ہیں گرگئی مائے یا ہوا سے خالی ہوئی ہے۔ یہاں مراد ہے ان کی بہادری کی رگ۔ سوچ سمجھ سے عاری ہونا بھی مراد ہے خوف سے متروک۔

تفسیر عالمگیری

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

اے میرے پروردگار مجھ کو نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی اے ہمارے پروردگار اور قبول کر میری دعا۔ اے ہمارے پروردگار بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن کہ قائم ہوگا حساب

اس حصہ آیت میں پہلی دعا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا کریں سے عرض کی اور کون سے لفظ کے ساتھ اس لیے کہ آپ سے ماکان اور کان تمام کریں۔ تو آپ نے اس کے لیے توفیق کی دعا مانگ رہے ہیں کہ اے میرے پروردگار جو میرا کام ہے اور اولاد میں سے کرو۔ تمام ان کو ایک شتی عرض مخلص عدن سامانے سے کریں جو میری تھی کو بھی میرا مانا کہ کسی سے لا سکا اور میری آندھی پیدا ہوئے ان میں سے کچھ اولاد کو بھی عادی دا پا عدی ۔ ہر طرح ۔ کوں ۔ ہماری تمام عبادت اور ہر طرح کی حفاظت کی توفیق عطا فرما۔ اور حفاظت کرنے والا سارا اہل بیت کے ہر ایک امت کا ایک بھی حفاظت کرنا بہت بڑا کام ہے اس لیے اس دعا کو شامل کیا۔ کیونکہ آپ کو پہلے علم غیب سے معلوم ہو گیا تھا کہ میری نسل میں کچھ لوگ کافر ہوں گے۔ ایک قول سے کہ آپ کو یہ کافر ہونا غیب سے پتہ لگا تھا مگر ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِينَ﴾ کے فرمان ربی سے معلوم ہوتا تھا۔ مگر یہ قول کچھ کمزور ہے اس لیے کہ یہ فرمان اس طرف اشارہ فرما رہا ہے کہ کس سے آپ کی اولاد میں عادل ہوں۔ اس سے صرف اشارہ تو ہو سکتا ہے یقینی نہیں۔ جب کہ اس دعا میں بعض کو عادل کرنا یقینی ہے۔ باری تعالیٰ سے یہ دعا بھی اس طرح قبول فرمائی کہ آپ کے اہل علیہ السلام پیدا ہوئے سے کر یا تک تا صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری شرق کو مومن موحد بنایا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آبا حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب ہی مومن موحد ہوئے کیونکہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے کہ یہ دعا بعض کے لیے ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد ابراہیم علیہ السلام میں تو اس دعا کا مستحق ہی کریم کی بعض سب سے اعلیٰ قسم سے یہ دعا کون ہو سکتا ہے۔ گویا حضرت ابراہیم نے یہ دعا مانگی تھی اصل مصطفیٰ کے لیے تھی اور بعض سے ملا دیں تمام بعض تھے۔ اس دعا کو مزید مضبوط فرمانے کے لیے عرض کیا۔ اے سب جہانوں کے رب قبول فرما میری دعا۔ بعض نے کہا کہ دعا سے مراد عبادت ہے یعنی میری عبادت قبول فرما۔ راز ان البیان، مگر میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر دعا سے عبادت ہی مراد ہوتی تو ﴿وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾ بھی میری عبادت نہ ہوتا۔ بلکہ دعا خاص ہوتا یعنی ہم سب کی عبادت۔ کیونکہ جب عبادت کرنے میں سب کو شامل فرمایا تو قبولیت میں دوسروں کو علاوہ کے لیے پیدا کیوں۔ لہٰذا صاف ترجمہ ہی مناسب ہے یعنی دعا بھی۔ اور چونکہ مانگنے والے دو تھے اس لیے دعا بصیغہ تثنیہ کی ہو گئی۔ میرے سوال و دعا عرض کیا گیا۔ غلط نہیں کہا۔ اس لیے کہ محققین کے نزدیک دعا اور ندا میں چھ طرح فرق ہے نمبر ۱۔ اگرچہ لغات کی رو سے تمام میں معنی دعا دونوں ہی شامل ہیں مگر عام ہے دعا خاص۔ نمبر ۲۔ ندا یعنی بلند آواز سے کہنا چھوٹے سے کہنا بڑے کو یہ لغت ہے۔ لیکن دعا یعنی التجا یہ چھوٹے کی طرف بڑے سے ہوتی ہے۔ نمبر ۳۔ غلط۔ لینے کے لیے بھی ہوتی ہے اور دینے کے لیے بھی مگر دعا صرف مانگنے کے لیے ہوتی ہے۔ نمبر ۴۔ ندا میں قریبت کی تمنا نہیں

ہوتی مگر دعا میں ہوتی ہے۔ سجدہ بعد عبادت ہیں مگر دعا عبادت ہے۔ اسی لیے کسی بت کو سجدہ کرنا شرک ہیں ہیں مگر بت سے دعا مانگنی شرک ہے۔ سجدہ صرف زبان یا ظاہری عضو سے ہوتی ہے مگر دعا دل سے۔ ظاہری اعضا۔ اور حالت سے۔ دعا دل دماغ سونچ فکر سے بھی ہوتی۔ خدا رسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تین دفعہ دعا مانگی۔

نمبر ۱۔ ہجرت مکہ کے وقت آپ کا اصلی نام ماغار سے حضرت سارہ سے آپ کا نام آزر رکھا بھی حضرت والی خدمت کرنے سے حضرت ابراہیم سے ان کو بابرکا لقب دیا یعنی ہجرت والی نمبر ۲۔ تعمیر کعبہ کے دوران نمبر ۳۔ تعمیر کعبہ کے بعد مگر دو باتیں قابل غور ہیں نمبر ۱۔ لیک یہ کہ تینوں اندعاؤں کی نسبت صرف اسمٰعیل کی طرف ہی ثابت ہوتی ہے اسحٰق علیہ السلام کے لیے کوئی دعا ثابت نہیں دوم یہ کہ حضرت ابراہیم سے بھی کسی دعا کے لیے۔ سوں ہو جانے کی امید اور دعا فرمائی لیکن جب بھی بعض اولاد کے اعمال تقوے اور صالحہ کی دعا مانگی تو ڈرا ڈرا کی کہ اسے خدا میری یہ دعا حضور قبول فرما۔ اسی لیے دعا واجب ہے۔ اگر سب دعاؤں کی قبولیت کی الٰہی ہوتی تو یہاں اوجیہ موانع کے لیے سے یاد نہ ہوتا ہو تو ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ اگر ساری دعاؤں میں یہ دعا بلا واسطہ ہیں ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس دعا کا تعلق نبی محبتی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ صمدیت سے یہ عادل مصطفیٰ کے بیان دسوئے کی دعا ہے۔ یہ بھی دس نفیس کے کس میں حضرت سحق کی اولاد شامل ہیں کیونکہ پہلے فرمایا گیا کہ قیامت تک کے لیے عالم کعبہ کے اس چھوڑ رہا ہے اور یہاں بھی قیامت تک کی دعا ہے حضرت ابراہیم نے دعا کے کل بیانات مذہب سے مانگا مسلمانوں کو ہتایا کہ جیسے مصطفیٰ کے آباء اجداد میں کوئی کافر فوق مکہ ہیں تک نہ ہوگا مگر عالم بنا دیا۔ ہتھ ہوں گے۔ یہاں توحید مصطفیٰ کا ذکر ہو گیا لیکن حضرت ابراہیم کی آواز بعد کی کائنات سے دور گئی۔ عالم مکہ سے۔ کہ سے تمام سب بچوں کو بھی ہی رسولوں پر کتابوں اور صحیفوں میں ڈھائے سے اور میرے سگے والدین تمہوں سے مجھ کو حساب کو بھی مغفرت بخشش عطا فرما اور تمام مومنوں کی بھی بخشش فرما۔ جس دن تک یا اس دن میں جس دن قائم ہو حساب بھی قریب ہو حساب آخرت یا قائم ہوں حساب دینے کے لیے تیسرے راہ پر دیا کھڑا ہوں جو تو دن سے حساب کے لیے۔ یہاں والدین سے متعلق کے چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں باپ مومن متقی موحد تھے آپ کی والدہ کا نام متلی بنت سرخا اور والد کا تارخ یا ناخور تھا حضرت ہود کی امت میں سے تھے۔ یہ دعا ان کے والدین کے لیے تھی۔ اور آپ کو سگا چچا تھا اس کے لیے یہ دعا مغفرت اس کی زندگی میں مانگی تھی مگر اس سے منع فرما دیا گیا۔ دوسرا قول یہ کہ مراد اس سے آپ کے ماں باپ کافر تھے اور یہ دعا اس کے لیے تھی اور یہ دعا غائبت سے پہلے تھی آپ کو اس وقت علم نہ تھا کہ کافر ہے۔ عدم مغفرت صحیح ہے۔ اور آذر ہی آپ کا والد تھا تیسرا قول یہ کہ دعا حضرت آدم و حضرت حوا کے لیے تھی چوتھا قول یہ کہ یہ دعا پہلے دونوں مسلمانوں کے لیے تھی اور آیت کے الفاظ ترجمہ سے ہو رہے ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق سب سے پہلا قول ہی درست ہے اور آیت قرآنیہ ر

روشن کلمہ کے مطابق ہے۔ باقی تین قول نصاً حدیث و قرآن مجید کے سیاق و سباق کے خلاف ہے چار وجہ سے۔

وجہ اول۔ یہ دعا حضرت ابراہیم کی آخری نہ تھی بلکہ پیچھے بھی مانگی اس کے بعد عاصمت کا ثبوت نہیں۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کے لیے آپ سے بخشش کی دعا مرنے سے پہلے مانگی تھی وہ آپ کی جوانی کا وقت اس کے بعد عاصمت موت گریہ دعا بھی آپ کے لیے ہی ہوا اور آپ کا والد تھا تو نتیجہ نکلے گا کہ گریا عصمت بر عدم عاصمت کی حالت کی حالت کہ یہ حد سے زیادہ کم درجہ گناہ کبیرہ سے ہے۔ یہ قرآن مجید میں جہاں بھی آذر کا ذکر آیا وہاں صرف اب یا اپنی والد کا ذکر آیا وہاں پوری کنبہ کرمال کو شامل نہیں کیا گیا۔

وجہ دوم۔ یہاں الوالد والد دونوں کا ذکر ہے۔ آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں تو گر یہاں کا آذر کوئی والد کہا گیا ہے تو یہاں بھی واحد ہی ہوتا۔ وہاں کو شامل نہ کیا جاتا۔

وجہ سوم۔ یہاں عصمت آدم و حوا بھی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ لفظ والد۔ والدہ۔ اور ولد بالکل جدا جدا معنی رکھتے ہیں۔ باپ کے لیے مخصوص ہیں۔ دادا نانا۔ دادی نانی کو بھی والد والدہ نہیں کہا جا سکتا۔ عصمت آدم و حوا کے لیے رب تعالیٰ نے سورہ اعراف میں فرمایا آیت نمبر ۲۰ ارشاد ہے یا خذ [illegible] یہاں لوٹی دیا کہ والدین کریمین اعلیٰ حضرت آدم و حوا مرد ہوتے یہاں ابوی ہوتا۔ حیل رستے کہ والد کا لفظ ترجمہ سے ظاہر ہوتی نسل۔ والدہ کا معنی جننے والی۔ والد کا ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے والا ہے یہ مفرد المعنی ہے کہ مشترک۔ لیکن لفظ عصمت کی طرح ہی لفظ آپ اور لفظ ابوی بھی ہم کا معنی اصل۔ جڑ۔ مال پچی مانی دادی وغیرہ والد کو بھی کہہ سکتے ہیں یا ہی طرح آپ کا معنی مالک۔ والد۔ چچا۔ دادا نانا وغیرہ ان کا معنی والا ظاہر۔ عالم۔ صاحب۔ صاحبہ۔ مرگا بنا تھی۔

وجہ چہارم۔ دعا کی کمی قدر میں ثابت نہیں ہوتا۔ مرنے سے ثابت ہو گیا کہ یہ دعا والدین کے لیے ہی ہے ملکہ چچا کے لیے چچا کو والد ہیں کہ جاتا ہاں اب کہا جاتا ہے آپ کے والدین مومن تھے سب تعالیٰ کا فرمان ہے ما کان [illegible] ترجمہ۔ پر یہ مشرکین میں سے نہیں پیدا ہوئے تھے۔ ثابت ہوا کہ آپ کے تمام آباء عصمت آدم تک مومن ہی تھے۔ [illegible] یہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اللہ تو فقط ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ اس دن کے لیے جس روز قیامت تک مقرر کیا گیا ہے وہ پورا دیا جائے۔ کتنا شیعہ ہے وہ دن۔ اللہ کے عذاب کی سختی اور کیفیت کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے جب کہ دن اتنا سخت ہے کہ دل تو دل تھوڑا سا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جڑ جائیں گی ان لوگوں کی آنکھیں دہشت خوف۔ تعجب پریشانی۔

شور اور چیخ و پکار کی وجہ سے کئی سال تک سیدھی نہ ہوں گی۔ تمام نیک و بد، اندھا دھند بھاگتے چلے جائیں گے یا حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پکار کی طرف یا میکائیل علیہ السلام کے بلانے پر۔ بلکہ کہتے ہوئے "ماں کی طرف یا باپ کی طرف اپنے سروں کو۔ نہ جھکائے گی اُن کی طرف بلکہ یونہی پھریں گے ذلیل مائیں اور نیچے ان کی نظریں اس سبب سے بے تحاشا دوڑیں گے۔ آنی بھیڑ کے باوجود کوئی گرے گا پیچھے رہے گا اور اس وقت ہر حیران پریشان ہر سوچ فکر سے اُن کے دل۔ دماغ۔ سینہ و سر بالکل خالی ہوں گے۔ اور دماغ عاطل ہوں گے دل اتنی زور سے دھڑکتے ہوں گے کہ اُچھل کر حلق میں اٹک جائیں گے سی دن کی دہشت سے بچ سکے جانے کی دعا حضرت خلیل نے اپنے لیے اپنے والدین کے لیے اور قیامت موعود کے لیے عرض کی جو مکمل مقبول و منظور ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ والدین پاک صاحب مغفرت اور بخشے ہوئے میں دعا کی یہ طرز ہی بتاری کیا ساری منظور ہوا سارا موجود۔ اگر ساری منظور ہے تو والدین مغفور ہوئے اور مردود ہے تو حضرت ابراہیم کو بھی مغفرت ملی۔ لہٰذا وہ سب تفسیریں بیہودہ ہیں جن میں مندرجہ بالا لغویات کیے گئے ہیں۔ بعض قول ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد تارخ حضرت ابراہیم کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اس سے مزید تقویت ہوئی کہ یہ دعا آذر کے لیے نہیں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ جس شخص سے جس چیز سے رب تعالیٰ کو پیار محبت یا ہمدردی ہو۔ اس سے ہر مسلمان کو محبت اور ہمدردی ہونی چاہیئے۔ مثلاً دنیوی مصیبت یا اخروی عذاب کا اندیشہ سے۔ یہ فائدہ "وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ" سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ مظلوم ہے کہ اس کمزور کی تسلی کے لیے ارشاد فرماتا ہے۔

دوسرا فائدہ ۔ باری تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اوّل سے آخر تک بلکہ عدم میں بھی وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کسی چیز سے غافل نہیں۔ جو معتزلی اور بعض موجودہ وہابی کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) باری تعالیٰ کو کام واقع ہو چکنے کے بعد علم ہوتا ہے جیسا کہ ان کی مشہور کتاب جوہرۃ التوحید کے ابتدائی صفحات پر لکھا ہے۔ وہ سخت بے دین ہیں۔ یہ فائدہ "اِنَّ اللّٰهَ عَالِمٌ" فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ قیامت کے ابتدائی دور میں ہر نیک و بد مسلمان کافر کا ایک حال ہوگا۔ بعد میں ہر ایک میں امتیاز اور چھانٹ ہونے پر حالت بدل جائیں گے۔ یہ فائدہ "یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ" فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ اموات کے لیے دعاؤں کے لیے شرعی شرط یہ ہے کہ جیسے اپنے لیے دعا مانگے۔ اسی طرح علماء کرام فرماتے ہیں کہ دعا میں سب مسلمانوں کو شامل کرنا چاہیئے خاص کر اپنے والدین اور اولاد کو یہ مسئلہ "اِغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" والی پوری دعا سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ رب تعالیٰ سے مایوس ہونا حرام ہے۔

ہمارا دعا مانگے اور گڑگڑا کر رو رو کر عاجزی سے مانگنا چاہیئے۔ مرد و میں صرف شما کو بھی شامل کر لینے سے کہ قوت کے زیادہ ہو جائے یہ مسئلہ ہے۔ مغفرت کے الفاظ جیسا کہ طریقہ ابراہیمی سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا وہ یہ ہے۔ اے اللہ میرے ماں باپ کو بخشدے۔ حدیث شریف کے والدین تو کافر تھے ان کے لیے دعاء مغفرت کیوں مانگی گئی مغفرت مانگنا کفر ہے۔

جواب ۱۔ اس کا جواب تفسیر عالمہ میں عرض کیا گیا۔ کہ تمام انبیاء کرام کے والدین مومن ہوئے ہیں۔ وہ مومنین کے لیے بخشش ہو سکتی ہے۔ جمہور کا تو عقیدہ ہے کہ جملہ انبیاء کرام کے والدین کو کافر کہنا ہے ان کے اپنے یہاں تک ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا لا تحسبن اسے بھی گمان بھی نہ کرنا چاہیئے اس کو جاتا ہے جس کے وہم یا بھولے کا امکان ہو اللہ کے متعلق یہ گمان کرنا کفر ہے۔ انبیاء کرام تو گمان پر قادر نہیں ہوتے چہ جائیکہ کفر کا اعتقاد ہو۔ نیز مغفرت کی دعا کرنے سے جو صفات جلالیہ سے قابل یا مائل ہو حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی کسی صفت سے مائل بھی نہیں ہوتے تو کفر کی بات ہی نہیں حضور علیہ السلام کو کیوں ہوئی۔

جواب ۲۔ اس کا جواب تفسیر عالمہ میں دیا گیا کہ یہ خطاب نبی پاک کو نہیں۔ اس لیے کہ وہ تو ایسے گناہ سے پاک ہیں۔ ان کو ایسی حالت سے بدگمان کرنا ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ خطاب نبی کریم سے ہی ہے مگر مراد فرمائے۔ یعنی اگر فرض آپ کسی غفلت میں آجائیں تو بھی یہ گمان نہ کرنا۔ یا ہم دوسرا قلبی سے۔ کہ وسوسہ بھی نہ آنے دینا۔ مگر پہلا جواب مضبوط اور درست ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں سے رشتہ انقطاع اسے سب مجھ کو حق ہے انبیاء کرام تو معصوم ہو کے وہ گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے گناہ صغیرہ و کبیرہ کر سکتے ہی نہیں تو پھر وہ بخشش کس چیز کی مانگتے ہیں۔

جواب ۱۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ہی جملہ ہیت ہر طرح نکلا۔ ملکانے کے لیے، اور دیگ سامنے سب تعالیٰ کے فضل و کرم کا ہی ذکر کرنے کے لیے۔ یا اس لیے کہ دوسروں کی دعا میں محض اپنا ل رکھنے سے خود کو شامل کر لیا۔ تاکہ دعا جلدی قبول ہو نیز قیامت تک کے بزرگوں پر ان عالموں کو چھوٹوں کے لیے دعا کرنے کا طریقہ سکھانے کے لیے اس طرح دعا مانگی۔ **دوسرا جواب** یہ کہ مغفرت کے معنی صرف گناہوں کی بخشش ہی نہیں ہوتا بلکہ مغفرت کے معنی حفاظت میں چھپا لینا۔ کرم و فضل و انعامات میں ڈھانپ لینا بھی ہوتا ہے۔ ان چیز کے لیے سب تعالیٰ سے سب کو دعا کی حاجت ہے۔ نیز جو دعا غرور و تکبر کو توڑنے والی ہوتی ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہے۔

ان آیت کی تفسیر صوبہ بدگی نیت سے آیت ۴۳ کے ساتھ کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ

اور ڈر سنا لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان کو عذاب تو کہیں گے

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ

وہ جنہوں نے ظلم کیا ساری زندگی سے رب ہمارے مہلت دے ہمکو تک تھوڑی کہ قبول کریں ہم

اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ

بلانا تیرا اور فرماں برداری کریں گے تمام رسولوں کی کیا تم نہ تھے قسمیں کھاتے سے

اور رسولوں کی غلامی کریں تو کہا تم نے قسم نہ کھا چکے تھے

مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝۴۴ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ

پہلے کہ نہیں ہے تمہارے لیے کچھ فنا اور ٹھہرے تم ہیں گھروں ان لوگوں کے

کہ نہیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا تمہیں اور تم ان کے گھروں میں بسے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ

جنہوں نے ظلم کیا جانوں پر حالانکہ ظاہر ہو گیا تمہارے کہ کیسا

جنہوں نے اپنا برا کیا تھا اور تم پر خوب کھل گیا ہم نے ان کے ساتھ

فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝۴۵ وَقَدْ مَكَرُوْا

کہ ہم نے ساتھ ان کے اور بیان کر دی تھیں تمہارے صفت مثالیں ۔ اور بیشک کر چکے انہوں نے

کیسا کیا ہم نے ان سے اور ہم نے تمہیں مثالیں دے کر سمجھا دیا اور بیشک وہ اپنا سا داؤں پیچ اور ان کا داؤں

مَكْرُهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

اپنے مکر اور تجھے میں سے اللہ کے مکر ان کا اگرچہ تھا مکر ان کا

اللہ کے قابو میں ہے ۔ اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

ایسا کہ گر جاتے سے جس بہت پہاڑ

کہ جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں

تعلق ان آیات کریمہ سے پہلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے
پہلا تعلق ۔ پہلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ آخرت کے دن تک ان نافرمانوں کو مہلت دی گئی ہے اب پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے ان ظالموں کو اس دن سے ڈراؤ ۔ دوسرا تعلق ۔ پہلی آیت میں کافروں کے میدان محشر میں آنے کی حالت کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں میدان قیامت میں ان کفار کی فریادوں کا ذکر ہے ۔ تیسرا تعلق ۔ پہلی آیت میں کفار کو ظالم فرما کر ان کے بد اعمال کا ذکر کیا گیا ۔ اب ان آیتوں میں ان کے اعمال کی حقیقت بیان کردی گئی کہ ان کے سب عمل محض مکر و فریب ہیں ۔

تفسیر نسوی وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا اَخِّرْنَا اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۔ واذکر (سر تجھ) انذر باب افعال کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر ۔ انت ضمیر واحد مذکر اس کا فاعل مصدر ہے انذار ۔ معنی ڈرانا ۔ ڈر کی خبر سنانا ۔ لام استغراقی ناس اسم نعت واحد معنی جمع ہے معنی انسان یوم اسم معرفہ جامد معنی وقت ۔ دن ۔ یہاں تینوں معنی میں ہے یاتی ۔ فعل مضارع مثبت معلوم ہے بنا ہے معنی آنا باب ضرب سے ہے ہم ضمیر مفعول ہے مفعول ہے یاتی کا یوم منصوب مفعول بہ ہے انذر کا موصوف مابعد صفت ہے العذاب ۔ الف لام عہدی ہے اگر کیفیت کا لحاظ ہو تو لام جنس خارجی ہے اگر ہیئت مطلوبہ کا لحاظ ہو تو لام جنس داخلی ہے جیسے سزا ۔ بدلہ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے یاتی کا ۔ ف تعقیبہ معنی اگر بلا تراخی ۔ یقول ۔ فعل مضارع معنی مستقبل باب نصر ۔ قول سے بنا ہے الذین اسم موصول جمع مذکر مرفوع ہے فاعل ہے ۔ یقول کا ظلموا فعل ماضی مطلق معنی بعید معروف ثلاثی مجرد ہے باب ضرب سے ہے ۔ ظلم سے بنا ہے ۔ معنی نقصان کرنا اپنا یا کسی کا ۔ یہاں اپنا مراد ہے کفر سے یا گناہ سے ۔ ہم ضمیر جمع مذکر مرفوع مستتر ہے

کا فاعل ہے جس کا مرجع "الذین" ہے۔ یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ موصول صلہ کر فاعل سے مفعول کا درمیان سب کی جملہ رسل تک مقولہ ہے یقول کا۔ مبادی معہود معاف ہے۔ ناصبہ جمع متکلم اس کا معطف الیہ ہے۔ یا حرف ما پوشیدہ ہے۔ یہ جملہ ذکر کے قائم مقام ہو کر یہیں جملہ حالیہ ہو کر متکلم موصوف سے حال اور عامل سے جس کا تعلق نہیں ہوتا۔ خبر۔ ہاں تعلیل کا ہو حاضر صیغہ واحد مذکر انت ضمیر مستتر اس کا فاعل تاجیر مصدر اخر سے ماضی سبی ٹالنا پیچھے کرنا۔ مہلت دینا۔ یہاں مہلت دینا معہود ہے۔ ناصبہ جمع متکلم مفعول مفعول ہے اخر کا۔ لی جارہ اسم۔ مدت کے لیے جعل معہود کرہ معنی مدت۔ زمانہ موصوف ہے قریب اسم صفت مشبہ ظرف مکان ہے یا زائدہ مجرور ہے کیونکہ تابع صفت ہے جعل موصوف کی۔ دن جار مجرور متعلق ہے اخر کا۔ بجنب۔ یہ تمام جملہ تعلیلیہ ہے سبب ہے اخر کا۔ فعل مضارع معروف مثبت جمع متکلم معنی مستقبل باب افعال سے ہے مصدر ہے خوشنود جانوں سے ماضی۔ معنی قبول کرنا۔ جواب دینا۔ مان لینا۔ یہاں مراد قبول کرنا۔ صیغہ جمع متکلم نحن ضمیر مستتر اس کا مرجع ندیں ہے واو ہے۔ ہم مصدر معاف ہے معنی ملانا۔ الف ضمیر معاف الیہ کا مرجع رہا ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے جملہ پر سنۃ فعل مضارع معروف مثبت مجزوم سے واو تابع عطف ہونے کے بجنب مجزوم اور وہ مجزوم علت اور تعلق جزم ہونے کی بنا پر۔ ما شرط ہے۔ ما اصل تھا نون ہو جملہ فعلیہ تھا نکتبہ کو حرف ہونا جملہ فعلیہ تھا کی مشابہت کی بنا پر لام حرف جر کے حرف سے۔ صیغہ جمع متکلم۔ باب افعال سے ہے۔ معنی ہے نکتب سے ماضی معنی مستقبل ہے۔ الف لام استغراقی یا عہدی جنس۔ جمع مکسر ہے رسول کی معروف ہے کیونکہ اصول یہ ہے۔ لیلۃ۔ ونسئلنکم فمن شئ ما لکم فیہ رد لی او حرف عطف۔ اس کا استعمال پانچ طرح پر ہے۔

نمبر۱ مقسم علیہ۔ نمبر۲ اسلام۔ نمبر۳۔ تخییر۔ نمبر۴۔ اباحت (جواز) نمبر۵۔ تردید۔ جب یہ مقسم علیہ ہوگا قرس کی واؤ مفتوح ہوگی باقی میں مجرور۔ لتبلون فعل مضارع بنی تحتانی ماضی بعید نون تاکید ثقیلہ مجرور ہمزہ سے صیغہ جمع مذکر حاضر ہم ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ مگر دوسرے نحوی کہتے ہیں لتبلون جملہ فعلیہ ہو کر مقسم علیہ ہے۔ انتم اس کا اسم۔ لتسئلن ماضی معلق باب افعال سے من جارہ ما زائدہ قبل اسم ظرف مضاف الیہ محذوف منوی ہے خبر پر۔ جار مجرور متعلق ہے لتسئلن کا۔ ہو جملہ فعلیہ ہو کر لام جر ہو جائے۔ ما حرف نفی مشبہ بلیس لتعلمن جار مجرور متعلق ہے کان یا بات پوشیدہ کا۔ من جارہ زائدہ تاکید نکرہ بعض کہتے ہیں زائدہ ہم مضمون سے ثلاثی کا بھی ختم ہونا مجرور ہے۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے تعلمن کا۔ یہ جملہ ہمیہ منفیہ مقسم ہے قسم کا۔ جو قسم اپنے مقسم سے مل کر جملہ ہے لم تکونوا فعل ناقص کی۔ وتسئلن فی تلک القصۃ تلک اسم اشارہ مشار الیہ محذوف ہے یعنی ہے۔ وضرب لہم مثلا اصحب القریۃ اذ جاءہا المرسلون اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوہما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شئ ان انتم الا تکذبون قالوا ربنا یعلم انا الیکم لمرسلون وما علینا الا البلغ المبین قالوا انا تطیرنا بکم لئن لم تنتہوا لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم قالوا طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون وجاء من اقصا المدینۃ رجل یسعی قال یقوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسئلکم اجرا وہم مہتدون وما لی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون ءاتخذ من دونہ الہۃ ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتہم شیئا ولا ینقذون انی اذا لفی ضلل مبین انی امنت بربکم فاسمعون قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین وما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء وما کنا منزلین ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ہم خمدون یحسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون الم یروا کم اہلکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لا یرجعون وان کل لما جمیع لدینا محضرون وایۃ لہم الارض المیتۃ احییناہا واخرجنا منہا حبا فمنہ یاکلون وجعلنا فیہا جنت من نخیل واعنب وفجرنا فیہا من العیون لیاکلوا من ثمرہ وما عملتہ ایدیہم افلا یشکرون سبحن الذی خلق الازواج کلہا مما تنبت الارض ومن انفسہم ومما لا یعلمون وایۃ لہم الیل نسلخ منہ النہار فاذا ہم مظلمون والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون وایۃ لہم انا حملنا ذریتہم فی الفلک المشحون وخلقنا لہم من مثلہ ما یرکبون وان نشا نغرقہم فلا صریخ لہم ولا ہم ینقذون الا رحمۃ منا ومتعا الی حین واذا قیل لہم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم لعلکم ترحمون وما تاتیہم من ایۃ من ایت ربہم الا کانوا عنہا معرضین واذا قیل لہم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ ان انتم الا فی ضلل مبین ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صدقین ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذہم وہم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اہلہم یرجعون ونفخ فی الصور فاذا ہم من الاجداث الی ربہم ینسلون قالوا یویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ہم جمیع لدینا محضرون فالیوم لا تظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ما کنتم تعملون ان اصحب الجنۃ الیوم فی شغل فکہون ہم وازوجہم فی ظلل علی الارائک متکون لہم فیہا فکہۃ ولہم ما یدعون سلم قولا من رب رحیم وامتازوا الیوم ایہا المجرمون الم اعہد الیکم یبنی ادم ان لا تعبدوا الشیطن انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون اصلوہا الیوم بما کنتم تکفرون الیوم نختم علی افواہہم وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون ولو نشاء لطمسنا علی اعینہم فاستبقوا الصراط فانی یبصرون ولو نشاء لمسخنہم علی مکانتہم فما استطاعوا مضیا ولا یرجعون ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر وقرءان مبین لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکفرین اولم یروا انا خلقنا لہم مما عملت ایدینا انعما فہم لہا مالکون وذللنہا لہم فمنہا رکوبہم ومنہا یاکلون ولہم فیہا منفع ومشارب افلا یشکرون واتخذوا من دون اللہ الہۃ لعلہم ینصرون لا یستطیعون نصرہم وہم لہم جند محضرون فلا یحزنک قولہم انا نعلم ما یسرون وما یعلنون اولم یر الانسن انا خلقنہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحی العظم وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون اولیس الذی خلق السمت والارض بقدر علی ان یخلق مثلہم بلی وہو الخلق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون

واؤ حالیہ۔ کمی جماعت رسف پسلا جملہ خبریہ حالیہ ہے تم تکذبوا کے ہم کا یا واؤ عاطفہ اور عطف سے تد سو
یسکم۔ فعل ماضی مطلق مجہول مثبت صیغہ جمع مذکر غائب باب نصر سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر تم ضمیر مبنی مشترکہ مرجع ھلکون ہ سلمون
سے بدلے بھی سبائش لکھا۔ تصیرنا۔ بی جملہ ظرفیہ ثانی۔ مشکل اسم ظرف متعلق ہے سکن کا بھی بائسکوپ گاہ
بھی گھر۔ بحالت کسرہ جمع ہے مفرد سے الذین ہم موصولہ یہ اگلا پورا جملہ موصول مع صلہ ایسے ہے۔ نظر فعل
ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب نصر سے ہے علم سے متعلق ہے بھی تفصیل کرنا۔ یہاں بھی
تاویل بہ کرنا یا کافر ہیں۔ نفسہ مرکب اضافی بحالت نصب سے مفعول سے ھم و ھن جمع مکسر
مضاف ہے نفس کا بمعنی ملائت خود۔ سانس مدلج۔ بدن۔ اپنا۔ یہاں یہ آخری معنی درست ہیں۔ واؤ حالیہ۔ حال
ہے سکنم کا یتبین فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ واحد مذکر غائب باب تفعل سے ہے۔ تین سے مادہ
بمعنی درمیان ہونا۔ کھل جانا۔ ظاہر ہونا۔ بیان کر دینا یہاں واؤ ظاہر ہونا ہے۔ لام جارہ واؤ معروضیت کا ہے یا
بمعنی علی چلا جاتا ہے۔ کم ضمیر مکلف حاضر کا مرجع وہی لام کلمات یہ جارہ مجرور متعلق ہے ضربنا کیف کم ہم غیر متعلق
بمعنی حوادث عشرہ سے ہیں۔ تحمات بصرہ کے نزدیک ظرف مجازی ہے سال یا برسکے ہے ہے۔ ضرب فعل ماضی
مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ فعل سے سلسلے بھی کرنا۔ یہ صیغہ لغوی ہے ہر باب کو
بنا سکتے ہے۔ بنا ہے تمام متعلقات کی اسی کے حروف کے نام واقعیہ پر تمام صیغہ کے حروف کے سماء صناعیہ مکانیہ
ہیں۔ ب۔ حرف جار بمعنی مع۔ ترجمہ ہے ساتھ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل۔ اس کا مرجع بنی ہیں ہے۔ جارو مجرور
متعلق ہے ضربنا کا۔ واؤ ہر جملہ۔ مثلاً فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ باب ضرب۔ ضرب سے ما
ہے بمعنی مارنا۔ قوی ترجمہ ہے ایک چیز کو دوسری پر دال۔ اصطلاحاً بہت طرح استعمال ہوتا ہے مگر لغت کا معنی
رکھتے ہوئے۔ چنانچہ۔ بیان کرنا۔ مثال دینا۔ بنانا۔ جنا۔ اثر کرنا۔ ہر طرح استعمال جائز ہے۔ یہاں عام بیان کرنا
ہے نا۔ ضمیر جمع متکلم کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔ واؤ نسخ کا کم ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور متصل۔ اس کا مرجع بنی ہیں ہے
لام استغراقی امثال جمع مکسر مذکر مثل و احد اسم مکسر مصرف بحالت نصب مفعول۔ سے ضربنا کا۔ واؤ استیناف
انہ مکروا فعل ماضی قریب صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب نصر سے ہے۔ مکر سے ساتھ بھی۔ فریب کرنا۔ جیسے کہ چالاکی
کرنا۔ دھوکا دینا۔ خفیہ تدبیر کرنا۔ یہاں فریب کاری مراد ہے۔ اس میں ھم ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور متصل ہے جس کا مرجع اذکرین ہے۔
مکرھم اسم مفرد مضاف بحالت نصب مفعول مطلق ہے قد مکروا کا مضاف ھم ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا۔ واؤ حالیہ ہے۔
واؤ حال ہے ھم ضمیر فاعل کا۔ یا واؤ عاطفہ ہے مگر یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ واؤ سیر حالیہ ہے اور یہ عبارت
پہلی عبارت سے جدا ہے۔ جملہ اسم ظرف ہے بحالت نصب یہاں فعل پوشیدہ کا مفعول اور یہ اس کا ظرف مکرھم کی
نائب فاعل سے مفعول یا مفعول مطلق ہے اور ان شرطیہ لو بھی اگرچہ جملہ ان کی شرط کے مطابق ہے مگر جملہ مثبتہ

ہے۔ یا وہ سر جگہ اور ان نافیاد، گی عبادت معنی ہے۔ اہل حدیث کے نزدیک اس قول کو ترجیح ہے سے سے سسر محرم قبلہ معنی ہیں اور ان۔ حمد اللہ تعالیٰ بدلے پہلے قول، [illegible] ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب مکذوم مرکب جانی اس کا مادہ ہے۔ کون سے مشتق ہے۔ معنی ہونا۔ ماقصہ۔ ہا فعل ہمارا صیغہ جمع متکلم ہے جو بمادہ معتل بغیر کسی دوسرے تمام کے ہے روئے۔ واو۔ حرف عاطفہ یہ جملہ مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اور مضارع کو محرر دیتا ہے۔ یہ لام کلمہ کی دوسری حالت کا ہے۔ نرول۔ فعل مضارع معروف مثبت معروف باب نصر سے ہے صیغہ واحد مونث غائب نزول سے جانے بھی بنتا۔ مونث۔ ہے۔ یہاں معنی دست ہے اسی سے ہے زوال بھی ختم ہونا بنتا۔ من حذف بھی من جارہ۔ ہ ضمیر کا مرجع مکذ ہے۔ حرف لام استغراق یا عہدی ہے اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے حیلۃ۔ بحالت رفع ہے۔ عامل سے تنزل کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے گمان کی۔

تفسیر عالمانہ

[illegible] اور چونکہ تمام کافروں مجرموں کو جلدی نہ پکڑتا سنت اور دستور ہے ڈھیل دینے کا موقعہ دینے کے لیے ہے لہٰذا اے میرے نبی حبیب کریم جو تیرے ان ہی ظلم کرنے والوں بے بختوں اور مجرم لوگوں کو اس دن سے جس میں ہم نے گمان پر عذاب تو کیں گے نہایت دردناک تڑپتی ہوئی گڑگڑاتی آواز سے ڈرا دے تو وہی لوگ جنہوں نے اس دنیا میں بیشمار ظلم کئے۔ غرور و تکبر اور دولت میری کے نشے میں سرداری اور افسری۔ حکومت کے بل بوتے پر عاجز و مسکین غریب بیچارے مظلوم اور بھلے نیک بندوں مخلصوں کو بہت ستایا۔ یہ عذاب یا موت کا وقت ہے اور قول سے مراد قبلی تمنا ہے یہ عذاب قبر میں ہے اور قول سے مراد حالت نزع ہے۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ عذاب میدان محشر کے فیصلہ اور اس کے بعد جہنم کا ہے۔ اور کہنے سے مراد زبان سے کہنا ہے کہ اسے ہمارے خالق پروردگار۔ مولیٰ فریاد سے ٹال دے یا ہلکا دے ہمارے عذاب کو کچھ قریبی مدت تک کے لیے تو ہم ضرور۔ ضرور تیری اس دعوت کو جواب دیں گے۔ تیرے کہنے تشریف لے آئیں گے اور تیرے پیارے رسولوں کی فرمانبرداری۔ تابعداری کریں گے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے یا ملائکہ کی طرف سے جواب ملے گا کہ اب تو بڑے بھولے بھالے بنتے ہو کیا پہلے تمہیں روکا کرتے تھے۔ اور اپنے متعلق بڑے غرہ تکبر و ناز و ادا نخروں میں کہا کرتے تھے یا اپنے ماتحتوں عقیدت مندوں کو سمجھایا کرتے تھے کہ تمہارے لیے تمہاری دنیا عزت دولت شان و شوکت کے لیے کوئی زوال نہیں۔ کبھی ختم ہونا نہیں۔ یہ سماں یوں ہی رہے گا۔ یا اپنی کارگزاری دینی خوبیت کثرت سے عبادت اس طریقے سے جاری کر رکھی تھی کہ گویا تم کو مرنا ہی نہیں۔ ان کو تمہی مکان جاہ و جلال باغ و بہار حسن

حال۔ دنیوی کاروبار کو ختم ہونا ہی ہیں۔ دنیا میں تمہارا قال بھی غلط تھا حال بھی بُرا تھا۔ انبیاء علماء دین کی مدد میں بیٹھیں وعظ و تقریر کو مذاق میں ٹال دیتے تھے۔ وَ۔ حالانکہ تم۔ سَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ۔ ان ہی کے گھروں میں آگے پیچھے رہتے چلے آتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر پہلے ظلم کیا۔ اس طرح کہ آخرت اور انجام آخرت اور فنا دنیا کو بھلا کر جملہ دنیا میں مدد دنیا سازی میں ہی مشغول رہے۔ اور یہ مشغولیت اور غفلت ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر یہ قول بھی قیامت اور جہنم کے زمانے کا ہے۔ حضور کی گفتار سے ہی کلام ہو رہا ہے۔ کہ تم کو اپنی دنیا پر اتنا بھروسہ تھا حالانکہ روز لوگوں کو مرتے دنیا چھوڑتے گھر بار سے منہ موڑتے تم دیکھتے ہی رہتے تھے۔ بلکہ ان ہی باپ دادا کے چھوڑے ہوئے گھروں میں تم آباد ہوتے تھے پھر بھی عبرت نہ پکڑتے اور کہیں کہاتے تھے یہ سب کچھ سدا رہنا ہے۔ اس وقت سے احمق بنے رہے تو آج کیوں فریادیں التجائیں کرتے ہو دوسری تفسیر اس طرح سے کہ اے کفار مکہ تم سے پہلے کافروں نے دنیا کے مقابلہ سازو سامان بنانے کہیں محل سجانے باغ لگانے اور کتنے تخت کھاتے رہے کہ ہم نے جو کچھ بنایا وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ مگر وہ قوم نوح قوم عاد و ثمود قوم ہود و لوط۔ سب فنا ہو گئیں ان کے عمارات ٹوٹ پھوٹ گئے ان کی بستیوں میں ویرانی خاک و دھول قرار پا گئی۔ جو عقیدے جو باتیں جو ظلم جو حرکتیں ان کی تھیں۔ بالکل عینہ تم بھی وہی کچھ کر رہے ہو۔ گویا تم نے انہی کی کرسیاں ان کی ہی مسندیں سنبھال لیں اصل کی بھری ہوئی گدیاں سجا کے سنبھال لیے ہاں ان کے ہی سادگی دین کی چادر اوڑھ لی ہے سکونت اختیار کر لی ہے۔ حالانکہ تاریخ متعلقہ سے اور قرآن پاک و حدیث شریف سے انبیاء کرام کی تعلیمات پر سب ظاہر ہو گیا کہ تم سے ان سابقہ ظالموں کاموں سے ایسے تم عذاب سخت عذاب ہلاکت و فنا و بربادی کے حقدار کیا سلوک کیا ہاں تم سے تو سے ماضی بعید ہو گئے۔ دنیا اور آخرت کی ساری ہی مثالیں کھول کھول کر بیان کر دیں دنیا کی سابقہ موجودہ ایجادات ہلاکت عذاب الیم۔ قبر حشر کی باتیں۔ یہاں تک کہ سے کلھو حشر نشر اللہ نے تم سے جو تم سے باتیں کر لی ہیں اللہ کی طرف سے جو جو ارشادات ملے ہیں وہ بھی پیشگی آ دنیا میں ہی سنا دیے گئے ہیں اب بھی نہ سمجھو۔ سمجھو تو تمہاری بدقسمتی ہے۔ خیال رہے کہ قرآن پاک کی آیت سے کفار کے چند اقوال مذکور ہیں جو وہ قسم میں پیش کریں گے۔ اور عادۃً تمام قوموں کی زبان عربی ہو گی اس لیے کہ مرنے کے بعد قبر میں ہر شخص عربی ہو جائے گا پڑھا جائے گا۔ خواہ دنیا میں کسی زبان کا ہو اور خواہ بالکل ان پڑھ ہو یہ ساری گفتگو محشر کے۔ قول کے مطابق تقریباً ۵۰ ہزار جس میں سے چھ ماہ ایک سو ساٹھ سال تک جاری رہے گی پھر سب تعالیٰ ان کی زبان تبدیل فرما دے گا وہ باتیں عربی میں کر سکیں گے یا بالکل ہی نہ کر سکیں گے۔

دوزخیوں کی پہلی بات۔ سورت نمبر ۱۴۔ ابراہیم آیت نمبر ۲۲۔ غلام کفار اپنے مذہبی پیشواؤں سے کہیں گے آج ہم کو عذاب سے کچھ بچاؤ ہم دنیا میں تمہارے تابع فرمان تھے دو کہیں گے اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم تم کو بھی دیتے ہم بھی عذاب میں ہیں

لہٰذا صبر سے درست گزشتہ ہیں۔

نمبر ۲ دوسری بات۔ سورت نمبر ۱۴ ابراہیم آیت نمبر ۲۲۔ جب چھوٹے بڑے کافر شیطان کو برا بھلا کہیں گے تو شیطان کہے گا ہمارا کو ملامت مت کرو اپنے کو کوسو۔

نمبر ۳ سورت نمبر ۳۷ صافات آیت نمبر ۲۴۔ تمام خلقت کے جمع ہونے کے بعد جہنم کے مسکن و ٹھکانے یاد دہشت دلانے سے کہیں گے تم سب مل کر دیکھو تو کہ یہاں نکل بھاگنے یا چھٹکارے کا کوئی راستہ یا صورت ہے۔ چالیس سال تک اسی طرح پکارتے رہیں گے مگر کوئی توجہ نہ دیں گے۔ پھر چالیس سال تک تعجب دیں گے کوئی آہٹ بھی نہ سنے گا تو بھی دنگ رہ جائے گی۔

نمبر ۴ دوزخیوں کی چوتھی بات۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۷۸ کافر کچھ لوگ سے کہیں گے ہم تم کو دنیا میں پڑھتے تھے تمہاری تعلیم کرتے تمہارے واعظ تمہارے حکم تمہاری خوشی سے گھروں میں بیٹھتے تھے آج ہم کو محشر و جہنم سے نکلوا دو وہ لوگ جواب دیں گے۔ ما کنتم تعلمون۔ تم کو ہم نہ پڑھتے تھے۔

نمبر ۵۔ جہنمیوں کی پانچویں گفتگو۔ سورۃ مدثر آیت نمبر ۴۳ میں جنت میں سے کافروں مشرکوں سے پوچھیں گے تم کو دوزخ میں کس عمل نے پہنچایا تو کافر کہیں گے چار خیال نے ہمیں نماز کے منکر تھے۔ نمبر ۲۔ ہم زکوٰۃ صدقات خیرات خیر دار ہونے دیتے مسکین کو کھانا کھلاتے تھے بلکہ منکر تھے اور ان سلامی فریضوں کو۔ غریب پروری کو حرام حرام کہتے تھے۔ نمبر ۳۔ بیہودہ لوگوں کے ساتھ مل کر خود بھی بیہودہ کفر شرک کے فتوے لگاتے اور بیہودہ لکھتے رہتے جاسے واعظ تقریریں اور تحریریں سے مرض کہ ہر کام نیکی کے خلاف اور گستاخی کرنے کی مکروں میں مشغول نمبر ۴۔ اور ہم قیامت کو جھٹلاتے تھے کچھ لوگ بالکل ہی انکار کرتے تھے کچھ ہم میں سے عقیدہ لوگ اس دن اچھے بھلے کی شان کے منکر تھے یعنی بہت کہ میدان محشر میں مسلمانوں کی اور نیکوں کی تمام باتوں کا یقین کر لیا ہیں تو جانے پیشوا مانتے نہ دیتے تھے شرک بدعت اور نہ جانے کیا کیا ملفوظات بکتے تھے۔

نمبر ۶ دوزخیوں کی چھٹی گفتگو۔ سورۃ اعراف نمبر ۷ آیت نمبر ۵۰ دوزخی کافر جنتیوں سے کہیں گے۔ ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ دوزخی لوگ پکار پکار کر جنتیوں سے کہیں گے کہ ہم کو بھی جنت کا کچھ پانی اور کچھ رزق جو اللہ نے تم کو دیا ہے پہنچاؤ تو ہم بھی زندہ رہیں گے جنتی لوگ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

نمبر ۷ ساتویں گفتگو۔ سورۃ مؤمن نمبر ۴۰ آیت نمبر ۴۹۔ جنتی کھانے پینے سے فارغ ہو کر اپنے سوالوں مدتی پیشواؤں سے لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں کہیں گے ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب کاش ہم کو سب دنیا میں لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ آج ہم سے بیزار اور علیحدہ پھرتے ہیں۔

نمبر ۸ دوزخیوں کی آٹھویں گفتگو۔ سورۃ حم سجدہ نمبر ۴۱۔ آیت نمبر ۲۹۔ اور پھر بڑے ہی حسرت و ندامت میں کہیں گے

[illegible] سے رب جانے دو ہم کو دوزخ کھانے سے ہم کو گمراہ جنات و انس شیطان ہیں تاکہ ہم ان کو پاؤں تلے روندیں اور ٹھوکریں مار مار کر اسفل جہنم میں بھیجیں یا وہاں پہلے سے موجود ابلیس اور تابعین جن و انس مردوں یہ دونوں بہت دور علیحدہ آگ کے پنجروں میں بند ہوں گے یا عمر بھر طعان اور لعانی انسان مرد سے سزا۔ کفر کی کوئی بات چیت۔ سورۃ احقاف پارہ ۲۶۔ آیت نمبر ۳۴ فرشتے دوزخیوں سے پوچھیں گے جس دن ان کو جہنم میں ڈالیں گے کہ کیا یہ ہم حق اور موجود نہیں ہے تو سب کافر بولیں گے ہاں رب کی قسم یہ بالکل حق اور موجود ہے تو رب کہیں گے تو چکھو اس کا عذاب جس کے تم دنیا میں منکر تھے۔

نمبر ۱۰۔ دوزخیوں کی دعوی گفتگو۔ سورۃ مومن پارہ ۲۴۔ آیت نمبر ۴۹۔ دوزخی کافر کہیں گے اے جانے رب تو نے ہم کو دوبار مارا اور دوبار زندہ کیا۔ پس اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔

نمبر ۱۱۔ کفار کی گیدڑ بھبکی گفتگو۔ سورۃ طور آیت نمبر ۴۳۔ دوزخی جہنم میں پھینکے جاتے ہوں گے اور فریاد کرتے ہوں گے کہ اے جانے رب نکال ہم کو ہم اب پچھتاتے اور نیک کام کریں گے پہلے برے کاموں جیسے نہ کریں گے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں سال جب جواب آئے گا کیا ہم نے تم کو دنیوی عمر دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا اور ہمارے پیغمبر بھی تمہارے پاس آئے تھے قرآن میں سب کچھ بتا دیا تھا اور سارے دلائل قرآن میں بیان کر دیئے گئے تھے تمہاری طرف تصدیق کے لئے بھیجے گئے تھے تمہاری طرف بھی متوجہ کر دی گئی تھیں۔ تو اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

نمبر ۱۲۔ دوزخیوں کی مایوسی گفتگو۔ سورۃ سجدہ آیت نمبر ۱۲۔ اے جانے رب ہم نے تیرا جہنم دیکھ لیا اور دنیا میں تیرے رسولوں کی زبانی قرآن کی بیانی ہم نے ان کے بارے میں سن لیا تھا۔ ہم کو بھیج دیا جائے ہم اب نیک کام کریں گے۔ بیشک ہم کو اب مکمل یقین کرنے والے ہیں۔ رب کا جواب بھی کہ ہزار سال بعد آئے گا کہ اب مزہ چکھو اس کا کہ تم نے اس کی حاضری کو بھول رکھے تھے۔ آج ہم نے تم کو بھلا دیا ہے ہمیشہ کے لئے۔ اور ہمیشگی والا عذاب چکھتے رہو۔

نمبر ۱۳۔ کفار کی یہ حسرتیں گفتگو۔ سورۃ [illegible] آیت نمبر [illegible] یہی تو حسرت آپ سے تصویر میں دیکھ لیا ہے کہ ہم دنیا میں رب کریم سے ملاقات کی بات چیت سوا اور تو سب اس طرح ہوں گے کہ دوزخی ہزار سال تک تڑپتے پھڑکتے فریادیں کرتے اور پکارتے رہیں گے پھر کہیں سے کوئی جواب اور اصل حضرت رب تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا۔ لاکھوں سال بعد نمبر ۱۴۔ چڑھیلیں اور گیدڑ بھبکی کر فریاد کریں گے۔ سورۃ مومنون آیت نمبر ۱۰۸ قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون [illegible] کہیں گے اے رب جانے غالب آگئی ہم پر ہماری بدبختی اور واقعی ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب جانے نکال دے ہم کو اس جہنم سے پھر اگر دوبارہ ہم پرے کاموں میں لوٹیں تو واقعی ہم ظالم ٹھہریں گے۔ ہزار سال کے بعد یہ کتنی جواب آئے گا رب تعالیٰ اسے تم کو ذلت سے مردود کر کے اسی جہنم میں پڑے رہو اور آئندہ خبردار مجھ سے بات

نہ کرنا۔ اس جھڑک کے بعد ان کی زبان بند ہو جائے گی۔ اور گدھے کے رینکنے جیسی آواز نکالا کرے گی گدھے کے رینکنے کی ابتدائی آواز کو رفیر کہتے ہیں اور آخری آواز کو شہیق کہتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ ہود آیت نمبر ۱۰۶ میں ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ۔ ترجمہ۔ پس لیکن جو بدبخت ہوئے تو وہ جہنم میں ہیں ان کے لیے گدھے کی اول و آخر آواز ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ کسی کی آواز کتے جیسی کسی کی خنزیر جیسی اور بعض بندر کی گدھے جیسی ہوں گی اور سردست ہی وہ جیسے بیٹھے رہیں گے عجیب شور برپا ہوگا۔ العیاذ باللہ۔ سبب کریہہ تیر کرنا ہے ان کا رسولان وقت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنانا یا شہر جانے ایمانوں کی حفاظت فرما۔ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور بیشک ان لوگوں نے کافروں سے بھی اللہ پکی اور بہت مکر و فریب کیے ہیں یعنی ہمیشہ کوستا رہا۔ گستاخیاں طرح طرح کے بھروسہ مطلب اور اللہ کے قبضے میں ہے اس کی اور ان کی ہر تدبیر کفار کی ہاں ناکام کر دینا ہے ان کا فریب سب منصوبے ٹوٹتے دیکھ کر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ اگرچہ فی نفسہ ان کے بس کے مکر تھے کہ جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں ٹکڑے ہو جائیں مگر رب تعالیٰ ہی ان کے اتنے سخت مضبوط مکان وہ مضبوط کی طرح پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔ دوسری تفسیر۔ اور بیشک کفار مکہ نے اپنے مکر فریب جو تھے مگر ان کے سامنے مکر اللہ کے قابو میں ہیں۔ اور ان کے مکر ایسے نہیں ہیں کہ پہاڑ کو ہٹا دیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول حدیث اسلام۔ شریعت۔ اور تبلیغ و مثل پہاڑ کے مضبوط ہیں۔ کفر کی مکاریوں کو رب تعالیٰ نے دانستہ ایسی سکڑی کے پاسنگ طریقہ پر کر دیا۔ اس طرح کہ وقت سے پہلے بھانڈا پھوٹ گیا اس طرح کہ نبی کریم اور صحابہ کو کچھ نہ کیا گیا اس طرح کہ ان کی آنکھ میں پھوٹ پڑ گئی یا اس طرح کہ ان کو ہلاکت کی مہلت دیدی گئی۔

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے۔ **پہلا فائدہ**۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ساری انسانیت اور تاقیامت رہنے کے لیے ہی ہیں یہ فائدہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً سے حاصل ہوا کیونکہ ان کا نام سے تاقیامت مرقوم کے لیے۔ **دوسرا فائدہ**۔ جس طرح نیک لوگوں کے نیکیوں کی وجہ سے مختلف القاب ہیں۔ صالح۔ مصلح۔ مومن۔ متقی وغیرہ رکھے گئے اسی طرح کافروں کے بھی ان کی بدعملیوں کی وجہ سے مختلف نام ہیں مثلاً۔ فاسق۔ مجرم۔ ظالم۔ دجال۔ اور ظالم وغیرہ۔ یہ فائدہ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا سے حاصل ہوا کہ یہاں کافروں کو ظالم کہا گیا ہے۔ **تیسرا فائدہ**۔ دنیا میں پھر پشتا اور پٹھے کی آرزو کرنا۔ اگر اشاعت دین کے لیے ہو تو اچھی ہے اور اگر عذاب آخرت سے بچنے آئندہ توبہ کرنے کے لیے تو طریقہ کفار ہے حدیث پاک میں ہے کہ شہید بھی دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ مگر اس کی تعریف کی گئی۔ اور یہاں کفار کی تمنا کا ذکر برائی سے کیا گیا یہ فائدہ۔ رَبَّنَا سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مبشرین و منذرین علیہم السلام حضرات پر رعب مصبی شرعی ہے عذاب و ثواب اور قیامت و علامات اور قبر و حشر کے مسائل یکسیں اور مسلمانوں عاملوں کو ہر تقریر و عطائیں سنائیں کسی طرح اگر ممکن ہو تو کفار کو بھی ان کا انجام یعنی محشر میں کفار کی گھٹنو پریشانی اور دنیا عذاب سے ڈرائیں ہنسانے ہنسی مذاق کی باتیں نہ کریں سب کر تقریر کا مضمون بنائے سنجیدگی اور متانت سے سمجھائیں اور اپنی مجلسوں جلسوں کو ذلیل مقام و لوبیہ کی محفلوں کا نمونہ بنائیں ۔ یہ مسئلہ نور [illegible] سے واضح طور پر مستنبط ہوا ۔ اور وہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت عظمی میں دنیا علماء و مقررین واعظین پر کتنا بھاری رعب اصل ہے کہ خود بھی ڈریں اور عوام مسلمانوں کو بھی ڈرائیں ۔ نرمی سمت گھڑیاں ہیں نہ بنائیں ۔

دوسرا مسئلہ ۔ عقد اسلامی کے مطابق کسی چیز کا عمومی طور پر منسوب ہو جانا بھی شرعی گواہی اور ثبوت کے لیے معتبر ہے اسی شہرت سے فیصلہ عدالت یا فتوے شرعی حاصل کیا جاتا ہے جیسے نکاح نسب یا کسی کی ملکیت ہونا یہ مسئلہ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ دیکھو قوم عاد و ثمود کی ہزاروں سال سے اجڑی بستیوں پر کوئی حدی بورڈ لگا تھا نہ کسی انبیاء و کلام الٰہی سے پکی نشاندہی کی گئی تھی صرف شہرت ہی سے پتا لگا تھا ۔ جس کو رب تعالیٰ معتبر قرار دیا ۔ یہی حکم خاندانی نسبی قومیت کا ہے ۔ کسی طرح کسی کے یہود ہونے کی مشہوری کا حکم ہے لہٰذا جس کو یہاں عام لوگ یہود کہے گی اس کو دین اللہ ہی کہا جائے گا ۔

تیسرا مسئلہ ۔ فقہاء کرام کا شرعی قیاس بالکل برحق ہے ۔ اور قیاس کے ذریعے حرام و حلال کے ضابطے بالکل درست اور عاجب اصل ہیں یہ مسئلہ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ سے مستنبط ہوا ۔ رب تعالیٰ نے موجودہ کافروں کے انجام کو سابقہ کافر قوموں کے کفر اور اس کے انجام پر قیاس فرما کر عبرت دلائی ۔ یہی کچھ فقہی قیاسات ہیں ہوتے ہیں یعنی مشترک علت سے مشترک حکم ہوتا ہے ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں ۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ یعنی جن لوگوں پر عذاب آیا ان کی بستیوں میں تم آباد ہوئے ۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ عذاب شدہ بستیوں میں سکونت تو درکنار وہاں تو سفری پڑاؤ بھی منع ہے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابہ کرام کو ایک سفر میں قوم ثمود کی اجڑی بستی سے گزرتے ہوئے وہاں ٹھیرنے اور وہاں کے کنویں سے پانی لینے بھی منع فرمادیا ۔ تو اس آیت اور اس حدیث پاک میں مطابقت کیونکر ہو ۔

جواب ۔ اس کے چند جواب دیے گئے ہیں ۔ ایک یہ کہ عذاب شدہ بستی میں رہنا جائز نہ ہوا ۔ صرف مسلمانوں کے لیے ہے ۔ نہ کفار کے لیے اور مسلمانوں پر اس ممانعت و پابندی میں بہت سی حکمتیں ہیں ۔ دوم یہ کہ سکونت سے مراد مطلق ٹھہرنا دی کی سکونت نہیں بلکہ وہاں گزرتے سفر کی عارضی ٹھیرو وہاں سکونت مراد ہے ۔ جب کہ کفار کے

جاتے ان بستیوں کو دیکھا کرتے تھے وہ عذاب سے برباد بستیاں اجڑی ہوئی ویران ٹوٹی پھوٹی کھنڈرات کی شکل میں تھیں وہاں کوئی گھر سلامت نہ تھا جو کبھی آج تک وہاں پھر آباد ہو سکی۔ سوم یہ کہ مساکن سے عذاب والی بستیاں مراد نہیں ہیں بلکہ باپ دادا کے چھوٹے ہوئے خاندانی گھر مراد ہیں اور کَیْفَ فَعَلْنَا بِہِمْ سے عذاب آسمانی مراد نہیں بلکہ ان کی موت۔ فنا۔ یا جنگوں میں ان کا قتل عام و شکست مراد ہے۔ اور عالیشان محلات چھوڑ جانا مراد ہے۔ اور فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ کہ کیا غلط ہے تم اپنی رہائشی بستیوں اور گھروں سے ہی۔ دنیا کی بے ثباتی کا اندازہ لگا لو۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا وَتَبَیَّنَ لَکُمْ کَیْفَ فَعَلْنَا۔ اور سے کافر و تماشے لیے ظاہر ہو گیا کہ ہم نے ان پہلی کفر قوموں سے کیا عبرت ناک سلوک کیا۔ جب کفار مکہ ان سابقہ امتوں اور عذاب الٰہی کو مانتے ہی نہ تھے تو ان کو یہ کیوں فرمایا گیا کہ تم پر ظاہر ہو گیا پہلوں کا عذاب۔

جواب۔ عذاب الٰہی کو تو تسلیم نہیں کرتے تھے مگر ان کی تاریخ اور ان کے ایسا تک ملک ہو جانے سے پوری طرح واقف تھے۔ یہاں تک کہ پتھر رستے۔ سنہ ہے۔ قحط سالی وغیرہ ہونے کو بھی جانتے تھے۔ ان تمام امتوں کو مالکانی آفاقی حادثات گھیر لیتے تھے۔ یہاں صرف یہ بتلایا جا رہا ہے کہ یہ تمام ہلاکتیں معجزانی نہیں تھیں مگر ان کے ظلم اور کفر شرک کی وجہ سے عذاب ایسی تھا۔ بالکل اسی قسم کا ظلم تم کر رہے ہو تو پھر اپنا انجام سوچ کر ہونا چاہیئے۔ پہلوں سے پچھلوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے۔ لفظ تَبَیَّنَ تو مشہور قرأت ہے۔ مگر قرأت وَتَبَیَّنَ بھی ہے۔ یعنی ہم بیان کرتے ہیں تمہارے لیے سب کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ **تیسرا اعتراض**۔ عذاب سابقہ کا ذکر کرنے کے بعد وَمَکَرُوْا صَنَعُوْا کیوں فرمایا گیا۔ یہ کچھ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ بالکل بے جوڑ نہیں ہر طرح پورا تعلق اور مناسب موقعہ محل ہے۔ اگر مَکَرُوْا اور مَکْرُھُمْ دونوں کی ضمیر سابقہ امتوں کی طرف لوٹتی ہو اور معنی یہ ہو کہ بیشک انہوں نے مکر کیا اپنا مکر تو اس ذکر کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے یہ سخت عذاب اس لیے دیا گیا ان کے مکر بھی بہت زیادہ اور دنیوی اعتبار سے بڑے سخت تھے کہ اگر ان کو مٹایا جا سکتا تو ان کے مکر و فریب سے پہاڑ یا پہاڑ جیسی قوت و مضبوطی والے دلیر مومنین بھی پھسل جاتے۔ اور اگر مَکْرُھُمْ کی ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہوں اور مَکَرُوْا کی ضمیر کا مرجع سابقہ کفار تو یہاں اس لیے ذکر کیا کہ جو وجہ و سبب ان کو عذاب دینے کی تھی تم بھی ویسی ہی مکاریاں کر رہے ہو سو اور جو اللہ ان کو عذاب آسمانی یا ہلاکت زمینی سے فنا کر سکتا ہے۔ وہ تم کو بھی ختم کر سکتا ہے۔ ان وجوہ سے یہاں قَدْ مَکَرُوْا فرمانا بالکل درست اور بار بط ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا وَمَا کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ۔ یعنی ان کے یا تمہارے مکر ایسے ہیں کہ ان سے پہاڑ ٹل جائیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی کے مکر اور فریب سے پہاڑ کیسے ٹل سکتے ہیں۔

جواب۔ مفسرین علام کے اس بارے میں چند قول ہیں کہ پہاڑ سے کیا مراد ہیں۔ کسی نے کہا اس سے مراد قرآن و حدیث

کی تعلیم ہے اور تین علامتیں ہیں تحدیث سے مراد رفع دشمنان ہے کسی سے کہ کہ پہلے سے مراد انبیاء پاک کی دلیرانہ
توحید و عنادوں تعصبیت سے دوسرے سے مراد ذات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے مراد کفار کی سازشیں
ہیں ۔ ۔ ۔ سے ۔ ان کو پریشان و تنگیں مویا کفار سے یوں ہو کر تبلیغ بند فرما دینا ۔ لیکن اگر پہلے سے اصل پہلو
اس مراد میں تو بھی درست ہے کیونکہ نسائی مکہ و رب اور حیلہ سازی سے مانعی پہاڑوں میں رستے بنتے ہیں ۔
اور ان راہ پر حیرانی تو اصول سے ۔ دن رات پہاڑوں کو توڑ پھوڑ اور پی جگہ سے مٹی سنگریزے نکال کر جگہ ہموار
یہ سب کچھ مگر حیلہ سازی ہی تو ہے ۔

تفسیر صوفیانہ

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي
وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۔ اے
میرے جسم کو نفس ناسوتی اور روح کو ماء لاہوتی اور سماع کو غذاء جبروتی قلب کو غذاء ملکوتی دینے والے اللہ مجھ کو
اپنے مقام قرب میں کھڑا ہونے والا اور میرے کارکن اور معین کا سا جذبہ تحت فرمانی پر تشدد پڑھنے والا کامل نمازی
بنا اور میرے اعمال ۔ ۔ ۔ روحانی و تصور و خیالات کو ایسی ہی صدق و خلوص اور صلاۃ معرفت قائم کرنے والا بنا ۔ اے ہم سب
کے رب میری خواہشات ذات اور پر ہیبت دیکھنے والی مناجات کو جامہ قبولیت پہنانا ۔ اے رب ہمارے
گناہ کو اور میرے خیالات بد کو اپنی معرفت میں چھپا لے تاکہ میں خود بھی اپنے وجود کو نہ دیکھ سکوں اور انکے حجاب سے
دور ہو جاؤں اور میرے صفات علویہ کے دلائل اور طبیعات سفلیہ کی ظلمت کی پیداوار معرفت کا لباس اسود عطا
فرما کیونکہ اس کے سبب سے میرے قلب کی ولادت سلامت ہے ۔ اور میرے تمام ہمدردی مجھ پر ایمان کو بھی
معرفت کی عزت عطا فرما تاکہ کوئی بھی کسی کا تیری رویت کے لیے حجاب نہ بن سکے ۔ اس دن میں جس دن اہل عراق و
دمال اور کعبہ بیت نفس و نفسانیت حواس کا پردہ اٹھا دیا جائے گا ۔ جس دن ازل کے خلوص مناقشہ کا سیاب نجات
بدی کامیابی درجات ہوگا ۔ ہم کو آج اپنے مکان میں قائم ہونے کی توفیق بھی عطا فرما کہ جس دن حساب قائم ہو تو ہم
کو سیدھا جواب ملے ۔ عارفین فرماتے ہیں کہ تین قسم کے دولت مند ہیں ۔
نمبر ۱ ۔ جس نے اطاعت الٰہی میں زندگی گزاری اس نے دولت حیات پائی ۔ نمبر ۲ ۔ جس نے جان کنی کے وقت کلمہ
طیبہ کے ساتھ روح کو دفاع کیا اس نے دولت صحت پائی ۔ نمبر ۳ ۔ جو سلامت دلائل کے ساتھ قبر سے نکلا اس نے
سب حساب قیامت کی دولت پائی ۔ اہل سلامت و متقین عنایت کی نظر وصیت میں اس سے بڑی کوئی دولت
نہیں ۔ ۔ ۔

مراد ہے اور حیات قیامت دنیا کے عمل کرنے والوں خالص سے۔ جنہوں نے بحر فنا میں اپنی کشتی چلائی اور مزہ محبت بیخودی سے گزرا ہو کر حد سے بڑھنے کا ظلم کیا۔ یہ اُس کی لطف و قدرت ہے کہ کسی کو سعادت ہیں کسی کو شقاوت میں رکھا۔ ہر سب کو سلوک و دی طلب کی مہلت کے لیے موجود کیا تاکہ سیدہ شریعت و طریقت کے راستے سعادت کی منزل پر وشتی عدل انتقام پر پہنچیں سابقوں کو مہلت تاخیر دینے دی تاکہ جی بھر کے ظلم و گناہ کر کے حساب بند کتی بور کر لیں۔ ظالم کی مہلت اتنی کی دیری اس وقت تک کی ہے جب کہ حسرت کے منکر نور توحید سے عقل و دماغ کی آنکھیں اندھی حیرت میں پڑ جائیں گی وہ دل مکاشفات کبریٰ کے جس دن ملکوت عزت کے انوار ظاہر ہو جائیں گے اور تمام نفسانی توہمیں مطلب جلال ہیبت کمال میں غرق ہو جائیں گی۔ پھر کسی غیر کی طرف توجہ نہ کر سکیں گی اس دن نفس ملحق اور نفس کا اب کا فرق معلوم ہوگا۔ جب قلب جسمی پر دارت الہیہ کی قیامت ہوتی ہے تو تعینات ابلیس اور نفس امارہ کی نفسانیات بدبختی کا سر اٹھائے خود مستی کی دوڑ دوڑتے ہیں اور اہل ہوا کی ہوائیں نکل جاتی ہیں۔ ہوس کی تعلقات رذیلہ کی طرف لوٹنے کی ہمت نہیں پائیں۔ لیکن اہل حق کے قلوب بقائے اللہ کی خواہشات دنیا سے متعلق ہو کر نعمائے فقدی میں محو مدہوش ہوتے ہیں۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ ہر وقت قلب دنیا کی سرچشمہ دل حقیقی انسانی کو مدینہ فکر آخرت میں اُس شدید وقت سے جب فراق و ہجر کا عذاب آجائے گا اور عقل دنیوی کی ساری تدبیریں کسی میت کی دہری ہو جائیں گی تب مقتضی حیات کے فاعل ظاہر جسمی سے دوری مطلوب کا ظہور کیا جان سے لپٹی سے پکاریں گے۔ اے قادر و قاہر و فاعل ہمارے۔ صبح انوار کی قریبی مدت تک تھوڑی مہلت میرد رکت عطا فرما تاکہ اب سابقہ غفلت و بداں کا تدارک کر لیں اور تیری دعوت قرب قبول کریں اب ہم پر حق و باطل آشکارا ہو گیا آتش فراق کی تپش کا عذاب شدید دیکھ لیا۔ اب غیبہ و تعب کی صوت سرمدی پر لبیک کہیں گے۔ الہامت اسرار کا جواب یہی ہوتا ہے کہ غرور نفسانی کے وسوسہ تم زمان حال کی تمنیں اور حصیہ اور ہوتے تھے کہ عقل نفس کو کبھی زوال نہیں ہے۔ اس وقت حیات دنیا بھلائے بیٹھے تھے۔ اب نیا زمانہ ہے کہ ہوش کر چکے ہیں کہ ہر وقت موت فراق کو یاد رکھنے عوام کی موت روح و جسم کا فراق ہے عاقل کی موت فکر و تدبر کا فراق ہے لیکن عاشق کی موت رویت ذات واحد کا جلب ہے۔ مومن کے چھ وصف ہیں۔

نمبر ۱۔ علم جو آخرت کی فہم عطا کرے۔ نمبر ۲۔ رفیق وہ جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مدد کرے گناہوں سے روکے۔ نمبر ۳۔ معرفت جو دشمن و دوست کا پتہ بتائے۔ دشمن سے بچائے دوست کی آغوش میں پہنچائے۔ نمبر ۴۔ حیرت جو انجام بچائے۔ نمبر ۵۔ عدل و انصاف جو ظاہر و باطن کے حقوق گرائے۔ نمبر ۶۔ ترک جو قیامت

سے بچیے۔ نمبر ۶۔ استدراج و توفیق باری تعالیٰ عموماً ساتھ ساتھ چلتے۔ (روح البیان و معانی)۔ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ۔ ان مذکورہ اشارات قرآنی و سوانح تاریخی ہی کے مشابہ ہیں ایک ہی خانہ مصنف میں سوانح پذیرین قالب انسانی پر دونوں سے ہی مرکب کہ۔ اعضاء ظاہری کو رسل مرسوم سے شایاں اور باطنی قوتوں کو قرب جمال سے ہدایا۔ اور اپنے ساتھ ملایا۔ شیطان جس کو تو نے بلفظ دھکا کر دیا اور خطاب سے خفی قوتوں تم پر ظاہر ہو گیا۔ ابلیس اور اس کی ذریت کو کیف ہوں دھردو یک تو اپنا کام کر چلے۔ اور یہ سب جماعتی جمع مثالیں ہیں۔ تاکہ بندہ قلب و قالب کی طرف نگاہ کرے علماء شریعت دوسرے کو وعظ و تحریر اور خطاب کرتے ہیں لیکن صوفیاء اولیا اپنے کو وعظ خطاب کرتے ہیں علماء تو کر قرآنی حکایات و صفات کے مرتع دیگر عوام ہیں مگر عارفین فرماتے ہیں کہ اس آیت کا صریح اور توجہ دوسرے کا اپنا نفس و قلب و قالب ہے اس لیے پہلے دوسرے کو صوفی بنا چاہیئے پھر دوسرے علمی میں قدم رکھے۔ وہ گہوارۂ علم میں گونے اور ایسی جہل میں پھنسے اور بہت سے اپنی مباکن شہوانی میں سکونت کا خطرہ ہے۔ وَمَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ تقل تیار نے قلب انور کے خلاف کتنے ہی مکر فریب اور تجسس بدسے۔ ابلیس نے کتنے ہی تیسی جال پھیلائے مگر حق کے مسافروں اور وادی عشق کے متوالوں کے پاس تک نہ پہنچ سکے بھائے مکر کے سب فریب دغا بازیاں مجرمین و مالیں کی مسافت زیادے والے بت کائنات کے تصرف میں ہیں اگرچہ ان کے مکر سے شدید تھے کہ لاکھوں مرد کے قریب پہاڑوں کے پائے استقامت صبر کے پہاڑ تحمل کے کوہ گراں بھی کشتی دادیوں میں ڈگمگا جاتے۔ مگر اس کریم جانا سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ رستی اور خلوص نیت کر لیتا ہے اور وہ ہر ماسوا سے غمگین دبیزار رہتا ہے۔ خواہشات نفس نفس کی وہ مکاریاں ہیں جو سیدھے کو ٹیڑھا اور حکم خداوندی سے پھیر دیتی ہیں۔ وہی مومن نفس و شیطان کے مکر سے بچ سکتا ہے جو تین چیزوں پر عمل کرے۔

نمبر ۱۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجالائے۔ نمبر ۲۔ اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جائے نمبر ۳ احکام تعاد قدیر پر سر تسلیم خم کر دے اور علماء شریعت کے سامنے گونگا سائل کی حیثیت سے آئے عاجزی مسکینی کو اپنا حسب نسب سمجھے۔ جو بندہ حقوق اللہ کی حفاظت کرتا ہے رب تعالیٰ اس کے حقوق کی حفاظت فرماتا ہے مراقبہ حضوری میں رب تعالیٰ کو اپنا رفیق اعلیٰ بنالو۔ مگر اہل مکری مکاریوں سے بچنا ہے تو اللہ رسول کے دامن پر قلب و قالب سے اعتکاف میں رہو۔ اللہ رسول کا دروازہ اہل اللہ کے آستانے ہیں علماء اہل اللہ کی مخلص ہیں اخیار سے کچھ تعلق رکھو۔ اخیار سے وہ مانگتا ہے جو اللہ سے ناواقف ہو۔ اصرار منافی ہے ایمان و معرفت کی کمی کی۔ جب تک بندہ صفت ۲۰ رب کے ساتھ متوسل کسی کا مکر اس کے اعمال کے پہاڑ کو متزلزل نہیں کر سکتا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو تو خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ خلاف کرنے والا ہے وعدہ اپنے رسولوں سے بے شک اللہ

تو ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بیشک اللہ

عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۙ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ

غالب ہے بدلہ لینے والا ہے دن جس دن کہ بدل دی جائے گی زمین علاوہ

غالب ہے بدلہ لینے والا ہے جس دن بدل دی جائے گی زمین کسی

الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

اس زمین کے اور سب آسمان بھی اور وہ سب حاضر ہوں گے اللہ کے حضور جو واحد ہے قہر والا ہے

زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے

وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

اور دیکھیں گے آپ مجرموں کو اس دن کہ بندھے ہوں گے مکڑے ہوئے ہوں گے رسیوں میں

اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جکڑے ہوں گے

سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ

کرتے ان کے آگ سے بنے کر رسے ہوئے ہیں پہنے ہوئے ڈھانپ لے گی چہروں پر ان کے

ان کے کرتے رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی

النَّارُ ۙ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آگ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر جان کو اس کا جو کمایا اس نے بیشک اللہ

اس لیے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے بیشک اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ⑤

جلدی لینے والا ہے حساب

حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہم نے مرطرح حالیں اور واقعات سنا کر ان کو ماضی سے سبق لانے کی دعوت دی مگر یہ سننے والے رہنے سب فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیا سے جو بھی وعدہ فرماتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے گو اللہ ایکا فرخ فی سرکی میں رہیں۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں بیان قیامت میں کفار کے آنے گڑگڑانے کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ اب اس آیت میں خود بیان قیامت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے جس سے سختی و قہر کا اظہار ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں کہا تھا کہ دنیا میں رہتے بستے کا تذکرہ ہوا اب اس آیت میں کفار کے ستم میں رہتے بستے کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ لَا حرف ابتدیہ (شروع کلام کے لیے) تَحْسَبَنَّ فعل نہی بانون آکیدی ثقیلہ۔ بات جس سے ہے سمیہ واحد مذکر حاضر مستتر جوازاً تقدیر اسمیر کا مرجع عام انسان ہے۔ ظرف۔ اسم مفعول جمع مذکر سالم فتحہ معمول ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ کا مفعول ثانی ہے۔ دل و دماغ کی زنت والا گمان خیال۔ تصور۔ متعدی مذ مفعول ہوتا ہے مُخْلِفَ۔ اسم فاعل واحد مذکر باب افعال سے ہے۔ خُلْفٌ سے بمعنی مخالفت کرنا۔ خلاف کرنا۔ پیچھے کرنا۔ بحالت نصب ہے مفعول دوم ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ کا وَعْدِهٖ اسم مفرد مضاف (حاصل مصدر) یا مصدر اپنے مصدری معنی میں ہے بمعنی عہد۔ قرار۔ بحالت کسرہ ہے مفعول مضاف ایہ ہے مُخْلِفَ کا۔ رُسُلَ۔ جمع مکسر ہے رسول۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور مثل سابق جمع اضافت ہے مرکب اضافی بحیثیت مفعول ثانی ہے لَا تَحْسَبَنَّ ایک قول میں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ مُخْلِفَ کا مفعول اول ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق اللّٰهَ بحالت فتحہ اسم ہے ان کا۔ عَزِيْزٌ۔ اسم مفرد مشتق صفت مشبہ بروزن فَعِيْلٌ کریم۔ عَزَّ سے بنا بمعنی غالب ہونا قوی ہونا یا عِزٌّ سے بنا ہے بمعنی پیارا۔ عزت والا ہونا عزت کا مالک ہونا۔ ہر معنی مناسب ہے بحالت رفع ہے کیونکہ خبر اول ہے ان کی۔ ذُو اسم مکبرو۔ اس کی تصغیر نہیں ہوتی اس لیے اس کو مکبرو کہتے ہیں اس طرح کے چھ لفظ مکبرو ہیں عربی میں یہ اسم جامد اسم ظاہر کا مضاف ہوتا ہے۔ بحالت رفع آخر میں واؤ ہوتی ہے انتقام۔ اسم

مصدر کا ہے باب افتعال سے ہے نقم سے جانے کے معنی بدلہ لینا۔ بدلہ دینا۔ سزا دینا۔ غلبہ پانا۔ یہاں پہلے تین معنی درست ہیں اگر غلبہ پانا مراد لیا جائے تو عزیز کی تاکید ہوگا۔ ہمزہ پر کسرہ ہے بوجہ مضاف الیہ کے یہ مرکب اضافی خبر دوم ہے ربنا کی یا تاکید ہے موکد کی (عزیز کی) یا صفت ہے عزیز کی۔ گی جملہ علیحدہ جملہ ہے۔ یوم۔ اسم معرفہ جامد بحالت فتحہ یا یہ بمقام مصدر کا ظرف ہے یا معمول ہے اس سے پہلے اذکر یا نعمۃ اللہ محذوف عامل ہے۔ جس میں مخاطب علم انسان سے ہے یا تبی کریم سے اگر بھی مراد ہوں یوم بمعنی زمانہ یا وقت دیا دن۔ تنوین سے مانع مضاف ہوا ہے اس لئے اس پر جر علیہ ہے لہٰذا معرفہ مجرورہ ہے۔ تبدل۔ اصل مصدر مجہول باب تفعیل سے ہے مصدر سے شدید مبنی واحد مؤنث غائب مذکر سے بنا ہے۔ بھی۔ جگہ یا حالت بدلنا۔ تغیر کرنا۔ الف لام استغراقی یا تضعیفی۔ ھی ضمیر اسم مفرد جامد مؤنث لفظی ہے بحالت رفع نائب فاعل ہے۔ تُبَدَّلُ ثبت بمعنی حاصل کا۔ غیر۔ اسم غیر منصرف مضاف ہے اسم ظاہر کی طرف جملی ہے فتح پر بنی تغیر تک ہے ہے۔ مضاف ہے۔ الف لام جنسی یا استغراقی ارض بحالت جر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے یا حال ہے یا صفت ہے تُبَدَّلُ کا یا ارض کا واؤ عاطفہ۔ عطف ہے ارض پر۔ الف لام استغراقی سموٰت بھی ہو سکتے ہے تاء کا ذاتی لام ہے یا جمعی۔ آسمان کا۔ مرفوع ہے معطوف علیہ ہے ارض کا واؤ عاطفہ ہے عطف ہے تُبَدَّلُ پر یا ضمیر یا حالیہ حال سے اقسام کا۔ برزوا۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف بمعنی مستقبل۔ برائے یقین کل مستقبل ہوا ہے باب نصر سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب بَرَزٌ سے مشتق ہے بمعنی ظاہر طور نکلنا۔ سامنے آنے کے سامنے کی کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے مبارزت۔ جنگ میں ایک ایک سپاہی کا نکلنا جس کو سب دیکھیں اسی سے ہے براز جسم کی گندگی نکلنا۔ اسی سے ہے بُرَزٌ۔ وہ رضی بنانا کی بلاوے میں نکلنا قریب دینے کے لیے مرد عام کہتا تھا میں برضی نبی ہوں (مشکوٰۃ) لله۔ لام جارہ بمعنی الی مالکیہ الف لام اسی بمعنی الذی اسم موصول واحد اسم فاعل مجرد صفت قول ہے اقتدر کی وقدر مثل داوی سے بنا ہے۔ بمعنی ایک مرا القھار۔ الف لام اسی بمعنی الذی ہے روزن فعال۔ صیغہ مبالغہ ہے۔ مجرد ہے صفت دوم ہے القہر سے بمعنی مکمل غلبہ ہونا۔ زبردست قوت سے ذلیل کرنا۔ ہر طرح ہیبتا رسوا بھی ہو سکتا ہے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ۔ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔ واؤ۔ استیناف تری فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر حاضر بمعنی مستقبل انت ضمیر واحد مذکر کاف حرف خطاب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہے رأیٌ سے بنا ہے بمعنی دیکھنا۔ الف لام استغراقی یا جنسی ہے مجرمین اسم فاعل صیغہ جمع مذکر باب افعال سے ہے اجرام مصدر ہے۔ جُرْمٌ سے بنا ہے بمعنی قطع کرنا۔ قانون قدرت انسانیت کے خلاف کام کرنا ان کا واحد مجرم ہے یہاں مراد یہاں کافر مشرک۔ یومئذ ا بو۔ یوم اسم ظرف زمانی مضاف ہے اذ اسم اشارہ قریبی مضاف الیہ ہے یہ مرکب مفعول فیہ ہے تری کا مقرنین اسم مفعول صیغہ جمع مذکر بحالت فتحہ حال ہے مجرمین کا۔ باب تفعیل سے

ہے مصدر ہے تَقْوِیْنٌ۔ قَوْنٌ سے بنا ہے بمعنی۔ ملنا۔ جلانا۔ رسی یا بالوں کو بٹنا۔ درست کرنا۔ یہاں مراد ملکوتی جماعۃ عرفیہ۔ الف لام عہدی اَنْفَادٌ اسم جمع مکسر اس کا واحد سے نَفَدٌ۔ بمعنی زنبیر۔ ہتھکڑی۔ سَرَابِیْل۔ اسم جمع منتہی الجموع ممنوع عن الصرف ہوتا ہے اس پر تنوین نہیں آسکتی اس کا واحد ہے سِرْبَالٌ بمعنی قمیص۔ کرتا۔ لفظ قمیص عام ہے سر چھپانے بڑی قمیص کو مگر سِرْبَالٌ وہ کرتہ جو گھٹنوں یا ٹخنوں تک ہو سراویل واؤ سے اس کا معنی ہے پاجامہ شلوار۔ اس کا واحد ہے سِرْوَالٌ یہ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ سے۔ وہ یہ مرکب اضافی مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے ہیں جانا بیانیہ تقرار ان۔ اسم مفرد مذکر ہے الف نون زائدتان مگر یہ منصرف نہیں ہے کیونکہ یہ علم ہے اگر کسی کا علم ہو تو غیر منصرف ہوگا۔ جنگلی درختوں میں سے نکلنے والا ایک سخت روغن ہے۔ گندھا ہوا رال۔ یا پتھر سے نکلی ہوئی گندھک۔ یا پگھلا ہوا تانبا۔ حقیقت کو اللہ رسول بہتر جانتے ہیں بحالت نصب ہے جار و مجرور متعلق ہے کائن پوشیدہ اسم فاعل کے۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر سے مبتدا کی۔ تَغْشٰی۔ فعل مضارع مثبت معروف باب نصر سے ہے۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ غَشْیٌ سے مشتق ہے بمعنی ڈھکنا۔ پردہ سے ہونا۔ لپیٹ میں لینا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ وُجُوْہَ۔ اسم جمع مکسر منصرف واحد سے وَجْہٌ بمعنی چہرہ مکمل بھی یعنی سر یا فقط شکل صورت اور یا پورا سامنے جسمانی حصہ۔ مگر صرف شکل صورت مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع مجرمین ہے النار الف لام تعریفی عہدی۔ نَارٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی آگ نَوْرٌ سے ہے۔ بمعنی تیزی۔ گرمی۔ بھڑکنے والی۔ اسی معنی میں چرخے کو نَوْرَۃٌ کہتے ہیں۔ یہاں مراد جہنم کی آگ ہے۔ وَتَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ مفعول بہ سے اور نَارُ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے فعلش کا یَعْرِفُ۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی اَنَّ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور یہ لام ہر مشتق جامد عمل میں داخل ہو جاتا ہے لیکن مضارع پر آتا ہے تو مکسور ہو جاتا ہے۔ یَجْزِیَ فعل مضارع مثبت معروف مفرد مؤنث غائب صیغہ واحد مؤنث غائب کتب سے مشتق ہے بمعنی لکھنا۔ حاصل کرنا۔ یہاں مراد ہیں اعمال آخرت اچھے یا برے۔ کا موصولہ عمومیت کے لیے ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہو گیا۔ اور موصولی صلہ مفعول بہ دوم ہے یَجْزِیَ کا۔ رِبَّ حرف تحقیق۔ اللہ اسم مفرد مجرور اس کا اسم ہے سَرِیْعُ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ باب کرم سے ہے (مطلق کا پانچواں باب) بروزن کَرِیْم۔ سُرْعٌ سے بنا ہے اس کا مصدر سُرْعَۃٌ بھی آتا ہے بروزن ظُلْمَتٌ ظُلْمَۃٌ بمعنی جلدی کرنا جلدی ہونا۔ تیز یا تیار کرنا۔ یا ہونا۔ یہاں ہر معنی ہو سکتا ہے بحالت رفع ہے کیونکہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ سے۔ الف لام عہد ذہنی ہے حساب۔ بروزن فِعَالٌ ثلاثی کا مصدر ہے۔ حَسْبٌ سے بنا ہے بمعنی گمان کرنا۔ اندازہ لگانا۔ پوچھ گچھ کرنا۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ سے۔

تفسیر غالماۃ

[illegible] تعالیٰ دنیا میں کفار کے مکر نہیں چلنے دیتا اور دیتا ہے رب تعالیٰ کو کسی بھی پیر سے ۔ اے خیال نہیں کہ ہمارے تو لے ہوئے ہیں بھی کہ تاکہ رب تعالیٰ اپنے پیارے سوال کرم سے قرآن محمد حدوث پاک [illegible] سورہ شعراء میں کہنے ہوئے کسی بھی وعدے کو کسی علاف کرے ۔ اری تعالیٰ سے اپنے کرم سے جو گاہ وعدے فرمائے ۔

نمبر ۔ ہر طرح مروت اپنے کرام کی مدد فرمائے گا ۔ نمبر ۲ ۔ کامات کی مرچیز پر ہے کا علم ہوگا ۔ نمبر ۳ ۔ عمل ہو ثابت زمین پر انبیاء کرام کی ہوگی ۔ نمبر ۴ کفار کی دنیا آخرت میں ہلاکت ہوگی ۔ نمبر ۵ ۔ آخرت میں ہر عمل کی شکل مرد ہوگی ۔ نمبر ۶ ۔ مجرم کو ضرور سزا ملے گی ۔ نمبر ۷ ۔ اہل ایمان کو ثواب ضرور ملے گا نمبر ۸ کفار کو عذاب ضرور ہوگا ۔ نمبر ۹ ۔ دنیا تک قائم رہے گی ۔ نمبر ۱۱ ۔ جنت بھی ابدی ہے ۔ نمبر ۱۲ ۔ مدنیں کی نفاست یقینی ہے ۔ نمبر ۱۳ ۔ مرحومین پر رحم ہوگا ۔ نمبر ۱۴ ۔ مقہورین پر قہر ہوگا ۔ مشکل اللہ تعالیٰ جل مجدہ ۔ دنیا میں ہر طرح عالم سے تاوان رکھنے والا ہے اور قیامت کے دن مجرم عالم سے بدلہ لینے والا ہے جس دن یہ زمین دی جائے گی زمین کی موجودہ زمین کے علاوہ اور ہے آسمان بھی اس لیے کہ یہ دنیوی زندگی انتقام کے لیے کافی نہیں ۔ یہاں سے لعنت ہے کچھ حسرت سے اور تکلیف ہے کچھ غم سے ۔ بیر عالموں کا علم کاروں کے گناہ کتنے بڑے ہیں کہ زمین و آسمان کی حقیقت ان کے سامنے کچھ نہیں ۔ سب سے حسرت تو ترک ہے ۔ جس سے زمین و آسمان ہل جاتے ہیں ۔ کی طرح بچوں کی نکاں تھی عظیم ہے کہ ساتوں زمین ساتوں آسمان میں نہیں سما سکتیں ۔ حدیث پاک میں ہے کہ بچوں کا دلیوہ میدان قیامت میں بھاری ہے ۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آہ بچہ الکبیٰ کے برابر مخلوق میں کوئی چیز نہیں ہے ۔ میں آسمان و زمین و قلم عرش و کرسی سے بڑی ہے تو جو اس کا صدمہ کرتا ہوگا بھلا اس کا بدلہ دنیا میں کوئی چیز دے گی ۔ تیسری حدیث شریف میں ہے کہ کلمہ طیبہ ہر چیز سے بھاری ہے ۔ علماء فرماتے ہیں کہ دنیا میں کروڑہا اربوں کھربوں بلکہ اس سے بھی زیادہ مخلوقات ہیں ۔ ہر ایک گناہ سب کی مشترکہ لیکن کو سب کا انکار سے تو بھلا اتنے کثیر گناہوں کا بوجھ دنیا میں کیونکر ہو سکتا تھا اس لیے پوری ہونے کے لیے دوسری جگہ اور دائمی جہنم قائم کی گئی ۔ اور پہلے سات تک کے لیے قیامت کا ان دن ہوگا جس دن اس گناہ اور کفر سے تھوڑی سی زمین کو بھی مٹا کر دوسری پاک صاف ستھری زمین بچھائی جائے گی ۔ اور حلال کی کمی کے تمرکی دہشت والے دوسرے آسمان قائم کیے جائیں گے ۔ اس تبدیلی کی حقیقت میں مفسرین کے چھ قول ہیں ۔ ایک یہ کہ آسمان فنا ہوں تو سب کی تمام و کمال طور پر بدل جائے گی اور کسی طرح ایسی ایسی اشیاء کے ساتھ لپیٹ کر کہیں رکھ دی جائے گی یا فنا کر دی جائے گی ۔ دوم یہ کہ ذاتی نہیں بلکہ صفاتی طور پر تبدیلی ہوگی آسمان سے چاند ۔ سورج ستارے اور زمین سے درخت پہاڑ مکانات ۔ دنیا کے سب مٹا دیے جائیں گے زمین ہموار کی اور آسمان سونے کا کر دیا

جائے گا۔ سوم یہ کہ زمین آگ اور آسمان آتش بنا دیا جائے گا۔ چہارم یہ کہ آسمان سرخ سانڈ۔ درزمین دھوئیں خاک کر دی جائیں گی۔ پنجم یہ کہ زمین کو سفید روئی بنا دیا جائے گا اور آسمان و سورج بہت قریب ہوگا تقریباً ساٹھ گز کے فاصلہ پر ششم یہ کہ آسمان و زمین کو بالکل سیاہ کر دیا جائے گا جس سے گھٹ ٹوپ اندھیرا چھا جائے گا۔ اور ہتھی اس دن نیکوں کے چہروں کی ہوگی۔ اس دن زمین کا ماہم صاحبہ ہوگا۔ یہ سارے اقوال چونکہ روایات و احادیث اور آیات قرآنیہ سے لئے گئے ہیں لہٰذا سارے ہی درست ہیں اور مطابقت اس طرح سے کہ زمین و آسمان کی حالت اس دن سزاؤں کے اعمال کے مطابق ہوگی۔ کہیں آگ کہیں خاک کہیں سفید کہیں سیاہ کہیں سرخ۔ کہیں گرم رم۔ مومن کی زمین مثل روئی کے ہوگی جب ان کو بھوک لگے گی تو اپنے درختوں کے نیچے سے کچھ اٹھائیں گے اور ملائکہ رحمت ان کو تحت العرش کے بیل اور مچھلی کا سالن دیں گے۔ کافر بھوک پیاس اور گرمی میں مبتلا کیے جائیں گے اور یہ سب اعمال کے مطابق کسی کے گھٹنے گھٹنے۔ کسی کے ٹخنے ٹخنے اور کسی کے پیٹ میں ڈوبے ہوں گے لیکن ذاتی صفاتی تبدیلی اپنے مختلف وقتوں کے بعد ہوگی پہلے صفاتی تبدیلیاں ہوں گی پھر حساب و کتاب کے بعد ذات بدل دی جائے گی۔ یعنی اس زمین کو مٹا کر دوسری زمین و آسمان لائے جائیں گے اس حکمت کو اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ پہلے قیامت کی طرف سے نفخہ صعقہ ہوگا یعنی انسان حیوانات کو جس سے آسمان و زمین کی ہر چیز بکھر جائے گی اور ساری زمین روئی کی طرح ایک جیسی چپٹی ہو جائے گی اس کو ارض موقف کہا جائے گا پھر وہ صور آواز دے ہوگا اس کو صور پھر نکالا جاتا ہے اس کی آواز سے آسمان پھٹ جائے گا اور زمین ٹکڑے ہو جائے گی مردے جاگ جائیں گے تبریں ہٹ جائیں گی دوسرے صور پر زمین نئی بن جائے گی پھر قہری آگ چلے گی اور سب مخلوق جانور کوئی کے ٹھیرنے کی جگہ محشر میں پہنچا دیے گی۔ اور سب اللہ تعالیٰ کے حضور صفوں کی صفیں بنا کر حاضر ہوں گے اس طرح کہ پہلی صف صرف امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صف میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں تیسری صف میں نیک جنات چوتھی صف گناہگار پھر فاسق پھر بدکار۔ پھر بدمعاش۔ پھر کافر۔ پھر منافق اس طرح چالیس صفیں ہوں گی آخری صف میں جانور ہوں گے۔ اور ملائکہ و آسمانی ان کے گرد گھیرا ڈالے گول دائرے میں ہوں گے یہ سلسلہ آسمان اول کے فرشتوں کا اس طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کے سات دائرے ہوں گے۔ قیامت میں تین تکلیفیں ہوں گی۔

سزا۔ بھوک پیاس۔ نمبر ۲۔ حرق یعنی پسینہ۔ نمبر ۳۔ ارق یعنی بیحوابی جیسی پریشانی۔ یہ سب سے آگے پل صراط ہوگا اور پل صراط کا ایک کنارہ میدان محشر سے ہوگا دوسرا کنارہ جنت میں دروازہ جنت کے سامنے ہوگا۔ پل صراط سے نیچے سر جہنم (جہنم کا پل) ہوگا۔ اس اللہ کے حضور سب کی حاضری ہوگی جو وعدہ ہے مومنوں کے لیے کہ اس کے سوا کوئی درد نہیں اور قہر ہے کافروں کے لیے کہ اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ واحد ہے مظلوم کے لیے یعنی کارسازگار ہے اور قہار ہے ظالم کے لیے۔ واحد ہے احمد مجتبیٰ کے لیے کہ ان صرف اپنے مصطفیٰ کی ہی یاد دلایا کرنا۔ اور قہار ہے باقی

انسانوں جنوں کے لیے کہ محشر میں سب ظاہر ظہور دیدار کریں گے۔ واحد سے دیا کے لیے کہ سب تمام پارے میں تمہارے آخرت کے لیے کہ سب کو مدد دینے والے ہے ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ اور تم دیکھو گے ظالموں کو جب دیکھیں گے عذاب کہیں گے کیا کوئی راہ ہے لوٹنے کی ﴿ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ﴾ اور تم دیکھو گے ان کو پیش کیے جائیں گے دوزخ پر ذلت سے جھکے ہوئے دیکھیں گے کنکھیوں سے ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ اور کہیں گے ایمان والے بیشک نقصان میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ﴿ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴾ سنو بیشک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں ﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ اور نہ ہوگا ان کے لیے کوئی حمایتی جو مدد کریں ان کی اللہ کے سوا ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴾ اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو نہیں اس کے لیے کوئی راہ ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴾ حکم مانو اپنے رب کا پہلے اس کے کہ آئے وہ دن کہ نہیں ہے اس کے لیے پھرنا اللہ کی طرف سے ﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی جائے پناہ اس دن اور نہیں ہے تمہارے لیے کوئی انکار کرنے کی جگہ ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تم کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان بنا کر ﴿ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ نہیں ہے تم پر مگر پہنچا دینا ﴿ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ﴾ اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت تو وہ خوش ہوتا ہے اس سے ﴿ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴾ اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی برائی بدلہ اس کا جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے تو بیشک آدمی ناشکرا ہے ﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ اللہ ہی کی ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی ﴿ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ﴾ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے ﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴾ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں اور دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹے ﴿ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ﴾ یا ملا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں ﴿ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ﴾ اور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ ﴿ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ بیشک وہ جاننے والا قدرت والا ہے ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا ﴾ اور نہیں ہے کسی آدمی کو یہ کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر وحی سے ﴿ اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ﴾ یا پردے کے پیچھے سے ﴿ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ﴾ یا بھیجے کوئی فرشتہ پیغام لے کر پھر وحی کرے اس کے حکم سے جو چاہے ﴿ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾ بیشک وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾ اور اسی طرح وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف روح اپنے حکم سے ﴿ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ﴾ تم نہ جانتے تھے کتاب کیا ہے اور نہ ایمان کیا ہے ﴿ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ﴾ لیکن ہم نے کر دیا اس کو نور کہ راہ دکھاتے ہیں اس سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ اور بیشک تم البتہ راہ دکھاتے ہو سیدھی راہ کی ﴿ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ اللہ کی راہ جس کی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ﴿ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ سنو اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام

خلاصہ

آج دنیا میں تو کوئی مجرم مجرمانہ حالت میں نظر نہیں آتا سب عیش و عشرت میں دھتے بھوسے ہیں ملکہ کاروبار سے ایک کاروں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ مگر اُس دن سے السال تو مجرموں نہ کے مالکوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اپنے اپنے شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے ہوں گے گلے طوقوں سے اور ہاتھ پاؤں زنجیروں سے۔ اُن کے لیے کرتے پیروں تک قطران کے تیل سے سنے ہوئے اُن کے جسموں پر گاڑھے روغن کی طرح لپٹے ہوں گے۔ زمین و آسمانی گرمی سے وہ تپ رہے ہوں گے اور یہی آگ زمین و آسمان کی ان کے چہروں کو جھلسائے ہوئی ہوگی تمام کھا جائے گی۔ قیام محشر تغیر و تبدل پکڑ، دھکڑ طوق و سلاسل سب کچھ صرف اس لیے ہوگا تاکہ مدد سے اللہ تعالیٰ اپنے مدبر و شعور جان کو اُس کے فن اعمال کا جو اُس نفس (جان) نے اپنی قوت نظر و فکر عقیدہ و مذہب اور قوت عمل حق و باطل سے دنیا میں کمایا اپنے سے بھیا آگے بھیجا۔ آخرت میں ہر سال کو اُس کی قوت فکر و عمل کی ہی جزا ملنی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت ہی جلدی تمام لوگوں کے پورے پورے حساب لینے والا ہے یا اس طرح کہ دنیا بہت جلد ختم ہونے والی ہے یا اس طرح کہ میدان محشر میں بیشمار مخلوق جمع ہوگی مگر سب کا حساب کتاب آناً فاناً بہت جلد ہو جائے گا ایک بھی انسان کسی طرح بھی بچ نہیں سکے گا۔ نہ کچھ حساب میں کمی رہ سکے گی۔ میدان محشر کے بعد سارا زمین و آسمان کو فنا کر دیا جائے گا بلکہ زمین کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور آسمان کو جنت میں سما دیا جائے گا۔ چاند سورج ستارے اور پتھر پہاڑ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ لیکن تمام مساجد اور مدرسے خانقاہیں اور اللہ کے نام پر وقف زمین بچا کر کے جنت کی مسجد بنا دی جائے گی اور اس پر جنت ہی آسمان کی ہوگی۔ اس کا محراب۔ بیت الجنۃ ہوگا۔ اس کے دروازے پر بارہ احد پہاڑ ہوگا جس میں اعلیٰ ستون خانہ ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ میدان محشر میں جس دکھ کا ذکر ہے وہ دیکھنا عوام کا ہوگا آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ازل سے سب کچھ بنظر عرفانی ہر چیز واقعہ دیکھ رہے ہیں بلکہ اس کے وجود سے بھی پہلے جیسا کہ عبارت معراج سے ثابت ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ظاہری اسباب باطن کی نشانیاں ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافروں کے جسم پر ایسی علامتیں لگا دے گا جس سے وہ دور سے پہچانے جائیں یہ مزید اُن کی ذلت و رسوائی کے لیے ہوگا۔ اس طرح اہل ایمان پر بھی بہت سی اُن کی نیک عملی کی نشانیاں ہوں گی جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے یہ

فائدہ دوسرا: اس سے حاصل ہوا دنیا میں بھی بیشک بد لوگ اپنے چہروں سے پہچانے جاتے ہیں بہت سے گناہوں کی معصیت چہروں پر ظاہر ہوتی ہے اور ورع سے پہچانی جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ: قیامت کے ہزار سال یا پچاس ہزار سال ایک دن کے تھوڑے ہونے میں تمام قیامت والوں کا متفق حساب ہو جانے کی یہ فائدہ سے ہوا۔ تیسرا فائدہ: باری تعالیٰ کو سب سے زیادہ عزت علم اور ہنکاری سے ہے۔ یہ فائدہ سے ہوا۔ چوتھا فائدہ: اس آیت سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بھی عدل دے گا جس پر ظلم ہوں یعنی ہر مکار کی ہوئی ری مکار کے گلے کو بھی جس کے دھاروں سے یہ بڑے گلے کٹ گئے۔ تو مدعا یہ نکلا کہ چھوٹے مکاروں سے بڑے مکاروں سے بھی عزت ہوگی۔ اے پیارے رحیم کریم اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور میرے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے غضب والے کاموں سے بچا لے۔

احکام القرآن

اس آیت شریفہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: ہر مسلمان کو چاہیے کہ ریاء سمعہ اور ظلم کاری سے بچے۔ حاصل کہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا واجب و لازم ہے۔ ظلم کو سب سے تو بچنا فرض ہے۔ یہ مسئلہ۔ عزیزہ و اسلام سے مستنبط ہوا۔ ہاں ہاں ہاں۔ موذی کو کسی معاف نہیں فرمایا گیا کے علاوہ دنیا میں بھی بہت بڑی سزا دیتا ہے۔ دوسرا مسئلہ: عام ہاں میں مسلمانوں کے دل خیالات اور گمان پر شرعی پکڑ نہیں ہے جب تک کہ وہ خط سے نہ نکلے ہاں عقیدے کے طور پر گمان اور خیال بھی قابل گرفت ہے اس قسم کی ہمگانی سے بچنا فرض ہے۔ یہ مسئلہ ولا تحسبن اللہ کی نہی تاکیدی سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ: کفار کی ظاہری شکل و صورت اور لباس کی طرح شکل و صورت بنانا اور کافروں کا سا لباس یا نشانات اختیار کرنا مسلمانوں کو جائز نہیں حالانکہ کفار کی مذہبی شکل و صورت یا کسی نشانات کو اختیار کرنا تو کفر ہی ہے۔ جیسے ہندوؤں کا تلک اور دھاگوں کی گٹ اور سکھوں کا کڑا ہونا اور بھی عیسائیوں کی ٹائی (صلیب) اور داڑھی مونچھ منڈانا وغیرہ۔ یہ مسئلہ۔ سر منڈانے والے سے مستنبط ہوا۔ کفار کو ظاہری طور پر مسلمانوں سے علیحدہ کیا جائے گا شکل و صورت میں بھی اور لباس میں بھی اور نشانات میں بھی غرض دنیا میں بھی ہر اعتبار سے علیحدگی واجب ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض: یہاں فرمایا گیا۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب حاضر ہوں گے۔ آج بھی تو سب لوگ ساری مخلوق اللہ کے حضور حاضر ہے۔ تو یہ حاصل علیحدہ اس دن کا ذکر کیوں فرمایا گیا جواب: تین دن سے قبروں سے نکلنا مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ قبروں سے چل کر حاضر اس کی بارگاہ

بارگاہ میں حاضر ہوں گے یہ معاصرہ آخرت میں نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ آج حاضر ہیں اس دن ظاہر ظہور حاضری ہو گی۔ نمبر ۳۔ آخر کوئی بات ہے کوئی نہیں مانتا مگر اس دن سب مانیں گے اور سب نظارہ کریں گے۔ کافر بھی مومن بھی یہ بھی ہے وہ۔ دوسرا اعتراض ۔ ان اللہ عزیز ذو انتقام کہ عزیز ذو انتقام ہونا صفت جلالت ہے کبریا کی شان ہے رحمت سے مطابق نہیں ہے۔ جلالت ہی رحمت ہے۔ کیونکہ عزیز ذو انتقام ہونے میں عاملوں کافروں سے بدلہ لینے کا ذکر تھا اس لیے یہاں وہ وقت بیان کیا جا رہا ہے جب انتقام لیا جائے گا۔ لہٰذا بے ربط نہیں ہے۔

تفسیر صوفیانہ

لا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام یوم تبدل الارض غیر الارض والسموٰت وبرزوا للہ الواحد القہار ان اے عاشق عقل میں گھومنے والے اپنے مولیٰ جل شانہٗ کے متعلق ہرگز بدگمانی نہ لانا کہ وہ مجرموں سے فاصلین کائنات سے انتقام نہ لے گا۔ نہ لے گا۔ نہ لے گا۔

دینے والا ہے۔ اپنے محبوبوں کو تعجیل سعادت دے کر۔ اور منصوبوں کو دولت کی زنجیریں پہنا کر۔ یہ بندوں کا حساب آسان ہے۔ مومن اپنا حساب دینے کے ہر لمحے میں خود کرتا رہتا ہے اس طرح کہ اپنا گناہ کو پہاڑ دیکھتا ہے۔ کافر و منافق کا حساب اللہ تعالیٰ کرے گا کیونکہ وہ گناہ کو حقیر کمتر سمجھتا ہے۔ الغرض حساب یہ ہے کہ جب بندہ گناہ کو بڑا سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوٹا سمجھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے اور جب بندہ چھوٹا سمجھتا ہے تو توبہ سے دور رہتا ہے تو جبل اس کو بڑا شمار فرماتا ہے۔ جب تک بندہ معرفت سے دور رہتا ہے اس وقت تک عظمت کبریائی سے ناآشنا ہوتا ہے۔ شریعت کی محافظت سے معرفت اور معرفت سے عظمت حاصل ہوتی ہے اور عظمت سے قرب اور قرب سے خوف و دہشت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے مقربین قرب کے مسافر عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن خواص عظمت سے توبہ کرتے ہیں۔ توبہ کے تین مقام ہیں۔ نمبر ۱۔ عظمت سے توبہ۔ نمبر ۲۔ رویت سے توبہ۔ نمبر ۳۔ غیر اللہ سے توبہ۔ توبہ کو معلمت لاالٰہ الا اللہ سے قریب ہی ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

یہ قرآن صرف تبلیغ کے لیے لوگوں کے لیے تاکہ ڈر سے جائیں وہ کافر دیئے اس کے اور تاکہ جان لیں وہ سب

لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لئے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

فقط وہ ہی معبود ہے واحد اور تاکہ نصیحت مانیں عقل والے صحیح دماغ والے

کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱

ا ل ر یہ آیتیں کتاب کی اور صاف بیان کرنے والے قرآن کی

یہ آیتیں کتاب اور روشن قرآن کی

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی سورتوں میں انبیاء کرام کی تبلیغ اور مخالفین اور معاندین کی ایذائیں بیان ہوئیں اب اس کے بعد اس کے برعکس طریقہ یعنی کی دعوت بیان ہو رہی ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی سورۃ ابراہیم کی ابتدائی آیات میں بھی قرآن کریم کی شان بیان فرمائی گئی تھی اس سورت کو بھی انہی بیانات سے شروع فرمایا گیا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی سورت میں بھی کفار و مشرکین کے کارنامات کی تخلیق کا ذکر ہوا اس سورت میں بھی کسی طرح کچھ وضاحت سے ذکر ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق**۔ پچھلی سورت میں مشرکین کی فضول ردی کا ذکر ہوا ہے۔ اس سورت میں زیادہ تر کفار کی دنیوی ترقی و عیش و عشرت کا ذکر ہوا ہے۔ **پانچواں تعلق**۔ پچھلی سورت میں بھی نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے تسلی دی گئی تھی اس سورت میں بھی یہی بیان ہے۔ گویا پچھلی سورت کا تتمہ ہے۔ وہ سورت حال میں ہونے سے تفصیل سے۔ وہ بیان تھا تو یہ اس کا بقیہ ہے۔ اس کے بعد یہی سورت عین مناسب تھی

تفسیر نحوی [illegible] ہذا الآیات [illegible] ہذا اسم اشارہ قریبی مشار الیہ کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں اسم اشارہ بمعنے اس کا مشار الیہ لفظ علام یا قرآن پر شبہ ہے کمالات مدفونہ ہے صفات میں سے ہے اسم غیر متمکن متی اصل سے الآن سے تک حلف کی تمام عمدت مشار الیہ غیر ہے اس ابتدا کی۔ بلاغ۔ اسم مفرد مکسر معتل ثلاثی ہے ب ل غ سے بنا ہے معنی پہنچنا کافی ہونا لازم سے۔ اسی سے ہے لوحت یعنی حروفی کو پہنچنا۔ بلاغ مصدر متعدی بیک مفعول ہے معنی پہنچانا تبلیغ کرنا لام جارہ صلوت کا بلغ کا الف لام استغراقی ہاں اسم مفرد عام یعنی انسان۔ انس سے بنا ہے محبت اور صحبت کرنے کے معنی میں ہے یہ جامد مجرد متعلق ہے مصدر بلاغ کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے ما بعد جملہ علیہ کا ما قبل بلاغ پر۔ لام مکسورہ لام کے ہے۔ کل میں ان حرف ناصبہ مصدریہ پر شبہ ہے یُنْذَرُوْا فعل مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب مع صمیر جمع غائب مستتر اس کا فاعل ہے اور اس کا مرجع ہے ناس۔ باب افعال سے ہے مصدر متعدی ہے انذار بمعنی ڈرانا۔ ڈرسنانا۔ خوفناک خبر دینا۔ نذر سے بنا ہے بمعنی ڈرنا۔ یہ مادہ مطرد کے سب بارہ

ہیں۔ مادہ ن ذ ر ہے مگر باب کرم میں متعدی ہوتا ہے اسی لیے نذیر کے معنی ہیں ڈرانے والے۔ انذار کے معنی سے ڈرنے والے۔ بشیر انبیاء کرام کا اصطلاحی نام ہے اور نذیر بھی۔ مگر قرآن مجید میں صرف باب افعال اور باب کرم کے مشتقات مستعمل ہیں اسی بنا پر مصنف نحو نے لکھ دیا کہ نذر کا مادہ صرف دو بابوں میں آتا ہے۔ نمبر ۱۔ باب افعال میں کثر ہے۔ باب کرم میں قلیل ہے۔ یہ سب جملہ جیسا ضمیر مائب کا مرجع ہے یہ جملہ معطوف ہے مستانف ہے۔ دراصل تھا یُنْذِرُوْنَ آخر سے واؤ اعرابی گر گئی مان ناصبہ پر شیدا کے نصب سے اور اُس کے لیے جار یدی کے لیے لام تعلیلی لگا دیا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے یُنْذِرُوْنَ کا۔ واؤ عاطفہ عطف ہے یُنْذِرُوْنَ پر۔ لام کے مکسورہ یعنو عمل مضارع معروف مثبت۔ منصب ہے ان مصدریہ ناصبہ پر شیدا سے۔ دراصل تھا تَعْلَمُوْنَ واؤ اعرابی نصب کی وجہ سے گر گئی اور آخر میں اُس کے ہونے پر دلالت کرنے کو نشان نصب نون بھی آگیا۔ علم سے بنا ہے بمعنی جاننا۔ تعلم۔ مضارع بیک صغوں ہے۔ علم ضمیر جمع مذکر غائب مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ماریں ہے آنا۔ واؤ لفظیں۔ نمبر ۱۔ حرف تحقیق ہے۔ چونکہ۔ تل فعل کا معمول یہ ہے اس لیے ہمزہ کے فتحہ سے ہوا۔ مگر یہاں عملاً نصب ہے کیونکہ مَا کا ذہ ہے۔ انا کا ترجمہ ہے ہم۔ برائے جمع ہے۔ جمع ضمیر واحد مذکر غائب منفصل۔ مرجع سے کیونکہ بتدہ ہے۔ یہ ہم مفرد جامد معنی معبود اس کی جمع ہے آلِهَةٌ تثنیہ ہے مفرد یہ ایک قول پر یہ لفظ مشتق ہے اَلِهَ سے بمعنی پوجنا۔ پرستش کرنا۔ کسی کو خالق اور قادر مطلق سمجھ کر اس کی بات ماننا الٰہ بروزن فعال مشتق کا مصدر بمعنی اسم مفعول مألوہ یعنی پوجا ہوا۔ عبادت کیا ہوا۔ بحالیکہ فعل ہے کیونکہ حروف ہے عُلُوْ بلندی کا۔ وَاحِدٌ۔ اسم مفرد مشتق اسم فاعل ہے۔ باب ضرب یا حسب سے ہے کسی وصف دلالہ۔ یہاں اسم جامد ہے یعنی ایک ذات بحالیکہ مرجع ہے ضمیر دوم ہے مبتدا عُلُوْ کی یا الٰہ موصوف واحدۃ صفت سے مل کر ایک ہی خبر ہے۔ لَا واؤ عاطفہ۔ عطف ہے یَعْلَمُوْنَ پر۔ لام مکسورہ اس میں اَنَّ ناصبہ پر شیدا ہے جس نے نصب دیا یَدَیْ کر۔ فعل مضارع کہ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے باب نَفْعَلُ سے ہے۔ اصل ہے یَذْیَرُ مثلاً وزال قریب المخرج ہیں اس لیے ذ کو دال سے بدلا اور ادغام (مشدد) کر دیا ذِکْرٌ سے مشتق ہے بمعنی یاد کرنا۔ ذکر کرنا۔ پوچھ۔ نصیحت یکتا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اُولُوا۔ ہم تثنیہ غیر مصرف معرب مثنیٰ ہے کیونکہ فاعل ہے نَذَّرَ کا۔ یہاں بحالیکہ رفع واؤ سے نصب ہوتا ہے اور بحالت نصب و جر یَ سے اعراب ہوتا ہے۔ یعنی اُولِیْ بمعنی والا۔ یہ صرف جمع ہوتا ہے۔ اس کا واحد نہیں ہوتا خیال رہے کہ عربی میں صرف چار لفظ تثنیہ کے ہوتے ہیں جن میں ایک حرف دو تین اسم۔ نمبر ۱۔ لام جار حرف علت کا۔ نمبر ۲۔ صاحب۔ نمبر ۳۔ ذو۔ دو معنے کے لیے۔ اس کا جمع بھی ہوتا ہے ذُوْ نمبر ۴۔ اُولُوْ۔ لُبٌّ الف لام مشتق یا جلسی۔ اَلْبَابِ اسم جمع معرف باللام۔ بروزن فَعَلٌ۔ لُبٌّ کی جمع مکسر ہے۔ لُبٌّ خالص دل سے یک دہن۔ عقل اور لُبٌّ کا فرق انشاء اللہ تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگا۔ سورۃ نحل مکیۃ وھی تسع وثلثون آیۃ وست رکوعات۔

لفظ سمت ہم معنی سورت لغوی سے یا اس کی واؤ ملی سے تب اس کے تین معنی ہیں۔ نمبر ۱ شہر کی چاردیواری کہ جس طرح شہر کی چاردیواری اپنے اندر شہر کے سینکڑوں خزانے گھیرے سے ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید کی سورت بھی علم و عرفان کا بیش بہا خزانہ لیے ہوتی ہے۔ نمبر ۲ سورت بمعنی درجہ یعنی کچھ آیتیں کچھ منزلیں کچھ منازل اور کچھ مراحل۔ نمبر ۳۔ سورۃ بمعنی عزت و شان کہ ساری کائنات میں یہ مضامین عزت و شان دے رہے ہیں کہ جس کو سورت کہا گیا۔ اور یا اس کی واؤ ہمزہ سے بدل کر آئی دراصل تھا سُئرۃ بمعنی بچا ہوا حصہ۔ لغۃً سورت تو چونکہ ہر سورت قرآن پاک کا علیحدہ حصہ ہے اس لیے اس کو سورت کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں جھوٹے کھانے پانی کو بھی سور کہا جاتا ہے لہٰذا الف لام عہد خارجی ہے۔ حجر معنی پتھر یا پتھریلی جگہ یا گھر بستی یا قوم۔ چونکہ اس سورت میں پتھریلی قوم کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام سورۂ حجر ہے۔ مکّۃ دو لغت ہیں۔ نمبر ۱ یا نسبت معنی دل۔ ہمیشہ آخر میں تا سے ترجمہ ہے مکہ والی مگر یہاں آخر میں ت معدومہ ہے گی یہ مکہ۔ لغۃً ہو مکۃ مکہ مکتب اثاثی متقلب اور مکّۃ اس کی خبر ہے واؤ حالیہ بھی ہیر واحد مؤنث مرفوع مضمل متدا اس کا مرجع ہے سُوَرًا تِنَا وَسُنَنِ مکتب اعرابی جملہ حالیہ ہوا سے یعنی ہاوے یک کم تو یہ سے یا۔ اسم مفرد مکرر مؤنث لغوی سے معنی نشانی۔ مجموعہ کلام مضمون کا یک مضمون اس سب سے قرآن مجید کے ایک مضمون کے ایک حصہ یک تق کو آپ کہتے ہیں گویا کہ چند فروں کا مجموعہ یک خط اور چند لفظوں کا مجموعہ یک آیت اور چند آیتوں کا مجموعہ یک سورت اور چند سورتوں کا مجموعہ یک کتاب قرآن مجید۔ سمیت مؤنث کیونکہ تمییز ہے مائیل تمییز کی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف پہ ہے مکّۃ سنّۃ اسم مفرد مذکر معنی پختہ مستحکم۔ سے مکرہ مفرد ہم مشکن سے بمعنی قوی سے کیونکہ مضبوط تابع سے قلع کا تو ہیں سے مانع اصافت ہے۔ نمبر مضاف ہے۔ رُجُوْفَاتِ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد سے رَجْفَۃٌ کئی بار زلزلوں نے ہلا سے یا کئی بار زلزلے سے رَاجِفَۃُ زلزلہ سے ہلا سے۔ بمعنی فاعل ہے۔ فَاَخَذَتْھُمُ بکڑ کر اکر و کر فریاد کرنا۔ عاطفہ ہوا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ اصطلاح شریعت میں نماز میں گھٹنے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو رکوع کہتے ہیں صحابہ کرام تراویح میں جس جگہ پر پہنچتے تھے وہیں رکوع فرماتے تھے اس کا نام رکوع ہے سورت قرآنیہ میں کچھ رکوع ہوتے ہیں اس کی سورت قرآنیہ میں رکوع ہوتے ہیں یہ بحالت کسرہ ہے کیونکہ تمییز منصوب ایسا ہے۔ تمام علامات نصب و جر سے ہی مختار ہے۔ نشجہ اللہ تعالیٰ تم اس کا پورا بیان تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو۔ یہاں چند کوئی باتیں سمجھ لو۔ مقاعد جمع مکسر کوئی حرف عامل میں اول نہیں تا لہٰذا ثابت ہوا کہ جملہ ابتدیہ سے پہلے کوئی فعل یا اسم مصدر مشتق پوشیدہ ہے۔ اوسب کی موجودگی میں کا قرینہ دشمنی ہے۔ یا اشرار عمل مضارع بھی حال پوشیدہ ہے یا مضارع حال پوشیدہ یا مضارع اسم فاعل یا مضارع اسم مفعول پوشیدہ ہے۔ اسم کی ہمزہ وصلیہ عارضہ کے ملنے سے گر گئی مجرورت سے مضاف الیہ لفظ

مجرور ہے الف لام جنسی معنی ہے ذی رتبہ اسم موصول جمع غیر مصرف ہے۔ اس لیے کہ الف نون زائدتان علم ہے بروزن عُثمان علمان۔ فتحہ گا یا اس لیے کہ وہی حکم ہے۔ دراصل تھا رغن ج سے مرفی میں منتقل ہوا تو رغن ج سے، گیا۔ بعض قول میں یہ رتم سے مشتق ہے۔ یہ لفظ باری تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے صفت فعلی ہے شکر کی اور ہمی بمعنی خیر ذی رحم صیغہ صفت مشبہ بروزن فاعل رتم سے مشتق ہے صفت خبر صوری ہے اللہ تعالیٰ کی۔ اس لیے بندوں کو بھی رحیم کہنا جائز ہے۔ لیکن رحمٰن کہنا حرام ہے شرک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رحمٰن کسوے گو کہ صفت ذاتی ہے مگر اس کی مدرکی۔ اور اسم موصول مصاف الیہ ہے مدرکب صانع عالم وجود ہے جو کہ مشتق ہے پرتیجہ فعل اشرح کا۔ آلف ا۔ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کی نحوی ترکیب۔ و تفتیش کوئی نہیں صرف تم تجوید و قرأت کے مطابق۔ اس کی دانگی اس طرح ہے الف۔ لام۔ را۔ جس حروف مقطعات پر مد لکھا ہوگا۔ اس کو بطریقہ اجماد (لمط) پڑھا جائے گا۔ جس پر کھڑی زبر پڑی ہوگی اس کو کھڑا پڑھا جائے۔ تلک اسم اشارہ بعید در قریب کے لیے مستعمل ہے۔ مدکر مونث بھی یکساں ہے مخاطب کے لحاظ سے اس میں، اور مدکر حاضر مفصل۔ اور تثنیہ جمع مذکر کی ضمیر آتی ہے اشارہ لیے گرچہ کیسا ہی ہو۔ مثلاً۔ تِلْكُمَا تِلْكُمْ۔ یہ لغط میں۔ تل اور ک ضمیر حاضر (مخاطب) کی۔ یعنی اس میں کا ترجمہ یہ ہوگا۔ دراصل تھا تِلْكَ کی ہم اشارہ مونث کے ضمیر مدکر نے ساتھ لگ کر تل کو مدکر بنایا اور تانیث کی یک شانی ی کو لام سے بدل دیا گیا۔ تلک ہوگیا۔ کلمات رفع سے مبتدا ہے اس کا مشار الیہ لام پر شبہ ہے۔ آیٰتُ مبتدا ثانی۔ اسم اشارہ ان میں مشار کہ صرف بعید مدکر و مونث اشارہ الیہ کے لیے ہوتا ہے مگر تعظیم ہر ایک کے لیے عام، اور چونکہ کلام ماقبل بھی ہے حوقریب اور کثیر ہے۔ اگر یہ ہی مرجع ہو تو تعظیم قریبی ہوگا۔ اور کلام مابعد بھی جو بھی نازل ہونے کی وجہ سے دور ہے، اور کثیر بھی اگر یہ مرجع ہو تو تعظیم بعدی اشارہ داخل بوجہ ہونے کے اس طرح پھر نہیں مکتا۔ آیٰتُ۔ اسم جمع مکسر ہے آیۃ واحد سے بمعنی نشان۔ یا کلام کا کچھ حصہ کلمات رفع ہے کیونکہ مابعد سے ملامت سے مل کر خبر مبتدا ہے۔ الف لام عہد ذہنی کتب اسم موصول معہ صلہ ثنائی ہے بروزن عام بھی لکھنا۔ کتب سے ہے۔ یہاں بمعنی مکتوب اسم مفعول ہے یعنی لکھا ہوا کلمات کسوے مصاف الیہ بعض نے دریا یہاں من پر تبعیض ہے دراصل ہیَ آیٰتُ مِنَ الْكِتٰبِ یعنی یہ اصلی آیتیں ہیں۔ واؤ عاطفہ تفسیریہ عطف ہے کِتَابٍ پر قُرْاٰنٍ اسم موزنہ مشکن الف نون زائدتان ہے مگر مصرف ہے کیونکہ ایک ہی سبب سے ملتبس نہیں۔ برخلاف فعلانٌ۔ قُرْاٰنٌ سے ماخوذ ہے بمعنی پڑھنا۔ ایک قول میں قَرْنٌ سے بمعنی ملانے ملاتب ہوں زائدتان نہ ہوگا کیونکہ نون ماقبے کا ہوگیا۔ کلمات کسوا تویں سے کہ عطف تفسیر ہے کِتَابٍ پر مُبِيْنٍ اسم فاعل کا اسم فاعل واحد مدکر در اصل تھا مُبْيِنٌ ی مکسور۔ پھر کسرہ نقل کر کے ماقبل کو یا بوجہ نقل خفیف کیگئی اس کا معنوی بَيِّنَةٌ بمعنی۔ ظاہر کرنا۔ روشن ہونا یاں کرا بَيْنٌ سے مشتق ہے۔ کلمات جر۔ صفت سے قُرْاٰنٍ موصوف کی۔

تفسیر عالمانہ

[illegible] سوچنے کا مقام ہے اس آیت میں قرآن ساری دنیا کے انسانوں کے لیے علم اور ہدایت کا الٰہی پیغام ہے سبھی کے لیے حلال حرام، پاک پلید، اچھے برے، دوست دشمن نیک و بد سب کا ذکر پہچان اور تفریق تمثیل سے ہے۔ اپنے ہر حصے میں یہی کارآمد تمیز، تفریق، عمل سے پکڑ، یہیں تربیت کی نرمی اور شدت کی بہاریں ہیں۔ اسی بگڑ حیثیت کے اور اور حوالوں کے بھی میں سب قوموں کی طرح یہود کا میابی آزمائی کا پیغام بھی اور تبلیغ نعوذ باللہ ہے یہی بدتمیز اور سوئیں ہیں کہ [illegible] کی صفتوں سے ان کے ہیئے ماتھوں کو کھو دیا جائے تاکہ سوچیں غور و فکر کریں اور اپنی عادت و فطرت بھری سے تمیز تفریق کریں [illegible] تعلیم کے علاوہ خود اپنے اندر بھانک کر دیکھیں کہ کتنے تباہ کار قسمت پہچانیں۔ اس غور و فکر کا بڑی فائدہ یہ ہے کہ یَعْقِلُوْنَ تاکہ وہ جان لیں کہ بس عقل ہی ہے جو ان معنوی رحمتوں و فضلوں کا شریک ہے [illegible] کا اصل پڑھا تو سب کے سب ہی ان دریا علم سے کہ صاحب کہ یہ آگ ہیں کیں دنیا اور اس کے واقعات مشاہدات و حکایات کسی کے لیے عبرت ہیں کسی کے لیے عبرت کا پردہ، مگر اس قرآن پاک اور احادیث مطہرہ علامہ الٰہی اور موعودات مصطفیٰ کے نزول کا اصل مقصد ہے [illegible] اور بڑا پاک صاف عاقل بیٹھتی۔ اور مکمل عقل جو دے نصیحت حاصل کریں۔ اہل عبادی سے تمیز ہیں سی مگر دیا کہ شہ تعالیٰ سے [illegible] میں قرآن علم فرماتی ہیں [illegible] قوت عقل۔ قوت عقل کا کون عقل سے قوت تدبر کہہ کر [illegible] ہے۔ اور قوت عمل کا مباحثہ تعلیم ہے۔ لیکن ذریعہ علم اور تدبر [illegible]

اور ذریعہ اعمال نیک و بد۔ قاب ظاہر عضا ضعیف ہاتھ پیر وغیرہ سے ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل اور نفس میں فرق ہے پہلا یہ کہ عقل بہت جوڑ کتابوں اور علاوں سے قوت سے لیکن نفس [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

عقل آمد حسکہ دل یزدانی ست ،
چوں زوال آزلوشد شیطانی ست ،

ترجمہ۔ عقل جب تک دل کے تحت ہوگی یزدانی یعنی اچھی ہوگی۔ جب دل سے جدا ہوگی تو شیطانی ہوگی۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ یہ سورۃ حجر سے۔ اس کا نام حجر اس لیے رکھا گیا کہ اس میں قوم ثمود کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے صحب حجر یعنی پتھریلی قوم اور پتھریلی قوم کے نام سے ذکر فرمایا ہے ان کی بستی سخت پتھریلے شہر کی صورت میں تبوک اور مدینے منورہ کے درمیان پتھریلی پہاڑی علاقے میں واقع تھی۔ سب کا اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ دعوی معانی حاشیہ، مگر تفسیر روح معانی نے فیطہ کرمین آیتیں اس کی مدنی ہیں۔ ۔ ۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۔ اس کی پانچ آیتیں آیت جہاد سے منسوخ ہیں اس کی تفصیل اور ناسخ منسوخ کا پورا بیان ہماری کتاب تعلیم الفرقان فی تفاوی النعیمیہ جلد دوم میں دیکھ۔ قرآن مجید کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں جن کو علماء اور قراء نے چار حصوں پر تقسیم فرمایا ہے۔ نمبر۱۔ طوال یا مطول جن کی آیات دو سو سے زیادہ ہوں یہ اول کی سات سورتیں ہیں نمبر۲۔ مئین جن کی آیات سو سے کچھ زیادہ ہوں۔ نمبر۳۔ مثانی جو مئین کے بعد ہوں ان کی آیتیں سو سے کم ہوں یا سو ہوں مگر زیادہ نہ ہوں مثانی کا معنی ہے دہرائی ہوئی یا مکرر ہونے والی چونکہ ان سورتوں کے مضامین کئی جگہ دہرائے آتے ہیں جو پہلے گزر گئے اس لیے بھی یہ مثانی ہوئیں۔ نمبر۴ مفصل ان کے معنی میں فاصلہ کی ہوئی یا تفصیل کی ہوئی یہ چھوٹی سورتیں ہیں بلحاظ اسم سورت کے بڑی زیادہ ہوتا ہے اس لیے مفصل میں پتہ معنی کے اعتبار سے۔ ان میں احکام کم اور اعتقادات کثیر ہیں اس لیے یہ مکی ہیں اور مکہ مکرمہ میں بڑے بڑے واقعات کی تفصیل کی گئی ہے جو حیران کن معجزہ ہے اس لیے بھی یہ مفصل ہے۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں پہلی طوال مفصل دوم اوساط مفصل سوم قصار مفصل اور یہ سورت اس سورت میں چونکہ سات سو آیتیں ہیں لہذا اس کا نام ہوا مثانی۔ اس میں چھ رکوع ہیں۔ خیال رہے کہ رکوع ہر اس آیت پر ہوتا ہے یا اس آیت کا نام ہے جس کو اس پڑھ کر رکوع میں جاتے ہیں۔ یہ رکوع صحابہ کرام کے زمانہ پاک میں بن چکے تب ماوشما کا رکوع کرنا کوئی ثبوت نہیں رکھتے گا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تعوذ، تسمیہ و تقریب تسمیہ بسم اللہ شریف کا پورا بیان مع فوائد و فوائد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر نعیمی پارہ اول کے ابتدائی صفحات پر درج فرمایا ہے۔ تفصیلی معلومات کے لیے وہاں مطالعہ فرماؤ۔ لیکن چند ضروری باتیں جو ضروری ہیں یہاں لکھے جاتے ہیں۔ علماء عاملین فرماتے ہیں کہ بسم اللہ اپنے عمل معلوں سے ایک عظیم لعب الیسر ہے جو انسانوں کو عطا ہوئی۔ یہ دو درہم کی استطاعت مشکل کا حل ہے ہر عاقل کی جانی ہے۔ مفسرین کا اس میں

اختلاف ہے کہ ہر سورت کے شروع میں جو بسم اللہ شریف ہے وہ وحی ہے یا نہیں۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ نہیں اس لیے نماز میں جہر و خفا نہ ہے۔ بسم اللہ پڑھنی احناف کے نزدیک منع ہے مگر شوافع فرماتے ہیں کہ ہر بسم اللہ وحی ہے اور نماز میں جہراً و سراً پڑھنی جائز ہے۔ مگر یہ حدیث سے ثابت نہیں۔ ہم مقلد بھی اسی طرح زور سے پڑھ لیتے ہیں۔ آلٓرٰ۔ یہ حروف مقطعات ہیں اس کا معنی مراد مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خیال رہے کہ قرآن مجید تین قسم کے الفاظ کا مکتوب ہے۔

نمبر ۱۔ حروف مقطعات۔ ان کا معانی اور ترجمہ کوئی انسان جن فرشتہ نہیں جانتا بجز اللہ رسول کے۔ نمبر ۲۔ متشابہات۔ جن کا ترجمہ تو عربی دان جان لیتا ہے مگر معنی اور حقیقت کوئی نہیں جان سکتا۔ بجز اللہ رسول کے جیسے یدُ اللہ (اللہ کے ہاتھ) وغیرہ۔ نمبر ۳۔ محکم و مفسر الفاظ کا مطلب معانی ترجمہ سب کچھ علما جو لیتے ترجمہ تو سرعربی دان بھی جان لیتا ہے۔ تلک یہ کلام الٰہی پورا جو نبی کریم کے پاس رہتے زیادہ تر تیس سورتیں جو نازل ہو چکیں زیادہ جو اس سورت میں نازل ہونے والی ہیں آیات الکتاب کتاب کی آیتیں ہیں یا لکھی ہوئی آیتیں ہیں مگر یہ اضافت بیانیہ تو صحیح ہو تو یہ معنی ہوگا کہ بعض مفسرین نے غلطی کھائی کہ کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے۔ اور کہدیا کہ انجیل یا توریت مراد ہے مگر تفسیر خازن نے تردید فرمائی۔ اس لیے کہ خود قرآن پاک میں سب کریم جل مجدہ نے فرمایا کہ وَكُلُّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا۔ یعنی قرآن مبین فرقان حمید ہی صرف کتاب ہے اس لیے کتاب جو عالم و عربی مکتوب یعنی لکھا ہوا نظروں کے سامنے موجود ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ جس کی کتابت میں کا ایک نقطہ بھی کوئی نہ مٹا سکے گا۔ بدل سکے گا اور نہ قرآن میں سے یعنی خود بھی ظاہرین اور جو اس کے پاس عمل و یقین میں آجائے وہ بھی تا قیامت ہر ظاہر و باطن حق و باطل ہو جائے۔ وہ یہ قرآن ہی ہے جو ہر چیز کو بیان کرتا رہے گا توریت و انجیل تو اب دھونڈے سے نہ ملیں گی۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تو فقط ذکر اللہ تدبر عمل و یقین کی ہی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی مخلوق کو نصیب نہ ہوئیں یہ فائدہ بعثت میں در دُنُوْنِ بنی سے حاصل ہوا کہ باوجود اس کے کہ قرآن مجید سارے کائنات کے لیے پیغام و تبلیغ ہے مگر لوگ اس سے اس کو خاص کریں۔ اور اولاد اس سے بادیار نہیں صرف ہاں کر لیں۔ **دوسرا فائدہ۔** صرف قرآن مجید سے دلائل توحید حاصل کرنے سے بندہ مومن ہو سکتا ہے قرآن مجید کو چھوڑ کر اپنے عقل و دماغ سے دلائل مہیا کرنے نہ مفید ہیں نہ قوی جان تائید میں دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں تاکہ غیر مسلموں کا منہ بند کیا جا سکے یہ فائدہ صدر کے تقدم اور حصر سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ قرآن مجید کے نزول کے بعد اب کتاب الٰہی صرف قرآن پاک کا ہے نہ انجیل کا نہ توریت و زبور کا

یہ فائدہ دادِ تفسیر پہ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

پہلا مسئلہ۔ قرآن مجید کی سب آیتیں تبلیغ کے لیے ہے کسی آیت اور قانون کو چھپانا گناہ ہے دوسرا مسئلہ۔ تبلیغ میں کسی کی رورعایت کرنا گناہ اور حرام ہے۔ بلا جھجک ہر مسئلہ ہر شخص کو بتانا چاہیئے یہ علما کی ذمے داری ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ ہر شخص پر تعلیم احکام قرآنی سیکھنا فرض ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اسی سورت ابراہیم کے اوّل میں ارشاد ہوا نبی کریم نکالیں ظلمت سے نور کی طرف لیکن یہاں بتایا گیا کہ خود عقل والے نصیحت پکڑیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دامن نبوت کی عقل والوں کو ضرورت نہیں۔ (بعض بے دین) جواب۔ لفظ بَلٰغٌ اور لِيُنْذَرُوْا بتا رہا ہے کہ تبلیغ نبوت کے بعد نصیحت پکڑیں اور سوچیں ہمیں اسی لیے بَلٰغٌ اور اِنْذَارٌ کو مقدم کیا گیا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ انسان کی فضیلت صرف اُس کی عقل اور لُب کی بنا پر ہے۔ حالانکہ دوسری آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اکرم و افضل صرف متقی ہیں۔ جواب۔ یہاں افضلیت یا اکرمیت کا ذکر نہیں بلکہ صرف اہل عقل اور صاف ذہانت ہونے کا ذکر ہے اور وہ صرف لُب والے۔ ہم نے تفسیر میں بتایا کہ اہل ذہانت بھی وہی لوگ ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ یعنی لُب ہونا ذریعہ تقوے کا اور تقوی ذریعہ ہے افضلیت کا اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ تفسیر کبیر تیسرا اعتراض۔ نحوی قاعدہ ہے کہ ہر اسم اشارہ کے لیے مشار الیہ کا موجود ہونا شرط ہے۔ یہاں ہٰذَا کا مشار الیہ جو آیت میں وہ ابھی نازل ہی نہیں ہوئیں تو اشارہ کیوں ہوا۔ جواب۔ اوّلاً تو یہ قاعدہ ہی نہیں ہے کسی نحوی نے کہا۔ لیکن اگر ہو بھی تو قرآن مجید کے خلاف ہے دیکھو ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں تو ساری کتب ظاہر موجود نہیں پھر بھی اشارہ ہو رہا ہے۔ ثانیاً یہ کہ یہ آیتیں موجود تو ہیں لوح محفوظ میں اور سینۂ مصطفٰی میں صرف نزول نہیں ہوا اور نحو کا یہ قاعدہ صرف معدوم مشار الیہ کے بارے ہو سکتا ہے۔ ثالثاً یہ کہ ہم نے تفسیر میں یہ احتمال بھی نکالا ہے کہ اس کا مشار الیہ سابقہ آیتیں ہوں جو نازل ہو چکی ہیں نہ کہ اس سورت کی آیتیں۔

تفسیر صوفیانہ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ قلب انسانی گویا آتشی شیشہ ہے اور قرآن مجید آفتاب عالم تاب۔ اے نذیر عالمین محمد مصطفٰی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان ہی کے دست اقدس سے یا سورۂ قرآنی کا رُخ شیشۂ تجلی کی طرف پھرتا ہے یا شیشۂ دل کا رُخ آفتاب انوار کلام الٰہی کی طرف پھرتا ہے۔ تاکہ سب جان لیں کہ بدن و روح کی جدائی سے پہلے سمجھ لیں کہ عالم ناسوت و جبروت میں بس وہی ذات ازلی عبادت عشق کے لائق ہے۔ اور اکیلا ہی ہے جس کی محبت تلب

عشاق میں تابندہ و پائندہ ہے۔ یہ باتیں اور عجیب صرف عقل سلیم والے جانتے ہیں۔ کیونکہ وہی نصیحت پکڑ لیتے ہیں اور فائدے میں رہتے ہیں۔ عوام کے نزدیک عقل والا وہ ہے جس نے دنیا کمائی علماء کے نزدیک عقل والا وہ ہے جس نے آخرت کمائی جنت اور جنت کی نعمتیں حاصل کیں۔ صوفیاء کے نزدیک عقل مند اور اولوالالباب وہ عقل والا) وہ ہے جس نے جنت کی نعمتیں بھی قربِ الٰہی اور انوارِ محبت کے لیے قربان کر دیں۔

سورت ابراہیم کے کچھ فضائل و فوائد

صوفیاء کرام فرماتے ہیں سورت ابراہیم کا روزانہ ایک مرتبہ ورد تلاوت کرنا قبر میں نور پھیلاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت[۱] اس کا ثواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کرتے تھے۔ عاملین کا قول ہے کہ اگر کوئی جادو سے نامرد ہو گیا ہو تو روزانہ بعد نماز فجر تین بار پڑھے اور مشک و زعفران سے لکھ کر پیئے تو انشاء اللہ نامردی دور ہو جائے گی اگر سفید ریشمی کپڑے پر لکھ کر شیر خوار بچے کے بازو پر باندھے تو رونے اور بد نظری سے بچے گا اس کا تعویذ کسی عامل کامل سے لکھوا کر یا باجازت خود زکوٰۃ نکال کر اگر لکھے اور پاس رکھے تو دینی دنیوی کثیر فائدے ہیں اس کے عدد بحساب ابجد ۵۸۱۲۴ ہیں اس کا تعویذ یہ ہے۔

۶۱۴۴۷	۶۱۴۶۰	۶۱۴۵۷	۶۱۴۵۴
۶۱۴۵۸	۶۱۴۵۳	۶۱۴۴۸	۶۱۴۵۹
۶۱۴۵۲	۶۱۴۵۵	۶۱۴۶۲	۶۱۴۴۹
۶۱۴۶۱	۶۱۴۵۰	۶۱۴۵۱	۶۱۴۵۶

سورۃ حجر مکی ہے اس میں ننانوے[۹۹] آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں۔ اے انسان غافل ذرا سوچ کہ جب سورت میں پتھر کا نام آیا تو ساری سورت کا نام ہی حجر ہو گیا تو اگر تیرے اندر اعمالِ سیاہ ہوں تو میدانِ محشر میں حجر میں تیرا نام نیکوں میں کس طرح شامل ہو سکتا ہے اچھی ناموری کے خواہش مند ہو۔ اُن کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے۔ اور اپنے اندر انوار کی چمک پیدا کرو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع کرتا ہوں میں رضا کی لذتوں کو اللہ کے نام سے جو منزلِ شوق کے طالبوں کے لیے رحمٰن ہے اور بھرے انوار کے غرقابوں کے لیے رحیم۔ الٓرٰ۔ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ الٓرٰ۔ یہ عبارت گنجینۂ اسرارِ خدا سینۂ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھید دل میں سے ایک بھید ہے جس کو صوفی باصفا نور کند قربِ اسرار کے جبریل و میکائیل بھی نہیں جانتے۔ اس کے معانی کو یا اُستاد لم یزلی جانتا ہے یا شاگرد بے مثلی جانتا ہے۔ تِلْكَ۔ یہ سینۂ تجلیات کی آیت قدرت اور مکاشفات شریعت و کرامات طریقت سب قلب پاک احمد مجتبیٰ کے مکتوبات کی اعلیٰ نشانیاں ہیں یہی لوحِ مصطفیٰ ہے۔ مُّبِيْنٍ ہے جس کی ہر ہر ادا میں رب نعیم کا قرآن مُبین ہے۔ جس کی جھلک تابہ فلک ہے۔ جو ہمیشہ رہی مُبین یعنی ظاہر و غالب رہے گی۔ کہ لطائف سبعہ کے انوار سے سینۂ اولیا جگمگا رہے ہیں۔ اے میرے سب

کریم۔ جس تیرے دین کا ادنیٰ ترین خاندانی خادم ہوں۔ میرے جنی مجھ کو اور میرے والد اور میرے دادا نانا۔ میرے بھائی۔ میرے نوری میرے صابر۔ میرے محمد احمد میرے امتیاز۔ میرے تاور میرے عبدالرزاق میرے تاری علی اکبر۔ میرے ہدایت اللہ میرے احباب میرے یوسف اور سب دوستوں کے بیٹوں کو بھی میرے آقا کے نوسے حزیں کردے آمین یارب العالمین۔ الحمد للہ تعالیٰ۔ آج بروز اتوار بعد نماز ظہر ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ مطابق آٹھ ستمبر ۱۹۸۵ء تفسیر نعیمی پارہ مکمل ہوا اب کل بروز پیر چاند کی ۲۳۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو دہواں پارہ شروع کیا جائے گا۔ بندہ صرف ایک ذریعہ ہے کام سب رب تعالیٰ کے ہیں۔ یہ اس کی ادنیٰ ترین کرم فرمائی ہے کہ مجھ جیسے کم عقل بے علم کو اپنے ازلی ابدی قدیم کلام کی تفسیر لکھنے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائی یہ بات اٹل ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جو چیز تقدیر میں لکھی ہیں ہرگز ہرگز اس میں تبدیل نہیں ہوگا۔ رزق۔ صحت۔ سعادت و شقاوت یہ چار چیزیں ہی دنیوی زندگی کا خلاصہ ہیں۔ انتہائی خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کو رزق حلال۔ لقمہ کی صحت اور عمل صالح کی سعادت نصیب ہو اس اعتبار سے خاندانی طور پر قسمت کی بلندیوں پر ہو۔ جب کبھی دوبارہ اپنی بعض تصنیفات پر نظر ثانی کرنے کا موقعہ ملتا ہے تو اپنی عقل حیران ہوتی ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ میرے قلم پر فضل و کرم فرمایا ہے۔ اے میرے سنی حنفی بریلوی بھائیو مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس تفسیر کے مطالعے سے یقیناً ایمانی حرارت لقمہ حاصل ہوگی۔ اور بعض مقامات پر آپ کی زبان سے بے ساختہ مجھ گنہگار کے لیے دعاؤں کے پھول جھڑ جھڑ جایا کریں گے۔ تو اس وقت میری عاجزانہ التجا ہے کہ آپ میرے لیے خاص کر یہ دعا ضرور کرنا کہ مولیٰ تعالیٰ اس فقیر بے نوا بے بضاعت کے قال کو حال بنا دے۔ اور مومیانہ قلم کو خزانہ علم بنا دے مجھے امید ہے کہ میرا کریم رحیم رب تعالیٰ آپ کی دعاؤں سے مجھ کو اپنے پیارے بندوں کی غلامی میں داخل فرمائے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزَيْنِ قُرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

(اقتدار احمد)

تصنیفات صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

خلف الرشید حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی

تفسیر نعیمی پارہ ۱۲ تا ۱۹	تفسیر القرآن
العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ	فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاوی (۵ جلد)
خطبات نعیمیہ	جمعہ و عیدین و دیگر خطبات مع ضروری مسائل
نظریات اقبال	علامہ اقبال پر تنقید اور انکی فکری غلطیوں کی نشاندہی
درود تاج پر اعتراضات و جوابات	درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب
راہ جنت بجواب راہ سنت	سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" منہ توڑ جواب
از بلا (اردو، انگریزی)	رد عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول)
المصادر العربیہ	۱۰۰۰ عربی مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت
تنقیدات اعلیٰ مطبوعات	مشہور اور مستند کتابوں میں چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشی، بعد کی ملاوٹ یا بعض جگہ خود مولف غلط فہمی کی وجہ سے انجانی شدید قسم کی غلطیاں ہوگئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔